پروگریسو بکس

فقہ حنفی کی عالم بنانے والی کتاب

جلد ہفدہم

فیضانِ شریعت

شرح

بہارِ شریعت

مصنف

حضرت مولانا محمد امجد علی رحمۃ اللہ علیہ

اعظمی رضوی سنی حنفی، قادری، برکاتی

شارح

علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ○ لاہور

فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

جلد ہفدہم

بار اول	....	مئی 2017
پرنٹرز	....	آر۔آر پرنٹرز
سرورق	....	النافع گرافکس
تعداد	....	-/600
ناشر	....	چوہدری غلام رسول۔ میاں جواد رسول میاں شہزاد رسول
قیمت	....	=/ روپے

ملنے کے پتے

فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941 0323-6836776

دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ۰ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ۰ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فہرست

شکار کا بیان

رَھن کا بیان

جنایات کا بیان

❁❁❁❁❁

تحری، احیاء مَوات، شکار، رَہن
اور جنایات کے مسائل کا بیان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

تحری کا بیان

جب کسی موقع پر حقیقت معلوم کرنا دشوار ہوجائے تو سوچے اور جس جانب گمان غالب ہو عمل کرے اس سوچنے کا نام تحری ہے۔تحری پر عمل کرنا اس وقت جائز ہے جب دلائل سے پتہ نہ چلے دلیل ہوتے ہوئے تحری پر عمل کرنے کی اجازت نہیں۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) الفتاوی الھندیۃ،کتاب التحری،الباب الاول فی تفسیر التحری...إلخ،ج۵،ص۳۸۲.

مسائل فقہیّہ

مسئلہ ۱: دو شخصوں نے تحری کی ایک کا غالب گمان نفس الامر (یعنی حقیقت) کے موافق ہوا اور دوسرے کا گمان غلط ہوا تو اگرچہ دونوں بری الذمہ ہوگئے مگر جس کی رائے صحیح ہوئی اُس کو ثواب زیادہ ہے۔(1)

مسئلہ ۲: نماز کے وقت میں شبہ ہے اگر یہ شبہ ہے کہ وقت ہوا یا نہیں تو ٹھہر جائے جب وقت ہوجانے کا یقین ہوجائے اُس وقت نماز پڑھے اور یہ شبہ ہے کہ وقت باقی ہے یا ختم ہوگیا تو نماز پڑھے اور نیت یہ کرے کہ آج کی فلاں نماز پڑھتا ہوں۔(2) نماز کے متعلق تحری کے مسائل کتاب الصلاۃ (3) میں مذکور ہوچکے وہاں سے معلوم کریں۔

مسئلہ ۳: جس کو زکوۃ دینا چاہتا ہے اس کی نسبت غالب گمان یہ ہے کہ وہ فقیر ہے یا خود اس نے اپنا فقیر ہونا ظاہر کیا یا کسی عادل نے اس کا فقیر ہونا بیان کیا، یا اسے فقیروں کے بھیس میں پایا، یا اسے صف فقرا میں بیٹھا ہُوا پایا، یا اُسے مانگتا ہوا دیکھا اور دل میں یہ بات آئی کہ فقیر ہے ان سب صورتوں میں اس کو زکوۃ دی جاسکتی ہے۔(4)

مسئلہ ۴: بعض کپڑے پاک ہیں اور بعض ناپاک اور یہ پتہ نہیں چلتا کہ کون سا پاک ہے اگر مجبوری کی حالت ہو کہ دوسرا کپڑا نہیں ہے جس کا پاک ہونا یقیناً معلوم ہو اور وہاں پانی بھی نہیں ہے کہ اُن میں سے ایک کو پاک کرسکے اور نماز پڑھنی ہے تو اس صورت میں تحری کرے جس کی نسبت پاک ہونے کا غالب گمان ہو اُس میں نماز پڑھے اور مجبوری کی حالت نہ ہو تو تحری نہ کرے مگر جبکہ پاک کپڑے ناپاک سے زیادہ ہوں تو تحری کرسکتا ہے۔(5)

مسئلہ ۵: دو کپڑوں میں ایک ناپاک تھا تحری کرکے اس نے ایک میں ظہر کی نماز پڑھ لی پھر اس کا غالب گمان دوسرے کے پاک ہونے کے متعلق ہوا اور اس میں عصر کی نماز پڑھی یہ نماز نہیں ہوئی کیونکہ جب ظہر کی نماز جائز ہونے کا حکم دیا جاچکا تو اُس کے یہ معنے ہوئے کہ دوسرا ناپاک ہے تو اسکے پاک ہونے کا اب کیونکر حکم ہوسکتا ہے ہاں اگر اُس

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب التحری، الباب الاول فی تفسیر التحری... إلخ، ج۵، ص۳۸۲.

(2) المرجع السابق.

(3) بہارِ شریعت، جلد۱، حصہ ۳، پر ملاحظہ کریں۔

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب التحری، الباب الثانی فی التحری فی الزکاۃ، ج۵، ص۳۸۳.

(5) المرجع السابق، الباب الثالث فی التحری فی الثیاب... إلخ.

پہلے کپڑے کے متعلق یقین ہے کہ ناپاک ہے تو ظہر کی نماز کا اعادہ کرے۔(6)

مسئلہ ۶: دو کپڑوں میں ایک ناپاک تھا اُس نے بلاتحری ایک میں ظہر پڑھ لی اور دوسرے میں عصر پڑھی پھر تحری سے معلوم ہوا کہ پہلا کپڑا پاک ہے دونوں نمازیں نہیں ہوئیں۔(7)

مسئلہ ۷: دو کپڑوں میں ایک ناپاک ہے ایک شخص نے تحری کر کے ایک میں نماز پڑھی اور دوسرے نے تحری کر کے دوسرے میں پڑھی اگر دونوں نے الگ الگ پڑھی دونوں کی نمازیں ہوگئیں اور اگر ایک امام ہوا دوسرا مقتدی تو امام کی ہوگئی مقتدی کی نہیں ہوئی۔ کھیل کود میں کسی کے خون کا قطرہ نکلا مگر ہر ایک یہ کہتا ہے کہ میرے بدن سے نہیں نکلا اس کا بھی وہی حکم ہے کہ تنہا تنہا پڑھی تو دونوں کی نمازیں ہوگئیں اور اگر ایک امام ہو دوسرا مقتدی تو امام کی ہوگئی مقتدی کی نہیں ہوئی۔(8)

مسئلہ ۸: چند شخص سفر میں ہیں سب کے برتن مخلوط ہوگئے (آپس میں مل گئے) اس کے شرکاء اُس وقت کہیں چلے گئے ہیں اور اُسے خود اپنے برتن کی شناخت نہیں ہے تو اُن کے آنے کا انتظار کرے تحری کر کے برتن کو استعمال میں نہ لائے ہاں اگر استعمال کی ضرورت ہے وضو کرنا ہے یا پانی پینا ہے اور معلوم نہیں ساتھی کب آئیں تو تحری کر کے استعمال کرے یونہی اگر کھانا شرکت میں ہے اور شرکاء غائب ہیں اور اُسے بھوک لگی ہے تو اپنے حصہ کی قدر اس میں سے لے لے۔(9)

❁❁❁❁❁

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب التحری، الباب الثالث فی التحری فی الثیاب... إلخ، ج۵، ص۳۸۳.

(7) المرجع السابق، ص۳۸۴.

(8) المرجع السابق، ص۳۸۴.

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب التحری، الباب الثالث فی التحری فی الثیاب... إلخ، ج۵، ص۳۸۴، ۳۸۵.

احیاءِ موات کا بیان

احادیث

حدیث ۱: صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: جس نے اُس زمین کو آباد کیا جو کسی کی مِلک نہ ہو (یعنی ملکیت میں نہ ہو) تو وہی حقدار ہے۔ عُروہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی خلافت میں یہی فیصلہ کیا تھا۔(1)

حدیث ۲: ابو داؤد نے سَمُرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ جس نے زمین پر دیوار بنالی یعنی احاطہ کرلیا وہ اُسی کی ہے۔(2)

---

(1) صحیح البخاري، کتاب الحرث... إلخ، باب من أحیا أرضا مواتا، الحدیث: ۲۳۳۵، ج۲، ص۹۰.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی بادشاہ کی اجازت سے آباد کرے۔ (احناف)

۲۔ ہمارے ہاں یہ دونوں فرمان سیاسی تھے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ پاک میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں قانون نافذ فرمادیا تھا، اب بھی اگر سلطان یہ قانون نافذ کردے تو یہ ہی حکم ہوگا کہ جو ایسی زمین آباد کرے گا وہ مالک ہوگا، امام شافعی کے ہاں یہ حکم شرعی تھا اب بادشاہ اسلام یہ قانون بنائے یا نہ بنائے زمین آباد کرنے والا اس کا مالک ہوگا۔ لَیْسَتْ لِاَحَدٍ کے معنی یہ ہیں کہ نہ تو وہ زمین کسی کو ملک ہو نہ شہر کی ضروریات کے لیے ہو لہذا حدیث ظاہر ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۴، ص۵۸۸)

(2) سنن أبي داود، کتاب الخراج... إلخ، باب في إحیاء الموات، الحدیث: ۳۰۷۷، ج۳، ص۲۴۰.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہاں ارض سے مراد ہے زمین موات ہے جو نہ کسی کی ملک ہو نہ رفاہ عام کی ہو۔ احاطہ سے مراد اپنے یا اپنے جانوروں کے رہنے کے مکان کے لیے احاطہ ہے یعنی جو شخص غیر مملوک زمین میں اپنے مکان یا اصطبل کے لیے دیوار کھینچ لے وہ زمین اس کی ہوگی، یہ ہی مذہب امام احمد کا ہے کہ ان کے ہاں صرف دیوار کھینچ لینا ملکیت کے لیے کافی ہے، دیگر اماموں کے ہاں صرف دیوار کھینچ لینا کافی نہیں احیاء یعنی آباد کرنا ضروری ہے اس لیے وہ حضرات دیوار سے مکان کی دیوار مراد لیتے ہیں اور لَہٗ سے مراد عارضی ملکیت ہے کہ ایسی زمین میں مکان بنالینے والا جب تک رہے گا زمین حکومت کی ہوگی۔ (لمعات، اشعہ، مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۴، ص۵۹۳)

حدیث ۳: ابوداؤد نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جاگیر (یعنی زمین) دی جہاں تک اُن کا گھوڑا دوڑ کر جائے زبیر نے اپنا گھوڑا دوڑایا جب وہ کھڑا ہوگیا تو اُنہوں نے اپنا کوڑا (چابک، چھڑی) پھینکا حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم) نے فرمایا: جہاں ان کا کوڑا گرا ہے وہاں تک جاگیر میں دیدو۔(3)

حدیث ۴: ترمذی نے وائل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے اُن کو حضرموت(4) میں زمین جاگیر دی اور معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ان کے ساتھ بھیجا کہ ان کو دے آؤ۔(5)

---

(3) سنن ابي داود، كتاب الخراج... إلخ، باب في إقطاع الارضين، الحديث: ۳۰۷۲، ج۳، ص۲۳۸.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ حضرح کے پیش ضاد کے سکون سے بمعنی دوڑ، یہاں قدر پوشیدہ ہے یعنی گھوڑے کی دوڑ کی بقدر کو گھوڑا چھوڑو جہاں رک جائے وہاں تک کی زمین تمہاری۔

۲۔ یعنی پہلے گھوڑا چھوڑا جہاں وہ رکا وہاں سے کوڑا پھینکوایا، جہاں کوڑا پہنچا وہاں تک کی یہ مجموعہ زمین حضرت زبیر کو بخش دی۔ظاہر یہ ہے کہ بالکل ہی بخش دی، مالک بنادیا کہ نسلاً بعد نسل ان کی ہی ہو،صرف رہنے کے لیے عارضی طور پر نہ دی،امام شافعی فرماتے ہیں کہ جیسے بادشاہ بیت المال کا روپیہ کسی کو دے سکتا ہے ایسے ہی بیت المال کی زمین بھی کسی کو بخش سکتا ہے،یہ زمین بیت المال کی ملکیت تھی جو حضور انور نے حضرت زبیر کو بخش دی۔امام اعظم فرماتے ہیں کہ زمین موات تھی جو حضرت زبیر کو احیاء یعنی آباد کرنے کے لیے عطا ہوئی اسی لیے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث احیاء موات کے باب میں لائے۔بادشاہ اعلان بھی کرسکتا ہے کہ جو جس زمین کو آباد کرے وہ اسی کی ہے اور اس طرح بخش بھی سکتا ہے ہر طرح سے اختیار ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،ج۴،ص۵۹۵)

(4) یمن کے مشرق میں واقع ایک شہر کا نام ہے۔

(5) جامع الترمذي، كتاب الاحكام، باب ماجاء في القطائع، الحديث: ۱۳۸۶، ج۳، ص۹۱.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ علقمہ تابعی ہیں، ان کے والد حضرت وائل ابن حجر حضرمی صحابی ہیں، یہ یمن کے شاہزادے تھے،ان کے دوسرے صاحبزادے عبدالجبار ہیں،دونوں تابعی ہیں،حضرت وائل ابن حجر کو حضور انور نے یہ عطیہ دیا۔

۲۔ حضرموت یمن کا مشہور شہر ہے،اہل یمن کے مورث اعلٰی عامر کا یہ لقب تھا کیونکہ وہ جس جنگ میں پہنچ جاتے وہاں کشتوں کے پشتے لگ جاتے اس لیے انہیں حضرموت کہتے تھے انہوں نے یہ شہر آباد کیا تو شہر کا نام حضرموت ہوا اور بھی کئی وجہ تسمیہ بیان کی گئی ہیں اور یہ معاویہ ابن ابوسفیان نہیں بلکہ معاویہ ابن حکم سلمی ہیں کیونکہ معاویہ ابن ابوسفیان کا اسلام تو فتح مکہ میں ظاہر ہوا اور یہ واقعہ فتح مکہ سے بہت پہلے کا ہے۔(مرقات)اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو قبضہ دینے اور لینے کا وکیل کرسکتے ہیں۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،ج۴،ص۵۹۶)

حدیث ۵: امام شافعی (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے طاؤس سے مرسلاً روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: جس نے مردہ زمین زندہ کی (غیر آباد زمین آباد کی) وہ اسی کے لئے ہے اور پرانی زمین (یعنی جس کا مالک معلوم نہ ہو) اللہ ورسول (عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کی ہے پھر میری جانب سے تمہارے لئے ہے۔ (6)

حدیث ۶: ابوداود نے اسمر بن مضرس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہتے ہیں میں نے نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کی پھر حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: جو شخص اُس چیز کی طرف سبقت کرے (پہل کرے) جس کی طرف کسی مسلم نے سبقت نہیں کی ہے تو وہ اُسی کی ہے۔ اس کو سن کر لوگ دوڑے کہ خط کھینچ کر نشان بنالیں۔ (7)

❁❁❁❁❁

(6) المسند للامام الشافعي، كتاب الطعام والشرب وعمارة الارضين... الخ، ص ۳۸۲.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ آپ طاؤس ابن کیسان خولانی ہمدانی ہیں، اہل فارس سے ہیں، علم وعمل میں بہت ہی کامل ہیں، تابعی ہیں، ثقہ ہیں، ۱۰۵ھ میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی، آپ نے جماعت صحابہ رضی اللہ عنھم سے احادیث لیں اور آپ سے امام زہری جیسے بزرگوں نے احادیث قبول کیں، عمرو ابن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے طاؤس جیسا عالم وعامل نہ دیکھا۔ (مرقات)

۲؎ اس کی شرح گزر گئی۔ رفاہ عام اور مملوک زمین کے علاوہ دوسری زمینیں اگر بادشاہ اسلام کی اجازت سے آباد کرلی جائیں تو وہ آباد کرنے والے کی ہوں گی۔

۳؎ عادی عاد سے بنا، جو ایک قوم کا نام ہے عاد، ثمود۔ عادی کے معنی ہیں عاد والی زمین، مراد ہے پرانی زمین جو کسی کے قبضہ میں نہ ہو، عاد بہت پرانی قوم ہے، یہ زمین اللہ رسول کی ملک ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے چاہیں اس میں تصرف فرمائیں، جسے چاہیں بخشیں، اللہ کا ذکر برکت کے لیے ہے، درحقیقت حضور انور کی ملک ہیں۔ (مرقات)

۴؎ اس میں اشارۃً مذہب حنفی کی تائید ہے کہ ایسی زمینیں سلطان کی ملک ہوتی ہیں جو کوئی سلطان کی اجازت سے ان کو آباد کرے وہ ان کا مالک ہوگا بغیر اجازت نہیں، یہ ہی امام اعظم کا قول ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۶۰۰)

(7) سنن أبي داود، كتاب الخراج... الخ، باب في اقطاع الارضين، الحديث: ۳۰۷۱، ج ۳، ص ۲۳۸.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ یہ حدیث گزشتہ حدیث کی شرح ہے اس نے بتایا کہ غیر مملوک چیز پر اگر کوئی قبضہ کرے تو وہ قابض اس کا مالک ہوگا جیسے شکار کا جانور، خودرو جنگلی درختوں کے پھل، جنگل کا پانی، غیر مملوک زمین میں اُگی ہوئی گھاس، بن کی لکڑی وغیرہ مگر ان میں سے جو کسی کی مملوک بن چکی ہو اس پر ملکیت نہیں آسکتی۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۵۹۹)

مسائل فقہیّہ

موات اس زمین کو کہتے ہیں جو آبادی سے فاصلہ پر ہو اور وہ نہ کسی کی ملک ہو اور نہ کسی کی حق خاص ہو اندرون آبادی افتادہ زمین کو موات نہیں کہا جائے گا اور شہر سے باہر کی وہ زمین جس میں لوگوں کے جانور چرتے ہیں یا اس میں سے جلانے کے لئے لکڑیاں کاٹ لاتے ہیں یہ موات نہیں اسی طرح جس زمین میں نمک پیدا ہوتا ہے وہ بھی موات نہیں یعنی موات وہی کہلائے گی جو منتفع بہا نہ ہو۔ فاصلہ سے مراد یہ ہے کہ آبادی کے کنارے سے کوئی شخص جس کی آواز بلند ہو زور سے چلائے تو وہاں تک آواز نہ پہنچے نزدیک و دور کا لحاظ اس بنا پر ہے کہ نزدیک والی زمین عموماً منتفع بہا ہوتی ہے۔ (یعنی عمومی طور پر اس سے نفع اُٹھایا جاتا ہے) ورنہ ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ نزدیک و دور کا لحاظ نہیں بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ منتفع بہا ہے یا نہیں۔ (1)

مسئلہ ۱: ایسی زمین جس کا ذکر کیا گیا اگر کسی نے امام کی اجازت حاصل کر کے اُسے آباد کیا تو یہ شخص اُس کا مالک ہو گیا دوسرا شخص نہیں لے سکتا۔ (2)

مسئلہ ۲: ایک شخص نے دوسرے کو احیاء موات کے لئے وکیل کیا اگر موکل نے بادشاہ اسلام سے اجازت حاصل کر لی ہے تو یہ توکیل صحیح ہے اور زمین موکل کی ہوگی ورنہ نہیں۔ (3)

مسئلہ ۳: امام نے (حاکم وقت نے) ایسی زمین کسی کو جاگیر دیدی اور جاگیر دار نے اُس زمین کو ویسی ہی چھوڑ رکھا تو تین سال تک کچھ تعرض نہیں کیا جائے گا، تین سال کے بعد وہ جاگیر دوسرے کو جاگیر دی جاسکتی ہے۔ (4)

مسئلہ ۴: ایک شخص نے زمین کو احیاء کیا پھر چھوڑ رکھا دوسرے نے اس میں کاشت کر لی تو پہلا ہی شخص اس کا حقدار ہے کیونکہ وہ مالک ہو چکا دوسرے کو اس میں تصرف کی اجازت نہیں۔ (5)

---

(1) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب إحیاء الموات، ج۱۰،ص۵.

والفتاوی الھندیۃ، کتاب إحیاء الموات، الباب الاول فی تفسیر الموات... إلخ، ج۵،ص۳۸۵،۳۸۶.

(2) الدرالمختار، کتاب إحیاء الموات، ج۱۰،ص۶،۷.

(3) ردالمحتار، کتاب إحیاء الموات، ج۱۰،ص۷.

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب إحیاء الموات، الباب الاول فی تفسیر الموات... إلخ، ج۵،ص۳۸۶.

(5) الدرالمختار، کتاب إحیاء الموات، ج۱۰،ص۷.

مسئلہ ۵: ایک شخص نے زمین کو آباد کیا اس کے بعد چار شخصوں نے آگے پیچھے چاروں جانب زمینیں آباد کیں تو پہلے شخص کا راستہ پچھلے شخص کی زمین میں رہے گا۔(6)

مسئلہ ۶: زمین موات میں کسی نے چاروں طرف پتھر رکھ دیے یا شاخیں گاڑ دیں یا زمین کا گھاس کوڑا صاف کیا یا اُس میں کانٹے تھے اُس نے جلا دیے یا کوآں بنانے کے خیال سے دو ایک ہاتھ زمین کھود دی اور یہ سب کام اس مقصد سے کئے کہ دوسرا اس کو آباد نہ کرے تو تین سال تک امام اس کا انتظار کریگا اگر اُس نے آباد کرلی فبہا (تو صحیح ہے) ورنہ کسی دوسرے کو دیدیگا جو آباد کرے۔(7)

مسئلہ ۷: زمین موات میں کسی نے کوآں کھودا ایک ہاتھ پانی نکلنے کو باقی تھا کہ دوسرے نے اُسے کھودا تو پہلا شخص حقدار ہے ہاں اگر معلوم ہو کہ پہلے نے اُسے چھوڑ دیا یعنی ایک ماہ کا زمانہ گزر گیا اور باقی کو نہیں کھودتا تو اس صورت میں کوآں دوسرے شخص کا ہوگا۔(8)

❁❁❁❁❁

(6) الدرالمختار، کتاب إحیاء الموات، ج ۱۰ ص ۷.

(7) الھدایۃ، کتاب إحیاء الموات، ج ۲ ص ۳۸۴.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب إحیاء الموات، الباب الاول فی تفسیر الموات ۔۔۔ إلخ، ج ۵ ص ۳۸۷.

شرب کا بیان

حدیث ا: صحیح بخاری میں عروہ سے روایت ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ایک انصاری سے حرّہ کی نالیوں کے متعلق جھگڑا ہوگیا نبی اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے زبیر سے فرمایا کہ بقدر ضرورت پانی لے لو پھر اپنے پڑوسی کے لئے چھوڑ دو اُس انصاری نے کہا کہ یہ فیصلہ اس لئے کیا کہ وہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں یہ سُن کر حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ ٖالہٖ وسلَّم) کا چہرہ متغیر ہوگیا اور فرمایا: اے زبیر اپنے باغ کو پانی دو پھر روک لو یہاں تک کہ مینڈھ (کھیت کی منڈیر) تک پانی پہنچ جائے پھر اپنے پڑوسی کے لئے چھوڑ و اُس انصاری نے ناراض کر دیا لہٰذا حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ ٖالہٖ وسلَّم) نے صاف حکم میں زبیر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا پورا حق دلوایا اور پہلے ایسی بات فرمادی تھی جس میں دونوں کے لئے گنجائش تھی۔(1)

---

(1) صحیح البخاري، کتاب التفسیر، باب (فلا وربک لایؤمنون ... إلخ)، الحدیث: ۴۵۸۵، ج ۳، ص ۲۰۵، ۲۰۶.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ آپ عروہ ابن زبیر ابن عوام ہیں، تابعی ہیں، مدینہ منورہ کے سات فقہاء سے ہیں، آپ کی والدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق ہیں اور زبیر حضرت صفیہ کے فرزند ہیں، حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب حضور انور کی پھوپھی ہیں، حضرت زبیر سولہ برس کی عمر میں اسلام لائے، سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تلوار آپ نے چلائی، احد کے دن حضور انور کے پاس سے نہ ہٹے، عمرو ابن جرموز نے آپ کو قتل کیا، ۶۴ سال عمر پائی، ۳۶ھ میں جنگ صفین میں شہید ہوئے، اولًا وادی سباع میں دفن کیے گئے، پھر وہاں سے بصرہ منتقل کر دیئے گئے، آپ کی قبر زیارت گاہ خلق ہے، فقیر نے زیارت کی ہے۔(از مرقات)

۲۔ پتھریلی زمین کو حرہ کہتے ہیں، قدرتی پہاڑی نالہ شراج کہلاتا ہے، ان دونوں صاحبوں کے کھیت برابر تھے جو اس نالے سے سینچے جاتے تھے، جھگڑا ہوا آگے پانی دینے کا، انصاری کہتے تھے پہلے میں پانی دوں، زبیر فرماتے ہیں پہلے میں دوں۔

۳۔ کیونکہ آپ کا کھیت اوپر تھا جدھر سے پانی آتا تھا اور انصاری کا کھیت نیچے بہاؤ کی طرف اور اوپر والا پہلے پانی دیتا ہے۔

۴۔ یعنی آپ نے اس فیصلہ میں ان کی قرابت داری کا لحاظ فرمایا ہے یعنی شارحین نے فرمایا کہ یہ شخص قوم انصار سے تو تھا مگر مؤمن نہ تھا یا یہودی تھا یا منافق مگر ترجیح اسے ہے کہ تھا تو مسلمان مگر نو مسلم تھا، آداب بارگاہ سے بے خبر تھا اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یا دوسرے صحابہ نے اسے کوئی سزا نہ دی۔(مرقات) اشعہ نے فرمایا یہ منافق ہی تھا جیسے عبداللہ ابن اُبی کہ قبیلہ انصار سے تھا مگر منافق تھا قتل اس لیے نہ کرایا کہ منافقوں کو قتل نہ کرایا جاتا تھا۔ واللہ اعلم!

۵۔ یعنی حضور انور کو اس کے اس کلام سے بہت ہی تکلیف ہوئی حتی کہ چہرہ انور سرخ ہوگیا، منافقوں، نادانوں سے بسا اوقات ←

حدیث ۲: صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: تین شخص ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالٰی ان سے نہ کلام کرے گا نہ اُن کی طرف نظر فرمائیگا۔ ایک وہ شخص جس نے کسی بیچنے کی چیز کے متعلق یہ قسم کھائی کہ جو کچھ اس کے دام (روپیہ، رقم) مل رہے ہیں اس سے زیادہ ملتے تھے (اور نہیں بیچا) حالانکہ یہ اپنی قسم میں جھوٹا ہے دوسرا وہ شخص کہ عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائی تا کہ کسی مرد مسلم کا مال لے لے اور تیسرا وہ شخص جس نے بچے ہوئے پانی کو روکا، اللہ تعالٰی فرمائے گا آج میں اپنا فضل تجھ سے روکتا ہوں جس طرح تو نے بچے ہوئے پانی کو روکا جس کو تیرے ہاتھوں نے نہیں بنایا تھا۔(2)

حضورانور ایسی باتیں سن لیتے تھے تکلیف ہوتی تھی مگر صبر فرماتے تھے۔

۶؎ پہلے تو فرمایا تھا کہ اے زبیر اپنی زمین تر کر کے پانی انصاری کو دے دو اب پورا حق زبیر کو عطا فرمایا کہ پہلے تم اپنے کھیت کو پانی دو، پھر اتنی دیر تک پانی روکے رکھو کہ کھیت آس پاس کی مینڈھ (بنّا) تک پہنچ جائے اور کھیت لبریز ہوجائے تب انصاری کو دو۔

۷؎ یعنی پہلے انصاری کی رعایت کی گئی تھی اور حضرت زبیر کو حسن اخلاق کی تعلیم دی گئی تھی مگر جب انصاری نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا بلکہ الٹا ناراض ہوگیا تو ہر ایک کو پورا حق دیا گیا، پہلے فضل تھا اب عدل۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اپنا حق معاف کردینا اور اپنے مجرم کو سزا نہ دینا اخلاق صحابہ اور اخلاق محمدی ہیں۔ دوسرے یہ کہ غصہ کی حالت میں فیصلہ کرنا حضور کے لیے جائز تھا ہمارے واسطے منع کیونکہ آپ غصہ میں بھی حق ہی فرماتے تھے۔ تیسرے یہ کہ جنگل اور سیلاب کا پانی کسی کی ملک نہیں ہر شخص ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ چوتھے یہ کہ پانی دینے میں ترتیب یہ ہے کہ اوپر والا پہلے پانی دے نیچے والا بعد میں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۴، ص۵۹۰)

(2) صحیح البخاري، کتاب المساقاۃ، باب من رأی أن صاحب الحوض... إلخ، الحدیث: ۲۳۶۹، ج۲، ص۱۰۰.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ کلام سے کلام محبت مراد ہے اور نظر سے نظر رحمت ورنہ غضب کا کلام اور قہر کی نظر تو کفار پر بھی ہوگی۔

۲؎ یہ بیماری عام دکانداروں کو ہے کہ جب کوئی خریدار ان کے مال کی قیمت لگاتا ہے تو کہتے ہیں رب کی قسم ابھی تم سے پہلے ایک گاہک اس سے زیادہ پیسے دیتا رہا میں نے نہ دی اور بچے ایسے ہوتے ہیں کہ جب گاہک چل دیتا ہے تو پکارتے ہیں اچھا اتنے میں ہی لے جا۔ خیال رہے کہ جھوٹ بولنے سے تقدیر نہیں بدل جاتی بلکہ تجربہ یہ ہے کہ سچا دکاندار خوب کماتا ہے۔

۳؎ اس کی صورت یہ ہے کہ حاکم کے ہاں ایک دعویٰ دائر ہوا، مدعی کے پاس گواہ نہ تھے مگر تھا وہ سچا مدعیٰ علیہ سے بعد عصر قسم کھانے کے لیے کہا گیا، یہ جھوٹی قسم کھا گیا اور اس کا حق مار لیا۔ بعد عصر کی قید اس لیے لگائی کہ وہ وقت دن رات کے فرشتوں کے اجتماع کا ہے، دن کے جانے اور رات کے آنے کی گھڑیاں ہیں، اس وقت کفار عرب بھی جھوٹی قسم نہ کھاتے تھے، یہ بے غیرت مسلمان ہوکر اس گناہ پر دلیری کرلیتا ہے۔

۴؎ یعنی گزرگاہ عام پر غیر مملوک پانی اس کی حاجت سے زائد ہو، پھر وہ مسافروں اور جانوروں کو نہ پینے دے لہذا اس حکم سے ←

حدیث ۳: صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: بچے ہوئے پانی سے منع نہ کرو کہ اس کی وجہ سے بچی ہوئی گھاس کو منع کرو گے۔(3)

حدیث ۴: ابوداؤد، ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: تمام مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں پانی اور گھاس اور آگ۔(4)

حدیث ۵: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے بچے ہوئے پانی

وہ لوگ خارج ہیں جو پانی بیچ کر اپنا گزارہ کرتے ہیں کہ وہ پانی ان کے اپنے کنوئیں کا ہوتا ہے یا دور سے لایا ہوا جیسا کہ عرب کی منزلوں میں دیکھا جاتا ہے۔

۵۔ اس جملہ میں بھی اشارہ اس طرف ہے کہ اپنا کھودا ہوا کنواں یا اپنا جمع کیا ہوا پانی اپنی ملکیت ہے جسے فروخت کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ ید سے مراد کوشش اور محنت ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۵۹۲)

(3) صحیح البخاري، کتاب المساقاۃ، باب من قال إن صاحب الماء أحق... إلخ، الحدیث: ۲۳۵۴، ج ۲، ص ۹۶.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی کنوئیں والا پانی کی بیچ کو گھاس کی بیچ کا ذریعہ بنائے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے بنجر زمین جسے عربی میں موات کہتے ہیں آباد کی وہاں کنواں لگوالیا، لوگ اس زمین کے اردگرد اپنے جانور چراتے ہیں، وہ زمین موات جو ہوئی یہ شخص جانوروں کو چرنے سے روک نہیں سکتا، وہ بہانہ یہ کرے کہ کسی جانور کو بلا معاوضہ پانی نہ پینے دے جو اس کے اپنے کنوئیں کا ہے، نیت یہ ہو کہ اس پانی کی روک سے جانور یہاں کی گھاس چرنا چھوڑ دیں گے پھر یہ گھاس میری اپنی ہوگی کہ اس سے پیسہ کماؤں گا، یہ جرم ہے کہ کنواں تو اس کا ہے مگر زمین سرکاری چھوٹی ہوئی ہے، یہ پانی کے بہانہ چراگاہ کی گھاس پر قبضہ کرنا چاہتا ہے ورنہ اپنی زمین کی کھڑی گھاس اور کاٹی ہوئی گھاس کی بیچ جائز ہے۔(مرقات) یہاں ذکر ہی یعنی چراگاہ کا ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۴۶۱)

(4) سنن ابن ماجہ، کتاب الرھون، باب المسلمون شرکاء في ثلاث، الحدیث: ۲۴۷۲، ج ۳، ص ۱۷۶.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یہاں پانی سے وہ پانی مراد ہے جو نہ کسی کی محنت سے حاصل ہوا ہو، نہ کسی کے برتن میں بھرا ہو جیسے جنگل، بارش، سیلاب کا پانی مگر اپنے نہر گھڑے، اپنی نالی کا پانی اس سے خارج ہے۔ ایسے ہی گھاس سے وہ گھاس مراد ہے جو غیر مملوک زمین میں کھڑی ہو اپنی مملوک زمین کی گھاس، ایسے ہی وہ گھاس جو کاٹ کر اپنے گھر میں رکھ لی مملوک ہے۔ آگ سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کو اپنے چراغ کی روشنی میں بیٹھنے آگ تاپنے سے نہیں روک سکتے، یوں ہی اپنے شمع سے دوسرے کو شمع جلانے سے منع نہیں کر سکتے، بعض نے فرمایا کہ آگ سے مراد چقماق پتھر ہے لہذا ہر شخص اپنی آگ سے چنگاری لینے سے منع کر سکتا ہے کہ یہ اسی کی ملک ہے اور اس سے آگ کم بھی ہو جاتی ہے۔(مرقات، اشعہ)
(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۵۹۸)

کے بیچنے سے منع فرمایا۔(5)

حدیث ۶: صحیح بخاری ومسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: بچا ہوا پانی نہ بیچا جائے کہ اس کی وجہ سے گھاس کی بیع ہوجائیگی۔(6)

❁❁❁❁❁

(5) صحیح مسلم،کتاب المساقاۃ...الخ،باب تحریم فضل بیع الماء...الخ،الحدیث:۳۴۔(۱۵۶۵)،ص۸۴۶.

(6) المرجع السابق،الحدیث:۳۸۔(۱۵۶۶)،ص۸۴۶.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ یعنی کنوئیں والا پانی کی بیع کو گھاس کی بیع کا ذریعہ بنائے۔اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے بنجر زمین جسے عربی میں موات کہتے ہیں آباد کی وہاں کنواں لگوالیا،لوگ اس زمین کے اردگرد اپنے جانور چراتے ہیں،وہ زمین موات جو ہوئی یہ شخص جانوروں کو چرنے سے روک نہیں سکتا،وہ بہانہ یہ کرے کہ کسی جانور کو بلامعاوضہ پانی نہ پینے دے جو اس کے اپنے کنوئیں کا ہے،نیت یہ ہو کہ اس پانی کی روک سے جانور یہاں کی گھاس چرنا چھوڑ دیں گے پھر یہ گھاس میری اپنی ہوگی کہ اس سے پیسہ کماؤں گا،یہ جرم ہے کہ کنواں تو اس کا ہے مگر زمین سرکاری چھوٹی ہوئی ہے،یہ پانی کے بہانہ چراگاہ کی گھاس پر قبضہ کرنا چاہتا ہے ورنہ اپنی زمین کی کھڑی گھاس اور کاٹی ہوئی گھاس کی بیع جائز ہے۔(مرقات) یہاں ذکرحمی یعنی چراگاہ کا ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح،ج۴،ص۴۶۱)

مسائل فقہیّہ

کھیت کی آبپاشی یا جانوروں کو پانی پلانے کے لیے جو باری مقرر کرلی جاتی ہے اُس کو شرب کہتے ہیں اس لفظ میں شین کو زیر ہے۔ (1)

مسئلہ ۱: جس پانی کو برتن میں محفوظ نہ کرلیا ہو اُس کو ہر شخص پی سکتا ہے اور اپنے جانوروں کو پلا سکتا ہے کوئی شخص پینے یا پلانے سے نہیں روک سکتا۔ (2)

مسئلہ ۲: پانی کی چار قسمیں ہیں، اوّل سمندر کا پانی اس سے ہر شخص نفع اُٹھا سکتا ہے خود پیئے جانوروں کو پلائے کھیت کی آبپاشی کرے اس میں نہر نکال کر اپنے کھیتوں کو لیجائے جس طرح چاہے کام میں لائے کوئی منع نہیں کرسکتا، دوم بڑے دریا کا پانی جیسے سیحون، جیحون، دجلہ، فرات، نیل یا ہندوستان میں گنگا، گھاگرا اس کو ہر شخص پی سکتا ہے اپنے جانوروں کو پلاسکتا ہے مگر زمین کو سیراب کرنے اور اُس سے نہر نکالنے میں یہ شرط ہے کہ عام لوگوں کو ضرر (نقصان) نہ پہنچے، سوم وہ ندی نالے جو کسی خاص جماعت کی مِلک ہوں پینے پلانے کی اُس میں بھی اجازت ہے مگر دوسرے لوگ اپنے کھیت کی اس سے آبپاشی نہیں کرسکتے، چوتھے وہ پانی جس کو گھڑوں، مٹکوں یا برتنوں میں محفوظ کردیا گیا ہو اُس کو بغیر اجازت مالک کوئی شخص صَرف میں نہیں لاسکتا اور اس پانی کو اس کا مالک بیع بھی کرسکتا ہے۔ (3)

مسئلہ ۳: کوآں اگرچہ مملوک ہو مگر اس کا پانی مملوک نہیں دوسرا شخص اس پانی کو پی سکتا ہے اپنے جانوروں کو پلاسکتا ہے جس کا کوآں ہے وہ روک نہیں سکتا اور نہ اس کے بھرے ہوئے پانی کو چھین سکتا ہے۔ (4)

---

(1) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب إحیاء الموات، فصل الشرب، ج۱۰، ص۱۵۔

(2) الدرالمختار، کتاب إحیاء الموات، فصل الشرب، ج۱۰، ص۱۵، ۱۶۔

(3) الھدایۃ، کتاب إحیاء الموات، فصل فی المیاہ، ج۲، ص۳۸۸۔

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الشرب...إلخ، الباب الاول فی تفسیرہ...إلخ، ج۵، ص۳۹۰، ۳۹۱۔

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الشرب...إلخ، الباب الاول فی تفسیرہ...إلخ، ج۵، ص۳۹۱۔

مباح پانی پر قابض ہو کر مسافر کو اس سے روکنا

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ، راحت قلب وسینہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل قیامت کے دن 3افراد سے نہ کلام فرمائے گا اور نہ انہیں پاک فرمائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا، ان میں ←

مسئلہ ۴: کوآں یا چشمہ جس کی ملک میں ہے دوسرا شخص وہاں جا کر پانی پینا چاہتا ہے وہ مالک اپنی ملک مثلاً مکان یا باغ میں اُسکو جانے سے روک سکتا ہے بشرطیکہ وہاں قریب میں دوسری جگہ پانی ہو جو کسی کی ملک میں نہیں ہے اور اگر پانی نہ ہو تو مالک سے کہا جائے گا کہ تو خود اپنے باغ یا مکان سے پینے کے لیے پانی لادے یا اسے اجازت دے کہ یہ خود بھر کر پی لے۔(5)

مسئلہ ۵: کوئیں سے پانی بھرا ڈول موںھ تک آگیا ہے ابھی باہر نہیں نکلا ہے یہ بھرنے والا اُس پانی کا ابھی مالک نہیں ہوا جب باہر نکال لے گا اُس وقت مالک ہوگا۔(6)

مسئلہ ۶: حمام میں گیا اور حوض میں سے پانی نکالا مگر جس برتن میں پانی لیا وہ حمام والے کا ہے تو یہ شخص پانی کا مالک نہیں ہوا بلکہ وہ پانی حمام والے ہی کا ہے مگر دوسرا شخص اس سے نہیں لے سکتا کہ زیادہ حقدار یہی ہے۔(7)

مسئلہ ۷: دوسرے کے کوئیں سے بغیر اجازتِ مالک نہ اپنے کھیت کو سینچ سکتا ہے (پانی دے سکتا ہے) نہ درختوں کو پلا سکتا ہے نہ اُس میں رہٹ یا چرسا وغیرہ لگا سکتا ہے مگر گھڑے وغیرہ میں بھر کر لایا ہو تو اُس سے گھر میں جو درخت ہے یا گھر میں جو ترکاریاں بوئی ہیں اِن کو سیراب کر سکتا ہے، کوئیں والے سے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔(8)

مسئلہ ۸: نہر خاص یا کسی کے مملوک حوض یا کنوئیں سے وضو کرنے یا کپڑے دھونے کے لیے گھڑے میں پانی بھر کر لا سکتا ہے۔(9)

مسئلہ ۹: حوض میں اگر پانی خود ہی جمع ہو گیا مالک حوض نے پانی جمع کرنے کی کوئی ترکیب نہیں کی ہے یہ حوض نہر خاص کے حکم میں ہے۔(10) دیہاتوں میں تالاب اور گڑھے ہوتے ہیں برسات میں ادھر اُدھر سے پانی بہہ کر آتا ہے اور ان میں جمع ہو جاتا ہے انکا بھی یہی حکم ہے کہ بغیر اجازت مالک دوسرے لوگ اپنے کھیتوں کی اس سے آبپاشی نہیں

ایک وہ شخص ہے جو کسی بیابان میں موجود پانی پر قابض ہو اور مسافر کو اس کے استعمال سے روک دے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم اسبال۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۹۷، ص ۶۹۶)

(5) الھدایۃ، کتاب إحیاء الموات، فصل فی المیاہ، ج۲، ص۳۸۸.

(6) ردالمحتار، کتاب إحیاء الموات، فصل فی الشرب، ج۱۰، ص۱۶.

(7) ردالمحتار، کتاب إحیاء الموات، فصل الشرب، ج۱۰، ص۱۶.

(8) الدرالمختار، کتاب إحیاء الموات، فصل الشرب، ج۱۰، ص۱۷.

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الشرب۔۔۔الخ، الباب الاول فی تفسیرہ۔۔۔الخ، ج۵، ص۳۹۱.

(10) ردالمحتار، کتاب إحیاء الموات، فصل الشرب، ج۱۰، ص۱۷.

کرسکتے۔

مسئلہ ۱۰: بعض جگہ مکانوں میں حوض بنا رکھتے ہیں برساتی پانی اُس میں جمع کر لیتے ہیں اور اپنے استعمال میں لاتے ہیں عربی میں ایسے حوض کو صہریج کہتے ہیں۔ (ہندوستان میں بفضلہٖ تعالیٰ پانی کی کثرت ہے صہریج بنانے کی ضرورت نہیں مگر جہاں پانی کی کمی ہے بنانا پڑتا ہی ہے جیسا کہ مارواڑ کے بعض علاقوں میں بکثرت ہیں) یہ پانی خاص اُس شخص کی مِلک ہے جس کے گھر میں ہے اور یہ پانی ویسا ہی ہے جیسا گھڑے وغیرہ میں بھر لیا جاتا ہے کہ بغیر اجازت مالک کوئی شخص اپنے کسی صرف میں نہیں لاسکتا۔(11)

مسئلہ ۱۱: بارش کے وقت آنگن (صحن) یا چھت پر پانی جمع کرنے کے لیے طشت (تھال) یا کنڈا (مٹی کا برتن) وغیرہ رکھ دیا ہے تو جو کچھ پانی جمع ہوگا اُس کا ہے جس نے طشت وغیرہ رکھا ہے دوسرا شخص اس پانی کو نہیں لے سکتا اور اگر پانی جمع کرنے کے لیے طشت نہیں رکھا ہے تو جو چاہے لے لے اس کو منع نہیں کیا جاسکتا۔(12)

مسئلہ ۱۲: زمین غیر مملوکہ (وہ زمین جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو) کی گھاس کسی کی ملک نہیں جو چاہے کاٹ لائے یا اپنے جانوروں کو چرائے دوسرا شخص اس کو منع نہیں کرسکتا یہ گھاس دریا کے پانی کی طرح سب کے لیے مباح ہے، زمین مملوکہ میں گھاس خود ہی جمی ہے (اُگی ہے) بوئی نہیں گئی ہے یہ گھاس بھی مالک زمین کی ملک نہیں جب تک اسے محفوظ نہ کرلے جو چاہے اس کو لے سکتا ہے، مگر مالک زمین دوسرے لوگوں کو اپنی زمین میں آنے سے روک سکتا ہے اِس صورت میں اگر مالک زمین لوگوں کو اور اُن کے جانوروں کو اپنی زمین میں آنے سے منع کرتا ہے اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم گھاس کاٹیں گے یا اپنے جانور چرائیں گے اگر قریب میں زمین غیر مملوکہ ہے جس میں گھاس موجود ہے تو لوگوں سے کہا جائے گا کہ اپنے جانوروں کو وہاں چرالو یا وہاں سے گھاس کاٹ لو اور اگر زمین قریب میں نہ ہو تو مالک زمین سے کہا جائے گا کہ ان لوگوں کو اجازت دو یا تم خود اپنی زمین سے گھاس کاٹ کر ان کو دے دو، اور اگر مالک زمین نے گھاس کاٹ کر محفوظ کرلی تو دوسرا شخص اس کو لے نہیں سکتا کہ یہ مملوک ہوگئی، اگر مالک زمین نے گھاس بو رکھی ہے یا اپنی زمین کو جوت کر اُس میں پانی دیا ہے اور اسی لیے چھوڑ رکھا ہے کہ اُس میں گھاس جمے تو یہ گھاس مالک زمین کی ہے، دوسرا شخص نہ اسے لے سکتا ہے نہ اپنے جانوروں کو چرا سکتا ہے، کسی دوسرے نے یہ گھاس کاٹ لی تو مالک زمین والا اس کو واپس لے سکتا ہے اور گھاس کو بیچ سکتا ہے۔(13)

---

(11) المرجع السابق.

(12) ردالمحتار، کتاب إحیاء الموات، فصل الشرب، ج۱۰، ص۱۷.

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الشرب... إلخ، الباب الاول فی تفسیرہ... إلخ، ج۵، ص۳۹۲.

مسئلہ ۱۳: آگ میں بھی سب لوگ شریک ہیں دوسروں کو منع نہیں کرسکتا یعنی اگر کسی نے میدان میں آگ جلائی ہے تو جس کا جی چاہے تاپ سکتا ہے اپنے کپڑے اس سے سکھا سکتا ہے اُس کی روشنی میں کام کرسکتا ہے مگر بغیر اجازت اُس میں سے انگارہ نہیں لے سکتا، اگر کسی نے اُس میں سے تھوڑی سی آگ لے لی کہ بجھانے کے بعد اتنے کوئلے نہیں ہونگے جن کی کچھ قیمت ہو تو اس سے واپس نہیں لے سکتا اور اتنی آگ بغیر اجازت بھی لے سکتا ہے کہ عادۃً اس کو کوئی منع بھی نہیں کرتا اور اگر اتنی زیادہ ہے کہ بجھنے کے بعد کوئلوں کی قیمت ہوگی تو واپس لے سکتا ہے۔(14)

مسئلہ ۱۴: کوئیں یا حوض یا نہر خاص کے پانی سے روکتا ہے اور اُس شخص کو روکا گیا پیاس سے ہلاکت کا اندیشہ ہے یا اس کے جانور کے ہلاک ہونے کا ڈر ہے تو زبردستی پانی وصول کرے نہ دے تو لڑ کر لے اگرچہ ہتھیار سے لڑنا پڑے اور برتن میں جمع کر رکھا ہے تو اس میں بھی لڑ کر وصول کرنے کی اجازت ہے مگر یہاں ہتھیار سے لڑنے کی اجازت نہیں اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ پانی اس کی حاجت سے زائد ہے یہی حکم مخمصہ کا بھی ہے کہ کسی کو بھوک سے ہلاکت کا اندیشہ ہے اور دوسرے کے پاس حاجت سے زائد کھانا ہے اور اُس کو نہیں دیتا تو لڑ سکتا ہے مگر ہتھیار سے لڑنے کی اجازت نہیں۔(15)

❀❀❀❀❀

والدرالمختار، کتاب إحیاء الموات، فصل الشرب، ج۱۰، ص۱۹.

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الشرب... إلخ، الباب الاول فی تفسیرہ... إلخ، ج۵، ص۳۹۳.

(15) الدرالمختار، کتاب إحیاء الموات، فصل الشرب، ج۱۰، ص۱۸، ۲۰.

اشربہ کا بیان

حدیث ۱: صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے لیے مُشک میں ہم نبیذ بناتے صبح کو بناتے تو عشا تک پیتے اور عشا کو بناتے تو صبح تک پیتے (یہ گرمی کے زمانے میں ہوتا تھا)۔(1)

حدیث ۲: صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے لیے اول شب میں نبیذ بنائی جاتی صبح کے وقت اُسے پیتے دن میں اور رات میں پھر دوسرے روز دن اور رات میں اور تیسرے دن عصر تک پھر اگر بچ رہتی تو خادم کو پلا دیتے یا گرا دی جاتی۔(2) (یہ جاڑے کے زمانے میں ہوتا)

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب اباحۃ النبیذ الذی لم یشتد... إلخ، الحدیث:۸۵۔(۲۰۰۵)،ص۱۱۱۱.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ نبیذ بنا ہے نبذ سے بمعنی پھینکنا، ڈالنا، پھر پھینکی ہوئی چیز کو نبیذ کہنے لگے، اس کے بعد اس پھینکنے کے نتیجہ کو نبیذ کہنے لگے، یہاں آخری تیسرے معنی مراد ہیں یعنی ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھجوروں یا کشمش کا نبیذ تیار کرتے تھے کہ شام کو کھجوریں بھگو دیتے تھے۔

۲۔ یعنی اس مشکیزہ کے دو منہ تھے: ایک اوپر والا جس سے پانی وغیرہ بھرا جاتا تھا، دوسرا نیچے والا جس سے پانی وغیرہ نکالا جاتا تھا۔ عزلاء ہر منہ کو کہا جاتا ہے۔ یہاں نیچے والا منہ مراد ہے کیونکہ اوپر والے منہ کا ذکر تو الگ ہو چکا۔

۳۔ نماز فجر اور طلوع آفتاب کے درمیانی وقت کو غدوہ (غین کے پیش سے) کہا جاتا ہے اور سورج ڈھلے سے مغرب تک کے وقت کو عشاء (عین کے کسرہ سے) کہا جاتا ہے یعنی صبح کے بھگوئے ہوئے چھواروں کا پانی حضور انور دوپہر کے بعد سے شام تک پی لیتے تھے اور شام کے بھگوئے ہوئے چھوارے صبح کو پی لیتے تھے زیادہ دیر نہ لگائی جاتی تھی۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۶،ص ۱۳۵)

(2) المرجع السابق، الحدیث:۷۹۔(۲۰۰۴)،ص۱۱۱۰.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی ایک دن کا بنایا ہوا نبیذ حضور دو روز تک پیتے رہتے تھے کہ اس قدر ٹھہرنے سے اس میں نشہ پیدا ہونے کا احتمال نہ تھا۔

۲۔ اس لیے کہ اس کے بعد تل چھٹ رہ جاتا تھا صاف شربت نہ رہتا تھا نشہ ہرگز نہیں پیدا ہوتا تھا، اگر نشہ پیدا ہوتا تو خادم کو ہرگز نہ پلاتے کہ نشہ پلانا بھی حرام ہے۔ (مرقات، اشعہ)

۳۔ گرا دینا اس صورت میں ہوتا تھا جب کہ اس میں نشہ پیدا ہو جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اعلٰی کھانا اگر آقا کھائے اور نیچے کا بچا ہوا کھانا خادم کو کھلائے تو جائز ہے۔ وہ جو حدیث شریف میں آتا ہے کہ خادم کو ساتھ کھلاؤ یہ بیان استحباب کے لیے ہے لہذا احادیث میں ←

حدیث ۳: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے لیے مَشک میں نبیذ بنائی جاتی، مشک نہ ہوتی تو پتھر کے برتن میں بنائی جاتی۔(3)

حدیث ۴: امام بخاری اپنی صحیح میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو اُسید ساعدی حضور صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم کے پاس حاضر ہوئے اور حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم) کو اپنی شادی کی دعوت دی (جب حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم) تشریف لائے) تو اُن کی زوجہ جو دلہن تھیں وہی خادم کا کام انجام دے رہی تھیں انھوں نے حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم) کے لیے پانی میں کھجوریں رات میں ڈال دی تھیں وہی پانی حضور صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو پلایا۔(4)

حدیث ۵: امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ حضرت عمر اور ابو عبیدہ اور معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے مثلث (5) کے پینے کو جائز فرمایا ہے اور براء بن عازب و ابو جحیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے نصف حصہ پکا دینے کے بعد انگور کا شیرہ پیا، ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے کہا کہ انگور کا رس جب تک تازہ ہے پیو۔(6)

حدیث ۶: بخاری نے اپنی صحیح میں ابو جویریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہتے ہیں میں نے ابن عباس (رضی اللہ تعالٰی عنہما) سے باذق (ایک قسم کی شراب ہے) کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ محمد صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم باذق سے پہلے گزر چکے ہیں لہٰذا جو نشہ پیدا کرے وہ حرام ہے اور فرمایا کہ پینے کی چیزیں حلال وطیب ہیں اور

تعارض نہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ نشہ آور یا سڑی بسی چیز کسی کو نہ کھلائی جائے بلکہ پھینک دی جائے۔خیال رہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ کی روایت کہ صبح کا نبیذ شام تک ختم فرمادیتے تھے الخ، گرمیوں کے موسم کے متعلق ہے اور حضرت ابن عباس کی یہ حدیث دو دن تک پینے کی سردی کے موسم کے متعلق ہے۔گرمیوں میں نبیذ میں جلد جوش آجاتا ہے اور جلد نشہ آور ہو جاتا ہے سردی میں نہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۶، ص۱۳۵)

(3) المرجع السابق، باب النهي عن الانتباذ في المزفت... إلخ، الحديث: ٦٢ـ(١٩٩٩)، ص١١٠٧.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱ـ یعنی نبیذ کے لیے کوشش کی جاتی تھی کہ مشکیزے میں بنایا جائے تاکہ شربت ٹھنڈا رہے اور ڈھکا رہے لیکن اگر مشکیزہ میسر نہ ہوتا تو پتھر کی لگن یا بڑے پیالہ میں بنایا جاتا، پتھر میں شربت جلد گرم ہوجاتا ہے مگر اسے ڈھک دیا جاتا ہوگا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۶، ص۱۳۶)

(4) صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب حق إجابة الوليمة... إلخ، الحديث: ٥١٧٦، ج٣، ص٤٥٥.

(5) انگور کا شیرہ جو پکانے کے بعد ایک تہائی رہ جائے۔

(6) صحيح البخاري، كتاب الأشربة، باب الباذق ومن نهى... إلخ، ج٣، ص٥٨٤.

حلال وطیب کے علاوہ حرام وخبیث ہیں۔(7)

حدیث ۷: امام بخاری اپنی صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک معراج کی رات ایلیا (بیت المقدس) میں حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہٖ وسلَّم) کے سامنے دو پیالے پیش کیے گئے ایک شراب کا دوسرا دودھ کا حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہٖ وسلَّم) نے دونوں کو دیکھ کر دودھ کا پیالہ لے لیا۔ جبریل (علیہ السلام) نے کہا الحمد للہ خدا تعالٰی نے آپ کو فطرت کی ہدایت کی اگر آپ شراب لے لیتے تو آپ کی اُمت گمراہ ہو جاتی۔(8)

حدیث ۸: ابوداود وابن ماجہ نے ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی

---

(7) صحیح البخاري، کتاب الاشربۃ، باب الباذق ومن نھی... إلخ، الحدیث:۵۵۹۸، ج۳، ص۵۸۵۔

(8) المرجع السابق، کتاب الاشربۃ، باب قول اللہ تعالٰی (انما الخمر... إلخ)، الحدیث:۵۵۷۶، ج۳، ص۵۷۹۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۳۔ خیال رہے کہ فیہ خمر فرما کر بتایا گیا کہ شراب اس برتن میں تھوڑی سی تھی اور احدھما لبن فرما کر بتایا کہ دودھ برتن میں بہت زیادہ تھا گویا خود برتن دودھ بن گیا تھا، دنیا کی ہدایت اور ایمان واعمال دودھ کی شکل میں پیش ہوئے اور یہاں کی بدعقیدگی بدعملیاں شراب کی صورت میں دکھائی گئیں، یہاں کے اعمال وہاں اجسام ہیں۔

۴۔ یہ اختیار دینا فرشتوں کو دکھانے کے لیے تھا کہ اللہ تعالٰی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو حضور کی برکت سے محفوظ رکھے گا۔

(از مرقات)

۵۔ چونکہ بچہ پیدا ہو کر پہلی غذا دودھ حاصل کرتا ہے اس لیے فطرت دودھ کی شکل میں دکھائی گئی اور شراب انسان کی شکل بگاڑ کر صدہا بدعملیاں بدعقیدگیاں اس سے کرا دیتی ہے اس لیے گمراہی سرکشی شراب کی شکل میں دکھائی گئی جیسے خواب میں ہم رحمتوں اور آفتوں کو مختلف شکلوں میں دیکھ لیتے ہیں۔ شاہ مصر نے قحط سالیوں کو خشک بالیوں دبلی گایوں کی شکل میں دیکھا اسی طرح حضرات انبیاء کرام آئندہ واقعات کو مختلف شکلوں میں ملاحظہ کرتے ہیں۔

۶۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ نبی کے عمل کا امت پر اثر پڑتا ہے کہ شراب آپ اختیار فرماتے اور گمراہ ہوتی امت۔ دوسرے یہ کہ تا قیامت ان شاءاللہ سارے مسلمان کبھی گمراہ نہ ہوں گے، ان میں ایک جماعت ضرور حق پر رہے گی اور وہ ہی جماعت سب پر غالب رہے گی تعداد اس کی زیادہ ہوگی، حضور فرماتے ہیں اتبعوا السواد الاعظم بڑے گروہ ہی کی پیروی کرو۔ الحمد للہ اہلِ سنت والجماعت اب ہمیشہ سب پر غالب ہیں اور اسی ۸۰ بلکہ نوے ۹۰ فیصد یہ ہی ہیں۔ تیسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالٰی کیطرف سے مؤید ہیں کوئی کام غلط آپ تک پہنچتا ہی نہیں، دیکھو حضور انور نے اللہ کی توفیق سے دودھ ہی اختیار کیا، جو کوئی خواب میں دودھ پیے ان شاءاللہ وہ ہدایت پر رہے گا اور اسے خیر کی توفیق ملے گی اس تعبیر کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۶، ص۵۴۷)

علیہ وسلّم نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ خمر (شراب) پئیں گے اور اس کا نام کچھ دوسرا رکھ لیں گے۔(9)

❁❁❁❁❁

(9) سنن ابي داود، کتاب الاشربۃ، باب في الداذي، الحدیث: ۳۶۸۸، ج۳، ص۴۶۱۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ آپ کے حالات پہلے گزر چکے کہ آپ کا نام کعب ابن عاصم ہے، کنیت ابو مالک یا ابو عامر ہے، ابو مالک زیادہ مشہور ہے، آپ صحابی ہیں، خلافت فاروقی میں وفات پائی۔

۲؎ یہ غیبی خبر ہے جو ہو بہو درست ہوئی یعنی آخری زمانہ میں لوگ شراب کے نام بدل دیں گے اور اسے حلال سمجھ کر پئیں گے حالانکہ وہ نشہ والی ہوگی مثلاً انگور کا پانی یا کھجور کا عرق کہیں گے یا اسے وسکی کہہ کر پئیں گے۔ معلوم ہوا کہ نام کا اعتبار نہیں نشہ کا اعتبار ہے۔ آج بعض لوگ شراب کو برانڈی یا وسکی کہہ کر پیتے ہیں حالانکہ حرام ہوتی ہے۔ شراب کا نام قہوہ بھی ہے مگر مروجہ قہوہ یعنی بے دودھ کی چائے بالکل حلال ہے کہ اس میں نشہ نہیں لہٰذا حلال ہے، غرضیکہ نام کا اعتبار نہیں کام کا اعتبار ہے۔ (مرقات)

۳؎ یہ حدیث احمد، ابن حبان، طبرانی، بیہقی نے بھی روایت فرمائی ان کی روایت میں یہ زیادتی ہے کہ ان میں باجے رنڈیوں کے گانے بہت بڑھ جائیں گے، اللہ انہیں زمین میں دھنسادے گا اور انکی صورتیں بندروں سؤروں میں تبدیل فرمادے گا یہ آخر زمانہ میں ہوگا۔ (مرقات)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۶، ص۱۳۹)

مسائل فقہیّہ

لغت میں پینے کی چیز کو شراب کہتے ہیں اور اصطلاح فقہا میں شراب اُسے کہتے ہیں جس سے نشہ ہوتا ہے، اس کی بہت قسمیں ہیں، خمر انگور کی شراب کو کہتے ہیں یعنی انگور کا کچا پانی جس میں جوش آجائے اور شدت پیدا ہو جائے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں جھاگ پیدا ہو اور کبھی ہر شراب کو مجازاً خمر کہہ دیتے ہیں۔(1)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الاشربۃ، الباب الاول فی تفسیرہ الاشربۃ... إلخ، ج۵، ص۴۰۹.

والدرالمختار، کتاب الاشربۃ، ج۱۰، ص۳۲.

اللہ عزّ وجلّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (پ۲، البقرہ:۲۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں تم فرما دو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ دنیوی نفع بھی، اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔

آیتِ مبارکہ کی تفسیر

"يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ" کا معنی یہ ہے کہ وہ آپ صلَّی اللہ تعالٰی علَیہِ واٰلہٖ وسلَّم سے ان دونوں (یعنی شراب اور جوئے) کا حکم پوچھتے ہیں۔

خمر کسے کہتے ہیں؟:

خمر (یعنی شراب) انگور کے اس رَس یا جُوس کو کہتے ہیں جسے خوب جوش دیا جائے یہاں تک کہ وہ جھاگ چھوڑ دے۔ شراب پر مجازی طور پر اس لفظ کا اطلاق کیا جاتا ہے بلکہ حقیقی طور پر اسے یہی نام دیا جاتا ہے آنے والی احادیث اس کی علت کو واضح کریں گی یا صحیح ترین قول کے مطابق لغت قیاس سے ثابت کرتی ہے کہ خمر انگور کے علاوہ ہر اُس شے کو کہتے ہیں جو جوش مارنے اور جھاگ دینے والی ہو۔

خمر کہنے کا سبب:

اسے خمر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ عقل کو ڈھانپ یعنی چھپا لیتی ہے، عورت کی اوڑھنی کو بھی اس لئے خِمار کہتے ہیں کیونکہ وہ اس کے چہرے کو چھپا لیتی ہے۔ نیز خامر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنی گواہی چھپا لیتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کو خمر اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ ڈھانپ دی جاتی ہے یہاں تک کہ شدّت اختیار کر لیتی ہے، حدیثِ پاک کے یہ الفاظ اسی سے ہیں: "خَمِّرُوْا آنِيَتَكُمْ یعنی اپنے برتن ڈھانپو۔"

(صحیح البخاری، کتاب الاشربۃ، باب تغطیۃ الاناء، الحدیث:۵۶۲۳، ص۴۸۲) ←

مسئلہ ۱: خمر حرام بعینہٖ ہے اس کی حرمت نصِ قطعی سے ثابت ہے اور اس کی حرمت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اس کا قلیل و کثیر سب حرام ہے اور یہ پیشاب کی طرح نجس ہے اور اس کی نجاست غلیظہ ہے جو اس کو حلال بتائے کافر ہے کہ نصِ قرآنی کا منکر ہے مسلم کے حق میں یہ متقوم نہیں یعنی اگر کسی نے مسلمان کی یہ شراب تلف کر دی تو اس پر ضمان نہیں اور اس کو خریدنا صحیح نہیں اس سے کسی قسم کا انتفاع جائز نہیں نہ دوا کے طور پر استعمال کر سکتا ہے نہ جانور کو پلا سکتا ہے نہ اس سے مٹی بھگا (بھگو) سکتا ہے نہ حقنہ کے کام میں لائی جا سکتی ہے، اس کے پینے والے کو حد ماری جائے گی اگرچہ نشہ نہ ہوا ہو۔ (2)

مسئلہ ۲: جانوروں کے زخم میں بھی بطورِ علاج اس کو نہیں لگا سکتے۔ (3)

بعض اہلِ لُغت کہتے ہیں کہ اسے خَمر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ عقل کو خَلَط مَلَط کر دیتی ہے، اسی سے عربوں کا یہ قول ہے: ''خَامَرَہٗ دَاءٌ یعنی بیماری نے اسے خَلَط مَلَط کر دیا۔'' بعض کے نزدیک اسے خَمر اس لئے کہتے ہیں کہ یہ چھوڑ دی جاتی ہے یہاں تک کہ جوش آ جائے اور اسی سے یہ قول بھی ہے: اِخْتَمَرَ الْعَجِیْنُ یعنی آٹے میں خمیر بن گیا اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے مقصود تک پہنچ گیا۔

(اَلزَّوَاجِرُ عَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِر جلد 2)

(2) الدرالمختار، کتاب الاشربۃ، ج۱۰، ص۳۳، وغیرہ۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مثلاً کوئی شخص کہے کہ شراب کی حرمت قرآن عظیم سے ثابت نہیں ائمہ دین فرماتے ہیں وہ کافر ہو گیا اگرچہ اس کے کلام میں حرمت خمر کا انکار نہ تھا، نہ تحریم خمر کا ثبوت صرف قرآن عظیم پر موقوف کہ اس کی تحریم میں احادیث متواتر بھی موجود، اور کچھ نہ ہو تو خود اس کی حرمت ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین خصوص نصوص کے محتاج نہیں رہتے۔

امام اجل ابوزکریا نووی کتاب الروضہ پھر امام ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں:

اذا جحد مجمعا علیہ یعلم من دین الاسلام ضرورۃ سواء کان فیہ نص اولا فان جحدہ یکون کفرا اھ ملتقطا[۳]۔

جب کسی نے ایسی بات کا انکار کیا جس کا ضروریات دین اسلام میں سے ہونا متفق علیہ معلوم ہے خواہ اس میں نص ہو یا نہ ہو تو اس کا انکار کفر ہے اھ ملتقطا (ت) (۳۔ الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ الحقیقیہ استنبول ترکی ص ۳۵۲)

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۴، ص۳۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(3) لایجوز ان یداوی بالخمر جرحا اودبر دابۃ ولا ان یسقی ذمیا ولا ان یسقی صبیا للتداوی والوبال علی من سقاہ[۲]۔

جائز نہیں کہ شراب سے کسی زخم یا جانور کی لگی ہوئی پیٹھ کا علاج کرنے نہ کسی ذمی کافر کو پلانا جائز نہ دوا کے لئے بچے کو پلانا اور بچے کو پلانا میں وبال پلانے والے پر ہے۔ (۲۔ فتاوی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۵ / ۳۵۵)

مسئلہ ۳: شیرہ انگور کو پکایا یہاں تک کہ دوتہائی سے کم جل گیا یعنی ایک تہائی سے زیادہ باقی ہے اور اس میں نشہ ہو یہ بھی حرام اور نجس ہے۔(4)

مسئلہ ۴: رطب یعنی تر کھجور کا پانی اور منقےٰ کو پانی میں بھگایا گیا جب یہ پانی تیز ہو جائے اور جھاگ پھینکے یہ بھی حرام نجس ہیں۔(5)

مسئلہ ۵: شہد، انجیر، گیہوں، (گندم) جَو وغیرہ کی شرابیں بھی حرام ہیں مثلاً یہاں ہندوستان میں مہوے (6) کی شراب بنتی ہے جب ان میں نشہ ہو حرام ہیں۔(7)

مسئلہ ۶: کافر یا بچہ کو شراب پلانا بھی حرام ہے اگرچہ بطور علاج پلائے اور گناہ اسی پلانے والے کے ذمہ ہے۔(8) بعض مسلمان انگریزوں کی دعوت کرتے ہیں اور شراب بھی پلاتے ہیں وہ گنہگار ہیں اس شراب نوشی کا وبال انہیں پر ہے۔

مسئلہ ۷: نبیذ یعنی کھجور یا منقےٰ کو پانی میں بھگویا جائے وہ پانی نشہ پیدا ہونے سے پہلے پیا جائے یہ جائز ہے احادیث سے اس کا جواز ثابت ہے۔(9)

شراب کو بطورِ دوا استعمال کرنا کیسا؟

شراب کو بطورِ دوا استعمال کرنا بھی جائز نہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ''میری بیٹی نے مجھ سے کسی مرض کی شکایت کی تو میں نے اس کے لئے ایک کُوزہ میں نبیذ بنائی، حضور نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میرے پاس تشریف لائے جبکہ نبیذ جوش مار رہی تھی، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دریافت فرمایا: ''اے اُمِّ سلمہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) یہ کیا ہے؟'' میں نے عرض کی: ''میں اس سے اپنی بیٹی کا علاج کروں گی۔'' تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے جو چیز میری اُمّت پر حرام کی ہے اس میں اس کے لئے شفا نہیں رکھی۔'' (المعجم الکبیر، الحدیث: ۷۴۹، ج۲۳، ص۳۲۶، بتغیر قلیل)

(4) الدرالمختار، کتاب الاشربۃ، ج۱۰، ص۳۶.

(5) المرجع السابق، ص۳۷.

(6) ایک درخت جس کے پتے سُرخ، زردی مائل اور خوشبودار ہوتے ہیں پھل گول چھوہارے کی مانند ہوتا ہے اس سے شراب بھی بنائی جاتی ہے۔

(7) الدرالمختار، کتاب الاشربۃ، ج۱۰، ص۳۹، ۴۰.

(8) الھدایۃ، کتاب الاشربۃ، ج۲، ص۳۹۸.

(9) الدرالمختار، کتاب الاشربۃ، ج۱۰، ص۳۹.

مسئلہ ۸: تونبے(10) اور ہر قسم کے برتنوں میں نبیذ بنانا جائز ہے بعض خاص برتنوں میں نبیذ بنانے کی ابتدا میں ممانعت آئی تھی مگر بعد میں یہ ممانعت منسوخ ہوگئی۔(11)

مسئلہ ۹: گھوڑی کے دودھ میں بھی نشہ ہوتا ہے اس کا پینا بھی ناجائز ہے۔(12)

مسئلہ ۱۰: بھنگ(13)

(10) اندر سے خالی اور خشک کیا ہوا کدو۔

(11) صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب النھی عن الانتباذ... إلخ، الحدیث: ۶۴، ۶۵۔(۹۷۷)، ص ۱۱۰۷.

(12) الدرالمختار، کتاب الاشربۃ، ج ۱۰، ص ۴۴.

حرام جانوروں کا دودھ نجس ہے، البتہ گھوڑی کا دودھ پاک ہے مگر کھانا جائز نہیں۔

(13) ایک قسم کا نشہ آور پتوں والا پودا جس کے پتوں کو گھوٹ کر پیتے ہیں۔

بھنگ کے نقصانات:

بعض علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کو کھانے میں ایک سو بیس (120) دینی و دنیوی نقصانات ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱)۔۔۔۔۔۔گھٹیا سوچ کا مالک بنانا (۲)۔۔۔۔۔۔فطرتی رطوبات کو خشک کرنا (۳)۔۔۔۔۔۔بدن میں امراض پیدا کرنا (۴)۔۔۔۔۔۔بھولنے کی بیماری لگنا (۵)۔۔۔۔۔۔سر کا چکرانا (۶)۔۔۔۔۔۔نسل ختم کرنا (۷)۔۔۔۔۔۔منی کا خشک ہونا (۸)۔۔۔۔۔۔اچانک موت لانا (۹)۔۔۔۔۔۔عقل کو فاسد اور زائل کرنا (۱۰)۔۔۔۔۔۔تپ دق (۱۱)۔۔۔۔۔۔استقاء اور (۱۲)۔۔۔۔۔۔سل کی بیماری پیدا کرنا (۱۳)۔۔۔۔۔۔فکر فاسد کرنا (۱۴)۔۔۔۔۔۔ذکرِ خدا بھلانا (۱۵)۔۔۔۔۔۔راز فاش کروانا (۱۶)۔۔۔۔۔۔برائی شروع کرنا (۱۷)۔۔۔۔۔۔حیاء ختم کرنا (۱۸)۔۔۔۔۔۔بہت زیادہ دکھلاوا کرنا (۱۹)۔۔۔۔۔۔مُرُوّت کا نہ ہونا (۲۰)۔۔۔۔۔۔محبت کا نہ ہونا (۲۱)۔۔۔۔۔۔ستر کا کھل جانا (۲۲)۔۔۔۔۔۔غیرت کا نہ ہونا (۲۳)۔۔۔۔۔۔عقل مندی کا ضائع ہونا (۲۴)۔۔۔۔۔۔ابلیس کا ہم نشین ہونا (۲۵)۔۔۔۔۔۔نمازوں کا چھوڑنا (۲۶)۔۔۔۔۔۔حرام کاموں کا ارتکاب کرنا (۲۷)۔۔۔۔۔۔برص اور (۲۸)۔۔۔۔۔۔کوڑھ پن کا شکار ہو جانا (۲۹)۔۔۔۔۔۔لگاتار بیمار رہنا (۳۰)۔۔۔۔۔۔دائمی زکام لگنا (۳۱)۔۔۔۔۔۔جگر کا چھلنی ہو جانا (۳۲)۔۔۔۔۔۔خون اور منہ کی بو کا جلنا (۳۳)۔۔۔۔۔۔منہ کا بدبو دار ہونا (۳۴)۔۔۔۔۔۔دانتوں کا خراب ہوجانا (۳۵)۔۔۔۔۔۔پلکوں کے بال گر جانا (۳۶)۔۔۔۔۔۔دانتوں کا پیلا ہو جانا (۳۷)۔۔۔۔۔۔نظر کا کمزور ہو جانا (۳۸)۔۔۔۔۔۔سست ہونا (۳۹)۔۔۔۔۔۔نیند کا زیادہ آنا (۴۰)۔۔۔۔۔۔اور سستی آنا (۴۱)۔۔۔۔۔۔یہ شیر کو بچھڑا بنا دیتی ہے (۴۲)۔۔۔۔۔۔عزت والا ذلیل ہو جاتا ہے (۴۳)۔۔۔۔۔۔صحیح بیمار ہو جاتا ہے (۴۴)۔۔۔۔۔۔بہادر بزدل ہو جاتا ہے (۴۵)۔۔۔۔۔۔کریم حقیر و کمزور ہو جاتا ہے (۴۶)۔۔۔۔۔۔اگر اسے کھلایا جائے ←

اور افیون (14) اتنی استعمال کرنا کہ عقل فاسد ہو جائے ناجائز ہے جیسا کہ افیونی اور بھنگیڑے (افیون اور بھنگ کا نشہ کرنے والے افراد) استعمال کرتے ہیں اور اگر کمی کے ساتھ اتنی استعمال کی گئی کہ عقل میں فتور (خرابی، فساد) نہیں آیا جیسا کہ بعض نسخوں میں افیون قلیل جز ہوتا ہے کہ فی خوراک اس کا اِتنا خفیف جز ہوتا ہے کہ استعمال کرنے والے کو پتا

تو سیر نہیں ہوتا (۴۷)۔۔۔۔۔عطا کیا جائے تو شکر گزار نہیں ہوتا (۴۸)۔۔۔۔۔اگر بات کی جائے تو سنتا نہیں (۴۹)۔۔۔۔۔یہ ماہر زبان کو گونگا اور (۵۰)۔۔۔۔۔ذہین کو کند ذہن بنا دیتی ہے (۵۱)۔۔۔۔۔ذہانت کو ختم کر دیتی ہے (۵۲)۔۔۔۔۔پیٹ کا مرض پیدا کرتی ہے (۵۳)۔۔۔۔۔نامردی اور (۵۴)۔۔۔۔۔لعنت کا وارث بناتی ہے (۵۵)۔۔۔۔۔جنت سے دوری پیدا کرتی ہے (۵۶)۔۔۔۔۔مرتے وقت کلمہ شہادت بھلا دیتی ہے۔ بلکہ کہا گیا ہے کہ یہ اس کی ادنیٰ قباحتوں میں سے ہے۔

افیون کے نقصانات:

یہ تمام قباحتیں افیون وغیرہ میں بھی پائی جاتی ہیں بلکہ افیون وغیرہ میں اس سے زیادہ ہیں کہ اس میں صورت بگڑ جاتی ہے جیسا کہ اس کو کھانے والے کی حالت سے مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور اسے کھانے والے کی حالت سے جس عجیب چیز کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے: (۱)۔۔۔۔۔اس میں بدن اور (۲)۔۔۔۔۔عقل کا بگڑ جانا اور (۳)۔۔۔۔۔ان کا گھٹیا ترین، بوسیدہ اور گندی صورت کی طرف پھر جانا ہے (۴)۔۔۔۔۔وہ کبھی بھی سیدھے راستے کی طرف مائل نہیں ہوتے (۵)۔۔۔۔۔مُرُوَّت کو خراب کرنے والی چیزوں کی طرف ہی جاتے ہیں حالانکہ یہ مذموم اور بری گمراہی ہے۔ پھر ان بڑے بڑے نقصانات کے باوجود جن کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ ان کے چہروں پر موجود غبار اور چھائے ہوئے دھوئیں سے تجاہل عارفانہ برتتے ہوئے کوئی جاہل ہی یہ پسند کر سکتا ہے کہ ان کے نقصان دہ اور بھٹکے ہوئے گروہ میں شامل ہو، حالانکہ اس بات کا خدشہ موجود ہے کہ وہ فاسق وفاجر یا کافروں میں سے نہ ہو جائے۔

وہ شخص جس پر افیون کی برائیاں واضح ہو گئیں اور جن کثیر عیوب پر یہ مشتمل ہے وہ بھی اس پر ظاہر ہو گئے پھر بھی وہ ان کی طرف مائل ہو جائے اور ان کی پیروی کرنے لگے تو وہ دھوکا میں مبتلا ہو گیا، حوادثاتِ زمانہ اس کی تاک میں ہیں شیطان اس سے اپنی مراد پانے میں کامیاب ہو گیا ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے ایسے شخص پر لعنت فرمائی ہے، لہٰذا جب اس نے بندے کو اس لعنت کے گڑھے میں پھینکا تو شیطان اس سے اس طرح کھیلنے لگا جس طرح بچہ گیند سے کھیلتا ہے کیونکہ اس وقت اس سے مقصود صرف یہی ہوتا ہے کہ اسے برے فعل کی طرف متوجہ کرے، اس لئے کہ عقل جو کہ کمال کا آلہ ہے وہ اپنا مقام کھو چکی ہے اور اب وہ بندہ حیوانات کی طرح ہو چکا ہے بلکہ گم گشتہ راہ (یعنی سیدھے راستے سے بھٹکا ہوا) اور اہلِ دوزخ میں سے ہو گیا ہے۔ پس کتنا برا ہے جو اس نے اپنے نفس کے لئے پسند کیا اور افسوس ہے اس پر جس نے دنیا و آخرت کی نعمتوں کو بیچا۔ اللہ عزوجل ہمیں اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنی نافرمانی سے بچائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم (الزواجر عن اقتراف الکبائر)

(14) ایک نشہ آور چیز جو پوست کے رس کو منجمد کر کے بنائی جاتی ہے، افیم۔

بھی نہیں چلتا کہ افیون کھائی ہے اس میں حرج نہیں۔ (15)

مسئلہ ۱۱: بعض عورتیں بچوں کو افیون کھلایا کرتی ہیں اور اُن کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اس کے نشہ میں پڑا رہے گا پریشان نہیں کریگا یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ بچہ کو اگرچہ تھوڑی مقدار میں دی جاتی ہے مگر وہ اتنی ضرور ہوتی ہے کہ اُس کی عقل میں فتور آجائے۔

مسئلہ ۱۲: چانڈو(16) اور مدک(17) بھی افیون کے استعمال کے طریقہ ہیں کہ اس کا دھواں پیا جاتا ہے جیسا کہ تمباکو کو پیتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے بلکہ غالباً افیون استعمال کرنے کی سب صورتوں میں یہ صورت زیادہ قبیح و مضر (نقصان دہ) ہے۔

مسئلہ ۱۳: چرس(18) گانجا(19) یہ بھی ایسی چیز ہے کہ اس سے عقل میں فتور آجاتا ہے اس کا پینا ناجائز ہے۔

مسئلہ ۱۴: جوز الطیب (ایک قسم کا خوشبودار پھل) میں نشہ ہوتا ہے اس کا استعمال بھی اتنی مقدار میں ناجائز ہے کہ نشہ پیدا ہوجائے اگرچہ اس کا حکم بھنگ سے کم درجہ کا ہے۔

مسئلہ ۱۵: خشک چیزیں جو نشہ لاتی ہیں جیسے بھنگ وغیرہ یہ نجس نہیں ہیں لہٰذا ضماد (جسم پر لیپ کرنا) وغیرہ میں خارجی طور پر ان کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ اس طرح استعمال میں نشہ نہیں پیدا ہوگا پھر ناجائز کیوں ہو۔

مسئلہ ۱۶: حقہ کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں مگر قول فیصل یہ ہے کہ اس کی متعدد صورتیں ہیں ایک یہ کہ حقہ پی کر عقل جاتی رہتی ہے جیسا کہ رامپور، بریلی، شاہجہانپور، میں بعض لوگ رمضان شریف میں اِفطار کے بعد خاص اہتمام سے حقہ بھرتے ہیں اور اس زور سے دَم لگاتے ہیں کہ چلم سے اونچی اونچی لو اُٹھتی ہے اور پینے والے بیہوش ہوکر گر پڑتے ہیں اور بہت دیر تک بیہوش پڑے رہتے ہیں پانی کے چھینٹے دینے اور پانی پلانے سے ہوش آتا ہے اس طرح حقہ پینا حرام ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ نہ بیہوش ہو نہ عقل میں فتور پیدا ہو مگر گھٹیا خراب تمباکو پیا جائے اور حقہ تازہ کرنے کا بھی چنداں خیال نہ ہو جس سے مونھ میں بدبو ہوجاتی ہے ایسا حقہ مکروہ ہے اور اس حقہ کو پی کر بغیر منہ صاف کیے مسجد میں جانا منع ہے اس کا وہی حکم ہے جو کچے لہسن پیاز کھانے کا ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ تمباکو بھی اچھا ہو

---

(15) الدرالمختار، کتاب الاشربۃ، ج۱۰، ص۴۶۔۴۷۔۴۸۔

(16) افیون کا ایک نشہ جس میں افیون کو پانی میں پکا کر حقے کی طرح پیا جاتا ہے۔

(17) افیون کا ایک نشہ جس میں افیون تمباکو کی طرح چلم بھر کر پیتے ہیں

(18) ایک نشہ جو بھنگ کے پتوں اور افیون سے تیار کیا جاتا ہے اسے تمباکو کی طرح پیتے ہیں۔

(19) بھنگ کی قسم کا ایک پودا جس کے پتے اور بیج نشہ آور ہوتے ہیں اور چلم میں بھر کر پیتے ہیں۔

اور حقہ بھی بار بار تازہ کیا جاتا ہو کہ پینے سے منہ میں بدبو نہ پیدا ہو یہ مباح ہے اس میں اصلاً کراہت نہیں، بعض لوگوں نے حقہ کے حرام بتانے میں نہایت غلو کیا اور حد سے تجاوز کیا یہاں تک کہ اس کے متعلق حدیثیں بھی معاذ اللہ وضع کر ڈالیں ان کی باتیں قابل اعتبار نہیں (20)۔

مسئلہ ۱۷: قہوہ، کافی، چائے کا پینا جائز ہے کہ ان میں نہ نشہ ہے نہ تفتیرِ عقل (عقل کی خرابی، فساد) البتہ یہ چیزیں خشکی لاتی ہیں اور نیند کو دفع کرتی ہیں اسی لیے مشائخ ان کو پیتے ہیں کہ نیند کا غلبہ جاتا رہے اور شب بیداری میں مدد ملے اور کسل (سستی) اور کاہلی کو بھی یہ چیزیں دفع کرتی ہیں۔

---

(20) حقہ کی بیس پیتل کی ہوتی ھے، جس میں پانی کی ایک مقدار ہوتی ھے اور اس میں ایک خاص لکڑی کے دو پائپ داخل ہوتے ہیں، تمباکو والا پائپ پانی میں ڈوبا ہوا ہوتا ھے اور منہ کے حصہ والا پائپ پانی کی سطح سے اوپر ہوتا ھے۔ ایک مٹی کی بڑی چلم ہوتی ھے جس میں کچھ کوئلوں کے ساتھ تمباکو کی ایک مقدار شامل ہوتی ھے۔ حقہ پینے والا جب سموک کھینچتا ھے تو دھوئیں کے اندر تمام زہریلے مادے پانی میں فلٹر ہوتے ہیں اور دھوئیں کے اندر کچھ حصہ انسانی جسم میں داخل ہوتا ھے۔

دنیا عرب میں حقہ کو شیشہ بارز کہتے ہیں، اس کی بناوٹ کم حجم اور خوبصورت ہوتی ھے، اس کی بیس چھوٹی سی ہوتی ھے اور بیس سے لے کر چلم تک کا حصہ شیشہ کا ہوتا ھے اس کی چلم مٹی کی بھی ہوتی ھے اور جو کہ بہت ہی چھوٹی سی ہوتی ھے جس پر ایک ہی کوئلہ کے ساتھ تمباکو سے کام چلایا جاتا ھے۔ منہ والے حصہ زیادہ تر ربر پائپ کا ہوتا ھے۔

محکمہ صحت اور ٹوبیکو کنٹرول ریسرچ کا کہنا ہے کہ شیشہ کا کش لگانا اتنا ہی نقصان دہ ہے جتنا کہ سگریٹ پینا خطرناک ہے۔ تازہ ترین ریسرچ کے مطابق ایسے لوگوں میں کاربن مونو آکسائیڈ کا لیول سگریٹ نوشوں کی نسبت چار سے پانچ گنا تک زیادہ ہوسکتا ہے اور کاربن مونو آکسائیڈ کا اونچا لیول دماغ کے نقصان کا باعث بن سکتا ہے۔ ریسرچ کی ابتدا اس وقت ہوئی جب اس سال کے آغاز میں ایک حاملہ عورت جس نے دوران حمل یہ سمجھ کر سگریٹ نوشی چھوڑی کہ بچے کو اس کا نقصان ہوسکتا ہے اور اپنی عادت پورا کرنے کے لئے شیشہ کا استعمال شروع کردیا اس کے خون میں کاربن مونو آکسائیڈ کی مقدار زیادہ پائی گئی۔ محکمہ ہیلتھ نے ٹوبیکو کنٹرول ریسرچ کے ساتھ مل کر اس پر تحقیق کی تو پتہ چلا کہ شیشہ سگریٹ کی نسبت چار سو سے چار سو پچاس گنا زیادہ نقصان دہ ہے۔ ڈاکٹر ہیلری ویرنگ ڈائریکٹر سنٹر فار ٹوبیکو کنٹرول ریسرچ کا کہنا ہے کہ وہ یہ نتائج جان کر بے حد فکر مند ہیں کیونکہ جگہ جگہ کھلے ہوئے شیشہ بارز ان نوجوانوں میں بے حد مقبول ہیں جو سگریٹ نوشی کو نقصان دہ سمجھتے ہیں۔ شیشہ عربی طرز کا حقہ ہے کہ گرم پانی اور پائپ کے ذریعے تمباکو کو کوئلہ کے ذریعہ جلاتا ہے اور جس کا دھواں بھرپور کش کے ذریعہ اندر کی جانب کھینچا جاتا ہے۔ محکمہ صحت کے ریجنل مینجر پال ہوپر کے مطابق اس تحقیق نے برطانیہ میں شیشہ کے استعمال کو صحت کے لئے بڑا ایشو بنا دیا ہے کیونکہ اس سے قبل عام لوگ شیشہ کو تمباکو نوشی ہی نہیں گردانتے تھے جبکہ این ایچ ایس سٹاپ سموکنگ کے قاسم چوہدری کا کہنا ہے کہ اس نقصان سے قطع نظر یہ ایک انفیکشن کا مسئلہ بھی ہے کیونکہ بے احتیاطی اور عدم صفائی کے باعث شیشہ کے استعمال سے ٹی بی جیسے خطرناک جراثیم منتقل ہوسکتے ہیں۔

مسئلہ ۱۸: جس شخص کو افیون کی عادت ہے اُسے لازم ہے کہ ترک کرے اگر ایک دم چھوڑنے میں ہلاکت کا اندیشہ ہے تو آہستہ آہستہ کمی کرتا رہے یہاں تک کہ عادت جاتی رہے اور ایسا نہ کیا تو گنہگار و فاسق ہے۔(21)

❁❁❁❁❁

(21) ردالمحتار، کتاب الاشربۃ، ج۱۰،ص۵۲۔

شکار کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ)(1)

اے ایمان والو! اپنے قول پورے کرو تمہارے لیے حلال ہوئے بے زبان مویشی مگر وہ جو آگے سنایا جائے گا تم کو لیکن شکار حلال نہ سمجھو جب تم احرام میں ہو۔

اور فرماتا ہے:

(وَ اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا)(2)

اور جب تم احرام سے باہر ہو جاؤ تو شکار کر سکتے ہو۔

اور فرماتا ہے:

(یَسْــٴَـلُوْنَكَ مَا ذَاۤ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُ وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِیْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّاۤ اَمْسَكْنَ عَلَیْكُمْ وَ اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ﴿۴﴾)(3)

اے محبوب تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال ہوا۔ تم فرما دو کہ حلال کی گئیں تمہارے لیے پاک چیزیں اور جو شکاری جانور تم نے سکھا لیے انہیں شکار پر دوڑاتے جو علم تمہیں خدا نے دیا اس میں انہیں سکھاتے تو کھاؤ اس میں سے جو مار کر تمہارے لیے رہنے دیں اور اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ (عزوجل) سے ڈرتے رہو بیشک اللہ (عزوجل) جلد حساب کرنے والا ہے۔

اور فرماتا ہے:

---

(1) پ۶، المائدۃ:۱۔

(2) پ۶، المائدۃ:۲۔

(3) پ۶، المائدۃ:۴۔

(يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ)(4)

اے ایمان والو شکار نہ مارو جب تم احرام میں ہو۔

اور فرماتا ہے:

(اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا)(5)

دریا کا شکار تمہارے لیے حلال ہے اور اس کا کھانا تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کو اور تم پر حرام ہے خشکی کا شکار جب تک تم احرام میں ہو۔

❁❁❁❁❁

---

(4) پ ۷، المائدہ: ۹۵۔

(5) پ ۷، المائدہ: ۹۶۔

احادیث

حدیث ۱: رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: شکار کو حلال جانو اس لیے کہ اللہ عزوجل نے اس کو حلال فرمایا مجھ سے پہلے اللہ (عزوجل) کے بہت سے رسول تھے وہ سب شکار کیا کرتے تھے۔ اپنے لیے اور اپنے بال بچوں کے لیے حلال رزق تلاش کرو اس لیے کہ یہ بھی جہاد فی سبیل اللہ کی طرح ہے اور جان لو کہ اللہ (عزوجل) صالح تجار کا مددگار ہے۔ (1)

حدیث ۲: صحیح بخاری و مسلم میں عدی بن حاتم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: جب تم اپنا کتّا چھوڑو تو بسم اللہ کہہ لو اگر اس نے پکڑ لیا اور تم نے جانور کو زندہ پالیا تو ذبح کرلو اور اگر کتے نے مار ڈالا ہے اور اُس میں سے کچھ کھایا نہیں تو کھاؤ اور اگر کھالیا تو نہ کھاؤ کیونکہ اُس نے اپنے لیے شکار پکڑا اور اگر تمہارے کتے کے ساتھ دوسرا کتا شریک ہوگیا اور جانور مرگیا تو نہ کھاؤ کیونکہ تمہیں یہ نہیں معلوم کہ کس نے قتل کیا اور جب شکار پر تیر چھوڑو تو بسم اللہ کہہ لو اور اگر شکار غائب ہوگیا اور ایک دن تک نہ ملا اور اُس میں تمہارے تیر کے سوا کوئی دوسرا نشان نہیں ہے تو اگر چاہو کھا سکتے ہو اور اگر شکار پانی میں ڈوبا ہوا ملا تو نہ کھاؤ۔ (2)

---

(1) المعجم الکبیر، الحدیث: ۷۳۴۲، ج۸، ص۵۱، ۵۲۔

(2) صحیح البخاری، کتاب الصید إذا غاب... إلخ، باب الصید، الحدیث: ۵۴۸۴، ج۳، ص۵۵۲۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ آپ عدی ابن حاتم بن عبداللہ ابن سعد طائی ہیں۔ شعبان ۷ھ سات ہجری میں بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے، پھر حضرت علی کے پاس کوفہ میں رہے، حضرت علی کے ساتھ جنگ جمل صفین نہروان میں حاضر رہے، جنگ جمل میں آپ کی ایک آنکھ جاتی رہی، مقام کوفہ میں ۶۷ھ سڑسٹھ میں وفات پائی، ایک سوبیس سال کی عمر پائی، آپ بہت قدآور سخی تھے۔

۲؎ یعنی شکاری کتے کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر چھوڑو کہ شکاری کتا تیر کی طرح مانا گیا ہے جیسے شکار پر تیر پھینکتے وقت بسم اللہ کہنا ضروری ہے ایسے ہی اس وقت لہٰذا اگر شکاری کتا خود ہی شکار پر حملہ کردے تو بغیر ذبح شکار حلال نہ ہوگا۔

۳؎ یعنی کتے نے جانور کو پکڑ لیا مگر ہلاک نہ کیا تم نے اسے زندہ پالیا تو ذبح کرنا فرض ہے اور اگر ذبح نہ کیا اور اب وہ مرگیا تو حرام ہوگیا۔

۴؎ یہ امر اباحت کے لیے ہے یعنی یہ جانور حلال ہے اسے کھاسکتے ہو اور نہی تحریم کے لیے ہے یعنی اگر کتے نے اس کے گوشت سے کچھ کھالیا تو تمہیں اس کا کھانا حرام ہے کیونکہ اس کھالینے سے معلوم ہوا کہ ابھی کتا معلم نہیں شکار میں جاہل ہے اور جاہل کتے کا شکار ←

حدیث ۳: صحیح بخاری و مسلم میں عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم) ہم سکھائے ہوئے کتّے کو شکار پر چھوڑتے ہیں فرمایا کہ جو تمہارے لیے اُس نے پکڑا ہے اُسے کھاؤ میں نے عرض کی اگرچہ مار ڈالیں فرمایا: اگرچہ مار ڈالیں میں نے عرض کی ہم تیر سے شکار کرتے ہیں فرمایا: تیر نے جسے چھید دیا اُسے کھاؤ اور پٹ تیر (یعنی تیر چوڑائی میں) شکار کو لگے اور مر جائے تو نہ کھاؤ کیونکہ دب کر مرا ہے۔ (3)

حدیث ۴: امام بخاری نے عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اگر کتّے نے شکار کا خون پی لیا اور گوشت نہ کھایا تو اُس جانور کو کھا سکتے ہو۔ (4)

حرام ہے اگر مر گیا ہو۔

۵۔ یہ اسی صورت میں ہے کہ دوسرا کتا غیر معلم ہو تو اسے شکار پر نہ چھوڑا گیا ہو یا دیدہ دانستہ بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو یا کسی مجوسی یا ہندو وغیرہ نے چھوڑا ہو جس کا ذبیحہ حرام ہے۔ اگر دوسرا کتا بھی معلم کسی مسلمان شکاری نے بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا ہو پھر ان دونوں نے شکار کیا تو شکار حلال ہے۔ (دیکھو کتب فقہ اور مرقات) اگر شرائط میں سے کسی شرط کا علم نہ ہو تب بھی شکار حرام ہے بہر حال اس میں بہت پابندی ہے۔ (اشعہ)

۶۔ تیر سے مراد ہر دھاردار یا نوکیلا ہتھیار ہے جو جسم کو دھار سے کاٹ سکے لہذا اگر شکاری جانور پر تلوار یا چاقو پھینک کر مارا اور وہ دھار یا نوک کی طرف سے لگا تو بھی حلال ہے لیکن غلہ یا گولی کا مارا ہوا حرام ہے تاوقتیکہ ذبح نہ کیا جائے۔

۷۔ یعنی اگر تمہارا دل گواہی دے کہ یہ تمہارے تیر سے ہی مرا ہے تو کھا سکتے ہو اگر دل نہ چاہے اس میں شبہ ہو کہ شاید کسی اور وجہ سے مرا ہوگا تو نہ کھاؤ۔ (مرقات)

۸۔ کیونکہ اب شبہ ہے کہ شاید یہ ڈوب کر مرا ہو مشکوک چیز سے پرہیز کرو۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۹۵۷)

(3) صحیح البخاري، کتاب الذبائح... إلخ، باب ما أصاب المعراض بعرضہ، الحدیث: ۵۴۷۷، ج۳، ص۵۵۰.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ کلب معلم (شکاری) وہ کتا ہے جو مالک کے چھوڑنے پر دوڑ جائے واپسی کے اشارہ پر واپس آجائے اور شکار میں کچھ نہ کھائے۔ جب تین بار اس کا تجربہ کر لیا جائے تو وہ معلم ہے اگر وہ جانور کو زخمی کردے اور جانور مر جائے تو حلال ہے اگر بغیر زخم کے مر گیا تو حرام ہے۔

۲۔ بشرطیکہ جانور اس کے دانت سے زخمی ہو خون بہا ہو۔

۳۔ معراض وہ بھاری تیر ہے جس میں نہ پر ہو نہ نوک والا لوہا لکڑی نوکیلی ہو۔

۴۔ یعنی وہ تیر وسط کے لحاظ سے لاٹھی ہے کنارہ کے لحاظ سے تیر ہے لہذا اگر نوک کی طرف سے لگے تو حلال ہے اگر لاٹھی کی طرح بیچ سے لگے جس کے بوجھ سے شکار مر جائے تو وہ لاٹھی سے مارا ہوا ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۹۵۸)

(4) صحیح البخاري، کتاب الذبائح... إلخ، باب إذا أکل الکلب، ج۳، ص۵۵۲.

حدیث ۵: صحیح بخاری ومسلم میں ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہتے ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم) ہم اہل کتاب کی زمین میں رہتے ہیں کیا اُن کے برتن میں کھا سکتے ہیں اور شکار کی زمین میں رہتے ہیں اور میں کمان سے شکار کرتا ہوں اور ایسے کتے سے شکار کرتا ہوں جو معلم نہیں ہے اور معلم کتے سے بھی شکار کرتا ہوں اس میں کیا چیز میرے لیے درست ہے۔ ارشاد فرمایا: وہ جو تم نے اہل کتاب کے برتن کا ذکر کیا۔ (اس کا حکم یہ ہے) کہ اگر تمہیں دوسرا برتن ملے تو اُس میں نہ کھاؤ اور دوسرا برتن نہ ملے تو اُسے دھولو پھر کھاؤ۔ اور کمان سے جو تم نے شکار کیا اور بسم اللہ کہہ لی تو کھاؤ اور معلم کتے سے جو شکار کیا اور بسم اللہ کہہ لی تو کھاؤ اور غیر معلم سے جو شکار کیا ہے اور اُسے ذبح کرلیا تو کھاؤ۔ (5)

---

(5) المرجع السابق، باب صید القوس، الحدیث: ۵۴۷۸، ج۳، ص۵۵۱۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ اپنی کنیت میں مشہور ہیں، قبیلہ خشن سے ہیں، بیعت الرضوان میں شریک ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی قوم کا مبلغ بنا کر بھیجا، آپ کی تبلیغ سے وہ سب مسلمان ہوگئے، آپ کا قیام شام میں رہا، ۷۵ھ پچھتر ہجری میں وفات پائی۔ (اشعہ ومرقات)

۲۔ یعنی ہم کو ان اہل کتاب کے گھروں یا دوکانوں میں کبھی کھانا پڑ جاتا ہے یا وہ لوگ کبھی ہم کو سالن وغیرہ بھیجتے ہیں تو کیا ہم ان کے برتنوں میں کھالیا کریں۔ خیال رہے کہ اہل کتاب سے خرید وفروخت بھی جائز ہے ان کے ہدیے قبول کرنا بھی جائز ہے۔

۳۔ یعنی ہمارے ملک میں شکار بہت پایا جاتا ہے اور ہم لوگ عموماً شکار کیا کرتے ہیں، تیروں سے بھی، شکاری کتوں سے بھی اور آوارہ کتوں سے بھی ان میں سے کون ساشکار حلال ہے کون سا نہیں، نہایت قابلیت کا سوال ہے ایک عبارت میں چار مسئلے پوچھ لیے۔

۴۔ اس بے نظیر و بے مثال جواب میں فتویٰ بھی ہے، تقویٰ بھی۔ تقویٰ یہ ہے کہ ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ اور فتویٰ یہ ہے کہ دھو کر کھالو۔ یہ ان کفار کے استعمال کے برتنوں کا ذکر ہے جن میں قوی احتمال یہ ہے کہ وہ سؤر اور شراب استعمال کرتے ہوں گے ان کے غیر استعمالی برتن جو بالکل نئے ہوں ان کے دھونے کی ضرورت نہیں، ان کے ہاں کا پکا ہوا کھانا بھی اسی تفصیل پر ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ نہ کھائے ممکن ہے کہ انہوں نے ایسے برتن میں پکایا ہو جس میں سؤر بھی پکاتے ہوں اور فتویٰ یہ ہے کہ اگر اس کی طہارت غالب گمان سے معلوم ہو تو کھالے اس کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کرو۔

۵۔ یعنی بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر تیر مارا ہو حقیقتاً پڑھا ہو یا حکماً اور جانور مر گیا ہو تو کھالو کہ اس کا یہ ذبیحہ ہوگیا۔ خیال رہے کہ اگر مسلمان ذبح یا تیر مارتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول گیا ہو تو ذبیحہ وشکار حلال ہے، دانستہ چھوڑ دیا تو احناف کے ہاں حرام ہے، شوافع کے ہاں جائز ہے۔ تحقیق کتب فقہ پر ملاحظہ کرو۔

۶۔ یعنی شکاری کتا جس پر چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھ دی گئی ہو اگر جانور اس سے زخمی ہو کر مر گیا ہو تب بھی حلال ہے اور آوارہ کتے کا شکار اگر زندہ مل جائے اور ذبح کرلیا جائے تو حلال ہے ورنہ حرام۔ خلاصہ یہ ہے کہ مردہ شکار کے حلال ہونے کی تین شرطیں ←

حدیث ٦: صحیح مسلم میں انہیں سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: جب تیر سے شکار مارو غائب ہوجائے پھر مل جائے تو کھالو جبکہ بدبودار نہ ہو۔ (6)

حدیث ۷: ابو داود نے عدی بن حاتم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ کتے یا باز کو اگر تم نے سکھالیا ہے پھر اُسے شکار پر چھوڑتے وقت بسم اللہ کہہ لی ہے تو کھاؤ جو تمہارے لیے پکڑے میں نے کہا اگرچہ مار ڈالے فرمایا: اگر مار ڈالے اور اُس میں سے نہ کھائے تو تمہارے لیے پکڑا ہے۔ (7)

حدیث ۸: کتاب الآثار میں امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے کہ تمہارے کتے نے جس چیز کو تمہارے لیے پکڑا ہے اسے کھاؤ اگر وہ سیکھا ہوا ہو پھر اگر اُس کتے نے اس سے کچھ کھالیا تو نہ کھاؤ اس لیے کہ اس نے اپنے ہی لیے پکڑا ہے لیکن اگر شکرہ اور باز نے کھا بھی لیا ہے تب بھی کھا سکتے ہو اس واسطے کہ اس کی تعلیم یہ ہے کہ جب تم اُسے بلاؤ تو آجائے اور وہ تمہاری مار کی برداشت نہیں کرسکتا کہ مار کھانا چھڑا دو۔ (8)

حدیث ۹: ابو داود نے اُنہیں (یعنی عدی بن حاتم) سے روایت کی کہتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ ڈالہٖ وسلَّم) میں شکار کو تیر مارتا ہوں اور دوسرے دن اپنا تیر اس میں پاتا ہوں۔ فرمایا کہ جب تمہیں معلوم ہو کہ تمہارے تیر نے اُسے مارا ہے اور اس میں کسی درندہ کا نشان نہ دیکھو تو کھالو۔ (9)

حدیث ۱۰: امام احمد نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ ڈالہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ایسی چیز کو کھاؤ جس کو تمہاری کمان یا تمہارے ہاتھ نے شکار کیا ہو، ذبح کیا ہو یا نہ کیا ہو اگرچہ وہ آنکھوں سے غائب ہوجائے جب تک اس میں تمہارے تیر کے سوا دوسرا نشان نہ ہو۔ (10)

بیان فرمائیں: کتے کا معلم یعنی شکاری ہونا، اسے چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھ لینا، زخمی ہوکر جانور کا مرنا کہ اس کا خون بہہ جائے اگر ان میں سے کوئی شرط نہ ہو تو شکار حرام ہے۔ رب تعالٰی کا فضل ہے کہ میں آج کل تفسیر قرآن کا چھٹا پارہ لکھ رہا ہوں اور مرآت کی چھٹی جلد اور حسنِ اتفاق ہے کہ آج تفسیر نعیمی میں سورۂ مائدہ کی تفسیر میں شکار کی آیت کی تفسیر شکار کے مسائل آج ہی لکھے ہیں اور مرآت میں بھی یہ ہی مسائل آج ہی لکھ رہا ہوں، رب تعالٰی قبول فرمائے۔ یہ آج پندرہ جمادی الاخر ۱۳۸۵ھ گیارہ اکتوبر ۱۹۶۵ء بروز دوشنبہ لکھ رہا ہوں، رب تعالٰی دونوں کتابیں قبول فرما کر صدقہ جاریہ بنائے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۹۵۹)

(6) صحیح مسلم، کتاب الصید... إلخ، باب إذا غاب عنہ الصید... إلخ، الحدیث: ۹۔ (۱۹۳۱)، ص۱۰۶۸۔

(7) سنن أبي داود، کتاب الصید، باب في الصید، الحدیث: ۲۸۵۱، ج۳، ص۱۴۸۔

(8) کتاب الآثار، کتاب الحظر والاباحۃ، باب صید الکلب، الحدیث: ۸۲۶، ص۱۸۹۔

(9) جامع الترمذي، کتاب الصید، باب ماجاء في الرجل یرمي الصید... إلخ، الحدیث: ۱۴۷۳، ج۳، ص۱۴۵۔

(10) المسند للامام أحمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۶۷۲۳، ج۲، ص۶۰۷۔

حدیث ۱۱: ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہتے ہیں مجوسی کے کتے نے جو شکار کیا ہے اُس کی ہمیں ممانعت ہے۔(11)

حدیث ۱۲: امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، فرماتے ہیں کہ غُلّہ(12) مارنے سے جو جانور مرگیا وہ موقوذہ (13) ہے(14)(یعنی اُس کا کھانا حرام ہے)۔

حدیث ۱۳: صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت حسن بصری اور ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالٰی عنہمانے فرمایا کہ جب شکار کو مارا جائے اور اُس کا ہاتھ یا پیر کٹ کر الگ ہو جائے تو الگ ہونے والے کو نہ کھایا جائے اور باقی کو کھا سکتا ہے ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جب گردن یا وسطِ جسم میں (جسم کے درمیان میں) مارو تو کھا سکتے ہو(15)(یعنی گردن جدا ہو جائے یا وسط سے کٹ جائے تو اس ٹکڑے کو بھی کھایا جائے گا)

حدیث ۱۴: طبرانی اور حاکم اور بیہقی و ابن عساکر نے زِر بن حُبَیش سے روایت کی انھوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سُنا وہ فرماتے ہیں کہ خرگوش کو لکڑی یا پتھر سے مار کر (بغیر ذبح کئے) نہ کھاؤ لیکن بھالے(نیزہ) اور برچھی (چھوٹا نیزہ) اور تیر سے مار کر کھاؤ۔(16)

وکنز العمال، کتاب الصید، الحدیث: ۱۵۸۱۸، الجزء التاسع، ج۵، ص۱۰۵۔

(11) جامع الترمذي، کتاب الصید، باب في صید کلب المجوس، الحدیث: ۱۴۷۱، ج۳، ص۱۴۴۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ کیونکہ مجوسی کا ذبیحہ حرام ہے تو اس کا مارا ہوا شکار حلال ہے اور اگر مسلمان کا کتا مجوسی نے چھوڑا تو اس کا مارا شکار حرام ہے اور اگر مسلمان و مجوسی دونوں نے اپنے کتے چھوڑے دونوں نے مل کر شکار کیا تب بھی جانور حرام ہے مسلمان ہرگز نہ کھائے۔ غرضیکہ کتا چھوڑنے والے کا اعتبار ہے، کتا کا اعتبار نہیں یہ بہت خیال رہنا چاہیے۔(مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ عیسائی یہودی کا شکاری کتا شکار کرے تو حلال ہے اگرچہ اسے عیسائی یا یہودی نے چھوڑا ہو۔ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے تو اس کا شکار بھی حلال مگر شرط یہ ہے کہ وہ کتا بھی بسم اللہ پڑھ کر چھوڑے مسیح یا عزیز کے نام پر نہ چھوڑے کہ غیر خدا کے نام پر ذبیحہ تو مسلمان کا بھی حرام ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۹۷۹)

(12) مٹی کی گولی (چھوٹا ڈھیلا) یا چھوٹا پتھر جسے غلیل میں رکھ کر مارتے ہیں۔

(13) وہ جانور جس کو لکڑی وغیرہ سے ضرب لگائی جائے اور وہ چوٹ کھا کر مرجائے۔

(14) صحیح البخاري، کتاب الذبائح...إلخ، باب صید المعراض، ج۳، ص۵۵۰۔

(15) صحیح البخاري، کتاب الذبائح...إلخ، باب صید القوس، ج۳، ص۵۵۰۔

(16) المعجم الکبیر، صفۃ عمر بن الخطاب، الحدیث ۵۱، ج۱، ص۶۵۔

حدیث ۱۵: صحیح بخاری میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: جانوروں کی حفاظت اور شکاری کتے کے سوا جس نے اور کتا پالا اُس کے عمل سے ہر دن دو قیراط کم ہو جائے گا۔(17)

❀❀❀❀❀

والمستدرک للحاکم،کتاب معرفۃ الصحابۃ،ذکر نسب عمر،الحدیث:۴۵۳۵،ج۴،ص۳۲.

(17) صحیح البخاري،کتاب الذبائح...إلخ،باب من اقتنی کلبا...إلخ،الحدیث:۵۴۸۰،ج۳،ص۵۵۱.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔یعنی جانوروں کی حفاظت یا شکار کے لیے کتا پالنا بالکل درست ہے جس سے کوئی بُرا اثر نہیں پڑا۔ضار اصل میں ضاری تھا،ی تخفیف کر کے گرادی گئی تھی،ضاری بنا ہے ضری سے بمعنی بھڑکانا ضاری بمعنی شکار کو بھڑکانے والا کتا یعنی شکاری کتا۔

۲۔عمل سے مراد نیک اعمال کا ثواب ہے نہ کہ اصل عمل کیونکہ مذہب اہل سنت یہ ہے کہ کسی گناہ کی وجہ سے نیکی برباد نہیں ہوتی نیکیاں صرف کفر سے برباد ہوتی ہیں اور کتا پالنا گناہ ہے کفر نہیں۔مطلب یہ ہے کہ نیکیوں کا جو ثواب کتا نہ پالنے والے کو ملتا ہے وہ کتا پالنے والے کو نہیں ملتا،اس کی کی وجہ یہ ہے کہ ایسے کتے سے رحمت کے فرشتے گھر میں نہیں آتے یا اس لیے کہ کتے سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے یا اس لیے کہ کتے والے گھر کے برتن اور کپڑے مشکوک ہوتے ہیں کہ کبھی کتا یہ چیزیں چاٹ لیتا ہے گھر والوں کو خبر نہیں ہوتی لہذا اجتنی یقینی پاکی وطہارت بغیر کتے والے گھر میں ہوتی ہے ایسی طہارت کتے والے گھر میں نہیں ہوتی یہ تحقیق ضرور خیال میں رکھی جائے۔(مرقات)بہرحال نیکیوں سے تو گناہ مٹتے ہیں"اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمٰلُکُمۡ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ"مگر گناہوں سے نیکیاں کبھی نہیں مٹتیں وہ صرف کفر سے مٹتی ہیں،رب تعالیٰ فرماتا ہے:"اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡہِبۡنَ السَّیِّاٰتِ"۔قیراط ایک خاص وزن کا نام ہے،یہاں قیراط فرمانا سمجھانے کے لیے ہے ورنہ ثواب اعمال یہاں کے باٹوں سے نہیں تولا جاتا۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،ج۵،ص۶۶۱)

مسائل فقہیّہ

شکار اُس وحشی جانور کو کہتے ہیں جو آدمیوں سے بھاگتا ہو اور بغیر حیلہ نہ پکڑا جا سکتا ہو اور کبھی فعل یعنی اس جانور کے پکڑنے کو بھی شکار کہتے ہیں۔ حرام و حلال دونوں قسم کے جانور کو شکار کہتے ہیں شکار سے جانور حلال ہونے کے لیے پندرہ ۱۵ شرطیں ہیں۔ پانچ شکار کرنے والے میں اور پانچ کتے میں اور پانچ شکار میں:

(1) شکاری ان میں سے ہو جن کا ذبیحہ جائز ہوتا ہے۔

(2) اُس نے کتے وغیرہ کو شکار پر چھوڑا ہو۔

(3) چھوڑنے میں ایسے شخص کی شرکت نہ ہو جس کا شکار حرام ہو۔

(4) بسم اللہ قصداً ترک نہ کی ہو۔

(5) چھوڑنے اور پکڑنے کے درمیان کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہوا ہو۔

(6) کتا معلَّم (سکھایا ہوا) ہو۔

(7) جدھر چھوڑا گیا ہو اُدھر ہی جائے۔

(8) شکار پکڑنے میں ایسا کتا شریک نہ ہوا ہو جس کا شکار حرام ہے۔

(9) شکار کو زخمی کر کے قتل کرے۔

(10) اُس میں سے کچھ نہ کھائے۔

(11) شکار حشرات الارض میں سے نہ ہو۔

(12) پانی کا جانور ہو تو مچھلی ہی ہو۔

(13) بازوؤں یا پاؤں سے اپنے آپ کو شکار سے بچائے۔

(14) کیلے (1) یا پنجہ والا جانور نہ ہو۔

(15) شکاری کے وہاں تک پہنچنے سے پہلے ہی مر جائے۔ یعنی ذبح کرنے کا موقع ہی نہ ملا ہو۔

یہ شرائط اُس جانور کے متعلق ہیں جو مر گیا ہو اور اس کا کھانا حلال ہو۔ (2)

---

(1) گوشت خور جانوروں کے وہ دونوں بڑے دانت جن کے ذریعے سے وہ گوشت کاٹتے یا شکار پکڑتے ہیں۔

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصید، الباب الاول فی تفسیرہ ورکنہ وحکمہ، ج۵، ص۴۱۷.

مسئلہ ۱: شکار کرنا ایک مباح فعل ہے مگر حرم یا احرام میں خشکی کا جانور شکار کرنا حرام ہے اسی طرح اگر شکار محض لھو کے طور پر ہوتو وہ مباح نہیں۔(3) اکثر اس فعل سے مقصود ہی کھیل اور تفریح ہوتی ہے اسی لیے عرف عام میں شکار کھیلنا بولا جاتا ہے جتنا وقت اور پیسہ شکار میں خرچ کیا جاتا ہے اگر اس سے بہت کم داموں میں گھر بیٹھے ان لوگوں کو وہ جانور مل جائیں گرے تو ہرگز راضی نہ ہوں گے وہ یہی چاہیں گے کہ جو کچھ ہو ہم تو خود اپنے ہاتھ سے شکار کریں گے اس سے معلوم ہوا کہ ان کا مقصد کھیل اور لھو ہی ہے، شکار کرنا جائز و مباح اُس وقت ہے کہ اس کا صحیح مقصد ہو مثلاً کھانا یا بیچنا یا دوست احباب کو ہدیہ کرنا یا اُس کے چمڑے کو کام میں لانا یا اُس جانور سے اذیت کا اندیشہ ہے اس لیے قتل کرنا وغیرہ ذلک۔

مسئلہ ۲: جس جانور کا گوشت حلال ہے اُس کے شکار سے بڑا مقصود کھانا ہے اور حرام جانور کو بھی کسی غرض صحیح سے شکار کرنا جائز ہے مثلاً اس کی کھال یا بال کو کام میں لانا مقصود ہے یا وہ موذی جانور ہے اُس کے ایذا سے بچنا مقصود ہے(4)۔ بعض آدمی جنگلی خنزیر کا شکار کرتے ہیں یا شیر وغیرہ کا جنگلوں میں جا کر شکار کرتے ہیں اس غرض سے نہیں کہ

---

(3) الدرالمختار، کتاب الصید، ج۱۰،ص ۵۳، ۵۴۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

شکار کہ محض شوقیہ بغرض تفریح ہو، جیسے ایک قسم کا کھیل سمجھا جاتا ہے ولہذا شکار کھیلنا کہتے ہیں، بندوق کا ہو خواہ مچھلی کا، روزانہ ہو خواہ گاہ گاہ۔ مطلقاً باتفاق حرام ہے۔ حلال وہ ہے جو بغرض کھانے یا دوا یا کسی اور نفع یا کسی ضرر کے دفع کو ہو آج کل بڑے بڑے شکاری جو اتنی ناک والے ہیں کہ بازار سے اپنی خاص ضرورت کے کھانے یا پہننے کی چیزیں لانے کو جانا اپنی کسر شان سمجھیں، یا نرم ایسے کہ دس قدم دھوپ میں چل کر مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہونا مصیبت جانیں، وہ گرم دوپہر، گرم لو میں گرم ریت پر چلنا اور ٹھہرنا، اور گرم ہوا کے تھپیڑے کھانا گوارا کرتے اور دو دو پہر دو دو دن شکار کے لئے گھر بار چھوڑے پڑے رہتے ہیں کیا یہ کھانے کی غرض سے جاتے ہیں، حاشا وکلا بلکہ وہی لہو ولعب ہے اور بالاتفاق حرام، ایک بڑی پہچان یہ ہے کہ ان شکاریوں سے اگر کہے مثلاً مچھلی بازار میں ملے گی وہاں سے لے لیجئے ہرگز قبول نہ کر سکیں گے، یا کہئے کہ اپنے پاس سے لائے دیتے ہیں، کبھی نہ مانیں گے بلکہ شکار کے بعد خود اس کے کھانے سے بھی چنداں غرض نہیں رکھتے بانٹ دیتے ہیں، تو یہ جانا یقیناً وہی تفریح وحرام ہے۔

درمختار میں ہے:

الصید مبـ ـلا للتلھی کما ھو ظاھر اھـ (ا۔ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصید مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۶۱)

شکار مباح ہے ـب کے طور پر مباح نہیں۔(ت) اسی طرح اشباہ وبزازیہ ومجمع الفتاوی وغنیۃ ذوی الاحکام وتاتارخانیہ وردالمحتار وغیرہا میں عامہ اسفار میں ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (فتاوی رضویہ، جلد ۲۰، ص ۳۴۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(4) حاشیۃ الشلبی علی التبیین الحقائق، کتاب الصید، ج۷، ص۱۱۱۔

لوگوں کو اُن کی اذیت سے بچائیں بلکہ محض تفریح خاطر اور اپنی بہادری کے لیے اس قسم کے شکار کھیلنے جاتے ہیں یہ شکار مباح نہیں۔

مسئلہ ۳: شکار کو پیشہ بنا لینا اور کسب کا ذریعہ کر لینا جائز ہے بعض فقہا نے اس کو ناجائز یا مکروہ کہا یہ صحیح نہیں کیونکہ کراہت جب ہی ہو سکتی ہے کہ اس کے لیے دلیل شرعی ہو اور دلیل میں یہ کہنا کہ جان مارنے کا پیشہ کر لینا قساوتِ قلب (دل کی سختی) کا سبب ہوتا ہے اس سے بھی کراہت ثابت نہیں، صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ دوسرے جائز پیشے اس سے بہتر ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ قصاب کا پیشہ بھی مکروہ ہو حالانکہ اس کی کراہت کا قول کسی سے منقول نہیں۔ (5)

مسئلہ ۴: جنگلی جانور کو جو شخص پکڑے اُس کی مِلک ہو جاتا ہے پکڑنا حقیقۃً ہو یا حکماً، حکماً کی صورت یہ ہے کہ جو چیز شکار کے لیے موضوع ہو اس کا استعمال کرے اور استعمال سے مقصود شکار کرنا نہ ہو لہٰذا اگر جال تانا اور اُس میں جانور پھنس گیا تو جال والے کا ہو گیا، جال اسی مقصد سے تانا ہو یا کچھ مقصد نہ ہو ہاں اگر کھانے کے لیے تانا تو اس کی مِلک نہیں جب تک پکڑ نہ لے۔ حکماً پکڑنے کی دوسری صورت یہ ہے کہ جو چیز شکار کے لیے موضوع نہ ہو اُس کو بقصد شکار استعمال کرے مثلاً شکار پکڑنے کے لیے ڈیرہ نصب کیا (خیمہ لگایا) اور اس میں شکار آ گیا اور بند ہو گیا تو ڈیرہ والا مالک ہو گیا یا مکان کا دروازہ اس غرض سے کھول رکھا تھا اُس میں ہرن آ گیا اور دروازہ بند کر لیا۔ (6)

مسئلہ ۵: جال تانا تھا اس میں شکار پھنسا، کسی دوسرے نے اس کو پکڑ لیا تو شکار والے کا ہے اُس کا نہیں جس نے پکڑ لیا ہاں اگر وہ جال سے نکل کر بھاگ گیا یا اُڑ گیا اور دوسرے نے پکڑ لیا تو اسی پکڑنے والے کا ہے جال والے کا نہیں اور اگر جال میں پھنسا اور جال والے نے پکڑ لیا پھر اس سے چھوٹ کر بھاگا اور دوسرے نے پکڑا تو جال والے ہی کا ہے کہ پکڑنے سے اس کی مِلک ہو گیا اور بھاگنے سے مِلک نہیں جاتی۔ (7)

مسئلہ ۶: پانی کاٹ کر اپنی زمین میں لایا اس غرض سے پانی کے ساتھ مچھلیاں آئیں گی اور اُن کو شکار کریگا پانی کے ساتھ مچھلیاں آئیں اور پانی جاتا رہا مچھلیاں زمین پر پڑی ہیں یا تھوڑا سا پانی باقی ہے کہ بغیر شکار کیے مچھلیاں ویسے ہی پکڑی جا سکتی ہیں یہ مچھلیاں زمین والے کی ہیں دوسرا شخص ان کو نہیں پکڑ سکتا جو پکڑے گا اُسے تاوان دینا ہوگا اور اگر پانی زیادہ ہے کہ بغیر شکار کیے مچھلیاں ہاتھ نہیں آتیں تو جو چاہے پکڑ لے تو یہی پکڑنے والا مالک ہے۔ (8)

---

(5) ردالمحتار، کتاب الصید، ج۱۰، ص۵۴.

(6) ردالمحتار، کتاب الصید، ج۱۰، ص۵۵.

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصید، الباب الثانی فی بیان مایملک بہ الصید... إلخ، ج۵، ص۴۱۸.

(8) المرجع السابق.

مسئلہ ۷: ایک شخص نے پانی میں جال ڈالا دوسرے نے شص (مچھلی پکڑنے کا کانٹا) پھینکی مچھلی جال میں آئی اور اُس نے شص کو بھی پکڑ لیا اگر جال کے باریک حصہ میں آچکی ہے تو جال والے کی ہے۔(9)

مسئلہ ۸: پانی میں کانٹا ڈالا مچھلی پھنسی اس نے باہر پھینکی خشکی میں گری اور ایسی جگہ گری کہ یہ اُس کے پکڑنے پر قادر ہے پھر تڑپ کر پانی میں چلی گئی تو یہ شخص اُس کا مالک ہوگیا اور اگر باہر نکالنے سے پہلے ہی ڈورا ٹوٹ گیا تو مالک نہ ہوا۔(10)

مسئلہ ۹: کسی شخص نے گڑھا کھودا تھا اس میں شکار آکر گرا تو جو شخص پکڑ لے اسی کا ہے اور اگر گڑھا کھودنے سے مقصود ہی یہ تھا کہ اس میں شکار گرے گا اور پکڑوں گا تو شکار اسی کا ہے دوسرے کو اس کا پکڑنا جائز نہیں۔(11)

مسئلہ ۱۰: کوآں کھودا تھا اور یہ مقصد نہ تھا کہ اس کے ذریعہ سے شکار پکڑے گا اس میں شکار گرا اگر کوئیں والا وہاں سے قریب ہے کہ ہاتھ بڑھا کر شکار پکڑ سکتا ہے اسی کا ہے دوسرا شخص نہیں پکڑ سکتا۔(12)

مسئلہ ۱۱: پھندے میں شکار پھنسا مگر رسی توڑا کر بھاگا دوسرے نے پکڑ لیا تو اسی کا ہے اور اگر پھندے والا اتنا قریب آچکا تھا کہ ہاتھ بڑھا کر پکڑ سکتا ہے اتنے میں شکار نے رسی تڑوائی اور دوسرے نے پکڑ لیا تو پھندے والے کا ہے۔(13)

مسئلہ ۱۲: کسی کے مکان میں دوسرے لوگوں کے کبوتروں نے انڈے بچے کئے تو یہ انڈے بچے اُسی کے ہیں جس کے کبوتر ہیں دوسرے لوگوں کو یا مالک مکان کو ان کا پکڑنا اور رکھنا جائز نہیں۔(14)

مسئلہ ۱۳: شکار کو مارا وہ زخمی نہیں ہوا مگر چوٹ سے بیہوش ہوگیا تھوڑی دیر بعد اُٹھ کے بھاگا اب دوسرے شخص نے مارا اور پکڑ لیا تو اسی دوسرے کا ہے اور اگر بے ہوشی میں پہلے شخص نے پکڑ لیا تھا تو پہلے کا ہے اور اگر شکار زخمی ہوگیا تھا مگر پہلے نے پکڑا نہیں کچھ دنوں بعد اچھا ہوگیا پھر دوسرے نے مارا اور پکڑا تو اس کا نہیں پہلے ہی شخص کا ہے۔(15)

---

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصید، الباب الثانی فی بیان مایملک بہ الصید... إلخ، ج۵، ص۴۱۸.

(10) المرجع السابق.

(11) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الصید، ج۲، ص۳۴۷.

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصید، الباب الثانی فی بیان مایملک بہ الصید... إلخ، ج۵، ص۴۱۸.

(13) ردالمحتار، کتاب الصید، ج۱۰، ص۵۵.

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصید، الباب الثانی فی بیان مایملک بہ الصید... إلخ، ج۵، ص۴۱۹.

(15) المرجع السابق

مسئلہ ۱۴: شکار کی مِلک (یعنی ملکیت) کے متعلق یہ چند جزئیات اس لیے ذکر کیے کہ شکاریوں کو شکار کے لینے میں اس قدر شغف (دلچسپی، مشغولیت) ہوتا ہے کہ وہ بالکل اس بات کا لحاظ نہیں رکھتے کہ یہ چیز ہمیں لینی جائز بھی ہے یا نہیں، ان مسائل سے اُن کو یہ کرنا چاہیے کہ کس صورت میں ہماری مِلک ہے اور کس صورت میں دوسرے کی، تا کہ اپنی مِلک نہ ہو تو لینے سے بچیں۔

❁❁❁❁❁

جانوروں سے شکار کا بیان

مسائل فقہیّہ

مسئلہ ۱: ہر درندہ جانور سے شکار کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ نجس العین نہ ہو اور اُس میں تعلیم کی قابلیت ہو اور اُسے سکھا بھی لیا ہو۔ درندہ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) چوپایہ جیسے کتّا وغیرہ جس میں کیلا ہوتا ہے، (۲) پنجہ والا پرند جیسے باز، شکرا وغیرہ۔ جس درندہ میں قابلیت تعلیم نہ ہو اس کا شکار حلال نہیں مگر اس صورت میں کہ شکار پکڑ کر ذبح کر لیا جائے لہٰذا شیر اور ریچھ سے شکار حلال نہیں کہ ان دونوں میں تعلیم کی قابلیت ہی نہیں۔ شیر اپنی علو ہمت (بلند ہمتی) اور ریچھ اپنی دنات (کمینگی) اور خساست (کمینہ پن) کی وجہ سے تعلیم کی قابلیت نہیں رکھتے، بعض فقہانے چیل کو بھی قابل تعلیم نہیں مانا ہے کہ یہ بھی اپنی خساست کی وجہ سے تعلیم نہیں حاصل کرتی۔ (1)

مسئلہ ۲: کتّا چیتا وغیرہ چوپایہ کے معلّم ہونے (یعنی سکھائے ہوئے) کی علامت یہ ہے کہ پے در پے تین مرتبہ ایسا ہو کہ شکار کو پکڑے اور اُس میں سے نہ کھائے تو معلوم ہو گیا کہ یہ سیکھ گیا اب اس کے بعد جو شکار کریگا اور وہ مر بھی جائے تو اُس کا کھانا حلال ہے بشرطیکہ دیگر شرائط بھی پائے جائیں کہ اس کا پکڑنا ہی ذبح کے قائم مقام ہے اور شکرا باز وغیرہ شکاری پرند کے معلم ہونے کی پہچان یہ ہے کہ اُسے شکار پر چھوڑا اس کے بعد واپس بلا لیا تو واپس آجائے اگر واپس نہ آیا تو معلوم ہوا کہ ابھی تمھارے قابو میں نہیں ہے معلم نہیں ہوا۔ (2)

مسئلہ ۳: کتّے نے شکار پکڑنے کے بعد اُس کا گوشت نہیں کھایا مگر خون پی لیا تو کوئی حرج نہیں، شکرے باز وغیرہ پرند شکاریوں نے اگر گوشت میں سے کچھ کھا لیا تو جانور حلال ہے کہ یہ بات اُس کے معلم ہونے کے خلاف نہیں اور اگر مالک نے شکار میں سے ٹکڑا کاٹ کر کتّے کو دیا اور اُس نے کھا لیا تو باقی (بچا ہوا) گوشت کھایا جائے گا کہ اس صورت میں اُس نے خود نہیں کھایا مالک نے کھلایا تب کھایا، اسی طرح اگر مالک نے شکار کو محفوظ کر لیا اُس کے بعد کتّے نے اُس میں سے چھین جھپٹ کر کچھ کھا لیا تو باقی گوشت جائز ہے کہ یہ بات اُس کے معلم ہونے کے خلاف نہیں۔ (3)

---

(1) الھدایۃ، کتاب الصید، فصل فی الجوارح، ج ۲، ص ۴۰۱.

والدرالمختار، کتاب الصید، ج ۱۰، ص ۵۶

(2) الھدایۃ، کتاب الصید، فصل فی الجوارح، ج ۲، ص ۴۰۱، ۴۰۲.

(3) تبیین الحقائق، کتاب الصید، ج ۷، ص ۱۱۵، ۱۱۷.

مسئلہ ۴: کتّے کو شکار پر چھوڑا اس نے شکار کی بوٹی کاٹ لی اور اُسے کھالیا اس کے بعد شکار کو پکڑا اور مار ڈالا تو یہ شکار حرام ہے کہ جب کتّے نے کھالیا تو معلم نہ رہا اور اُس کا مارا ہوا شکار حلال نہیں اور اگر کتّے نے بوٹی کاٹ لی مگر اُس کو کھایا نہیں چھوڑ دیا اور شکار کا پیچھا کیا شکار پکڑنے کے بعد جب مالک نے شکار پر قبضہ کرلیا اب کتّے نے وہ بوٹی کھائی تو جانور حلال ہے۔(4)

مسئلہ ۵: یہ ضروری ہے کہ شکاری جانور نے شکار کو زخمی کر کے مارا ہو محض دبوچنے سے مر گیا ہو تو کھانا حلال نہیں، کسی خاص جگہ پر زخم کرنا ضروری نہیں بلکہ جس کسی مقام پر گھائل (گہرا زخم) کر دیا ہو حلال ہونے کے لئے کافی ہے۔(5) شکرا اپنے مالک کے پاس سے اُڑ گیا ایک مدت کے بعد پھر آگیا مالک نے اس سے شکار کیا تو بغیر ذبح یہ شکار حلال نہیں کہ بھاگ جانے سے وہ معلم نہ رہا اب پھر جب تک اُس کا معلم ہونا ثابت نہ ہو جائے اُس کا مارا ہوا شکار حلال قرار نہیں پائے گا۔(6)

مسئلہ ۶: جو کتا معلم (یعنی سکھایا ہوا) ہو چکا تھا جب کبھی شکار میں سے کچھ کھالے گا وہ شکار حرام ہے بلکہ اُس کے بعد کے شکار بھی حرام ہیں بلکہ اس سے پہلے کا شکار جو ابھی محفوظ ہے وہ بھی حرام، ہاں جو کھایا جا چکا ہے اس کو حرام نہیں کہا جاسکتا، اس کتّے کو پھر سے سکھانا ہوگا کیونکہ شکار میں سے کھانے کی وجہ سے معلم نہ رہا جاہل ہو گیا اب اس کا شکار اُس وقت حلال ہوگا کہ سکھالیا جائے۔(7)

مسئلہ ۷: مسلم یا کتابی نے بسم اللہ پڑھ کر شکاری جانور کو شکار پر چھوڑا تب مرا ہوا شکار حلال ہوگا، اگر مجوسی یا بت پرست یا مرتد نے چھوڑا تو حلال نہیں جس طرح ان کا ذبیحہ حلال نہیں اگرچہ انہوں نے بسم اللہ پڑھی ہو اور اگر جانور کو چھوڑا نہیں بلکہ وہ خود ہی اپنے آپ شکار پر دوڑ پڑا اور پکڑ کر مار ڈالا یہ شکار حلال نہیں۔ یوہیں اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کسی نے چھوڑا یا خود ہی جا کر پکڑ لایا، یہ معلوم نہیں کہ کس نے مسلم نے یا مجوسی نے، تو جانور حلال نہیں۔(8)

---

(4) المرجع السابق۔

(5) تبیین الحقائق، کتاب الصید، ج۷، ص۱۱۷، ۱۱۸۔

(6) المرجع السابق، ص۱۱۴۔

(7) الھدایۃ، کتاب الصید، فصل فی الجوارح، ج۲، ص۴۰۲، ۴۰۳۔

(8) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الصید، ج۱۰، ص۵۹۔

توجہ رہے کہ شکار کے حکم کے لئے کتابی کے ذبیحہ کا حکم جاننا بھی ضروری ہے اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: ←

مسئلہ ۸: شکار پر چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول گیا تو جانور حلال ہے جس طرح ذبح کرتے وقت اگر بسم اللہ

یہ سب اس صورت میں ہے کہ وہ ذبح بطور ذبح کریں، اور وقت ذبح خالص اللہ عزوجل کا نام پاک لیں، مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام شریک نہ کریں اگرچہ دل میں مسیح ہی کو خدا جانیں، بالجملہ نہ قصداً تکبیر چھوڑیں نہ تکبیر میں شرک ظاہر کریں ورنہ جو ذبیحہ ان شرائط سے خالی ہو وہ مسلمان کا بھی حرام و مردار ہوتا ہے چہ جائیکہ کتابی، ردالمحتار میں ہے: لاتحل ذبیحۃ من تعمد ترك التسمیۃ مسلما او کتابیا نص القرآن ۲؎۔ قصداً بسم اللہ کو ترک کرنے والے کا ذبیحہ حلال نہیں ہے وہ مسلم ہو یا کتابی قرآن کی نص کی بناء پر۔ (ت)

(۲؎ ردالمحتار کتاب الذبائح داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۱۹۰)

درمختار میں ہے:

شرط کون الذابح مسلما او کتابیا ذمیا اوحربیا الا اذا سمع منہ عند الذبح ذکر المسیح ۳؎۔

ذبح کرنے والے کا مسلمان یا کتابی ذمی یا حربی ہونا شرط ہے۔ ہاں اگر ذبح کے وقت ان سے مسیح کا نام سنا جائے تو ناجائز ہے۔ (ت)

(۳؎ درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۲۲۸)

ردالمحتار میں ہے:

ولوسمع منہ ذکر اللہ تعالٰی لکنہ عنی بالمسیح قالوا یوکل الا اذا نص فقال باسم اللہ الذی وھو ثالث ثلثۃ ھندیۃ ۴؎۔

اگر عیسائی سے اللہ تعالٰی کا نام سنا لیکن اس سے مراد اس نے مسیح کا لیا تو فقہاء نے فرمایا کھالیا جائے ہاں اگر صراحۃً باسم اللہ تعالٰی جو کہ تین کا تیسرا ہے کہیں تو نہ کھائیں، ہندیہ (ت) (۴؎ ردالمحتار کتاب الذبائح داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۱۸۸)

نصارٰی زمانہ کا حال معلوم ہے کہ نہ وہ تکبیر کہیں نہ ذبح کے طور پر ذبح کریں، مرغ و پرند کا تو گلا گھونٹتے ہیں، اور بھیڑ بکری کو اگرچہ ذبح کریں، رگیں نہیں کاٹتے، فقیر نے بھی اسے مشاہدہ کیا ہے۔

ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ میں کپتان کی ملک سے سمور کا ایک مینڈھا جہاز میں دیکھا گیا جسے وہ چالیس روپے کے خرید بتاتا تھا، مول لینا چاہا کہ گوشت درکار تھا، نہ بیچا اور کہا جب ذبح ہوگا گوشت کا حصہ خرید لینا، ذبح کیا تو گلے میں ایک کروٹ کو چھری داخل کردی تھی رگیں نہ کاٹیں، اس سے کہہ دیا گیا کہ اب یہ سوئر ہے ہمارے کسی کام کا نہیں بلکہ نصارٰی کے یہاں صدسال سے ذبح شرعی نہیں،

فتاوٰی قاضی خاں میں نقل فرمایا:

النصرانی لاذبیحۃ لہ۔ وانما یاکل ھو ذبیحۃ المسلم ویخنق ۱؎۔

نصرانی کا ذبیحہ ہی نہیں، وہ مسلمان کا ذبیحہ کھالیتا ہے اور وہ جانور کا گلا گھونٹتا ہے۔ (ت)

(۱؎ فتاوٰی قاضیخاں کتاب الحظر والاباحۃ مسائل ما یکرہ وما لایکرہ نولکشور لکھنؤ ۴ /۷۷۸)

تو نصارائے زمانہ کا ذبیحہ ضرور حرام یہود کا حال معلوم نہیں۔ اگر ان کے یہاں بھی ترک تکبیر یا ذبح کی تغیر ہو تو حکم حرمت ہے ورنہ بے ضرورت، ناپسندی و کراہت واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔ (فتاوٰی رضویہ، جلد ۲۰، ص ۲۴۸، ۲۴۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

پڑھنا بھول گیا تو حلال ہے، حرام اُس وقت ہے جب قصداً نہ پڑھے۔(9)

مسئلہ ۹: شکار پر چھوڑتے وقت قصداً بسم اللہ نہیں پڑھی بلکہ جب کتّے نے جانور پکڑا اس وقت بسم اللہ پڑھی جانور حلال نہ ہوا کہ بسم اللہ پڑھنا اُس وقت ضروری تھا اب پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔(10)

مسئلہ ۱۰: مسلم نے شکار پر کتّا چھوڑا مجوسی یا ہندو نے کتّے کو شہ دی (یعنی کتے کو شکار پر اُبھارا) جیسا کہ شکار کرتے وقت کتّے کو جوش دلاتے ہیں اُس کے شہ دینے پر جوش میں آیا اور شکار مارا یہ حلال ہے اور اگر مجوسی نے چھوڑا اور مسلم نے شہ دی تو حرام ہے یعنی کتّا چھوڑنے کا اعتبار ہے اس کا اعتبار نہیں کہ کس نے جوش دلایا، اسی طرح اگر محرم نے (احرام باندھے ہوئے شخص نے) شہ دی اور شکار پر جانور اُس نے چھوڑا ہے جو احرام نہیں باندھے ہوئے ہے تو جانور حلال ہے مگر محرم کو اس صورت میں شکار کا فدیہ دینا ہوگا کہ اُس کو شکار میں مداخلت جائز نہیں۔(11)

مسئلہ ۱۱: کتّا چھوڑا نہیں گیا بلکہ وہ خود چھوٹ گیا اور اپنے آپ شکار پر دوڑ پڑا کسی مسلم نے اس کو شہ دی اس سے جوش میں آیا اور شکار کو مارا یہ شکار حلال ہے اس صورت میں شہ دینا وہی چھوڑنے کے قائم مقام ہے، ان باتوں میں شکرے اور باز کا بھی وہی حکم ہے جو کتّے کا ہے۔(12)

مسئلہ ۱۲: کتّے کو شکار پر چھوڑا اُس نے کئی پکڑ لیے سب حلال ہیں اور جس شکار پر چھوڑا اس کو نہیں پکڑا دوسرے کو پکڑا یہ بھی حلال ہے اور اگر کتّے کو شکار پر نہ چھوڑا ہو بلکہ کسی اور چیز پر چھوڑا اور اُس نے شکار مارا یہ حلال نہیں کہ یہاں شکار کرنا ہی نہیں ہے۔(13)

مسئلہ ۱۳: شکاری جانور کو وحشی جانور (یعنی جنگلی جانور) پر چھوڑنا شکار ہے اگر پلاؤ اور مانوس جانور پر کتّا چھوڑا جائے اور وہ مار ڈالے تو یہ جانور حلال نہیں ہوگا کہ ایسے جانوروں کے حلال ہونے کے لیے ذبح کرنا ضروری ہے ذکاۃ اضطراری یہاں کافی نہیں ہے۔(14)

مسئلہ ۱۴: کتّے کے ساتھ اگر شکار کرنے میں دوسرا کتّا جس کا شکار حلال نہ ہو شریک ہو گیا تو یہ شکار حلال نہ ہوگا

---

(9) الدرالمختار، کتاب الصید، ج۱۰،ص۵۹،۶۰۔

(10) ردالمحتار، کتاب الصید، ج۱۰،ص۵۹۔

(11) تبیین الحقائق، کتاب الصید، ج۷،ص۱۲۰۔

(12) المرجع السابق

(13) ردالمحتار، کتاب الصید، ج۱۰،ص۶۰۔

(14) الدرالمختار، کتاب الصید، ج۱۰،ص۶۰۔

مثلاً دوسرا کتّا جو معلم نہ تھا اُس کی شرکت میں شکار ہوا یا مجوسی کے کتّے کی شرکت میں شکار ہوا یا دوسرے کو کسی نے چھوڑا ہی نہیں ہے اپنے آپ شریک ہو گیا اُس دوسرے کے چھوڑنے کے وقت قصداً بسم اللہ چھوڑ دی ان سب صورتوں میں وہ جانور مردار ہے اس کا کھانا حرام ہے۔ (15)

مسئلہ ۱۵: یہ بھی ضروری ہے کہ کتّے کو جب شکار پر چھوڑا جائے فوراً دوڑ پڑے طویل وقفہ نہ ہونے پائے ورنہ جانور حلال نہ ہوگا، طول وقفہ کا یہ مطلب ہے کہ دوسرے کام میں مشغول نہ ہو مثلاً چھوڑنے کے بعد پیشاب کرنے لگا یا کچھ کھانے لگا اس صورت میں شکار حلال نہیں۔ (16)

مسئلہ ۱۶: چھوڑنے کے بعد کتا شکار پر دوڑا مگر بعد میں شکار سے دہنے یا بائیں کو مڑ گیا یا شکار کی طلب کے سوا کسی دوسرے کام میں لگ گیا یا سُست پڑ گیا پھر کچھ وقفہ کے بعد شکار کا پیچھا کیا اور جانور کو مارا اس کا کھانا حلال نہیں ہاں ان صورتوں میں اگر کتّے کو پھر سے چھوڑا جاتا تو جانور حلال ہوتا یا مالک کے للکارنے سے شکار پر جھپٹتا اور مارتا تو کھایا جاتا۔ (17)

مسئلہ ۱۷: اگر کتّے کا رُک جانا یا چھپ جانا آرام طلبی کے لئے نہ ہو بلکہ شکار کرنے کا یہ حیلہ داؤں ہو (یعنی شکار کو دھوکا دینا ہو) جس طرح چیتا شکار کو گھات سے (چھپ کر) پکڑتا ہے اس میں حرج نہیں۔ (18)

مسئلہ ۱۸: شکار اگر زندہ مل گیا اور ذبح کرنے پر قدرت ہے تو ذبح کرنا ضروری ہے کہ ذکاۃ اضطراری مجبوری کی صورت میں ہے اور یہاں مجبوری نہیں ہے اور اگر جانور اُس کو زندہ ملا مگر یہ اُس کے ذبح پر قدرت نہیں رکھتا ہے کہ وقت تنگ ہے یا ذبح کا آلہ موجود نہیں ہے اس کی دو صورتیں ہیں اگر جانور میں حیاۃ (زندگی) اتنی باقی ہے جو مذبوح (ذبح کیا ہوا) سے زیادہ ہے تو حرام ہے ورنہ جائز ہے۔ (19)

مسئلہ ۱۹: شکار تک پہنچ گیا ہے مگر اسے پکڑتا نہیں اگر اتنا وقت ہے کہ پکڑ کر ذبح کر سکتا تھا مگر کچھ نہیں کیا یہاں تک کہ مر گیا تو جانور نہ کھایا جائے اور وقت اتنا نہیں ہے کہ ذبح کر سکے تو حلال ہے۔ (20)

---

(15) المرجع السابق.

(16) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الصید، ج۱۰، ص۶۱.

(17) رد المحتار، کتاب الصید، ج۱۰، ص۶۱.

(18) الدر المختار، کتاب الصید، ج۱۰، ص۶۱.

(19) الھدایۃ، کتاب الصید، فصل فی الجوارح، ج۲، ص۴۰۳، ۴۰۴.

(20) المرجع السابق، ص۴۰۴.

مسئلہ ۲۰: کتے کو شکار پر چھوڑا اُس نے ایک شکار مارا پھر دوسرا مارا دونوں حلال ہیں اور اگر پہلا شکار کرنے کے بعد دیر تک رُکا رہا پھر دوسرا مارا تو دوسرا حرام ہے کہ پہلے شکار کے بعد جب وقفہ ہوا تو شکار پر چھوڑنا دوسرے کے بارے میں نہیں پایا گیا۔(21)

مسئلہ ۲۱: معلم کتے کے ساتھ دوسرے کتے نے شرکت کی جس کا شکار حرام ہے مگر اُس نے شکار کرنے میں شرکت نہیں کی ہے بلکہ یہ کتا گھیر گھار کر (گھیرا ڈال کر) شکار کو ادھر لایا اور پہلے ہی کتے نے شکار کو زخمی کیا اور مارا ہو تو اس کا کھانا مکروہ ہے اور اگر دوسرا کتا گھیر کر ادھر نہیں لایا بلکہ اُس نے پہلے کتے کو دوڑایا اور اُس نے شکار کو دوڑا کر زخمی کیا اور مارا تو یہ شکار حلال ہے۔(22)

مسئلہ ۲۲: مسلم نے کتے کو بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا اُس نے شکار کو جھنجھوڑا یعنی اچھی طرح زخمی کیا اُس کے بعد پھر حملہ کیا اور مار ڈالا یہ شکار حلال ہے اسی طرح اگر دو کتے چھوڑے ایک نے اُسے جھنجھوڑا اور دوسرے کتے نے مار ڈالا یہ شکار بھی حلال ہے، یونہی اگر دو شخصوں نے بسم اللہ کہہ کر دو کتے چھوڑے ایک کے کتے نے جھنجھوڑ ڈالا اور دوسرے کے کتے نے مار ڈالا یہ جانور حلال ہے کھایا جائے گا مگر مِلک پہلے شخص کی ہے دوسرے کی نہیں کیونکہ پہلے نے جب اُسے گھائل کر دیا اور بھاگنے کے قابل نہ رہا اُسی وقت اُس کی مِلک ہو چکی۔(23)

مسئلہ ۲۳: ایک کتے نے شکار کو پچھاڑ لیا (گرا دیا) اور شکار کی حد سے خارج ہو گیا اب اُس کے بعد دوسرے شخص نے اُسی جانور پر اپنا کتا چھوڑا اور اُس کتے نے مار ڈالا حرام ہے، کھایا نہ جائے کہ جب وہ جانور بھاگ نہیں سکتا تو اگر موقع ملتا ذبح کیا جاتا ایسی حالت میں ذکاۃ اضطراری نہیں ہے لہٰذا حرام ہے۔(24)

مسئلہ ۲۴: شکار کی دوسری نوع (یعنی دوسری قسم) تیر وغیرہ سے جانور مارنا ہے اس میں بھی شرط یہ ہے کہ تیر چلاتے وقت بسم اللہ پڑھے اور تیر سے جانور زخمی ہو جائے ایسا نہ ہو کہ تیر کی لکڑی جانور کو لگی اور اس سے دب کر مر گیا کہ اس صورت میں وہ جانور حرام ہے۔(25)

مسئلہ ۲۵: شکار اگر غائب ہو گیا کتے کا ہو یا تیر کا تو یہ اس وقت حلال ہو گا کہ شکاری برابر اس کی

---

(21) المرجع السابق، ص ۴۰۵۔

(22) الھدایۃ، کتاب الصید، فصل فی الجوارح، ج ۲، ص ۴۰۵، ۴۰۶۔

(23) الھدایۃ، کتاب الصید، فصل فی الجوارح، ج ۲، ص ۴۰۶۔

(24) الھدایۃ، کتاب الصید، فصل فی الجوارح، ج ۲، ص ۴۰۶۔

(25) الدرالمختار، کتاب الصید، ج ۱۰، ص ۶۴، وغیرہ۔

جستجو (تلاش) جاری رکھے بیٹھ نہ رہے اور اگر بیٹھ رہا پھر شکار مرا ہوا ملا تو حلال نہیں اور پہلی صورت میں یہ بھی ضروری ہے کہ شکار میں تمہارے تیر کے سوا کوئی دوسرا زخم نہ ہو ورنہ حرام ہو جائے گا۔ (26)

مسئلہ ۲۶: شکار کے حلال ہونے کے لیے یہ ضرور ہے کہ کتا چھوڑنے یا تیر چلانے کے بعد کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہو بلکہ شکار اور کتے کی تلاش میں رہے، اگر نظر سے شکار غائب ہو گیا پھر دیر کے بعد ملا اور اس کی دو صورتیں ہیں اگر جستجو جاری رکھی اور شکار کو مرا ہوا پایا اور کتا بھی شکار کے پاس ہی تھا تو کھایا جاسکتا ہے اور اگر کتا وہاں سے چلا آیا ہے تو نہ کھایا جائے اور اگر شکار کی تلاش میں نہ رہا کسی دوسرے کام میں مشغول ہو گیا پھر شکار کو پایا مگر معلوم نہیں کہ کتے نے زخمی کیا ہے یا کسی دوسری چیز نے تو نہ کھایا جائے۔ (27)

مسئلہ ۲۷: شکار کی آہٹ محسوس ہوئی اور اُس شخص کو یہی گمان ہے کہ یہ شکار کی آہٹ ہے اُس نے کتا یا باز چھوڑ دیا یا تیر چلا دیا اور شکار کو مارا یہ جانور حلال ہے جبکہ بعد میں یہی ثابت ہو کہ یہ آہٹ شکار ہی کی تھی کہ اُس کا یہ فعل شکار کرنا قرار پائے گا اگرچہ شکار کو آنکھ سے دیکھا نہ ہو، اور اگر بعد میں یہ پتہ چلا کہ وہ شکار کی آہٹ نہ تھی کسی آدمی کی پہل چل تھی (یعنی قدموں کی چاپ تھی) یا گھریلو جانور کی تھی تو وہ شکار حلال نہیں کہ جس چیز پر کتا چھوڑا یا تیر چلایا وہ شکار نہ تھا لہٰذا شکار کرنا نہ پایا گیا۔ (28)

مسئلہ ۲۸: پرند پر تیر چلایا وہ تو اُڑ گیا دوسرے شکار کو لگا یہ حلال ہے اگرچہ یہ معلوم نہ ہو کہ وہ پرند جس پر تیر چلایا تھا وحشی ہے یا نہیں۔ چونکہ پرند میں غالب یہی ہے کہ وحشی ہو اور اگر اونٹ پر تیر چلایا وہ اونٹ کو نہیں لگا بلکہ کسی شکار کو لگا اس کی دو صورتیں ہیں اگر معلوم ہے کہ اونٹ بھاگ گیا ہے کسی طرح قابو میں نہیں آتا یعنی وہ اس حالت میں ہے کہ اُس کا ذبح اضطراری ہو سکتا ہے تو وہ شکار حلال ہے اور اگر یہ پتہ نہ ہو تو شکار حلال نہیں کہ اس کا یہ فعل شکار کرنا نہیں ہے۔ (29)

مسئلہ ۲۹: جس جانور کو تیر سے مارا اگر زندہ مل گیا تو ذبح کرے بغیر ذبح کیے حلال نہیں، یہی حکم کتے کے شکار کا بھی ہے یہاں حیاۃ سے مراد یہ ہے کہ اُس کی زندگی مذبوح سے کچھ زیادہ ہو اور مُتَرَدِّیہ (وہ جانور جو گر کر مرا ہو) و نطیحہ (وہ جانور جو کسی جانور کے سینگ مارنے کی وجہ سے مر گیا ہو) و موقوذہ (وہ جانور جو لکڑی یا پتھر کی چوٹ سے مرا

(26) الدر المختار، کتاب الصید، ج ۱۰، ص ۶۴۔

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصید، الباب الثالث فی شرائط الاصطیاد، ج ۵، ص ۴۲۱، ۴۲۲۔

(28) الھدایۃ، کتاب الصید، فصل فی الرمی، ج ۲، ص ۴۰۶، ۴۰۷۔

(29) المرجع السابق، ص ۴۰۷۔

ہو) ومریضہ (بیمار جانور) وغیرہا میں مطلقاً زندگی مراد ہے یعنی اگر ان جانوروں میں کچھ بھی زندگی باقی ہے اور ذبح کرلیا تو حلال ہے۔(30)

مسئلہ ۳۰: بسم اللہ پڑھ کر تیر چھوڑا ایک شکار کو چھیدتا ہوا دوسرے کو لگا دونوں حلال ہیں اور اگر ہوا نے تیر کا رُخ بدل دیا اس کو دہنے یا بائیں کو موڑ دیا اور اس صورت میں شکار کو (یعنی کسی دوسرے شکار کو) لگا تو نہیں کھایا جائے گا۔(31)

مسئلہ ۳۱: تیر شکار پر چلایا وہ درخت یا دیوار پر لگا اور لوٹا پھر شکار کو لگا یہ جانور حلال نہیں۔(32)

مسئلہ ۳۲: مسلم کے ساتھ مجوسی نے بھی کمان پر ہاتھ رکھ دیا اور اس کے ساتھ اس نے بھی کھینچا تو شکار حرام ہے یہ ویسا ہی ہے جیسے ذبح کرتے وقت مجوسی نے بھی چھری کو چلایا۔(33)

مسئلہ ۳۳: شکار حلال ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی موت دوسرے سبب سے نہ ہو یعنی کتے یا باز یا تیر وغیرہ جس سے شکار کیا اسی سے مرا ہو اور اگر یہ شبہ ہو کہ دوسرے سبب سے اس کی موت ہوئی تو حلال نہیں مثلاً زخمی ہوکر وہ جانور پانی میں گرا، یا اونچی جگہ پہاڑ یا ٹیلے سے لڑھکا اور یہ احتمال ہے کہ پانی کی وجہ سے یا لڑھکنے سے مرا ہے تو نہ کھایا جائے۔(34)

مسئلہ ۳۴: تیر سے شکار کو مارا وہ اُوپر سے زمین پر گرا، یا وہاں اینٹیں بچھی ہوئی تھیں ان پر گرا اور مرگیا یہ شکار حلال ہے اگرچہ یہ احتمال ہے کہ گرنے سے چوٹ لگی اور مرگیا ہو اس احتمال کا اعتبار نہیں کہ اس احتمال سے بچنے کی صورت نہیں اور اگر پہاڑ پر یا پتھر کی چٹان پر گرا پھر لڑھک کر زمین پر آیا اور مرا، یا درخت پر گرا، یا نیزہ کھڑا ہوا تھا اُس کی اَنی پر (نیزے کی نوک پر) گرا، یا پکی اینٹ کی کور (کنارہ) پر گرا ان سب کے بعد پھر زمین پر گرا اور مرگیا تو نہ کھایا جائے کہ ہوسکتا ہے اُن چیزوں پر گرنے کی وجہ سے مرا ہو۔(35)

مسئلہ ۳۵: مرغابی کو تیر مارا وہ پانی میں گری اور مرگئی اگر اس کا زخم پانی میں ڈوب گیا ہے تو نہ کھائی جائے اور نہیں

---

(30) الدرالمختار، کتاب الصید، ج۱۰، ص۶۵، ۶۸۔

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصید، الباب الرابع فی بیان شرائط الصید، ج۵، ص۴۲۴۔

(32) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصید، الباب الرابع فی بیان شرائط الصید، ج۵، ص۴۲۴۔

(33) المرجع السابق۔

(34) المرجع السابق، ص۴۲۶، ۴۲۷۔

(35) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصید، الباب الرابع فی بیان شرائط الصید، ج۵، ص۴۲۷۔

ڈوبا ہے تو کھائی جائے۔(36)

مسئلہ ۳۶: پانی وغیرہ میں گرنے سے مرنا یہ اُس وقت معتبر ہے جبکہ شکار کو ایسا زخم پہنچا ہے کہ ہوسکتا تھا ابھی نہ مرتا تو کہا جاسکتا ہے کہ شاید اس وجہ سے مرا ہو اور اگر کاری زخم (گہرا زخم) لگا ہے کہ بچنے کی اُمید ہی نہیں ہے اُس میں زندگی کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا مذبوح میں ہوتا ہے تو اس کا کھانا جائز ہے مثلاً سر جدا ہو گیا اور ابھی زندہ ہے اور پانی میں گرا اور مرا اس صورت میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ پانی میں گرنے سے مرا۔(37)

مسئلہ ۳۷: شکار اگر زمین کے سوا کسی اور چیز پر گر کر مرا اگر وہ چیز مسطح ہے (یعنی ہموار ہے) مثلاً چھت یا پہاڑ پر گر کر مر گیا تو حلال ہے کہ اُس پر گرنا ویسا ہی ہے جیسے زمین پر گرنا اور اگر مسطح چیز پر نہ ہو مثلاً نیزہ پر یا اینٹ کی کور پر (اینٹ کے کنارے پر) یا لاٹھی کی نوک پر تو حرام ہے۔(38)

مسئلہ ۳۸: غلیل سے شکار کیا اور جانور مر گیا تو کھایا نہ جائے اگرچہ جانور مجروح (زخمی) ہو گیا ہو کہ غلیلہ کاٹتا نہیں بلکہ توڑتا ہے یہ موقوذہ ہے جس طرح تیر مارا اور اس کی نوک نہیں لگی بلکہ پٹ ہو کر (یعنی چوڑائی میں) شکار پر لگا اور مر گیا جس کی حدیث میں حرمت مذکور ہے۔(39)

مسئلہ ۳۹: بندوق کا شکار مر جائے یہ بھی حرام ہے کہ گولی یا چھرا بھی آلہ جارحہ نہیں (یعنی دھاردار آلے کی طرح کاٹ کر زخمی نہیں کرتا) بلکہ اپنی قوت مدافعت کی وجہ سے توڑا کرتا ہے۔(40)

مسئلہ ۴۰: دھار دار پتھر سے مارا اگر پتھر بھاری ہے تو کھایا نہ جائے کیونکہ اس میں اگر یہ احتمال ہے کہ زخمی کرنے سے مرا تو یہ احتمال بھی ہے کہ پتھر کے بوجھ سے مرا ہو اور اگر وہ ہلکا ہے تو کھایا جائے کہ یہاں مرنا جراحت کی وجہ سے ہے۔(41)

مسئلہ ۴۱: لاٹھی یا لکڑی سے شکار کو مار ڈالا تو کھایا نہ جائے کہ یہ آلہ جارحہ نہیں بلکہ اس کی چوٹ سے مرتا ہے اس باب میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جانور کا مرنا اگر جراحت سے ہونا (یعنی کٹے ہوئے زخم سے مرنا) یقیناً معلوم ہو تو حلال ہے

---

(36) الدرالمختار، کتاب الصید، ج۱۰،ص۰۷۔

(37) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصید، الباب الرابع فی بیان شرائط الصید، ج۵،ص۴۲۷۔

(38) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصید، الباب الرابع فی بیان شرائط الصید، ج۵،ص۴۲۷۔

(39) الھدایۃ، کتاب الصید، فصل فی الرمی، ج۲،ص۴۰۸۔

(40) ردالمحتار، کتاب الصید، ج۱۰،ص۶۹۔

(41) الھدایۃ، کتاب الصید، فصل فی الرمی، ج۲،ص۴۰۸۔

اور اگر ثقل (بوجھ کی وجہ سے) اور دَبنے سے (کسی چیز کے نیچے دبنے کی وجہ سے) ہو تو حرام ہے اور اگر شک ہے کہ جراحت سے ہے یا نہیں تو احتیاطاً یہاں بھی حرمت ہی کا حکم دیا جائے گا۔(42)

مسئلہ ۴۲: چھری یا تلوار سے مارا اگر اس کی دھار سے زخمی ہو کر مر گیا تو حلال ہے اور اگر الٹی طرف سے لگی یا تلوار کا قبضہ یا چھری کا دستہ لگا تو حرام ہے۔(43)

مسئلہ ۴۳: شکار کو مارا اُس کا کوئی عضو کٹ کر جدا ہو گیا تو شکار کھایا جائے اور وہ عضو نہ کھایا جائے جب کہ اُس عضو کے کٹ جانے سے جانور کا زندہ رہنا ممکن ہو اور اگر ناممکن ہو تو وہ عضو بھی کھایا جا سکتا ہے اور اگر جانور کو مارا اُس کے دو ٹکڑے ہو گئے اور دونوں برابر نہیں دونوں کھائے جائیں اور ایک ٹکڑا ایک تہائی ہے دوسرا دو تہائی اور یہ بڑا ٹکڑا دُم کی جانب کا ہے جب بھی دونوں کھائے جائیں اور اگر بڑا ٹکڑا سر کی طرف کا ہے تو صرف یہ بڑا ٹکڑا کھایا جائے دوسرا نہ کھایا جائے، اور اگر سر آدھا یا آدھے سے زیادہ کٹ کر جدا ہو گیا تو یہ ٹکڑا بھی کھایا جا سکتا ہے۔(44)

مسئلہ ۴۴: شکار کا ہاتھ یا پاؤں کٹ گیا مگر جدا نہ ہوا اگر اتنا کٹا ہے کہ جڑ جانا ممکن ہے اور وہ شکار مر گیا تو یہ ٹکڑا بھی کھایا جا سکتا ہے اور اگر جڑنا ناممکن ہے کہ پورا کٹ گیا ہے صرف چمڑا ہی باقی رہ گیا ہے تو شکار کھایا جائے، یہ کٹا ہوا ہاتھ یا پاؤں نہ کھایا جائے۔(45)

مسئلہ ۴۵: ایک شخص نے شکار کو تیر مارا اور لگا مگر ایسا نہیں لگا ہے کہ بھاگ نہ سکے بلکہ بھاگ سکتا ہے اور پکڑنے میں نہیں آسکتا اُس کے بعد دوسرے شخص نے تیر مار دیا اور وہ مر گیا یہ کھایا جائے گا اور دوسرے کی مِلک ہوگا اور اگر پہلے نے کاری زخم لگایا ہے کہ بھاگ نہیں سکتا پھر دوسرے نے تیر مارا اور مر گیا تو پہلے شخص کی مِلک ہے اور کھایا نہ جائے کیونکہ اس کو ذبح کر سکتے تھے ایسے کو تیر مار کر ہلاک کرنے سے جانور حرام ہو جاتا ہے یعنی یہ حکم اُس وقت ہے کہ پہلے کے تیر مارنے کے بعد اس میں اتنی جان تھی کہ ذبح اختیاری ہو سکے اور اگر اتنی ہی جان باقی تھی جتنی مذبوح میں ہوتی ہے تو دوسرے کے تیر مارنے سے حرام نہیں ہوا، اور دوسرے کے مارنے سے تین صورت میں شکار حرام ہو گیا یہ دوسرا شخص پہلے شخص کو اس زخم خوردہ (زخمی) جانور کی قیمت تاوان دے کہ اس کی مِلک کو ضائع کیا ہے اور اگر یہ معلوم ہے کہ جانور کی

---

(42) الهداية، كتاب الصيد، فصل في الرمي، ج۲، ص۴۰۸۔

(43) الهداية، كتاب الصيد، فصل في الرمي، ج۲، ص۴۰۹۔

(44) الهداية، كتاب الصيد، فصل في الرمي، ج۲، ص۴۰۹۔

والعناية على فتح القدير، كتاب الصيد، فصل في الرمي، ج۹، ص۶۱۔

(45) الهداية، كتاب الصيد، فصل في الرمي، ج۲، ص۴۰۹، ۴۱۰۔

موت دونوں زخموں سے ہوئی یا معلوم نہ ہو دوسرا شخص جانور کے زخمی کرنے کا تاوان دے پھر جس جانور کو دو زخم لگے ہیں اُس کے نصف قیمت کا جو ہو وہ تاوان دے پھر گوشت کی نصف قیمت تاوان دے یعنی اس صورت میں یہ تاوان دینے ہوں گے۔(46)

مسئلہ ۴۶: شکار کو تیر مارا پھر اس شخص نے دوسرا تیر مارا اور مر گیا اس جانور کے حلال یا حرام ہونے میں وہی حکم ہے جو دوسرے شخص کے تیر مارنے کی صورت میں ہے یہاں ضمان کی صورت نہیں ہے کہ دونوں تیر خود اسی نے مارے ہیں۔(47)

مسئلہ ۴۷: پہاڑ کی چوٹی پر شکار مارا اور وہ پورا گھائل ہو گیا ہے (شدید زخمی ہو گیا ہے) کہ بھاگ نہیں سکتا اس نے پھر دوسرا تیر مار کر اتارا یعنی دوسرا تیر لگنے سے مر گیا اور گرا تو حلال نہیں۔(48)

مسئلہ ۴۸: پرند کو رات میں پکڑنا مباح ہے مگر بہتر یہ ہے کہ رات کو نہ پکڑے۔(49)

مسئلہ ۴۹: باز اور شکرے وغیرہ کو زندہ پرند پر سکھانا ممنوع ہے کہ اُس پرند کو ایذا دینا ہے(50) بلکہ ذبح کیے ہوئے جانور پر سکھائے۔(51)

مسئلہ ۵۰: معلّم باز نے کسی جانور کو پکڑا اور مار ڈالا اور یہ معلوم نہیں کہ کسی نے چھوڑا ہے یا نہیں ایسی حالت میں جانور حلال نہیں کہ شک سے حلت ثابت نہیں ہوتی اور اگر معلوم ہے کہ فلاں نے چھوڑا ہے تو پرایا مال (غیر کا مال) ہے بغیر اجازت مالک اس کا لینا حلال نہیں۔(52)

مسئلہ ۵۱: کسی دوسرے شخص کا معلم کتّا یا باز مار ڈالا یا کسی کی بلی مار ڈالی اُس کی قیمت کا تاوان دینا ہوگا اسی طرح دوسرے کی ہر وہ چیز جس کی بیع جائز ہے تلف (ضائع) کر دینے سے تاوان دینا ہوگا۔(53)

---

(46) الھدایۃ، کتاب الصید، فصل فی الرمي، ج۲، ص۴۱۰.

(47) الھدایۃ، کتاب الصید، فصل فی الرمي، ج۲، ص۴۱۱.

والعنایۃ علی فتح القدیر، کتاب الصید، فصل فی الرمي، ج۹، ص۶۳.

(48) الھدایۃ، کتاب الصید، فصل فی الرمي، ج۲، ص۴۱۱.

(49) الدرالمختار، کتاب الصید، ج۱۰، ص۷۴.

(50) المرجع السابق.

(51) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصید، الباب السابع فی المتفرقات، ج۵، ص۴۳۱.

(52) الدرالمختار، کتاب الصید، ج۱۰، ص۷۶.

(53) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصید، الباب السابع فی المتفرقات، ج۵، ص۴۳۱.

مسئلہ ۵۲: معلم کتے کا ہبہ اور وصیت جائز ہے۔(54)

مسئلہ ۵۳: بعض جگہ رؤسا اور زمیندار اپنے علاقہ میں دوسرے لوگوں کے لیے شکار کرنے کی ممانعت کر دیتے ہیں ان کا مقصد ان جنگلوں میں خود شکار کھیلنا ہوتا ہے کہ دوسرے جب نہیں کھیلیں گے تو بافراط (کثرت سے) شکار ملے گا ایسی جگہ اگر کسی نے شکار کیا تو یہی مالک ہو گیا اُن کی ممانعت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں کہ شکار اُن کی مِلک نہیں کہ منع کرنے سے ممنوع ہو جائے بلکہ جو پکڑے اُسی کی مِلک ہے۔(55)

مسئلہ ۵۴: بہت جگہ زمیندار تالابوں سے مچھلیاں نہیں مارنے دیتے اور جو مارتا ہے چھین لیتے ہیں یہ ان کا فعل ناجائز و حرام ہے جو مارے اُسی کی ہیں اور چھپ کر مارنا چوری میں داخل نہیں اگرچہ بعض لوگ اسے چوری کہتے ہیں کہ مال مباح میں چوری کیسی۔

مسئلہ ۵۵: بعض لوگ مچھلیوں کے شکار میں زندہ مچھلی یا زندہ مینڈک کی کانٹے میں پرو دیتے ہیں اور اُس سے بڑی مچھلی پھنساتے ہیں ایسا کرنا منع ہے کہ اُس جانور کو ایذا دینا ہے اسی طرح زندہ گھینسا (کیچوا) کانٹے میں پرو کر شکار کرتے ہیں یہ بھی منع ہے۔

❁❁❁❁❁

---

(54) المرجع السابق.

(55) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصید، الباب السابع فی المتفرقات، ج۵، ص۴۳۱.

رَہْن کا بیان

رہن کا جواز کتاب وسنت سے ثابت اور اس کے جائز ہونے پر اجماع منعقد۔
قرآن مجید میں ارشاد ہوا:
﴿وَاِنْ کُنْتُمْ عَلٰی سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا کَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ﴾(1)
اور اگر تم سفر میں ہو (اور لین دین کرو) اور کاتب نہ پاؤ (کہ وہ دستاویز لکھے) تو گروی رکھنا ہے جس پر قبضہ ہو جائے۔
اس آیت میں سفر میں گروی رکھنے کا ذکر ہے مگر حدیثوں سے ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ میں اپنی زرہ گرو (رہن) رکھی تھی۔

❁❁❁❁❁

(1) پ۳، البقرۃ: ۲۸۳.

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یعنی کوئی چیز دائن کے قبضہ میں گروی کے طور پر دے دو۔ مسئلہ: یہ مستحب ہے اور حالتِ سفر میں رہن آیت سے ثابت ہوا اور غیر سفر کی حالت میں حدیث سے ثابت ہے چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں اپنی زرہ مبارک یہودی کے پاس گروی رکھ کر بیس صاع جَو لئے مسئلہ اس آیت سے رہن کا جواز اور قبضہ کا شرط ہونا ثابت ہوتا ہے۔

احادیث

حدیث ۱: صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے ایک یہودی سے غلّہ اُدھار خریدا تھا اور لوہے کی زرہ اس کے پاس رہن رکھی تھی۔(1)

حدیث ۲: صحیح بخاری میں انہیں سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کی جب وفات ہوئی اس وقت حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس ۳۰ صاع جَو کے مقابل میں گروی تھی۔(2)

---

(1) صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ... إلخ، باب الرھن... إلخ، الحدیث: ۱۲۵۔(۱۶۰۳)، ص۸۶۶۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔اس یہودی کا نام ابوشحم تھا،قبیلہ بنی ظفر سے تھا یا تو اس وقت صرف اسی کے پاس فالتو جَو تھے،کسی صحابی کے پاس ضرورت سے زائد نہ تھے یا حضرات صحابہ حضور انور سے گروی لینے پر ہرگز تیار نہ تھے اور گروی رکھنا ضروری تھا تاکہ آیندہ اس گروی کے مسائل لوگوں کو معلوم ہوسکیں اسی لیے یہودی سے قرض لیا اور اسے گروی دیا،حضور انور نے ابوشحم سے کچھ ادھار لیے تھے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔

۲۔اس واقعہ سے بہت سے احکام شرعیہ معلوم ہوئے:کفار سے خرید وفروخت اور قرض کا لین دین جائز ہے اگرچہ ان کی آمدنی خالص حلال نہیں،وہ شراب وسور کی بھی تجارت کرتے ہیں،سود کا کاروبار بھی کرتے ہیں،ہر مخلوط آمدنی والے کا یہ ہی حکم ہے،حضور انور نے دنیا میں زہد وقناعت اختیار کی جنگی سامان کفار کے ہاں گروی رکھنا درست ہے اگرچہ بحالت جنگ ان کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا ممنوع ہے،ذمی کفار اپنے مال واسباب کے شرعی مالک ہیں۔رہن گھر میں بھی درست ہے،قرآن کریم میں رہن رکھنے کے لئے جو سفر کی قید ہے کہ "وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ" الخ یہ قید اتفاقی ہے احترازی نہیں۔خیال رہے کہ کفار کے ہاتھ قرآن شریف یا مسلمان غلام فروخت کرنا ممنوع ہے،دین میں میعاد ادا مقرر ہونی چاہیے تاکہ جھگڑا نہ پڑے۔(مرقات)(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،ج۴،ص۲۸۶)

(2) صحیح البخاري، کتاب الجھاد والسیر، باب ما قیل في درع النبي صلی اللہ علیہ وسلم... إلخ، الحدیث: ۲۹۱۶، ج۲، ص۲۸۶۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔یا تو یہ وہ ہی واقعہ ہے جو ابھی مذکور ہوا یا یہ دوسرا واقعہ ہے،یہ زرہ حضرت ابوبکر صدیق نے چھوڑائی اور حضرت علی کو مرحمت فرما دی۔(مرقات)اور حضور انور کے تمام وعدے وقرض حضرت صدیق اکبر نے ادا کیے۔وہ جو روایت میں آتا ہے کہ مقروض میت کی روح ادائے قرض سے پہلے پھنسی رہتی ہے۔یہ اس صورت میں ہے کہ میت نے بلاضرورت قرض لیا ہو یا ناجائز کام کے لیے یا اس کی نیت ادا کی نہ ہو لہذا اس حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ایک صاع ساڑھے چار سیر کا ہوتا ہے تو کل ۱۳۵ سیر جو ہوئے یعنی تین من پندرہ سیر۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،ج۴،ص۲۸۷)

حدیث ۳: صحیح بخاری میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جَو کے مقابل میں اپنی زرہ گرو رکھ دی تھی۔(3)

حدیث ۴: امام بخاری ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانور جب مرہون (گروی رکھا ہوا) ہو تو اس پر خرچ کے عوض سوار ہو سکتے ہیں اور دودھ والے جانور کا دودھ بھی نفقہ کے عوض میں پیا جائے گا، اور سوار ہونے اور دودھ پینے کا خرچہ سوار ہونے والے اور پینے والے پر ہے۔(4)

حدیث ۵: ابن ماجہ ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رہن بند نہیں کیا جائے گا(5) (یعنی مرتہن (رہن رکھنے والے) اُس کو اپنا کر لے یہ نہیں ہو سکتا)۔

حدیث ۶: امام شافعی اور حاکم نے مستدرک اور بیہقی نے ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رہن مغلق (یعنی مرتہن (رہن رکھنے والے) اپنا کر لے) نہیں ہوتا، جس نے رہن

---

(3) صحیح البخاري، کتاب الرھن، باب في الرھن في الحضر، الحدیث: ۲۵۰۸، ج ۲، ص ۱۴۷.

(4) صحیح البخاري، کتاب الرھن، باب الرھن مرکوب ومحلوب، الحدیث: ۲۵۱۲، ج ۲، ص ۱۴۸.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ جمہور علماء کے نزدیک اس حدیث کے معنے یہ ہیں کہ مالک یعنی مقروض اپنی گروی چیز کا خرچہ برداشت کرے اور اس سے نفع حاصل کر سکتا ہے لہٰذا اگر وی بھینس یا گھوڑے کا خرچ مالک یعنی مقروض دے گا اور دودھ یا سواری کا حق بھی مقروض ہی کو ہوگا، اس صورت میں حدیث ظاہر ہے۔ اگر یہ مطلب ہو کہ قرض خواہ گروی پر خرچ کرے اور اس کے دودھ سواری سے فائدہ اٹھائے تو احادیث ربٰو سے یہ حدیث منسوخ ہے کہ جو قرض نفع کا ذریعہ ہو وہ حرام ہے، امام احمد و اسحاق اس حدیث کی بنا پر فرماتے ہیں کہ قرض خواہ رہن سے نفع بھی اٹھائے اس پر خرچ بھی کرے وہ بھی صرف سواری دودھ کی اجازت دیتے ہیں، باقی منافع حاصل کرنا ان کے ہاں بھی حرام ہے مگر ان کا یہ قول ضعیف بھی ہے اور جمہور علماء و احادیث ربٰو کے مخالف بھی کیونکہ ان کے ہاں بھی اگر مرہون غلام قرض خواہ کے قبضہ میں فوت ہو جائے تو اس کا کفن دفن مالک پر ہے نہ کہ قرض خواہ پر۔

۲۔ اگر مقروض اس گروی کا دودھ وغیرہ استعمال کرے تو خرچہ اس کے ذمہ اور اگر قرض خواہ اس کی یہ چیزیں نہ دے تو رہن کی آمدنی سے اس کے یہ خرچ پورے کیے جائیں۔ اگر آمدنی بچ رہے تو وہ قرض خواہ کے پاس امانت ہے جو ادائے قرض کے وقت دی جائے اور اگر خرچ بڑھ جائے تو قرض میں شمار ہوگا، جب مقروض قرض اور یہ خرچ ادا کرے گا تب اپنی چیز واپس لے گا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۴۸۸)

(5) سنن ابن ماجۃ، کتاب الرھون، باب لا یغلق الرھن، الحدیث: ۲۴۴۱، ج ۳، ص ۱۶۱.

رکھا ہے اس کے لیے رہن کا فائدہ اور اُسی پر اُس کا نقصان ہے۔(6)

❀❀❀❀❀

(6) السنن الکبریٰ للبیهقي، کتاب الرھن... إلخ، باب ماجاءفي زيادات الرھن، الحدیث:۱۱۲۱۰،۱۱۲۱۱،ج۶،ص۶۵.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱ـ لا یغلق باب افعال کا مضارع معروف ہے، پہلا رہن مصدر ہے دوسرا بمعنی مرہون یعنی کسی چیز کا گروی رکھ دینا مرہون چیز کو مالک مقروض سے روکتا نہیں بلکہ اس راہن کو اس مرہون کے استعمال کا حق ہے۔

۲ـ یعنی گروی چیز کے منافعے مالک کے ہوں گے اور اس کے تمام مصارف مالک ہی پر ہوں گے وہ رہن قرض خواہ کے پاس بطور امانت مقبوض رہے گا، یہ حدیث گزشتہ حدیث کی شرح ہے کہ مالک راہن مرہون کے نفعے حاصل کرے گا اور اس پر ہی اس کے خرچے ہوں گے۔ مرتہن یعنی قرض خواہ کو نفع لینے کا حق ہے نہ اس پر خرچ، یہ ہی جمہور علماء اسلام کا مذہب ہے اور یہ حدیث ان کی مؤید ہے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رہن پر قرض خواہ کا قبضہ تو ضروری ہے مگر قبضہ کا دوام ضروری نہیں، مالک کچھ دیر کے لیے قرض خواہ سے مرہون لے سکتا ہے کہ بغیر ملے اس سے نفع کیسے اٹھائے گا۔

۳ـ راوی معروف ہے اور اس کے فاعل امام شافعی ہیں، ہوسکتا ہے کہ مجہول ہو اور مثلہ نائب فاعل۔ مطلب یہ ہے کہ مصابیح میں تو مرسل مروی ہے اور امام شافعی نے متصل اسناد سے بھی روایت فرمائی عن سعید ابن مسیب عن ابی هريرة۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۴،ص۲۸۹)

مسائل فقہیّہ

لغت میں رہن کے معنی روکنا ہیں اس کا سبب کچھ بھی ہو اور اصطلاح شرع میں دوسرے کے مال کو اپنے حق میں اس لئے روکنا کہ اس کے ذریعہ سے اپنے حق کو کلاً یا جزءً وصول کرنا ممکن ہو مثلاً کسی کے ذمہ اس کا دَین (قرض) ہے اس مدیون (مقروض) (مقروض) نے اپنی کوئی چیز دائن (قرض دینے والا) کے پاس اس لئے رکھ دی ہے کہ اُس کو اپنے دَین کی وصول پانے کے لئے ذریعہ بنے، رہن کو اُردو زبان میں گروی رکھنا بولتے ہیں، کبھی اُس چیز کو بھی رہن کہتے ہیں جو رکھی گئی ہے اس کا دوسرا نام مرہون ہے، چیز کے رکھنے والے کو راہن (رہن رکھوانے والے) اور جس کے پاس رکھی گئی اُس کو مرتہن (رہن رکھنے والے) کہتے ہیں، عقدِ رہن بالاجماع جائز ہے، قرآن مجید اور حدیث شریف سے اس کا جواز ثابت ہے، رہن میں خوبی یہ ہے کہ دائن و مدیون (مقروض) دونوں کا اس میں بھلا ہے کہ بعض مرتبہ بغیر رہن رکھے کوئی دیتا نہیں مدیون (مقروض) کا بھلا یوں ہوا کہ دَین مل گیا اور دائن کا بھلا ظاہر ہے کہ اُس کو اطمینان ہوتا ہے کہ اب میرا روپیہ مارا نہ جائے گا۔ (1)

مسئلہ ۱: رہن جس حق کے مقابلہ میں رکھا جاتا ہے وہ دَین (یعنی واجب فی الذمہ) ہو عین کے مقابل (یعنی ثمن وقرض کے علاوہ کسی چیز کے بدلے میں) رہن رکھنا صحیح نہیں، ظاہراً و باطناً دونوں طرح واجب ہو جیسے مبیع کا ثمن اور قرض یا ظاہراً واجب ہو جیسے غلام کو بیچا اور وہ حقیقت میں آزاد تھا یا سرکہ بیچا اور وہ شراب تھا اور ان کے ثمن کے مقابل میں کوئی چیز رہن رکھی، یہ ثمن بظاہر واجب ہے مگر واقع میں نہ بیع ہے نہ ثمن، اگر حقیقۃً دَین نہ ہو حکماً دَین ہو تو اس کے مقابل میں

(1) الھدایۃ، کتاب الرھن، ج۲، ص۴۱۲.

والعنایۃ علی فتح القدیر، کتاب الرھن، ج۹، ص۶۴، ۶۵.

حکیم الامت کے مدنی پھول

رہن کے معنی ہیں حبس یعنی قید کرنا، روکنا، شریعت میں گروی کو رہن کہتے ہیں۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کے حق کی وجہ سے اپنی کوئی چیز حقدار کے پاس رکھ دی جائے کہ جب یہ شخص حق دار کا حق ادا کردے، اپنی چیز لے لے، رہن کا ثبوت قرآن شریف سے بھی ہے حدیث شریف سے بھی۔ چنانچہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: "فَرِھٰنٌ مَّقْبُوْضَۃٌ" اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے کچھ قرض لیا اور اپنی زرہ اس کے پاس گروی رکھی حتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت وہ زرہ گروی ہی تھی جو جناب صدیق اکبر نے چھوڑائی۔

(اشعہ ولمعات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۴، ص۴۸۵)

بھی رہن صحیح ہے جیسے اعیان مضمونہ بنفسہا یعنی جہاں مثل یا قیمت سے تاوان دینا پڑے جیسے مغصوب شے (غصب کی ہوئی چیز) کہ غاصب (غصب کرنے والا) پر واجب یہ ہے کہ جو چیز غصب کی ہے بعینہٖ وہی چیز مالک کو دے اور وہ نہ ہو تو مثل یا قیمت تاوان دے، جہاں ضمان واجب نہ ہو جیسے ودیعت اور امانت کی دوسری صورتیں ان میں رہن درست نہیں اسی طرح اعیان مضمونہ بغیر ہا کے مقابل میں بھی رہن صحیح نہیں جیسے مبیع کہ جب تک یہ بائع کے قبضہ میں ہے اگر ہلاک ہوگئی تو اس کے مقابل میں مشتری (خریدار) سے بائع کا ثمن ساقط ہو جائے گا، مشتری (خریدار) کے پاس بائع کوئی چیز رہن رکھے، صحیح نہیں۔(2)

مسئلہ ۲: عقد رہن ایجاب وقبول سے منعقد ہوتا ہے مثلاً مدیون (مقروض) نے کہا کہ تمہارا جو کچھ میرے ذمہ ہے اُس کے مقابلہ میں یہ چیز تمہارے پاس رہن رکھی یا یہ کہے اس چیز کو رہن رکھ لو دوسرا کہے میں نے قبول کیا، بغیر ایجاب وقبول کے الفاظ بولنے کے بھی بطورِ تعاطی رہن ہوسکتا ہے جس طرح بیع تعاطی سے ہو جاتی ہے۔(3)

مسئلہ ۳: لفظ رہن بولنا ضروری نہیں بلکہ کوئی دوسرا لفظ جس سے معنی رہن سمجھے جاتے ہوں تو رہن ہو گیا مثلاً ایک روپیہ کی کوئی چیز خریدی اور بائع کو اپنا کپڑا یا کوئی چیز دے دی اور کہہ دیا کہ اسے رکھے رہو جب تک میں دام نہ دے دوں یہ رہن ہو گیا یونہی ایک شخص پر دَین ہے اُس نے دائن کو اپنا کپڑا دے کر کہا کہ اسے رکھے رہو جب تک دَین ادا نہ کر دوں یہ رہن بھی صحیح ہے۔(4)

مسئلہ ۴: ایجاب وقبول سے عقد رہن ہو جاتا ہے مگر لازم نہیں ہوتا جب تک مرتہن (رہن رکھنے والے) شے مرہون (گروی رکھی ہوئی چیز) پر قبضہ نہ کرلے لہٰذا قبضہ سے پہلے راہن (رہن رکھوانے والے) کو اختیار رہتا ہے کہ چیز دے یا نہ دے اور جب مرتہن (رہن رکھنے والے) نے قبضہ کرلیا تو پکا معاملہ ہوگیا اب راہن (رہن رکھوانے والے) کو بغیر اُس کا حق ادا کئے چیز واپس لینے کا حق نہیں رہتا۔(5) مگر عنایہ میں فرمایا کہ یہ عامہ کتب کے مخالف ہے، امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تصریح یہ ہے کہ بغیر قبضہ رہن جائز ہی نہیں، امام حاکم شہید نے کافی میں اور امام جعفر طحاوی وامام کرخی نے اپنے اپنے مختصر میں اسی کی تصریح کی (6) اور درمختار میں مجتبےٰ سے ہے کہ قبضہ شرط جواز ہے نہ کہ شرط

(2) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۸۰.

(3) الھدایۃ، کتاب الرھن، ج۲، ص۴۱۲.

وردالمحتار، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۸۱.

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرھن، الباب الاول فی تفسیرہ ورکنہ... الخ، الفصل الاول، ج۵، ص۴۳۲.

(5) الھدایۃ، کتاب الرھن، ج۲، ص۴۱۲.

(6) العنایۃ علی فتح القدیر، کتاب الرھن، ج۹، ص۶۶.

لزوم۔(7)

مسئلہ ۵: قبضہ کے لئے اجازتِ راہن (رہن رکھوانے والے) ضروری ہے، صراحۃً قبضہ کی اجازت دے یا دلالۃً دونوں صورتوں میں قبضہ ہوجائے گا، اُسی مجلس میں قبضہ ہو جس میں ایجاب وقبول ہوا ہے یا بعد میں خود قبضہ کرے یا اُس کا نائب قبضہ کرے سب صحیح ہے۔(8)

مسئلہ ۶: مرہون شے پر قبضہ اس طرح ہو کہ وہ اکھٹی ہو متفرق نہ ہو مثلاً درخت پر پھل ہیں یا کھیت میں زراعت ہے صرف پھلوں یا زراعت کو رہن رکھا درخت اور کھیت کو نہیں رکھا یہ قبضہ صحیح نہیں اور یہ بھی ضرور ہے کہ مرہون شے حق راہن (رہن رکھوانے والے) کے ساتھ مشغول نہ ہو مثلاً درخت پر پھل ہیں اور صرف درخت کو رہن رکھا اور یہ بھی ضرور ہے کہ متمیز ہو یعنی مشاع نہ ہو۔(9)

مسئلہ ۷: ایسی چیز رہن رکھی جو دوسری چیز کے ساتھ متصل ہے مثلاً درخت میں پھل لگے ہیں صرف پھلوں کو رہن رکھا اور مرتہن (رہن رکھنے والے) نے جدا کر کے مثلاً پھلوں کو توڑ کر قبضہ کر لیا اگر یہ قبضہ بغیر اجازت راہن (رہن رکھوانے والے) ہے تو ناجائز ہے خواہ اسی مجلس میں قبضہ کیا ہو یا بعد میں اور اگر اجازت راہن (رہن رکھوانے والے) سے ہے تو جائز ہے۔(10)

مسئلہ ۸: مرہون و مرتہن (رہن رکھنے والے) کے درمیان راہن (رہن رکھوانے والے) نے تخلیہ کر دیا۔(یعنی شے مرہون سے اپنا قبضہ ہٹا دیا) کہ مرتہن (رہن رکھنے والے) اگر قبضہ کرنا چاہے کر سکتا ہے یہ بھی قبضہ ہی کے حکم میں ہے جس طرح بیع میں بائع نے مبیع اور مشتری (خریدار) کے درمیان تخلیہ کر دیا قبضہ ہی کے حکم میں ہے۔(11)

مسئلہ ۹: رہن کے شرائط حسبِ ذیل ہیں:

(۱) راہن (رہن رکھوانے والے) و مرتہن (رہن رکھنے والے) عاقل ہوں یعنی ناسمجھ بچہ اور مجنون کا رہن رکھنا صحیح نہیں، بلوغ اس کے لئے شرط نہیں نابالغ بچہ جو عاقل ہو اس کا رہن رکھنا صحیح ہے۔

(۲) رہن کسی شرط پر معلق نہ ہو نہ اس کی اضافت وقت کی طرف ہو۔

---

(7) الدرالمختار، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۸۲۔

(8) ردالمحتار، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۸۱۔

(9) الدرالمختار، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۸۲۔

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرھن، الباب الاول فی تفسیرہ ورکنہ...إلخ، الفصل الاول، ج۵، ص۴۳۳۔

(11) الھدایۃ، کتاب الرھن، ج۲، ص۴۱۲۔

(۳) جس چیز کو رہن رکھا وہ قابل بیع ہو یعنی وقت عقد موجود ہو مال مطلق، متقوم، (یعنی شرعاً قابل قیمت ہو) مملوک، (ملکیت میں ہو) معلوم، مقدور التسلیم ہو (یعنی سپرد کرنے پر قادر ہو) لہٰذا جو چیز وقت عقد موجود ہی نہ ہو یا اس کے وجود و عدم (یعنی چیز کے ہونے یا نہ ہونے) دونوں کا احتمال ہو، اس کا رہن جائز نہیں مثلاً درخت میں جو پھل اس سال آئیں گے یا بکریوں کے اس سال جو بچے پیدا ہوں گے یا اُس کے پیٹ میں جو بچہ ہے ان سب کا رہن نہیں ہوسکتا مردار اور خون کو رہن نہیں رکھ سکتے کہ یہ مال نہیں حرم واحرام کے شکار بھی مردار ہیں مال نہیں، آزاد کو رہن نہیں رکھ سکتا کہ مال نہیں، مدبر و اُم ولد کا رہن جائز نہیں، دونوں راہن (رہن رکھوانے والے) و مرتہن (رہن رکھنے والے) میں اگر کوئی مسلم ہو تو شراب و خنزیر کو رہن نہیں رکھ سکتے، اموالِ مباحہ مثلاً شکار اور جنگل کی لکڑی اور گھاس چونکہ یہ مملوک نہیں ان کا رہن بھی ناجائز ہے۔(12)

مسئلہ ۱۰: مرہون چیز مرتہن (رہن رکھنے والے) کے ضمان میں ہوتی ہے یعنی مرہون کی مالیت اُس کے ضمان میں ہوتی ہے اور خود عین بطور امانت ہے اس کا فرق یوں ظاہر ہو گا کہ اگر مرہون کو مرتہن (رہن رکھنے والے) نے راہن (رہن رکھوانے والے) سے خرید لیا تو یہ قبضہ جو مرتہن (رہن رکھنے والے) کا ہے۔ قبضہ خریداری کے قائم مقام نہیں ہوگا۔ کہ یہ قبضہ امانت ہے اور مشتری (خریدار) کے لیے قبضہ ضمان درکار ہے اور خود وہ چیز امانت ہے۔ لہٰذا مرہون کا نفقہ راہن (رہن رکھوانے والے) کے ذمہ ہے مرتہن (رہن رکھنے والے) کے ذمہ نہیں اور غلام مرہون تھا وہ مر گیا تو کفن راہن (رہن رکھوانے والے) کے ذمہ ہے۔(13)

مسئلہ ۱۱: مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس اگر مرہون ہلاک ہو جائے تو دَین اور اس کی قیمت میں جو کم ہے اُس کے مقابلہ میں ہلاک ہوگا مثلاً سو روپے دَین ہیں اور مرہون کی قیمت دوسو ۲۰۰ ہے تو سو ۱۰۰ کے مقابل میں ہلاک ہوا یعنی اس کا دَین ساقط ہو گیا اور مرتہن (رہن رکھنے والے) راہن (رہن رکھوانے والے) کو کچھ نہیں دے گا اور اگر صورتِ مفروضہ (مثال کے طور پر بیان کی گئی صورت) میں مرہون کی قیمت پچاس روپے ہے تو دَین میں سے پچاس ساقط ہو گئے اور پچاس باقی ہیں اور اگر دونوں برابر ہیں تو نہ دینا ہے نہ لینا۔(14)

مسئلہ ۱۲: مرہون کی قیمت اس روز کی معتبر ہے جس دن رہن رکھا ہے یعنی جس دن مرتہن (رہن رکھنے والے) کا

---

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرھن، الباب الاول فی تفسیرہ ورکنہ...إلخ، الفصل الاول، ج۵، ص۴۳۲.

(13) الھدایۃ، کتاب الرھن، ج۲، ص۴۱۲.

والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۸۳.

(14) الدرالمختار، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۸۳.

قبضہ ہوا ہے جس دن ہلاک ہوا اُس دن کی قیمت کا اعتبار نہیں یعنی رہن رکھنے کے بعد چیز کی قیمت گھٹ بڑھ گئی (یعنی کم زیادہ ہوگئی) اس کا اعتبار نہیں مگر اگر دوسرے شخص نے مرہون کو ہلاک کر دیا تو اس سے تاوان میں وہ قیمت لی جائے گی جو ہلاک کرنے کے دن ہے اور یہ قیمت مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس اُس مرہون کی جگہ رہن ہے یعنی اب یہ مرہون ہے۔(15)

مسئلہ ۱۳: مرتہن (رہن رکھنے والے) نے رہن رکھتے وقت یہ شرط کرلی ہے کہ اگر چیز ہلاک ہوگئی تو میں ضامن نہیں، اس صورت میں وہ ضامن ہے اور یہ شرط باطل ہے۔(16)

مسئلہ ۱۴: دو چیزیں رہن رکھی ہیں ان میں سے ایک ہلاک ہوگئی اور ایک باقی ہے اور جو ہلاک ہوگئی اس تنہا کی قیمت دَین سے زائد ہے تو یہ نہیں ہوگا کہ دَین ساقط ہو جائے بلکہ دَین کو اُن دونوں کی قیمتوں پر تقسیم کیا جائے جو حصہ اس ہلاک شدہ کے مقابل آئے وہ ساقط اور جو باقی کے مقابل ہے وہ باقی ہے، یوہیں مکان رہن رکھا اور وہ گر گیا تو دَین کو عمارت و زمین کی قیمت پر تقسیم کیا جائے جو حصہ عمارت کے مقابل ہے ساقط اور جو زمین کے مقابل ہے باقی ہے یوہیں اگر دس روپے دَین کے ہیں چالیس روپے کی پوستین (چمڑے کا جبہ) رہن رکھ دی اس کو کیڑوں نے کھالیا اب اس کی قیمت دس روپے رہ گئی تو ڈھائی روپے دے کر راہن (رہن رکھوانے والے) چھوڑا لے گا کہ پوستین کی تین چوتھائیاں کم ہوگئیں لہٰذا دَین کی بھی تین چوتھائیاں یعنی ساڑھے سات روپے کم ہو گئے ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ خود چیز میں اگر نقصان ہو جائے تو اس کا دَین پر اثر پڑے گا اور نرخ کم ہونے کا کوئی اعتبار نہیں۔(17)

مسئلہ ۱۵: مرتہن (رہن رکھنے والے) نے اگر مرہون میں کوئی ایسا فعل کیا جس کی وجہ سے وہ چیز ہلاک ہوگئی یا اُس میں نقصان پیدا ہو گیا تو ضامن ہے یعنی اس کا تاوان دینا ہوگا، مثلاً ایک کپڑا بیس ۲۰ روپے کی قیمت کا دس ۱۰ روپے میں رہن رکھا مرتہن (رہن رکھنے والے) نے باجازت راہن (رہن رکھوانے والے) ایک مرتبہ اُسے پہنا اس کے پہننے سے چھ روپے قیمت گھٹ گئی (یعنی کم ہوگئی) اب وہ چودہ ۱۴ روپے کا ہو گیا اس کے بعد اس کو بغیر اجازت استعمال کیا اس استعمال سے چار روپے اور کم ہو گئے اب اس کی قیمت دس روپے ہوگئی اس کے بعد وہ کپڑا ضائع ہو گیا اس صورت میں مرتہن (رہن رکھنے والے) راہن (رہن رکھوانے والے) سے صرف ایک روپیہ وصول کرسکتا ہے اور نو روپے ساقط ہو گئے کیونکہ رہن کے دن جب اس کی قیمت بیس ۲۰ روپے تھی اور قرض کے دس ۱۰ ہی روپے تھے تو نصف

(15) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الرھن، ج۱۰، ص ۸۴۔

(16) ردالمحتار، کتاب الرھن، ج۱۰، ص ۸۳۔

(17) ردالمحتار، کتاب الرھن، ج۱۰، ص ۸۳۔

کا ضمان ہے اور نصف امانت ہے، پھر جب اس کو اجازت سے پہنا ہے تو چھ روپے کی جو کمی ہے اُس کا تاوان نہیں کہ یہ کمی باجازت مالک ہے مگر دوبارہ جو پہنا تو اس کی کمی کے چار روپے اس پر تاوان ہوئے گویا دس ۱۰ میں سے چار وصول ہو گئے چھ باقی ہیں پھر جس دن وہ کپڑا ضائع ہوا چونکہ دس ۱۰ کا تھا لہٰذا نصف قیمت کے پانچ روپے ہیں، امانت ہے اور نصف دوم کہ یہ بھی پانچ ہے اس کا ضمان ہے ہلاک ہونے سے نصف دوم بھی وصول سمجھو لہٰذا یہ پانچ اور چار پہلے کے کُل نو وصول ہو گئے، ایک باقی رہ گیا ہے وہ راہن (رہن رکھوانے والے) سے لے سکتا ہے۔(18)

مسئلہ ۱۶: ایک شخص کچھ دَین لینا چاہتا ہے بات چیت ہوگئی اور یہ بھی ٹھہر گیا کہ اس کے مقابلہ میں فلاں چیز رہن رکھوں گا چنانچہ اس چیز پر مرتہن (رہن رکھنے والے) کا قبضہ ہوگیا اور ابھی دَین دیا نہیں ہے اب فرض کرو کہ قرض دینے سے پہلے مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس وہ چیز ہلاک ہوگئی اس کی دو صورتیں ہیں اگر قرض کی کوئی مقدار نہیں بیان کی گئی ہے فقط اتنی بات ہوئی کہ تم سے کچھ روپے قرض لوں گا اس صورت میں وہ چیز مرتہن (رہن رکھنے والے) کے ضمان میں نہیں ہے ہلاک ہونے سے اُس کو کچھ دینا واجب نہیں، اور اگر قرض کی مقدار بیان کر دی ہے مثلاً سو ۱۰۰ روپے لوں گا اور یہ لو رکھو یہ رہن ہوگی اس صورت میں ضمان ہے اس کا وہی حکم ہے کہ سو روپے لے کر رکھ دیتا یعنی دَین اور اُس چیز کی قیمت دونوں میں جو کم ہے اس کے مقابل میں اس کو ہلاک ہونا سمجھا جائے گا مثلاً اس کی قیمت سو ۱۰۰ روپے یا زیادہ ہے تو مرتہن (رہن رکھنے والے) راہن (رہن رکھوانے والے) کو سو ۱۰۰ روپے دے اور سو ۱۰۰ سے کم ہے تو جو کچھ قیمت ہے وہ دے۔(19)

مسئلہ ۱۷: قرض دینے کا وعدہ کیا تھا اور قرض مانگنے والے نے قرض لینے سے پہلے کوئی چیز رہن رکھ دی اور مرتہن (رہن رکھنے والے) نے کچھ قرض دیا اور کچھ باقی ہے تو باقی کا جبراً اس سے مطالبہ نہیں ہوسکتا یہ حکم اُس وقت ہے کہ مرہون موجود ہو اور ہلاک ہوگیا تو اُس کا حکم وہ ہے جو پہلے بیان ہوا۔(20)

مسئلہ ۱۸: دائن نے مدیون (مقروض) سے اپنے دَین کے مقابل جب کوئی چیز رہن رکھوالی تو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اب وہ دَین کا مطالبہ ہی نہیں کرسکتا خاموش بیٹھا رہے بلکہ اب بھی مطالبہ کرسکتا ہے قاضی کے پاس دَین کا دعویٰ کرسکتا ہے اور قاضی کو اگر ثابت ہوجائے کہ مدیون (مقروض) (مقروض) ادائے دَین میں ڈھیل ڈال رہا ہے (قرض کی ادائیگی میں تاخیر کررہا ہے) تو اسے قید بھی کرسکتا ہے کہ ایسے کی یہی سزا ہے۔(21)

---

(18) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۸۵.

(19) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۸۴.

(20) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ ومالا یجوز، ج۱۰، ص۱۰۴.

(21) الھدایۃ، کتاب الرھن، ج۲، ص۴۱۴.

مسئلہ ۱۹: رہن فسخ ہونے کے بعد بھی مرتہن (رہن رکھنے والے) کو یہ اختیار ہے کہ جب تک اپنا مطالبہ وصول نہ کرلے یا معاف نہ کردے مرہون شے اپنے قبضہ میں رکھے راہن (رہن رکھوانے والے) کو واپس نہ دے یعنی محض زبان سے کہہ دینے سے کہ رہن فسخ کیا رہن فسخ نہیں ہوتا بلکہ باقی رہتا ہے جب تک مرہون کو واپس نہ کردے جب رہن فسخ نہیں ہوا تو اب بھی چیز کو روک سکتا ہے، ہاں دَین یا قبضہ دونوں میں ایک جاتا رہے مثلاً دَین وصول پایا، یا معاف کردیا کہ اب دَین باقی نہ رہا یا راہن (رہن رکھوانے والے) کے قبضہ میں دے دیا تو اب رہن جاتا رہے گا۔(22)

مسئلہ ۲۰: فسخ رہن کے بعد چیز مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس ہلاک ہوگئی اب بھی وہی احکام ہیں جو فسخ نہ ہونے کی صورت میں تھے کہ دَین اور قیمت مرہون میں جو کم ہے اس کے مقابل میں چیز ہلاک ہوگئی۔(23)

مسئلہ ۲۱: مرتہن (رہن رکھنے والے) نے اگر راہن (رہن رکھوانے والے) کو وہ چیز دے دی مگر بطورِ فسخ رہن نہیں بلکہ بطور عاریت (یعنی وقتی طور پر استعمال کے لیے دی) تو اب بھی رہن باقی ہے (24) یعنی اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے۔

مسئلہ ۲۲: مرہون شے جب تک مرتہن (رہن رکھنے والے) کے ہاتھ میں ہے راہن (رہن رکھوانے والے) اُسے بیع نہیں کرسکتا، مرتہن (رہن رکھنے والے) جب تک دَین وصول نہ کرلے اُس کو اختیار ہے کہ بیچنے نہ دے اور اگر مدیون (مقروض) نے کچھ دَین ادا کیا ہے کچھ باقی ہے اب بھی راہن (رہن رکھوانے والے) مرتہن (رہن رکھنے والے) سے چیز واپس نہیں لے سکتا جب تک کُل دَین ادا نہ کردے اور جب دَین بیباق کردیا (یعنی قرض کی مکمل ادائیگی کردی) تو مرتہن (رہن رکھنے والے) سے کہا جائے گا کہ رہن واپس دو کیونکہ اب اُسے روکنے کا حق باقی نہ رہا۔(25)

مسئلہ ۲۳: مدیون (مقروض) نے دَین ادا کردیا اور ابھی تک شے مرہون مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس ہے واپسی نہیں ہوئی ہے اور چیز ہلاک ہوگئی تو جو کچھ مدیون (مقروض) نے ادا کیا ہے مرتہن (رہن رکھنے والے) سے واپس لے گا، کیونکہ مرتہن (رہن رکھنے والے) کا وہ قبضہ اب بھی قبضہ ضمان ہے اور یہ ہلاک دَین کے مقابل میں متصور ہوگا لہٰذا واپس کرنا ہوگا۔(26) یہ اُس وقت ہے کہ مرہون کی قیمت دَین سے زائد یا دَین کے برابر ہے اگر دَین سے کم

---

(22) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۸۵۔

(23) الھدایۃ، کتاب الرھن، ج۲، ص۴۱۵

(24) العنایۃ علی فتح القدیر، کتاب الرھن، ج۹، ص۷۹۔

(25) الھدایۃ، کتاب الرھن، ج۲، ص۴۱۵۔

(26) المرجع السابق۔

ہے تو جتنا مرہون کی قیمت تھی اُتنا ہی واپس لے سکتا ہے۔

مسئلہ ۲۴: مرتہن (رہن رکھنے والے) نے راہن (رہن رکھوانے والے) سے دَین معاف کر دیا یا ہبہ کر دیا اور ابھی مرہون کو واپس نہیں دیا تھا اُسی کے پاس ہلاک ہوگیا اس صورت میں راہن (رہن رکھوانے والے) مرتہن (رہن رکھنے والے) سے چیز کا تاوان نہیں لے سکتا کہ یہاں مرتہن (رہن رکھنے والے) نے دَین کے مقابل میں کوئی چیز وصول نہیں کی ہے جس کو واپس دے بلکہ دَین کو ساقط کیا ہے۔(27)

مسئلہ ۲۵: مرہون چیز سے کسی قسم کا نفع اُٹھانا جائز نہیں ہے مثلاً لونڈی غلام ہو تو اس سے خدمت لینا یا اجارہ پر دینا مکان میں سکونت کرنا یا کرایہ پر اُٹھانا یا عاریت پر دینا، کپڑے اور زیور کو پہننا یا اجارہ و عاریت پر دینا الغرض نفع کی سب صورتیں ناجائز ہیں اور جس طرح مرتہن (رہن رکھنے والے) کو نفع اُٹھانا ناجائز ہے راہن (رہن رکھوانے والے) کو بھی ناجائز ہے۔(28)

مسئلہ ۲۶: مرتہن (رہن رکھنے والے) کے لیے اگر راہن (رہن رکھوانے والے) نے اِنتفاع کی اجازت دے دی ہے اس کی دو ۲ صورتیں ہیں۔ یہ اجازت رہن میں شرط ہے یعنی قرض ہی اس طرح دیا ہے کہ وہ اپنی چیز اس کے پاس رہن رکھے اور یہ اس سے نفع اٹھائے جیسا کہ عموماً اس زمانہ میں مکان یا زمین اسی طور پر رکھتے ہیں یہ ناجائز اور سود ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ شرط نہ ہو یعنی عقد رہن ہو جانے کے بعد راہن (رہن رکھوانے والے) نے اجازت دی ہے کہ مرتہن (رہن رکھنے والے) نفع اٹھائے یہ صورت جائز ہے۔ اصل حکم یہی ہے جس کا ذکر ہوا مگر آج کل عام حالت یہ ہے کہ روپیہ قرض دے کر اپنے پاس چیز اسی مقصد سے رہن رکھتے ہیں کہ نفع اُٹھائیں اور یہ اس درجہ معروف و مشہور ہے کہ مشروط کی حد میں (یعنی شرط لگانے کی حد میں) داخل ہے لہٰذا اس سے بچنا ہی چاہیے۔(29)

مسئلہ ۲۷: جس طرح مرہون سے مرتہن (رہن رکھنے والا) نفع نہیں اُٹھا سکتا راہن (رہن رکھوانے والے) کے لیے بھی اس سے انتفاع جائز نہیں مگر اس صورت میں کہ مرتہن (رہن رکھنے والے) اُسے اجازت دیدے۔(30)

مسئلہ ۲۸: راہن (رہن رکھوانے والے) نے مرتہن (رہن رکھنے والے) کو استعمال کی اجازت دے دی تھی اُس نے استعمال کی تو مرتہن (رہن رکھنے والے) پر ضمان نہیں یعنی مکان میں سکونت یا باغ کے پھل کھانے یا جانور کے

---

(27) العنایۃ علی فتح القدیر، کتاب الرھن، ج۹،ص۷۸۔

(28) الدرالمختار، کتاب الرھن، ج۱۰،ص۸۵،۸۶۔

(29) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الرھن، ج۱۰،ص۸۶۔

(30) الدرالمختار، کتاب الرھن، ج۱۰،ص۸۶۔

دودھ استعمال کرنے کے مقابل میں دَین کا کچھ حصہ ساقط نہیں ہوگا۔(31)

مسئلہ ۲۹: مرتہن (رہن رکھنے والے) نے باجازت راہن (رہن رکھوانے والے) چیز کو استعمال کیا اور بوقت استعمال چیز ہلاک ہوگئی تو یہاں امانت کا حکم دیا جائے گا یعنی مرتہن (رہن رکھنے والے) پر اُس کا تاوان نہ ہوگا دَین کا کوئی جز ساقط نہ ہوگا۔ اور اس سے پہلے یا بعد میں ہلاک ہو تو ضمان ہے جس کا حکم پہلے بتایا گیا۔(32)

مسئلہ ۳۰: مرتہن (رہن رکھنے والے) شے مرہون کو نہ اجارہ پر دے سکتا ہے نہ عاریت کے طور پر کہ جب وہ خود نفع نہیں اُٹھا سکتا تو دوسرے کو نفع اُٹھانے کی کب اجازت دے سکتا ہے۔(33)

مسئلہ ۳۱: ایک شخص سے روپیہ قرض لیا اور اُس نے اپنا مکان رہنے کو دے دیا کہ جب تک قرض ادا نہ کر دوں تم اس میں رہو یا کھیت اسی طرح دیا مثلاً سو ۱۰۰ روپے قرض لے کر کھیت دے دیا کہ قرض دینے والا کھیت جوتے بوئے گا اور نفع اُٹھائے گا یہ صورت رہن میں داخل نہیں بلکہ یہ بمنزلہ اجارہ فاسدہ ہے۔ اُس شخص پر اجرتِ مثل لازم ہے کیونکہ مکان یا کھیت اُسے مفت نہیں دے رہا ہے بلکہ قرض کی وجہ سے دے رہا ہے اور چونکہ قرض سے انتفاع حرام ہے (یعنی قرض دے کر اس کے بدلے میں نفع حاصل کرنا حرام ہے) لہٰذا اُجرت مثل دینی ہوگی۔(34)

مسئلہ ۳۲: بعض لوگ قرض لے کر مکان یا کھیت رہن رکھ دیتے ہیں کہ مرتہن (رہن رکھنے والے) مکان میں رہے اور کھیت کو جوتے بوئے اور مکان یا کھیت کی کچھ اُجرت مقرر کر دیتے ہیں مثلاً مکان کا کرایہ پانچ روپے ماہوار یا کھیت کا پٹہ (یعنی کھیت کا کرایہ) دس روپے سال ہونا چاہیے اور طے یہ پاتا ہے کہ یہ رقم زرقرض سے مجرا ہوتی رہے گی (یعنی قرض سے کٹوتی ہوتی رہے گی) جب کُل رقم ادا ہو جائے گی اُس وقت مکان یا کھیت واپس ہو جائے گا اس صورت میں بظاہر کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی اگرچہ کرایہ یا پٹہ واجبی اُجرت سے کم طے پایا ہو اور یہ صورت اجارہ میں داخل ہے یعنی اتنے زمانہ کے لیے مکان یا کھیت اُجرت پر دیا اور زر اجرت پیشگی لے لیا۔

مسئلہ ۳۳: بکری رہن رکھی تھی اور راہن (رہن رکھوانے والے) نے مرتہن (رہن رکھنے والے) کو دودھ پینے کی اجازت دے دی وہ دودھ پیتا رہا پھر وہ بکری مرگئی اس صورت میں دَین کو بکری اور دودھ کی قیمت پر تقسیم کیا جائے جو حصہ دَین بکری کے مقابل ہیں (بدلے میں) آئے وہ ساقط اور دودھ کی قیمت کے مقابل میں جو حصہ آئے وہ

---

(31) المرجع السابق، ص۸۷۔

(32) ردالمحتار، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۸۶۔

(33) الھدایۃ، کتاب الرھن، ج۲، ص۴۱۵۔

(34) ردالمحتار، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۸۷۔

راہن (رہن رکھوانے والے) سے وصول کرے کیونکہ حکم یہ ہے کہ رہن سے جو پیداوار ہوگی وہ بھی رہن ہوگی اور چونکہ مرتہن (رہن رکھنے والے) نے باجازت راہن (رہن رکھوانے والے) اس کو خرچ کیا تو گویا خود راہن (رہن رکھوانے والے) نے خرچ کیا لہٰذا اس کے مقابل کا دَین ساقط نہیں ہوگا۔(35)

مسئلہ ۳۴: مرتہن (رہن رکھنے والے) نے اگر بغیر اجازت راہن (رہن رکھوانے والے) مرہون سے نفع اُٹھایا تو یہ تعدی اور زیادتی ہے یعنی اس صورت میں اگر چیز ہلاک ہوگئی تو پوری چیز کا تاوان دینا ہوگا یہ نہیں کہ دَین ساقط ہو جائے اور باقی کا مرتہن (رہن رکھنے والے) سے مطالبہ نہ ہو مگر اس کی وجہ سے رہن باطل نہیں ہوگا یعنی اگر اپنی اس حرکت سے باز آگیا تو چیز رہن ہے اور رہن کے احکام جاری ہوں گے۔(36)

مسئلہ ۳۵: مرتہن (رہن رکھنے والے) نے راہن (رہن رکھوانے والے) سے دَین طلب کیا تو اس سے کہا جائے گا کہ پہلے مرہون چیز حاضر کرو جب وہ حاضر کردے تو راہن (رہن رکھوانے والے) سے کہا جائے گا کہ دَین ادا کرو جب یہ پورا دَین ادا کردے اب مرتہن (رہن رکھنے والے) سے کہا جائے گا اس کی چیز دے دو۔(37)

مسئلہ ۳۶: مرتہن (رہن رکھنے والے) نے راہن (رہن رکھوانے والے) سے دَین کا مطالبہ دوسرے شہر میں کیا اگر وہ چیز ایسی ہے کہ وہاں تک لے جانے میں بار برداری صرف کرنی نہیں ہوگی جب بھی وہی حکم ہے کہ وہ مرہون کو پہلے حاضر کرے پھر اس سے ادائے دَین کو کہا جائے گا اور بار برداری صرف کرنی پڑے تو وہاں لانے کی تکلیف نہ دی جائے بلکہ بغیر چیز لائے ہوئے بھی دَین ادا کردے۔(38)

مسئلہ ۳۷: یہ حکم کہ مرتہن (رہن رکھنے والے) کو مرہون کے حاضر لانے کو کہا جائے گا اُس وقت ہے کہ راہن (رہن رکھوانے والے) یہ کہتا ہو کہ مرہون مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس ہلاک ہو چکا ہے، لہٰذا میں دَین کیوں ادا کروں اور مرتہن (رہن رکھنے والے) کہتا ہے کہ مرہون موجود ہے اور اگر راہن (رہن رکھوانے والے) بھی مرہون کو موجود ہونا کہتا ہو تو اس کی کیا ضرورت کہ یہاں حاضر لائے جب ہی دَین ادا کرنے کو کہا جائے گا کہ اگر وہ چیز ایسی ہے جس میں بار برداری صرف ہوگی اس وجہ سے حاضر لانے کو نہیں کہا گیا مگر راہن (رہن رکھوانے والے) اس کے تلف (ضائع) ہوجانے کا مدعی (دعویدار) ہے تو راہن (رہن رکھوانے والے) سے کہا جائے گا کہ اگر مرتہن (رہن

---

(35) الدر المختار، کتاب الرھن، ج ۱۰، ص ۸۷۔

(36) المرجع السابق۔

(37) الھدایۃ، کتاب الرھن، ج ۲، ص ۴۱۴۔

(38) الھدایۃ، کتاب الرھن، ج ۲، ص ۴۱۴۔

رکھنے والے) کی بات کا تمہیں اطمینان نہیں ہے تو اس سے قسم کھلالو کہ مرہون ہلاک نہیں ہوا۔(39)

مسئلہ ۳۸: اگر دَین ایسا ہے کہ قسط وار اَدا کیا جائے گا قسط ادا کرنے کا وقت آ گیا اس کا بھی وہی حکم ہے کہ اگر راہن (رہن رکھوانے والے) مرہون کا ہلاک ہونا بتاتا ہے اور مرتہن (رہن رکھنے والے) اس سے انکاری ہے تو مرتہن (رہن رکھنے والے) سے کہا جائے گا کہ چیز حاضر لائے اور بار برداری والی چیز ہو تو مرتہن (رہن رکھنے والے) سے قسم کھلا سکتا ہے کہ ہلاک نہیں ہوئی۔(40)

مسئلہ ۳۹: مرتہن (رہن رکھنے والے) نے دَین وصول پا لیا اور ابھی چیز واپس نہیں دی اور یہ چیز اس کے پاس ہلاک ہو گئی تو راہن (رہن رکھوانے والے) اُس سے دَین واپس لے گا۔ کیونکہ مرہون پر اب بھی مرتہن (رہن رکھنے والے) کا قبضہ قبضہ ضمان ہے اور ہلاک ہونا دَین وصول ہونے کے قائم مقام ہے لہٰذا جو لے چکا ہے واپس دے۔(41)

مسئلہ ۴۰: راہن (رہن رکھوانے والے) نے اگر مرتہن (رہن رکھنے والے) سے کہہ دیا کہ مرہون کو فلاں شخص کے پاس رکھ دو اس نے اُس کے کہنے کی وجہ سے اُس کے پاس رکھ دیا اب اگر مرتہن (رہن رکھنے والے) نے دَین کا مطالبہ کیا اور راہن (رہن رکھوانے والے) مرہون کے حاضر لانے کو کہتا ہے تو مرتہن (رہن رکھنے والے) کو اُس کی تکلیف نہ دی جائے کیونکہ اس کے پاس ہے ہی نہیں جو حاضر کرے اسی طرح اگر راہن (رہن رکھوانے والے) نے مرتہن (رہن رکھنے والے) کو یہ حکم دیا کہ مرہون کو بیچ کر ڈالے اُس نے بیچ ڈالا اور ابھی اُس کے ثمن پر مرتہن (رہن رکھنے والے) نے قبضہ نہیں کیا ہے راہن (رہن رکھوانے والے) یہ نہیں کہہ سکتا کہ ثمن مرہون بمنزلہ مرہون ہے(42) لہٰذا اُسے حاضر لاؤ کیونکہ جب ثمن پر قبضہ ہی نہیں ہوا ہے تو کیونکر حاضر کرے ہاں ثمن پر قبضہ کر لیا تو اب ثمن کو حاضر کرنا ہوگا کہ یہ ثمن مرہون کے قائم مقام ہے۔(43)

مسئلہ ۴۱: راہن (رہن رکھوانے والے) یہ کہتا ہے کہ مرہون چیز مجھے دے دو میں اسے بیچ کر تمہارا دَین ادا کروں گا مرتہن (رہن رکھنے والے) کو اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا کہ مرہون کو دیدے۔ یوہیں اگر کچھ حصہ دَین کا ادا کر

---

(39) الدرالمختار، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۸۸۔

(40) المرجع السابق، ص۸۹۔

(41) الھدایۃ، کتاب الرھن، ج۲، ص۴۱۵۔

(42) یعنی گروی رکھی ہوئی چیز کی طے شدہ قیمت گروی رکھی ہوئی چیز کے قائم مقام ہے۔

(43) الھدایۃ، کتاب الرھن، ج۲، ص۴۱۴، ۴۱۵۔

دیا ہے کچھ باقی ہے یا مرتہن (رہن رکھنے والے) نے کچھ دَین معاف کر دیا ہے کچھ باقی ہے راہن (رہن رکھوانے والے) یہ کہتا ہے کہ مرہون کا ایک جز مجھے دے دیا جائے کیونکہ میرے ذمہ کُل دَین باقی نہ رہا اس صورت میں بھی مرتہن (رہن رکھنے والے) پر یہ ضرور نہیں کہ مرہون کا جز واپس کرے جب تک پورا دَین ادا نہ ہو جائے یا مرتہن (رہن رکھنے والے) معاف نہ کر دے واپس کرنے پر مجبور نہیں ہاں اگر دو چیزیں رہن رکھی ہیں اور ہر ایک کے مقابل میں دَین کا حصہ مقرر کر دیا ہے مثلاً سو ۱۰۰ روپے قرض لئے اور دو چیزیں رہن کیں کہہ دیا کہ ساٹھ روپے کے مقابل میں یہ ہے اور چالیس کے مقابل میں وہ تو اس صورت میں جس کے مقابل کا دَین ادا کیا اُسے چھوڑا سکتا ہے کہ یہاں حقیقۃً دو عقد ہیں۔(44)

مسئلہ ۴۲: مرتہن (رہن رکھنے والے) کے ذمہ مرہون کی حفاظت لازم ہے اور یہاں حفاظت کا وہی حکم ہے جس کا بیان ودیعت میں گزر چکا کہ خود حفاظت کرے یا اپنے اہل وعیال کی حفاظت میں دے دے یہاں عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس کے ساتھ رہتے سہتے ہوں جیسے بی بی بچے خادم اور اجیر خاص یعنی نوکر جس کی ماہوار یا ششماہی (یعنی چھ ماہ بعد) یا سالانہ (یعنی بارہ ماہ بعد) تنخواہ دی جاتی ہو۔ مزدور جو روزانہ پر کام کرتا ہو مثلاً ایک دن کی اُسے اتنی اُجرت دی جائے گی اس کی حفاظت میں نہیں دے سکتا۔ عورت مرتہن (رہن رکھنے والے) ہے تو شوہر کی حفاظت میں دے سکتی ہے۔ بی بی اور اولاد اگر عیال میں نہ ہوں جب بھی اُن کی حفاظت میں دے سکتا ہے جن دو شخصوں کے مابین شرکت مفاوضہ یا شرکت عنان ہے ان میں ایک کے پاس کوئی چیز رکھی گئی تو شریک کی حفاظت میں دے سکتا ہے۔(45)

مسئلہ ۴۳: ان لوگوں کے سوا کسی اور کی حفاظت میں چیز دے دی یا کسی کے پاس ودیعت رکھی یا اجارہ یا عاریت کے طور پر دے دی یا کسی اور طرح اس میں تعدِّی کی مثلاً کتاب رہن تھی اُس کو پڑھا، یا جانور پر سوار ہوا غرض یہ کہ کسی صورت سے بلا اجازت راہن (رہن رکھوانے والے) استعمال میں لائے بہر صورت پوری قیمت کا تاوان اُس کے ذمہ واجب ہے اور مرتہن (رہن رکھنے والے) ان سب صورتوں میں غاصب کے حکم میں ہے اسی وجہ سے پوری قیمت کا تاوان واجب ہوتا ہے۔(46)

مسئلہ ۴۴: انگوٹھی رہن رکھی مرتہن (رہن رکھنے والے) نے چھنگلیا (ہاتھ کی چھوٹی انگلی) میں پہن لی پوری قیمت کا ضامن ہو گیا کہ یہ مرہون کو بلا اجازت استعمال کرنا ہے دہنے ہاتھ کی چھنگلیا میں پہنے یا بائیں ہاتھ میں، دونوں کا ایک حکم

(44) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۹۰،۹۱.

(45) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۹۱.

(46) المرجع السابق

ہے کہ انگوٹھی دونوں طرح عادۃً پہنی جاتی ہے اور چھنگلیا کے سوا کسی دوسری اُنگلی میں ڈال لی تو ضامن نہیں کہ عادۃً اس طرح پہنی نہیں جاتی لہٰذا اس کو پہننا نہ کہیں گے بلکہ حفاظت کے لئے اُنگلی میں ڈال لینا ہے۔(47) یہ حکم اُس وقت ہے کہ مرتہن (رہن رکھنے والے) مرد ہو اور اگر عورت کے پاس انگوٹھی رہن رکھی تو جس کسی انگلی میں ڈالے پہننا ہی کہا جائے گا کہ عورتیں سب میں پہنا کرتی ہیں۔(48) کُرتے کو کندھے پر ڈال لیا یعنی جو چیز جس طرح استعمال کی جاتی ہے اُس کے سوا دوسرے طریق پر بدن پر ڈال لی اس میں کُل قیمت کا تاوان نہیں۔

مسئلہ ۴۵: مرتہن (رہن رکھنے والا) خود انگوٹھی پہنے ہوئے تھا اس کے پاس انگوٹھی رہن رکھی گئی اپنی انگوٹھی پر رہن والی انگوٹھی کو بھی پہن لیا یا ایک شخص کے پاس دو انگوٹھیاں رہن رکھی گئیں اُس نے دونوں ایک ساتھ پہن لیں، یہاں یہ دیکھا جائے گا کہ یہ شخص اگر اُن لوگوں میں ہے جو بقصد زینت دو انگوٹھیاں پہنتے ہیں (اگرچہ یہ شرعاً ناجائز ہے) تو پورا تاوان واجب اور اگر دونوں انگوٹھیاں پہننے والوں میں نہیں تو اس کو پہننا نہیں کہا جائے گا بلکہ یہ حفاظت کرنا کہا جائے گا۔(49)

مسئلہ ۴۶: دو تلواریں رہن رکھیں مرتہن (رہن رکھنے والے) نے دونوں کو ایک ساتھ باندھ لیا ضامن ہے کہ بہادر دو تلواریں ایک ساتھ لگایا کرتے ہیں اور تین تلواریں رہن رکھیں اور تینوں کو لگا لیا تو ضامن نہیں کہ تلوار کے استعمال کا یہ طریقہ نہیں۔(50) پہلی صورت میں اُس وقت ضامن ہے کہ خود مرتہن (رہن رکھنے والے) بھی دو تلواریں ایک ساتھ لگانے والوں میں ہو۔(51)

مسئلہ ۴۷: مرتہن (رہن رکھنے والے) نے چیز استعمال کی اور ہلاک ہوگئی اور اُس پر پوری قیمت کا تاوان لازم آیا اگر یہ قیمت اتنی ہی ہے جتنا اس کا دَین تھا اور قاضی نے اسی جنس کی قیمت کا فیصلہ کیا جس جنس کا دَین ہے۔ مثلاً سو روپے دَین ہے اور قیمت بھی سو روپے قرار دی تو فیصلہ کرنے ہی سے ادلا بدلا ہوگیا یعنی نہ لینا نہ دینا اور اگر دَین کی مقدار زیادہ ہے تو مرتہن (رہن رکھنے والے) راہن (رہن رکھوانے والے) سے بقیہ دَین کا مطالبہ کریگا اور اگر قیمت دَین سے زیادہ ہے تو راہن (رہن رکھوانے والے) مرتہن (رہن رکھنے والے) سے یہ زیادتی وصول کریگا اور اگر دَین ایک جنس کا

---

(47) الھدایۃ، کتاب الرھن، کیفیۃ انعقاد الرھن، ج ۲، ص ۴۱۶۔

(48) غنیۃ ذوی الاحکام ھامش علیہ درر الحکام، کتاب الرھن، الجزء الثانی، ص ۲۵۰۔

(49) الھدایۃ، کتاب الرھن، کیفیۃ انعقاد الرھن، ج ۲، ص ۴۱۶۔

(50) المرجع السابق۔

(51) ردالمحتار، کتاب الرھن، ج ۱۰، ص ۹۲۔

ہے اور قاضی نے قیمت دوسری جنس سے لگائی مثلاً دَین روپیہ ہے اور مرہون کی قیمت اشرفیوں (سونے کے سکوں) سے لگائی یا اس کا عکس تو یہ قیمت مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس بجائے اُس ہلاک شدہ چیز کے رہن ہے یعنی راہن (رہن رکھوانے والے) جب دَین ادا کرے گا تب اس قیمت کے وصول کرنے کا مستحق ہوگا۔ اسی طرح اگر دَین میعادی ہو اور ابھی میعاد باقی ہے تو اگرچہ قیمت اسی جنس سے لگائی ہو مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس یہ قیمت رہن ہوگی جب میعاد پوری ہوجائے گی اُس قیمت کو دَین میں وصول کریگا۔ (52)

❁❁❁❁❁

(52) الدرالمختار، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۹۳۔

شے مرہون کے مصارف کا بیان

مسائل فقہیّہ

مسئلہ ۱: مرہون کی (جو چیز رہن رکھی گئی ہے اُس کی) حفاظت میں جو کچھ صرف ہوگا وہ سب مرتہن (رہن رکھنے والے) کے ذمہ ہے کہ حفاظت خود اُسی کے ذمہ ہے لہٰذا جس مکان میں مرہون کو رکھے اُس کا کرایہ اور حفاظت کرنے والے کی تنخواہ مرتہن (رہن رکھنے والے) اپنے پاس سے خرچ کرے اور اگر جانور کو رہن رکھا ہے تو اس کے چرانے کی اُجرت اور مرہون کا نفقہ مثلاً اُس کا کھانا پینا اور لونڈی غلام کو رہن رکھا ہے تو ان کا لباس بھی اور باغ رہن رکھا ہے تو درختوں کو پانی دینے پھل توڑنے اور دوسرے کاموں کی اُجرت راہن (رہن رکھوانے والے) کے ذمہ ہے اسی طرح زمین کا عشر یا خراج بھی راہن (رہن رکھوانے والے) ہی کے ذمہ ہے خلاصہ یہ کہ مرہون کی بقا، یا اُس کے مصالح میں (یعنی اس کی درستگی میں) جو خرچہ ہو وہ راہن (رہن رکھوانے والے) کے ذمہ ہے۔ (1)

مسئلہ ۲: جو مصارف مرتہن (رہن رکھنے والے) کے ذمہ ہیں اگر یہ شرط کر لی جائے کہ یہ بھی راہن (رہن رکھوانے والے) ہی کے ذمہ ہوں گے تو باوجود شرط بھی راہن (رہن رکھوانے والے) کے ذمہ نہیں ہوں گے بلکہ مرتہن (رہن رکھنے والے) ہی کو دینے ہوں گے بخلاف ودیعت کہ اس میں اگر مودَع نے یہ شرط کر لی ہے کہ حفاظت کے مصارف مودِع کے ذمہ ہوں گے تو شرط صحیح ہے۔ (2)

مسئلہ ۳: مرہون کو مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس واپس لانے میں جو صرفہ ہو مثلاً وہ بھاگ گیا اُس کو پکڑ لانے میں کچھ خرچ کرنا ہوگا یا مرہون کے کسی عضو میں زخم ہو گیا یا اُس کی آنکھ سپید پڑ گئی یا کسی قسم کی بیماری ہے ان کے علاج میں جو کچھ صرفہ (خرچہ) ہو وہ مضمون وامانت پر تقسیم کیا جائے یعنی اگر مرہون کی قیمت دَین سے زائد ہو تو اس صورت میں بتایا جا چکا ہے کہ بقدرِ دَین (یعنی قرض کے برابر) مرتہن (رہن رکھنے والے) کے ضمان میں ہے اور جو کچھ دَین سے زائد ہے وہ امانت ہے لہٰذا یہ صرفہ دونوں پر تقسیم ہو جو حصہ مرتہن (رہن رکھنے والے) کے ضمان کے مقابل میں آئے وہ مرتہن (رہن رکھنے والے) کے ذمہ ہے اور جو امانت کے مقابل ہو وہ راہن (رہن رکھوانے والے) کے ذمہ

---

(1) الھدایۃ، کتاب الرھن، ج ۲، ص ۴۱۶۔

(2) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الرھن، ج ۱۰، ص ۹۴۔

اور اگر مرہون کی قیمت دَین سے زائد نہ ہوتو یہ سارے مصارف مرتہن (رہن رکھنے والے) کے ذمہ ہوں گے۔(3)

مسئلہ ۴: جو مصارف ایک کے ذمہ واجب تھے اُنہیں دوسرے نے اپنے پاس سے کر دیا اس کی دوصورتیں ہیں۔ اگر اس نے خود ایسا کیا ہے جب تو متبرّع ہے وصول نہیں کرسکتا۔ اور اگر قاضی کے حکم سے ایسا کیا ہے اور قاضی نے کہہ دیا ہے کہ جو کچھ خرچ کرو گے دوسرے کے ذمہ دَین ہوگا اس صورت میں وصول کرسکتا ہے۔ اور اگر قاضی نے خرچ کرنے کا حکم دے دیا مگر یہ نہیں کہا کہ دوسرے کے ذمہ دَین ہوگا تو اس صورت میں بھی وصول نہیں کرسکتا۔(4)

مسئلہ ۵: مرہون پر خرچ کرنے کی ضرورت ہے اور وہاں قاضی نہیں ہے کہ اس سے اجازت حاصل کرتا یہاں محض مرتہن (رہن رکھنے والے) کا یہ کہہ دینا کافی نہیں ہے کہ ضرورت کی وجہ سے خرچ کیا ہے بلکہ گواہوں سے ثابت کرنا ہوگا کہ ضرورت تھی اور اس لئے خرچ کیا تھا کہ وصول کرلے گا۔(5)

❁❁❁❁❁

---

(3) الدرالمختار، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۹۴.

(4) المرجع السابق.

(5) ردالمحتار، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۹۴.

کس چیز کو رہن رکھ سکتے ہیں

مسائل فقہیّہ

مسئلہ ۱: مشاع کو مطلقاً رہن رکھنا ناجائز ہے۔ وہ چیز رہن رکھتے وقت ہی مشاع تھی یا بعد رہن شیوع آیا، وہ چیز قابل قسمت ہو یا ناقابل تقسیم ہو، اجنبی کے پاس رہن رکھے یا شریک کے پاس، سب صورتیں ناجائز ہیں۔ پہلے کی مثال یہ ہے کہ کسی نے اپنا نصف مکان رہن رکھ دیا اُس نصف کو ممتاز نہیں کیا (یعنی یہ وضاحت نہیں کی کہ کس نصف حصہ کو گروی رکھتا ہوں)، بعد میں شیوع پیدا ہو اس کی مثال یہ ہے کہ پوری چیز رہن رکھی پھر دونوں نے نصف میں رہن فسخ کر دیا۔ مثلاً راہن (رہن رکھوانے والے) نے کسی کو حکم کر دیا کہ وہ مرہون کو جس طرح چاہے بیع کر دے اُس نے نصف کو بیع کر دیا باقی صورتوں کی مثالیں ظاہر ہیں۔(1)

مسئلہ ۲: مشاع کو رہن رکھنا فاسد ہے یا باطل۔ صحیح یہ ہے کہ باطل نہیں بلکہ فاسد ہے لہٰذا مرہون پر مرتہن (رہن رکھنے والے) کا اگر قبضہ ہو گیا تو یہ قبضہ قبضہ نقصان ہے کہ مرہون اگر ہلاک ہو جائے تو وہی حکم ہے جو رہن صحیح کا تھا۔(2)

فائدہ: رہن فاسد و باطل میں فرق یہ ہے کہ باطل وہ ہے جس میں رہن کی حقیقت ہی نہ پائی جائے کہ جس چیز کو رہن رکھا وہ مال ہی نہ ہو یا جس کے مقابل میں رکھا وہ مال مضمون نہ ہو اور فاسد وہ ہے کہ رہن کی حقیقت پائی جائے مگر جواز کی شرطوں میں سے کوئی شرط مفقود ہو (یعنی کوئی شرط نہ پائی جاتی ہو) جس طرح بیع میں فاسد و باطل کا فرق ہے یہاں بھی ہے۔(3)

مسئلہ ۳: ایسی چیز رہن رکھی جو دوسری چیز کے ساتھ متصل ہے یعنی اس کی تابع ہے یہ رہن بھی ناجائز ہے جیسے درخت پر پھل ہیں اور صرف پھلوں کو رہن رکھا یا صرف زراعت یا صرف درخت کو رہن رکھا زمین کو نہیں یا ان کا عکس یعنی درخت کو رہن رکھا پھل کو نہیں یا زمین کو رہن رکھا زراعت اور درخت کو نہیں رکھا۔(4)

---

(1) الهداية، كتاب الرهن، باب ما يجوز ارتهانه... إلخ، ج۲، ص۴۱۷۔

(2) الدرالمختار، كتاب الرهن، باب ما يجوز ارتهانه وما لا يجوز، ج۱۰، ص۹۷، ۹۸۔

(3) غنية ذوي الاحكام بحاشية على درر الحكام، كتاب الرهن، باب ما يصح رهنه... إلخ، الجزء الثاني، ص۲۵۱۔

(4) الهداية، كتاب الرهن، باب ما يجوز ارتهانه... إلخ، ج۲، ص۴۱۷، ۴۱۸۔

مسئلہ ۴: درخت کوصرف اُتنی زمین کے ساتھ رہن رکھا جتنی زمین میں درخت ہے۔ باقی آس پاس کی زمین نہیں رکھی یہ جائز ہے اور اس صورت میں درخت کے پھل بھی تبعاً رہن میں داخل ہوجائیں گے اسی طرح زمین رہن رکھی یا گاؤں کو رہن رکھا تو جو کچھ درخت ہیں یہ بھی تبعاً رہن ہوجائیں گے۔(5) اس میں اور پہلی صورتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورتوں میں متصل چیز کے رہن کرنے کی نفی کردی لہٰذا صحیح نہیں اور یہاں توابع کے متعلق سکوت ہے لہٰذا یہ تبعاً داخل ہیں۔

مسئلہ ۵: جو چیز کسی برتن یا مکان میں ہے فقط چیز کو رہن رکھا برتن یا مکان کو رہن نہیں رکھا یہ جائز ہے کہ اس صورت میں اتصال نہیں ہے۔(6)

مسئلہ ۶: کاٹھی (زین) اور لگام رہن رکھی اور گھوڑا کسا کسایا (یعنی کاٹھی باندھ کر اور لگام لگا کر گھوڑا تیار کیا ہوا تھا) مرتہن کو دے دیا یہ رہن ناجائز ہے بلکہ اس صورت میں یہ ضروری ہے کہ ان چیزوں کو گھوڑے سے اُتار کر مرتہن کو دے اور گھوڑا رہن رکھا اور کاٹھی لگام سمیت مرتہن کو دے دیا یہ جائز ہے یہ ساز (یعنی سامان) بھی تبعاً رہن میں داخل ہو جائیں گے۔(7)

مسئلہ ۷: آزاد کو رہن نہیں رکھ سکتے کہ یہ مال نہیں اور شراب کو رہن رکھنا بھی جائز نہیں کہ اس کی بیع نہیں ہوسکتی۔ جائداد موقوفہ (وقف شدہ جائداد) کو بھی رہن نہیں رکھا جا سکتا۔(8)

مسئلہ ۸: تیس ۳۰ روپے قرض لیے اور دو بکریاں رہن رکھیں ایک کو دس ۱۰ کے مقابل دوسری کو بیس ۲۰ کے مقابل مگر یہ نہیں بیان کیا کہ کون سی دس ۱۰ کے مقابل ہے اور کون سی بیس ۲۰ کے مقابل یہ ناجائز ہے۔ کیونکہ اگر ایک ہلاک ہوگئی تو یہ جھگڑا ہوگا کہ یہ کس کے مقابل تھی تا کہ اس کے مقابل کا دَین ساقط ہونا قرار پائے۔(9)

مسئلہ ۹: مکان کو رہن رکھا اور راہن (رہن رکھوانے والے) و مرتہن (رہن رکھنے والے) دونوں اُس مکان کے اندر ہیں راہن (رہن رکھوانے والے) نے کہا میں نے یہ مکان تمہارے قبضہ میں دیا۔ اور مرتہن (رہن رکھنے والے) نے کہا کہ میں نے قبول کیا رہن تمام نہ ہوا جب تک راہن (رہن رکھوانے والے) مکان سے باہر ہو کر مرتہن (رہن

---

(5) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ۔۔۔الخ، ج۲، ص۴۱۸.

(6) المرجع السابق.

(7) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ۔۔۔الخ، ج۲، ص۴۱۸.

(8) الدرالمختار، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ۔۔۔الخ، ج۱۰، ص۱۰۱، ۱۰۳.

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرھن، الفصل الرابع فیما یجوز رھنہ ومالا یجوز، ج۵، ص۴۳۶.

رکھنے والے) کو قبضہ نہ دے۔(10)

مسئلہ ۱۰: امانتوں کے مقابل میں کوئی چیز رہن نہیں رکھی جاسکتی مثلاً وکیل یا مضارب کو جو مال دیا جاتا ہے وہ امانت ہے یا مودَع کے پاس ودیعت امانت ہے ان لوگوں سے مال والا کوئی چیز رہن کے طور پر لے یہ نہیں ہوسکتا اگر لے گا تو یہ رہن نہیں، نہ اس پر رہن کے احکام جاری ہوں گے لہٰذا اگر کسی نے کتابیں وقف کی ہیں اور یہ شرط کردی ہے کہ جو شخص کتب خانہ سے کوئی کتاب لے جائے تو اُس کے مقابل میں کوئی چیز رہن رکھ جائے یہ شرط باطل ہے کہ مستعیر (عاریۃً لینے والے) کے پاس عاریت امانت ہے اس کے تلف ہونے پر ضمان نہیں پھر اس کے مقابل میں رہن رکھنا کیونکر صحیح ہوگا۔(11) وقفی کتابوں کا خاص کر اس لیے ذکر کیا گیا کہ یہاں واقف کی شرط کا بھی اعتبار نہیں ورنہ حکم یہ ہے کہ کوئی چیز عاریت دی جائے اُس کے مقابل میں رہن نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ ۱۱: شرکت کی چیز شریک کے پاس ہے دوسرا شریک اُس سے کوئی چیز رہن رکھوائے صحیح نہیں کہ یہ بھی امانت ہے مبیع بائع کے پاس ہے ابھی اُس نے مشتری (خریدار) کو دی نہیں مشتری (خریدار) اس سے رہن نہیں رکھوا سکتا کہ مبیع اگرچہ امانت نہیں مگر بائع کے پاس اگر ہلاک ہوجائے تو ثمن کے مقابل میں ہلاک ہوگی یعنی بائع مشتری (خریدار) سے ثمن نہیں لے سکتا یا لے چکا ہے تو واپس کرنے لہٰذا رہن کا حکم یہاں بھی جاری نہ ہوا۔(12)

مسئلہ ۱۲: درک کے مقابل میں رہن نہیں ہوسکتا یعنی ایک چیز خریدی ثمن ادا کر دیا اور مبیع پر قبضہ کر لیا مگر مشتری (خریدار) کو ڈر ہے کہ یہ چیز اگر کسی دوسرے کی ہوئی اور اس نے مجھ سے لے لی تو بائع سے ثمن کی واپسی کیونکر ہوگی اس اطمینان کی خاطر بائع کی کوئی چیز اپنے پاس رہن رکھنا چاہتا ہے یہ رہن صحیح نہیں مشتری (خریدار) کے پاس اگر یہ چیز ہلاک ہوگئی تو ضمان نہیں کہ یہ رہن نہیں ہے بلکہ امانت ہے اور مشتری (خریدار) کو اُس کا روکنا جائز نہیں یعنی بائع اگر مشتری (خریدار) سے چیز مانگے تو منع نہیں کرسکتا دینا ہوگا۔(13) اور چونکہ یہ چیز مشتری (خریدار) کے پاس امانت ہے اور اس کو روکنے کا حق نہیں ہے لہٰذا بائع کی طلب کے بعد اگر نہ دے گا اور ہلاک ہوگئی تو اب تاوان دینا ہوگا۔ اب وہ غاصب ہے۔

مسئلہ ۱۳: کسی چیز کا نرخ چکا کر بائع کے یہاں سے لے گیا اور ابھی خریدی نہیں ہاں خریدنے کا ارادہ ہے اور

---

(10) المرجع السابق، ص۷۴۳۔

(11) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ... الخ، ج۱۰، ص۱۰۲۔

(12) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ... الخ، ج۲، ص۴۱۸۔

(13) دررالحکام وغررالاحکام، کتاب الرھن، باب مایصح رھنہ والرھن بہ اولا، الجزء الثانی، ص۲۵۲۔

بائع نے اس سے کوئی چیز رہن رکھوالی یہ جائز ہے اس بارے میں یہ چیز مبیع کے حکم میں نہیں ہے۔(14)

مسئلہ ۱۴: دَین موعود کے مقابل میں رہن رکھنا جائز ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا کہ مثلاً کسی سے قرض مانگا اور اُس نے دینے کا وعدہ کرلیا ہے مگر ابھی دیا نہیں قرض لینے والا اس کے پاس کوئی چیز رہن رکھ آیا یہ رہن صحیح ہے۔(15)

مسئلہ ۱۵: جس صورت میں قصاص واجب ہے وہاں رہن صحیح نہیں اور خطا کے طور پر جنایت ہوئی کہ اس میں دیت واجب ہوگی یہاں رہن صحیح ہے کہ مرہون سے اپنا حق وصول کرسکتا ہے۔(16)

مسئلہ ۱۶: خریدار پر شفعہ ہوا اور شفیع (شفعہ کرنے والا) کے حق میں فیصلہ ہوا کہ تسلیم مبیع (بیچی گئی چیز سپرد کرنا) مشتری (خریدار) پر واجب ہوگئی شفیع یہ چاہے کہ مشتری (خریدار) کی کوئی چیز رہن رکھ لوں یہ نہیں ہوسکتا جس طرح بائع سے مشتری (خریدار) مبیع کے مقابل میں رہن نہیں لے سکتا مشتری (خریدار) سے شفیع بھی نہیں لے سکتا۔(17)

مسئلہ ۱۷: جن صورتوں میں اجارہ باطل ہے ایسے اجارہ میں اُجرت کے مقابل کوئی چیز رہن نہیں ہوسکتی کہ شرعاً یہاں اُجرت واجب ہی نہیں کہ رہن صحیح ہو مثلاً نوحہ کرنے والی کی اُجرت یا گانے والے کی اُجرت نہیں دی ہے اس کے مقابل میں رہن نہیں ہوسکتا۔(18) جن صورتوں میں رہن صحیح نہ ہواُن میں مرہون امانت ہوتا ہے کہ ہلاک ہونے سے ضمان نہیں اور راہن (رہن رکھوانے والے) کے طلب کرنے پر مرہون کو دے دینا ہوگا۔ اگر روکے گا تو غاصب قرار پائے گا اور تاوان واجب ہوگا۔

مسئلہ ۱۸: غاصب سے مغصوب کے مقابل میں کوئی چیز رہن لی جاسکتی ہے یہ رہن صحیح ہے اسی طرح بدل خلع اور بدل صلح کے مقابل میں رہن ہوسکتا ہے مثلاً عورت نے ہزار روپے پر خلع کرایا اور روپیہ اس وقت نہیں دیا روپے کے مقابل میں شوہر کے پاس کوئی چیز رہن رکھ دی یہ رہن صحیح ہے یا قصاص واجب تھا مگر کسی رقم پر صلح ہوگئی اس کے مقابل میں رہن رکھنا صحیح ہے۔(19)

مسئلہ ۱۹: مکان یا کوئی چیز کرایہ پر لی تھی اور کرایہ کے مقابل میں مالک کے پاس کوئی چیز رہن رکھ دی یہ رہن

---

(14) تبیین الحقائق، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ...الخ، ج۷، ص۱۵۴.

(15) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ...الخ، ج۲، ص۴۱۹.

(16) الدرالمختار، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ ومالا یجوز، ج۱۰، ص۱۰۳.

(17) الدرالمختار، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ ومالا یجوز، ج۱۰، ص۱۰۳.

(18) الدرالمختار، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ ومالا یجوز، ج۱۰، ص۱۰۳.

(19) المرجع السابق، ص۱۰۴.

جائز ہے پھر اگر مدت اجارہ پوری ہونے کے بعد وہ چیز ہلاک ہوئی تو گویا مالک نے کرایہ وصول پالیا اب مطالبہ نہیں کر سکتا اور اگر مستاجر (کرایہ دار) کے منفعت حاصل کرنے سے پہلے چیز ہلاک ہوگئی تو رہن باطل ہے مرتہن (رہن رکھنے والے) پر واجب ہے کہ مرہون (گروی رکھی ہوئی چیز) کی قیمت راہن (رہن رکھوانے والے) کو دے۔(20)

مسئلہ ۲۰: درزی کو سینے کے لیے کپڑا دیا اور سینے کے مقابل میں اُس سے کوئی چیز اپنے پاس رہن رکھوائی یہ جائز اور اگر اس کے مقابل میں رہن ہے کہ تم کو خود سینا ہوگا یہ رہن ناجائز ہے۔ یوہیں کوئی چیز عاریت دی اور اس چیز کی واپسی میں باربرداری صَرف (خرچ) ہوگی لہٰذا معیر نے مستعیر (عاریتاً لینے والے) سے کوئی چیز واپسی کے مقابل میں رہن رکھوائی یہ جائز ہے اور اگر یوں رہن رکھوائی کہ تم کو خود پہنچانی ہوگی تو ناجائز ہے۔(21)

مسئلہ ۲۱: بیع سلم کے راس المال کے مقابل میں رہن صحیح ہے اور مسلم فیہ کے مقابل میں بھی صحیح ہے۔ اسی طرح بیع صرف کے ثمن کے مقابل میں رہن صحیح ہے۔ پہلے کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص سے مثلاً سو ۱۰۰ روپے میں سلم کیا اور ان روپوں کے مقابل میں کوئی چیز رہن رکھ دی۔ دوسرے کی یہ صورت ہے کہ دس ۱۰ من گیہوں (گندم) میں سلم کیا اور روپے دے دیے اور مُسلم اِلَیہ سے کوئی چیز رہن لے لی۔ تیسرے کی یہ صورت ہے کہ روپے سے سونا خریدا اور روپے کی جگہ پر کوئی چیز سونے والے کو دے دی۔ پہلی اور تیسری صورت میں اگر مرہون اسی مجلس میں ہلاک ہوجائے تو عقد سلم و صَرف تمام ہوگئے (22) اور مرتہن (رہن رکھنے والے) نے اپنا مال وصول پالیا یعنی بیع سلم میں راس المال مسلم الیہ کو مل گیا اور بیع صَرف میں زرِ ثمن وصول ہوگیا (یعنی طے شدہ قیمت وصول ہوگئی) مگر یہ اس وقت ہے کہ مرہون کی قیمت راس المال اور ثمنِ صَرف سے (یعنی سونے چاندی کی بیع میں مقررہ رقم سے) کم نہ ہو اور اگر قیمت کم ہے تو بقدر قیمت صحیح ہے مابقی کو (باقی ماندہ) اگر اسی مجلس میں نہ دیا تو اُس کے مقابل میں صحیح نہ رہا اور اگر مرہون اُس مجلس میں ہلاک نہ ہوا اور عاقدین (23) جدا ہوگئے اور راس المال و ثمنِ صَرف اُس مجلس میں نہ دیا تو عقدِ سلم و صَرف باطل ہوگئے کہ ان دونوں عقدوں میں اسی مجلس میں دینا ضروری تھا جو پایا نہ گیا۔ اور اس صورت میں چونکہ عقد باطل ہوگئے لہٰذا مرتہن (رہن رکھنے والے) راہن (رہن رکھوانے والے) کو مرہون واپس دے۔ اور فرض کرو مرتہن (رہن رکھنے والے) نے ابھی واپس نہیں دیا تھا اور مرہون ہلاک ہوگیا تو راس المال و ثمن صَرف کے مقابل میں ہلاک ہونا مانا جائے گا یعنی

---

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرھن، الباب الاول فی تفسیرہ ورکنہ۔۔۔ إلخ، الفصل الثالث، ج۵، ص ۴۳۵.

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرھن، الباب الاول فی تفسیرہ ورکنہ۔۔۔ إلخ، الفصل الثالث ج۵، ص ۴۳۵.

(22) یعنی بیع سلم اور سونے چاندی کی بیع کا عقد مکمل ہوگیا۔

(23) یعنی راہن (رہن رکھوانے والے) اور مرتہن (رہن رکھنے والے)۔

وصول پانا قرار دیا جائے گا مگر وہ دونوں عقد اب بھی باطل ہی رہیں گے اب جائز نہیں ہوں گے۔ دوسری صورت یعنی مسلم فیہ کے مقابل میں رب السلم نے اپنے پاس کوئی چیز رہن رکھی اس میں عقد سلم مطلقاً صحیح ہے مرہون اسی مجلس میں ہلاک ہو یا نہ ہو دونوں کے جدا ہونے کے بعد ہو یا نہ ہو کہ راس المال پر قبضہ جو مجلس عقد میں ضروری تھا وہ ہو چکا اور مسلم فیہ کے قبضہ کی ضرورت تھی ہی نہیں لہٰذا اس صورت میں اگر مرہون ہلاک ہو جائے مجلس میں یا بعد مجلس بہر صورت عقد سلم تمام ہے۔ اور رب السلم کو گویا مسلم فیہ وصول ہو گیا یعنی مرہون کے ہلاک ہونے کے بعد اب مسلم فیہ کا مطالبہ نہیں کرسکتا ہاں اگر مرہون کی قیمت کم ہو تو بقدر قیمت وصول سمجھا جائے باقی باقی ہے۔(24)

مسئلہ ۲۲: رب السلم نے مسلم فیہ کے مقابل میں اپنے پاس چیز رہن رکھ لی تھی اور دونوں نے عقدِ سلم کو فسخ کر دیا تو جب تک راس المال وصول نہ ہو جائے یہ چیز راس المال کے مقابل ہے یعنی مسلم الیہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ سلم فسخ ہو گیا لہٰذا مرہون واپس دو۔ ہاں جب مسلم الیہ راس المال واپس کر دے تو مرہون کو واپس لے سکتا ہے اور فرض کرو کہ راس المال واپس نہیں دیا اور رب السلم کے پاس وہ چیز ہلاک ہو گئی تو مسلم فیہ کے مقابل میں اس کا ہلاک ہونا سمجھا جائے گا یعنی رب المال مسلم فیہ کی مثل مسلم الیہ کو دے اور اپنا راس المال واپس لے یہ نہیں کہ اس کو راس المال کے قائم مقام فرض کر کے راس المال کی وصولی قرار دیں۔(25)

مسئلہ ۲۳: سونا چاندی روپیہ اشرفی اور مکیل و موزون کو رہن رکھنا جائز ہے پھر ان کو رہن رکھنے کی دو صورتیں ہیں۔ دوسری جنس کے مقابل میں رہن رکھا یا خود اپنی ہی جنس کے مقابل میں رکھا۔ پہلی صورت میں یعنی غیر جنس کے مقابل میں اگر ہو مثلاً کپڑے کے مقابل روپیہ، اشرفی (سونے کا سکہ) یا جَو گیہوں کو رہن رکھا اور یہ مرہون (گروی رکھی ہوئی چیز) ہلاک ہو جائے تو اس کی قیمت کا اعتبار ہو گا اور اس صورت میں کھرے کھوٹے کا لحاظ ہو گا یعنی اگر اس کی قیمت دَین کی برابر یا زائد ہے تو دَین وصول سمجھا جائے گا اور اگر کچھ کمی ہے تو جو کمی ہے اتنی راہن (رہن رکھوانے والے) سے لے سکتا ہے۔ اور اگر دوسری صورت ہے یعنی اپنی ہم جنس کے مقابل میں رہن ہے مثلاً چاندی کو روپیہ کے مقابل میں یا سونے کو اشرفی کے مقابل میں یا گیہوں کو گیہوں کے مقابل رہن رکھا اور مرہون ہلاک ہو گیا تو وزن و کیل (ناپ) کا اعتبار ہو گا۔ اور اس صورت میں کھرے کھوٹے کا اعتبار نہیں ہو گا مثلاً سو ۱۰۰ روپے قرض لئے اور چاندی رہن رکھی اور یہ ضائع ہو گئی اور یہ چاندی سو روپے بھر یا زائد تھی تو دَین وصول سمجھا جائے یہ نہیں کہا جا سکتا

---

(24) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب ما یجوز ارتھانہ... إلخ، ج ۲، ص ۴۱۹۔

والدرالمختار ورد المحتار، کتاب الرھن، باب ما یجوز ارتھانہ ومالا یجوز، ج ۱۰، ص ۱۰۵،۱۰۶۔

(25) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب ما یجوز ارتھانہ... إلخ، ج ۲، ص ۴۱۹۔

کہ ۱۰۰ روپے بھر چاندی کی مالیت سو ۱۰۰ روپے سے کم ہے اور سو ۱۰۰ روپے بھر سے کچھ کمی ہے تو اتنی کی وصول کر سکتا ہے۔(26)

مسئلہ ۲۴: سونے چاندی کی کوئی چیز مثلاً برتن یا زیور کو اپنی ہم جنس کے مقابل میں رہن رکھا اور چیز ٹوٹ گئی اگر اس کی قیمت وزن کی بہ نسبت کم ہے تو خلاف جنس سے اس کی قیمت لگا کر اُس قیمت کو رہن قرار دیا جائے اور ٹوٹی ہوئی چیز کا مرتہن (رہن رکھنے والا) مالک ہو گیا اور راہن (رہن رکھوانے والے) کو اختیار ہے کہ دَین ادا کر کے وہ چیز لے لے اور اگر اس کی قیمت وزن کی بہ نسبت زیادہ ہے تو دوسری جنس سے قیمت لگائی جائے گی اور مرتہن (رہن رکھنے والا) پوری قیمت کا ضامن ہے اور یہ قیمت اُس کے پاس رہن ہوگی اور مرتہن (رہن رکھنے والا) اس ٹوٹی ہوئی چیز کا مالک ہو جائے گا۔ مگر راہن (رہن رکھوانے والے) کو یہ اختیار ہوگا کہ پورا دَین ادا کر کے فک رہن (یعنی گروی رکھی ہوئی چیز کو چھڑانا) کرا لے۔(27)

مسئلہ ۲۵: ایک شخص سے دس درہم قرض لئے اور انگوٹھی رہن رکھ دی جس میں ایک درہم چاندی ہے اور نو درہم کا نگینہ ہے اور مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس سے انگوٹھی ضائع ہوگئی تو گویا دَین وصول ہو گیا اور اگر نگینہ ٹوٹ گیا تو اس کی وجہ سے انگوٹھی کی قیمت میں جو کچھ کمی ہوئی اتنا دَین ساقط اور اگر انگوٹھی ٹوٹ گئی اور اُس کی قیمت ایک درہم سے زیادہ ہے تو پوری قیمت کا ضمان ہے مگر یہ ضمان دوسری جنس مثلاً سونے سے لیا جائے۔(28)

مسئلہ ۲۶: پیسے رہن رکھے تھے اور ان کا چلن بند ہو گیا یہ بمنزلہ ہلاک ہے اور اگر پیسوں کا نرخ سستا ہو گیا اس کا اعتبار نہیں۔(29)

مسئلہ ۲۷: طشت (تھال) لوٹا یا کوئی اور برتن رہن رکھا اور وہ ٹوٹ گیا اگر وہ وزن سے بکنے کی چیز نہ ہو تو جو کچھ نقصان ہوا اتنا دَین ساقط اور اگر وہ وزن سے بکے تو راہن (رہن رکھوانے والے) کو اختیار ہے کہ دَین ادا کر کے اپنی چیز واپس لے یا اُس کی جو کچھ قیمت ہو اتنے میں مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس چھوڑ دے۔(30)

---

(26) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ... الخ، ج۲، ص۴۲۲.

والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ ومالا یجوز، ج۱۰، ص۱۰۸.

(27) تبیین الحقائق، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ والارتھان بہ، ج۷، ص۱۶۲، ۱۶۳.

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرھن، الباب العاشر فی رھن الفضۃ بالفضۃ... الخ، ج۵، ص۴۷۵.

(29) المرجع السابق، ص۴۷۶.

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرھن، الباب العاشر فی رھن الفضۃ بالفضۃ... الخ، ج۵، ص۴۷۶.

مسئلہ ۲۸: پرائی چیز بیچ دی اور ثمن کے مقابل میں مشتری (خریدار) سے کوئی چیز رہن رکھوالی مالک نے دونوں باتوں کو جائز کر دیا یہ بیع جائز ہے مگر رہن جائز نہیں۔ (31)

مسئلہ ۲۹: کوئی چیز بیع کی اور مشتری (خریدار) سے یہ شرط کر لی کہ فلاں معین چیز ثمن کے مقابل میں رہن رکھے یہ جائز ہے اور اگر بائع نے یہ شرط کی کہ فلاں شخص ثمن کا کفیل ہو جائے اور وہ شخص وہاں حاضر ہے اس نے قبول کر لیا یہ بھی جائز ہے اور اگر بائع نے کفیل کو معین نہیں کیا ہے یا معین کر دیا ہے مگر وہ وہاں موجود نہیں ہے اور اس کے آنے اور قبول کرنے سے پہلے بائع و مشتری (خریدار) جدا ہو گئے تو بیع فاسد ہو گئی اسی طرح اگر رہن کے لیے کوئی چیز معین نہیں کی ہے تو بیع فاسد ہو گئی مگر جبکہ اسی مجلس میں دونوں نے رہن کو معین کر لیا یا اسی مجلس میں مشتری (خریدار) نے ثمن ادا کر دیا تو بیع صحیح ہو گئی مجلس بدل جانے کے بعد معین رہن یا ادائے ثمن سے بیع کا فساد دفع نہیں ہو گا۔ (32)

مسئلہ ۳۰: بائع نے معین چیز رہن رکھنے کی شرط کی تھی اور مشتری (خریدار) نے یہ شرط منظور بھی کر لی تھی اس صورت میں مشتری (خریدار) مجبور نہیں ہے کہ اس شرط کو پورا ہی کر دے کہ محض ایجاب و قبول سے عقد رہن لازم نہیں ہوتا، مگر مشتری (خریدار) نے اگر وہ چیز رہن نہ رکھی تو بائع کو اختیار ہے کہ بیع کو فسخ کر دے مگر جبکہ مشتری (خریدار) ثمن ادا کر دے یا جو چیز رہن رکھنے کے لئے معین ہوئی تھی اُسی قیمت کی دوسری چیز رہن رکھ دے تو اب بیع کو فسخ نہیں کر سکتا۔ (33)

مسئلہ ۳۱: کوئی چیز خریدی اور مشتری (خریدار) نے بائع کو کوئی چیز دے دی کہ اسے رکھے جب تک میں دام (رقم) نہ دوں تو یہ چیز رہن ہو گئی اور اگر جو چیز خریدی ہے اُسی کے متعلق کہا کہ اسے رکھے رہو جب تک دام نہ دوں تو اس میں دو صورتیں ہیں اگر مشتری (خریدار) نے اُس پر قبضہ کر لیا تھا پھر بائع کو یہ کہہ کر دے دی کہ اسے رکھے رہو تو یہ رہن بھی صحیح ہے اور اگر مشتری (خریدار) نے قبضہ نہیں کیا تھا اور مبیع کے متعلق وہ الفاظ کہے تو رہن صحیح نہیں کہ وہ تو بغیر کہے بھی ثمن کے مقابل میں محبوس (مقید) ہے بائع بغیر ثمن لئے دینے سے انکار کر سکتا ہے۔ (34)

---

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرھن، الباب الاول فی تفسیرہ ورکنہ... إلخ، الفصل الرابع فیما یجوز رہنہ... إلخ، ج ۵، ص ۴۳۶.

(32) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب ما یجوز ارتھانہ... إلخ، ج ۲، ص ۴۲۴.

والدر المختار، کتاب الرھن، باب ما یجوز ارتھانہ وما لا یجوز، ج ۱۰، ص ۱۰۹.

(33) الدر المختار، کتاب الرھن، باب ما یجوز ارتھانہ وما لا یجوز، ج ۱۰، ص ۱۰۹.

(34) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب ما یجوز ارتھانہ... إلخ، ج ۲، ص ۴۲۴.

والدر المختار، کتاب الرھن، باب ما یجوز ارتھانہ وما لا یجوز، ج ۱۰، ص ۱۰۹.

مسئلہ ۳۲: مشتری (خریدار) نے چیز خرید کر بائع کے پاس چھوڑ دی کہ اسے رکھے رہو دام دے کر لے جاؤں گا اور مشتری (خریدار) چیز لینے نہیں آیا اور چیز ایسی ہے کہ خراب ہو جائے گی مثلاً گوشت ہے کہ رکھا رہنے سے سڑ جائے گا یا برف ہے جو گھل جائے گی بائع کو ایسی چیز کا دوسرے کے ہاتھ بیع کر دینا جائز ہے اور جسے معلوم ہے کہ یہ چیز دوسرے کی خریدی ہوئی ہے اُس کو خریدنا بھی جائز ہے مگر بائع نے اگر زائد داموں سے بیچا تو جو کچھ پہلے ثمن سے زائد ہے اُسے صدقہ کر دے۔(35)

مسئلہ ۳۳: دائن (قرض خواہ) نے مدیون (مقروض) کی پگڑی لے لی کہ میرا دَین دے دو گے اُس وقت پگڑی دوں گا اگر مدیون (مقروض) بھی راضی ہو گیا اور چھوڑ آیا تو رہن ہے ضائع ہو گی تو رہن کے احکام جاری ہوں گے اور اگر راضی نہیں ہے مثلاً یہ کمزور ہے اُس سے چھین نہیں سکتا تھا تو رہن نہیں بلکہ غصب ہے۔(36)

❀❀❀❀❀

(35) الدرالمختار، کتاب الرھن، باب ما یجوز ارتھانہ ومالا یجوز، ج۱۰، ص۱۰۹، ۱۱۰۔

(36) الدرالمختار، کتاب الرھن، باب ما یجوز ارتھانہ ومالا یجوز، ج۱۰، ص۱۱۴۔

باپ یا وصی کا نابالغ کی چیز کو رہن رکھنا

مسائل فقہیّہ

مسئلہ ۱: باپ کے ذمہ دَین ہے وہ اپنے نابالغ لڑکے کی چیز دائن کے پاس رہن رکھ سکتا ہے اسی طرح وصی بھی نابالغ کی چیز کو اپنے دَین کے مقابل میں رہن رکھ سکتا ہے پھر اگر یہ چیز مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس ہلاک ہوگئی تو یہ دونوں بقدر دَین نابالغ کو تاوان دیں اور مقدارِ دَین سے مرہون (گروی رکھی ہوئی چیز) کی قیمت زائد ہو تو زیادتی کا تاوان نہیں کہ یہ امانت تھی جو ہلاک ہوگئی۔(1)

مسئلہ ۲: باپ یا وصی نے نابالغ کی چیز اپنے دائن کے پاس رکھی تھی پھر اُس دائن کو انہوں نے چیز بیچ ڈالنے کے لیے کہہ دیا اُس نے بیچ کر اپنا دَین وصول کرلیا یہ بھی جائز ہے مگر بقدرِ ثمن نابالغ کو دینا ہوگا اسی طرح اگر ان دونوں نے نابالغ کی چیز اپنے دَین کے بدلے میں خود بیچ کردی یہ بھی جائز ہے اور اس ثمن اور دَین میں مقاصہ (ادلا بدلا) ہوجائے گا پھر نابالغ کو اپنے پاس سے بقدر ثمن ادا کریں۔(2)

مسئلہ ۳: خود نابالغ لڑکے کا باپ کے ذمہ دَین ہے اس کے مقابل میں باپ نے اُس کے پاس کوئی چیز رہن رکھ دی یہ بھی جائز ہے اور اس صورت میں اُس چیز پر اس کا قبضہ نابالغ کی طرف سے ہوگا اور اس کا عکس بھی جائز ہے یعنی باپ کا بیٹے پر دَین تھا اور اس کی چیز اپنے پاس رہن رکھ لی یہ دونوں صورتیں وصی کے حق میں ناجائز ہیں کہ نہ اپنی چیز اُس کے پاس رہن رکھ سکتا ہے نہ اس کی اپنے پاس۔(3)

مسئلہ ۴: ایک شخص کے دو نابالغ لڑکے ہیں اور ایک کا دوسرے پر دَین ہے ان کا باپ مدیون (مقروض) کی چیز دائن کے پاس رہن رکھ سکتا ہے اور دو نابالغوں کا وصی یہ نہیں کرسکتا کہ ایک کی چیز کو دوسرے کی طرف سے رہن رکھ لے۔(4)

مسئلہ ۵: باپ اور نابالغ لڑکے دونوں پر دَین ہے اور باپ نے نابالغ کی چیز دونوں کے مقابل میں رہن رکھ دی

---

(1) الدرالمختار، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن والجنایۃ علیہ... إلخ، ج۱۰، ص۱۳۱۔

(2) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ... إلخ، ج۲، ص۴۲۱۔

(3) المرجع السابق

(4) المرجع السابق

یہ جائز ہے اور اس صورت میں اگر مرہون چیز مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس ہلاک ہوگئی تو باپ کے دَین کے مقابل میں مرہون کا جتنا حصہ تھا اتنے کا لڑکے کو تاوان دے وصی اور دادا کا بھی یہی حکم ہے۔ (5)

مسئلہ ۶: باپ پر دَین ہے وہ بالغ لڑکے کی چیز اُس دَین کے مقابل میں رہن نہیں رکھ سکتا کہ بالغ پر اس کی ولایت نہیں اسی طرح نابالغ کے دَین میں بالغ کی چیز گروی نہیں رکھ سکتا، اور اگر بالغ و نابالغ دونوں کی مشترک چیز ہے اس کو بھی رہن نہیں رکھ سکتا۔ (6)

مسئلہ ۷: باپ پر دَین ہے اس نے بالغ و نابالغ لڑکوں کی مشترک چیز کو رہن رکھ دیا یہ ناجائز ہے جب تک بالغ سے اجازت حاصل نہ کرلے اور مرہون (گروی رکھی ہوئی چیز) ہلاک ہوجائے تو بالغ کے حصہ کا ضامن ہے۔ (7)

مسئلہ ۸: باپ نے نابالغ لڑکے کی چیز رہن رکھ دی تھی پھر باپ مرگیا اور وہ بالغ ہوکر یہ چاہتا ہے کہ میں اپنی چیز مرتہن (رہن رکھنے والے) سے لے لوں تو جب تک دَین ادا نہ کردے چیز نہیں لے سکتا پھر اگر خود باپ پر دَین تھا جس کے مقابل میں (بدلے میں) گروی رکھی تھی اور لڑکے نے اپنے مال سے دَین ادا کرکے چیز لے لی تو بقدرِ دَین (یعنی قرض کے برابر) باپ کے ترکہ سے وصول کرسکتا ہے۔ (8)

مسئلہ ۹: ماں کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے نابالغ لڑکے کی چیز رہن رکھ دے ہاں اگر وہ وصیہ ہے یا جو شخص نابالغ کے مال کا ولی ہے اس کی طرف سے اجازت حاصل ہے تو رکھ سکتی ہے۔ (9)

مسئلہ ۱۰: وصی نے یتیم کے کھانے اور لباس کے لیے اُدھار خریدا اور اس کے مقابل میں یتیم کی چیز رہن رکھ دی یہ جائز ہے اسی طرح اگر یتیم کے مال کو تجارت میں لگایا اور اُس کی چیز دوسرے کے پاس رکھ دی یا دوسرے کی چیز اس کے لیے رہن میں لی یہ بھی جائز ہے۔ (10)

مسئلہ ۱۱: وصی نے بچہ کے لئے کوئی چیز اُدھار لی تھی اور اس کی چیز رہن رکھ دی تھی پھر مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس سے بچہ ہی کی ضرورت کے لئے مانگ لایا اور چیز ضائع ہوگئی تو چیز رہن سے نکل گئی اور بچہ ہی کا نقصان ہوا

---

(5) المرجع السابق

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرھن، الباب الاول فی تفسیرہ ورکنہ... إلخ، الفصل الخامس فی رھن الاب والوصی، ج۵، ص۴۳۸.

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرھن، الباب الاول فی تفسیرہ ورکنہ... إلخ، الفصل الخامس فی رھن الاب والوصی، ج۵، ص۴۳۸.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرھن، الباب الاول فی تفسیرہ ورکنہ... إلخ، الفصل الخامس فی رھن الاب والوصی، ج۵، ص۴۳۸..

(9) المرجع السابق.

(10) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ والارتھان... إلخ، ج۲، ص۴۲۱

اس صورت میں ڈین کا کوئی جز اس کے مقابل میں ساقط نہیں ہو گا اور اگر اپنے کام کے لئے وصی مرتہن (رہن رکھنے والے) سے مانگ لایا ہے اور چیز ہلاک ہوگئی تو وصی کے ذمہ تاوان ہے کہ یتیم کی چیز کو اپنے لئے استعمال کرنے کا حق نہ تھا۔(11)

مسئلہ ۱۲: وصی نے یتیم کی چیز رہن رکھ دی پھر مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس سے غصب کر لایا اور اپنے کام میں استعمال کی اور چیز ہلاک ہوگئی اگر اس چیز کی قیمت بقدر ڈین ہے تو اپنے پاس سے ڈین ادا کرے اور یتیم کے مال سے وصول نہیں کرسکتا اور اگر ڈین سے اس کی قیمت کم ہے تو بقدر قیمت اپنے پاس سے مرتہن (رہن رکھنے والے) کو دے اور مابقی یتیم کے مال سے ادا کرے اور اگر قیمت ڈین سے زیادہ ہے تو ڈین اپنے پاس سے ادا کرے اور جو کچھ چیز کی قیمت ڈین سے زائد ہے یہ زیادتی یتیم کو دے کیونکہ اس نے دونوں کے حق میں تعدی زیادتی کی اور اگر غصب کر کے یتیم کے استعمال میں لایا اور ہلاک ہوئی تو مرتہن (رہن رکھنے والے) کے مقابل میں ضامن ہے یتیم کے مقابل میں نہیں یعنی اگر چیز کی قیمت ڈین سے زائد ہے تو اس زیادتی کا تاوان اس کے ذمہ نہیں ہوگا۔(12)

مسئلہ ۱۳: وصی نے یتیم کی چیز اپنے نابالغ لڑکے کے پاس رہن رکھ دی یہ ناجائز ہے اور بالغ لڑکے یا اپنے باپ کے پاس رکھ دی یہ جائز ہے۔(13)

مسئلہ ۱۴: وصی نے ورثہ کے خرچ اور حاجت کے لیے چیز اُدھار لی اور ان کی چیز رہن رکھ دی اگر یہ سب ورثہ بالغ ہیں تو ناجائز ہے اور سب نابالغ ہیں تو جائز ہے اور بعض بالغ بعض نابالغ ہیں تو بالغ کے حق میں ناجائز اور نابالغ کے بارے میں جائز۔(14)

مسئلہ ۱۵: میت پر ڈین ہے وصی نے ترکہ کو ایک دائن کے پاس رہن رکھ دیا یہ ناجائز ہے۔ دوسرے دائن اس رہن کو واپس لے سکتے ہیں اور اگر صرف ایک ہی شخص کا ڈین ہے تو اس کے پاس رہن رکھ سکتا ہے اور میت کا دوسرے پر ڈین ہے تو وصی مدیون (مقروض) کی چیز اپنے پاس رہن رکھ سکتا ہے۔(15)

مسئلہ ۱۶: راہن (رہن رکھوانے والے) مر گیا تو اس کا وصی رہن کو بیچ کر ڈین ادا کرسکتا ہے۔ اور راہن (رہن

---

(11) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ والارتھان... إلخ، ج۲، ص۴۲۱، ۴۲۲۔

(12) المرجع السابق، ص۴۲۲۔

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرھن، الباب الاول فی تفسیرہ ورکنہ... إلخ، الفصل الخامس فی رھن الاب والوصی، ج۵، ص۴۳۹۔

(14) المرجع السابق۔

(15) المرجع السابق۔

رکھوانے والے) کا وصی کوئی نہیں ہے تو قاضی کسی کو اس کا وصی مقرر کرے اور اُسے حکم دے گا کہ چیز بیچ کر دَین ادا کرے۔(16)

❁❁❁❁❁

(16) المرجع السابق.

رہن یا راہن (رہن رکھوانے والے) یا مرتہن (رہن رکھنے والے) کئی ہوں، اس کا بیان

مسائل فقہیّہ

مسئلہ ۱: ہزار روپے قرض لئے اور دو چیزیں رہن رکھیں تو دونوں چیزیں پورے دَین کے مقابل میں (بدلے میں) رہن ہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک کے حصہ کا دَین ادا کر کے فک رہن کرالے (یعنی گروی چیز چھڑالے) جب تک پورا دَین ادا نہ کرلے ایک کو بھی نہیں چھوڑا سکتا۔ ہاں اگر رہن رکھتے وقت ہر ایک کے مقابل میں دَین کا حصہ نامزد کردیا ہو مثلاً یہ کہہ دیا ہو کہ چھ سو ۶۰۰ کے مقابل میں یہ ہے اور چار سو ۴۰۰ کے مقابل میں یہ ہے اور ادا کرتے وقت کہہ دیا کہ اس کے مقابل کا دَین ادا کرتا ہوں تو اس کا فک رہن ہوسکتا ہے کہ یہ ایک رہن نہیں بلکہ دو عقد ہیں۔(1) اور اگر دو چیزیں رہن رکھیں اور یہ کہہ دیا کہ اتنے دَین کے مقابل میں ایک اور اتنے کے مقابل میں دوسری مگر یہ معین نہیں کیا کہ کس کے مقابل میں کون ہے تو رہن صحیح نہیں۔(2)

مسئلہ ۲: دو شخصوں کے پاس ایک چیز رہن رکھی اس کی کئی صورتیں ہیں۔ اگر یہ کہہ دیا کہ آدھی اس کے پاس رہن ہے اور آدھی اُس کے پاس یہ ناجائز کہ مشاع کا رہن ناجائز ہے اور اگر اس قسم کی تفصیل نہیں کی ہے اور ایک نے قبول کیا دوسرے نے نامنظور کیا جب بھی صحیح نہیں اور دونوں نے قبول کرلیا تو وہ چیز پوری پوری دونوں کے پاس رہن ہے اس کی ضرورت نہیں کہ دونوں نے اس شخص کو مشترک طور پر دَین دیا ہو دونوں میں شرکت ہو یا نہ ہو بہر حال وہ چیز دونوں کے پاس رہن ہے راہن (رہن رکھوانے والے) اپنی چیز اسی وقت لے سکتا ہے کہ دونوں کا پورا پورا دَین ادا کر دے اور ایک کا پورا دَین ادا کردیا تو پوری چیز اُسی کے پاس رہن ہے جس کا دَین باقی ہے۔(3)

---

(1) تبیین الحقائق، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ...الخ، ج۷، ص۱۶۸.

الدرالمختار، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ ومالایجوز، ج۱۰، ص۱۱۱.

(2) ردالمحتار، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ ومالایجوز، ج۱۰، ص۱۱۱.

(3) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ...الخ فصل، ج۲، ص۴۲۵.

والدرالمختار، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ ومالایجوز، ج۱۰، ص۱۱۰.

مسئلہ ۳: دوشخصوں کے پاس ایک چیز رہن رکھی اور وہ چیز قابلِ تقسیم ہے دونوں تقسیم کر کے آدھی آدھی اپنے قبضہ میں کر لیں اور اس صورت میں اگر پوری چیز ایک ہی کے قبضہ میں دے دی تو جس نے دی وہ ضامن ہے۔ اور اگر چیز ناقابلِ تقسیم ہے تو دونوں باریاں مقرر کر لیں اپنی اپنی باری میں ہر ایک پوری چیز اپنے قبضہ میں رکھے اس صورت میں وہ چیز جس کے پاس اُس کی باری میں ہے تو دوسرے کی طرف سے اُس کا حکم یہ ہے کہ جیسے کسی معتبر آدمی کے پاس شے مرہون ہوتی ہے۔ (جس کا بیان آئے گا)۔ (4)

مسئلہ ۴: دوشخصوں کے پاس چیز رہن رکھی اور وہ ہلاک ہوگئی تو ہر ایک اپنے حصہ کے مطابق ضامن ہے مثلاً ایک شخص کے دس ۱۰ روپے تھے دوسرے کے پانچ تھے اور دونوں کے پاس ایک چیز تیس ۳۰ روپے کی رہن رکھ دی اُس چیز کے دو حصے ضائع ہو گئے ایک حصہ باقی ہے تو یہ حصہ جو باقی رہ گیا ہے دونوں پر تقسیم ہوگا۔ یعنی دو تہائیاں (5) دس ۱۰ والے کی اور ایک تہائی (تیسرا حصہ) پانچ والے کی یعنی دس ۱۰ والے کی دو تہائیاں ساقط ہوگئیں ایک تہائی باقی ہے یعنی تین روپے پانچ آنے (چھ ۶ پیسوں کا ایک آنا ہوتا ہے) چار پائی (یعنی چار ۴ پیسے) اور پانچ والے کی دو تہائیاں ساقط ہوئیں ایک تہائی باقی ہے یعنی ایک روپیہ دس آنے آٹھ پائی۔ (6)

مسئلہ ۵: دوشخصوں پر ایک شخص کا دَین ہے دونوں نے ایک چیز دائن کے پاس رہن رکھی یہ رہن صحیح ہے اور پورے دَین کے مقابل میں چیز گروی ہے دونوں نے ایک ساتھ اس سے دَین لیا ہو یا الگ الگ دونوں صورتوں کا ایک حکم ہے۔ پھر اگر ایک نے اپنا دَین ادا کر دیا تو چیز کو واپس نہیں لے سکتا جب تک دوسرا بھی اپنے ذمہ کا دَین ادا نہ کر دے۔ (7)

مسئلہ ۶: مدیون (مقروض) نے دائن (قرض خواہ) کو دو کپڑے دیے اور یہ کہا کہ ان میں سے جس کو چاہو رہن رکھ لو اُس نے دونوں رکھ لئے کوئی بھی رہن نہ ہوا جب تک ایک کو معین نہ کر لے اور وہ ضامن نہیں ہوگا اور ضائع ہونے سے دَین ساقط نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر بیس روپے باقی تھے دائن نے مانگے مدیون (مقروض) نے اس کے پاس سو روپے ڈال دیے کہ تم ان میں سے اپنے بیس لے لو اور ابھی اس نے لئے نہیں کہ یہ سب روپے ضائع ہو گئے تو مدیون (مقروض) کے گئے، دائن کا دَین بحالہ باقی ہے۔ (8)

---

(4) تبیین الحقائق، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ۔۔۔ الخ، ج ۷، ص ۱۷۰۔

(5) یعنی تین حصوں میں سے دو حصے۔

(6) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ ومالا یجوز، ج ۱۰، ص ۱۱۰۔

(7) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ۔۔۔ الخ، ج ۲، ص ۴۲۵۔

(8) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ ومالا یجوز، ج ۱۰، ص ۱۱۵۔

متفرقات

مسئلہ ۱: شے مرہون کو کسی نے غصب کر لیا تو اس کا وہی حکم ہے جو ہلاک ہونے، ضائع ہونے کا ہے کہ قیمت اور دَین میں جو کم ہے اُس کا ضامن ہے یعنی اگر دَین اُس کی قیمت کے برابر یا کم ہے تو دَین ساقط ہو گیا اور قیمت کم ہے تو بقدر قیمت ساقط باقی دَین مدیون (مقروض) سے وصول کرے۔ اور اگر خود مرتہن (رہن رکھنے والے) ہی نے غصب کیا یعنی بلا اجازتِ راہن (رہن رکھوانے والے) چیز کو استعمال کیا اور ہلاک ہوئی تو پوری قیمت کا ضامن ہے اگرچہ قیمت دَین سے زیادہ ہو۔(1)

مسئلہ ۲: مرتہن (رہن رکھنے والے) راہن (رہن رکھوانے والے) کی اجازت سے چیز کو استعمال کر رہا تھا اس حالت میں کوئی چھین لے گیا تو یہ غصب ہلاک کے حکم میں نہیں یعنی اس صورت میں دَین بالکل ساقط نہیں ہوگا بلکہ اس حالت میں ہلاک ہو جائے جب بھی دَین بدستور باقی رہے گا کہ اب وہ رہن نہ رہا بلکہ عاریت و امانت ہے ہاں استعمال سے فارغ ہونے پر پھر رہن ہو جائے گا اور رہن کے احکام جاری ہوں گے۔(2)

مسئلہ ۳: راہن (رہن رکھوانے والے) نے مرتہن (رہن رکھنے والے) سے کہا کہ چیز دلال کو دے دو اس نے دیدی اور ضائع ہو گئی تو مرتہن (رہن رکھنے والے) اس کا ضامن نہیں۔(3)

مسئلہ ۴: رہن میں کوئی میعاد نہیں ہو سکتی مثلاً اتنے دنوں کے لیے رہن رکھتا ہوں میعاد مقرر کرنے سے عقد رہن فاسد ہو جائے گا اور اس صورت میں چیز ہلاک ہو جائے تو ضامن ہے اور وہی احکام ہیں جو رہن صحیح کے ہیں۔(4)

مسئلہ ۵: راہن (رہن رکھوانے والے) نے مرتہن (رہن رکھنے والے) سے کہا چیز کو بیچ ڈالو اور راہن (رہن رکھوانے والے) مر گیا مرتہن (رہن رکھنے والے) اس کو بیع کر سکتا ہے ورثہ کو منع کرنے کا حق نہیں اور ورثہ اس بیع کو توڑ بھی نہیں سکتے۔(5)

---

(1) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الرھن، باب ما یجوز ارتھانہ ومالا یجوز، ج۱۰، ص۱۱۵۔

(2) المرجع السابق۔

(3) الدرالمختار، کتاب الرھن، باب ما یجوز ارتھانہ مالا یجوز، ج۱۰، ص۱۱۵۔

(4) المرجع السابق، ص۱۱۶۔

(5) المرجع السابق۔

مسئلہ ۶: راہن (رہن رکھوانے والے) غائب ہوگیا پتہ نہیں کہ کہاں ہے مرتہن (رہن رکھنے والے) اس معاملہ کو قاضی کے پاس پیش کرے قاضی اس کو بیچ کر دَین ادا کرسکتا ہے اور راہن (رہن رکھوانے والے) موجود ہے اور دَین ادا نہیں کرتا اُس کو مجبور کیا جائے گا کہ مرہون کو بیچ کر دَین ادا کرے اور نہ مانے تو قاضی یا امین قاضی بیچ کر دَین ادا کر دے اور دَین کا کچھ جز باقی رہ جائے تو راہن (رہن رکھوانے والے) ہی اُس کا ذمہ دار ہے۔(6)

مسئلہ ۷: درخت کو رہن رکھا اس میں پھل آئے مرتہن (رہن رکھنے والا) پھلوں کو بیع نہیں کرسکتا (یعنی فروخت نہیں کرسکتا) اگرچہ یہ اندیشہ ہو کہ خراب ہوجائیں گے البتہ اس معاملہ کو قاضی کے پاس پیش کرسکتا ہے اور اگر وہاں قاضی ہی نہ ہو یا اتنا موقع نہیں کہ قاضی کے پاس معاملہ پیش کیا جائے یعنی وہ چیز جلد خراب ہوجائے گی تو خود مرتہن (رہن رکھنے والا) بھی بیع کرسکتا ہے۔(7)

❀❀❀❀❀

(6) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الرھن، باب ما یجوز ارتھانہ ومالا یجوز، ج ۱۰، ص ۱۱۶۔

(7) الدرالمختار، باب ما یجوز ارتھانہ ومالا یجوز، کتاب الرھن، باب ما یجوز ارتھانہ ومالا یجوز، ج ۱۰، ص ۱۱۶۔

کسی معتبر شخص کے پاس شے مرہون کو رکھنا

مسائل فقہیّہ

مسئلہ ۱: عقدِ رہن میں راہن (رہن رکھوانے والے) و مرتہن (رہن رکھنے والے) دونوں نے یہ شرط کی کہ مرہون چیز فلاں شخص کے پاس رکھ دی جائے گی یہ صحیح ہے اور اُس کے قبضہ کر لینے سے رہن مکمل ہو گیا یہ شخص مرتہن (رہن رکھنے والے) کے قائم مقام تصور کیا جائے گا اس کے پاس سے چیز ضائع ہو گئی تو وہی احکام ہیں جو مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس ہلاک ہونے میں ہوتے ہیں ایسے معتبر شخص کو عدل کہتے ہیں کیونکہ راہن (رہن رکھوانے والے) و مرتہن (رہن رکھنے والے) نے اُسے عادل و معتبر سمجھ رکھا ہے۔(1)

مسئلہ ۲: رہن میں یہ شرط تھی کہ مرتہن (رہن رکھنے والے) کا قبضہ ہوگا پھر دونوں نے باتفاق رائے عادل کے پاس رکھ دیا یہ صورت بھی جائز ہے۔(2)

مسئلہ ۳: دَین میعادی تھا اور معتبر شخص کو یہ کہہ دیا تھا کہ جب میعاد پوری ہو جائے رہن کو بیع کر ڈالے اور میعاد پوری ہو گئی مگر ابھی تک چیز پر اس کا قبضہ ہی نہیں تو رہن باطل ہو گیا مگر بیع کی وکالت اس کے لیے بدستور باقی ہے اب بھی بیع کر سکتا ہے۔(3)

مسئلہ ۴: جب ایسے شخص کے پاس چیز رکھ دی گئی تو چیز کو نہ راہن (رہن رکھوانے والے) لے سکتا ہے نہ مرتہن (رہن رکھنے والے) اور اگر اُس نے اُن میں سے کسی کو دیدی تو اُس سے واپس لے کر اپنے پاس رکھے اور اگر اُس کے پاس تلف (ضائع) ہو گئی تو وہ خود ضامن ہو گیا یعنی چیز کی قیمت اُس سے تاوان میں لی جائے گی یعنی راہن (رہن رکھوانے والے) و مرتہن (رہن رکھنے والے) دونوں مل کر اُس سے تاوان وصول کریں اور اُس کو اُسی کے پاس یا کسی دوسرے کے پاس بطور رہن رکھ دیں یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ شخص بطور خود قیمت کو اپنے پاس بطور رہن رکھ لے۔(4) اور اگر عقدِ رہن میں اس کے پاس رکھنے کی شرط نہ تھی اور رکھ دیا گیا اس صورت میں راہن (رہن رکھوانے والے) یا مرتہن

---

(1) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الرھن، باب الرھن یوضع علی ید عدل...إلخ، ج۱۰، ص۱۱۷.

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرھن، الباب الثانی فی الرھن بشرط ان یوضع علی یدی عدل، ج۵، ص۴۴۰.

(3) ردالمحتار، کتاب الرھن، باب الرھن، یوضع علی ید عدل...إلخ، ج۱۰، ص۱۱۷.

(4) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب الرھن، یوضع علی ید العدل، ج۲، ص۴۲۶.

(رہن رکھنے والے) اُس سے لے اور وہ ضامن نہیں ہوگا۔(5)

مسئلہ ۵: عادل سے قیمت کا تاوان لے کر پھر اسی کے پاس یا دوسرے کے پاس رہن رکھا گیا اور فرض کرو کہ اس نے مرہون راہن (رہن رکھوانے والے) کو دیا تھا اور اس کے پاس ہلاک ہوا اس صورت میں راہن (رہن رکھوانے والے) جب دَین ادا کردے گا تو وہ تاوان عادل کو واپس مل جائے گا کہ مرتہن (رہن رکھنے والے) کو دَین وصول ہوگیا لہٰذا یہ تاوان لینے کا مستحق نہیں اور راہن (رہن رکھوانے والے) کو خود اس کی مرہون شے وصول ہو چکی تھی پھر اس تاوان کو کیونکر لے سکتا ہے۔ اور اگر عادل سے مرتہن (رہن رکھنے والے) نے لیا تھا تو دَین ادا کرنے کے بعد یہ تاوان کی رقم راہن (رہن رکھوانے والے) کو ملے گی کیونکہ راہن (رہن رکھوانے والے) کی چیز کا یہ بدلہ ہے چیز نہیں ملی اور ہلاک ہوگئی تو تاوان جو اُس کے قائم مقام ہے اُسے ملے گا۔ رہی یہ بات کہ عادل نے مرتہن (رہن رکھنے والے) کو دیا تھا اور اس کے پاس ہلاک ہوا تو مرتہن (رہن رکھنے والے) سے اس ضمان کو رجوع کرسکتا ہے یا نہیں اس میں تفصیل ہے اگر مرتہن (رہن رکھنے والے) کو بطور عاریت یا ودیعت دیا ہے تو رجوع نہیں کرسکتا جبکہ مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس ہلاک ہوگیا ہو اس نے خود ہلاک نہ کیا ہو اور اگر مرتہن (رہن رکھنے والے) نے خود ہلاک کردیا ہو تو رجوع کرسکتا ہے اور اگر مرتہن (رہن رکھنے والے) کو بطور رہن دیا ہو یہ کہہ دیا ہو کہ تمہارا جو حق ہے اس میں لے جاؤ تو اس صورت میں بہرحال مرتہن (رہن رکھنے والے) سے ضمان واپس لے گا۔(6)

مسئلہ ۶: راہن (رہن رکھوانے والے) نے مرتہن (رہن رکھنے والے) کو یا عادل کو یا کسی اور شخص کو بیع کا وکیل کردیا تھا کہہ دیا تھا کہ جب دَین کی میعاد پوری ہوجائے تو اس کو بیچ ڈالنا یا مطلقاً وکیل کردیا ہے۔ میعاد پوری ہونے کی قید نہیں لگائی ہے یہ توکیل صحیح ہے اس وکیل کا بیچنا جائز ہے۔ بشرطیکہ جس وقت اسے وکیل کیا ہے اس وقت اس میں بیع کی اہلیت ہو اور اگر اہلیت نہ ہو تو یہ توکیل صحیح نہیں مثلاً ایک چھوٹے بچہ کو بیع مرہون کا (گروی رکھی ہوئی چیز کے بیچنے کا) وکیل کیا وہ بچہ اب بالغ ہوگیا اور بیچنا چاہتا ہے بیع نہیں کرسکتا کہ وہ وکیل ہی نہیں ہوا۔(7)

مسئلہ ۷: عقد رہن میں بیع مرہون کی وکالت شرط تھی کہ مرتہن (رہن رکھنے والے) یا فلاں شخص اس چیز کو بیع کردے گا اس وکیل کو راہن (رہن رکھوانے والے) اگر معزول کرنا چاہے نہیں کرسکتا یعنی معزول کرے تو بھی معزول نہیں

---

(5) ردالمحتار، کتاب الرھن، باب الرھن یوضع علی ید عدل... إلخ، ج۱۰، ص۱۱۷۔

(6) الھدایۃ، کتاب الرھن یوضع علی ید العدل، ج۲، ص۴۲۶۔

والعنایۃ علی فتح القدیر، کتاب الرھن، باب الرھن یوضع علی ید العدل، ج۹، ص۱۰۶۔

(7) الدرالمختار، کتاب الرھن، باب ما یجوز ارتھانہ ومالا یجوز، ج۱۰، ص۱۱۸۔

ہوگا اور یہ وکالت ایسی ہے کہ نہ راہن (رہن رکھوانے والے) کے مرنے سے ختم ہو نہ مرتہن (رہن رکھنے والے) کے مرنے سے اور اس وکیل کے لیے یہ ضروری نہیں کہ راہن (رہن رکھوانے والے) یا مرتہن (رہن رکھنے والے) کی موجودگی ہی میں بیع کرے نہ یہ ضروری کہ وہ مر گئے ہوں تو ان کے ورثہ کی موجودگی میں بیع کرے۔(8)

مسئلہ ۸: وکیل کے مرجانے سے وکالت باطل ہو جائے گی اُس کا وارث یا وصی اس کا قائم مقام نہیں ہوگا کہ وکالت اسی کے دَم (زندگی) کے ساتھ وابستہ تھی یہ وکیل دوسرے شخص کو بیع کرنے کا وصی نہیں بنا سکتا مگر جبکہ وکالت میں اس کی شرط ہو تو وصی بنا سکتا ہے۔(9)

مسئلہ ۹: وکالت مطلق تھی تو نقد اور اُدھار دونوں طرح بیچنے کا اُسے اختیار حاصل ہے اس کے بعد اگر اُدھار بیچنے سے منع کر دے تو اس کا کچھ اثر نہیں یعنی ممانعت کے بعد بھی اُدھار بیچ سکتا ہے۔(10)

مسئلہ ۱۰: راہن (رہن رکھوانے والے) غائب ہے اور میعاد پوری ہوگئی وکیل بیچنے سے انکار کرتا ہے تو اُس کو بیچنے پر مجبور کیا جائے گا بلکہ عقدِ رہن میں بیع کی شرط نہ تھی بعد میں راہن (رہن رکھوانے والے) نے کسی کو بیع کا وکیل کر دیا یہ بھی بیع سے انکار نہیں کر سکتا اسے بھی بیچنے پر مجبور کیا جائے گا۔(11)

مسئلہ ۱۱: رہن میں وکالت بیع (یعنی فروخت کرنے کی وکالت) شرط تھی اور فرض کرو مرہون کے (یعنی گروی جانور کا) بچہ پیدا ہو تو بچہ کو بھی یہ وکیل بیع کر سکتا ہے دوسرے وکیلوں کو اس قسم کا اختیار نہیں۔(12)

مسئلہ ۱۲: جس جنس کا دَین تھا اس کے خلاف دوسری جنس سے اس وکیل نے بیع کی اور دَین روپیہ تھا اور اس نے اشرفی کے بدلے میں بیع کی تو اس زرِ ثمن کو جنسِ دَین (قرض کی قسم) سے بیع صَرف کر سکتا ہے یعنی اشرفیاں روپے سے بھنا سکتا ہے۔ (یعنی چینج کروا سکتا ہے) دوسرے وکیل کو یہ اختیار حاصل نہیں۔(13)

مسئلہ ۱۳: راہن (رہن رکھوانے والے) نے بیع کا کسی کو وکیل کر دیا ہے تو نہ راہن (رہن رکھوانے والے) بیع کر سکتا ہے نہ مرتہن (رہن رکھنے والے) ہاں دوسرے کی رضا مندی حاصل کر کے یہ دونوں بیع کر سکتے ہیں یعنی راہن (رہن رکھوانے والے) مرتہن (رہن رکھنے والے) سے رضا مندی حاصل کرے یا مرتہن (رہن رکھنے والے)

---

(8) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب الرھن یوضع علی ید العدل، ج ۲، ص ۴۲۷.

(9) الدر المختار، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ ومالا یجوز، ج ۱۰، ص ۱۲۰.

(10) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب الرھن یوضع علی ید العدل، ج ۲، ص ۴۲۷.

(11) المرجع السابق.

(12) الدر المختار، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ ومالا یجوز، ج ۱۰، ص ۱۲۰.

(13) الدر المختار، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ ومالا یجوز، ج ۱۰، ص ۱۲۰.

راہن (رہن رکھوانے والے) سے۔(14)

مسئلہ ۱۴: اُس عادل نے مرہون (گروی رکھی ہوئی چیز) کو بیع کر دیا تو مرہون چیز رہن سے خارج ہوگئی اور یہ ثمن اس کے قائم مقام ہوگیا اگرچہ ابھی ثمن پر قبضہ نہ ہوا ہو، لہٰذا اگر ثمن ہلاک ہوگیا مثلاً مشتری (خریدار) سے وصول ہی نہ ہوا یا عادل کے پاس سے ضائع ہوگیا تو مرتہن (رہن رکھنے والے) کا ہلاک ہوا یعنی دَین ساقط ہوگیا اور اس صورت میں مرہون کی واجبی قیمت (رائج قیمت) کا لحاظ نہیں ہوگا بلکہ خود زرثمن کو دیکھا جائے گا یعنی جتنا ثمن ہے اتنا دَین ساقط اگرچہ واجبی قیمت کم ہو یا زائد۔(15)

مسئلہ ۱۵: عادل نے مرہون کو بیچ کر زرثمن مرتہن (رہن رکھنے والے) کو دے دیا اور اس مرہون شے میں استحقاق ہوا یعنی کسی اور شخص نے ثابت کر دیا کہ یہ چیز میری ہے اگر مبیع مشتری (خریدار) کے پاس موجود ہے تو مستحق اس مبیع کو مشتری (خریدار) سے لے لے گا اور مشتری (خریدار) اپنا زرثمن اس عادل سے وصول کریگا اور عادل اس راہن (رہن رکھوانے والے) سے وصول کریگا اور اس صورت میں مرتہن (رہن رکھنے والے) کا زرثمن پر قبضہ صحیح ہوگیا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عادل مرتہن (رہن رکھنے والے) سے ثمن واپس لے اور مرتہن (رہن رکھنے والے) راہن (رہن رکھوانے والے) سے اپنا دَین وصول کرے اور اگر وہ چیز مشتری (خریدار) کے پاس ہلاک ہو چکی ہے تو مستحق راہن (رہن رکھوانے والے) سے مرہون کی قیمت کا تاوان لے کیونکہ راہن (رہن رکھوانے والے) غاصب ہے اور اس صورت میں بیع بھی صحیح ہوگئی اور مرتہن (رہن رکھنے والے) کا زرثمن پر قبضہ بھی صحیح ہوگیا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مستحق اُس عادل سے تاوان لے پھر عادل مرتہن (رہن رکھنے والے) سے اور اب بھی بیع اور ثمن پر قبضہ صحیح ہوگیا یا مستحق عادل سے تاوان لے اور عادل مرتہن (رہن رکھنے والے) سے زرثمن واپس لے پھر مرتہن (رہن رکھنے والے) راہن (رہن رکھوانے والے) سے اپنا دَین وصول کرے۔(16)

مسئلہ ۱۶: مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس مرہون ہلاک ہوگیا۔ اس کے بعد اس میں استحقاق ہوا۔ اور مستحق نے راہن (رہن رکھوانے والے) سے ضمان لیا تو دَین ساقط ہوگیا۔ اور اگر مرتہن (رہن رکھنے والے) سے قیمت کا ضمان لیا تو جو کچھ تاوان دیا ہے راہن (رہن رکھوانے والے) سے واپس لے گا اور اپنا دَین بھی وصول کریگا۔(17)

(14) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب الرھن یوضع علی ید العدل، ج ۲، ص ۴۲۷۔

(15) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ ومالا یجوز، ج ۱۰، ص ۱۲۱۔

(16) الدرالمختار، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ ومالا یجوز، ج ۱۰، ص ۱۲۱، ۱۲۲۔

(17) الدرالمختار، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانہ ومالا یجوز، ج ۱۰، ص ۱۲۳، ۱۲۴۔

مسئلہ ۱۷: ایک شخص نے دوسرے سے کوئی چیز خریدی بائع (بیچنے والا) کہتا ہے کہ جب تک ثمن نہ دو گے مبیع (بیچی گئی چیز) پر قبضہ نہیں دوں گا اور مشتری (خریدار) یہ کہتا ہے کہ جب تک مبیع نہ دو گے ثمن نہیں دوں گا دونوں میں اس طرح مصالحت ہوئی کہ مشتری (خریدار) کسی تیسرے کے پاس ثمن جمع کر دے اور مبیع پر قبضہ کرلے اُس نے ثمن جمع کر دیا مگر تیسرے کے پاس سے ضائع ہو گیا تو مشتری (خریدار) کا ضائع ہوا اور اگر یہ طے پایا کہ تیسرے کے پاس ثمن کے مقابل میں کوئی چیز رہن رکھ دے اُس وقت مبیع پر قبضہ دوں گا اس نے رہن رکھ دی اور ضائع ہوگئی تو بائع کی چیز ہلاک ہوئی یعنی ثمن ساقط ہو گیا۔(18)

❁❁❁❁❁

(18) الفتاوی الھندیۃ،کتاب الرھن،الباب الثالث فی ھلاک الرھون...الخ،ج۵،ص۴۵۴.

مرہون میں تصرف کا بیان

مسائل فقہیہ

مسئلہ ۱: راہن (رہن رکھوانے والے) نے مرہون کو بغیر اجازت مرتہن (رہن رکھنے والے) بیع کر دیا تو یہ بیع موقوف ہے اگر مرتہن (رہن رکھنے والے) نے اجازت دیدی یا راہن (رہن رکھوانے والے) نے مرتہن (رہن رکھنے والے) کا دَین ادا کر دیا تو بیع جائز و نافذ ہوگئی اور پہلی صورت میں کہ مرتہن (رہن رکھنے والے) نے اجازت دیدی وہ ثمن رہن ہو جائے گا ثمن مشتری (خریدار) سے وصول ہوا ہو یا نہ ہوا ہو دونوں کا ایک حکم ہے اور اگر مرتہن (رہن رکھنے والے) نے اجازت نہیں دی تو اب بھی وہ بیع نہ باطل ہوئی نہ مرتہن (رہن رکھنے والے) کے فسخ کرنے سے فسخ ہوگی لہٰذا مشتری (خریدار) کو اختیار ہے کہ فکِ رہن کا (رہن کے چھوٹنے کا) انتظار کرے جب رہن چھوٹ جائے اپنی چیز لے لے اور اگر انتظار نہ کرنا چاہے تو قاضی کے پاس معاملہ پیش کر دے وہ بیع کو فسخ کر دے گا۔(1)

مسئلہ ۲: مرتہن (رہن رکھنے والا) اگر شے مرہون کو بیع کرے تو یہ بیع بھی اجازت راہن (رہن رکھوانے والے) پر موقوف ہے وہ چاہے تو جائز کر دے ورنہ جائز نہیں اور راہن (رہن رکھوانے والے) اس بیع کو باطل کر سکتا ہے۔ مرتہن (رہن رکھنے والے) نے بیع کر دی اور چیز مشتری (خریدار) کے پاس راہن (رہن رکھوانے والے) کی اجازت سے پہلے ہی ہلاک ہوگئی تو راہن (رہن رکھوانے والا) اب اجازت بھی نہیں دے سکتا اور راہن (رہن رکھوانے والے) کو اختیار ہے دونوں میں سے جس سے چاہے اپنی چیز کا ضمان لے۔(2)

مسئلہ ۳: مرتہن (رہن رکھنے والے) نے راہن (رہن رکھوانے والے) سے کہا کہ رہن کو فلاں کے ہاتھ بیع کر دو اُس نے دوسرے کے ہاتھ بیچا یہ جائز نہیں اور مستاجر نے موجر سے کہا کہ فلاں کے ہاتھ یہ مکان بیچ دو اس نے دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا یہ بیع جائز ہے۔(3)

مسئلہ ۴: راہن (راہن رکھوانے والے) نے ایک شخص کے ہاتھ بیع کی اور مرتہن (رہن رکھنے والے) کی اجازت سے قبل دوسرے کے ہاتھ بیع کر دی یہ دوسری بیع بھی اجازت مرتہن (رہن رکھنے والے) پر موقوف ہے مرتہن (رہن

---

(1) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، ج ۲، ص ۴۲۹، ۴۳۰.

(2) ردالمحتار، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، ج ۱۰، ص ۱۲۴، ۱۲۵.

(3) المرجع السابق، ص ۱۲۵.

رکھنے والے) جس ایک کو جائز کردے گا وہ جائز ہوجائے گی دوسری باطل ہوجائے گی۔(4)

مسئلہ ۵: راہن (رہن رکھوانے والے) نے مرہون کو بیع کیا پھر اس کو اجارہ پر دیا، یا کسی اور کے پاس رہن رکھ دیا، یا کسی اور کو ہبہ کردیا اور ان دونوں صورتوں میں مرتہن (رہن رکھنے والے) ثانی یا موہوب لہ کو قبضہ بھی دیدیا اس کے بعد مرتہن (رہن رکھنے والے) اول نے اجارہ یا رہن یا ہبہ کو جائز کردیا تو وہ پہلی بیع جو موقوف تھی جائز ہوگئی اور یہ تصرفات ناجائز ہوگئے۔(5)

مسئلہ ۶: راہن (رہن رکھوانے والے) نے مرہون کو ایک شخص کے ہاتھ بیع کردیا اس کے بعد پھر مرتہن (رہن رکھنے والے) کے ہاتھ بیچا تو یہ دوسری بیع جائز ہوگئی پہلی باطل ہوگئی۔(6)

مسئلہ ۷: مرہون کو راہن (رہن رکھوانے والے) نے ہلاک کردیا اور دَین غیر میعادی ہے یا میعادی تھا مگر میعاد پوری ہوچکی ہے تو مرتہن (رہن رکھنے والے) راہن (رہن رکھوانے والے) سے اپنا دَین وصول کرلے اور اگر میعاد ابھی پوری نہیں ہوئی ہے تو راہن (رہن رکھوانے والے) سے اُس کی قیمت کا تاوان لے اور یہ قیمت بجائے مرہون رہن میں رہے جب میعاد پوری ہوجائے تو بقدر دَین اپنے حق میں وصول کرلے کچھ بچے تو واپس کردے اور کم ہو تو بقیہ راہن (رہن رکھوانے والے) سے وصول کرے۔ یہ حکم اس وقت ہے کہ قیمت اسی جنس کی ہو جس جنس کا دَین ہے۔(7)

مسئلہ ۸: کسی اجنبی نے مرہون کو تلف (ضائع) کردیا تو اُس ہلاک کرنے والے سے تاوان لینا مرتہن (رہن رکھنے والے) کا کام ہے ہلاک کرنے کے وقت جو اس کی قیمت تھی وہ قیمت تاوان میں لے اور اس میں وہی تفصیل ہے کہ میعاد پوری ہوگئی تو دَین میں وصول کرے اور میعاد باقی ہے تو یہ قیمت رہن میں رہے یہاں ایک صورت یہ بھی ہے کہ جس روز چیز رہن رکھی گئی تھی اُس روز قیمت زیادہ تھی اور جس دن ہلاک ہوئی اُس کی قیمت کم ہوگئی تو اجنبی سے اگرچہ آج کی قیمت لے گا مگر مرتہن (رہن رکھنے والے) کے حق میں اُسی پہلی قیمت کا اعتبار ہوگا مثلاً فرض کرو ایک ہزار روپیہ دَین تھا اور چیز رہن رکھی گئی اُس کی قیمت بھی ایک ہزار تھی مگر جس روز اجنبی نے ہلاک کی اس کی قیمت پانسو ہے تو اجنبی سے پانسو تاوان لے گا اور پانسو روپے دَین کے ساقط ہوگئے جس طرح آفت سماویہ (یعنی قدرتی آفت) سے ہلاک

---

(4) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، ج۲، ص۴۴۰.

(5) الدرالمختار، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، ج۱۰، ص۱۲۵، ۱۲۶.

(6) المرجع السابق، ص۱۲۶.

(7) المرجع السابق، ص۱۲۷.

ہونے میں دَین ساقط ہوتا ہے۔(8)

مسئلہ ۹: خود مرتہن (رہن رکھنے والے) نے مرہون کو ہلاک کر دیا تو اس پر بھی تاوان واجب ہے پھر اگر دَین کی میعاد پوری ہو چکی ہے اور یہ قیمت جنس دَین سے ہے تو دَین وصول کر لے اور کچھ بچے تو راہن (رہن رکھوانے والے) کو واپس دے اور یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو یہ قیمت بجائے مرہون رہن میں رہے گی۔ اُس چیز کی قیمت نرخ سستا ہونے کی وجہ سے کم ہوگئی ہے تو جتنی کمی ہوئی اتنا دَین ساقط ہوگیا کہ مرتہن (رہن رکھنے والے) کے حق میں اسی قیمت کا اعتبار ہوگا جو رہن رکھنے کے دن تھی۔(9)

مسئلہ ۱۰: مرتہن (رہن رکھنے والے) نے راہن (رہن رکھوانے والے) کو مرہون شے بطور عاریت دے دی مرتہن (رہن رکھنے والے) کے ضمان سے نکل گئی یعنی اگر راہن (رہن رکھوانے والے) کے یہاں ہلاک ہوگئی تو مرتہن (رہن رکھنے والے) پر اس کا کچھ اثر نہیں اور دیتے وقت مرتہن (رہن رکھنے والے) نے راہن (رہن رکھوانے والے) سے کفیل (ضامن) لیا تھا کہ اسے واپس کر دے گا تو کفیل سے بھی مرتہن (رہن رکھنے والے) کوئی مطالبہ نہیں کر سکتا کہ اُس چیز میں رہن کا حکم باقی ہی نہیں۔(10)

مسئلہ ۱۱: مرتہن (رہن رکھنے والے) نے راہن (رہن رکھوانے والے) کو بطور عاریت مرہون دے دیا تھا اُس نے پھر واپس کر دیا تو پھر وہ چیز مرتہن (رہن رکھنے والے) کے ضمان میں آگئی اور رہن کا حکم حسب سابق اس میں جاری ہوگا۔ مرتہن (رہن رکھنے والے) کو راہن (رہن رکھوانے والے) سے واپس لینے کا حق باقی رہتا ہے کیونکہ عاریت دینے سے رہن باطل نہیں ہوتا۔(11)

مسئلہ ۱۲: عاریت کی صورت میں مرتہن (رہن رکھنے والے) کے واپس لینے سے قبل اگر راہن (رہن رکھوانے والے) مر گیا تو دوسرے قرض خواہوں سے مرتہن (رہن رکھنے والے) زیادہ حقدار ہے یعنی دوسرے اس مرہون سے اپنے دَین وصول نہیں کر سکتے جب تک مرتہن (رہن رکھنے والے) اپنا دَین وصول نہ کر لے اس کے وصول کرنے کے بعد اگر کچھ بچے تو وہ لوگ لے سکتے ہیں ورنہ نہیں۔(12)

---

(8) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، ج۱۰، ص۴۳۲۔

(9) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، ج۱۰، ص۴۳۲۔

(10) الدرالمختار، باب التصرف فی الرھن... إلخ، ج۱۰، ص۱۲۷، ۱۲۸۔

(11) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، ج۲، ص۴۳۲۔

(12) الدرالمختار، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، ج۱۰، ص۱۲۹۔

مسئلہ ۱۳: راہن (رہن رکھوانے والے) ومرتہن (رہن رکھنے والے) میں سے ایک نے دوسرے کی اجازت سے مرہون شے کسی اجنبی کو بطور عاریت دے دی یا اجنبی کے پاس ودیعت رکھ دی تو مرہون ضمان سے نکل گیا اور دونوں میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہے کہ اُسے پھر ضمان میں لائے یعنی اُسے رہن بنا دے۔(13)

مسئلہ ۱۴: مرتہن (رہن رکھنے والے) نے راہن (رہن رکھوانے والے) سے مرہون کو استعمال کرنے کے لیے عاریت لیا یہ عاریت صحیح ہے مگر استعمال سے پہلے یا استعمال کے بعد مرہون ہلاک ہوا تو مرتہن (رہن رکھنے والے) ضامن ہے یعنی وہی حکم ہے جو مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس مرہون کے ہلاک ہونے میں ہوتا ہے اور اگر حالت استعمال میں ہوا تو مرتہن (رہن رکھنے والے) کے ذمہ کچھ ضمان نہیں۔ اسی طرح اگر مرتہن (رہن رکھنے والے) کو راہن (رہن رکھوانے والے) نے استعمال کی اجازت دے دی ہے تو حالت استعمال میں ہلاک ہونے میں ضمان نہیں ہے اور قبل یا بعد میں ہلاک ہوا تو ضمان ہے۔(14)

مسئلہ ۱۵: قرآن مجید یا کتاب رہن رکھی ہے تو مرتہن (رہن رکھنے والے) کو اُس میں پڑھنا ناجائز ہے ہاں اگر راہن (رہن رکھوانے والے) سے اجازت لے کر پڑھے تو پڑھ سکتا ہے مگر جتنی دیر تک پڑھے گا اتنی دیر تک عاریت ہے فارغ ہونے کے بعد رہن ہے یعنی پڑھتے وقت ہلاک ہوجائے تو دَین ساقط نہیں ہوگا۔ اس کے بعد ہلاک ہو تو ساقط ہوجائے گا۔(15)

مسئلہ ۱۶: راہن (رہن رکھوانے والے) ومرتہن (رہن رکھنے والے) میں سے ایک نے دوسرے کی اجازت سے مرہون کو بیع کر دیا (بیچ دیا) یا اجارہ پر دے دیا یا ہبہ کر دیا یا رہن رکھ دیا ان سب صورتوں میں مرہون رہن سے خارج ہو گیا اب وہ رہن میں واپس نہیں لیا جا سکتا جب تک پھر نیا عقدِ رہن نہ ہو اور ان صورتوں میں اگر راہن (رہن رکھوانے والے) نے مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس پھر سے رہن نہ رکھا اور مر گیا تو تنہا مرتہن (رہن رکھنے والے) اس کا مستحق نہیں بلکہ جیسے دوسرے قرضخواہ ہیں ایک یہ بھی ہے اپنا حصہ رسد (یعنی جتنا اس کے حصے میں آتا ہے) یہ بھی لے سکتا ہے۔(16) بیع واجارہ وہبہ خود مرتہن (رہن رکھنے والے) کے ہاتھ ہو یا اجنبی کے ہاتھ ہو، دونوں کا ایک حکم ہے اور خود راہن (رہن رکھوانے والے) کے ہاتھ مرہون کو بیع کیا تو اس سے رہن باطل نہ ہوا۔(17)

---

(13) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن...إلخ، ج۲، ص۴۳۳.

(14) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن...إلخ، ج۲، ص۴۳۳.

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرھن، الباب الثامن فی تصرف الراھن...إلخ، ج۵، ص۴۶۶.

(16) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن...إلخ، ج۲، ص۴۳۳.

(17) الدرالمختار، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن...إلخ، ج۱۰، ص۱۲۹.

مسئلہ ۱۷: مرتہن (رہن رکھنے والے) کی اجازت سے اجنبی کو کرایہ پر دے دیا تو اُجرت راہن (رہن رکھوانے والے) کی ہے اور بغیر اجازت دیا تو اُجرت مرتہن (رہن رکھنے والے) کی ہے مگر اس کو صدقہ کرنا ہوگا اور اس صورت میں رہن واپس لے سکتا ہے۔(18)

مسئلہ ۱۸: مرتہن (رہن رکھنے والے) نے بغیر اجازت راہن (رہن رکھوانے والے) رہن کو اجارہ پر سال بھر کے لئے دیا اور سال پورا ہونے کے بعد راہن (رہن رکھوانے والے) نے اجازت دی یہ اجازت صحیح نہیں لہٰذا مرتہن (رہن رکھنے والے) رہن کو واپس لے سکتا ہے اور چھ ماہ گزرنے کے بعد اجازت دی تو اجازت صحیح ہے۔ پہلی صورت میں پوری اُجرت مرتہن (رہن رکھنے والے) کی ہے جس کو صدقہ کرے اور دوسری صورت میں نصف اُجرت راہن (رہن رکھوانے والے) کی ہے اور نصف مرتہن (رہن رکھنے والے) کی، مرتہن (رہن رکھنے والے) کو جو ملی صدقہ کر دے اور اس دوسری صورت میں چیز کو مرتہن (رہن رکھنے والے) رہن میں واپس نہیں لے سکتا۔(19) اس زمانہ میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کھیت یا مکان رہن رکھ لیتے ہیں پھر مرتہن (رہن رکھنے والے) مکان کو کرایہ پر اُٹھا دیتا ہے اور کھیت کو لگان اور پٹے پر دے دیا کرتا ہے اور اس کرایہ یا لگان کو خود کھاتا ہے اس کا سود ہونا تو ظاہر ہے کہ قرض کے ذریعہ سے نفع اُٹھانا ہے مگر اس کے ساتھ ہی یہ بتانا بھی ہے کہ اگر راہن (رہن رکھوانے والے) سے اجازت حاصل نہیں کی ہے تو اُس کی مِلک میں ایک ناجائز تصرف ہے اور یہ بھی گناہ ہے اور اگر اجازت لے لی ہے تو رہن ہی ختم ہو گیا اس کے بعد مرتہن (رہن رکھنے والے) کا اُس چیز پر قبضہ ناجائز قبضہ اور غاصبانہ قبضہ ہے یہ بھی حرام ہے۔ مرتہن (رہن رکھنے والے) پر لازم ہے کہ ایسے گناہ کے کاموں سے پرہیز کرے یہ نہ دیکھے کہ انگریزی قانون ہمیں اس قسم کی اجازت دے رہا ہے بلکہ مسلمان کو یہ دیکھنا چاہیے کہ شریعت کا قانون ہمیں اجازت دیتا ہے یا نہیں، قانون شریعت تمہارے لئے دنیا و آخرت دونوں جگہ نافع ہے انگریزی قانون سے اگر تمہیں کچھ نفع پہنچ سکتا ہے تو صرف دنیا ہی میں اور اگر وہ خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف ہے تو سخت ٹوٹا (خسارہ) اور نقصان ہے۔

مسئلہ ۱۹: دوسرے سے کوئی چیز رہن رکھنے کے لئے عاریت مانگی اس نے دے دی اس چیز کو رہن رکھنا جائز ہے پھر اگر مالک نے کوئی قید نہیں لگائی ہے تو مستعیر (عاریتاً لینے والے) کو اختیار ہے کہ جس کے پاس چاہے جتنے میں چاہے جس شہر میں چاہے رہن رکھے اس کے ذمہ کوئی پابندی نہیں ہے۔ اور اگر مالک نے معین کر دیا ہے کہ فلاں کے پاس رکھنا یا فلاں شہر میں یا اتنے میں رکھنا تو اس کو پابندی کرنی ضرور ہے خلاف کرنے کی اجازت نہیں اور اگر اُس نے

---

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرھن، الباب الثامن فی تصرف الراھن... إلخ، ج۵، ص۴۶۴.

(19) المرجع السابق، ص۴۶۵.

مالک کے کہنے کے خلاف کیا تو مالک کو اختیار ہے کہ اپنی چیز مرتہن (رہن رکھنے والے) سے لے لے اور رہن کو فسخ کر دے اور چیز ہلاک ہوگئی ہے تو اس کی پوری قیمت کا تاوان لے۔ تاوان لینے میں اختیار ہے کہ راہن (رہن رکھوانے والے) سے تاوان لے یا مرتہن (رہن رکھنے والے) سے اگر مستعیر (عاریتاً لینے والے) سے ضمان لیا رہن صحیح ہوگیا اور مرتہن (رہن رکھنے والے) سے ضمان لیا تو مرتہن (رہن رکھنے والے) اپنا دَین اور یہ ضمان دونوں راہن (رہن رکھوانے والے) سے وصول کریگا۔(20) مالک نے جو قید لگا دی ہے اس کی مخالفت اس وجہ سے نہیں کی جاسکتی کہ مالک کے نقصان کا اندیشہ ہے کیونکہ مالک کو اگر ضرورت پیش آتی اور یہ چاہتا ہے کہ رہن چھڑا لوں (یعنی گروی رکھی چیز آزاد کرالوں) اور جس رقم کے مقابل میں اس نے رہن رکھنے کو کہا تھا اس سے زیادہ رقم کے مقابل میں رہن ہے تو بسا اوقات مالک کو اس رقم کے فراہم کرنے میں دُشواری ہوگی اسی طرح اگر مالک کی بتائی ہوئی رقم سے کم میں رکھی اور چیز تلف (ضائع) ہوگئی تو قیمتی چیز تھوڑے سے داموں کے مقابل میں ہلاک ہوگئی اس میں بھی مالک کا نقصان ہے۔ اسی طرح مرتہن (رہن رکھنے والے) اور جگہ کی قید لگانے میں فوائد ہیں لہٰذا یہ قیدیں بیکار نہیں ہیں کہ ان کا لحاظ نہ کیا جائے۔(21)

مسئلہ ۲۰: معیر نے جو قید لگائی تھی مستعیر (عاریتاً لینے والے) نے اُس کی مخالفت کی مگر یہ مخالفت معیر کے لئے مضر (نقصان دہ) نہیں بلکہ مفید ہے تو اس صورت میں نہ مرتہن (رہن رکھنے والے) پر ضمان ہے نہ راہن (رہن رکھوانے والے) پر مثلاً اس نے جتنے پر رہن رکھنے کو کہا تھا اُس سے کم کے مقابل میں (بدلے میں) رکھ دیا مگر یہ کی چیز کی واجبی قیمت (رائج قیمت) کے برابر یا واجبی قیمت سے زائد ہے مثلاً اس نے ایک ہزار میں رہن رکھنے کو کہا تھا اور یہ چیز پانسو کی ہی ہے مستعیر (عاریتاً لینے والے) نے پانسو یا چھ سو غرض ہزار سے کم میں رہن رکھ دی یہ مخالفت جائز ہے کہ اس میں معیر کا کچھ نقصان نہیں کیونکہ ہلاک ہونے کی صورت میں واجبی قیمت ملے گی یعنی وہی پانسو۔ ہزار تو ملیں گے نہیں پھر کیا نقصان ہوا بلکہ فائدہ یہ ہے کہ اگر اپنی چیز چھوڑانا (آزاد کرانا) چاہے گا تو ہزار روپے فراہم کرنے نہیں پڑیں گے جتنے میں رہن ہے اُتنے ہی دے کر چھوڑا سکے گا۔(22)

مسئلہ ۲۱: معیر نے جو کچھ مستعیر (عاریتاً لینے والے) سے کہہ دیا تھا مستعیر (عاریتاً لینے والے) نے اُسی کے

---

(20) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، ج۲، ص۴۳۳.

والدرالمختار، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، ج۱۰، ص۱۳۲.

(21) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، ج۲، ص۴۳۳.

(22) تبیین الحقائق، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، ج۷، ص۱۸۹، ۱۹۰.

موافق کیا مثلاً جتنے میں رہن رکھنے کو کہا تھا اتنے ہی میں رکھا اور فرض کرو مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس وہ چیز ہلاک ہوگئی اس کی کئی صورتیں ہیں اُس چیز کی قیمت دَین کے برابر ہے یا زیادہ یا دَین سے کم ہے۔ پہلی دو صورتوں میں مرتہن (رہن رکھنے والے) کا دَین ساقط ہوگیا اور راہن (رہن رکھوانے والے) یعنی مستعیر (عاریتاً لینے والے) معیر کو یعنی مالک کو بقدر دَین ادا کرے۔ اور دوسری صورت میں کہ دَین سے زیادہ قیمت ہے اس زیادتی کا کچھ معاوضہ نہیں اور تیسری صورت میں کہ چیز کی قیمت دَین سے کم ہے بقدرِ قیمت دَین ساقط ہوگیا اور باقی دَین مرتہن (رہن رکھنے والے) راہن (رہن رکھوانے والے) سے وصول کریگا اور راہن (رہن رکھوانے والے) معیر کو قیمت ادا کرے گا اور مثلی چیز ہے تو مثل دیدے۔(23)

مسئلہ ۲۲: مستعیر (عاریتاً لینے والے) نے عاریت کی چیز رہن رکھی اور اس میں مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس کچھ عیب پیدا ہوگیا اس عیب کی وجہ سے چیز کی قیمت میں کمی ہوئی وہ مرتہن (رہن رکھنے والے) کے ذمہ ہے یعنی اتنی ہی دَین میں کمی ہوگئی اور اُسی کے برابر مستعیر (عاریتاً لینے والے) مالک کو دے۔(24)

مسئلہ ۲۳: معیر یہ چاہتا ہے کہ میں دَین ادا کر کے اپنی چیز چھوڑا لوں تو مرتہن (رہن رکھنے والے) فک رہن پر(25) مجبور ہے، یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ میں چیز ابھی نہیں دوں گا فکِ رہن کے بعد معیر مستعیر (عاریتاً لینے والے) یعنی راہن (رہن رکھوانے والے) سے دَین کی رقم وصول کریگا اس فکِ رہن کو تبرع نہیں کہا جا سکتا کہ مستعیر (عاریتاً لینے والے) سے رقم وصول نہ کرنے پائے اور اگر کوئی اجنبی شخص دَین ادا کر کے فک رہن کرائے تو راہن (رہن رکھوانے والے) سے وصول نہیں کرسکتا کہ یہ متبرع ہے۔ یہ حکم کہ معیر راہن سے دَین کی رقم وصول کریگا اُس وقت ہے کہ دَین اتنا ہی ہے جتنی اُس چیز کی قیمت ہے اور اگر دَین کی مقدار اس چیز سے زاید ہے تو راہن سے صرف قیمت کی برابر وصول کرسکتا ہے قیمت سے زیادہ جو کچھ دیا ہے وہ تبرع ہے اُسے نہیں وصول کرسکتا اور اگر جو چیز کی قیمت دَین سے زاید ہے اور معیر دَین ادا کر کے چھوڑانا چاہتا ہے تو مرتہن اس صورت میں فک رہن پر مجبور نہیں۔(26)

مسئلہ ۲۴: رہن رکھنے کے لئے کوئی چیز عاریت لی تھی مرتہن نے ابھی دَین کا وعدہ ہی کیا تھا دیا نہیں تھا اور اُس نے وہ چیز رہن رکھ دی اور مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی تو مرتہن نے جتنے دَین کا وعدہ کیا تھا اتنا تاوان دے اور معیر

---

(23) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن۔۔۔ الخ، ج ۲، ص ۴۳۳۔

(24) المرجع السابق۔

(25) گروی رکھی ہوئی چیز کو چھوڑنے پر۔

(26) الدرالمختار ورد المحتار، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن۔۔۔ الخ، ج ۱۰، ص ۱۳۴۔

مستعیر (عاریتاً لینے والے) یعنی راہن سے اتنا وصول کریگا۔(27)

مسئلہ ۲۵: رہن رکھنے کے لئے چیز عاریت لی تھی اور رہن رکھنے سے پہلے ہی مستعیر (عاریتاً لینے والے) کے یہاں وہ چیز ہلاک ہوگئی یا فک رہن کے بعد ابھی مستعیر (عاریتاً لینے والے) کے یہاں تھی واپس نہیں کی تھی اور ہلاک ہوگئی ان دونوں صورتوں میں مستعیر (عاریتاً لینے والے) پر تاوان واجب نہیں کہ وہ چیز اس کے پاس امانت تھی اور اگر مستعیر (عاریتاً لینے والے) نے قبل رہن یا بعد فک رہن چیز کو استعمال کیا مثلاً گھوڑا تھا اُس پر سوار ہوا، کپڑا یا زیور تھا اُسے پہنا مگر پھر اپنی اِس حرکت سے باز آیا اور اس کا استعمال ترک کر دیا اور چیز ہلاک ہوگئی اس صورت میں بھی اس کے ذمہ تاوان نہیں۔(28)

مسئلہ ۲۶: معیر و مستعیر (عاریتاً لینے والے) میں اختلاف ہے معیر کہتا ہے کہ چیز مرتہن کے یہاں ہلاک ہوئی لہٰذا دَین ساقط، مجھے ضمان دو اور مستعیر (عاریتاً لینے والا) کہتا ہے میں نے چھوڑا لی تھی میرے یہاں چیز ہلاک ہوئی لہٰذا مجھ پر تاوان نہیں اس صورت میں راہن کی بات مانی جائے گی یعنی قسم کے ساتھ اور جتنے میں معیر نے رہن رکھنے کو کہا تھا اُس میں اختلاف ہے ایک کہتا ہے سو روپے میں رہن رکھنے کو کہا تھا دوسرا پچاس روپے بتاتا ہے تو معیر کا قول معتبر ہے یعنی قسم کے ساتھ۔(29)

مسئلہ ۲۷: مستعیر (عاریتاً لینے والا) مفلس ہوگیا (نادار ہوگیا) اور اسی حالتِ افلاس ہی میں مر گیا تو عاریت کی چیز جو مرتہن کے پاس رہن ہے وہ بدستور رہن ہے اگر مرتہن یہ چاہے کہ اُسے بیچ دیا جائے تو جب تک معیر سے رضامندی حاصل نہ کر لی جائے بیچی نہیں جاسکتی کہ وہی مالک ہے اور اگر معیر بیچنا چاہتا ہے تو دو صورتیں ہیں اگر اتنے میں فروخت ہوگی کہ دَین کے لئے پورا ہو جائے تو مرتہن (رہن رکھنے والے) سے اجازت حاصل کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ورنہ مرتہن (رہن رکھنے والے) سے اجازت لینی ہوگی۔(30)

مسئلہ ۲۸: معیر مفلس ہوگیا اور اسی حالت میں مر گیا اور اُس کے ذمہ دوسروں کا دَین ہے راہن (رہن رکھوانے والے) کو حکم دیا جائے گا کہ اپنا دَین ادا کر کے رہن کو چھوڑائے پھر اس رہن سے معیر کا دَین ادا کیا جائے اور اگر راہن (رہن رکھوانے والے) بھی مفلس ہے کہ اپنا دَین نہیں ادا کر سکتا تو یہ چیز بدستور رہن رہے گی۔ ہاں اگر ورثہ معیر

---

(27) الهداية، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن... إلخ، ج ٢ ص ٤٣٤.

(28) الدر المختار ورد المحتار، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن... إلخ، ج ١٠، ص ١٣٥.

(29) الهداية، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن... إلخ، ج ٢ ص ٤٣٤.

(30) الدر المختار، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن... إلخ، ج ١٠، ص ١٣٦.

یہ چاہیں کہ مرتہن (رہن رکھنے والے) کا دَین ادا کر کے فک رہن کرائیں تو ان کو اختیار ہے۔ معیر کے قرض خواہ ورثہ معیر سے یہ کہتے ہیں کہ چیز بیع کر دی جائے اگر بیچنے سے مرتہن (رہن رکھنے والے) کا دَین ادا ہوسکتا ہے تو بیع کی جائے گی ورنہ بغیر اجازت مرتہن (رہن رکھنے والے) بیع نہیں ہوسکتی ہے جیسا کہ خود معیر کی زندگی میں بغیر مرتہن (رہن رکھنے والے) کی رضامندی کے بیع نہیں ہوسکتی تھی اور اگر بیچنے کی صورت میں مرتہن (رہن رکھنے والے) کا دَین ادا ہو کر کچھ بچ رہے گا مگر اتنا نہیں بچے گا کہ معیر کے قرض خواہوں کا پورا پورا دَین ادا ہو جائے تو اس صورت میں ان قرض خواہوں کی اجازت سے بیع کی جائے بغیر اجازت بیع نہیں ہوسکتی اور ان کا بھی پورا دَین ادا ہوتا ہو تو اجازت کی کچھ ضرورت نہیں۔(31)

❁❁❁❁❁

(31) المرجع السابق، ص۱۳۶، ۱۳۷.

رہن میں جنایت کا بیان

مسائل فقہیّہ

جنایت کی کئی صورتیں ہیں۔ مرتہن (رہن رکھنے والے) مرہون پر جنایت کرے یعنی اُس کو نقصان پہنچائے یا تلف (ضائع) کردے یا راہن (رہن رکھوانے والے) مرہون پر جنایت کرے یا شے مرہون راہن (رہن رکھوانے والے) پر یا مرتہن (رہن رکھنے والے) پر جنایت کرے۔ مرہون جنایت کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ وہ لونڈی یا غلام ہے اور وہ راہن (رہن رکھوانے والے) یا مرتہن (رہن رکھنے والے) کے جان یا مال میں نقصان پہنچائے یا ہلاک کرے اس کو ہم بیان کرنا نہیں چاہتے صرف راہن (رہن رکھوانے والے) یا مرتہن (رہن رکھنے والے) کی جنایت کو مختصر طور پر بتانا چاہتے ہیں۔

مسئلہ ۱: راہن (رہن رکھوانے والے) نے مرہون پر جنایت کی یعنی اُس کو تلف کر دیا یا اُس میں نقصان پہنچایا اس کا وہی حکم ہے جو اجنبی کی جنایت کا ہے یعنی اس کو تاوان دینا ہوگا یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ وہ تو خود ہی مرہون کا مالک ہے اُس پر تاوان کیسا، کیونکہ مرہون کے ساتھ مرتہن (رہن رکھنے والے) کا حق متعلق ہے اور یہ تاوان مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس مرہون رہے گا اور اگر اسی جنس کا ہے جس جنس کا دَین ہے اور دَین کی میعاد نہ ہو تو اپنا دَین اس سے وصول کریگا۔(1)

مسئلہ ۲: مرتہن (رہن رکھنے والے) نے رہن پر جنایت کی اس کا بھی ضمان ہے اور یہ ضمان اگر جنس دَین (قرض کی قسم) سے ہے اور میعاد پوری ہوچکی ہے تو بقدر ضمان (تاوان کے برابر) دَین ساقط ہو جائے گا اور اس میں سے کچھ بچا تو راہن (رہن رکھوانے والے) کو واپس کرے کہ اس کی مِلک کا معاوضہ ہے۔(2)

مسئلہ ۳: مرہون چیز میں اگر نرخ (دام) کم ہو جانے سے نقصان پیدا ہو تو ہلاک ہونے کی صورت میں اس کمی کا لحاظ نہیں ہوگا اور اس کے اجزا میں کمی ہوئی تو اس کا اعتبار ہوگا لہٰذا ایک چیز جس کی قیمت سو ۱۰۰ روپے تھی سو ۱۰۰ روپے میں رہن رکھی اور اب اس کی قیمت پچاس روپے رہ گئی کہ نرخ سستا ہو گیا اور فرض کرو کسی نے اس کو ہلاک کر دیا تو پچاس روپے تاوان لیا جائے گا کہ اس وقت یہی اُس کی قیمت ہے تو مرتہن (رہن رکھنے والے) کو صرف یہی پچاس

---

(1) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، ج ۲، ص ۴۳۴، وغیرھا.

(2) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، ج ۲، ص ۴۳۴، ۴۳۵.

روپے ملیں گے اور راہن (رہن رکھوانے والے) سے بقیہ رقم وصول نہیں کرسکتا اور اگر راہن (رہن رکھوانے والے) کے کہنے سے مرتہن (رہن رکھنے والے) اس کو پچاس میں بیچے تو بقیہ پچاس روپے راہن (رہن رکھوانے والے) سے وصول کریگا۔(3)

مسئلہ ۴: جانور مرہون ہے اُس نے مرتہن (رہن رکھنے والے) کو یا اس کے مال کو ہلاک کردیا اس کا کچھ اعتبار نہیں یہ ویسا ہی ہے جیسے آفت سماویہ (قدرتی آفت) سے ہلاک ہو۔(4)

مسئلہ ۵: راہن (رہن رکھوانے والے) یا مرتہن (رہن رکھنے والے) کے مرنے سے رہن باطل نہیں ہوتا بلکہ دونوں مرجائیں جب بھی باطل نہیں ہوگا بلکہ ورثہ یا وصی اُس مرے ہوئے کے قائم مقام ہیں۔(5)

مسئلہ ۶: مرتہن (رہن رکھنے والے) اگر چاہے تو خود ہی تنہا فسخ رہن کرسکتا ہے اور راہن (رہن رکھوانے والے) فسخ رہن نہیں کرسکتا جب تک مرتہن (رہن رکھنے والے) راضی نہ ہو لہٰذا مرتہن (رہن رکھنے والے) نے فسخ رہن کردیا اور راہن (رہن رکھوانے والے) راضی نہ ہوا اور اس کے بعد مرہون ہلاک ہو گیا تو دَین ساقط نہ ہوا کہ رہن فسخ ہو چکا ہے اور اس کے عکس میں یعنی راہن (رہن رکھوانے والے) نے فسخ کردیا اور مرتہن (رہن رکھنے والے) راضی نہیں اور چیز ہلاک ہوگئی تو دَین ساقط کہ رہن فسخ نہیں ہوا۔(6)

پہلی صورت میں دَین ساقط نہ ہونا اس وقت ہے کہ مرتہن (رہن رکھنے والے) کے ضمان سے نکل چکی ہو، ورنہ صرف رہن فسخ ہونے سے ضمان سے خارج نہیں ہوتی جب تک راہن (رہن رکھوانے والے) کو واپس نہ دیدے۔

❁❁❁❁❁

---

(3) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، ج۲، ص۴۳۵، ۴۳۶۔

(4) الدرالمختار، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، ج۱۰، ص۱۴۲۔

(5) المرجع السابق۔

(6) ردالمحتار، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، ج۱۰، ص۱۴۲۔

متفرقات

مسائل فقہیہ

مسئلہ ۱: دس ۱۰ روپے میں بکری رہن رکھی اور یہ بکری بھی دس ۱۰ روپے قیمت کی ہے پھر یہ بکری بلا ذبح کئے مرگئی اور اُس کی کھال ایسی چیز سے دباغت کی (یعنی صاف کر کے کسی رنگ سے رنگی) جس کی کوئی قیمت نہیں اور رہن کے دن کھال کی ایک روپیہ قیمت تھی تو ایک روپیہ میں رہن ہے اور دو روپے تھی تو دو میں رہن ہے اور بیع میں یہ بات نہیں یعنی بکری مبیع ہوتی اور قبل قبضہ مرجاتی تو کھال پکا لینے کے بعد بھی اس کی بیع صحیح نہیں رہتی۔(1) اور اگر بکری کی قیمت دَین سے زیادہ ہے مثلاً بیس ۲۰ روپے قیمت کی ہے تو کھال آٹھ آنے میں رہن ہے اور اگر قیمت کم ہے مثلاً دَین دس ۱۰ روپے ہے اور بکری پانچ ہی کی ہے تو کھال چھ روپے میں رہن ہے مگر کھال تلف ہوجائے تو چونکہ وہ ایک روپیہ کی ہے ایک ساقط ہوگا اور پانچ روپے راہن (رہن رکھوانے والے) سے وصول کریگا اور اگر کھال کو ایسی چیز سے پکایا ہے جس کی کوئی قیمت ہے تو مرتہن (رہن رکھنے والے) کو اس کھال کے روکنے کا حق حاصل ہے کہ جو کچھ دباغت سے زیادتی ہوئی ہے اُسے جب تک وصول نہ کرلے راہن (رہن رکھوانے والے) کو دینے سے انکار کرسکتا ہے۔(2)

مسئلہ ۲: مرہون میں جو کچھ زیادتی ہوئی مثلاً جانور رہن تھا اس کے بچہ پیدا ہوا بھیڑ، دُنبہ کی اُون، درخت کے پھل، جانور کا دودھ یہ سب چیزیں راہن (رہن رکھوانے والے) کی مِلک ہیں اور یہ چیزیں بھی رہن میں داخل ہیں یعنی جب تک دَین ادا نہ کرلے راہن (رہن رکھوانے والے) ان چیزوں کو مرتہن (رہن رکھنے والے) سے نہیں لے سکتا پھر یہ چیزیں فکِ رہن تک (رہن کے آزاد ہونے تک) باقی رہ جائیں تو دَین کو اصل اور اس زیادتی کی قیمت پر تقسیم کیا جائے گا اور یہ چیزیں پہلے ہی ہلاک ہوجائیں تو ان کے مقابل میں دَین ساقط نہیں ہوگا۔(3)

مسئلہ ۳: مرہون کے منافع مثلاً مکان مرہون کی اُجرت یہ بھی راہن (رہن رکھوانے والے) کی ہیں اور یہ رہن میں داخل نہیں اگر ہلاک ہوجائے تو اس کے مقابل میں دَین کا کوئی جز ساقط نہیں ہوگا۔(4)

---

(1) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، ج ۲، ص ۴۳۹.

(2) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، فصل فی مسائل متفرقۃ، ج ۱۰، ص ۱۴۴.

(3) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، فصل فی مسائل متفرقۃ، ج ۱۰، ص ۱۴۵.

(4) الدرالمختار، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، فصل فی مسائل متفرقۃ، ج ۱۰، ص ۱۴۵.

مسئلہ ۴: مرہون سے جو چیزیں پیدا ہوئیں مثلاً بچہ، دودھ، پھل وغیرہ یہ اگرچہ رہن میں داخل ہیں مگر فک رہن سے قبل ہلاک ہو جائیں تو دَین (قرض) کا کوئی حصہ اس کے مقابل میں ساقط نہیں ہوگا۔ اور اگر خود رہن ہلاک ہو گیا مگر یہ پیداوار باقی ہے تو اس کے مقابل جتنا حصہ دَین پڑے اس کو ادا کر کے راہن (رہن رکھوانے والے) اس کو حاصل کر سکتا ہے مفت نہیں لے سکتا یعنی اصل رہن کی جو کچھ قیمت رہن رکھنے کے دن تھی اور اس کی جو قیمت فک رہن کے دن ہے دونوں پر دَین کو تقسیم کیا جائے اصل کے مقابل میں جو حصہ آئے وہ ساقط اور اس کے مقابل میں جتنا حصہ ہو ادا کر کے فک رہن کرالے مثلاً دس ۱۰ روپے دَین ہیں اور مرہون بھی دس ۱۰ روپے کی چیز ہے اور اُس کا بچہ پانچ روپے کا ہے اور مرہون ہلاک ہو گیا تو دو تہائی دَین ساقط ہو گیا ایک تہائی باقی ہے۔(5)

مسئلہ ۵: راہن (رہن رکھوانے والے) نے مرتہن (رہن رکھنے والے) کو زوائد کے کھا لینے کی اجازت دے دی مثلاً کہہ دیا کہ بکری کا دودھ دوہ کر پی لینا تمہارے لئے حلال ہے یا درخت کے پھل کھا لینا مرتہن (رہن رکھنے والے) نے کھا لئے اس صورت میں مرتہن (رہن رکھنے والے) پر ضمان نہیں کہ مالک کی اجازت سے چیز کھائی ہے اور دَین بھی اس کے مقابل میں کچھ ساقط نہیں اور اس صورت میں کہ مرتہن (رہن رکھنے والے) نے زوائد کو کھا لیا اور راہن (رہن رکھوانے والے) نے فکِ رہن نہیں کرایا اور یہ رہن ہلاک ہو گیا تو دَین کو اصل رہن اور ان زوائد پر تقسیم کیا جائے گا جو کچھ اصل کے مقابل ہے وہ ساقط اور جو کچھ زوائد کے مقابل ہے راہن (رہن رکھوانے والے) سے وصول کرے کہ اس کے حکم سے اس کا کھانا گویا خود اُسی کا کھا لینا ہے لہٰذا راہن (رہن رکھوانے والے) معاوضہ دے۔(6)

مسئلہ ۶: باغ رہن رکھا اور مرتہن (رہن رکھنے والے) نے قبضہ کر لیا پھر راہن (رہن رکھوانے والے) کو دے دیا کہ درختوں کو پانی دے اور باغ کی نگہداشت (دیکھ بھال) کرے اس سے رہن باطل نہیں ہوا۔(7)

مسئلہ ۷: باغ رہن رکھا اور مرتہن (رہن رکھنے والے) کو پھل کھانے کی اجازت دے دی اسکے بعد راہن (رہن رکھوانے والے) نے باجازت مرتہن (رہن رکھنے والے) باغ کو بیع کر دیا (یعنی باغ کو بیچا) اس صورت میں باغ کی جگہ پر اُس کا ثمن رہن ہے اور باغ میں پھل اگر بیع کے بعد پیدا ہوئے تو مشتری (خریدار) کے ہیں یعنی جبکہ راہن (رہن رکھوانے والے) نے دَین ادا کر دیا ہو اور اگر ادا نہ کیا ہو تو جس طرح باغ کا ثمن رہن ہے یہ پھل بھی رہن ہیں یعنی اس صورت میں مرتہن (رہن رکھنے والے) پھل کو نہیں کھا سکتا کہ راہن (رہن رکھوانے والے) نے اگرچہ پھل

(5) الدرالمختار، کتاب الرھن، فصل فی مسائل متفرقۃ، ج۱۰، ص۱۴۵، ۱۴۶.

(6) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن والجنایۃ، ج۲، ص۴۳۹، ۴۴۰.

(7) الدرالمختار، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، فصل فی مسائل متفرقۃ، ج۱۰، ص۱۴۸.

کھانے کی اجازت دے دی تھی مگر باغ کو جب بیع کر ڈالا تو اباحت جاتی رہی۔(8)

مسئلہ ۸: زمین رہن رکھی اور مرتہن (رہن رکھنے والے) کے لئے اُس کے منافع کو مباح کر دے مرتہن (رہن رکھنے والے) نے زمین میں کاشت کی اس صورت میں مرتہن (رہن رکھنے والے) کے ذمہ کاشت کے مقابل میں کچھ دینا نہیں اور بغیر اجازت راہن (رہن رکھوانے والے) مرتہن (رہن رکھنے والے) نے کاشت کی ہو تو زمین میں جو کچھ نقصان پیدا ہوا ہو اُس کا ضمان دینا ہوگا۔(9)

مسئلہ ۹: زمین رہن رکھی راہن (رہن رکھوانے والے) نے باجازت مرتہن (رہن رکھنے والے) اُس میں کاشت کی یا درخت لگائے اس سے رہن باطل نہیں ہوا مرتہن (رہن رکھنے والے) جب چاہے واپس لے سکتا ہے اور راہن (رہن رکھوانے والے) کے قبضہ میں جب تک چیز ہے مرتہن (رہن رکھنے والے) کے ضمان میں نہیں یعنی ہلاک ہونے سے دَین ساقط نہیں ہوگا۔(10)

مسئلہ ۱۰: مرہون چیز پر استحقاق ہوا یعنی کسی شخص نے اپنی مِلک ثابت کر کے چیز لے لی مرتہن (رہن رکھنے والے) راہن (رہن رکھوانے والے) کو اس پر مجبور نہیں کر سکتا کہ اُس کی جگہ پر دوسری چیز رہن رکھے اور اگر مرہون کے جز میں استحقاق ہوا (یعنی رہن رکھی ہوئی چیز میں کسی کا حق ثابت ہوا) تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ جز وشائع کا استحقاق ہو مثلاً نصف یا ربع تو استحقاق کے بعد جو حصہ باقی ہے اُس میں بھی رہن باطل ہے اور اتنا ہی حصہ پورے دَین کے مقابل میں مرہون رہے مگر یہ چیز ہلاک ہو جائے تو اگرچہ پورے دَین کی قیمت کی برابر ہو پورا دَین ساقط نہیں ہوگا۔ بلکہ دَین کا اتنا ہی جز ساقط ہوگا جو اس کے مقابل میں پڑے۔(11)

مسئلہ ۱۱: مکان کرایہ پر دیا پھر اُسی مکان کو کرایہ دار کے پاس رہن رکھا یہ رہن صحیح ہے اور اجارہ باطل ہو گیا یعنی جبکہ رہن کے لئے مرتہن (رہن رکھنے والے) کا قبضہ جدید ہو کیونکہ پہلا قبضہ اس قبضہ کے قائم مقام نہیں۔(12)

مسئلہ ۱۲: رہن میں زیادتی جائز ہے یعنی مثلاً کسی نے قرض لیا اور اس کے پاس ایک چیز رہن رکھ دی اس کے بعد راہن (رہن رکھوانے والے) نے دوسری چیز بھی اسی قرض کے مقابل میں رہن رکھی یہ دونوں چیزیں رہن ہو گئیں

---

(8) الدرالمختار، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن۔۔۔ إلخ فصل فی مسائل متفرقۃ، ج۱۰، ص۱۴۸.

(9) المرجع السابق.

(10) الدرالمختار ورد المحتار، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن۔۔۔ إلخ فصل فی مسائل متفرقۃ، ج۱۰، ص۱۴۸.

(11) الدرالمختار، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن۔۔۔ إلخ فصل فی مسائل متفرقۃ، ج۱۰، ص۱۴۸، ۱۴۹.

(12) الدرالمختار ورد المحتار، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن۔۔۔ إلخ فصل فی مسائل متفرقۃ، ج۱۰، ص۱۴۹.

یعنی جب تک قرض ادا نہ کرے دونوں میں سے کسی کو نہیں لے سکتا۔ اور ان میں سے ایک ہلاک ہوگئی تو اگرچہ اس کی قیمت دَین کے برابر ہو پورا دَین ساقط نہیں ہوگا بلکہ دَین کو دونوں پر تقسیم کیا جائے جتنا اس کے مقابل ہو صرف وہی ساقط ہوگا اور یہ دوسری چیز جو بعد میں رہن رکھی قبضہ کے دن جو اس کی قیمت تھی اس کا اعتبار ہوگا جس طرح پہلی کی قیمت میں بھی قبضہ ہی کے دن کا اعتبار تھا یعنی ہلاک ہونے کی صورت میں انہیں قیمتوں پر دَین کی تقسیم ہوگی مثلاً ہزار روپے قرض لئے اور ایک چیز رہن رکھی جس کی قیمت ہزار روپے ہے پھر دوسری چیز رہن رکھی جس کی قیمت پانسو روپے ہے اور ایک ہلاک ہوگئی تو دَین کے تین حصے کئے جائیں دو حصے پہلی کے مقابل میں اور ایک حصہ دوسری کے مقابل میں۔(13)

مسئلہ ۱۳: دَین کے مقابل میں کوئی چیز رہن رکھی پھر دَین کا کچھ حصہ ادا کر دیا کچھ باقی ہے اب رہن میں زیادتی کی یعنی دوسری چیز بھی رہن رکھ دی اس زیادتی کا تعلق پورے دَین سے نہیں بلکہ جو باقی ہے اُسی سے ہے یعنی ہلاک ہونے کی صورت میں دَین کے صرف اتنے ہی حصہ کو دونوں پر تقسیم کریں گے۔(14)

مسئلہ ۱۴: دَین میں زیادتی ناجائز ہے یعنی دَین کے مقابل میں کوئی چیز رہن رکھ دی اس کے بعد راہن (رہن رکھوانے والے) یہ چاہے کہ پھر قرض لوں اور اس قرض کے مقابل میں بھی وہی چیز رہن رہے یہ نہیں ہوسکتا یعنی اگر وہ چیز ہلاک ہوگئی تو دوسرے دَین پر اس کا اثر نہیں پڑے گا یہ ساقط نہیں ہوگا اور پہلا دَین ادا کر دیا دوسرا باقی ہے تو مرتہن (رہن رکھنے والے) اُس چیز کو روک نہیں سکتا کہ دوسرے دَین سے رہن کو تعلق نہیں۔(15)

مسئلہ ۱۵: ہزار روپے میں دو غلام رہن رکھے پھر مرتہن (رہن رکھنے والے) سے کہا کہ مجھے ایک کی ضرورت ہے واپس دے دو اُس نے ایک غلام واپس کر دیا یہ دوسرا جو باقی ہے پانسو کے مقابل میں (یعنی پانچ سو کے بدلے میں) رہن ہے یعنی اگر ہلاک ہو تو صرف پانسو ساقط ہوں گے اگرچہ اس کی قیمت ایک ہزار ہو مگر راہن (رہن رکھوانے والے) اُس وقت فکِ رہن کرا سکتا ہے (یعنی رہن واپس لے سکتا ہے) جب پورے ہزار ادا کر دے۔(16)

مسئلہ ۱۶: ہزار روپے کے مقابل میں غلام کو رہن رکھا اس کے بعد راہن (رہن رکھوانے والے) نے مرتہن (رہن رکھنے والے) کو ایک دوسرا غلام دیا کہ اُس کی جگہ پر اسے رہن رکھ لو جب تک مرتہن (رہن رکھنے والے) پہلے

(13) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... الخ، ج ۲، ص ۴۴۰۔

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرھن، الباب السادس فی الزیادۃ فی الرھن... الخ، ج ۵، ص ۴۵۹۔

(15) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... الخ، ج ۲، ص ۴۴۰۔

(16) ردالمحتار، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... الخ فصل فی مسائل متفرقۃ، ج ۱۰، ص ۱۵۰۔

غلام کو واپس نہ دے دے وہ رہن سے خارج نہیں ہوگا اور دوسرا غلام مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس بطور امانت ہے جب پہلا غلام واپس کردے اب یہ دوسرا غلام رہن ہو جائے گا اور مرتہن (رہن رکھنے والے) کے ضمان میں آجائے گا۔(17)

مسئلہ ۱۷: مرتہن (رہن رکھنے والے) نے راہن (رہن رکھوانے والے) سے دَین معاف کردیا، یا ہبہ کردیا اور ابھی مرہون کو واپس نہیں کیا ہے اور مرہون ہلاک ہو گیا تو مرتہن (رہن رکھنے والے) سے اس کا کوئی معاوضہ نہیں ملے گا ہاں اگر راہن (رہن رکھوانے والے) نے مرتہن (رہن رکھنے والے) سے معافی یا ہبہ کے بعد مرہون کو مانگا اور اس نے نہیں دیا اس کے بعد ہلاک ہوا تو مرتہن (رہن رکھنے والے) کے ذمہ تاوان ہے کہ روکنے سے غاصب ہو گیا اور اگر مرتہن (رہن رکھنے والے) نے دَین وصول پایا یا راہن (رہن رکھوانے والے) نے اُسے دیا ہو یا کسی دوسرے نے بطور تبرّع (بطورِ احسان) دَین ادا کردیا یا مرتہن (رہن رکھنے والے) نے راہن (رہن رکھوانے والے) سے دَین کے عوض میں کوئی چیز خرید لی یا راہن (رہن رکھوانے والے) سے کسی چیز پر مصالحت کی یا راہن (رہن رکھوانے والے) نے دَین کا کسی دوسرے شخص پر حوالہ کردیا اور ان صورتوں میں مرہون مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس ہلاک ہو گیا تو دَین کے مقابل میں ہلاک ہوگا یعنی دَین ساقط ہوجائے گا اور جو کچھ راہن (رہن رکھوانے والے) نے متبرّع (احسان کرنے والے) سے وصول پایا ہے اُسے واپس کرے اور حوالہ والی صورت میں حوالہ باطل ہو گیا۔(18)

مسئلہ ۱۸: یہ سمجھ کر کہ فلاں کا میرے ذمہ دَین ہے ایک چیز رہن رکھ دی اس کے بعد راہن (رہن رکھوانے والے) و مرتہن (رہن رکھنے والے) نے اس پر اتفاق کیا کہ دین تھا ہی نہیں اور مرہون ہلاک ہو گیا تو دَین کے مقابل میں ہلاک ہوا یعنی مرتہن (رہن رکھنے والے) راہن (رہن رکھوانے والے) کو اتنی رقم ادا کرے جس کے مقابل ہلاک ہوا یعنی مرتہن (رہن رکھنے والے) راہن (رہن رکھوانے والے) کو اتنی رقم ادا کرے جس کے مقابل میں رہن رکھا گیا۔(19) اور بعض آئمہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ اُس صورت میں ہے کہ مرہون کے ہلاک ہونے کے بعد دونوں نے دَین نہ ہونے پر اتفاق کیا ہو اور اگر اتفاق کرنے کے بعد ہلاک ہو تو ضمان نہیں کہ اب وہ چیز مرتہن (رہن رکھنے والے) کے

---

(17) الدرالمختار، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ فصل فی مسائل متفرقۃ، ج۱۰، ص۱۵۰۔

(18) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، ج۲، ص۴۴۱۔

والدرالمختار، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ فصل فی مسائل متفرقۃ، ج۱۰، ص۱۵۰، ۱۵۱۔

(19) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، ج۲، ص۴۴۱۔

پاس امانت ہے مگر صاحب ہدایہ کے نزدیک دونوں صورتوں کا ایک حکم ہے۔(20)

مسئلہ ۱۹: عورت کے پاس شوہر نے مہر کے مقابل میں کوئی چیز رہن رکھ دی پھر عورت نے مہر معاف کر دیا، یا شوہر کو ہبہ کر دیا یا مہر کے مقابل میں شوہر سے خلع کرایا، ان سب کے بعد وہ مرہون چیز عورت کے پاس ہلاک ہوگئی تو اس کے مقابل میں عورت سے کوئی معاوضہ نہیں لے سکتا۔(21)

مسئلہ ۲۰: ایک شخص نے دوسرے کا مہر بطور تبرع ادا کر دیا پھر شوہر نے عورت کو قبل دخول طلاق دے دی تو وہ شخص عورت سے نصف مہر واپس لے سکتا ہے کیونکہ دخول سے قبل طلاق ہونے میں عورت آدھے مہر کی مستحق ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک شخص نے کوئی چیز خریدی دوسرے نے بطور تبرع اُس کا ثمن بائع کو دے دیا پھر مشتری (خریدار) نے عیب کی وجہ سے مبیع کو واپس کر دیا تو ثمن اس کو ملے گا جس نے دیا ہے مشتری (خریدار) کو نہیں ملے گا۔(22)

مسئلہ ۲۱: رہن فاسد کے وہی احکام ہیں جو رہن صحیح کے ہیں یعنی مثلاً راہن (رہن رکھوانے والے) نے عقد رہن کو توڑ دیا اور یہ چاہے کہ مرہون کو واپس لے لے تو جب تک وہ چیز ادا نہ کر دے جس کے مقابل میں رہن رکھا ہے مرہون کو واپس نہیں لے سکتا یا راہن (رہن رکھوانے والے) مر گیا اور اس کے ذمہ دوسروں کے بھی دَین ہیں وہ لوگ یہ چاہیں کہ مرہون سے ہم بھی بحصہ رسد (یعنی جتنا حصے میں آئے) وصول کریں ایسا نہیں کر سکتے۔(23)

مسئلہ ۲۲: مرہون چیز مال ہو اور جس کے مقابل میں رہن رکھا ہو وہ مضمون ہو یعنی اس کا ضمان واجب ہو مگر جواز رہن کے شرائط میں کوئی شرط معدوم ہو مثلاً مشاع کو رہن رکھا اس صورت میں رہن فاسد ہے اور اگر مرہون مال ہی نہ ہو یا جس کے مقابل میں رکھا ہو اس کا ضمان واجب نہ ہوتا ہو تو یہ رہن باطل ہے رہن باطل میں مرہون ہلاک ہو جائے تو وہ امانت تھی جو ضائع ہوگئی اُس کا کچھ معاوضہ راہن (رہن رکھوانے والے) کو نہیں ملے گا۔(24)

مسئلہ ۲۳: غلام خریدا اور اس پر قبضہ بھی کر لیا اور ثمن کے مقابل میں بائع کے پاس کوئی چیز رہن رکھ دی اور یہ چیز مرتہن (رہن رکھنے والے) کے پاس ہلاک ہوگئی اس کے بعد معلوم ہوا کہ وہ غلام نہ تھا بلکہ حر (آزاد) تھا یا بائع کا نہ تھا کسی اور کا تھا جس نے لے لیا تو مرتہن (رہن رکھنے والے) کو ضمان دینا ہوگا۔(25)

---

(20) ردالمحتار، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... الخ فصل فی مسائل متفرقۃ، ج۱۰، ص۱۵۲۔

(21) الھدایۃ، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... الخ، ج۲، ص۴۴۱۔

(22) تبیین الحقائق، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... الخ، ج۷، ص۲۰۶۔

(23) الدرالمختار، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... الخ فصل فی مسائل متفرقۃ، ج۱۰، ص۱۵۲۔

(24) المرجع السابق، ص۱۵۳۔

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرھن، الباب الثالث فی ھلاک المرھون بضمان... الخ، ج۵، ص۴۵۲۔

مسئلہ ۲۴: بیع سلم میں مسلم فیہ (مبیع) کے مقابل میں رب السلم کے پاس کوئی چیز رہن رکھی اس کے بعد دونوں نے بیع سلم کو فسخ کر دیا تو اب یہ چیز راس المال (ثمن) کے مقابل میں رہن ہے یعنی رب السلم جب تک راس المال وصول نہ کر لے اس چیز کو روک سکتا ہے مگر یہ مرہون (گروی رکھی ہوئی چیز) اگر ہلاک ہو جائے تو مسلم فیہ کے مقابل میں اس کا ہلاک ہونا متصور ہوگا کہ حقیقۃً اُسی کے مقابل میں رہن ہے۔ یوہیں اگر بیع میں ثمن کے مقابل میں کوئی چیز رہن رکھ دی پھر بیع کا اقالہ ہوا تو جب تک مبیع (بیچی گئی چیز) بائع (بیچنے والے) کو واپس نہ ملے رہن کو روک سکتا ہے مگر مرہون ہلاک ہو جائے تو ثمن کے مقابل میں ہلاک متصور ہوگا۔ (26)

مسئلہ ۲۵: ایک شخص کے دوسرے کے ذمہ کچھ روپے تھے مدیون (مقروض) نے دائن (اپنا قرض طلب کرنے والا) کے دو کپڑے یہ کہہ کر دیے کہ اپنے روپے کے عوض (یعنی اپنے روپے کے بدلے میں) ان میں سے ایک کپڑا لے لو اُس نے دونوں رکھ لئے اور دونوں ضائع ہو گئے تو مدیون (مقروض) کے کپڑے ضائع ہوئے دائن کا دَین (قرض) بدستور باقی ہے جب تک وہ ایک کو اپنے روپے کے عوض متعین نہ کر لے یہ ویسا ہی ہے کہ ایک شخص پر دوسرے کے بیس ۲۰ روپے باقی ہیں مدیون (مقروض) نے اُسے سو ۱۰۰ روپے دیے کہ ان میں سے اپنے بیس ۲۰ لے لو اُس نے کُل رکھ لئے ان میں سے اپنے بیس ۲۰ نہیں نکالے اور کُل روپے ضائع ہو گئے تو مدیون (مقروض) کے ضائع ہوئے دائن کا دَین بدستور باقی ہے اور اگر کپڑے دیتے وقت یہ کہے کہ ان میں سے ایک کو اپنے دَین کے مقابل میں رہن رکھ لو اور اُس نے دونوں رکھ لئے پھر دونوں ضائع ہو گئے اور دونوں ایک قیمت کے ہوں تو ہر ایک کی نصف قیمت دَین کے مقابل میں ہوگی۔ (27)

مسئلہ ۲۶: جس دَین کے مقابل میں (یعنی قرض کے بدلے میں) چیز رہن ہے جب تک وہ پورا وصول نہ ہو جائے مرتہن (رہن رکھنے والے) مرہون کو روک سکتا ہے اور مرتہن (رہن رکھنے والے) کے اگر دیگر دیون (قرضے) بھی راہن (رہن رکھوانے والے) کے ذمہ ہوں رہن سے پہلے ہوں یا بعد کے مگر ان کے مقابل میں یہ چیز رہن نہ ہو تو ان کے وصول کرنے کے لئے رہن کو روک نہیں سکتا۔ (28)

❁❁❁❁❁

(26) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرھن، الباب الثالث فی ھلاک المرھون بضمان... إلخ، ج۵، ص۴۵۰.

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرھن، الباب الثالث فی ھلاک المرھون بضمان... إلخ، ج۵، ص۴۵۰.

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرھن، الباب الثالث فی ھلاک المرھون بضمان... إلخ، ج۵، ص۴۴۸.

جنایات کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰىؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰىؕ فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍؕ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَ لَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾﴾ (1)

---

(1) پ ۲، البقرۃ: ۱۷۸، ۱۷۹۔

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آیت اوس وخزرج کے بارے میں نازل ہوئی ان میں سے ایک قبیلہ دوسرے سے قوت تعداد مال وشرف میں زیادہ تھا اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ اپنے غلام کے بدلے دوسرے قبیلہ کے آزاد کو اور عورت کے بدلے مرد کو اور ایک کے بدلے دو کو قتل کرے گا زمانہ جاہلیت میں لوگ اس قسم کی تعدی کے عادی تھے عہد اسلام میں یہ معاملہ حضور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور عدل ومساوات کا حکم دیا گیا اور اس پر وہ لوگ راضی ہوئے قرآن کریم میں قصاص کا۔

مسئلہ کئی آیتوں میں بیان ہوا ہے اس آیت میں قصاص وعفو دونوں کے مسئلہ ہیں اور اللہ تعالٰی کے اس احسان کا بیان ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو قصاص وعفو میں مختار کیا چاہیں قصاص لیں یا عفو کریں ※ آیت کے اول میں قصاص کے وجوب کا بیان ہے۔

(مزید یہ کہ)

اس سے ہر قاتل بالعمد پر قصاص کا وجوب ثابت ہوتا ہے خواہ اس نے آزاد کو قتل کیا ہو یا غلام کو مسلمان کو یا کافر کو مرد کو یا عورت کو کیونکہ قتلٰی جو قتیل کی جمع ہے وہ سب کو شامل ہے ہاں جس کو دلیل شرعی خاص کرے وہ مخصوص ہو جائے گا۔ (احکام القرآن)

(مزید یہ کہ)

اس آیت میں بتایا گیا جو قتل کرے گا وہی قتل کیا جائے گا ※ خواہ آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت اور اہل جاہلیت کا یہ طریقہ ظلم ہے جو ان میں رائج تھا کہ آزادوں میں لڑائی ہوتی تو وہ ایک کے بدلے دو کو قتل کرتے غلاموں میں ہوتی تو بجائے غلام کے آزاد کو مارتے عورتوں میں ہوتی تو عورت کے بدلے مرد کو قتل کرتے اور محض قاتل کے قتل پر اکتفانہ کرتے اس کو منع فرمایا گیا۔

(مزید یہ کہ)

معنی یہ ہیں کہ جس قاتل کو ولی مقتول کچھ معاف کریں اور اس کے ذمہ مال لازم کیا جائے اس پر اولیاء مقتول تقاضا کرنے میں ←

اے ایمان والو! قصاص یعنی جو ناحق قتل کئے گئے ان کا بدلہ لینا تم پر فرض کیا گیا۔ آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔ تو جس کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہو تو بھلائی سے تقاضا کرے اور اچھی طرح سے اس کو ادا کر دے۔ یہ تمہارے رب کی جانب سے تمہارے لیے آسانی ہے اور تم پر مہربانی ہے، اب اس کے بعد جو زیادتی کرے اس کے لیے دردناک عذاب ہے اور تمہارے لیے خون کا بدلہ لینے میں زندگی ہے۔ اے عقل والو تاکہ تم بچو۔

اور فرماتا ہے:

﴿وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَاۤ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾﴾(2)

نیک روش اختیار کریں اور قاتل خوں بہا خوش معاملگی کے ساتھ ادا کرے اس میں صلح بر مال کا بیان ہے۔ (تفسیر احمدی)

مسئلہ: ولی مقتول کو اختیار ہے کہ خواہ قاتل کو بے عوض معاف کرے یا مال پر صلح کرے اگر وہ اس پر راضی نہ ہو اور قصاص چاہے تو قصاص ہی فرض رہے گا۔ (جمل)

مسئلہ: اگر مقتول کے تمام اولیاء قصاص معاف کر دیں تو قاتل پر کچھ لازم نہیں رہتا مسئلہ: اگر مال پر صلح کریں تو قصاص ساقط ہو جاتا ہے اور مال واجب ہوتا ہے۔ (تفسیر احمدی) مسئلہ: ولی مقتول کو قاتل کا بھائی فرمانے میں دلالت ہے اس پر کہ قتل گرچہ بڑا گناہ ہے مگر اس سے اخوت ایمانی قطع نہیں ہوتی اس میں خوارج کا ابطال ہے جو مرتکب کبیرہ کو کافر کہتے ہیں۔

(2) پ۶، المائدۃ: ۴۵۔

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اگرچہ یہ بیان ہے کہ توریت میں یہود پر قصاص کے یہ احکام تھے لیکن چونکہ ہمیں ان کے ترک کا حکم نہیں دیا گیا اس لئے ہم پر یہ احکام لازم رہیں گے کیونکہ شرائعِ سابقہ کے جو احکام خدا و رسول کے بیان سے ہم تک پہنچے اور منسوخ نہ ہوئے ہوں وہ ہم پر لازم ہوا کرتے ہیں جیسا کہ اوپر کی آیت سے ثابت ہوا۔

(مزید یہ کہ)

یعنی جو قاتل یا جنایت کرنے والا اپنے جرم پر نادم ہو کر وبالِ معصیت سے بچنے کے لئے بخوشی اپنے اوپر حکمِ شرعی جاری کرائے تو قصاص اس کے جرم کا کفارہ ہو جائے گا اور آخرت میں اس پر عذاب نہ ہوگا۔ (جلالین و جمل)، بعض مفسرین نے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ جو صاحبِ حق قصاص کو معاف کردے تو یہ معافی اس کے لئے کفارہ ہے۔ (مدارک)، تفسیرِ احمدی میں ہے یہ تمام قصاص جب ہی واجب ہونگے جب کہ صاحبِ حق معاف نہ کرے اگر وہ معاف کردے تو قصاص ساقط۔

اور ہم نے توریت میں ان پر واجب کیا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے۔ پھر جو معاف کردے تو وہ اس کے گناہ کا کفارہ ہے اور جو اللہ کے نازل کیے پر حکم نہ کرے (یعنی فیصلہ نہ کرے) وہ ہی لوگ ظالم ہیں۔

امام بخاری اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں قصاص کا حکم تھا اور ان میں دیت نہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے فرمایا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى (الآیہ) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، عفو (یعنی معاف کرنا) یہ ہے کہ قتلِ عمد میں دیت قبول کرے اور اتباع بالمعروف یہ ہے کہ بھلائی سے طلب کرے اور قاتل اچھی طرح ادا کرے۔ (3)

اور فرماتا ہے:

(مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا) (4)

اسی سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کیے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو زندہ رکھا تو گویا اس نے سب انسانوں کو زندہ رکھا۔

اور فرماتا ہے:

(وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ؗ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾) (5)

---

(3) صحیح البخاری، کتاب الدیات، باب من قتل لہ قتیل... إلخ، الحدیث: ۶۸۸۱، ج ۴، ص ۳۶۲۔

(4) پ ۶، المائدۃ: ۳۲۔

(5) پ ۵، النساء: ۹۲۔ ۹۳۔

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یعنی مومن کافر کی مثل مباح الدم نہیں ہے جس کا حکم اوپر کی آیت میں مذکور ہو چکا تو مسلمان کا قتل کرنا بغیر حق کے روا نہیں اور مسلمان کی شان نہیں کہ اس سے کسی مسلمان کا قتل سرزد ہو بجز اس کے کہ خطاء ہو اس طرح کہ مارتا تھا شکار کو یا کافر حربی کو اور ہاتھ بہک کر زد پڑی مسلمان پر یا یہ کہ کسی شخص کو کافر حربی جان کر مارا ←

اور مسلمان کو نہیں پہنچتا کہ مسلمان کا خون کرے مگر غلطی کے طور پر اور جو کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کرے تو اس پر ایک غلام مسلم کا آزاد کرنا ہے اور خون بہا کہ مقتول کے لوگوں کو دیا جائے مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں۔ پھر وہ اگر اس قوم سے جو تمہاری دشمن ہے اور وہ خود مسلمان ہے تو صرف ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے اور اگر وہ اس قوم میں ہو کہ تم میں اور ان میں معاہدہ ہے تو اس کے لوگوں کو خون بہا سپرد کیا جائے اور ایک مسلمان مملوک کو آزاد کیا جائے۔ پھر جو نہ پائے وہ لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے۔ یہ اللہ سے اس کی توبہ ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب فرمایا اور اس پر لعنت کی اور اس پر بڑا عذاب تیار رکھا ہے۔

❀❀❀❀❀

اور تھا وہ مسلمان۔

(مزید یہ کہ)

یہ آیت عیاش بن ربیعہ مخزومی کے حق میں نازل ہوئی وہ قبل ہجرت مکہ مکرمہ میں اسلام لائے اور گھر والوں کے خوف سے مدینہ طیبہ جا کر پناہ گزیں ہوئے ان کی ماں کو اس سے بہت بے قراری ہوئی اور اس نے حارث اور ابوجہل اپنے دونوں بیٹوں سے جو عیاش کے سوتیلے بھائی تھے یہ کہا کہ خدا کی قسم نہ میں سایہ میں بیٹھوں نہ کھانا چکھوں نہ پانی پیوں جب تک تم عیاش کو میرے پاس نہ لے کر آؤ وہ دونوں حارث بن زید بن ابی اُنیسہ کو ساتھ لے کر تلاش کے لئے نکلے اور مدینہ طیبہ پہنچ کر عیاش کو پالیا اور ان کو ماں کے جزع فزع بے قراری اور کھانا پینا چھوڑنے کی خبر سنائی اور اللہ کو درمیان دے کر یہ عہد کیا کہ ہم دین کے باب میں تجھ سے کچھ نہ کہیں گے اس طرح وہ عیاش کو مدینہ سے نکال لائے اور مدینہ سے باہر آ کر اس کو باندھا اور ہر ایک نے سو سو کوڑے مارے پھر ماں کے پاس لائے تو ماں نے کہا میں تیری مشکیں نہ کھولوں گی جب تک تو اپنا دین ترک نہ کرے پھر عیاش کو دھوپ میں بندھا ہوا ڈال دیا اور ان مصیبتوں میں مبتلا ہو کر عیاش نے ان کا کہا مان لیا اور اپنا دین ترک کر دیا تو حارث بن زید نے عیاش کو ملامت کی اور کہا تو اسی دین پر تھا اگر یہ حق تھا تو تو نے حق کو چھوڑ دیا اور اگر باطل تھا تو تو باطل دین پر رہا یہ بات عیاش کو بڑی ناگوار گزری اور عیاش نے کہا میں تجھ کو اکیلا پاؤں گا تو خدا کی قسم ضرور قتل کر دوں گا اس کے بعد عیاش اسلام لائے اور انہوں نے مدینہ طیبہ ہجرت کی اور ان کے بعد حارث بھی اسلام لائے اور ہجرت کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے لیکن اس روز عیاش موجود نہ تھے نہ انہیں حارث کے اسلام کی اطلاع ہوئی قباء کے قریب عیاش نے حارث کو دیکھ پایا اور قتل کر دیا تو لوگوں نے کہا اے عیاش تم نے بہت برا کیا حارث اسلام لا چکے تھے اس پر عیاش کو بہت افسوس ہوا اور انہوں نے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا اور کہا کہ مجھے تا وقتِ قتل ان کے اسلام کی خبر ہی نہ ہوئی اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

احادیث

حدیث ۱: امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: کسی مسلمان مرد کا جو لاالٰہ اِلَّا اللہ کی گواہی اور میری رسالت کی شہادت دیتا ہے خون صرف تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں حلال ہے۔ ۱.نفس بدلے میں نفس کے اور ۲.ثیب زانی (یعنی شادی شدہ زانی) اور ۳.اپنے مذہب سے نکل کر جماعت اہل اسلام کو چھوڑ دے (مرتد ہو جائے یا باغی ہو جائے)۔(1)

حدیث ۲: امام بخاری اپنی صحیح میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ مسلمان اپنے دین کی سبب کشادگی میں رہتا ہے جب تک کوئی حرام خون نہ کرلے۔(2)

(1) صحیح البخاري، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالٰی (اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ...الخ)، الحدیث: ۶۸۷۸، ج ۴، ص ۳۶۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہاں امرءٍ سے مراد مطلق انسان ہے مرد ہو یا عورت، صرف مرد مراد نہیں کیونکہ یہ احکام عورت پر بھی جاری ہیں۔ کلمہ طیبہ کا ذکر فرما کر اشارۃً فرمایا کہ ظاہری کلمہ گو جس میں علامت کفر موجود نہ ہو اس کا یہی حکم ہے، مراد کلمہ سے سارے عقائد اسلامیہ کا اقرار کرنا ہے۔

۲۔ یعنی اگر کوئی مسلمان کسی کو عمداً قتل کردے تو مقتول کا ولی اسے قصاصاً قتل کراسکتا ہے۔

۳۔ آزاد مسلمان مرد جو ایک بار حلال صحبت کر چکا ہو اسے محصن کہتے ہیں اگر ایسا شخص زنا کرلے تو اس کو رجم یعنی سنگسار کیا جائے گا۔

۴۔ دین سے نکل جانے کی دو صورتیں ہیں: یا تو اسلام کو چھوڑ کر یہودی، عیسائی، ہندو وغیرہ دوسری ملت میں داخل ہو جائے یا کلمہ گو تو رہے مگر کوئی کفریہ عقیدہ اختیار کرے جیسے مرزائی، خارجی، رافضی وغیرہ بن جائے وہ بھی اگر توبہ نہ کرے تو قتل کیا جائے گا۔(از مرقات وغیرہ) مگر یہ قتل اور رجم حاکم اسلام کرسکتا ہے دوسرا نہیں کرسکتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلام آزاد کے عوض اور آزاد غلام کے عوض، عورت مرد کے عوض اور مرد عورت کے عوض قتل کیا جائے گا، یہ ہی امام اعظم قدس سرہ کا مذہب ہے یہی امام اعظم کی دلیل ہے۔ مارق مروق سے بنا بمعنی نکلنا، اسی واسطے شوربے کو مرق کہتے ہیں کہ وہ گوشت سے نکلتا ہے۔ تارک الجماعت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اجماع مسلمین کے خلاف عقیدہ اختیار کرنا کفر ہے، قرآن کریم کے وہ معنی کرنا جو اجماع کے خلاف ہوں کفر ہے، سب کا اجماع ہے کہ اقیمو الصلوۃ میں صلوۃ سے مراد موجودہ اسلامی نماز ہے اور خاتم النبیین سے مراد آخری نبی ہے جو صلوۃ سے مراد صرف اشاروں سے دعا مانگنا کرے اور خاتم النبیین کے معنے کرے اصلی نبی اور پھر حضور کے بعد کسی نبی کے آنے کی گنجائش مانے وہ کافر ہے اسے حاکم اسلام قتل کرے گا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۵، ص ۲۶۱)

(2) صحیح البخاري، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالٰی (ومن یقتل مؤمنا متعمدا...الخ)، الحدیث: ۶۸۶۲، ج ۴، ص ۳۵۶.

←

حدیث ۳: صحیحین میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے خون ناحق کے بارے میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا۔(3)

حدیث ۴: امام بخاری اپنی صحیح میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس نے کسی معاہد (ذمی) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھے گا اور بے شک جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک پہنچتی ہے۔(4)

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی مسلمان آدمی کیسا ہی گنہگار ہو مگر وہ اسلام کی گنجائش رحمت الٰہی کی وسعت میں رہتا ہے اللہ سے ناامید نہیں ہوتا مگر قاتل ظالم اللہ کی رحمت کا مستحق نہیں رہتا کل قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا آیس من رحمۃ اللہ۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو قتل مؤمن میں آدھی بات سے بھی مدد کرے وہ بھی رب تعالٰی کی رحمت سے مایوس ہے، بعض نے فرمایا کہ ظالم قاتل کو دنیا میں نیک اعمال کی توفیق نہیں ملتی۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵،ص ۳۶۲)

(3) المرجع السابق، الحدیث: ۶۸۶۴، ج۴،ص ۳۵۷.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی قیامت کے دن معاملات میں سب سے پہلے خون ناحق کا فیصلہ ہوگا بعد میں دوسرے فیصلے اور عبادات میں پہلے نماز کا حساب ہوگا بعد میں دوسرے حسابات ہوں گے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ قیامت کے دن پہلے نماز کا حساب ہوگا کہ یہ حدیث معاملات کے متعلق ہے اور وہ حدیث عبادات کے بارے میں۔ خیال رہے کہ نماز کے حساب کی اولیت حقیقی ہے اور خون کے حساب کی اولیت اضافی یعنی سب سے پہلے نماز کا حساب ہے معاملات میں پہلے خون کا حساب۔ (از مرقات)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵،ص ۳۶۳)

(4) صحیح البخاري، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، باب إثم من قتل معاھدا بغیر جرم، الحدیث: ۳۱۶۶، ج۲،ص ۳۶۵.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ عہد و پیمان والے کافر سے مراد یا ذمی کفار ہیں مسلمان کی رعایا اور مستامن جو کچھ مدت کے لیے امان لے ہمارے ملک میں آئیں اور معاہد جن سے ہماری صلح ہو ان میں سے کسی کو بلاوجہ قتل کرنا درست نہیں، ہاں اگر وہ کوئی ایسی حرکت کریں جس سے ان کا قتل درست ہو جائے تو قتل کئے جائیں۔

۲۔ یعنی اگرچہ وہ اپنے مسلمان ہونے کی وجہ سے جنت پہنچ تو جائے گا مگر وہاں کی مہک وخوشبو کما حقہ نہ سونگھ سکے گا اس کو اس جرم میں گویا زکام کرا دیا جائے گا۔ (مرقات) یا اولاً جنت میں نہ جائے گا اگرچہ آخر میں پہنچ جائے۔

۳۔ چونکہ اہل عرب موسم خریف سے سال شروع کرتے تھے اسی لیے سال کو خریف کہتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان شاء اللہ ←

حدیث ۵ و ۶: امام ترمذی اور نسائی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور ابن ماجہ براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ بے شک دنیا کا زوال اللہ (عزوجل) پر آسان ہے۔ ایک مرد مسلم کے قتل سے۔(5)

حدیث ۷ و ۸: امام ترمذی ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اگر آسمان و زمین والے ایک مرد مومن کے خون میں شریک ہو جائیں تو سب کو اللہ تعالٰی جہنم میں اوندھا کر کے ڈال دے گا۔(6)

جنت کی خوشبو میدان قیامت میں پہنچے گی مسلمان اس خوشبو سے لطف اندوز ہوں گے۔(اشعہ)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵،ص۲۶۷)

(5) جامع الترمذي، کتاب الدیات، باب ماجاء في تشدید قتل المؤمن، الحدیث: ۱۴۰۰، ج۳،ص۹۹.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہاں مسلم سے مراد مرد مؤمن عارف باللہ ہے یعنی ایک عارف باللہ کا قتل ساری دنیا کی بربادی سے سخت تر ہے کیونکہ دنیا عارفین ہی کے لیے تو بنی ہے تاکہ وہ اس میں غور وفکر کر کے عرفان میں اضافہ کر دیں اور یہاں اعمال کر کے آخرت میں کمال حاصل کریں، دولہا کی ہلاکت بارات کی ہلاکت سے سخت تر ہے کہ مقصود برات وہ ہی ہے۔

۲۔ یعنی خود سیدنا عبداللہ ابن عمر کا اپنا قول نقل فرمایا، یہ ہی صحیح تر ہے لیکن ایسی موقوف حدیث حکماً مرفوع ہوتی ہے کیونکہ محض عقل وقیاس سے ایسی بات نہیں کہی جاسکتی۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵،ص۲۷۶)

(6) جامع الترمذي، کتاب الدیات، باب الحکم في الدماء، الحدیث: ۱۴۰۳، ج۳،ص۱۰۰.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آسمان والوں سے مراد ان انسانوں کی روحیں ہیں جو یہاں فوت ہو چکے یا جو ابھی دنیا میں آئی نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ قتل ایسا جرم ہے کہ ایک قتل کی وجہ سے بہت کو عذاب ہوسکتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص کو چند آدمی مل کر قتل کریں تو سب کو قتل کیا جائے گا۔اژدہام کے قتل کا اور حکم ہے جہاں جماعتیں لڑیں اور دوطرفہ آدمی مارے جائیں پتہ نہ لگے کہ کون کس کا قاتل ہے جسے عربی میں قتل عمیہ کہتے ہیں لہذا حدیث واضح ہے۔خیال رہے کہ جان نکالنے والے فرشتے اللہ کے حکم سے جان نکالتے ہیں کسی کو ظلماً قتل نہیں کرتے لہذا وہ اس حکم سے خارج ہیں، آج حاکم اسلام قانون اسلامی کے ماتحت بہت لوگوں کو قتل کراتا ہے، جلاد حاکم کے حکم سے مجرم کو قتل کرتا ہے۔

۲۔ بعض روایات میں بجائے لا کبھم لکبھم ہے کیونکہ کب کے معنے ہیں اوندھا ڈالا اور اکب کے معنے ہیں اوندھا گرا، یہ ایسا لفظ ہے کہ مجرد میں متعدی ہے باب افعال میں آکر لازم،بلکبت لغت میں یوں ہی ہے لیکن اگر حضور کے فرمان میں لاکبہم ہو تو لغت جھوٹی ہے حضور سچے ہیں۔(اشعہ ومرقات)غرضکہ لغت قرآن وحدیث کے تابع ہیں قرآن وحدیث لغت کے تابع نہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵،ص۲۷۷)

حدیث ۹: امام مالک نے سعید بن مسیب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پانچ یا سات نفر کو (یعنی آدمیوں کو) ایک شخص کو دھوکا دے کر قتل کرنے کی وجہ سے قتل کر دیا اور فرمایا کہ اگر صنعاء (یمن کا دارالحکومت) کے سب لوگ اس خون میں شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کر دیتا۔(7) امام بخاری نے اپنی صحیح میں اسی کے مثل ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے۔(8)

حدیث ۱۰: دارقطنی حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ جب ایک مرد دوسرے کو پکڑ لے اور کوئی اور آکر قتل کر دے تو قاتل قتل کیا جائے گا اور پکڑنے والے کو قید کیا جائے گا۔(9)

حدیث ۱۱: امام ترمذی اور امام شافعی حضرت ابی شریح کعبی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا پھر تم نے اے قبیلہ خزاعہ (عرب کا ایک قبیلہ) ہذیل (10) کے آدمی کو قتل کر دیا اب میں اس کی دیت خود دیتا ہوں، اس کے بعد جو کوئی کسی کو قتل کرے تو مقتول کے گھر والے دو چیزوں میں سے ایک

---

(7) الموطأ، للامام مالک، کتاب العقول، باب ماجاء في الغيلة والسحر، الحديث: ۱۶۷۱، ج ۲، ص ۳۷۷.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ غلیہ غیل سے بنا بمعنی خفیہ، دھوکہ، فریب یعنی ان چند لوگوں نے خفیہ طور پر سازش کر کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔

۲۔ صنعاء یمن کی ایک بستی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ساری بستی والے مل کر اسی ایک شخص کو قتل کر دیتے تو اس کے عوض ان سب کو قتل کر دیتا۔ معلوم ہوا کہ چند قاتل ایک قتل میں قتل کیے جائیں گے کہ سزا سب کی یہ ہی ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۵، ص ۳۹۲)

(8) صحيح البخاري، كتاب الديات، باب إذا اصاب قوم من رجل... إلخ، الحديث: ۶۸۹۶، ج ۴، ص ۳۶۷.

(9) سنن الدارقطني، كتاب الحدود والديات... إلخ، الحديث: ۳۲۴۳، ج ۳، ص ۱۶۷.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر پکڑنے والے کا خیال یہ تھا کہ یہ شخص اسے مارے گا مگر قتل نہ کرے گا مگر اس نے قتل کر دیا تب تو یہ حکم ہے جو یہاں مذکور ہے کہ حاکم اس پکڑنے والے کو عمر بھر کی قید دیدے یا جب تک چاہے قید کر دے لیکن اگر اس پکڑنے والے کو یقین تھا کہ یہ قتل کر دے گا پھر پکڑا تو پکڑنے والا بھی قتل کیا جائے گا لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں۔ ہمارے امام صاحب کے ہاں بہر صورت پکڑنے والا تعزیرًا قید ہی کیا جائے گا اور یہ قید قاضی کی رائے کے مطابق قید کیا جائے گا، اس طرح اگر کوئی کسی کو شیر یا سانپ کے آگے ڈال دے وہ جانور اسے ہلاک کر دے تو ہمارے ہاں یہ ڈالنے والا قید کیا جائے گا لیکن تعزیرًا قاضی اسے قتل بھی کرا سکتا ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۵، ص ۳۹۵)

(10) کذا فی المشکوۃ کتاب القصاص ۱۲۔

اختیار کریں اگر پسند کریں توقتل کریں اور اگر وہ چاہیں تو خون بہالیں۔(11)

حدیث ۱۲: صحیحین میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضرت ربیع نے جو انس بن مالک کی پھوپھی تھیں ایک انصاریہ عورت کے دانت توڑ دیئے تو وہ لوگ نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کے پاس حاضر ہوئے۔ حضور (صلی اللہ

---

(11) جامع الترمذي، کتاب الدیات، باب ماجاء في حکم ولي القتیل... إلخ، الحدیث: ۱۴۱۱، ج۳، ص۱۰۳.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ کا نام خویلد ابن عمرو کعبی ہے، عدوی ہیں، خزاعی ہیں، فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے، ۶۸ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی، اپنی کنیت میں مشہور ہیں۔(اکمال ومرقات)

۲۔ یہ کلام مبارک اس خطبہ شریف کا حصہ ہے جو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن بیت اللہ شریف میں ارشاد فرمایا جو کتاب الحج باب حرم مکہ کی فصل اول میں مذکور ہو چکا۔ قبیلہ خزاعہ کا ایک آدمی زمانہ جاہلیت میں بنی ہزیل کے ایک شخص کے ہاتھوں مارا گیا تھا تو خزاعہ نے فتح مکہ سے کچھ دن پہلے اس خون کا بدلہ لیتے ہوئے ہزیل کے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا یہاں اسی کا ذکر ہے۔

۳۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقتول کی دیت اپنے پاس سے دی تاکہ ان دو قبیلوں میں فتنہ نہ ہو۔ خیال رہے کہ دیت یعنی خون بہا کو عربی میں عقل کہتے ہیں، عقل کے معنے ہیں روکنا، چونکہ یہ قتل کو روکنے والی چیز ہے لہذا عقل کہلاتی ہے اسی لیے رسّی کو عقال کہتے ہیں کہ وہ جانور کو بھاگنے سے روکتی ہے اور دانش و سمجھ کو عقل کہتے ہیں کہ وہ انسان کو بری باتوں سے روکتی ہے۔

۴۔ یعنی مقتول کے وارثوں کو یہ اختیار ملیں گے۔ خیال رہے کہ یہ اختیار عمداً قتل میں ہیں خطاء یا شبہ عمد قتل میں ان وارثوں کو قصاص لینے کا حق نہیں صرف دیت ہی لے سکتے ہیں۔

۵۔ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی و احمد و اسحاق نے فرمایا کہ قصاص کی طرح دیت کا اختیار بھی مقتول کے ورثاء کو ہے قاتل کو انکار کرنے کا حق نہیں مگر امام ابوحنیفہ و امام مالک فرماتے ہیں کہ دیت میں قاتل کی رضا ضروری ہے اگر وہ قبول کرے تو دیت دے قبول نہ کرے تو قصاص دے، یہی قول امام حسن و نخعی کا ہے، یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں۔ خیال رہے کہ اگر مقتول کے وارثوں میں سے ایک بھی دیت لینے پر راضی ہو جائے تو باقی وارثوں کو قصاص لینے کا حق نہیں رہتا اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر ان وارثوں میں کوئی غائب یا نابالغ ہو تو قصاص واجب نہیں جب تک کہ غائب آنہ جائے اور بچہ بالغ نہ ہو جائے، ان وارثوں میں مرد عورت سب یکساں برابر کے مستحق ہیں۔

۶۔ یعنی صاحب مصابیح نے اپنی کتاب شرح سنہ میں بروایت شافعی یہ حدیث نقل فرمائی۔

۷۔ یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ باوجود یہ کہ خود انہوں نے اپنے کتاب شرح سنہ میں صاف بیان فرمایا کہ یہ حدیث مسلم و بخاری کی نہیں مگر پھر بھی اسے مصابیح نے فصل اول میں بیان کر دیا حالانکہ پہلی فصل میں مسلم یا بخاری کی روایت آنی چاہیے۔

۸۔ یہ عبارت اس اعتراض کی تکمیل ہے کہ یہ حدیث یہاں فصل اول میں نہ آنی چاہیے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۲۷۴)

تعالٰی علیہ ٖوالہٖ وسلّم) نے قصاص کا حکم فرمایا۔حضرت انس کے چچا انس بن النضر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے عرض کی یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ ٖوالہٖ وسلّم)، قسم اللہ کی ان کے دانت نہیں توڑے جائیں گے تو رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا کہا ے انس! اللہ کا حکم قصاص کا ہے، اس کے بعد وہ لوگ راضی ہوگئے اور انہوں نے دیت قبول کر لی، رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ (عزوجل) کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر اللہ (عزوجل) پر قسم کھائیں تو اللہ تعالٰی ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔(12)

حدیث ۱۳: امام بخاری اپنی صحیح میں ابو جحیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا، کیا تمہارے پاس کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں جو قرآن میں نہیں، تو انہوں نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس نے

---

(12) صحیح البخاري، کتاب التفسیر، باب قولہ (والجروح قصاص)، الحدیث: ۴۶۱۱، ج ۳، ص ۲۱۵.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ ربیع ر کے پیش ب کے کسرہ ی کے شد و کسرہ سے بنت نضر انصاریہ ہیں، حارثہ بنت سراقہ کی والدہ صحابیہ ہیں، انس ابن مالک ابن نضر کی پھوپھی، مالک ابن نضر کی بہن۔

۲۔ ثنیہ وہ دانت ہے جو رباعی دانتوں اور کیلوں کے درمیان ہے اس کی جمع ثنایا آتی ہے۔

۳۔ یعنی رب کی قسم مجھے اللہ تعالٰی کے کرم سے امید قوی ہے کہ وہ اس لڑکی اور اس کے وارثوں کو دیت لینے پر راضی کر دے گا ان کے دل میں رحم ڈال دے گا اور میری بہن ربیع قصاص سے بچ جائے گی، اس میں حضور کے فرمان کا انکار نہیں ورنہ کفر لازم آتا ہے اور ان پر سختی کی جاتی۔

۴۔ یعنی حکم شرعی تو یہ ہی ہے کہ قصاص لیا جائے کہ دانت کے عوض دانت توڑا جائے وہ لڑکی معاف کردے اور اس کے عزیز راضی ہو جائیں ان کی خوشی، رب تعالٰی فرماتا ہے: "وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ" اور فرماتا ہے: "السِّنَّ بِالسِّنِّ"

۵۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی اپنے مقبول بندوں کی قسم پوری کر دیتا ہے ان بزرگوں نے قسم کھا کر کہا تھا کہ ربیع کے دانت نہ توڑے جائیں گے رب تعالٰی نے ان کی قسم پوری فرمادی اور دیت پر صلح کرادی، یہ ہے لو اقسم علی اللہ لابرہ کا ظہور۔

۶۔ اس میں انس ابن نضر کی تعریف ہے کہ تم اللہ تعالٰی کے ایسے مقبول بندے ہو کہ رب تعالٰی پر قسم کھا جاؤ تو رب تعالٰی تمہاری قسم پوری فرمادے، دیکھو تم نے قسم کھائی تھی رب تعالٰی نے پوری کردی اور ممکن ہے کہ دیت قبول کر لینے والوں کی تعریف ہو کہ یہ لوگ ایسے نیک ہیں اور انہوں نے اس وقت ایسا نیک کام کیا ہے کہ اگر یہ آئندہ رب تعالٰی پر قسم کھالیں تو رب تعالٰی ان کی قسم پوری فرمادے گا۔اس سے معلوم ہوا کہ قصاص میں شفاعت اور سفارش کرنا بہتر ہے اور عورت سے بھی قصاص لیا جائے گا اور اگر دانت پورا توڑ دیا جائے تو اس میں قصاص ہے۔دانت کا ٹکڑا توڑ دینے میں آئمہ کا اختلاف ہے، ہڈی توڑ دینے کے قصاص میں بہت تفصیل ہے اگر دیکھنا ہو تو کتب فقہ کا مطالعہ کرو۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵، ص ۲۷۴)

دانے کو پھاڑا اور روح کو پیدا فرمایا، ہمارے پاس وہی ہے جو قرآن میں ہے مگر اللہ (عزوجل) نے جو قرآن کی سمجھ کسی کو دے دی اور ہمارے پاس وہ ہے جو اس صحیفہ میں ہے۔ میں نے کہا، اس صحیفہ میں کیا ہے؟ تو فرمایا: دیت اور اس کے احکام اور قیدی کو چھڑانا اور یہ کہ کوئی مسلم کسی کافر (حربی) کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔ (13)

---

(13) صحیح البخاري، کتاب الدیات، باب لایقتل المسلم بالکافر، الحدیث: ۶۹۱۵، ج ۴، ص ۳۷۴.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ آپ کا نام وہب ابن عبداللہ ہے، عامری ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے مگر بہت بچپن میں، حضور کے وصال شریف کے وقت بہت کمسن تھے، کوفہ میں قیام رہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آپ کی طرف سے افسر مال رہے، وہاں ہی ۷۴ھ میں وفات پائی، حضرت علی کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک ہوئے آپ سے بہت روایات ہیں۔

۲۔ زمانہ حیدری میں روافض پیدا ہو چکے تھے انہوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ حضرت علی کہ پاس قرآن کریم کے علاوہ اور صحیفے اور خصوصی اسرار الٰہیہ ہیں جو کسی کے پاس نہیں اس لیے اکثر لوگ جناب علی مرتضٰی سے ایسے سوالات کرتے تھے۔ عندکم میں خطاب تمام اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے جن کے امیر حضرت علی ہیں۔ (مرقات) یعنی آپ کے یا آپ کے خاندان والوں کے پاس کوئی خصوصی چیز ہے جو عام مسلمانوں کو نہ دی گئی ہو۔

۳۔ مافی القرآن میں حدیث شریف بھی داخل ہے کیونکہ حدیث شریف قرآن مجید کی شرح اور اس کی تفسیر ہے۔

۴۔ یعنی رب تعالٰی نے مجھے قرآن مجید کی سچی اچھی فہم عطا فرمائی ہے جس سے میں ایسے قرآنی نکات نکال لیتا ہوں جو تم کو معلوم نہیں ہوتے۔ اس فرمان عالی سے اجتہاد استنباط اور فقہ کا ثبوت ہوا کہ فہم قرآن اللہ کی بڑی نعمت ہے۔

۵۔ یعنی ہاں ان اوراق میں کچھ شرعی احکام ہیں جو شاید تمہارے پاس نہ ہوں، یہ کوئی خاص اسرار نہیں جو کسی کو بتائے نہ جائیں۔

۶۔ یعنی اس صحیفہ اور اوراق میں قتل خطاء وغیرہ کی دیت وخون بہا کے کچھ احکام ہیں کہ کس جرم کی دیت کتنی ہے اور یہ حکم ہے کہ جہاں تک ہوسکے مسلمان قیدیوں کو آزاد کرو، مقروضوں کی امداد کرو، مکاتبین کا بدل کتابت ادا کرو کہ یہ سب قیدی چھوڑانے کی صورتیں ہیں۔

۷۔ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی وغیرہم فرماتے ہیں اگر مسلمان کسی کافر کو قتل کردے تو اس کے عوض مسلمان کو قتل نہ کیا جائے گا بلکہ اس کی دیت دلوائی جائے گی مگر ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہاں کافر سے مراد حربی کافر ہیں ان کے قتل سے مسلمان پر قصاص نہیں، رہے ذمی کفار اور مستامن جو ہماری امان میں ہمارے ملک میں رہتے ہوں یا باہر سے آئے ہوں ان کو اگر مسلمان قتل کردے تو قصاص لیا جائے گا کیونکہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فدماءھم کدمائنا واموالھم کاموالنا ان ذمیوں مستامنوں کے خون ہمارے خون کی طرح ہیں اور ان کے مال ہمارے مالوں کی طرح ہیں اسی لیے اگر مسلمان چور کافر ذمی کا مال چرالے تو ہاتھ کاٹا جاتا ہے، نیز عبدالرحمن بن سلمان نے روایت کی کہ حضور کے زمانہ شریف میں ایک مسلمان نے کسی ذمی کو قتل کردیا تو حضور نے اسے قتل کرایا، وہ احادیث پاک کی شرح ہے۔

۸۔ یعنی وہ حدیث کہ نہیں قتل کیا جاتا کوئی نفس مگر آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے قابیل کا اس میں حصہ ہوتا ہے کیونکہ اس نے ظلما ←

حدیث ۱۴: ابو داود و نسائی حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابن ماجہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور ان کے ادنیٰ کے ذمہ کو پورا کیا جائے گا اور جو دور والوں نے غنیمت حاصل کی ہو وہ سب لشکریوں کو ملے گی اور وہ دوسرے لوگوں کے مقابلے میں ایک ہیں۔ خبردار کوئی مسلمان کسی کافر (حربی) کے بدلے قتل نہ کیا جائے اور نہ کوئی ذمی، جب تک وہ ذمہ میں باقی ہے۔ (14)

حدیث ۱۵: ترمذی اور دارمی ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا کہ حدیں مسجد میں قائم نہ کی جائیں اور اگر باپ نے اپنی اولاد کو قتل کیا ہو تو باپ سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ (15)

حدیث ۱۶: ترمذی سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم) باپ کے قصاص میں بیٹے کو قتل کرتے اور بیٹے کے قصاص میں باپ کو قتل نہ کرتے (16) یعنی اگر بیٹے نے باپ کو قتل کیا تو بیٹے سے قصاص لیتے اور باپ نے بیٹے کو قتل کیا ہو تو باپ سے قصاص نہ لیتے۔

قتل ایجاد کیا مصابیح میں یہاں تھی مگر ہم مناسبت سے کے لحاظ سے کتاب العلم کے شروع میں رکھی۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵،ص ۳۷۵)

(14) سنن أبي داود، کتاب الدیات، باب إیقاد المسلم بالکافر، الحدیث: ۴۵۳۰، ۴۵۳۱، ج۴، ص ۲۳۸، ۲۳۹۔

(15) جامع الترمذي، کتاب الدیات، باب ماجاء في الرجل یقتل ابنه... إلخ، الحدیث: ۱۴۰۶، ج۳، ص ۱۰۱۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی مسجد میں مجرموں کے فیصلے تو کرو مگر مسجدوں میں سزائیں نہ دو کہ اس میں مسجدوں کی بے حرمتی ہے کہ سزاؤں میں خون وغیرہ بھی نکلتا ہے جس سے مسجد خراب ہوگی، مسجدیں نماز، ذکر، درس وغیرہ کے لیے ہیں یہ کام ان کے خلاف ہے۔

۲۔ یعنی اگر باپ اپنے بیٹے کو ظلماً قتل کردے تو اس کے عوض باپ کو قتل نہ کیا جاوے گا بلکہ اس سے دیت لی جائے گی، ماں، دادا، نانا سب کا یہ ہی حکم ہے۔ یہ ہی مذہب ہے امام ابوحنیفہ و امام شافعی واحمد کا، امام مالک کے ہاں سب سے قصاص لیا جاوے گا۔ خیال رہے کہ اگر بیٹا باپ کو قتل کردے تو اس سے قصاص لیا جاوے گا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص ۳۸۲)

(16) المرجع السابق، الحدیث: ۱۴۰۴، ج۳، ص ۱۰۰۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ کا نام سراقہ ابن مالک ابن جعشم ہے، مدلجی کنعانی ہیں، مقام قدید میں رہتے تھے، بڑے شاعر تھے، ان کا واقعہ ہے کہ ہجرت کے دن آپ غار ثور تک بری نیت سے پہنچے تھے اور آپ کے گھوڑے کو زمین نے پکڑ لیا تھا، پھر اس جگہ ایمان بھی لائے امان بھی

حدیث ۱۷: ابوداود ونسائی ابو رمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ حضور اقدس صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم) نے دریافت کیا، یہ کون ہے؟ میرے والد نے کہا، یہ میرا لڑکا ہے آپ اس کے گواہ رہیں۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم) نے فرمایا، خبردار نہ یہ تمہارے اوپر جنایت کرسکتا ہے اور نہ تم اس پر جنایت کرسکتے ہو۔ (17) (بلکہ جو جنایت کریگا وہی ماخوذ ہوگا)

حدیث ۱۸: امام ترمذی ونسائی وابن ماجہ ودارمی ابوامامہ بن سہل بن حُنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا جب باغیوں نے محاصرہ کیا تو کھڑکی سے جھانک کر فرمایا کہ میں تم کو خدا کی قسم دلاتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا ہے کہ کسی مرد مسلم کا خون حلال نہیں ہے مگر تین وجہوں سے۔ (۱) احصان کے بعد (یعنی شادی شدہ ہونے کے بعد) زنا سے یا (۲) اسلام کے بعد کفر سے یا

حاصل کی، آپ ہی سے حضور نے فرمایا تھا کہ میں تمہارے ہاتھ میں کسریٰ پرویز کے کنگن دیکھتا ہوں، آپ کی وفات ۲۰ھ میں ہوئی۔ شعر

ابن مالک کو دی بشارت تاج ۔ اے میرے غیب داں تیرے صدقے

۲۔ یعنی اگر باپ کو بیٹا قتل کردیتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا قصاص بیٹے سے لیتے تھے اور اگر اس کے برعکس بیٹے کو باپ قتل کردیتا تو باپ سے قصاص نہ لیتے تھے۔

۳۔ وجہ ضعیف یہ ہے کہ اس کی اسناد میں اضطراب ہے مگر خیال رہے کہ قریبًا تمام اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے کہ باپ سے بیٹے کا قصاص نہیں لیتے اس عمل علماء سے حدیث کا ضعف جاتا رہا، اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۳۸۴)

(17) سنن أبي داود، کتاب الدیات، باب لایؤخذ أحد بجریرۃ أخیہ أوأبیہ، الحدیث: ۴۴۹۵، ج۴، ص۲۲۳.

<u>حکیم الامت کے مدنی پھول</u>

۱۔ آپ کا نام رفاعہ ابن یثربی تمیمی ہے، آپ امرؤ القیس کی اولاد سے ہیں۔

۲۔ یا اشہد صیغہ مخاطب امر ہے یعنی حضور گواہ رہیں یا اشہد متکلم مضارع ہے یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ میری پشت سے ہے۔ انکا مقصد یہ تھا کہ میں اور یہ چونکہ باپ بیٹے ہیں اس لیے میرے جرم کا یہ ذمہ دار ہوگا اور اس کے جرم کا میں ذمہ دار جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں مروج تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فرمایا جو آگے مذکور ہے۔

۳۔ یعنی تمہارے جرم میں وہ نہ پکڑا جائے گا اور اس کے جرم میں تم نہ پکڑے جاؤ گے، اس کا قصاص تم سے اور تمہارا قصاص اس سے نہ لیا جائے گا یا کل قیامت میں تمہارے گناہ میں وہ نہ پکڑا جائے گا اور اس کے گناہ میں تم گرفتار نہ ہو گے اپنی کرنی اپنی بھرنی ہوگی۔ خیال رہے کہ بچہ کے گناہ پر باپ کی پکڑ جب ہوگی جب باپ نے بچہ کی تربیت میں کوتاہی کرکے اسے مجرم بنایا ہو لہذا یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف نہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۳۸۳)

(۳) کسی نفس کو بغیر کسی نفس کے قتل کر دینے سے، انہیں وجوہ سے قتل کیا جائے گا۔قسم خدا کی، نہ میں نے زمانہ کفر میں زنا کیا اور نہ زمانہ اسلام میں اور جب سے میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم سے بیعت کی مرتد نہیں ہوا اور کسی ایسی جان کو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا، قتل نہیں کیا پھر تم مجھے کیوں قتل کرتے ہو۔(18)

حدیث ۱۹: ابو داود حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ مومن تیز رو (یعنی مومن نیکی میں جلدی کرنے والا ہوتا ہے) اور صالح رہتا ہے جب تک حرام خون نہ کرلے اور جب حرام خون کر لیتا ہے تو اب وہ تھک جاتا ہے۔(19)

---

(18) جامع الترمذي، کتاب الفتن، باب ما جاء لا یحل دم امریٔ مسلم... إلخ، الحدیث: ۲۱۶۵، ج ۴، ص ۶۴۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ابو امامہ کا نام سعد ہے، علماء تابعین سے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف سے دو سال پہلے ولادت ہوئی، خود حضور نے ان کا نام اور کنیت تجویز فرمائی، بہت لڑکپن کی وجہ سے زیارت نہ کرسکے، اپنے والد سہل اور حضرت ابو سعید خدری سے روایات لیں، ۱۰۰ھ میں وفات پائی۔(اشعہ) آپ کے والد سہل ابن حنیف صحابی ہیں، بدر و احد وغیرہ تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے احد میں حضور کے قریب رہے ثابت قدم رہے اور خلافت علی مرتضی میں حضرت علی کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر رہے، ۸۳ھ، میں وفات پائی۔(مرقات)

۲۔ یعنی جب مصری و دیگر باغیوں نے آپ کا گھر گھیر لیا اور آپ مجبوراً گھر میں مقید ہوگئے تب گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر لوگوں کی طرف جھانک کر یہ فرمایا۔

۳۔ اس کلام میں خطاب ان لوگوں سے ہے جو آپ کا گھر گھیرے ہوئے آپ کے قتل کے درپے تھے، چونکہ یہ حدیث سب میں شائع ہو چکی تھی اس لیے آپ نے فرمایا اتعلمون۔

۴۔ یہ حضرت عثمان کا بڑا ہی کمال ہے کہ عرب جیسے ملک میں رہ کر بہت مالدار ہو کر اسلام سے پہلے بھی زنا سے محفوظ رہے ورنہ زمانہ جاہلیت میں تو زنا پر فخر کیا جاتا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے اس صحابی کو زنا سے پہلے ہی سے محفوظ رکھا۔

۵۔ یعنی میرے قتل سے پہلے یہ سوچ لو کہ تم کتنا بڑا گناہ کررہے ہو اور رب تعالیٰ کے ہاں اس کا کیا جواب دو گے۔خیال رہے کہ باغی خارجی کو بھی بغاوت یا خروج کی وجہ سے قتل کرنا جائز ہے مگر یہ دونوں چیزیں بہت کم واقع ہوتی ہیں اس لیے ان کا ذکر اس حدیث میں نہیں آیا، نیز بغاوت و خراج شخصی جرم نہیں قومی جرم ہے یہاں شخصی جرم کا ذکر ہے لہذا نہ تو اس حدیث پر کوئی اعتراض ہے نہ یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف۔

۶۔ یعنی الفاظ حدیث دارمی نے نقل فرمائے ورنہ یہ قصہ تو بہت کتب میں مروی ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۵، ص ۳۷۹)

1) سنن أبي داود، کتاب الفتن والملاحم، باب في تعظیم قتل المؤمن، الحدیث: ۴۲۷۰، ج ۴، ص ۱۳۹۔

←

حدیث ۲۰: ابو داود انہیں سے اور نسائی معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ امید ہے کہ گناہ کو اللہ بخش دے گا مگر اس شخص کو نہ بخشے گا جو مشرک ہی مرجائے یا جس نے کسی مرد مومن کو قصداً (یعنی جان بوجھ کر) ناحق قتل کیا۔(20) (اس کی تاویل آگے آئے گی)

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ صالحًا لفظ موقنًا کی تفسیر ہے یا تفصیل یعنی بندہ مؤمن کو نیک اعمال میں جلدی کرنے کی توفیق ملتی رہتی ہے۔خیال رہے کہ توفیق خیر ملنا رب تعالٰی کی خاص مہربانی ہے۔مولانا فرماتے ہیں۔شعر

دستگیر و رہنما توفیق دہ　　　جرم بخش وعفو کن بکشا گرہ

۲؎ یعنی قتل ناحق کی نحوست سے انسان توفیق خیر سے محروم رہ جاتا ہے۔بلح بلوحا کے معنے ہیں تھک جانا،محروم رہ جانا،حیران ہوجانا یہ حیرانی دنیا میں تو اس طرح ہوگی کہ اس کے دل کو اطمینان،نیکیوں کی توفیق میسر نہ ہوگی اور خدشہ ہے کہ جوابات قبر میں حیرانی رہ جائے اور ہوسکتا ہے کہ قیامت کے حساب میں حیران وسرگرداں رہے،غرضکہ خون ناحق دنیا وآخرت کا وبال ہے۔خیال رہے کہ ظلمًا قتل کرنا،قتل کرانا،قتل میں مدد دینا،بعد قتل قاتل کی حمایت کرنا سب ہی اس سزا کے مستحق ہیں۔مرقات میں ایک حدیث نقل فرمائی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے قتل ناحق میں آدھی بات سے مدد دی وہ کل قیامت میں اٹھے گا تو اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا آیس من رحمۃ اللہ یہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح،ج۵،ص۳۸۰)

(20) سنن أبي داود،کتاب الفتن...إلخ،باب في تعظیم قتل المؤمن،الحدیث:۴۲۷۰،ج۴،ص۱۳۹.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ ہر گناہ سے مراد شرک وکفر کے علاوہ گناہ ہیں کیونکہ وہ دونوں لائق بخشش نہیں۔معلوم ہوا کہ حقوق العباد بھی لائق بخشش ہیں کہ رب تعالٰی صاحب حق سے معاف کرادے مگر قتل ناحق لائق بخشش نہیں اسکی ضرور سزا ملے گی الا برحمۃ اللہ۔

۲؎ قتل مؤمن سے مراد ظلمًا قتل ہے عمدًا قتل کی قید اس لیے لگائی کہ خطاء اور شبہ عمد قتل کا یہ حکم نہیں اسی لیے ان دونوں قتلوں میں قصاص نہیں۔اس حدیث کی بنا پر بعض لوگوں نے گناہ کبیرہ کرنے والے کو کافر مانا ہے اور بعض نے کہا کہ وہ کافر تو نہیں مگر مؤمن بھی نہیں بلکہ فاسق ہے یعنی نہ مؤمن نہ کافر بعض نے فرمایا کہ وہ ہے تو مؤمن مگر دوزخ میں ہمیشہ رہے گا،مگر مذہب اہل سنت یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کرنے والا مؤمن ہی ہے اور اس کی نجات ضروری ہے۔اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی کسی مسلمان کو ناحق قتل کرے قتل کو حلال جان کر یا اس لیے قتل کرے کہ وہ مؤمن کیوں ہوا وہ دوزخی دائمی ہے لائق بخشش نہیں کہ اب یہ قاتل کافر ہوگیا اور کافر کی بخشش نہیں،یا یہ فرمان ڈرانے دھمکانے کے لیے ہے کہ یہ جرم اسی لائق تھا کہ اس کا مرتکب ہمیشہ دوزخ میں رہتا ہے اور اس کا گناہ بخشا نہ جاتا اگر یہ توجیہیں نہ کی جائیں تو یہ حدیث بہت آیات واحادیث کے خلاف ہوگی۔حضور فرماتے ہیں میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کے لیے بھی ہوگی،رب تعالٰی فرماتا ہے اللہ تعالٰی شرک نہ بخشے گا اس کے سواء جسے چاہے گا بخش دے گا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح،ج۵،ص۳۸۱)

حدیث ۲۱: امام ترمذی نے عَمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کی کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس نے ناحق جان بوجھ کر قتل کیا وہ اولیائے مقتول کو دے دیا جائے گا پس وہ اگر چاہیں قتل کریں اور اگر چاہیں دیت لیں۔(21)

حدیث ۲۲: دارمی ابن شریح خزاعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کو فرماتے سنا ہے کہ جو اس بات کے ساتھ مبتلا ہو کہ اس کے یہاں کوئی قتل ہوگیا یا زخمی ہوگیا تو تین چیز میں سے ایک اختیار کرے۔ اگر چوتھی چیز کا ارادہ کرے تو اس کے ہاتھ پکڑ لو (یعنی روک دو) یہ اختیار ہے کہ قصاص لے یا معاف کرے یا دیت لے پھر ان تینوں باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کے بعد اگر کوئی زیادتی کرے تو اس کے لیے جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔(22)

---

(21) جامع الترمذي، كتاب الديات، باب ماجاء في الدية كم هي من الابل، الحديث: ۱۳۹۲، ج۳، ص۹۵.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ولیوں سے مراد وارث قرابت دار ہیں جو دیت لے سکتے ہیں۔

۲۔ حقہ وہ اونٹنی ہے جو چوتھے سال میں داخل ہوجائے۔ جزعہ وہ اونٹنی جو پانچویں سال میں قدم رکھ لے۔ خلفہ حاملہ اونٹنی جو اپنے پیچھے بچہ چھوڑنے والی ہو، یہ کل سو اونٹنیاں ہوئیں بمقابلہ اونٹ کے اونٹنی زیادہ قیمتی ہوتی ہے وہ ہی دیت میں دی جائے گی۔

۳۔ یعنی اگر اس دیت کے علاوہ کسی اور شئے میں دونوں فریق کی صلح ہوجائے تو وہ دی جائے، یہ دیت ہر قاتل سے لی جائے گی خواہ باپ اپنے بیٹے کو قتل کردے یا مولے اپنے غلام کو، باپ اور مولے پر قصاص نہیں دیت ہے (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۳۸۶)

(22) سنن الدارمي، كتاب الديات، باب الدية في قتل العمد، الحديث: ۲۳۵۱، ج۲، ص۲۴۷.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ کا نام خویلد ابن عمرو کعبی عدوی خزاعی ہے، فتح مکہ کے دن ایمان لائے، اپنی کنیت میں مشہور ہوئے۔ (مرقات)

۲۔ عمداً قتل و زخم مراد ہے کیونکہ خطاءً قتل و زخم میں قصاص نہیں ہوتا، قتل کی صورت میں تو ولی مقتول کو اختیار ہے اور زخم کی صورت میں خود مجروح کو اختیار ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

۳۔ مثلاً قصاص بھی لے اور دیت بھی چاہے یا معاف بھی کرے قصاص بھی لے، یہ اجتماع چوتھی صورت ہے یا مثلاً ظالم نے اس کی انگلی کاٹی تھی یہ مجروح اس کا پورا ہاتھ کاٹنا چاہے۔

۴۔ کس زخم کی کتنی دیت ہے اس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔

۵۔ کہ معاف کرچکنے کے بعد قصاص یا دیت لے لے یا دیت کے بعد قصاص یا قصاص کے بعد دیت لے لے۔

۶۔ اگر اس نے یہ ظلم حلال سمجھ کر کیا تو اس کا دوزخ میں ہمیشہ ابدالاباد تک رہنا ظاہر ہے اور اگر حرام جان کر کیا تو یہاں خلود سے۔

حدیث ۲۳: ابو داود جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا ' کہمیں اس کو معاف نہیں کروں گا جس نے دیت لینے کے بعد قتل کیا۔(23)

حدیث ۲۴: امام ترمذی و ابن ماجہ نے ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، وہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کو فرماتے سنا ہے کہ جس کے جسم میں کوئی زخم لگ جائے پھر وہ اس کا صدقہ کردے (معاف کر دے) تو اللہ (عزوجل) اس کا ایک درجہ بڑھاتا ہے اور ایک گناہ معاف کرتا ہے۔(24)

حدیث ۲۵: امام بخاری اپنی صحیح میں عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم)! کون سا گناہ اللہ (عزوجل) کے نزدیک بڑا ہے؟ فرمایا کہ اللہ (عزوجل) کا کوئی شریک بتائے، حالانکہ اللہ (عزوجل) ہی نے تم کو پیدا کیا۔ عرض کی پھر کون سا گناہ؟ فرمایا: پھر یہ کہ اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی۔ کہا۔ پھر کون؟ ارشاد فرمایا: پھر یہ کہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔ پس اللہ (عزوجل) نے اس کی تصدیق نازل فرمائی:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ (25) يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ يَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا

مراد بہت عرصہ تک دوزخ میں رہنا ہے کیونکہ دوزخ کی ہمیشگی صرف کفار کے لیے ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۳۸۸)

(23) سنن أبي داود، کتاب الدیات، باب من یقتل بعد أخذ الدیۃ، الحدیث: ۴۵۰۷، ج۴، ص۲۲۹۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی جو ولی مقتول قاتل سے دیت لے لے پھر اسے قتل بھی کر دے تو اسے معاف نہ کیا جائے گا۔ (لایعفی) یا اسے میں نہ معاف کروں گا (لاأعفی)۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ ایسے ولی کو جو دیت لے کر بھی قاتل کو قتل کر دے قتل کیا جائے گا مگر مذہب جمہور یہ ہے کہ اسے قتل نہ کیا جائے گا بلکہ کوئی اور سزا دی جائے گی۔ ۱۔ اسے لاأعفی باب افعال کا ماضی مجہول بھی پڑھا گیا ہے جملہ بد دعا یعنی اللہ کرے اس کو معاف نہ کیا جائے، غرضکہ جمہور علماء کے نزدیک اس معاف نہ فرمانے سے مراد قتل کر دینا نہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۳۹۰)

(24) جامع الترمذي، کتاب الدیات، باب ماجاء في العفو، الحدیث: ۱۳۹۸، ج۳، ص۹۷۔

(25) صحیح البخاري، کتاب الدیات باب قول اللہ تعالٰی (ومن یقتل مؤمنا متعمدا ... إلخ)، الحدیث: ۶۸۶۱، ج۴، ص۳۵۶۔

رَّحِيمًا ﴿۷۰﴾ (26) (پ۱۹، ع۴)

اور وہ جو اللہ (عزوجل) کے ساتھ کسی اور کو نہیں پوجتے اور اس جان کو جسے اللہ (عزوجل) نے حرام کیا ناحق قتل نہیں کرتے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا، اس کے لیے چند در چند عذاب کیا جائے گا قیامت کے دن۔ اور وہ اس میں مدتوں ذلت کے ساتھ رہے گا، مگر جو توبہ کر لے اور ایمان لائے اور اچھے کام کرے۔ اللہ (عزوجل) ایسے لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔ اور اللہ (عزوجل) مغفرت والا رحم والا ہے۔

حدیث ۲۶: امام بخاری نے اپنی صحیح میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ان نقبا (قوم کے سرداروں) سے ہوں جنہوں نے (لیلۃ العقبہ (27) میں) رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم سے بیعت کی۔ ہم نے اس بات پر بیعت کی تھی کہ اللہ (عزوجل) کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور زنا نہ کریں گے اور چوری نہ کریں گے اور ایسی جان کو قتل نہ کریں گے جس کو اللہ (عزوجل) نے حرام فرمایا اور لوٹ نہ کریں گے اور خدا (تعالٰی) کی نافرمانی نہ کریں گے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم کو جنت دی جائے گی اور اگر ان میں سے کوئی کام ہم نے کیا تو اس کا فیصلہ اللہ (عزوجل) کی طرف ہے۔ (28)

حدیث ۲۷: امام بخاری اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: اللہ (عزوجل) کے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ مبغوض تین شخص ہیں۔ ۱ حرم میں الحاد کرنے والا اور ۲ اسلام میں طریقہ جاہلیت کا طلب کرنے والا اور ۳ کسی مسلمان شخص کا ناحق خون طلب کرنے والا تاکہ اسے بہائے۔ (29)

حدیث ۲۸: امام ابوجعفر طحاوی نے اپنی کتاب شرح معانی الآثار میں نعمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ قصاص میں قتل تلوار ہی سے ہوگا۔ (30)

❁❁❁❁❁

---

(26) پ۱۹، الفرقان: ۶۸۔۷۰۔

(27) عقبہ سے مراد وہ مقام ہے جو منٰی کے اطراف میں واقع ہے، اس مقام پر رات کے وقت چند انصار صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے دست اقدس پر بیعت کی جن میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی شامل تھے۔

(28) صحیح البخاري، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالٰی (ومن احیاھا)، الحدیث: ۶۸۷۳، ج۴، ص۳۵۹۔

(29) صحیح البخاري، کتاب الدیات، باب من طلب دم امرئ بغیر حق، الحدیث: ۶۸۸۲، ج۴، ص۳۶۲۔

(30) شرح معاني الآثار، کتاب الجنایات، باب الرجل یقتل رجلا کیف یقتل؟، الحدیث: ۴۹۱۷، ج۳، ص۸۱۔

مسائل فقہیّہ

یہاں جنایت سے مراد وہ فعل ہے جس سے جان یا اعضاء کو نقصان پہنچایا جائے اس کے احکام کا تعلق حکومت سے ہے کہ وہی ان کا نفاذ کرتی ہے یہاں نہ اسلامی حکومت ہے نہ شریعت کے مطابق احکام جاری ہیں لہذا اس کے مسائل بیان کرنے کی چنداں حاجت نہ تھی مگر پھر بھی مسلمانوں کو شرعی احکام معلوم کرنا بے سود نہیں ہے اس لحاظ سے کچھ مسائل بیان کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ ۱: قتل ناحق کی پانچ صورتیں ہیں۔ (۱) قتل عمد (۲) قتل شبہ عمد (۳) قتل خطا (۴) قائم مقام خطا (۵) قتل بالسبب۔ قتل عمد یہ ہے کہ کسی دھار دار آلے سے قصداً قتل کرے۔ آگ سے جلا دینا بھی قتل عمد ہی ہے۔ دھار دار آلہ مثلاً تلوار، چھری یا لکڑی اور بانس کی کھپچی (بانس کا چرا ہوا ٹکڑا) میں دھار نکال کر قتل کیا یا دھار دار پتھر سے قتل کیا، لوہے اور تانبا، پیتل وغیرہ کی کسی چیز سے قتل کریگا، اگر اس سے جرح یعنی زخم ہوا تو قتل عمد ہے، مثلاً چھری، خنجر، تیر، نیزہ، بلّم (بھالا) وغیرہ کہ یہ سب آلہ جارحہ ہیں۔ (یعنی زخمی کرنے والے آلے ہیں) گولی اور چھرے سے قتل ہوا، یہ بھی اسی میں داخل ہے۔ (1)

مسئلہ ۲: قتل عمد کا حکم یہ ہے کہ ایسا شخص نہایت سخت گنہگار ہے۔ کفر کے بعد تمام گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ (2)

---

(1) الھدایۃ کتاب الجنایات، ج ۲، ص ۴۴۲۔ والدرالمختار، کتاب الجنایات، ج ۱۰، ص ۱۵۵۔۱۵۷۔

(2) قتلِ حرام

رحمتِ الٰہی سے مایوس:

حضرت سیّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ سیّدِ عالم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی مومن کو قتل کرنے پر مدد کی اگرچہ آدھی بات سے، وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہو گا: "اٰیِسٌ مِّنْ رَّحْمَۃِ اللہِ یعنی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رحمت سے مایوس۔"

(سنن ابن ماجہ، ابواب الدیات، باب التغلیظ فی قتل المسلم ظلما، الحدیث: ۲۶۲۰، ص ۲۶۳۴)

قتلِ ناحق کی نحوست:

حضور رحمتِ عالم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: "تم میں سے کوئی ایسی جگہ ہرگز کھڑا نہ ہو جہاں کسی ←

قرآن مجید میں فرمایا:

(وَمَنۡ يَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيۡهَا) (3)(پ۵،ع۱۰)

شخص کو ظلماً قتل کیا جارہا ہو کیونکہ وہاں موجود لوگوں پر بھی لعنت اُترتی ہے جبکہ وہ مقتول کا دفاع نہ کریں۔''

(المعجم الکبیر، الحدیث:۱۱۶۷۵، ج۱۱، ص۲۰۸)

حضور نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:''جس نے کسی مسلمان کی پیٹھ پر ناحق زخم لگایا وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر ناراض ہوگا۔'' (المعجم الکبیر، الحدیث:۷۵۳۶، ج۸، ص۱۱۶)

رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:''مومن کی پیٹھ محفوظ ہے سوائے حق کے (یعنی اُسے جرم پر سزا مل سکتی ہے)۔''(المعجم الکبیر، الحدیث:۴۷۶، ج۱۷، ص۱۸۰)

حضور نبئ رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:''تم میں سے کوئی قتل ہونے والے کے پاس موجود نہ رہے، شاید! وہ مظلوم ہو اور اس پر بھی غضب نازل ہو جائے۔''

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث خرشہ بن الحارث، الحدیث ۱۷۵۳۰، ج۶، ص۱۶۷ بتغیر)

حضور نبی کریم، رَءُوف رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:''تم میں سے کوئی قتل ہونے والے کے پاس حاضر نہ ہو قریب ہے کہ وہ مظلوم ہو اور اُن (قتل کرنے والوں) پر غضب نازل ہو اور یہ بھی اس کی زد میں آجائے۔''

(المعجم الکبیر، الحدیث ۴۱۸۱، ج۴، ص۲۱۹، بتغیر قلیل)

(3) پ۵، النساء:۹۳۔

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمان کو عمداً قتل کرنا سخت گناہ اور اشد کبیرہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ دنیا کا ہلاک ہونا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل ہونے سے ہلکا ہے پھر یہ قتل اگر ایمان کی عداوت سے ہو یا قاتل اس قتل کو حلال جانتا ہو تو یہ کفر بھی ہے

فائدہ: خلود مدتِ دراز کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور قاتل اگر صرف دنیوی عداوت سے مسلمان کو قتل کرے اور اس کے قتل کو مباح نہ جانے جب بھی اس کی جزا مدت دراز کے لئے جہنم ہے۔

فائدہ: خلود کا لفظ مدت طویلہ کے معنی میں ہوتا ہے تو قرآن کریم میں اس کے ساتھ لفظ ابد مذکور نہیں ہوتا اور کفار کے حق میں خلود بمعنی دوام آیا ہے تو اس کے ساتھ ابد بھی ذکر فرمایا گیا ہے

یہ آیت مُقَیس بن خبابہ کے حق میں نازل ہوئی اس کے بھائی قبیلہ بنی نجار میں مقتول پائے گئے تھے اور قاتل معلوم نہ تھا بنی نجار نے بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیت ادا کردی اس کے بعد مقیس نے باغوائے شیطان ایک مسلمان کو بے خبری میں قتل کردیا اور ←

جو کسی مومن کو قصداً قتل کرے اس کی سزا جہنم میں مدتوں رہنا ہے۔
ایسے شخص کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہیں اس کے متعلق صحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) میں اختلاف ہے جیسا کہ کتب حدیث میں یہ بات مذکور ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اس کی توبہ بھی قبول ہوسکتی ہے اور صحیح یہ ہے کہ ایسے قاتل کی بھی مغفرت ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہے۔ اگر وہ چاہے تو بخش دے (4) جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا:
(اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ) (5) (پ ۵، ع ۴)

دیت کے اونٹ لے کر مکہ کو چلتا ہوگیا اور مرتد ہوگیا یہ اسلام میں پہلا شخص ہے جو مرتد ہوا۔

(4) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، ج ۱۰، ص ۱۵۸۔

سیّدنا وحشی اور ان کے دوستوں کا قبولِ اسلام:

حضرتِ سیِّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے وحشی کی طرف ایک قاصد بھیجا جو اس کو اسلام کی دعوت دے۔ جب وحشی کو پیغام ملا تو اس نے عرض کی: اے محمد (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم)! آپ کیسے مجھے دعوتِ اسلام دے رہے ہیں؟ حالانکہ آپ تو فرماتے ہیں کہ جس نے کسی جان کو قتل کیا یا شریک ٹھہرایا یا زنا کیا قیامت کے دن اس کے لئے عذاب دُگنا کر دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔ میں نے تو یہ سب کام کئے ہیں، کیا میرے لئے کوئی رخصت ہے؟ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی: اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا ترجمۂ کنزالایمان: مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے۔ (پ ۱۹، الفرقان: ۷۰)

حضور نبیِ پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے بذریعۂ قاصد یہ آیت مبارکہ وحشی اور اس کے دوستوں کی طرف بھیجی تو اس نے عرض کی: یہ شرط تو بہت سخت ہے، ممکن ہے میں اس پر عمل نہ کر سکوں، کیا اس کے علاوہ (کوئی رخصت) ہے؟ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔ (ا) (پ ۵، النسآء: ۴۸)
یہ آیتِ مبارکہ جب وحشی کی جانب بھیجی گئی تو اس نے پھر کہا: ابھی یہ شبہ باقی ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ میری مغفرت بھی ہوگی یا نہیں؟ کیا اس کے علاوہ (کوئی رخصت) ہے؟ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی: قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۵۳﴾ یہ آیت وحشی اور اس کے دوستوں کی طرف بھیجی گئی تو وحشی نے کہا: ہاں! یہ (ہماری بخشش کی گارنٹی) ہے۔ چنانچہ، وہ اور اس کے دوست حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی: یارسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا یہ حکم خاص ان لوگوں کے لئے ہے یا تمام مسلمانوں کے لئے؟ ارشاد فرمایا: یہ تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔ (المعجم الکبیر، الحدیث ۱۱۴۸۰، ج ۱۱، ص ۱۵۷)

(5) پ ۵، النساء: ۴۸۔

بے شک اللہ (عزوجل) شرک یعنی کفر کو تو نہیں بخشے گا۔ اس سے نیچے جتنے گناہ ہیں جس کے لئے چاہے گا مغفرت فرمادے گا۔

اور پہلی آیت کا یہ مطلب بیان کیا جاتا ہے کہ مومن کو جو بحیثیت مومن قتل کریگا یا اس کے قتل کو حلال سمجھے گا وہ بے شک ہمیشہ جہنم میں رہے گا یا خلود سے مراد بہت دنوں تک رہنا ہے۔

مسئلہ ۳: قتل عمد کی سزا دنیا میں فقط قصاص ہے یعنی یہی متعین ہے۔ ہاں اگر اولیائے مقتول معاف کر دیں یا قاتل سے مال لے کر مصالحت کرلیں تو یہ بھی ہوسکتا ہے مگر بغیر مرضی قاتل اگر مال لینا چاہیں تو نہیں ہوسکتا۔ یعنی قاتل اگر قصاص کو کہے تو اولیائے مقتول اس سے مال نہیں لے سکتے۔ مال پر مصالحت کی صورت میں دیت کی برابر یا کم یا زیادہ تینوں صورتیں جائز ہیں۔ یعنی مال لینے کی صورت میں یہ ضرور نہیں کہ دیت سے زیادہ نہ ہو اور جس مال پر صلح ہوئی وہ دیت کی قسم سے ہو یا دوسری جنس سے ہو دونوں صورتوں میں کمی بیشی ہوسکتی ہے۔(6)

مسئلہ ۴: قتلِ عمد میں قاتل کے ذمے کفارہ واجب نہیں۔(7)

مسئلہ ۵: اولیائے مقتول نے اگر نصف قصاص معاف کر دیا تو کل ہی معاف ہوگیا یعنی اس میں تجزی نہیں ہوسکتی، اب اگر یہ چاہیں کہ باقی نصف کے مقابل میں مال لیں، یہ نہیں ہوسکتا۔(8)

مسئلہ ۶: قتل کی دوسری قسم شبہ عمد ہے۔ وہ یہ کہ قصداً قتل کرے مگر اسلحہ سے یا جو چیزیں اسلحہ کے قائم مقام ہوں ان سے قتل نہ کرے مثلاً کسی کو لاٹھی یا پتھر سے مار ڈالا یہ شبہ عمد ہے اس صورت میں بھی قاتل گنہگار ہے اور اس پر کفارہ واجب ہے اور قاتل کے عصبہ پر دیت مغلظہ واجب جو تین سال میں ادا کریں گے۔ دیت کی مقدار کیا ہوگی اس کو آئندہ ان شاءاللہ بیان کیا جائے گا۔(9)

مسئلہ ۷: شبہ عمد مار ڈالنے ہی کی صورت میں ہے۔ اور اگر وہ جان سے نہیں مارا گیا بلکہ اس کا کوئی عضو تلف ہوگیا مثلاً لاٹھی سے مارا اور اس کا ہاتھ یا انگلی ٹوٹ کر علیحدہ ہوگئی تو اس کو شبہ عمد نہیں کہیں گے بلکہ یہ عمد ہے اور اس صورت میں قصاص ہے۔(10)

---

(6) الدرالمختار، کتاب الجنایات، ج۱۰، ص۱۵۸۔

(7) کنزالدقائق، کتاب الجنایات، ص۴۴۸۔

(8) حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، کتاب الجنایات، ج۷، ص۲۱۴۔

(9) الھدایۃ، کتاب الجنایات، ج۲، ص۴۴۳۔

(10) الدرالمختار، کتاب الجنایات، ج۱۰، ص۱۶۱۔

عصبہ پر دیت اور قاتل میراث سے محروم ہوگا اور اس میں بھی قتل کرنے کا گناہ نہیں، مگر یہ گناہ ہے کہ ایسی بے احتیاطی کی جس سے ایک انسان کی جان ضائع ہوئی۔(17)

مسئلہ ۱۳: پانچویں قسم قتل بالسبب، جیسے کسی شخص نے دوسری کی ملک میں کوآں کھودا یا پتھر رکھ دیا یا راستہ میں لکڑی رکھ دی اور کوئی شخص کوئیں میں گر کر یا پتھر اور لکڑی سے ٹھوکر کھا کر مر گیا۔ اس قتل کا سبب وہ شخص ہے جس نے کوآں کھودا تھا اور پتھر وغیرہ رکھ دیا تھا۔ اس صورت میں اس کے عصبہ کے ذمے دیت ہے۔ قاتل پر نہ کفارہ ہے نہ قتل کا گناہ، اس کا گناہ ضرور ہے کہ پرائی مِلک میں کوآں کھودا، یا وہاں پتھر رکھ دیا۔(18)

❀❀❀❀❀

(17) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، ج۱۰،ص ۱۶۳۔

(18) الدرالمختار، کتاب الجنایات، ج۱۰،ص ۱۶۳۔

مسئلہ ۸: تیسری قسم قتل خطا ہے۔ اس کی دوصورتیں ہیں ایک یہ کہ اس کے گمان میں غلطی ہوئی، مثلاً اس کو شکار سمجھ کر قتل کیا اور شکار نہ تھا بلکہ انسان ہے یا حربی یا مرتد سمجھ کر قتل کیا حالانکہ کہ وہ مسلم تھا دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے فعل میں غلطی ہوئی مثلاً شکار پر یا چاند ماری (11) پر گولی چلائی اور لگ گئی آدمی کو کہ یہاں انسان کو شکار نہیں سمجھا بلکہ شکار ہی کو شکار سمجھا اور شکار ہی پر گولی چلائی مگر ہاتھ بہک گیا۔ (یعنی اِدھر اُدھر مڑ گیا) گولی شکار کو نہیں لگی آدمی کو لگی۔ اسی کی یہ صورتیں بھی ہیں۔ نشانہ پر گولی لگ کر لوٹ آئی اور کسی آدمی کو لگی یا نشانہ سے پار ہو کر کسی آدمی کو لگی یا ایک شخص کو مارنا چاہتا تھا دوسرے کو لگی یا ایک شخص کے ہاتھ میں مارنا چاہتا تھا دوسرے کی گردن میں لگی یا ایک شخص کو مارنا چاہتا تھا مگر گولی دیوار پر لگی پھر ٹپا کھا کر لوٹی اور اس شخص کو لگی یا اس کے ہاتھ سے لکڑی یا اینٹ چھوٹ کر کسی آدمی پر گری اور مر گیا یہ سب صورتیں قتل خطا کی ہیں۔ (12)

مسئلہ ۹: قتل خطا کا حکم یہ ہے کہ قاتل پر کفارہ واجب ہے اور اس کے عصبہ پر دیت واجب جو تین سال میں ادا کی جائے گی۔ قتل خطا کی دونوں صورتوں میں اس کے ذمہ قتل کا گناہ نہیں۔ یہ تو ضرور گناہ ہے کہ ایسے آلہ کے استعمال میں اس نے بے احتیاطی برتی، شریعت کا حکم ہے کہ ایسے موقعوں پر احتیاط سے کام لینا چاہے۔ (13)

مسئلہ ۱۰: مقتول کے جسم کے جس حصہ پر وار کرنا چاہتا تھا وہاں نہیں لگا۔ دوسری جگہ لگا یہ خطا نہیں ہے بلکہ عمد ہے اور اس میں قصاص واجب ہے۔ (14)

مسئلہ ۱۱: قتل کی ان تینوں قسموں میں قاتل میراث سے محروم ہوتا ہے یعنی اگر کسی نے اپنے مورث کو قتل کیا تو اس کا ترکہ اس کو نہیں ملے گا (15) بشرطیکہ جس سے قتل ہوا وہ مکلف (یعنی عاقل، بالغ ہو) ہو اور اگر مجنوں یا بچہ ہے تو میراث سے محروم نہیں۔ (16)

مسئلہ ۱۲: چوتھی قسم قائم مقام خطا جیسے کوئی شخص سوتے میں کسی پر گر پڑا اور یہ مر گیا اسی طرح چھت سے کسی انسان پر گرا اور مر گیا قتل کی اس صورت میں بھی وہی احکام ہیں جو خطا میں ہیں یعنی قاتل پر کفارہ واجب ہے اور اس کے

---

(11) نشانہ، وہ جگہ جس پر نشانہ بازی کرتے ہیں۔

(12) الدرالمختار، کتاب الجنایات، ج۱۰،ص۱۶۱، ۱۶۲.

(13) الھدایۃ، کتاب الجنایات، ج۲،ص ۴۴۳.

(14) المرجع السابق.

(15) الھدایۃ، کتاب الجنایات، ج۲،ص ۴۴۳.

(16) ردالمحتار، کتاب الجنایات، ج۱۰،ص ۱۶۴.

کہاں قصاص واجب ہوتا ہے کہاں نہیں

مسئلہ ۱: قتل عمد میں قصاص واجب ہوتا ہے کہ ایسے کو قتل کیا جس کے خون کی محافظت ہمیشہ کے لیے ہو۔ جیسے مسلم یا ذمی کہ اسلام نے ان کی محافظت کا حکم دیا ہے۔ بشرطیکہ قاتل مکلف ہو، یعنی عاقل بالغ ہو۔ مجنون یا نابالغ سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ بلکہ اگر قتل کے وقت عاقل تھا اور بعد میں مجنون ہوگیا۔ اگر قتل کے لیے ابھی تک حوالہ نہیں کیا گیا ہے۔ قصاص ساقط ہوجائے گا اور اگر قصاص کا حکم ہوچکا اور قتل کرنے کے لیے دیا جاچکا ہے اس کے بعد مجنون ہوا تو قصاص ساقط نہیں ہوگا اور ان صورتوں میں بجائے قصاص اُس پر دیت واجب ہوگی۔(1)

مسئلہ ۲: جو شخص کبھی مجنون ہوجاتا ہے اور کبھی ہوش میں آجاتا ہے۔ اس نے اگر حالت افاقہ میں کسی کو قتل کیا ہے تو اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ ہاں! اگر قتل کے بعد اسے جنون مطبق ہوگیا تو قصاص ساقط ہوگیا اور جنون مطبق نہیں ہے تو قتل کیا جائے گا۔(2)

مسئلہ ۳: قصاص کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ قاتل و مقتول کے مابین شبہ نہ پایا جاتا ہو۔ مثلاً باپ بیٹا، آقا وغلام کہ یہاں قصاص نہیں اور اگر مقتول نے قاتل کو کہہ دیا کہ مجھے قتل کرڈال، اس نے قتل کردیا اس میں بھی قصاص واجب نہیں۔(3)

مسئلہ ۴: آزاد کو آزاد کے بدلے میں اور غلام کے بدلے میں بھی قتل کیا جائے گا اور غلام کو غلام کے بدلے میں اور آزاد کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ مرد کو عورت کے بدلے میں اور عورت کو مرد کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ مسلم کو ذمی کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ حربی یا مستامن کے بدلے میں نہ مسلم سے قصاص لیا جائے گا نہ ذمی سے، اسی طرح مستامن سے مستامن کے مقابل میں قصاص نہیں۔ ذمی نے ذمی کو قتل کیا، قصاص لیا جائے گا اور قتل کے بعد قاتل مسلمان ہوگیا جب بھی قصاص ہے۔(4)

مسئلہ ۵: مسلم نے مرتد یا مرتدہ کو قتل کیا اس صورت میں قصاص نہیں۔ دو مسلمان دارالحرب میں امان لے کر گئے

---

(1) الدرالمختار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... الخ، ج۱۰، ص۱۶۴.

(2) الدرالمختار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... الخ، ج۱۰، ص۱۶۵.

(3) المرجع السابق.

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی فیمن یقتل قصاصا.. الخ، ج۶، ص۳۔

اور ایک نے دوسرے کو وہیں قتل کر دیا قصاص نہیں۔(5)

مسئلہ ۶: عاقل سے مجنون کے بدلے میں اور بالغ سے نابالغ کے بدلے میں اور انکھیارے سے اندھے کے بدلے میں اور ہاتھ پاؤں والے سے لنجھے (لنگڑا لولا) یا جس کے ہاتھ پاؤں نہ ہوں اس کے بدلے میں، تندرست سے بیمار کے بدلے میں اور مرد سے عورت کے بدلے میں قصاص لیا جائے گا۔(6)

مسئلہ ۷: اصول نے فروع کو قتل کیا مثلاً باپ ماں، دادا دادی، نانا نانی نے بیٹے یا پوتے یا نواسہ کو قتل کیا اس میں قصاص نہیں بلکہ خود اس قاتل سے دیت دلوائی جائے گی بلکہ باپ کے ساتھ اگر بیٹے کے قتل میں کوئی اجنبی بھی شریک تھا تو اس اجنبی سے بھی قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ اس سے بھی دیت ہی لی جائے گی۔ اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ دو شخصوں نے مل کر اگر کسی کو قتل کیا اور ان میں ایک وہ ہے کہ اگر وہ تنہا کرتا تو قصاص واجب ہوتا اور دوسرا وہ ہے کہ تنہا قتل کرتا تو اس پر قصاص واجب نہیں ہوتا تو اس پہلے سے بھی قصاص نہیں، مثلاً اجنبی اور باپ دونوں نے قتل کیا یا ایک نے قصداً قتل کیا اور دوسرے نے خطا کے طور پر۔ ایک نے تلوار سے قتل کیا، دوسرے نے لاٹھی سے، ان سب صورتوں میں قصاص نہیں ہے بلکہ دیت واجب ہے۔(7)

مسئلہ ۸: مولےٰ نے اپنے غلام کو قتل کیا اس میں قصاص نہیں۔ اسی طرح اپنے مدبر یا مکاتب یا اپنی اولاد کے غلام کو قتل کیا یا اس غلام کو قتل کیا جس کے کسی حصہ کا قاتل مالک ہے۔(8)

مسئلہ ۹: قتل سے قصاص واجب تھا مگر اس کا وارث ایسا شخص ہوا کہ وہ قصاص نہیں لے سکتا تو قصاص ساقط ہو گیا مثلاً وہ قاتل اس وارث کے اصول میں سے ہے تو اب قصاص نہیں ہوسکتا۔ جیسے ایک شخص نے اپنے خسر کو قتل کیا اور اس کی وارث صرف اس کی لڑکی ہے یعنی قاتل کی بیوی۔ پھر یہ عورت مرگئی اور اس کا لڑکا وارث ہوا جو اسی شوہر سے ہے تو قصاص کی صورت میں بیٹے کا باپ سے قصاص لینا لازم آتا ہے، لہٰذا قصاص ساقط۔(9)

مسئلہ ۱۰: مسلم نے اگر مسلم کو مشرک سمجھ کر قتل کیا، مثلاً جہاد میں ایک مسلم کو کافر سمجھا اور مار ڈالا، اس صورت میں قصاص نہیں ہے بلکہ دیت و کفارہ ہے کہ یہ قتل عمد نہیں بلکہ قتل خطا ہے اور اگر مسلم صف کفار میں تھا اور کسی مسلم نے قتل کر

---

(5) المرجع السابق.

(6) الدرالمختار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... الخ، ج۱۰، ص۱۶۸.

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی فیمن یقتل قصاصا... الخ، ج۶، ص۳.

(7) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... الخ، ج۱۰، ص۱۶۸، ۱۶۹.

(8) الدرالمختار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... الخ، ج۱۰، ص۱۶۹.

ڈالا تو دیت و کفارہ بھی نہیں۔(10)

مسئلہ ۱۱: جن اگر ایسی شکل میں آیا جس کا قتل جائز ہے۔ مثلاً سانپ کی شکل میں آیا تو اس کے قتل میں کوئی مواخذہ نہیں۔(11)

مسئلہ ۱۲: قصاص میں جس کو قتل کیا جائے تو یہ ضرور ہے کہ تلوار ہی سے قتل کیا جائے اگرچہ قاتل نے اسے تلوار سے قتل نہ کیا ہو بلکہ کسی اور طرح سے مار ڈالا ہو جس سے قصاص واجب ہوتا ہو۔ خنجر یا نیزہ سے یا کسی دوسرے اسلحہ سے قتل کرنا بھی تلوار ہی کے حکم میں ہے۔ لہٰذا اگر اسلحہ کے سوا کسی اور طرح سے قصاص میں قتل کیا، مثلاً کوئیں میں گرا کر مار ڈالا یا پتھر سے قتل کیا تو ایسا کرنے سے تعزیر کا مستحق ہے۔(12)

مسئلہ ۱۳: کسی کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے اور وہ مر گیا تو قاتل کی گردن تلوار سے اڑا دی جائے یہ نہیں کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر چھوڑ دیں۔ اسی طرح اگر اس کا سر توڑ ڈالا اور مر گیا تو قاتل کی گردن تلوار سے کاٹ دی جائے۔(13)

مسئلہ ۱۴: بعض اولیائے مقتول نے قصاص لے لیا تو باقی اولیا اس سے ضمان نہیں لے سکتے۔(14)

مسئلہ ۱۵: دو شخص ولی مقتول تھے، ان میں سے ایک نے معاف کر دیا اور دوسرے نے قاتل کو قتل کر ڈالا، اگر اسے یہ معلوم تھا کہ بعض ولی کے معاف کر دینے سے قصاص ساقط ہو جاتا ہے تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور اگر نہیں معلوم تھا تو اس سے دیت لی جائے گی۔(15)

مسئلہ ۱۶: مقتول کے بعض اولیا بالغ ہیں اور بعض نابالغ تو قصاص میں یہ انتظار نہیں کیا جائے گا کہ وہ نابالغ بالغ ہو جائیں بلکہ جو ورثہ بالغ ہیں وہ ابھی قصاص لے سکتے ہیں۔(16)

مسئلہ ۱۷: قاتل کو کسی اجنبی شخص نے (یعنی اس نے جو مقتول کا ولی نہیں ہے) قتل کر ڈالا، اگر اس نے عمداً قتل کیا

---

(10) المرجع السابق، ص ۱۷۲.

(11) الدرالمختار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... الخ، ج۱۰، ص ۱۷۳.

(12) الھدایۃ، کتاب الجنایات، باب ما یوجب القصاص وما لا یوجبہ، ج۲، ص ۴۴۵.

والدرالمختار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... الخ، ج۱۰، ص ۱۷۳.

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی فیمن یقتل قصاصا... الخ، ج۶، ص ۴.

(14) الدرالمختار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... الخ، ج۱۰، ص ۱۷۸.

(15) المرجع السابق.

(16) الھدایۃ، کتاب الجنایات، باب ما یوجب القصاص وما لا یوجبہ، ج۲، ص ۴۴۶.

ہے تو اس قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔ اور خطا کے طور پر قتل کیا ہے تو اس قاتل کے عصبہ سے دیت لی جائے گی، کیونکہ اس اجنبی کے لئے اس کا قتل حلال نہ تھا، اب اگر مقتول اول کا ولی یہ کہتا ہے کہ میں نے اس اجنبی سے قتل کرنے کو کہا تھا لہٰذا اس سے قصاص نہ لیا جائے تو جب تک گواہ نہ ہوں۔ اس کی بات نہیں مانی جائے گی اور اس اجنبی سے قصاص لیا جائے اور بہرصورت جبکہ قاتل کو اجنبی نے قتل کر ڈالا تو ولی مقتول کا حق ساقط ہو گیا یعنی قصاص تو ہو ہی نہیں سکتا کہ قاتل رہا ہی نہیں اور دیت بھی نہیں لی جاسکتی کہ اس کے لیے رضامندی درکار ہے اور وہ پائی نہیں گئی۔ جس طرح قاتل مر جائے تو ولی مقتول کا حق ساقط ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہاں۔(17)

مسئلہ ۱۸: اولیائے مقتول نے گواہوں سے یہ ثابت کیا کہ زید نے اسے زخمی کیا اور قتل کیا ہے اور زید نے گواہوں سے یہ ثابت کیا کہ خود مقتول نے یہ کہا ہے کہ زید نے نہ مجھے زخمی کیا نہ قتل کیا تو اُنہیں گواہوں کو ترجیح دی جائے گی۔(18)

مسئلہ ۱۹: مجروح (زخمی) نے یہ کہا کہ فلاں نے مجھے زخمی نہیں کیا ہے، یہ کہہ کر مر گیا تو اس کے ورثہ اس شخص پر قتل کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ مجروح نے یہ کہا کہ فلاں شخص نے مجھے قتل کیا۔ یہ کہہ کر مر گیا اب اس کے ورثہ دوسرے شخص پر دعوے اکرتے ہیں کہ اس نے قتل کیا ہے۔ یہ دعویٰ مسموع (یعنی قابل سماعت) نہیں ہوگا۔(19)

مسئلہ ۲۰: جس کو زخمی کیا گیا۔ اس نے مرنے سے پہلے معاف کر دیا یا اس کے اولیاء نے مرنے سے پہلے معاف کر دیا یہ معافی جائز ہے۔ یعنی اب قصاص نہیں لیا جائے گا۔(20)

مسئلہ ۲۱: کسی کو زہر دے دیا۔ اسے معلوم نہیں اور لاعلمی میں کھا پی گیا تو اس صورت میں نہ قصاص ہے نہ دیت، مگر زہر دینے والے کو قید کیا جائے گا اور اس پر تعزیر ہوگی اور اگر خود اس نے اُس کے منہ میں زبردستی ڈال دیا یا اس کے ہاتھ میں دیا اور پینے پر مجبور کیا تو دیت واجب ہے۔(21)

مسئلہ ۲۲: یہ کہا کہ میں نے اپنی بددعا سے فلاں کو ہلاک کر دیا یا باطنی تیروں سے ہلاک کیا یا سورہ انفال پڑھ کر ہلاک کیا تو اقرار کرنے والے پر قصاص وغیرہ لازم نہیں۔ اسی طرح اگر وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے اسمائے قہر

---

(17) الدرالمختار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... الخ، ج۱۰، ص۱۷۷.

(18) الدرالمختار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... الخ، ج۱۰، ص۱۷۹.

(19) الدرالمختار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... الخ، ج۱۰، ص۱۷۹.

(20) المرجع السابق.

(21) المرجع السابق، ص۱۸۰.

یہ پڑھ کر اسے ہلاک کر دیا، اس کہنے سے بھی کچھ لازم نہیں۔ نظر بد سے ہلاک کرنے کا اقرار کرے اس کے متعلق بھی کچھ منقول نہیں۔ (22)

مسئلہ ۲۳: کسی نے اس کا سر توڑ ڈالا اور خود اس نے بھی اپنا سر توڑا اور شیر نے اسے زخمی کیا اور سانپ نے بھی کاٹ کھایا اور یہ مر گیا تو اس شخص پر جس نے سر توڑا ہے تہائی دیت (یعنی دیت کا تیسرا حصہ) واجب ہوگی۔ (23)

مسئلہ ۲۴: ایک شخص نے کئی شخصوں کو قتل کیا اور ان تمام مقتولین کے اولیا نے قصاص کا مطالبہ کیا تو سب کے بدلے میں اس قاتل کو قتل کیا جائے گا اور فقط ایک کے ولی نے مطالبہ کیا اور قتل کر دیا گیا تو باقیوں کا حق ساقط ہو گیا۔ یعنی اب ان کے مطالبہ پر کوئی مزید کارروائی نہیں ہوسکتی۔ (24)

مسئلہ ۲۵: ایک شخص کو چند شخصوں نے مل کر قتل کیا تو اس کے بدلے میں یہ سب قتل کیے جائیں گے۔ (25)

مسئلہ ۲۶: ایک سے زیادہ مرتبہ جس نے گلا گھونٹ کر مار ڈالا اس کو بطور سیاست قتل کیا جائے اور گرفتاری کے بعد اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ مقبول نہیں اور اس کا وہی حکم ہے جو جادوگر کا ہے۔ (26)

مسئلہ ۲۷: کسی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر شیر یا درندے کے سامنے ڈال دیا اس نے مار ڈالا، ایسے شخص کو سزا دی جائے اور مارا جائے اور قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ وہیں قید خانہ ہی میں مر جائے اسی طرح اگر ایسے مکان میں کسی کو بند کر دیا جس میں شیر ہے جس نے مار ڈالا یا اس میں سانپ ہے جس نے کاٹ لیا۔ (27)

مسئلہ ۲۸: بچہ کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دھوپ یا برف پر ڈال دیا اور وہ مر گیا تو اس کے عصبہ سے دیت وصول کی جائے کسی کے ہاتھ، پاؤں باندھ کر دریا میں ڈال دیا اور ڈالتے ہی تہ نشین ہو گیا تو اس کے عصبہ سے دیت وصول کی جائے اور اگر کچھ دیر تک تیرتا رہا پھر ڈوب کر مر گیا تو دیت نہیں۔ (28)

مسئلہ ۲۹: گرم تنور میں کسی آدمی کو ڈال دیا اور وہ مر گیا یا آگ میں کسی کو ڈال دیا جس سے نکل نہیں سکتا اور وہ مر گیا تو ان دونوں صورتوں میں قصاص ہے اور اگر آگ میں ڈال کر نکال لیا اور تھوڑی سی زندگی باقی ہے مگر کچھ دنوں بعد

---

(22) ردالمحتار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... الخ، مبحث شریف، ج۱۰، ص۱۸۱۔

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی، فیمن یقتل قصاصا... الخ، ج۶، ص۴۔

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی فیمن یقتل قصاصا... الخ، ج۶، ص۴۔

(25) المرجع السابق، ص۵۔

(26) الدرالمختار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... الخ، ج۱۰، ص۱۸۳۔

(27) المرجع السابق۔

(28) المرجع السابق، ص۱۸۴۔

مر گیا تو قصاص ہے اور اگر چلنے پھرنے لگا پھر مر گیا تو قصاص نہیں۔(29)

مسئلہ ۳۰: ایک شخص نے دوسرے کا پیٹ پھاڑ دیا کہ آنتیں نکل پڑیں۔ پھر کسی اور نے دوسرے کی گردن اڑا دی تو قاتل یہی ہے جس نے گردن ماری۔ اگر اس نے عمداً کیا ہے تو قصاص ہے اور خطا کے طور پر ہو تو دیت واجب ہے اور جس نے پیٹ پھاڑا اس پر تہائی دیت واجب ہے اور اگر پیٹ اس طرح پھاڑا کہ پیٹھ کی جانب زخم نفوذ کر گیا تو دیت کی دو تہائیاں۔ یہ حکم اس وقت ہے کہ پیٹ پھاڑنے کے بعد وہ شخص ایک دن یا کچھ کم زندہ رہ سکتا ہو، اور اگر زندہ نہ رہ سکتا ہو اور مقتول کی طرح تڑپ رہا ہو تو قاتل وہ ہے جس نے پیٹ پھاڑا، اس نے عمداً کیا ہو تو قصاص ہے اور خطا کے طور پر ہو تو دیت ہے اور جس نے گردن ماری اس پر تعزیر ہے۔ اسی طرح اگر ایک شخص نے ایسا زخمی کیا کہ امید زیست (یعنی زندگی کی اُمید) نہ رہی۔ پھر دوسرے نے اسے زخمی کیا تو قاتل وہی پہلا شخص ہے۔ اگر دونوں نے ایک ساتھ زخمی کیا تو دونوں قاتل ہیں۔ اگرچہ ایک نے دس وار کیے اور دوسرے نے ایک ہی وار کیا ہو۔(30)

مسئلہ ۳۱: کسی شخص کا گلا کاٹ دیا۔ صرف حلقوم (گلے میں سانس آنے جانے والی رگ) کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے اور ابھی جان باقی ہے دوسرے نے اسے قتل کر ڈالا تو قاتل پہلا شخص ہے دوسرے پر قصاص نہیں کیونکہ اس کا میت میں شمار ہے لہٰذا اگر مقتول اس حالت میں تھا اور مقتول کا بیٹا مر گیا تو بیٹا وارث ہوگا یہ مقتول اپنے بیٹے کا وارث نہیں ہوگا۔(31)

مسئلہ ۳۲: جو شخص حالت نزع میں تھا اسے قتل کر ڈالا اس میں بھی قصاص ہے۔ اگرچہ قاتل کو یہ معلوم ہو کہ اب زندہ نہیں رہے گا۔(32)

مسئلہ ۳۳: کسی کو عمداً زخمی کیا گیا کہ وہ صاحب فراش ہو گیا (یعنی چلنے پھرنے کے قابل نہ رہا) اور اسی میں مر گیا تو قصاص لیا جائے گا۔ ہاں اگر کوئی ایسی چیز پائی گئی جس کی وجہ سے یہ کہا گیا ہو کہ اسی زخم سے نہیں مرا ہے تو قصاص نہیں۔ مثلاً کسی دوسرے نے اس مجروح کی گردن کاٹ دی تو اب مرنے کو اس کی طرف نسبت کیا جائے گا وہ شخص اچھا ہو کر مر گیا تو اب یہ نہیں کہا جائے گا کہ اسی زخم سے مرا۔(33)

---

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی فیمن یقتل قصاصا۔۔۔ إلخ، ج۶، ص۵۔

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی فیمن یقتل قصاصا۔۔۔ إلخ، ج۶، ص۶۔

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی فیمن یقتل قصاصا۔۔۔ إلخ، ج۶، ص۶۔

(32) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود۔۔۔ إلخ، مبحث شریف، ج۱۰، ص۱۸۴۔

(33) الدرالمختار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود۔۔۔ إلخ، ج۱۰، ص۱۸۵۔

مسئلہ ۳۴: جس نے مسلمانوں پر تلوار کھینچی ایسے کو اس حالت میں قتل کر دینا واجب ہے یعنی اس کے شر کو دفع کرنا واجب ہے، اگر چہ اس کے لیے قتل ہی کرنا پڑے اسی طرح اگر ایک شخص پر تلوار کھینچی تو اسے بھی قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں خواہ وہی شخص قتل کرے جس پر تلوار اٹھائی یا دوسرا شخص۔ اسی طرح اگر رات کے وقت شہر میں لاٹھی سے حملہ کیا یا شہر سے باہر دن یا رات کسی وقت میں حملہ کیا اور اس کو کسی نے مار ڈالا تو اس کے ذمہ کچھ نہیں۔(34)

مسئلہ ۳۵: مجنون نے کسی پر تلوار کھینچی اور اس نے مجنون کو قتل کر دیا تو قاتل پر دیت واجب ہے جو خود اپنے مال سے ادا کرے۔ یہی حکم بچہ کا ہے کہ اس کی بھی دیت دینی ہوگی اور اگر جانور نے حملہ کیا اور جانور کو مار ڈالا تو اس کی قیمت کا تاوان دینا ہوگا۔(35)

مسئلہ ۳۶: جو شخص تلوار مار کر بھاگ گیا کہ اب دوبارہ مارنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ پھر اسے کسی نے مار ڈالا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔ یعنی اسی وقت اس کو قتل کرنا جائز ہے جب وہ حملہ کر رہا ہے یا حملہ کرنا چاہتا ہے بعد میں جائز نہیں۔(36)

مسئلہ ۳۷: گھر میں چور گھسا اور مال چرا کر لے جانے لگا صاحب خانہ نے پیچھا کیا اور چور کو مار ڈالا۔ تو قاتل کے ذمہ کچھ نہیں مگر یہ اس وقت ہے کہ معلوم نہ ہو کہ شور کرنے اور چلانے سے مال چھوڑ کر بھاگ جائے گا اور اگر معلوم ہے کہ شور کریگا تو مال چھوڑ کر بھاگ جائے گا تو قتل کرنے کی اجازت نہیں بلکہ اس وقت قتل کرنے سے قصاص واجب ہوگا۔(37)

مسئلہ ۳۸: مکان میں چور گھسا اور ابھی مال لے کر نکلا نہیں اس نے شور و غل کیا مگر وہ بھاگا نہیں یا اس کے مکان میں یا دوسرے کے مکان میں نقب لگا رہا ہے(یعنی چوری کے لیے دیوار میں سوراخ کر رہا ہے۔)اور شور کرنے سے بھاگتا نہیں، اس کو قتل کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ چور ہونا اس کا معروف و مشہور ہو۔(38)

مسئلہ ۳۹: ولی مقتول نے قاتل کو یا کسی دوسرے کو قصاص ہبہ کر دیا۔ یہ ناجائز ہے۔ یعنی قصاص ایسی چیز نہیں

---

(34) الھدایۃ، کتاب الجنایات، باب مایوجب القصاص ومالا یوجبہ،فصل، ج۲،ص ۴۴۸۔

(35) المرجع السابق۔

والدرالمختار، کتاب الجنایات، ج۱۰،ص۱۸۸۔

(36) الھدایۃ، کتاب الجنایات، باب مایوجب القصاص ومالا یوجبہ،فصل، ج۲،ص ۴۴۸، ۴۴۹۔

(37) المرجع السابق،ص۴۴۹۔

(38) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات،فصل فیما یوجب القود...الخ،مبحث شریف، ج۱۰،ص۱۸۹۔

جس کا مالک دوسرے کو بنایا جاسکے اور اس کو ہبہ کرنے سے قصاص ساقط نہیں ہوگا۔(39)

مسئلہ ۴۰: ولی مقتول نے معاف کر دیا یہ صلح سے افضل ہے اور صلح قصاص سے افضل ہے اور معاف کرنے کی صورت میں قاتل سے دنیا میں مطالبہ نہیں ہوسکتا ہے نہ اب قصاص لیا جاسکتا ہے نہ دیت لی جاسکتی ہے۔(40) رہا مواخذہ اخروی، (یعنی آخرت کی پکڑ) اُس سے بری نہیں ہوا، کیوں کہ قتل ناحق میں تین حق اس کے ساتھ متعلق ہیں۔ ایک حق اللہ، دوسرا حق مقتول، تیسرا حق ولی مقتول، ولی کو اپنا حق معاف کرنے کا اختیار تھا سو اس نے معاف کر دیا مگر حق اللہ اور حق مقتول بدستور باقی ہیں۔ ولی کے معاف کرنے سے وہ معاف نہیں ہوئے۔(41)

مسئلہ ۴۱: مجروح (زخمی) کا معاف کرنا صحیح ہے یعنی معاف کرنے کے بعد مر گیا تو اب ولی کو قصاص لینے کا اختیار نہیں رہا۔(42)

مسئلہ ۴۲: قاتل کی توبہ صحیح نہیں جب تک وہ اپنے کو قصاص کے لیے پیش نہ کر دے۔ یعنی اولیائے مقتول کو جس طرح ہوسکے راضی کرے۔ خواہ وہ قصاص لے کر راضی ہوں یا کچھ لے کر مصالحت کریں (صلح کریں) یا بغیر کچھ لیے معاف کر دیں۔ اب وہ دنیا میں بری ہوگیا اور معصیت (گناہ) پر اقدام کرنے کا جرم و ظلم یہ توبہ سے معاف ہو جائے گا۔(43)

❁❁❁❁❁

(39) المرجع السابق، ص ۱۹۲.

(40) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود۔۔۔ الخ، مبحث شریف، ج ۱۰، ص ۱۹۲.

(41) ردالمحتار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود۔۔۔ الخ، مبحث شریف،، ج ۱۰، ص ۱۹۲.

(42) الدرالمختار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود۔۔۔ الخ، ج ۱۰، ص ۱۷۹.

(43) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود۔۔۔ الخ، مبحث شریف، ج ۱۰، ص ۱۹۲.

اَطراف میں قصاص کا بیان

مسائل فقہیّہ

مسئلہ ۱: اعضا میں قصاص وہیں ہوگا جہاں مماثلت کی رعایت کی جاسکے۔ یعنی جتنا اس نے کیا ہے اتنا ہی کیا جائے۔ یہ احتمال نہ ہو کہ اس سے زیادتی ہوجائے گی۔(1)

مسئلہ ۲: ہاتھ کو جوڑ پر سے کاٹ لیا ہے، اس کا قصاص لیا جائے گا، جس جوڑ پر سے کاٹا ہے اسی جوڑ سے اس کا بھی ہاتھ کاٹ لیا جائے۔ اس میں یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ اس کا ہاتھ چھوٹا تھا اور اس کا بڑا ہے کہ ہاتھ ہاتھ دونوں یکساں قرار پائیں گے۔(2)

مسئلہ ۳: کلائی یا پنڈلی درمیان میں سے کاٹ دی یعنی جوڑ پر سے نہیں کاٹی بلکہ آدھی یا کم وبیش کاٹ دی اس میں قصاص نہیں کہ یہاں مماثلت (یعنی برابری) ممکن نہیں اس طرح ناک کی ہڈی کل یا اس میں سے کچھ کاٹ دی یہاں بھی قصاص نہیں۔(3)

مسئلہ ۴: پاؤں کاٹا یا ناک کا نرم حصہ کاٹا یا کان کاٹ دیا۔ ان میں قصاص ہے اور اگر ناک کے نرم حصہ میں سے کچھ کاٹا ہے تو قصاص واجب نہیں اور ناک کی نوک کاٹی ہے تو اس میں حکومت عدل ہے۔ کاٹنے والی کی ناک اس کی ناک سے چھوٹی ہے۔ تو جس کی ناک کاٹی ہے اسے اختیار ہے کہ قصاص لے یا دیت اور اگر کاٹنے والے کی ناک میں کوئی خرابی ہے مثلاً وہ اخشم ہے جسے بو محسوس نہیں ہوتی یا اس کی ناک کچھ کٹی ہوئی ہے یا اور کسی قسم کا نقصان ہے تو اس کو اختیار ہے کہ قصاص لے یا دیت۔(4)

مسئلہ ۵: کان کاٹنے میں قصاص اس وقت ہے کہ پورا کاٹ لیا ہو۔ یا اتنا کاٹا ہو جس کی کوئی حد ہو، تاکہ اتنا ہی اس کا کان بھی کاٹا جائے۔ اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو قصاص نہیں کہ مماثلت ممکن نہیں۔ کاٹنے والے کا کان چھوٹا ہے اور اس کا بڑا تھا۔ یا کاٹنے والے کے کان میں چھید ہے یا یہ پھٹا ہوا ہے اور اس کا کان سالم تھا، تو اسے اختیار ہے کہ

(1) الدر المختار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج۱۰، ص۱۹۵۔

(2) الدر المختار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج۱۰، ص۱۹۵۔

(3) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج۱۰، ص۱۹۵۔

(4) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج۱۰، ص۱۹۵، ۱۹۶۔

قصاص لے یا دیت ۔(5)

ھٰذا ما تَیَسَّرلِی اِلَی الْاٰن وَمَاتَوفِیقِی اِلَّا بِاللہِ وَھُوَ حَسْبِی وَ نِعْمَ الْوَ کِیل نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْر وَاللہُ الْمَسْؤُلُ اَنْ یُّوَفِّقَنِی لِعَمَلِ اَھْلِ السَّعَادَۃِوَیَرْزُقَنِی حُسْنَ الْخَاتِمَۃِ عَلَی الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ وَاَنَاالْفَقِیْرُ الْحَقِیْر اَبو العلا مُحَمَّد اَمْجَد عَلِی الْاَعْظَمِی غُفِرَلَہ وَلِوَالِدَیْہ وَاَسَاتِذَتِہٖ وَلِمُحِبِّیْہ۔

❁❁❁❁❁

(5) ردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج۱۰، ص۱۹۶۔

شرحِ قصیدہ بُردہ (خرپوتی)

تالیف

العلامہ عمر بن احمد الخرپوتی

مُترجم

شاہ محمد چشتی

پروگریسو بکس لاہور
یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اُردو بازار لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فقہ حنفی کی عالم بنانے والی کتاب

جلد اٹھارہ

فیضانِ شریعت

شرح

بہارِ شریعت

مصنف

حضرت مولانا محمد امجد علی رحمۃ اللہ علیہ

اعظمی رضوی سنی حنفی قادری برکاتی

شارح

علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس لاہور

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ

اردو بازار ○ لاہور

فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

باراول	....	مئی 2017
پرنٹرز	....	آر۔آر پرنٹرز
سرورق	....	النافع گرافکس
تعداد	....	-/600
ناشر	....	چوہدری غلام رسول۔میاں جواد رسول میاں شہزاد رسول
قیمت	....	=/ روپے

جلد اٹھارہ

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔ گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941 0323-8836776

ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ٥ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ٥ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فہرست

عنوانات	صفحہ

فصل فی الفعلین

باب الشهادة على القتل

كتاب الدّيات

فصل فی الطریق

باب القسامة

عاقلہ کا بیان

قِصاص، دیت، ضمان وغیرہ کے مسائل کا بیان

پیش لفظ

یہ بہارِ شریعت کی کتاب الجنایات کا وہ حصّہ ہے جو حضرت استاذ نا المکرم فقیہ العصر صدر الشریعہ علاّمہ مولانا مفتی ابوالعلا محمد امجد علی صاحب رضوی اعظمی قدس سرّہ العزیز مکمل نہ کر سکے تھے اور جس کے متعلق مُصنّف علیہ الرحمۃ نے عرضِ حال میں تفصیل بیان کی ہے اور بایں الفاظ وصیت فرمائی ہے کہاس کا آخری حصّہ تھوڑا سا باقی رہ گیا ہے جو زیادہ سے زیادہ تین حصوں پر مشتمل ہوتا، اگر توفیقِ الٰہی سعادت کرتی اور یہ بقیہ مضامین بھی تحریر میں آجاتے تو فقہ کے جمیع ابواب پر یہ کتاب مشتمل ہوتی، اور کتاب مکمل ہوجاتی اور اگر میری اولاد یا تلامذہ یا عُلماء اہلِ سنت میں سے کوئی صاحب اس کا قلیل حصہ جو باقی رہ گیا ہے اس کی تکمیل فرمادیں تو میری عین خوشی ہے۔

الحمدللہ (عزوجل) کہ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کی وصیت کے مطابق ہم نے یہ سعادت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے، اور اس میں یہ اہتمام بالالتزام کیا ہے کہ مسائل کی مآخذ کتب کے صفحات کے نمبر اور جلد نمبر بھی لکھ دیئے ہیں۔ تاکہ اہلِ علم کو ماخذ تلاش کرنے میں آسانی ہو، اکثر کتب فقہ کے حوالہ جات نقل کردیئے ہیں، جن پر آج کل فتویٰ کا مدار ہے۔ حضرت مُصنف علیہ الرحمۃ کے طرزِ تحریر کو حتی الامکان برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے، فقہی موشگافیوں اور فقہاء کے قیل وقال کو چھوڑ کر صرف مفتٰی بہ اقوال کو سادہ اور عام فہم زبان میں لکھا گیا ہے تاکہ کم تعلیم یافتہ سُنّی بھائیوں کو بھی اس کے پڑھنے اور سمجھنے میں دشواری پیش نہ آئے۔ تصحیح کتابت میں حتی المقدور دیدہ ریزی سے کام لیا گیا ہے، پھر بھی اگر کہیں اغلاط رہ گئی ہوں تو اس کے لیے قارئین کرام سے معذرت خواہ ہیں، آخر میں محب مکرم حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری مدظلہ العالی شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ وممبر قومی آسمبلی پاکستان وعزیز مکرم مولانا حافظ قاری رضاء المصطفیٰ صاحب اعظمی سلمہٗ، خطیب نیومیمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی کے شکر گزار ہیں کہ ان حضرات نے اپنے والد ماجد حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کی وصیت کی تکمیل کے لیے ہمارا انتخاب فرمایا، ہم اپنی اس حقیر خدمت کو حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ استاذ نا العلام ابوالعلی امجد علی صاحب رضوی قدس سرہ العزیز، مصنّف بہارِ شریعت کی بارگاہ میں بطورِ نذرانہ عقیدہ پیش کرتے ہیں اور اس کا ثواب واجران کی رُوحِ پُرفتوح کو ایصال کرتے ہیں اور بارگاہِ ایزدمتعال میں دست بہ دُعا ہیں کہ اس کتاب کے بقیہ دوحصوں کی تکمیل وتصنیف کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد وقار الدین قادری رضوی بریلوی غفرلہ،۔۔۔نائب شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ عالمگیر روڈ کراچی نمبر 5،

فقیر محبوب رضا غفرلہ۔۔۔۔۔۔۔۔ مفتی دارالعلوم امجدیہ کراچی یکم جنوری 1977

عرضِ حال

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حَامِداً لِوَلِیِّہٖ وَمُصَلِّیاً وَّ مُسَلِّماً عَلٰی حَبِیۡبِہٖ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

امّا بعد فقیر پر تقصیر ابو العلا محمد امجد علی اعظمی عفی عنہ متوطن گھوسی محلہ کریم الدین پور ضلع اعظم گڑھ عرض پرداز ہے کہ ضرورتِ زمانہ نے اِس طرف توجہ دلائی کہ مسائل فقہیہ، صحیحہ ورجیحہ کا ایک مجموعہ اردو زبان میں برادرانِ اسلام کی خدمت میں پیش کیا جائے، اس طرح پر کہ ہمارے عوام بھائی اردو خواں بھی منتفع ہوسکیں، اور اپنی ضروریات میں اس سے کام لیں سکیں۔ اردو زبان میں اب تک کوئی ایسی کتاب تصنیف نہیں ہوئی تھی جو صحیح مسائل پر مشتمل ہو اور ضروریات کے لیے کافی ووافی ہو، فقیر بوجہ کثرتِ مشاغل دینیہ اتنی فرصت نہیں پاتا تھا کہ اس کام کو پورے طور پر انجام دے سکے، مگر حالتِ زمانہ نے مجبور کیا اور اس کے لیے تھوڑی فرصت نکالنی پڑی، جب کبھی فرصت ہاتھ آجاتی اس کام کو قدرے انجام دے لیتا۔ تدریس کی مشغولیت اور افتاء وغیرہ چند دینی کام ایسے انجام دینے پڑتے جن کی وجہ سے تصنیف کتاب کے لیے فرصت نہ ملتی، مگر اللہ پر توکل کر کے جب یہ کام شروع کر دیا گیا تو بزرگانِ کرام اور مشائخ عظام واساتذۂ اعلام کی دعاؤں کی برکت سے ایک حد تک اس میں کامیابی حاصل ہوئی، اس کتاب کا نام بہارِ شریعت رکھا جس کے بفضلہٖ تعالیٰ سترہ حصے مکمل ہو چکے، اور بحمدہٖ تعالیٰ یہ کتاب مسلمانوں میں حد درجہ مقبول ہوئی، عوام تو عوام اہل علم کے لیے بھی نہایت کارآمد ثابت ہوئی۔ اس کتاب کی تصنیف میں عموماً یہی ہوا ہے کہ ماہِ رمضان مبارک کی تعطیلات میں جو کچھ دوسرے کاموں سے وقت بچتا اس میں کچھ لکھ لیا جاتا، یہاں تک کہ جب 1939ء کی جنگ شروع ہوئی اور کاغذ کا ملنا نہایت مشکل ہوگیا اور اس کی طبع میں دشواریاں پیش آگئیں تو اس کی تصنیف کا سلسلہ بھی جو کچھ تھا وہ بھی جاتا رہا، اور یہ کتاب اُس حد تک پوری نہ ہوسکی جس کا فقیر نے ارادہ کیا تھا، بلکہ اپنا ارادہ تو یہ تھا کہ اس کتاب کی تکمیل کے بعد اسی نہج پر ایک دوسری کتاب اور بھی لکھی جائے گی جو تصوف اور سلوک کے مسائل پر مشتمل ہوگی جس کا اظہار اس سے پیشتر نہیں کیا گیا تھا۔ ہوتا وہی ہے جو خدا چاہتا ہے، چند سال کے اندر متعدد حوادث پیہم ایسے درپیش ہوئے جنہوں نے اس قابل بھی مجھے باقی نہ رکھا کہ بہارِ شریعت کی تصنیف کو حد تکمیل تک پہنچاتا۔

7 شعبان 1358ھ کو میری ایک جوان لڑکی کا انتقال ہوا اور 25 ربیع الاول 1359ھ کو میرا منجھلا لڑکا مولوی

محمد یحییٰ کا انتقال ہوا۔ شب دہم، رمضان المبارک 1359ھ کو بڑے لڑکے مولوی حکیم شمس الہدیٰ نے رحلت کی 20 رمضان المبارک 1362ھ کو میرا چوتھا لڑکا عطاء المصطفیٰ کا دادوں ضلع علی گڑھ میں انتقال ہوا اور اسی دوران میں مولوی شمس الہدیٰ مرحوم کی تین جوان لڑکیوں کا اور ان کی اہلیہ کا اور مولوی محمد یحییٰ مرحوم کے ایک لڑکے کا اور مولوی عطاء المصطفیٰ مرحوم کی اہلیہ اور بچی کا انتقال ہوا، اِن پیہم حوادث نے قلب و دماغ پر کافی اثر ڈالا۔ یہاں تک کہ مولوی عطاء المصطفیٰ مرحوم کے سوم کے روز جب کہ فقیر تلاوتِ قرآن مجید کررہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا معلوم ہونے لگا اور اس میں برابر ترقی ہوتی رہی اور نظر کی کمزوری اب اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ لکھنے پڑھنے سے معذور ہوں، ایسی حالت میں بہارِ شریعت کی تکمیل میرے لیے بالکل دشوار ہوگئی اور میں نے اپنی اس تصنیف کو اس حد پر ختم کردیا گویا اب اس کتاب کو کامل و اکمل بھی کہا جاسکتا ہے، مگر ابھی اس کا تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا ہے جو زیادہ سے زیادہ تین حصوں پر مشتمل ہوتا۔ اگر توفیقِ الٰہی سعادت کرتی اور بقیہ مضامین بھی تحریر میں آجاتے تو فقہ کے جمیع ابواب پر یہ کتاب مشتمل ہوتی۔ اور کتاب مکمل ہوجاتی، اور اگر میری اولاد یا تلامذہ یا علمائے اہل سنت میں سے کوئی صاحب اس کا قلیل حصہ جو باقی رہ گیا ہے اس کی تکمیل فرمائیں تو میری عین خوشی ہے۔ محرم 1362ھ میں فقیر نے چند طلباء خصوصاً عزیزی مولوی مبین الدین صاحب امروہوی وعزیزی مولوی سید ظہیر احمد صاحب نگینوی وحبیبی مولوی حافظ قاری محبوب رضا خان صاحب بریلوی وعزیزی مولوی محمد خلیل مارہروی کے اصرار پر شرح معانی الآثار معروف بطحاوی شریف کا تحشیہ شروع کیا تھا کہ یہ کتاب نہایت معرکۃ الآراء حدیث وفقہ کی جامع حواشی سے خالی تھی۔ استاذ نا المعظم حضرت مولٰینا وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کتاب پر کہیں کہیں کچھ تعلیقات تحریر فرمائے ہیں جو بالکل طلبہ کے لیے ناکافی ہیں، مکمل اور مفصل حاشیہ کی اشد ضرورت تھی، اس تحشیہ کا کام سنہ مذکورہ میں تقریباً سات ماہ تک کیا مگر مولوی عطاء المصطفیٰ کی علالتِ شدیدہ، پھر اُن کے انتقال نے اس کام کا سلسلہ بند کرنے پر مجبور کیا، جلد اول کا نصف بفضلہٖ تعالٰی محشّٰی ہوچکا ہے جس کے صفحات کی تعداد باریک قلم سے 450 ہیں اور ہر صفحہ 35 یا 36 سطر پر مشتمل ہے، اگر کوئی صاحب اس کام کو بھی آخر تک پہنچائیں تو میری عین خوشی ہے، خصوصاً اگر میرے تلامذہ میں سے کسی کو ایسی توفیق نصیب ہو اور اس کتاب کے تحشیہ کی خدمت انجام دیں تو ان کی عین سعادت اور میری قلبی مسرت کا باعث ہوگی۔

سب سے آخر میں ان تمام حضرات سے جو اس کتاب سے فائدہ حاصل کریں، فقیر کی التجا ہے کہ وہ صمیم قلب سے اس فقیر کے لیے حُسنِ خاتمہ اور مغفرتِ ذنوب کی دُعا کریں، مولٰی تبارک وتعالٰی ان کو اور اس فقیر کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھے اور اتباعِ نبی کریم علَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسلِیم کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَالْحَمْدُ لله رَبِّ الْعٰلَمِیْن وَصَلَّی اللہ تَعالیٰ عَلٰی خَیرِ خَلْقِہٖ وَقَاسِمِ رِزْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

فقیر امجد علی عفی عنہ
قادری منزل بڑا گاؤں، گھوسی اعظم گڑھ یوپی

❁❁❁❁❁

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

جنایات کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰىؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰىؕ فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍؕ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَ لَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾﴾ (1) (پ2، ع6)

---

(1) پ2، البقرۃ:178، 179.

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آیت اوس وخزرج کے بارے میں نازل ہوئی ان میں سے ایک قبیلہ دوسرے سے قوت تعداد مال وشرف میں زیادہ تھا اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ اپنے غلام کے بدلے دوسرے قبیلہ کے آزاد کو اور عورت کے بدلے مرد کو اور ایک کے بدلے دو کو قتل کرے گا زمانہ جاہلیت میں لوگ اس قسم کی تعدی کے عادی تھے عہد اسلام میں یہ معاملہ حضور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور عدل ومساوات کا حکم دیا گیا اور اس پر وہ لوگ راضی ہوئے قرآن کریم میں قصاص کا۔

مسئلہ کئی آیتوں میں بیان ہوا ہے اس آیت میں قصاص وعفو دونوں کے مسئلہ ہیں اور اللہ تعالٰی کے اس احسان کا بیان ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو قصاص وعفو میں مختار کیا چاہیں قصاص لیں یا عفو کریں ※ آیت کے اول میں قصاص کے وجوب کا بیان ہے۔

(مزید یہ کہ)

اس سے ہر قاتل بالعمد پر قصاص کا وجوب ثابت ہوتا ہے خواہ اس نے آزاد کو قتل کیا ہو یا غلام کو مسلمان کو یا کافر کو مرد کو یا عورت کو کیونکہ قتلیٰ جو قتیل کی جمع ہے وہ سب کو شامل ہے ہاں جس کو دلیل شرعی خاص کرے وہ مخصوص ہو جائے گا۔ (احکام القرآن)

(مزید یہ کہ)

اس آیت میں بتایا گیا جو قتل کرے گا وہی قتل کیا جائے گا ※ خواہ آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت اور اہل جاہلیت کا یہ طریقہ ظلم ہے جو ان میں رائج تھا کہ آزادوں میں لڑائی ہوتی تو وہ ایک کے بدلے دو کو قتل کرتے غلاموں میں ہوتی تو بجائے غلام کے آزاد کو مارتے عورتوں میں ہوتی تو عورت کے بدلے مرد کو قتل کرتے اور محض قاتل کے قتل پر اکتفانہ کرتے اس کو منع فرمایا گیا۔

←

ترجمہ: اے ایمان والو! قصاص یعنی جو ناحق قتل کیے گئے ان کا بدلہ لینا تم پر فرض کیا گیا۔ آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔ تو جس کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہو تو بھلائی سے تقاضا کرے اور اچھی طرح سے اس کو ادا کردے۔ یہ تمہارے رب کی جانب سے تمہارے لیے آسانی ہے اور تم پر مہربانی ہے، اب اس کے بعد جو زیادتی کرے اُس کے لیے دردناک عذاب ہے اور تمہارے لیے خون کا بدلہ لینے میں زندگی ہے۔ اے عقل والو تا کہ تم بچو۔

اور فرماتا ہے:

﴿وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَاۤ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴿۴۵﴾﴾(2)

(مزید یہ کہ)

معنی یہ ہیں کہ جس قاتل کو ولی مقتول کچھ معاف کریں اور اس کے ذمہ مال لازم کیا جائے اس پر اولیاء مقتول تقاضا کرنے میں نیک روش اختیار کریں اور قاتل خوں بہا خوش معاملگی کے ساتھ ادا کرے اس میں صلح بر مال کا بیان ہے۔ (تفسیر احمدی) مسئلہ: ولی مقتول کو اختیار ہے کہ خواہ قاتل کو بے عوض معاف کرے یا مال پر صلح کرے اگر وہ اس پر راضی نہ ہو اور قصاص چاہے تو قصاص ہی فرض رہے گا۔ (جمل) مسئلہ: اگر مقتول کے تمام اولیاء قصاص معاف کردیں تو قاتل پر کچھ لازم نہیں رہتا مسئلہ: اگر مال پر صلح کریں تو قصاص ساقط ہو جاتا ہے اور مال واجب ہوتا ہے۔ (تفسیر احمدی) مسئلہ: ولی مقتول کو قاتل کا بھائی فرمانے میں دلالت ہے اس پر کہ قتل گرچہ بڑا گناہ ہے مگر اس سے اخوت ایمانی قطع نہیں ہوتی اس میں خوارج کا ابطال ہے جو مرتکب کبیرہ کو کافر کہتے ہیں۔

(2) پ6، المائدۃ:45.

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اگرچہ یہ بیان ہے کہ توریت میں یہود پر قصاص کے یہ احکام تھے لیکن چونکہ ہمیں ان کے ترک کا حکم نہیں دیا گیا اس لئے ہم پر یہ احکام لازم رہیں گے کیونکہ شرائع سابقہ کے جو احکام خدا و رسول کے بیان سے ہم تک پہنچے اور منسوخ نہ ہوئے ہوں وہ ہم پر لازم ہوا کرتے ہیں جیسا کہ اوپر کی آیت سے ثابت ہوا۔

(مزید یہ کہ)

یعنی اگر کسی نے کسی کو قتل کیا تو اس کی جان مقتول کے بدلے میں ماخوذ ہوگی خواہ وہ مقتول مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام مسلم ہو یا ذمّی۔
شانِ نزول: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مرد کو عورت کے بدلے قتل نہ کرتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(مدارک)←

ترجمہ: اور ہم نے توریت میں اُن پر واجب کیا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے۔ پھر جو معاف کردے تو وہ اس کے گناہ کا کفارہ ہے اور جو اللہ کے نازل کئے پر حکم نہ کرے (یعنی فیصلہ نہ کرے) وہ ہی لوگ ظالم ہیں۔

حدیث: امام بخاری اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں قصاص کا حکم تھا اوران میں دیت (خون بہا) نہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے فرمایا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِصَاصُ فِی الۡقَتۡلٰی (الآیۃ) ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں، عفو (یعنی معاف کرنا) یہ ہے کہ قتلِ عمد میں دیت قبول کرے اور اتباع بالمعروف یہ ہے کہ بھلائی سے طلب کرے اور قاتل اچھی طرح ادا کرے۔(3)

اور فرماتا ہے:

(مِنۡ اَجۡلِ ذٰلِکَ کَتَبۡنَا عَلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اَنَّہٗ مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَیۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِی الۡاَرۡضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیۡعًا ؕ وَ مَنۡ اَحۡیَاہَا فَکَاَنَّمَاۤ اَحۡیَا النَّاسَ جَمِیۡعًا) (4)(پ6،ع9)

اسی سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کئے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو زندہ رکھا تو گویا اس نے سب انسانوں کو زندہ رکھا۔

اور فرماتا ہے:

(وَ مَا کَانَ لِمُؤۡمِنٍ اَنۡ یَّقۡتُلَ مُؤۡمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَ مَنۡ قَتَلَ مُؤۡمِنًا خَطَـًٔا فَتَحۡرِیۡرُ رَقَبَۃٍ مُّؤۡمِنَۃٍ وَّ دِیَۃٌ مُّسَلَّمَۃٌ اِلٰۤی اَہۡلِہٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ یَّصَّدَّقُوۡا ؕ فَاِنۡ کَانَ مِنۡ قَوۡمٍ عَدُوٍّ لَّکُمۡ وَ ہُوَ مُؤۡمِنٌ فَتَحۡرِیۡرُ رَقَبَۃٍ مُّؤۡمِنَۃٍ ؕ وَ اِنۡ کَانَ مِنۡ قَوۡمٍۭ بَیۡنَکُمۡ وَ بَیۡنَہُمۡ مِّیۡثَاقٌ فَدِیَۃٌ مُّسَلَّمَۃٌ اِلٰۤی اَہۡلِہٖ وَ تَحۡرِیۡرُ رَقَبَۃٍ مُّؤۡمِنَۃٍ ۚ فَمَنۡ لَّمۡ یَجِدۡ

(مزید یہ کہ)

یعنی مماثلت ومساوات کی رعایت ضروری ہے۔

(مزید یہ کہ)

یعنی جو قاتل یا جنایت کرنے والا اپنے جرم پر نادم ہو کر وبالِ معصیت سے بچنے کے لئے بخوشی اپنے اوپر حکمِ شرعی جاری کرائے تو قصاص اس کے جرم کا کفّارہ ہوجائے گا اور آخرت میں اس پر عذاب نہ ہوگا۔ (جلالین وجمل)، بعض مفسّرین نے اس کے معنٰی یہ بیان کئے ہیں کہ جو صاحبِ حق قصاص کو معاف کردے تو یہ معافی اس کے لئے کفّارہ ہے۔ (مدارک)، تفسیرِ احمدی میں ہے یہ تمام قصاص جب ہی واجب ہونگے جب کہ صاحبِ حق معاف نہ کرے اگر وہ معاف کردے تو قصاص ساقط۔

(3) صحیح البخاری، کتاب الدیات، باب من قتل لہ قتیل... إلخ، الحدیث: 6881، ج4، ص362.

(4) پ6، المائدۃ: 32.

فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۹۲﴾ وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ﴿۹۳﴾ (5)(پ5،ع10)

ترجمہ:۔اور مسلمان کو نہیں پہنچتا کہ مسلمان کا خون کرے مگر غلطی کے طور پر اور جو کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کرے تو اس پر ایک غلام مسلم کا آزاد کرنا ہے اور خوں بہا کہ مقتول کے لوگوں کو دیا جائے مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں۔ پھر وہ اگر اس قوم سے ہے جو تمہاری دشمن ہے اور وہ خود مسلمان ہے تو صرف ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے اور اگر وہ اس قوم میں ہو کہ تم میں اور ان میں معاہدہ ہے تو اس کے لوگوں کو خون بہا سپرد کیا جائے اور ایک مسلمان مملوک کو آزاد کیا جائے۔ پھر جو نہ پائے وہ لگا تار دو مہینے کے روزے رکھے۔ یہ اللہ سے اس کی توبہ ہے اللہ (عزوجل) جاننے والا حکمت والا ہے اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ اس میں مدتوں رہے اور اللہ (عزوجل) نے اس پر غضب فرمایا اور اس پر لعنت کی اور اس پر بڑا عذاب تیار رکھا ہے۔

(5) پ5، النساء: 92، 93

احادیث

حدیث 1: امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان مرد کا جو لا اِلٰہَ اِلاَّ اللہ کی گواہی اور میری رسالت کی شہادت دیتا ہے۔ خون صرف تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں حلال ہے۔ 1 نفس کے بدلے میں نفس، 2 ثیب زانی (شادی شدہ زانی) اور 3 اپنے مذہب سے نکل کر جماعت اہل اسلام کو چھوڑ دے (مرتد ہو جائے یا باغی ہو جائے)۔(1)

حدیث 2: امام بخاری اپنی صحیح میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ

---

(1) صحیح البخاري، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالیٰ (ان النفس بالنفس...إلخ)، الحدیث: 6878، ج4، ص361.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔یہاں امرءٌ سے مراد مطلق انسان ہے مرد ہو یا عورت، صرف مرد مراد نہیں کیونکہ یہ احکام عورت پر بھی جاری ہیں۔کلمہ طیبہ کا ذکر فرما کر اشارۃً فرمایا کہ ظاہری کلمہ گو جس میں علامت کفر موجود نہ ہو اس کا یہی حکم ہے، مراد کلمہ سے سارے عقائد اسلامیہ کا اقرار کرنا ہے۔

۲۔یعنی اگر کوئی مسلمان کسی کو عمدًا قتل کردے تو مقتول کا ولی اسے قصاصًا قتل کرا سکتا ہے۔

۳۔آزاد مسلمان مرد جو ایک بار حلال صحبت کر چکا ہو اسے محصن کہتے ہیں اگر ایسا شخص زنا کرلے تو اس کو رجم یعنی سنگسار کیا جائے گا۔

۴۔دین سے نکل جانے کی دو صورتیں ہیں: یا تو اسلام کو چھوڑ کر یہودی، عیسائی، ہندو وغیرہ دوسری ملت میں داخل ہوجائے یا کلمہ گو تو رہے مگر کوئی کفریہ عقیدہ اختیار کرے جیسے مرزائی، خارجی، رافضی وغیرہ بن جائے وہ بھی اگر توبہ نہ کرے تو قتل کیا جائے گا۔(ازمرقات وغیرہ) مگر یہ قتل اور رجم حاکم اسلام کرسکتا ہے دوسرا نہیں کرسکتا۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلام آزاد کے عوض اور آزاد غلام کے عوض، عورت مرد کے عوض اور مرد عورت کے عوض قتل کیا جائے گا، یہ ہی امام اعظم قدس سرہ کا مذہب ہے یہی امام اعظم کی دلیل ہے۔مارق مروق سے بنا بمعنی نکلنا، اسی واسطے شوربے کو مرق کہتے ہیں کہ وہ گوشت سے نکلتا ہے۔تارک الجماعت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اجماع مسلمین کے خلاف عقیدہ اختیار کرنا کفر ہے، قرآن کریم کے وہ معنی کرنا جو اجماع کے خلاف ہوں کفر ہے، سب کا اجماع ہے کہ اقیموا الصلوۃ میں صلوۃ سے مراد موجودہ اسلامی نماز ہے اور خاتم النبیین سے مراد آخری نبی ہے جو صلوۃ سے مراد صرف اشاروں سے دعا مانگنا کرے اور خاتم النبیین کے معنے کرے اصلی نبی اور پھر حضور کے بعد کسی نبی کے آنے کی گنجائش مانے وہ کافر ہے اسے حاکم اسلام قتل کرے گا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۲۶۱)

علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان اپنے دین کے سبب کشادگی میں رہتا ہے جب تک کوئی حرام خون نہ کرلے۔(2)

حدیث 3: صحیحین میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے خون ناحق کے بارے میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا۔(3)

حدیث 4: امام بخاری اپنی صحیح میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ جس نے کسی معاہد (ذمی) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھے گا اور بے شک جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک پہنچتی ہے۔(4)

حدیث 5 و 6: امام ترمذی اور نسائی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور ابن ماجہ براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ بے شک دنیا کا زوال اللہ پر آسان ہے۔ ایک مرد

---

(2) المرجع السابق، باب قول اللہ تعالی (ومن یقتل مؤمنا متعمدا۔۔۔الخ)، الحدیث: 6862، ج4، ص356.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی مسلمان آدمی کیسا ہی گنہگار ہو مگر وہ اسلام کی گنجائش رحمت الٰہی کی وسعت میں رہتا ہے اللہ سے ناامید نہیں ہوتا مگر قاتل ظالم اللہ کی رحمت کا مستحق نہیں رہتا، کل قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا آیس من رحمۃ اللہ۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو قتل مؤمن میں آدھی بات سے بھی مدد کرے وہ بھی رب تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہے، بعض نے فرمایا کہ ظالم قاتل کو دنیا میں نیک اعمال کی توفیق نہیں ملتی۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۲۶۲)

(3) المرجع السابق، الحدیث: 6864، ج4، ص357.

(4) صحیح البخاري، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، باب إثم من قتل معاھدا بغیر جرم، الحدیث: 3166، ج2، ص365.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ عہد و پیمان والے کافر سے مراد یا ذمی کفار ہیں مسلمان کی رعایا اور مستامن جو کچھ مدت کے لیے امان لے ہمارے ملک میں آئیں اور معاہد جن سے ہماری صلح ہو ان میں سے کسی کو بلا وجہ قتل کرنا درست نہیں، ہاں اگر وہ کوئی ایسی حرکت کریں جس سے ان کا قتل درست ہو جائے تو قتل کیے جائیں۔

۲۔ یعنی اگرچہ وہ اپنے مسلمان ہونے کی وجہ سے جنت پہنچ تو جائے گا مگر وہاں کی مہک و خوشبو کما حقہ نہ سونگھ سکے گا اس کو اس جرم میں گویا زکام کرا دیا جائے گا۔(مرقات) یا اولاً جنت میں نہ جائے گا اگرچہ آخر میں پہنچ جائے۔

۳۔ چونکہ اہل عرب موسم خریف سے سال شروع کرتے تھے اسی لیے سال کو خریف کہتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان شاء اللہ جنت کی خوشبو میدان قیامت میں پہنچے گی مسلمان اس خوشبو سے لطف اندوز ہوں گے۔(اشعہ)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۲۶۷)

مسلم کے قتل سے۔(5)

حدیث 7 و 8: امام ترمذی ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اگر آسمان و زمین والے ایک مردمومن کے خون میں شریک ہوجائیں تو سب کو اللہ تعالٰی جہنم میں اوندھا کر کے ڈال دے گا۔(6)

حدیث 9: امام مالک نے سعید بن مسیب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پانچ یا سات نفر کو (یعنی آدمیوں کو) ایک شخص کو دھوکا دے کر قتل کرنے کی وجہ سے قتل کر دیا اور فرمایا کہ اگر صنعا (یمن کا دارالحکومت) کے سب لوگ اس خون میں شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کر دیتا۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اسی کے مثل ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے۔(7)

---

(5) جامع الترمذي، كتاب الديات، باب ماجاء في تشديد قتل المؤمن، الحديث:1400، ج3، ص99.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یہاں مسلم سے مراد مرد مؤمن عارف باللہ ہے یعنی ایک عارف باللہ کا قتل ساری دنیا کی بربادی سے سخت تر ہے کیونکہ دنیا عارفین ہی کے لیے تو بنی ہے تاکہ وہ اس میں غوروفکر کر کے عرفان میں اضافہ کردیں اور یہاں اعمال کر کے آخرت میں کمال حاصل کریں، دولہا کی ہلاکت بارات کی ہلاکت سے سخت تر ہے کہ مقصود برات وہ ہی ہے۔

۲۔ یعنی خود سیدنا عبداللہ ابن عمر کا اپنا قول نقل فرمایا، یہ ہی صحیح تر ہے لیکن ایسی موقوف حدیث حکماً مرفوع ہوتی ہے کیونکہ محض عقل و قیاس سے ایسی بات نہیں کہی جاسکتی۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۳۷۶)

(6) المرجع السابق، باب الحكم في الدماء، الحديث:1403، ج3، ص100

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ آسمان والوں سے مراد ان انسانوں کی روحیں ہیں جو یہاں فوت ہوچکے یا جو ابھی دنیا میں آئی نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ قتل ایسا جرم ہے کہ ایک قتل کی وجہ سے بہت کو عذاب ہوسکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص کو چند آدمی مل کر قتل کریں تو سب کو قتل کیا جائے گا۔ اژدہام کے قتل کا اور حکم ہے جہاں جماعتیں لڑیں اور دو طرفہ آدمی مارے جائیں پتہ نہ لگے کہ کون کس کا قاتل ہے جسے عربی میں قتل عمیہ کہتے ہیں لہذا حدیث واضح ہے۔ خیال رہے کہ جان نکالنے والے فرشتے اللہ کے حکم سے جان نکالتے ہیں کسی کو ظلماً قتل نہیں کرتے لہذا وہ اس حکم سے خارج ہیں، آج حاکم اسلام قانون اسلامی کے ماتحت بہت لوگوں کو قتل کراتا ہے، جلاد حاکم کے حکم سے مجرم کو قتل کرتا ہے۔

۲۔ بعض روایات میں بجائے لا کبھم لکبھم ہے کیونکہ کب کے معنے ہیں اوندھا ڈالا اور اکب کے معنے ہیں اوندھا گرا، یہ ایسا لفظ ہے کہ مجرد میں متعدی ہے باب افعال میں آکر لازم، لکبت لغت میں یوں ہی ہے لیکن اگر حضور کے فرمان میں لا کبھم ہو تو لغت جھوٹی ہے حضور سچے ہیں۔(اشعہ ومرقات) غرضکہ لغت قرآن وحدیث کے تابع ہیں قرآن وحدیث لغت کے تابع نہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۳۷۷)

(7) الموطا، للامام مالک، كتاب العقول، باب ماجاء في الغيلة والسحر، الحديث:1671، ج2، ص377.

←

حدیث 10: دارقطنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علَیہِ وسَلَّم نے فرمایا کہ جب ایک مرد دوسرے کو پکڑ لے اور کوئی اور آکر قتل کر دے تو قاتل قتل کر دیا جائے گا اور پکڑنے والے کو قید کیا جائے گا۔(8)

حدیث 11: امام ترمذی اور امام شافعی حضرت ابی شریح کعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللہ تعالیٰ علَیہِ وسَلَّم نے فرمایا: پھر تم نے اے قبیلہ خزاعہ (عرب کا ایک قبیلہ) ہذیل کے آدمی کو قتل کر دیا اب میں اس کی دیت خود دیتا ہوں، اس کے بعد جو کوئی کسی کو قتل کرے تو مقتول کے گھر والے دو چیزوں میں سے ایک چیز اختیار کریں اگر پسند کریں تو قتل کریں اور اگر وہ چاہیں تو خوں بہا لیں۔(9)

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ غلیہ غیل سے بنا بمعنی خفیہ، دھوکہ، فریب یعنی ان چند لوگوں نے خفیہ طور پر سازش کرکے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔

۲۔ صنعاء یمن کی ایک بستی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ساری بستی والے مل کر اسی ایک شخص کو قتل کر دیتے تو اس کے عوض ان سب کو قتل کر دیتا۔ معلوم ہوا کہ چند قاتل ایک قتل میں قتل کیے جائیں گے کہ سزا سب کی یہ ہی ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۳۹۲)

(8) سنن الدار قطني، كتاب الحدود والديات... إلخ، الحديث: 3243، ج3، ص167.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر پکڑنے والے کا خیال یہ تھا کہ یہ شخص اسے مارے گا مگر قتل نہ کرے گا مگر اس نے قتل کر دیا تب تو یہ حکم ہے جو یہاں مذکور ہے کہ حاکم اس پکڑنے والے کو عمر بھر کی قید دیدے یا جب تک چاہے قید کر دے لیکن اگر اس پکڑنے والے کو یقین تھا کہ یہ قتل کر دے گا پھر پکڑا تو پکڑنے والا بھی قتل کیا جائے گا لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں۔ ہمارے امام صاحب کے ہاں بہرصورت پکڑنے والا تعزیرًا قید ہی کیا جائے گا اور یہ قید قاضی کی رائے کے مطابق قید کیا جائے گا، اس طرح اگر کوئی کسی کو شیر یا سانپ کے آگے ڈال دے وہ جانور اسے ہلاک کر دے تو ہمارے ہاں یہ ڈالنے والا قید کیا جائے گا لیکن تعزیرًا قاضی اسے قتل بھی کرا سکتا ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۳۹۲)

(9) جامع الترمذي، كتاب الديات، باب ماجاء في حكم ولي القتيل... إلخ، الحديث: 1410، ج3، ص104.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ کا نام خویلا ابن عمرو کعبی ہے، عدوی ہیں، خزاعی ہیں، فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے، ۶۸ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی، اپنی کنیت میں مشہور ہیں۔(اکمال ومرقات)

۲۔ یہ کلام مبارک اس خطبہ شریف کا حصہ ہے جو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن بیت اللہ شریف میں ارشاد فرمایا ←

حدیث 12: صحیحین میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضرت ربیع نے جو انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی پھوپھی تھیں ایک انصاریہ عورت کے دانت توڑ دیئے تو وہ لوگ نبی صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کے پاس حاضر ہوئے۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم) نے قصاص کا حکم فرمایا۔ حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے چچا انس بن النضر نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم)، قسم اللہ (عزوجل) کی ان کے دانت نہیں توڑے جائیں گے تو رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ اے انس! اللہ (عزوجل) کا حکم قصاص کا ہے، اس کے بعد وہ لوگ راضی ہوگئے اور انہوں نے دیت قبول کر لی، رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ اللہ (عزوجل) کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر اللہ (عزوجل) پر قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔ (10)

جو کتاب الحج باب حرم مکہ کی فصل اول میں مذکور ہو چکا۔ قبیلہ خزاعہ کا ایک آدمی زمانہ جاہلیت میں بنی ہزیل کے ایک شخص کے ہاتھوں مارا گیا تھا تو خزاعہ نے فتح مکہ سے کچھ دن پہلے اس خون کا بدلہ لیتے ہوئے ہزیل کے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا یہاں اسی کا ذکر ہے۔

۳ ۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقتول کی دیت اپنے پاس سے دی تاکہ ان دو قبیلوں میں فتنہ نہ ہو۔ خیال رہے کہ دیت یعنی خون بہا کو عربی میں عقل کہتے ہیں، عقل کے معنے ہیں روکنا، چونکہ یہ قتل کو روکنے والی چیز ہے لہذا عقل کہلاتی ہے اسی لیے رسّی کو عقال کہتے ہیں کہ وہ جانور کو بھاگنے سے روکتی ہے اور دانش و سمجھ کو عقل کہتے ہیں کہ وہ انسان کو بری باتوں سے روکتی ہے۔

۴ ۔ یعنی مقتول کے وارثوں کو یہ اختیار ملیں گے۔ خیال رہے کہ یہ اختیار عمداً قتل میں ہیں خطاء یا شبہ عمد قتل میں ان وارثوں کو قصاص لینے کا حق نہیں صرف دیت ہی لے سکتے ہیں۔

۵ ۔ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی و احمد و اسحاق نے فرمایا کہ قصاص کی طرح دیت کا اختیار بھی مقتول کے ورثاء کو ہے قاتل کو انکار کرنے کا حق نہیں مگر امام ابوحنیفہ و امام مالک فرماتے ہیں کہ دیت میں قاتل کی رضا ضروری ہے اگر وہ قبول کرے تو دیت دے قبول نہ کرے تو قصاص دے، یہ ہی قول امام حسن و نخعی کا ہے، یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں۔ خیال رہے کہ اگر مقتول کے وارثوں میں سے ایک بھی دیت لینے پر راضی ہو جائے تو باقی وارثوں کو قصاص لینے کا حق نہیں رہتا اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر ان وارثوں میں کوئی غائب یا نابالغ ہو تو قصاص واجب نہیں جب تک کہ غائب آ نہ جائے اور بچہ بالغ نہ ہو جائے، ان وارثوں میں مرد عورت سب یکساں برابر کے مستحق ہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵، ص ۲۷۳)

(10) صحیح البخاري، کتاب التفسیر، باب قولہ (والجروح قصاص)، الحدیث: 4611، ج3، ص125

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا ۔ آپ ربیع ر کے پیش ب کے کسرہ ی کے شد و کسرہ سے بنت نضر انصاریہ ہیں، حارثہ بنت سراقہ کی والدہ صحابیہ ہیں، انس ابن مالک ابن نضر کی پھوپھی، مالک ابن نضر کی بہن۔

۲ ۔ ثنیہ وہ دانت ہے جو رباعی دانتوں اور کیلوں کے درمیان ہے اس کی جمع ثنایا آتی ہے۔

←

حدیث 13: امام بخاری اپنی صحیح میں ابو جُحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا، کیا تمہارے پاس کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں جو قرآن میں نہیں، تو انہوں نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور روح کو پیدا فرمایا، ہمارے پاس وہی ہے جو قرآن میں ہے مگر اللہ نے جو قرآن کی سمجھ کسی کو دے دی اور ہمارے پاس وہ ہے جو اس صحیفہ میں ہے۔ میں نے کہا، اس صحیفہ میں کیا ہے؟ تو فرمایا: دیت اور اس کے احکام اور قیدی کو چھڑانا اور یہ کہ کوئی مسلم کسی کافر (حربی) کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔ (11)

۳؎ یعنی رب کی قسم مجھے اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید قوی ہے کہ وہ اس لڑکی اور اس کے وارثوں کو دیت لینے پر راضی کردے گا ان کے دل میں رحم ڈال دے گا اور میری بہن ربیع قصاص سے بچ جائے گی، اس میں حضور کے فرمان کا انکار نہیں ورنہ کفر لازم آتا ہے اور ان پر سختی کی جاتی۔

۴؎ یعنی حکم شرعی تو یہ ہی ہے کہ قصاص لیا جائے کہ دانت کے عوض دانت توڑا جائے وہ لڑکی معاف کردے اور اس کے عزیز راضی ہوجائیں ان کی خوشی، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ" اور فرماتا ہے: "اَلسِّنَّ بِالسِّنِّ"

۵؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی قسم پوری کردیتا ہے ان بزرگوں نے قسم کھا کر کہا تھا کہ ربیع کے دانت نہ توڑے جائیں گے رب تعالیٰ نے ان کی قسم پوری فرمادی اور دیت پر صلح کرادی، یہ ہے لو اقسم علی اللہ لابرہ کا ظہور۔

۶؎ اس میں انس ابن نضر کی تعریف ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ایسے مقبول بندے ہو کہ رب تعالیٰ پر قسم کھا جاؤ تو رب تعالیٰ تمہاری قسم پوری فرمادے، دیکھو تم نے قسم کھائی تھی رب تعالیٰ نے پوری کردی اور ممکن ہے کہ دیت قبول کرلینے والوں کی تعریف ہو کہ یہ لوگ ایسے نیک ہیں اور انہوں نے اس وقت ایسا نیک کام کیا ہے کہ اگر یہ آئندہ رب تعالیٰ پر قسم کھالیں تو رب تعالیٰ ان کی قسم پوری فرمادے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قصاص میں شفاعت اور سفارش کرنا بہتر ہے اور عورت سے بھی قصاص لیا جائے گا اور اگر دانت پورا توڑ دیا جائے تو اس میں قصاص ہے۔ دانت کا ٹکڑا توڑ دینے میں آئمہ کا اختلاف ہے، ہڈی توڑ دینے کے قصاص میں بہت تفصیل ہے اگر دیکھنا ہو تو کتب فقہ کا مطالعہ کرو۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۲۷۴)

(11) صحیح البخاري، کتاب الدیات، باب لایقتل المسلم بالکافر، الحدیث: 6915، ج4، ص374.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ آپ کا نام وہب ابن عبداللہ ہے، عامری ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے مگر بہت بچپن میں، حضور کے وصال شریف کے وقت بہت کمسن تھے، کوفہ میں قیام رہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آپ کی طرف سے افسر مال رہے، وہاں ہی ۷۴ھ میں وفات پائی، حضرت علی کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک ہوئے آپ سے بہت روایات ہیں۔

۲؎ زمانہ حیدری میں روافض پیدا ہوچکے تھے انہوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ حضرت علی کے پاس قرآن کریم کے علاوہ اور صحیفے اور خصوصی اسرار الہیہ ہیں جو کسی کے پاس نہیں اس لیے اکثر لوگ جناب علی مرتضیٰ سے ایسے سوالات کرتے تھے۔ عندکم میں خطاب تمام ←

حدیث 14: ابوداود ونسائی حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابن ماجہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور ان کے ادنٰی کے ذمہ کو پورا کیا جائے گا اور جو دور والوں نے غنیمت حاصل کی ہو وہ سب لشکریوں کو ملے گی اور وہ دوسرے لوگوں کے مقابلے میں ایک ہیں۔ خبردار کوئی مسلمان کسی کافر (حربی) کے بدلے قتل نہ کیا جائے اور نہ کوئی ذمی، جب تک وہ ذمہ میں باقی ہے۔ (12)

اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے جن کے امیر حضرت علی ہیں۔ (مرقات) یعنی آپ کے یا آپ کے خاندان والوں کے پاس کوئی خصوصی چیز ہے جو عام مسلمانوں کو نہ دی گئی ہو۔

۳۔ معانی القرآن میں حدیث شریف بھی داخل ہے کیونکہ حدیث شریف قرآن مجید کی شرح اور اس کی تفسیر ہے۔

۴۔ یعنی رب تعالٰی نے مجھے قرآن مجید کی سچی اچھی فہم عطا فرمائی ہے جس سے میں ایسے قرآنی نکات نکال لیتا ہوں جو تم کو معلوم نہیں ہوتے۔ اس فرمان عالی سے اجتہاد استنباط اور فقہ کا ثبوت ہوا کہ فہم قرآن اللہ کی بڑی نعمت ہے۔

۵۔ یعنی ہاں ان اوراق میں کچھ شرعی احکام ہیں جو شاید تمہارے پاس نہ ہوں، یہ کوئی خاص اسرار نہیں جو کسی کو بتائے نہ جائیں۔

۶۔ یعنی اس صحیفہ اور اوراق میں قتل خطاء وغیرہ کی دیت و خون بہا کے کچھ احکام ہیں کہ کس جرم کی دیت کتنی ہے اور یہ حکم ہے کہ جہاں تک ہو سکے مسلمان قیدیوں کو آزاد کرو، مقروضوں کی امداد کرو، مکاتبین کا بدل کتابت ادا کرو کہ یہ سب قیدی چھوڑانے کی صورتیں ہیں۔

۷۔ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی وغیرہم فرماتے ہیں اگر مسلمان کسی کافر کو قتل کردے تو اس کے عوض مسلمان کو قتل نہ کیا جائے گا بلکہ اس کی دیت دلوائی جائے گی مگر ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہاں کافر سے مراد حربی کافر ہیں ان کے قتل سے مسلمان پر قصاص نہیں، رہے ذمی کفار اور مستامن جو ہماری امان میں ہمارے ملک میں رہتے ہوں یا باہر سے آئے ہوں ان کو اگر مسلمان قتل کردے تو قصاص لیا جائے گا کیونکہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فدماءھم کدمائنا واموالہم کاموالنا ان ذمیوں مستامنوں کے خون ہمارے خون کی طرح ہیں اور ان کے مال ہمارے مالوں کی طرح ہیں اسی لیے اگر مسلمان چور کافر ذمی کا مال چرالے تو ہاتھ کاٹا جاتا ہے، نیز عبدالرحمن بن سلمان نے روایت کی کہ حضور کے زمانہ شریف میں ایک مسلمان نے کسی ذمی کو قتل کردیا تو حضور نے اسے قتل کرایا، وہ احادیث پاک کی شرح ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۲۷۵)

(12) سنن أبي داود، کتاب الدیات، باب إیقاد المسلم بالکافر، الحدیث: 4530، 4531، ج4، ص238، 239.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہ حدیث حضرت علی کے صحیفہ سے لی گئی جو آپ لوگوں کو دکھایا کرتے تھے۔ (مرقات)

۲۔ یعنی ہر مسلمان کے قتل کا ایک حکم ہے کہ عمد میں قصاص خطا یا شبہ عمد میں دیت خواہ امیر ہو یا غریب، بوڑھا جوان ہو یا بچہ، مرد ہو یا عورت، عالم ہو یا جاہل، چودھری نمبردار ہو یا معمولی حیثیت کا مسلمان، امیر قاتل سے غریب مقتول کا قصاص لیا جائے گا۔

۳۔ یعنی اگر جہاد میں کوئی معمولی مسلمان کسی کافر کو امان دے دے تو سب کو اس کی امان کا احترام کرنا ہوگا کوئی اسے قتل نہیں کرسکتا۔ ←

حدیث 15: ترمذی اور دارمی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علَیہ وسلَّم نے فرمایا کہ حدیں مسجد میں قائم نہ کی جائیں اور اگر باپ نے اپنی اولاد کوقتل کیا ہوتو باپ سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔(13)

حدیث 16: ترمذی سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علَیہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم) باپ کے قصاص میں بیٹے کوقتل کرتے اور بیٹے کے قصاص میں باپ کوقتل نہ کرتے یعنی اگر بیٹے نے باپ کوقتل کیا تو بیٹے سے قصاص لیتے اور باپ نے بیٹے کوقتل کیا ہوتو باپ سے قصاص نہ لیتے۔(14)

حدیث 17: ابوداود ونسائی ابورمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ حضور اقدس

۴؎ اس جملہ کے بہت معنی ہوسکتے ہیں، یا یہ مطلب ہے کہ اگر جہاد کے موقعہ پر مجاہدین کی ایک جماعت دارالحرب میں بہت دور نکل گئی دوسری جماعت بہت پیچھے رہ گئی، پھر غنیمت ملی تو اس غنیمت میں ان کا حصہ بھی ہوگا جو پیچھے رہ گئی ہے۔

۵؎ کہ مشرقی مسلمان مغربی مسلمان کا مددگار ہے ایک پر مصیبت سب پر مصیبت ہے افسوس کہ اب مسلمانوں کا عمل اس کے برعکس ہے۔

۶؎ اس کا مطلب پہلے بیان ہو چکا کہ حربی کافر کے عوض مسلمان قتل نہ کیا جائے گا۔

۷؎ یعنی اگر ہمارا ذمی کافر کسی حربی کافر کوقتل کرآئے تو ہم اس کے عوض اس ذمی کافر کوقتل نہ کریں گے، اس جملہ کے احناف کے ہاں یہ ہی معنے ہیں لہذا مسلم قاتل کو حربی کافر کے عوض بھی قتل نہ کیا جائے گا۔ اس صورت میں معطوف ومعطوف علیہ میں مناسبت ہوگی، بعض ائمہ کے نزدیک اس کے معنی ہیں کہ مستامن وذمی کوقتل نہ کرو نہیں امان دو مگر اس صورت میں معطوف ومعطوف علیہ میں مناسبت نہیں، نیز یہ معنے بھی مذہب حنفی کی تائید کرتے ہیں کہ ذمی ومستامن کوقتل نہ کیا جائے اگر کوئی مسلمان اسے قتل کردے تو قصاص ہوگا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵،ص۳۸۷)

(13) جامع الترمذي، کتاب الديات، باب ماجاء في الرجل يقتل ابنہ ...إلخ، الحديث:1406، ج3،ص101.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ یعنی مسجد میں مجرموں کے فیصلے توکرو مگر مسجدوں میں سزائیں نہ دو کہ اس میں مسجدوں کی بے حرمتی ہے کہ سزاؤں میں خون وغیرہ بھی نکلتا ہے جس سے مسجد خراب ہوگی، مسجدیں نماز، ذکر، درس وغیرہ کے لیے ہیں یہ کام ان کے خلاف ہے۔

۲؎ یعنی اگر باپ اپنے بیٹے کوظلماً قتل کردے تو اس کے عوض باپ کوقتل نہ کیا جاوے گا بلکہ اس سے دیت لی جائے گی، ماں، دادا، نانا سب کا یہ ہی حکم ہے۔ یہ ہی مذہب ہے امام ابوحنیفہ وامام شافعی واحمد کا، امام مالک کے ہاں سب سے قصاص لیا جاوے گا۔ خیال رہے کہ اگر بیٹا باپ کوقتل کردے تو اس سے قصاص لیا جاوے گا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵،ص۳۸۲)

(14) المرجع السابق، الحديث:1404، ج3،ص100.

صَلَّی اللہ تعالٰی علَیہ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم) نے دریافت کیا، یہ کون ہے؟ میرے والد نے کہا، یہ میرا لڑکا ہے آپ اس کے گواہ رہیں۔ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم) نے فرمایا: خبردار نہ یہ تمہارے اوپر جنایت کرسکتا ہے اور نہ تم اس پر جنایت کرسکتے ہو۔(15) (بلکہ جو جنایت کریگا وہی ماخوذ ہوگا)

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ کا نام سراقہ ابن مالک ابن جعشم ہے، مدلجی کنعانی ہیں، مقام قدید میں رہتے تھے، بڑے شاعر تھے، ان کا واقعہ ہے کہ ہجرت کے دن آپ غار ثور تک بری نیت سے پہنچے تھے اور آپ کے گھوڑے کو زمین نے پکڑ لیا تھا، پھر اس جگہ ایمان بھی لائے امان بھی حاصل کی، آپ ہی سے حضور نے فرمایا تھا کہ میں تمہارے ہاتھ میں کسریٰ پرویز کے کنگن دیکھتا ہوں، آپ کی وفات ۲۴ھ میں ہوئی۔ شعر

ابن مالک کو دی بشارت تاج　　　اے میرے غیب داں تیرے صدقے

۲۔ یعنی اگر باپ کو بیٹا قتل کردیتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا قصاص بیٹے سے لیتے تھے اور اگر اس کے برعکس بیٹے کو باپ قتل کردیتا تو باپ سے قصاص نہ لیتے تھے۔

۳۔ وجہ ضعیف یہ ہے کہ اس کی اسناد میں اضطراب ہے مگر خیال رہے کہ قریبًا تمام اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے کہ باپ سے بیٹے کا قصاص نہیں لیتے اس عمل علماء سے حدیث کا ضعف جاتا رہا، اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۳۸۴)

(15) سنن أبي داود، کتاب الدیات، باب لایؤخذ أحد بجریرۃ أخیہ أوأبیہ، الحدیث: 4495، ج4، ص223.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ کا نام رفاعہ ابن یثربی تیمی ہے، آپ امرؤالقیس کی اولاد سے ہیں۔

۲۔ یا اشہد صیغہ مخاطب امر ہے یعنی حضور گواہ رہیں یا اشہد متکلم مضارع ہے یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ میری پشت سے ہے۔ انکا مقصد یہ تھا کہ میں اور یہ چونکہ باپ بیٹے ہیں اس لیے میرے جرم کا یہ ذمہ دار ہوگا اور اس کے جرم کا میں ذمہ دار جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں مروج تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فرمایا جو آگے مذکور ہے۔

۳۔ یعنی تمہارے جرم میں وہ نہ پکڑا جائے گا اور اس کے جرم میں تم نہ پکڑے جاؤ گے، اس کا قصاص تم سے اور تمہارا قصاص اس سے نہ لیا جائے گا یا کل قیامت میں تمہارے گناہ میں وہ نہ پکڑا جائے گا اور اس کے گناہ میں تم گرفتار نہ ہوگے اپنی کرنی اپنی بھرنی ہوگی۔ خیال رہے کہ بچہ کے گناہ پر باپ کی پکڑ جب ہوگی جب باپ نے بچہ کی تربیت میں کوتاہی کرکے اسے مجرم بنایا ہو لہذا یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف نہیں۔

۴۔ مہر نبوت جو پشت پر دو کاندھوں کے درمیان پیدائش شریف سے ہی قدرتی طور پر انڈے کے برابر تھی ابھرا ہوا گوشت تھا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل تھی، یہ حضرت سمجھے کہ کوئی پھوڑا وغیرہ ہے عارضی بیماری اس لیے وہ عرض کیا جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ ←

حدیث 18: امام ترمذی ونسائی وابن ماجہ ودارمی ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے گھر کا جب باغیوں نے محاصرہ کیا تو کھڑکی سے جھانک کر فرمایا کہ میں تم کو خدا (تعالٰی) کی قسم دلاتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلَّی اللہُ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا ہے کہ کسی مرد مسلم کا خون حلال نہیں ہے۔ مگر تین وجہوں سے، احصان کے بعد (یعنی شادی شدہ ہونے کے بعد) زنا سے یا اسلام کے بعد کفر سے یا کسی نفس کو بغیر کسی نفس کے قتل کر دینے سے انہیں وجوہ سے قتل کیا جائے گا۔ قسم خدا کی، نہ میں نے زمانہ کفر میں زنا کیا اور نہ زمانہ اسلام میں اور جب سے میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم سے بیعت کی مرتد نہیں ہوا اور کسی ایسی جان کو جسے اللہ تعالٰی نے حرام فرمایا، قتل نہیں کیا پھر تم مجھے کیوں قتل کرتے ہو۔ (16)

۵۔ یعنی یہ چیز قابل علاج نہیں بلکہ تم قابل علاج ہو کہ اس قسم کی گفتگو کر رہے ہو اپنے کو شافی الامراض سمجھتے اور کہتے ہو، شافی امراض اللہ تعالٰی ہے۔ خیال رہے کہ یہاں طبیب بمعنی شافی مطلق ہے نہ کہ فن طب سیکھا ہوا لہذا اللہ تعالٰی کو طبیب کہنا شرعا درست نہیں کہ یہ لفظ طبابت کا پیشہ کرنے والوں پر بھی بولا جاتا ہے جیسے اللہ تعالٰی کو معلم نہیں کہہ سکتے اگرچہ وہ خود فرماتا ہے: عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ کیونکہ معلم عموما تنخواہ دار مدرسین کو کہا جاتا ہے اور جو لفظ دو معنے رکھتا ہو اچھے اور برے اس کو اللہ تعالٰی کے لیے استعمال نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالٰی کے نام توقیفی ہیں جو نص میں وارد ہو گئے ان ہی سے اسے پکارا جائے۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص ۳۸۳)

(16) جامع الترمذي، كتاب الفتن، باب ما جاء لا يحل دم امرئ مسلم... إلخ، الحديث: 2165، ج4، ص64.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ابوامامہ کا نام سعد ہے، علماء تابعین سے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف سے دو سال پہلے ولادت ہوئی، خود حضور نے ان کا نام اور کنیت تجویز فرمائی، بہت لڑکپن کی وجہ سے زیارت نہ کر سکے، اپنے والد سہل اور حضرت ابوسعید خدری سے روایات لیں، ۱۰۰ھ میں وفات پائی۔ (اشعہ) آپ کے والد سہل ابن حنیف صحابی ہیں، بدر و احد وغیرہ تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے احد میں حضور کے قریب رہے ثابت قدم رہے اور خلافت علی مرتضی میں حضرت علی کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر رہے، ۳۸ھ میں وفات پائی۔ (مرقات)

۲۔ یعنی جب مصری و دیگر باغیوں نے آپ کا گھر گھیر لیا اور آپ مجبورا گھر میں مقید ہو گئے تب گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر لوگوں کی طرف جھانک کر یہ فرمایا۔

۳۔ اس کلام میں خطاب ان لوگوں سے ہے جو آپ کا گھر گھیرے ہوئے آپ کے قتل کے درپے تھے، چونکہ یہ حدیث سب میں شائع ہو چکی تھی اس لیے آپ نے فرمایا اتعلمون۔

۴۔ یہ حضرت عثمان کا بڑا ہی کمال ہے کہ عرب جیسے ملک میں رہ کر بہت مالدار ہو کر اسلام سے پہلے بھی زنا سے محفوظ رہے ورنہ زمانہ جاہلیت میں تو زنا پر فخر کیا جاتا تھا اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب کے اس صحابی کو زنا سے پہلے ہی سے محفوظ رکھا۔

←

حدیث 19: ابو داود حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ مومن تیز رو (17) اور صالح رہتا ہے جب تک حرام خون نہ کرلے اور جب حرام خون کر لیتا ہے تو اب وہ تھک جاتا ہے(18)۔(19)

حدیث 20: ابو داود انہیں سے اور نسائی معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ امید ہے کہ گناہ کو اللہ (عزوجل) بخش دے گا مگر اس شخص کو نہ بخشے گا جو مشرک ہی مرجائے یا جس نے کسی مردمومن کو قصداً ناحق قتل کیا۔(20) (اس کی تاویل آگے آئے گی)

۵۔ یعنی میرے قتل سے پہلے یہ سوچ لو کہ تم کتنا بڑا گناہ کررہے ہو اور رب تعالٰی کے ہاں اس کا کیا جواب دو گے۔خیال رہے کہ باغی خارجی کو بھی بغاوت یا خروج کی وجہ سے قتل کرنا جائز ہے مگر یہ دونوں چیزیں بہت کم واقع ہوتی ہیں اس لیے ان کا ذکر اس حدیث میں نہیں آیا، نیز بغاوت وخراج شخصی جرم نہیں قومی جرم ہے یہاں شخصی جرم کا ذکر ہے لہذا نہ تو اس حدیث پر کوئی اعتراض ہے نہ یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف۔

۶۔ یعنی الفاظ حدیث دارمی نے نقل فرمائے ورنہ یہ قصہ تو بہت کتب میں مروی ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،ج۵،ص۳۷۹)

(17) یعنی مؤمن نیکی میں جلدی کرنے والا ہوتا ہے۔

(18) یعنی قتل ناحق کی نحوست سے انسان توفیق خیر سے محروم رہ جاتا ہے اسی کو تھک جانے سے تعبیر فرمایا۔

(19) سنن أبي داود، کتاب الفتن والملاحم، باب في تعظیم قتل المؤمن، الحدیث:4270، ج4، ص139.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ صالحًا لفظ موفقًا کی تفسیر ہے یا تفصیل یعنی بندہ مؤمن کو نیک اعمال میں جلدی کرنے کی توفیق ملتی رہتی ہے۔خیال رہے کہ توفیق خیر ملنا رب تعالٰی کی خاص مہربانی ہے۔مولانا فرماتے ہیں۔شعر

دستگیر و رہنما توفیق دہ   جرم بخش وعفو کن بکشا گرہ

۲۔ یعنی قتل ناحق کی نحوست سے انسان توفیق خیر سے محروم رہ جاتا ہے۔بلح بلوحًا کے معنے ہیں تھک جانا، محروم رہ جانا، حیران ہوجانا یہ حیرانی دنیا میں تو اس طرح ہوگی کہ اس کے دل کو اطمینان، نیکیوں کی توفیق میسر نہ ہوگی اور خدشہ ہے کہ جوابات قبر میں حیرانی رہ جائے اور ہوسکتا ہے کہ قیامت کے حساب میں حیران وسرگرداں رہے، غرضکہ خون ناحق دنیا وآخرت کا وبال ہے۔خیال رہے کہ ظلمًا قتل کرنا، قتل کرانا، قتل میں مدد دینا، بعد قتل قاتل کی حمایت کرنا سب ہی اس سزا کے مستحق ہیں۔مرقات میں ایک حدیث نقل فرمائی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے قتل ناحق میں آدھی بات سے مدد دی وہ کل قیامت میں اٹھے گا تو اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا آیس من رحمۃ اللہ یہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،ج۵،ص۳۸۰)

(20) المرجع السابق.

حدیث 21: امام ترمذی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کی کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ اس نے ناحق جان بوجھ کر قتل کیا وہ اولیائے مقتول کو دے دیا جائے گا۔ پس وہ اگر چاہیں قتل کریں اور اگر چاہیں دیت لیں۔ (21)

حدیث 22: دارمی نے ابن شریح خزاعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ وسلَّم کو فرماتے سنا ہے کہ جو اس بات کے ساتھ مبتلا ہو کہ اس کے یہاں کوئی قتل ہوگیا یا زخمی ہوگیا تو تین چیزوں میں سے ایک اختیار کرے۔ اگر چوتھی چیز کا ارادہ کرے تو اس کے ہاتھ پکڑ لو (یعنی روک دو) یہ اختیار ہے کہ قصاص لے یا معاف کرے یا دیت لے پھر ان تینوں باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کے بعد اگر کوئی زیادتی کرے تو اس کے لیے جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ (22)

حدیث 23: ابوداود جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ہر گناہ سے مراد شرک و کفر کے علاوہ گناہ ہیں کیونکہ وہ دونوں لائق بخشش نہیں۔ معلوم ہوا کہ حقوق العباد بھی لائق بخشش ہیں کہ رب تعالٰی صاحب حق سے معاف کرادے مگر قتل ناحق لائق بخشش نہیں اسکی ضرور سزا ملے گی الا برحمۃ اللہ۔

۲۔ قتل مؤمن سے مراد ظلماً قتل ہے عمداً قتل کی قید اس لیے لگائی کہ خطاء اور شبہ عمد قتل کا یہ حکم نہیں اسی لیے ان دونوں قتلوں میں قصاص نہیں۔ اس حدیث کی بنا پر بعض لوگوں نے گناہ کبیرہ کرنے والے کو کافر مانا ہے اور بعض نے کہا کہ وہ کافر تو نہیں مگر مؤمن بھی نہیں بلکہ فاسق ہے یعنی نہ مؤمن نہ کافر بعض نے فرمایا کہ وہ ہے تو مؤمن مگر دوزخ میں ہمیشہ رہے گا، مگر مذہب اہل سنت یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کرنے والا مؤمن ہی ہے اور اس کی نجات ضروری ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی کسی مسلمان کو ناحق قتل کرے قتل کو حلال جان کر یا اس لیے قتل کرے کہ وہ مؤمن کیوں ہوا وہ دوزخی دائمی ہے لائق بخشش نہیں کہ اب یہ قاتل کافر ہوگیا اور کافر کی بخشش نہیں، یا یہ فرمان ڈرانے دھمکانے کے لیے ہے کہ یہ جرم اسی لائق تھا کہ اس کا مرتکب ہمیشہ دوزخ میں رہتا ہے اور اس کا گناہ بخشا نہ جاتا اگر یہ توجیہیں نہ کی جائیں تو یہ حدیث بہت آیات و احادیث کے خلاف ہوگی۔ حضور فرماتے ہیں میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کے لیے بھی ہوگی، رب تعالٰی فرماتا ہے اللہ تعالٰی شرک نہ بخشے گا اس کے سوا جسے چاہے گا بخش دے گا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۲۸۱)

(21) جامع الترمذي، کتاب الديات، باب ماجاء في الدية کم هي من الابل، الحديث: 1392، ج3، ص95.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ولیوں سے مراد وارث قرابت دار ہیں جو دیت لے سکتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج۵، ص۲۸۶)

(22) سنن الدارمي، کتاب الديات، باب الدية في قتل العمد، الحديث: 2351، ج2، ص247.

←

ں اس کو معاف نہیں کروں گا جس نے دیت لینے کے بعد قتل کیا۔(23)

حدیث 24: امام ترمذی و ابن ماجہ نے ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، وہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلَّی اللہُ تعالٰی علَیہ وَسلَّم کو فرماتے سنا ہے کہ جس کے جسم میں کوئی زخم لگ جائے پھر وہ اس کا صدقہ کر دے (معاف کردے) تو اللہ (عزوجل) اس کا ایک درجہ بڑھاتا ہے اور ایک گناہ معاف کرتا ہے۔(24)

حدیث 25: امام بخاری اپنی صحیح میں عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد نے عرض کی یا رسول اللہ صلَّی اللہُ تعالٰی علَیہ وَسلَّم! کون سا گناہ اللہ (عزوجل) کے نزدیک بڑا ہے؟ فرمایا کہ اللہ (عزوجل) کا کوئی شریک بتائے، حالانکہ اللہ (عزوجل) ہی نے تم کو پیدا کیا۔ عرض کی پھر کون سا گناہ؟ فرمایا پھر یہ کہ

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ آپ کا نام خویلد ابن عمرو کعبی عدوی خزاعی ہے، فتح مکہ کے دن ایمان لائے، اپنی کنیت میں مشہور ہوئے۔ (مرقات)

۲۔ عمداً قتل و زخم مراد ہے کیونکہ خطاءً قتل و زخم میں قصاص نہیں ہوتا قتل کی صورت میں تو ولی مقتول کو اختیار ہے اور زخم کی صورت میں خود مجروح کو اختیار ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

۳۔ مثلاً قصاص بھی لے اور دیت بھی چاہے یا معاف بھی کرے قصاص بھی لے، یہ اجتماع چوتھی صورت ہے یا مثلاً ظالم نے اس کی انگلی کاٹی تھی یہ مجروح اس کا پورا ہاتھ کاٹنا چاہے۔

۴۔ کس زخم کی کتنی دیت ہے اس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔

۵۔ کہ معاف کرچکنے کے بعد قصاص یا دیت لے لے یا دیت کے بعد قصاص یا قصاص کے بعد دیت لے لے۔

۶۔ اگر اس نے یہ ظلم حلال سمجھ کر کیا تو اس کا دوزخ میں ہمیشہ ابد الاباد تک رہنا ظاہر ہے اور اگر حرام جان کر کیا تو یہاں خلود سے مراد بہت عرصہ تک دوزخ میں رہنا ہے کیونکہ دوزخ کی ہمیشگی صرف کفار کے لیے ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۳۸۸)

(23) سنن أبي داود، کتاب الدیات، باب من یقتل بعد أخذ الدیۃ، الحدیث: 4507، ج4، ص229.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی جو ولی مقتول قاتل سے دیت لے لے پھر اسے قتل بھی کردے تو اسے معاف نہ کیا جائے گا۔ (لایعفی) یا اسے میں نہ معاف کروں گا (لااعفی)۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ ایسے ولی کو جو دیت لے کر بھی قاتل کو قتل کردے قتل کیا جائے گا مگر مذہب جمہور یہ ہے کہ اسے قتل نہ کیا جائے گا بلکہ کوئی اور سزا دی جائے گی۔ اسے لااعفی باب افعال کا ماضی مجہول بھی پڑھا گیا ہے جملہ بد دعا یعنی اللہ کرے اس کو معاف نہ کیا جائے، غرضکہ جمہور علماء کے نزدیک اس معاف نہ فرمانے سے مراد قتل کردینا نہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۵، ص۳۹۰)

(24) جامع الترمذي، کتاب الدیات، باب ماجاء في العفو، الحدیث: 1398، ج3، ص97.

اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی۔ کہا۔ پھر کون سا؟ ارشاد فرمایا، پھر یہ کہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔ پس اللہ (عزوجل) نے اس کی تصدیق نازل فرمائی:

(وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ (25) يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾) (26)

اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہیں پوجتے اور اس جان کو جسے اللہ نے حرام کیا ناحق قتل نہیں کرتے، اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا، اس کے لیے چند در چند (بہت زیادہ) عذاب کیا جائے گا قیامت کے دن۔ اور وہ اس میں مدتوں ذلت کے ساتھ رہے گا، مگر جو توبہ کرلے اور ایمان لائے اور اچھے کام کرے۔ اللہ ایسے لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ مغفرت والا رحم والا ہے۔

حدیث 26: امام بخاری نے اپنی صحیح میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ان نُقَبا سے ہوں جنہوں نے لیلۃ العقبہ (27) میں) رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم سے بیعت کی۔ ہم نے اس بات پر بیعت کی تھی کہ اللہ (عزوجل) کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور زنا نہ کریں گے اور چوری نہ کریں گے اور ایسی جان کو قتل نہ کریں گے جس کو اللہ (عزوجل) نے حرام فرمایا اور لوٹ نہ کریں گے اور خدا (تعالٰی) کی نافرمانی نہ کریں گے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم کو جنت دی جائے گی اور اگر ان میں سے کوئی کام ہم نے کیا تو اس کا فیصلہ اللہ (عزوجل) کی طرف ہے۔ (28)

حدیث 27: امام بخاری اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: اللہ (عزوجل) کے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ مبغوض تین شخص ہیں۔ 1 حرم میں الحاد کرنے والا اور 2 اسلام میں طریقہ جاہلیت کا طلب کرنے والا اور 3 کسی مسلمان شخص کا ناحق خون طلب کرنے والا تاکہ اسے

---

(25) صحیح البخاري، کتاب الدیات باب قول اللہ تعالی (ومن یقتل مؤمنا متعمدا... إلخ)، الحدیث: 6861، ج4، ص356.

(26) الفرقان: 68۔70.

(27) عقبہ سے مراد جمرۃ العقبہ ہے جو منٰی میں واقع ہے، اس مقام پر رات کے وقت چند انصار صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کی جن میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی شامل تھے۔

(28) صحیح البخاري، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالی (ومن احیاھا)، الحدیث: 6873، ج4، ص359.

بہائے۔(29)

حدیث 28: امام ابوجعفر طحاوی نے اپنی کتاب شرح معانی الآثار میں نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ قصاص میں قتل تلوار ہی سے ہوگا۔(30)

❁❁❁❁❁

(29) المرجع السابق، باب من طلب دم امرئ بغیر حق، الحدیث:6882، ج4، ص362.

(30) شرح معاني الآثار، کتاب الجنایات، باب الرجل یقتل رجلا کیف یقتل؟، الحدیث:4917، ج3، ص81.

مسائل فقہیّہ

مسئلہ 1: قتل ناحق کی پانچ صورتیں ہیں۔(۱) قتل عمد (۲) قتل شبہ عمد (۳) قتل خطا (۴) قائم مقام خطا (۵) قتل بالسبب۔قتل عمد یہ ہے کہ کسی دھاردار آلے سے قصداً قتل کرے۔آگ سے جلا دینا بھی قتل عمد ہی ہے۔دھاردار آلہ مثلاً تلوار، چھری یا لکڑی اور بانس کی کھپچی (بانس کا چرا ہوا ٹکڑا) میں دھار نکال کر قتل کیا یا دھار دار پتھر سے قتل کیا، لوہا، تانبا اور پیتل وغیرہ کی کسی چیز سے قتل کریگا، اگر اس سے جرح یعنی زخم ہوا تو قتل عمد ہے، مثلاً چھری، خنجر، تیر، نیزہ، بلّم (برچھا) وغیرہ کہ یہ سب آلہ جارحہ (یعنی زخمی کرنے والے آلے ہیں) ہیں۔گولی اور چھرے سے قتل ہوا، یہ بھی اسی میں داخل ہے۔(1)

مسئلہ 2: قتل عمد کا حکم یہ ہے کہ ایسا شخص نہایت سخت گنہگار ہے۔(2)

کفر کے بعد تمام گناہوں میں سب سے بڑا گناہ قتل ہے۔قرآن مجید میں فرمایا:

(وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا) (3)

جو کسی مومن کو قصداً قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہنا ہے۔

ایسے شخص کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہیں اس کے متعلق صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) میں اختلاف ہے جیسا کہ کتب حدیث میں یہ بات مذکور ہے۔صحیح یہ ہے کہ اس کی توبہ بھی قبول ہوسکتی ہے اور صحیح یہ ہے کہ ایسے قاتل کی بھی مغفرت ہوسکتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہے۔اگر وہ چاہے تو بخش دے(4) جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا:

(اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ) (5) (پ5،ع4)

بے شک اللہ (عزوجل) شرک یعنی کفر کو تو نہیں بخشے گا۔اس سے نیچے جتنے گناہ ہیں جس کے لیے چاہے گا مغفرت

---

(1) الھدایۃ، کتاب الجنایات، ج2، ص442.

والدر المختار، کتاب الجنایات، ج10، ص155۔157.

(2) الدر المختار، کتاب الجنایات، ج10، ص158.

(3) پ5، النساء:93.

(4) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الجنایات، ج10، ص158.

(5) پ5، النساء:48.

فرمادے گا۔

اور پہلی آیت کا یہ مطلب بیان کیا جاتا ہے کہ مومن کو جو بحیثیت مومن قتل کریگا یا اس کے قتل کو حلال سمجھے گا وہ بے شک ہمیشہ جہنم میں رہے گا یا خلود سے مراد بہت دنوں تک رہنا ہے۔

مسئلہ 3: قتل عمد کی سزا دنیا میں فقط قصاص ہے یعنی یہی متعین ہے۔ ہاں اگر اولیائے مقتول معاف کر دیں یا قاتل سے مال لے کر مصالحت کر لیں تو یہ بھی ہوسکتا ہے مگر بغیر مرضی قاتل اگر مال لینا چاہیں تو نہیں ہوسکتا۔ یعنی قاتل اگر قصاص کو کہے تو اولیائے مقتول اس سے مال نہیں لے سکتے۔ مال پر مصالحت کی صورت میں دیت کے برابر یا کم یا زیادہ تینوں ہی صورتیں جائز ہیں۔ یعنی مال لینے کی صورت میں یہ ضروری نہیں کہ دیت سے زیادہ نہ ہو اور جس مال پر صلح ہوئی وہ دیت کی قسم سے ہو یا دوسری جنس سے ہو دونوں صورتوں میں کمی بیشی ہوسکتی ہے۔(6)

مسئلہ 4: قتل عمد میں قاتل کے ذمے کفارہ واجب نہیں۔(7)

مسئلہ 5: اگر اولیاء میں سے کسی ایک نے معاف کر دیا تو بھی باقی کے حق میں قصاص ساقط ہوجائے گا لیکن دیت واجب ہوجائے گی۔(8)

مسئلہ 6: اولیائے مقتول نے اگر نصف قصاص معاف کر دیا تو کل ہی معاف ہوگیا، یعنی اس میں تجزی نہیں ہو سکتی، اب اگر یہ چاہیں کہ باقی نصف کے مقابل میں مال لیں، یہ نہیں ہوسکتا۔(9)

مسئلہ 7: قتل کی دوسری قسم شبہ عمد ہے۔ وہ یہ کہ قصداً قتل کرے مگر اسلحہ سے یا جو چیزیں اسلحہ کے قائم مقام ہوں ان سے قتل نہ کرے مثلاً کسی کو لاٹھی یا پتھر سے مار ڈالا یہ شبہ عمد ہے اس صورت میں بھی قاتل گنہ گار ہے اور اس پر کفارہ واجب ہے اور قاتل کے عصبہ پر دیت مغلظہ واجب جو تین سال میں ادا کریں گے۔ دیت کی مقدار کیا ہوگی اس کو آئندہ ان شاء اللہ بیان کیا جائے گا۔(10)

مسئلہ 8: شبہ عمد مار ڈالنے ہی کی صورت میں ہے۔ اور اگر وہ جان سے نہیں مارا گیا بلکہ اس کا کوئی عضو تلف ہوگیا مثلاً لاٹھی سے مارا اور اس کا ہاتھ یا انگلی ٹوٹ کر علیحدہ ہوگئی تو اس کو شبہ عمد نہیں کہیں گے بلکہ یہ عمد ہے اور اس صورت میں

---

(6) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، ج10، ص158.

(7) کنزالدقائق، کتاب الجنایات، ص448.

(8) تبیین الحقائق، کتاب الجنایات، ج7، ص212.

(9) حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، کتاب الجنایات، ج7، ص212.

(10) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، ج10، ص161.

قصاص ہے۔(11)

مسئلہ 9: تیسری قسم قتل خطا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس کے گمان میں غلطی ہوئی، مثلاً اس کو شکار سمجھ کر قتل کیا اور یہ شکار نہ تھا بلکہ انسان تھا یا حربی یا مرتد سمجھ کر قتل کیا حالانکہ کہ وہ مسلم تھا دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے فعل میں غلطی ہوئی مثلاً شکار پر یا چاند ماری پر گولی چلائی اور لگ گئی آدمی کو کہ یہاں انسان کو شکار نہیں سمجھا بلکہ شکار ہی کو شکار سمجھا اور شکار ہی پر گولی چلائی مگر ہاتھ بہک گیا۔ گولی شکار کو نہیں لگی بلکہ آدمی کو لگی، اسی کی یہ دو صورتیں بھی ہیں۔ نشانہ پر گولی لگ کر لوٹ آئی اور کسی آدمی کو لگی یا نشانہ سے پار ہو کر کسی آدمی کو لگی یا ایک شخص کو مارنا چاہتا تھا دوسرے کو لگی یا ایک شخص کے ہاتھ میں مارنا چاہتا تھا دوسرے کی گردن میں لگی یا ایک شخص کو مارنا چاہتا تھا مگر گولی دیوار پر لگی پھر پلٹا کھا کر لوٹی اور اس شخص کو لگی یا اس کے ہاتھ سے لکڑی یا اینٹ چھوٹ کر کسی آدمی پر گری اور وہ مر گیا یہ سب صورتیں قتل خطا کی ہیں۔(12)

مسئلہ 10: قتل خطا کا حکم یہ ہے کہ قاتل پر کفارہ واجب ہے اور اس کے عصبہ پر دیت واجب ہے جو تین سال میں ادا کی جائے گی۔ قتل خطا کی دو صورتیں ہیں اور ان میں اس کے ذمے قتل کا گناہ نہیں۔ یہ تو ضرور گناہ ہے کہ ایسے آلہ کے استعمال میں اس نے بے احتیاطی برتی، شریعت کا حکم ہے کہ ایسے موقعوں پر احتیاط سے کام لینا چاہیے۔(13)

مسئلہ 11: مقتول کے جسم کے جس حصہ پر وار کرنا چاہتا تھا وہاں نہیں لگا۔ دوسری جگہ لگا یہ خطا نہیں ہے بلکہ عمد ہے اور اس میں قصاص واجب ہے۔(14)

مسئلہ 12: قتل کی ان تینوں قسموں میں قاتل میراث سے محروم ہوتا ہے یعنی اگر کسی نے اپنے مورث کو قتل کیا تو اس کا ترکہ اس کو نہیں ملے گا بشرطیکہ جس سے قتل ہوا وہ مکلف (یعنی عاقل، بالغ ہو) ہو اور اگر مجنوں یا بچہ ہے تو میراث سے محروم نہیں ہوگا۔(15)

مسئلہ 13: چوتھی قسم قائم مقام خطا جیسے کوئی شخص سوتے میں کسی پر گر پڑا اور یہ مر گیا اسی طرح چھت سے کسی انسان پر گرا اور مر گیا قتل کی اس صورت میں بھی وہی احکام ہیں جو خطا میں ہیں یعنی قاتل پر کفارہ واجب ہے اور اس کے

---

(11) درر الحکام شرح غرر الاحکام، کتاب الجنایات، الجزء الثانی، ص90۔

(12) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، ج10، ص161، 162۔

(13) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، ج10، ص160، 161۔

(14) المرجع السابق، ص162۔

(15) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، ج10، ص164۔

عصبہ پر دیت اور قاتل میراث سے محروم ہوگا اور اس میں بھی قتل کرنے کا گناہ نہیں، مگر یہ گناہ ہے کہ ایسی بے احتیاطی کی جس سے ایک انسان کی جان ضائع کی۔(16)

مسئلہ 14: پانچویں قسم قتل بالسبب، جیسے کسی شخص نے دوسرے کی ملک میں کنواں کھدوایا، یا پتھر رکھ دیا، یا راستہ میں لکڑی رکھ دی اور کوئی شخص کنویں میں گر کر یا پتھر وغیرہ یا لکڑی سے ٹھوکر کھا کر مر گیا۔ اس قتل کا سبب وہ شخص ہے جس نے کنواں کھودا تھا اور پتھر وغیرہ رکھ دیا تھا۔ اس صورت میں اس کے عصبہ کے ذمے دیت ہے۔ قاتل پر نہ کفارہ ہے نہ قتل کا گناہ، اس کا گناہ ضرور ہے کہ پرائی ملک میں کنواں کھدوایا یا وہاں پتھر رکھ دیا۔(17)

❀❀❀❀❀

(16) المرجع السابق۔

(17) الدرالمختار، کتاب الجنایات، ج10، ص163۔

کہاں قصاص واجب ہوتا ہے کہاں نہیں

مسئلہ 1: قتل عمد میں قصاص واجب ہوتا ہے کہ ایسے کو قتل کیا جس کے خون کی محافظت ہمیشہ کے لیے ہو۔ جیسے مسلم یا ذمی کہ اسلام نے ان کی محافظت کا حکم دیا ہے۔ بشرطیکہ قاتل مکلف ہو، یعنی عاقل بالغ ہو۔ مجنون یا نابالغ سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ بلکہ اگر قتل کے وقت عاقل تھا اور بعد میں مجنون ہو گیا۔ اگر قتل کے لیے ابھی تک حوالے نہیں کیا گیا ہے۔ قصاص ساقط ہو جائے گا اور اگر قصاص کا حکم ہو چکا اور قتل کرنے کے لیے دیا جا چکا ہے اس کے بعد مجنون ہو گیا تو قصاص ساقط نہیں ہوگا اور ان صورتوں میں بجائے قصاص اس پر دیت واجب ہوگی۔ (1)

مسئلہ 2: جو شخص کبھی مجنون ہو جاتا ہے اور کبھی ہوش میں آجاتا ہے۔ اس نے اگر حالتِ افاقہ میں کسی کو قتل کیا ہے تو اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ ہاں اگر قتل کے بعد اسے جنون مطبق ہو گیا تو قصاص ساقط ہو گیا اور جنون مطبق نہیں ہے تو قتل کیا جائے گا۔ (2)

مسئلہ 3: قصاص کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ قاتل و مقتول کے مابین شبہ نہ پایا جاتا ہو۔ مثلاً باپ بیٹا اور آقا و غلام کہ یہاں قصاص نہیں اور اگر مقتول نے قاتل کو کہہ دیا کہ مجھے قتل کر ڈال، اس نے قتل کر دیا اس میں بھی قصاص واجب نہیں۔ (3)

مسئلہ 4: آزاد کو آزاد کے بدلے میں قتل کیا جائے گا اور غلام کے بدلے میں بھی قتل کیا جائے گا اور غلام کو (4) غلام کے بدلے میں اور آزاد کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ مرد کو عورت کے بدلے میں اور عورت کو مرد کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ مسلم کو ذمی کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ حربی اور مستامن کے بدلے میں نہ مسلم سے قصاص لیا جائے گا نہ ذمی سے، اسی طرح مستامن سے مستامن کے مقابل میں قصاص نہیں۔ ذمی نے ذمی کو قتل کیا، قصاص لیا جائے گا اور قتل کے بعد قاتل مسلمان ہو گیا جب بھی قصاص ہے۔ (5)

---

(1) ردالمحتار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... الخ،10، ص164.

(2) الدرالمختار و ردالمحتار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... الخ،10، ص164.

(3) المرجع السابق.

(4) جبکہ غلام کا مالک نہ ہو جیسا کہ مسئلہ نمبر 3، اور مسئلہ نمبر 8 میں مذکور ہے۔

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی فیمن یقتل قصاصاً... الخ، ج6، ص3.

مسئلہ 5: مسلم نے مرتد یا مرتدہ کو قتل کیا اس صورت میں قصاص نہیں۔ دو مسلمان دار الحرب میں امان لے کر گئے اور ایک نے دوسرے کو وہیں قتل کر دیا قصاص نہیں۔(6)

مسئلہ 6: عاقل سے مجنوں کے بدلے میں اور بالغ سے نابالغ کے بدلے میں اور انکھیارے سے اندھے کے بدلے میں اور ہاتھ پاؤں والے سے لنجے (یعنی ہاتھ پاؤں سے معذور) یا جس کے ہاتھ پاؤں نہ ہوں اس کے بدلے میں تندرست سے بیمار کے بدلے میں اور مرد سے عورت کے بدلے میں قصاص لیا جائے گا۔(7)

مسئلہ 7: اصول نے فروع کو قتل کیا مثلاً باپ ماں، دادا دادی، نانا نانی نے بیٹے یا پوتے یا نواسے کو قتل کیا اس میں قصاص نہیں بلکہ خود اس قاتل سے دیت دلوائی جائے گی بلکہ باپ کے ساتھ اگر بیٹے کے قتل میں کوئی اجنبی بھی شریک تھا تو اس اجنبی سے بھی قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ اس سے بھی دیت ہی لی جائے گی۔ اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ دو شخصوں نے مل کر اگر کسی کو قتل کیا اور ان میں ایک وہ ہے کہ اگر وہ تنہا کرتا تو قصاص واجب ہوتا اور دوسرا وہ ہے کہ تنہا قتل کرتا تو اس پر قصاص واجب نہیں ہوتا تو اس پہلے سے بھی قصاص واجب نہیں، مثلاً اجنبی اور باپ دونوں نے قتل کیا یا ایک نے قصداً قتل کیا اور دوسرے نے خطا کے طور پر، ایک نے تلوار سے قتل کیا دوسرے نے لاٹھی سے، ان سب صورتوں میں قصاص نہیں ہے بلکہ دیت واجب ہے۔(8)

مسئلہ 8: مولیٰ نے اپنے غلام کو قتل کیا اس میں قصاص نہیں۔ اسی طرح اپنے مدبر یا مکاتب یا اپنی اولاد کے غلام کو قتل کیا یا اس غلام کو قتل کیا جس کے کسی حصہ کا قاتل مالک ہے۔(9)

مسئلہ 9: قتل سے قصاص واجب تھا مگر اس کا وارث ایسا شخص ہوا کہ وہ قصاص نہیں لے سکتا تو قصاص ساقط ہو گیا مثلاً وہ قاتل اس وارث کے اصول میں سے ہے تو اب قصاص نہیں ہو سکتا۔ جیسے ایک شخص نے اپنے خسر کو قتل کیا اور اس کی وارث صرف اس کی لڑکی ہے یعنی قاتل کی بیوی۔ پھر یہ عورت مر گئی اور اس کا لڑکا وارث ہوا جو اسی شوہر سے ہے تو قصاص کی صورت میں بیٹے کا باپ سے قصاص لینا لازم آتا ہے، لہٰذا قصاص ساقط۔(10)

مسئلہ 10: مسلم نے اگر مسلم کو مشرک سمجھ کر قتل کیا، مثلاً جہاد میں ایک مسلم کو کافر سمجھا اور مار ڈالا، اس صورت میں

---

(6) المرجع السابق.

(7) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... إلخ، ج10، ص168.

(8) المرجع السابق، ص168، 169.

(9) الدرالمختار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... إلخ، ج10، ص169.

(10) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... إلخ، ج10، ص171.

قصاص نہیں ہے بلکہ دیت و کفارہ ہے کہ یہ قتل عمد نہیں بلکہ قتل خطا ہے اور اگر مسلم صف کفار میں تھا اور کسی مسلم نے قتل کر ڈالا تو دیت و کفارہ بھی نہیں۔(11)

مسئلہ 11: جن اگر ایسی شکل میں آیا جس کا قتل جائز ہے۔ مثلاً سانپ کی شکل میں آیا تو اس کے قتل میں کوئی مؤاخذہ نہیں۔(12)

مسئلہ 12: قصاص میں جس کو قتل کیا جائے تو یہ ضرور ہے کہ تلوار ہی سے قتل کیا جائے اگرچہ قاتل نے اسے تلوار سے قتل نہ کیا ہو بلکہ کسی اور طرح سے مار ڈالا ہو جس سے قصاص واجب ہوتا ہو۔ خنجر یا نیزہ سے یا دوسرے اسلحہ سے قتل کرنا بھی تلوار ہی کے حکم میں ہے۔ لہٰذا اگر اسلحہ کے سوا کسی اور طرح سے قصاص میں قتل کیا، مثلاً کنویں میں گرا کر مار ڈالا یا پتھر وغیرہ سے قتل کیا تو ایسا کرنے سے تعزیر کا مستحق ہے۔(13)

مسئلہ 13: کسی کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے اور وہ مر گیا تو قاتل کی گردن تلوار سے اڑا دی جائے یہ نہیں کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر چھوڑ دیں۔ اسی طرح اگر اس کا سر توڑ ڈالا اور مر گیا تو قاتل کی گردن تلوار سے کاٹ دی جائے۔(14)

مسئلہ 14: بعض اولیائے مقتول نے قصاص لے لیا تو باقی اولیاء اس سے ضمان نہیں لے سکتے۔(15)

مسئلہ 15: دو شخص ولی مقتول تھے، ان میں سے ایک نے معاف کر دیا اور دوسرے نے قاتل کو قتل کر ڈالا، اگر اسے یہ معلوم تھا کہ بعض اولیاء کے معاف کر دینے سے قصاص ساقط ہو جاتا ہے تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور اگر نہیں معلوم تھا تو اس سے دیت لی جائے گی۔(16)

مسئلہ 16: مقتول کے بعض اولیاء بالغ ہیں اور بعض نابالغ تو قصاص میں یہ انتظار نہیں کیا جائے گا کہ وہ نابالغ بالغ ہو جائیں بلکہ جو ورثا بالغ ہیں وہ ابھی قصاص لے سکتے ہیں۔(17)

---

(11) المرجع السابق، ص172.

(12) المرجع السابق، ص173.

(13) الدرالمختار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... إلخ، ج10، ص173.

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی فیمن یقتل قصاصا... إلخ، ج6، ص4.

(15) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... إلخ، ج10، ص178.

(16) المرجع السابق.

(17) الھدایۃ، کتاب الجنایات، باب مایوجب القصاص ومالایوجبہ، ج2، ص446.

مسئلہ 17: قاتل کو کسی اجنبی شخص نے (یعنی اس نے جو مقتول کا ولی (یعنی وارث) نہیں ہے) قتل کر ڈالا، اگر اس نے عمداً قتل کیا ہے تو اس قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔ اور خطا کے طور پر قتل کیا ہے تو اس قاتل کے عصبہ سے دیت لی جائے گی، کیونکہ اس اجنبی کے لیے اس کا قتل حلال نہ تھا، اب اگر مقتول اول کا ولی یہ کہتا ہے کہ میں نے اس اجنبی سے قتل کرنے کو کہا تھا لہٰذا اس سے قصاص نہ لیا جائے تو جب تک گواہ نہ ہوں۔ اس کی بات نہیں مانی جائے گی اور اس اجنبی سے قصاص لیا جائے اور بہر صورت جب کہ قاتل کو اجنبی نے قتل کر ڈالا تو ولی مقتول کا حق ساقط ہو گیا یعنی قصاص تو ہو ہی نہیں سکتا کہ قاتل رہا ہی نہیں اور دیت بھی نہیں لی جا سکتی کہ اس کے لیے رضامندی درکار ہے اور وہ پائی نہیں گئی۔ جس طرح قاتل مر جائے تو ولی مقتول کا حق ساقط ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہاں۔ (18)

مسئلہ 18: اولیائے مقتول نے گواہی سے یہ ثابت کیا کہ زید نے اسے زخمی کیا اور قتل کیا ہے اور زید نے گواہوں سے یہ ثابت کیا کہ خود مقتول نے یہ کہا ہے کہ زید نے نہ مجھے زخمی کیا نہ قتل کیا تو انھیں گواہوں کو ترجیح دی جائے گی۔ (19)

مسئلہ 19: مجروح نے یہ کہا کہ فلاں نے مجھے زخمی نہیں کیا ہے، یہ کہہ کر مر گیا تو اس کے ورثہ اس شخص پر قتل کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ مجروح نے یہ کہا کہ فلاں شخص نے مجھے قتل کیا۔ یہ کہہ کر مر گیا اب اس کے ورثاء دوسرے شخص پر دعویٰ کرتے ہیں کہ اس نے قتل کیا ہے۔ یہ دعویٰ مسموع (یعنی قابل سماعت) نہیں ہوگا۔ (20)

مسئلہ 20: جس کو زخمی کیا گیا۔ اس نے مرنے سے پہلے معاف کر دیا یا اس کے اولیاء نے مرنے سے پہلے معاف کر دیا یہ معافی جائز ہے۔ یعنی اب قصاص نہیں لیا جائے گا۔ (21)

مسئلہ 21: کسی کو زہر دے دیا۔ اسے معلوم نہیں اور لاعلمی میں کھا پی گیا تو اس صورت میں نہ قصاص ہے نہ دیت، مگر زہر دینے والے کو قید کیا جائے گا اور اس پر تعزیر ہوگی اور اگر خود اس نے اس کے منہ میں زبردستی ڈال دیا یا اس کے ہاتھ میں دیا اور پینے پر مجبور کیا تو دیت واجب ہوگی۔ (22)

مسئلہ 22: یہ کہا کہ میں نے اپنی بددعا سے فلاں کو ہلاک کر دیا یا باطنی تیروں سے ہلاک کیا یا سورہ انفال پڑھ کر

---

(18) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... الخ، ج10، ص177.

(19) المرجع السابق، ص179.

(20) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... الخ، مبحث شریف، ج10، ص179.

(21) المرجع السابق.

(22) المرجع السابق، ص180.

ہلاک کیا تو یہ اقرار کرنے والے پر قصاص وغیرہ لازم نہیں۔ اسی طرح اگر وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے اسمائے قہر یہ پڑھ کر اس کو ہلاک کر دیا، اس کہنے سے بھی کچھ لازم نہیں۔ نظر بد سے ہلاک کرنے کا اقرار کرے اس کے متعلق کچھ منقول نہیں۔(23)

مسئلہ 23: کسی نے اس کا سر توڑ ڈالا اور خود اس نے بھی اپنا سر توڑا اور شیر نے اسے زخمی کیا اور سانپ نے بھی کاٹ کھایا اور یہ مر گیا تو اس شخص پر جس نے سر توڑا ہے تہائی دیت واجب ہوگی۔(24)

مسئلہ 24: ایک شخص نے کئی شخصوں کو قتل کیا اور ان تمام مقتولین کے اولیاء نے قصاص کا مطالبہ کیا تو سب کے بدلے میں اس قاتل کو قتل کیا جائے گا اور فقط ایک کے ولی نے مطالبہ کیا اور قتل کر دیا گیا تو باقیوں کا حق ساقط ہو جائے گا۔ یعنی اب ان کے مطالبہ پر کوئی مزید کارروائی نہیں ہو سکتی۔(25)

مسئلہ 25: ایک شخص کو چند شخصوں نے مل کر قتل کیا تو اس کے بدلے میں یہ سب قتل کیے جائیں گے۔(26)

مسئلہ 26: ایک سے زیادہ مرتبہ جس نے گلا گھونٹ کر مار ڈالا اس کو بطور سیاست قتل کیا جائے اور گرفتاری کے بعد اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ مقبول نہیں اور اس کا وہی حکم ہے جو جادوگر کا ہے۔(27)

مسئلہ 27: کسی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر شیر یا درندے کے سامنے ڈال دیا اس نے مار ڈالا، ایسے شخص کو سزا دی جائے اور مارا جائے (یعنی پٹائی کی جائے) اور قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ وہیں قید خانہ ہی میں مر جائے اسی طرح اگر ایسے مکان میں کسی کو بند کر دیا جس میں شیر ہے جس نے مار ڈالا یا اس میں سانپ ہے جس نے کاٹ لیا۔(28)

مسئلہ 28: بچہ کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دھوپ یا برف پر ڈال دیا اور وہ مر گیا تو ان دونوں صورتوں میں دیت ہے اور اگر آگ میں ڈال کر نکال لیا اور تھوڑی سی زندگی باقی ہے مگر کچھ دنوں بعد مر گیا تو قصاص ہے اور اگر چلنے پھرنے لگا پھر مر گیا تو قصاص نہیں ہے۔(29)

---

(23) ردالمحتار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود...الخ، مبحث شریف، ج10، ص181.

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی فیمن یقتل قصاصا...الخ، ج6، ص4.

(25) المرجع السابق

(26) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی فیمن یقتل قصاصا...الخ، ج6، ص5.

(27) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود...الخ، مبحث شریف، ج10، ص183.

(28) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود...الخ، مبحث شریف، ج10، ص183.

(29) المرجع السابق، ص184

مسئلہ 29: ایک شخص نے دوسرے کا پیٹ پھاڑ دیا کہ آنتیں نکل پڑیں۔ پھر کسی اور نے اس کی گردن اڑا دی تو قاتل یہی ہے جس نے گردن ماری۔ اگر اس نے عمداً کیا ہے تو قصاص ہے اور خطا کے طور پر ہو تو دیت واجب ہے اور جس نے پیٹ پھاڑا اس پر تہائی دیت واجب ہے اور اگر پیٹ اس طرح پھاڑا کہ پیٹھ کی جانب زخم نفوذ کر گیا تو دیت کی دو تہائیاں۔ یہ حکم اس وقت ہے کہ پیٹ پھاڑنے کے بعد وہ شخص ایک دن یا کچھ کم زندہ رہ سکتا ہو، اور اگر زندہ نہ رہ سکتا ہو اور مقتول کی طرح تڑپ رہا ہو تو قاتل وہ ہے جس نے پیٹ پھاڑا، اس نے عمداً کیا ہو تو قصاص ہے اور خطا کے طور پر ہو تو دیت ہے اور جس نے گردن ماری اس پر تعزیر ہے۔ اسی طرح اگر ایک شخص نے ایسا زخمی کیا کہ امید زیست (یعنی زندگی کی امید) نہ رہی۔ پھر دوسرے نے اسے زخمی کیا تو قاتل وہی پہلا شخص ہے۔ اگر دونوں نے ایک ساتھ زخمی کیا تو دونوں قاتل ہیں۔ اگرچہ ایک نے دس وار کئے اور دوسرے نے ایک ہی وار کیا ہو۔(30)

مسئلہ 30: کسی شخص کا گلا کاٹ دیا۔ صرف حلقوم(31) کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے اور ابھی جان باقی ہے دوسرے نے اسے قتل کر ڈالا تو قاتل پہلا شخص ہے دوسرے پر قصاص نہیں کیوں کہ اس کا میت میں شمار ہے لہٰذا اگر مقتول اس حالت میں تھا اور مقتول کا بیٹا مر گیا تو بیٹا وارث ہوگا یہ مقتول اپنے بیٹے کا وارث نہیں ہوگا۔(32)

مسئلہ 31: جو شخص حالت نزع میں تھا اسے قتل کر ڈالا اس میں بھی قصاص ہے۔ اگرچہ قاتل کو یہ معلوم ہو کہ اب زندہ نہیں رہے گا۔(33)

مسئلہ 32: کسی کو عمداً زخمی کیا گیا کہ وہ صاحب فراش ہو گیا(34) اور اسی میں مر گیا تو قصاص لیا جائے گا۔ ہاں اگر کوئی ایسی چیز پائی گئی جس کی وجہ سے یہ کہا گیا ہو کہ اسی زخم سے نہیں مرا ہے تو قصاص نہیں۔ مثلاً کسی دوسرے نے اس مجروح کی گردن کاٹ دی تو اب مرنے کو اس کی طرف نسبت کیا جائے گا یا وہ شخص اچھا ہو کر مر گیا تو اب یہ نہیں کہا جائے گا کہ اسی زخم سے مرا۔(35)

مسئلہ 33: جس نے مسلمانوں پر تلوار کھینچی ایسے کو اس حالت میں قتل کر دینا واجب ہے یعنی اس کے شر کو دفع کرنا

---

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی فیمن یقتل قصاصا۔۔۔ إلخ، ج6، ص6.

(31) گلے میں سانس آنے جانے والی رگ۔

(32) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی فیمن یقتل قصاصا۔۔۔ إلخ، ج6، ص6.

(33) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود۔۔۔ إلخ، مبحث شریف، ج10، ص184.

(34) یعنی ایسا زخمی کر دیا کہ وہ چلنے پھرنے کے قابل نہ رہا اور صرف بستر پر لیٹا رہا۔

(35) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود۔۔۔ إلخ، مبحث شریف، ج10، ص185.

واجب ہے، اگر چہ اس کے لیے قتل ہی کرنا پڑے اسی طرح اگر ایک شخص پر تلوار کھینچی تو اسے بھی قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں خواہ وہی شخص قتل کرے جس پر تلوار اٹھائی یا دوسرا شخص۔ اسی طرح اگر رات کے وقت شہر میں لاٹھی سے حملہ کیا یا شہر سے باہر دن یا رات میں کسی وقت بھی حملہ کیا اور اس کو کسی نے مار ڈالا تو اس کے ذمہ کچھ نہیں۔(36)

مسئلہ 34: مجنوں نے کسی پر تلوار کھینچی اور اس نے مجنون کو قتل کر دیا تو قاتل پر دیت واجب ہے جو خود اپنے مال سے ادا کرے۔ یہی حکم بچہ کا ہے کہ اس کی بھی دیت دینی ہوگی اور اگر جانور نے حملہ کیا اور جانور کو مار ڈالا تو اس کی قیمت کا تاوان دینا ہوگا۔(37)

مسئلہ 35: جو شخص تلوار مار کر بھاگ گیا کہ اب دوبارہ مارنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ پھر اسے کسی نے مار ڈالا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔ یعنی اسی وقت اس کو قتل کرنا جائز ہے جب وہ حملہ کر رہا ہو یا حملہ کرنا چاہتا ہے بعد میں جائز نہیں۔(38)

مسئلہ 36: گھر میں چور گھسا اور مال چرا کر لے جانے لگا صاحب خانہ نے پیچھا کیا اور چور کو مار ڈالا۔ تو قاتل کے ذمہ کچھ نہیں مگر یہ اس وقت ہے کہ معلوم ہے کہ شور کریگا اور چلائے گا تو مال چھوڑ کر نہیں بھاگے گا اور اگر معلوم ہے کہ شور کریگا تو مال چھوڑ کر بھاگ جائے گا تو قتل کرنے کی اجازت نہیں بلکہ اس وقت قتل کرنے سے قصاص واجب ہوگا۔(39)

مسئلہ 37: مکان میں چور گھسا اور ابھی مال لے کر نکلا نہیں اس نے شور وغل کیا مگر وہ بھاگا نہیں یا اس کے مکان میں یا دوسرے کے مکان میں نقب لگا رہا ہے(40) اور شور کرنے سے بھاگتا نہیں، اس کو قتل کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ چور ہونا اس کا مشہور و معروف ہو۔(41)

مسئلہ 38: ولی مقتول نے قاتل کو یا کسی دوسرے کو قصاص ہبہ کر دیا۔ یہ ناجائز ہے۔ یعنی قصاص ایسی چیز نہیں جس کا مالک دوسرے کو بنایا جا سکے اور اس کو ہبہ کرنے سے قصاص ساقط نہیں ہوگا۔(42)

---

(36) الھدایۃ، کتاب الجنایات، باب مایوجب القصاص ومالا یوجبہ، فصل، ج2، ص448.

(37) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود...إلخ، مبحث شریف، ج10، ص188.

(38) الھدایۃ، کتاب الجنایات، ج2، ص448، 449.

(39) المرجع السابق، ص449.

(40) یعنی چوری کے ارادے سے دیوار میں سوراخ کر رہا ہے۔

(41) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود...إلخ، مبحث شریف، ج10، ص189.

(42) المرجع السابق، ص192.

مسئلہ 39: ولی مقتول نے معاف کر دیا یہ صلح سے افضل ہے اور صلح قصاص سے افضل ہے اور معاف کرنے کی صورت میں قاتل سے دنیا میں مطالبہ نہیں ہوسکتا ہے نہ اب قصاص لیا جاسکتا ہے نہ دیت لی جاسکتی ہے۔(43) رہا مواخذہ اخروی (یعنی آخرت کی پکڑ)، اس سے بری نہیں ہوا، کیوں کہ قتل ناحق میں تین حق اس کے ساتھ متعلق ہیں۔ایک حق اللہ، دوسرا حق مقتول، تیسرا حق ولی مقتول، ولی کو اپنا حق معاف کرنے کا اختیار تھا سو اس نے معاف کر دیا مگر حق اللہ اور حق مقتول بدستور باقی ہیں۔ ولی کے معاف کرنے سے وہ معاف نہیں ہوئے۔(44)

مسئلہ 40: مجروح کا معاف کرنا صحیح ہے یعنی معاف کرنے کے بعد مر گیا تو اب ولی کو قصاص لینے کا اختیار نہیں رہا۔(45)

مسئلہ 41: قاتل کی توبہ صحیح نہیں جب تک وہ اپنے کو قصاص کے لیے پیش نہ کر دے۔ یعنی اولیائے مقتول کو جس طرح ہوسکے راضی کرے۔ خواہ وہ قصاص لے کر راضی ہوں یا کچھ لے کر مصالحت (یعنی صلح) کریں یا بغیر کچھ لیے معاف کر دیں۔ اب وہ دنیا میں بری ہو گیا اور معصیت (گناہ) پر اقدام کرنے کا جرم وظلم یہ توبہ سے معاف ہو جائے گا۔(46)

(43) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود...إلخ، مبحث شریف، ج10، ص192.

(44) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود...إلخ، مبحث شریف، ج10، ص192.

(45) المرجع السابق، ص179.

(46) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود...إلخ، مبحث شریف، ج10، ص192.

اطراف میں قصاص کا بیان

مسئلہ 1: اعضا میں قصاص وہیں ہوگا جہاں مماثلت (برابری، مساوات) کی رعایت کی جاسکے۔ یعنی جتنا اس نے کیا ہے اتنا ہی کیا جائے۔ یہ احتمال نہ ہو کہ اس سے زیادتی ہو جائے گی۔ (1)

مسئلہ 2: ہاتھ کو جوڑ پر سے کاٹ لیا ہے، اس کا قصاص لیا جائے گا، جس جوڑ پر سے کاٹا ہے اسی جوڑ پر سے اس کا بھی ہاتھ کاٹ لیا جائے۔ اس میں یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ اس کا ہاتھ چھوٹا تھا اور اس کا بڑا ہے کہ ہاتھ دونوں یکساں قرار پائیں گے۔ (2)

مسئلہ 3: کلائی یا پنڈلی درمیان میں سے کاٹ دی یعنی جوڑ پر سے نہیں کاٹی بلکہ آدھی یا کم وبیش کاٹ دی اس میں قصاص نہیں کہ یہاں مماثلت ممکن نہیں اس طرح ناک کی ہڈی کل یا اس میں سے کچھ کاٹ دی یہاں بھی قصاص نہیں۔ (3)

مسئلہ 4: پاؤں کاٹا یا ناک کا نرم حصہ کاٹا یا کان کاٹ دیا۔ ان میں قصاص ہے اور اگر ناک کے نرم حصہ میں سے کچھ کاٹا ہے تو قصاص واجب نہیں اور ناک کی نوک کاٹی ہے تو اس میں حکومت عدل ہے۔ کاٹنے والے کی ناک اس کی ناک سے چھوٹی ہے۔ تو جس کی ناک کاٹی ہے اس کو اختیار ہے کہ قصاص لے یا دیت اور اگر کاٹنے والے کی ناک میں کوئی خرابی ہے مثلاً وہ اخشم ہے جسے بو محسوس نہیں ہوتی یا اس کی ناک کچھ کٹی ہوئی ہے یا اور کسی قسم کا نقصان ہے تو اس کو اختیار ہے کہ قصاص لے یا دیت۔ (4)

مسئلہ 5: کان کاٹنے میں قصاص اس وقت ہے کہ پورا کاٹ لیا ہو۔ یا اتنا کاٹا ہو جس کی کوئی حد ہوتا کہ اتنا ہی اس کا کان بھی کاٹا جائے۔ اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو قصاص نہیں کہ مماثلت ممکن نہیں۔ کاٹنے والے کا کان چھوٹا ہے اور اس کا بڑا تھا۔ یا کاٹنے والے کے کان میں چھید (یعنی سوراخ) ہے یا یہ پھٹا ہوا ہے اور اس کا کان سالم تھا (یعنی پورا

---

(1) الدرالمختار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج10، ص195.

(2) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج10، ص195.

(3) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج10، ص195.

(4) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج10، ص195، 196.

تھا کٹا ہوا نہ تھا)، تو اسے اختیار ہے کہ قصاص لے یا دیت۔(5)

هٰذا مَا تَيَسَّرَلِيْ اِلَى الْاٰن وَمَاتَوْفِيْقِيْ اِلاَّ بِاللهِ وَهُوَ حَسْبِيْ وَنِعْمَ الْوَكِيْل نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْر وَاللهُ الْمَسْئُوْلُ اَنْ يُوَفِّقَنِيْ لِعَمَلِ اَهْلِ السَّعَادَةِ وَ يَرْزُقَنِيْ حُسْنَ الْخَاتِمَةِ عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَاَنَا الْفَقِيْرُ الْحَقِيْرُ اَبُوالْعَلَاء مُحَمَّدُ اَمْجَدُ عَلِى الْاَعْظَمِي غُفِرَلَهُ وَلِوَالِدَيْهِ وَلِمُحِبِّيْهِ وَلِاَسَاتِذَتِهِ۔

❁❁❁❁❁

یہاں سے جدید تصنیف کا آغاز ہوتا ہے۔

مسئلہ 1: زخموں کا قصاص صحت کے بعد لیا جائے گا۔(6)

مسئلہ 2: داہنے ہاتھ کی جگہ بایاں ہاتھ اور تندرست کی جگہ ایسا شل ہاتھ جو نا قابل انتفاع ہو اور عورت کے ہاتھ کے بدلے مرد کا ہاتھ اور مرد کے ہاتھ کے بدلے میں عورت کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔(7)

مسئلہ 3: آزاد کا ہاتھ غلام کے ہاتھ کے بدلے میں اور غلام کا ہاتھ آزاد کے ہاتھ کے بدلے میں نہیں کاٹا جائے گا اور غلام کے ہاتھ کے بدلے میں غلام کا ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے گا۔(8)

مسئلہ 4: مسلمان اور ذمی ایک دوسرے کے اعضاء کاٹ دیں تو ان میں قصاص لیا جائے گا اور یہی حکم ہے دو آزاد عورتوں اور مسلمہ و کتابیہ اور دونوں کتابیہ عورتوں کا۔(9)

---

(5) ردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج10، ص196.

(6) ردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج10، ص195.

(شامی ص485، جلد5، تبیین الحقائق ص128، جلد6، بحر الرائق ص340 جلد8، بدائع صنائع ص310، جلد7، طحطاوی ص268 جلد4)

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج6، ص9.

(عالمگیری ص9 جلد6، درمختار و شامی ص488 ج5، قاضی خاں علی الھندیہ ص433 ج3، بحر الرائق ص303 ج8، تبیین الحقائق ص112 ج6، مبسوط ص136 ج26، بدائع صنائع ص297 ج7)

(8) المرجع السابق.

(عالمگیری ص9 جلد6، درمختار و شامی ص488 جلد5، تبیین الحقائق ص112 جلد6، بحر الرائق ص306 جلد8، فتح القدیر ص271 جلد8، مبسوط ص136 جلد26، بدائع صنائع ص308 جلد7، مجمع الانہر ص625 جلد2، قاضی خان علی الھندیہ ص433 جلد3)

(9) المرجع السابق.

(عالمگیری ص9 جلد6، شامی ص488 جلد5، تبیین الحقائق ص112 ج6، مجمع الانہر ص626 جلد2)

مسئلہ 5: بالوں، سر اور بدن کی کھال اور رخساروں اور ٹھوڑی، پیٹ اور پیٹھ کے گوشت میں قصاص نہیں ہے۔(10)

مسئلہ 6: تھپڑ مارا یا گھونسہ مارا یا دبوچا تو ان کا قصاص نہیں ہے۔(11)

مسئلہ 7: دانت کے سوا کسی ہڈی میں قصاص نہیں ہے۔(12)

❁❁❁❁❁

---

(10) حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج4ص267۔

(عالمگیری ص9 جلد6، طحطاوی علی الدر ص267 جلد4، بدائع صنائع ص299 جلد7)

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6ص9۔

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6ص9۔

(عالمگیری ص9 جلد6، درمختار و شامی ص486 جلد5، بحرالرائق ص306 جلد8، تبیین الحقائق ص111، ج6، عنایہ و فتح القدیر ص270 جلد8، مبسوط ص135 جلد26، دررغرر غنیۃ ص96 جلد2)

آنکھ کا بیان

مسئلہ 8: کسی نے کسی کی آنکھ پر ایسی ضرب لگائی کہ جس سے صرف روشنی جاتی رہی اور بظاہر آنکھ میں اور کوئی عیب نہیں ہے تو اس طرح قصاص لیا جائے گا کہ مارنے والے کی آنکھ کی روشنی زائل ہو جائے اور کوئی دوسرا عیب پیدا نہ ہو۔(1)

مسئلہ 9: اگر آنکھ نکال لی یا اس طرح مارا کہ اندر دھنس گئی تو قصاص نہیں ہے، کیوں کہ مماثلت (برابری) نہیں ہوسکتی۔(2)

مسئلہ 10: اعضاء میں جہاں قصاص واجب ہوتا ہے وہاں ہتھیار سے مارنا اور غیر ہتھیار سے مارنا برابر ہے۔(3)

مسئلہ 11: اگر ضرب لگا کر آنکھ کا ڈھیلا (آنکھ کی پتلی) نکال دیا اور جس کا ڈھیلا نکالا گیا وہ کہتا ہے کہ میں اس پر تیار ہوں کہ جانی کی (یعنی ضرب لگانے والے کی) آنکھ پھوڑ دی جائے اور ڈھیلا نہ نکالا جائے تو بھی ایسا نہیں کیا جائے گا۔(4)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6،ص9.

(بزازیہ علی الھندیہ ص390 جلد6، عالمگیری ص9 جلد6، درمختار و شامی ص 486 جلد5، تبیین الحقائق ص111 جلد6، بحر الرائق ص 303 جلد8، فتح القدیر ص270 جلد8 وہدایہ، قاضی خان علی الھندیہ ص483 جلد3، مجمع الانہر ص625 جلد2، طحطاوی علی الدر ص268 جلد4، مبسوط ص152 جلد26، بدائع صنائع ص308 جلد7، درر غرر شرنبلالی ص65 جلد2)

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6،ص9.

(درمختار ص486 جلد5، عالمگیری ص9 جلد6، قاضی خاں علی الھندیہ ص438 جلد3، بحر الرائق ص303 جلد8، تبیین الحقائق ص111 جلد6، ہدایہ، فتح القدیر ص270 جلد8، مبسوط ص152 جلد26)

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6،ص9.

(عالمگیری ص9 جلد6، درمختار و شامی ص468 جلد5، بدائع صنائع ص310 جلد7، بحر الرائق ص287 جلد8، عنایہ ص253 جلد8، علی الھدایہ و فتح القدیر، بزازیہ علی الھندیہ ص390 ج6)

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6،ص9.

(عالمگیری ص9 جلد6، بدائع صنائع ص308 جلد7)

مسئلہ 12: اگر کسی نے کسی کی داہنی آنکھ ضائع کر دی اور جانی کی (آنکھ ضائع کرنے والے کی) بائیں آنکھ نہیں ہے تو بھی اس کی داہنی آنکھ پھوڑ کر اس کو اندھا کر دیا جائے گا۔(5)

مسئلہ 13: بھینگے کی ایسی آنکھ جس میں پوری روشنی تھی، قصداً پھوڑ دی تو اس کا قصاص لیا جائے گا اور اگر اتنا بھینگا ہے کہ کم دیکھتا ہے تو اس صورت میں انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔(6)

مسئلہ 14: کم نظر بھینگے نے کسی کی اچھی آنکھ پھوڑ دی تو اس شخص کو اختیار ہے چاہے تو قصاص لے اور نقصان پر راضی ہوجائے اور چاہے تو جانی کے مال سے آدھی دیت لے لے۔(7)

مسئلہ 15: جس شخص کی داہنی آنکھ میں جالا ہے اور وہ اس سے کچھ دیکھتا ہے اس نے کسی شخص کی داہنی آنکھ ضائع کر دی تو جس کی آنکھ ضائع کی گئی ہے اس کو اختیار ہے کہ اس کی ناقص آنکھ ضائع کر دے یا آنکھ کی دیت لے لے اور اگر وہ جالے والی آنکھ سے کچھ نہیں دیکھتا تو قصاص نہیں ہے۔ اور اگر اس شخص نے جس کی آنکھ ضائع ہوئی تھی ابھی کچھ اختیار نہیں کیا تھا کہ کسی اور شخص نے اس آنکھ پھوڑنے والے کی آنکھ پھوڑ دی تو پہلے والے کا حق اس کی آنکھ میں باطل ہو گیا اور اگر پہلے جس کی آنکھ پھوڑی گئی تھی۔ اس نے دیت اختیار کر لی تھی، پھر کسی شخص نے جانی کی آنکھ پھوڑ دی تو اگر اس کا اختیار صحیح تھا تو اس کا حق آنکھ سے دیت کی طرف منتقل ہو جائے گا اور آنکھ کے ضائع ہونے سے اس کا حق باطل نہیں ہوگا اور اگر اس کا اختیار صحیح نہیں تھا تو اس کا حق باطل ہو جائے گا۔ اختیار صحیح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جنایت کرنے والے نے اختیار دیا ہو اور اگر اس نے خود ہی دیت کو اختیار کر لیا ہے تو اختیار صحیح نہیں ہے اور اس صورت میں جس میں اختیار صحیح نہیں ہے اگر جانی کی جالے والی آنکھ میں روشنی آگئی تو پھر قصاص لے سکتا ہے اور اس صورت میں جس میں اختیار صحیح ہے قصاص کی طرف رجوع نہیں کر سکتا۔(8)

مسئلہ 16: کسی کی جالے والی ایسی آنکھ کو نقصان پہنچایا جس میں روشنی ہے اور جانی کی آنکھ بھی ایسی ہے تو قصاص

---

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6،ص9.

(عالمگیری ص9 جلد6، درمختار ص486 جلد5، قاضی خان علی الھندیہ ص438 جلد3، بزازیہ علی الھندیہ ص390 جلد6)

(6) الدرالمختار ورد المحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج10،ص196.

(عالمگیری ص9 جلد6، قاضی خان علی الھندیہ ص439 جلد3، درمختار وشامی ص486 ج5، طحطاوی علی الدر ص268 جلد4، بزازیہ علی الھندیہ ص390 جلد6)

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6،ص9.

(عالمگیری ص9 جلد6، قاضی خان علی الھندیہ ص439 جلد3، طحطاوی علی الدر ص269 جلد4، بزازیہ علی الھندیہ ص390 جلد6)

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6،ص9،10.

نہیں ہے۔(9)

مسئلہ 17: اگر کسی کی آنکھ پر اس طرح ضرب لگائی کہ کچھ پتلی پر جالا (جھلی) آگیا یا آنکھ کو زخمی کر دیا یا اس میں چھالا یا جالا آگیا یا آنکھ میں کوئی ایسا عیب پیدا کر دیا کہ اس سے روشنی کم ہوگئی تب بھی انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔(10)

مسئلہ 18: اگر کسی کی بائیں آنکھ پھوڑ دی تو جانی کی (یعنی آنکھ پھوڑنے والے کی) داہنی آنکھ سے اور اگر داہنی آنکھ پھوڑ دی تو بائیں آنکھ سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔(11)

مسئلہ 19: کسی کی آنکھ پر مارا کہ جالا آگیا پھر جالا جاتا رہا اور وہ دیکھنے لگا تو مارنے والے پر کچھ نہیں ہے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب پوری نظر واپس آجائے لیکن اگر بینائی میں نقصان رہا تو انصاف سے تاوان لیا جائے گا۔(12)

مسئلہ 20: اگر کسی بچے کی آنکھ پیدائش کے فوراً بعد یا چند روز بعد پھوڑ دی اور جانی کہتا ہے کہ بچہ آنکھ سے نہیں دیکھتا تھا یا کہتا ہے کہ مجھے اس کے دیکھنے یا نہ دیکھنے کا علم نہیں تو اس کی بات مان لی جائے گی اور اسے تاوان دینا ہوگا جس کا فیصلہ انصاف سے کیا جائے گا اور اگر یہ علم ہو جائے کہ بچے نے اس آنکھ سے دیکھا ہے۔ اس طرح کہ دو گواہ بچے کی آنکھ کی سلامتی کی گواہی دیں تو غلطی سے پھوڑنے کی صورت میں نصف دیت اور قصداً پھوڑنے کی صورت میں

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص10۔

(شامی ص486 ج5، عالمگیری ص10 ج6، طحطاوی علی الدر از محیط ص268 ج4)

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص10۔

(شامی عن تاتار خانیہ ص 486 ج 5، عالمگیری ص 10 ج 6، درمختار و شامی از خانیہ ص 486 ج 5، مجمع الانہر ص 625 ج 2، طحطاوی علی الدر ص268 ج4، بدائع صنائع ص308 ج7)

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص10۔

ورد المحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج10، ص196۔

(شامی ص486 ج5، عالمگیری ص 10 ج6، بزازیہ علی الھندیہ ص360 ج6، مجمع الانہر ص 625 ج 2، قاضی خان علی الھندیہ ص 433 ج2، بحر الرائق ص303 ج8)

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص10۔

ورد المحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج6، ص197۔

(عالمگیری ص10 ج6، مجمع الانہر ص125 ج2، طحطاوی علی الدر ص268 ج4، شامی ص486 ج5)

قصاص ہے۔(13)

مسئلہ 21: جس کی آنکھ پھوڑی گئی اس کی آنکھ پھوڑنے والے کی آنکھ سے چھوٹی ہو یا بڑی بہر صورت قصاص لیا جائے گا۔(14)

مسئلہ 22: کسی کی آنکھ میں چوٹ لگ گئی یا زخم آگیا ڈاکٹر نے اس شرط پر علاج کیا کہ اگر روشنی چلی گئی تو میں ضامن ہوں پھر اگر روشنی چلی گئی تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔(15)

❁❁❁❁❁

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6،ص10.

(عالمگیری ص10 ج6، قاضی خان ص 439 ج3، بحرالرائق ص 337 ج8، قاضی خان علی الھندیہ ص439 ج3، تبیین الحقائق ص 135ج6)

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6،ص10.

(شامی ص486 جلد5، عالمگیری ص10 جلد6، مجمع الانہر ص625 جلد2، طحطاوی علی الدر ص268 جلد4، بحرالرائق ص303 جلد8، تبیین الحقائق ص111 جلد6، بزازیہ ص390 جلد6)

(15) البزازیۃ علی الھندیۃ، کتاب الجنایات، (الفصل) الثالث فی الاطراف، ج6،ص391.

(بزازیہ علی الھندیہ ص391 ج6)

کان

مسئلہ 23: جب کسی کا پورا کان قصداً کاٹ دیا جائے تو قصاص ہے اور اگر کان کا بعض حصہ کاٹ دیا جائے اور اس میں برابری کی جاسکتی ہو تو بھی قصاص ہے ورنہ نہیں۔(1)

مسئلہ 24: کسی نے کسی کا کان قصداً کاٹا اور کاٹنے والے کا کان چھوٹا یا پھٹا ہوا یا چرا ہوا ہے اور جس کا کان کاٹا گیا اس کا کان بڑا یا سالم ہے تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے وہ قصاص لے اور چاہے تو نصف دیت لے اور اگر جس کا کان کاٹا گیا ہے اس کا کان ناقص تھا تو انصاف کے ساتھ تاوان ہے۔(2)

مسئلہ 25: اگر کسی شخص نے کان کھینچا اور کان کی لو جدا کر لی تو اس میں قصاص نہیں۔ اس پر اپنے مال میں دیت ہے۔(3)

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص10۔

(عالمگیری ص10 جلد6، شامی ص486 جلد5، طحطاوی علی الدر ص268 جلد4، بحر الرائق ص302 جلد8، بدائع صنائع ص308 جلد7، غنیۃ ص95 ج2، بزازیہ علی الھندیہ ص398 جلد6)

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص10۔

(شامی ص486 جلد5، عالمگیری ص10 جلد6، بحر الرائق ص303 جلد8، طحطاوی علی الدر ص468 جلد4

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص10۔

(عالمگیری ص10 جلد6، بحر الرائق ص303 جلد8، طحطاوی علی الدر ص268 ج4)

ناک

مسئلہ 26: اگر ناک کا نرم حصہ پورا قصداً کاٹ دیا تو اس میں قصاص ہے اور اگر بعض حصہ کاٹا تو اس میں قصاص نہیں ہے۔(1)

مسئلہ 27: اگر ناک کے بانسے یعنی ہڈی کا کچھ حصہ عمداً کاٹ دیا تو قصاص نہیں ہے۔(2)

مسئلہ 28: اگر ناک کی پھننگ یعنی نرم حصہ کا بعض کاٹ دیا تو انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔(3)

مسئلہ 29: اگر ناک کاٹنے والے کی ناک چھوٹی ہے تو مقطوع الانف کو (یعنی جس کی ناک کاٹی اس کو) اختیار ہے کہ چاہے قصاص اور چاہے اَرش (4) لے۔(5)

مسئلہ 30: اگر ناک کاٹنے والے کی ناک میں سونگھنے کی طاقت نہیں یا اس کی ناک کٹی ہوئی ہے یا اس کی ناک میں اور کوئی نقص ہے تو جس کی ناک کاٹی گئی ہے اس کو اختیار ہے کہ چاہے تو اس کی ناک کاٹ لے اور چاہے تو دیت لے لے۔(6)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6 ص10.

(شامی ص485 جلد5، عالمگیری ص10 جلد6، طحطاوی علی الدرص268 ج4، بدائع صنائع ص308 جلد7)

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6 ص10.

(شامی ص485 جلد5، عالمگیری ص10 جلد6، بدائع صنائع ص308 جلد7، قاضی خان علی الھندیہ ص435 جلد3، طحطاوی علی الدرص268 جلد4)

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6 ص10.

وردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج10، ص196.

(عالمگیری ص10 جلد6، شامی ص485 جلد5، قاضی خان علی الھندیہ ص435 جلد3، طحطاوی علی الدرص268 ج4، بدائع صنائع ص308 جلد7)

(4) یعنی وہ مال لے لے جو مادون النفس (قتل کے علاوہ) میں لازم ہوتا ہے۔

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص10.

(عالمگیری ص10 جلد6، شامی ص485 جلد5، طحطاوی علی الدرص268 جلد4)

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص10.

(عالمگیری ص10 جلد6، شامی ص485 جلد5، طحطاوی علی الدرص268 جلد4)

ہونٹ

مسئلہ 31: اگر کسی نے کسی کا پورا ہونٹ قصداً کاٹ دیا تو قصاص ہے، اوپر کے ہونٹ میں اوپر کے ہونٹ سے، اور نیچے کے ہونٹ میں نیچے کے ہونٹ سے قصاص لیا جائے گا اور اگر بعض ہونٹ کاٹ دیا تو قصاص نہیں ہے۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص10۔

(عالمگیری ص11 ج6، ہدایہ ص555 جلد4، بحر الرائق ص303 جلد8، تبیین الحقائق ص112 ج4، طحطاوی علی الدر ص270 جلد4، بدائع صنائع ص308، ج7)

زبان

مسئلہ 32: زبان پوری کاٹی جائے یا بعض اس میں قصاص نہیں ہے۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص11.

(عالمگیری ص11 جلد6، بحرالرائق ص306 جلد8، تبیین الحقائق ص112 جلد6، قاضی خاں علی الھندیہ ص437 جلد3، درمختار وشامی ص489 جلد5، مجمع الانہر ص626 جلد2، طحطاوی علی الدر ص270 جلد4، بدائع صنائع ص308 جلد7)

دانت

مسئلہ 33: دانت میں مماثلت (برابری) کے ساتھ قصاص ہے یعنی داہنے کے بدلے میں بایاں اور بائیں کے بدلے میں دایاں اوپر والے کے بدلے میں نیچے والا اور نیچے والے کے بدلے میں اوپر والانہیں توڑا جائے گا۔ سامنے والے کے بدلے میں سامنے والا، کیلے (یعنی نوکیلے دانت) کے بدلے میں کیلا اور ڈاڑھ کے بدلے میں ڈاڑھ توڑی جائے گی۔(1)

مسئلہ 34: دانت میں چھوٹے بڑے ہونے کا اعتبار نہیں ہے۔ چھوٹے کے بدلے میں بڑا اور بڑے کے بدلے میں چھوٹا توڑا جائے گا۔(2)

مسئلہ 35: سِنِ زائد (فالتو دانت) میں قصاص نہیں ہے۔ اس میں انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔(3)

مسئلہ 36: اگر کسی نے دانت کا بعض حصہ قصداً توڑ دیا تو اگر مماثلت کے ساتھ قصاص ممکن ہو تو قصاص لیا جائے گا ورنہ دیت لازم ہوگی۔(4)

مسئلہ 37: اگر کسی کے دانت کا بعض حصہ توڑ دیا اور بعد میں بقیہ بعض خود گر گیا تو اس صورت میں قصاص نہیں ہے۔(5)

---

(1) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج10، ص197۔199۔

(عالمگیری ص11 جلد6، درمختار و شامی ص488 جلد5، بحر الرائق ص304 جلد8، بزازیہ علی الھندیہ ص391 جلد6)

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص11۔

(عالمگیری ص11 جلد6، درمختار و شامی ص488 جلد5، قاضی خان علی الھندیہ ص438 جلد3، بحر الرائق ص304 جلد8، مجمع الانہر ص625 جلد2، طحطاوی علی الدر ص269 جلد4، بزازیہ علی الھندیہ ص392 جلد6)

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص11۔

(عالمگیری ص11 جلد6، شامی ص486 جلد5، طحطاوی علی الدر ص269 جلد4، بزازیہ علی الھندیہ ص391 جلد6، بحر الرائق ص304 جلد8)

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص11۔

(عالمگیری ص11 جلد6، شامی ص487 جلد5، طحطاوی ص269 جلد4، بزازیہ علی الھندیہ ص392 جلد6، بحر الرائق ص304، جلد8)

(5) رد المحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج10، ص198۔

←

مسئلہ 38: کسی شخص کے دانت کو ایسا مارا کہ دانت ہل گیا مگر اکھڑا نہیں۔ پھر دوسرے شخص نے اس کو اکھیڑ دیا تو اس صورت میں ہر ایک پر انصاف کے ساتھ تاوان ہے۔(6)

مسئلہ 39: دانت کا بعض حصہ توڑ دیا۔ پھر باقی حصہ کالا یا سرخ یا سبز ہوگیا یا اس میں کوئی عیب اس کے توڑنے کی وجہ سے پیدا ہوگیا تو قصاص نہیں ہے دیت ہے۔(7)

مسئلہ 40: دو شخص اکھاڑے میں (کشتی کے میدان میں) اس لیے اترے تھے کہ مکے بازی کریں گے پس ایک نے دوسرے کو اس طرح مارا کہ اس کا دانت اکھڑ گیا تو مارنے والے پر قصاص ہے اور اگر ہر ایک نے دوسرے سے کہا کہ مار مار اور ایک نے دوسرے کو مکہ مار کر دوسرے کا دانت توڑ دیا تو اس پر کچھ نہیں ہے۔(8)

مسئلہ 41: اگر کسی نے قصداً کسی کے سامنے کے دانت اکھیڑ دیئے اور اکھیڑنے والے سے قصاص لے لیا گیا۔ پھر جس سے قصاص لیا گیا تھا اس کے دانت دوبارہ نکل آئے تو اس کے دانت دوبارہ نہیں اکھیڑے جائیں گے۔(9)

مسئلہ 42: زید نے بکر کا دانت اکھیڑ دیا اور بکر نے قصاص میں زید کا دانت اکھیڑ دیا اس کے بعد بکر کا دانت اُگ گیا تو زید کو بکر دانت کی دیت دے گا۔ اور اگر دانت ٹیڑھا اُگا تو بکر انصاف کے ساتھ زید کو تاوان دے گا اور اگر آدھا اُگا تو نصف دیت دے گا۔(10)

(شامی ص 487 جلد 5، تبیین الحقائق ص 137 جلد 6، بزازیہ علی الھندیہ ص 394 جلد 6، عالمگیری ص 11 جلد 6)

(6) ردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج10، ص198.

(شامی ص 487 جلد 5، بزازیہ علی الھندیہ ص 392 جلد 6)

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص11.

(عالمگیری ص 11 جلد 6، طحطاوی ص 269 جلد 4، درمختار و شامی ص 487 جلد 5، مجمع الانہر ص 647 جلد 2، بزازیہ علی الھندیہ ص 391 جلد 6، بحر الرائق ص 304 جلد 8، تبیین الحقائق ص 137، جلد 6)

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص11.

(عالمگیری ص 11 جلد 6، بحر الرائق ص 305 جلد 8، تبیین الحقائق ص 137 جلد 6)

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص11.

(عالمگیری ص 11 جلد 6، بحر الرائق ص 305 جلد 8، تبیین الحقائق ص 137 جلد 6)

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص11.

(عالمگیری ص 11 جلد 6، قاضی خان برحاشیہ عالمگیری ص 437 جلد 3، بحر الرائق ص 305 جلد 8، بزازیہ علی الھندیہ ص 395 جلد 6، فتح القدیر، ہدایہ عنایہ ص 320 جلد 8، تبیین الحقائق ص 137 جلد 6)

مسئلہ 43: کسی کے دانت کو ایسا مارا کہ دانت کالا ہوگیا اور مارنے والے کے دانت کالے یا پیلے یا سرخ یا سبز ہیں تو جس پر جنایت کی گئی ہے اس کو اختیار ہے کہ چاہے قصاص لے لے اور چاہے تو دیت لے لے۔(11)

مسئلہ 44: کسی کے دانت کو ایسا مارا کہ دانت کالا ہوگیا پھر دوسرے شخص نے یہ دانت اکھیڑ دیا تو پہلے والے پر پوری دیت لازم ہے اور دوسرے پر انصاف کے ساتھ تاوان ہے۔(12)

مسئلہ 45: کسی شخص کا عیب دار دانت توڑا تو اس میں انصاف کے ساتھ تاوان ہے۔(13)

مسئلہ 46: اگر کسی کے دانت پر مارا اور دانت گر گیا تو قصاص لینے میں زخم کے مندمل ہونے کا (یعنی زخم کے ٹھیک ہونے کا) انتظار کیا جائے گا، لیکن ایک سال تک انتظار نہیں ہوگا۔(14)

مسئلہ 47: اگر کسی نے بچے کے دانت اکھیڑ دیئے تو ایک سال تک انتظار کیا جائے گا اور چاہیے کہ جنایت کرنے والے سے ضامن لے لیں پھر اگر اکھڑے دانت کی جگہ سے دوسرا دانت اگ آئے تو کچھ نہیں اور اگر دانت نہیں اگا تھا اور ایک سال پورا ہونے سے پہلے بچہ مر گیا تو بھی کچھ نہیں ہے۔(15)

مسئلہ 48: کسی نے کسی کے دانت پر ایسا مارا کہ دانت ہل گیا تو ایک سال تک انتظار کیا جائے گا۔ عام ازیں کہ جس کو مارا ہے وہ بالغ ہو یا نابالغ، ایک سال تک اگر دانت نہ گرا تو مارنے والے پر کچھ نہیں اور اگر سال کے اندر گر گیا

---

(11) ردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج10، ص197۔

والبحرالرائق، کتاب الجنایات، باب القصاص فیمادون النفس، ج9، ص37۔

(شامی ص486 جلد5، قاضی خان برحاشیہ عالمگیری ص438 جلد3، عالمگیری ص12 جلد6، بحر الرائق ص305 جلد8)

(12) ردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج10، ص198

(شامی ص487 جلد5، قاضی خان برحاشیہ عالمگیری ص438 جلد3، بحر الرائق ص305 جلد8)

(13) ردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج10، ص197۔

(شامی ص486 جلد5، عالمگیری ص12 جلد6، بزازیہ علی الھندیہ ص392 جلد6، بحر الرائق ص305 جلد8)

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج6، ص11۔

(عالمگیری ص11 ج6، شامی ص487 ج5، بزازیہ علی الھندیہ ص392 ج6، طحطاوی علی الدر ص269 ج4، تبیین الحقائق ص137 ج6، فتح القدیر ص320 ج8)

(15) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج10، ص198، 199۔

(شامی ص487 جلد5، عالمگیری ص11 جلد6، طحطاوی علی الدر ص269 جلد4، بزازیہ علی الھندیہ ص392 جلد6، فتح القدیر ص321 جلد8)

اور قصداً مارا تھا تو قصاص واجب ہے اور اگر خطأ مارا ہے تو دیت واجب ہے۔(16)

مسئلہ 49: دانت ہلنے کی صورت میں قاضی نے ایک سال کی مہلت دی تھی اور سال پورا ہونے سے پہلے مضروب (جسے مارا تھا) کہتا ہے کہ اسی ضرب کی وجہ سے میرا دانت گر گیا۔ مگر ضارب (مارنے والا) کہتا ہے کہ کسی دوسرے کے مارنے سے اس کا دانت گرا ہے تو مضروب کا قول معتبر ہے اور اگر سال پورا ہونے کے بعد مضروب نے یہ دعویٰ کیا تو ضارب کا قول معتبر ہوگا۔(17)

مسئلہ 50: کسی کے ہاتھ کو دانتوں سے کاٹا، اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اس کے دانت اکھڑ گئے تو دانتوں کا تاوان نہیں ہے۔(18)

مسئلہ 51: کسی شخص کے کپڑے کو دانتوں سے پکڑ لیا اور اس نے اپنا کپڑا کھینچا اور کپڑا پھٹ گیا تو دانتوں سے پکڑنے والا کپڑے کا نصف تاوان دے گا اور اگر کپڑا دانتوں سے پکڑ کر کھینچا کہ پھٹ گیا تو کپڑے کا کل تاوان دے گا۔(19)

مسئلہ 52: کسی نے کسی کا دانت اکھیڑ دیا اس کے بعد نصف دانت اگ آیا تو قصاص نہیں ہے بلکہ نصف دیت ہے اور اگر پیلا اگا یا ٹیڑھا اگا تو انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔(20)

مسئلہ 53: اگر کسی نے کسی کے بتیسوں دانت توڑ دیئے تو اس پر 3/5-1 دیت لازم ہوگی۔(21)

مسئلہ 54: اگر کسی نے کسی کا دانت اکھیڑ دیا اس کے بعد اس کا پورا دانت صحیح حالت میں دوبارہ نکل آیا تو جانی

---

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص11.

(عالمگیری ص11 جلد6، طحطاوی علی الدر ص269 جلد4)

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص12.

(عالمگیری ص12 جلد6، بحر الرائق ص304 جلد8، بدائع صنائع ص316 ج7، تبیین الحقائق ص137 جلد6)

(18) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، ج2، ص387.

(قاضی خان علی الھندیہ ص437 جلد3، بزازیہ علی الھندیہ ص395 جلد6)

(19) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، ج2، ص387.

(قاضی خان علی الھندیہ ص437 جلد3)

(20) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الجنایات، فصل فی الشجاج، ج10، ص255.

(درمختار وشامی ص515 جلد5، بحر الرائق ص305 جلد8، طحطاوی ص284 جلد4، مجمع الانھر وملتقی الابحر ص647 ج2)

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص25.

(بحر الرائق ص304 جلد8، درمختار وشامی ص509 جلد5، طحطاوی علی الدر ص281 جلد4، مجمع الانھر وملتقی الابحر ص642 جلد2، ←

پر قصاص و دیت نہیں ہے مگر علاج معالجہ کا خرچہ اس سے وصول کیا جائے گا۔(22)

مسئلہ 55: اگر کسی نے کسی کا کوئی دانت اکھیڑ دیا اور اس وقت اکھیڑنے والے کا وہ دانت نہیں تھا مگر جنایت کے بعد نکل آیا تو قصاص نہیں ہے، دیت ہے، خواہ جنایت کے وقت جانی کا (اکھیڑنے والے کا) یہ دانت نکلا ہی نہ ہو، یا نکلا ہو مگر اکھڑ گیا ہو۔(23)

مسئلہ 56: مریض نے ڈاکٹر سے دانت اکھیڑنے کو کہا، اس نے ایک دانت اکھیڑ دیا، مگر مریض کہتا ہے کہ میں نے دوسرے دانت کو اکھیڑنے کے لیے کہا تھا تو مریض کا قول یمین کے ساتھ مان لیا جائے گا اور مریض کے قسم کھانے کے بعد ڈاکٹر پر دانت کی دیت واجب ہوگی۔(24)

مسئلہ 57: کسی نے کسی کا دانت قصداً اکھیڑ دیا اور جانی کے دانت کالے یا پیلے یا سرخ یا سبز ہیں تو جس کا دانت اکھیڑا گیا ہے اس کو اختیار ہے کہ چاہے قصاص لے اور چاہے دیت لے لے۔(25)

مسئلہ 58: کسی بچے نے بچے کا دانت اکھیڑ دیا تو جس کا دانت اکھیڑا گیا ہے اس کے بالغ ہونے تک انتظار کیا جائے گا، بلوغ کے بعد اگر صحیح دانت نکل آیا تو کچھ نہیں اور اگر نہیں نکلا یا عیب دار نکلا تو دیت لازم ہے۔(26)

مسئلہ 59 (الف): کسی نے کسی کے دانت پر ایسی ضرب لگائی کہ دانت کالا یا سرخ یا سبز ہو گیا یا بعض حصہ ٹوٹ گیا اور بقیہ کالا یا سرخ یا سبز ہو گیا تو قصاص نہیں ہے، دانت کی پوری دیت واجب ہے۔(27)

عالمگیری ص25 جلد6، بزازیہ ص391 جلد6، بدائع صنائع ص315 جلد7، تبیین الحقائق ص131 جلد6)

(22) البحر الرائق، کتاب الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس، ج9، ص36.

(بحر الرائق ص305 ج8، طحطاوی علی الدر ص269 ج4، درمختار و شامی ص515 جلد5، بزازیہ ص391 ج6، مبسوط ص71 جلد26، ہدایہ و عنایہ علی الفتح ص320 ج8، تبیین الحقائق ص137 ج6)

(23) البحر الرائق، کتاب الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس، ج9، ص36.

(24) البحر الرائق، کتاب الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس، ج9، ص37.

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص12.

(بحر الرائق ص305 جلد8، عالمگیری ص12 جلد6)

(26) البزازیۃ علی الھندیۃ، کتاب الجنایات، (الفصل) الثالث فی الاطراف، ج6، ص392.

والدر المختار ورد المحتار، کتاب الجنایات، فصل فی الشجاج، ج10، ص255.

(27) البحر الرائق، کتاب الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس، ج9، ص35.

(تبیین الحقائق ص137 جلد6، طحطاوی ص369 جلد4، بدائع صنائع ص315 جلد7، بحر الرائق ص304 ج8)

انگلیاں

مسئلہ 59 (ب): انگلیاں اگر جوڑ پر سے کاٹی جائیں تو ان میں قصاص لیا جائے گا اور اگر جوڑ پر سے نہ کاٹی جائیں تو قصاص نہیں ہے۔ (1)

مسئلہ 60: ہاتھ کی انگلی کے بدلے میں پیر کی انگلی اور پیر کی انگلی کے بدلے میں ہاتھ کی انگلی نہیں کاٹی جائے گی۔ (2)

مسئلہ 61: داہنے ہاتھ کی انگلی کے بدلے میں بائیں ہاتھ کی اور بائیں ہاتھ کی انگلی کے بدلے میں دائیں ہاتھ کی انگلی نہیں کاٹی جائے گی۔ (3)

مسئلہ 62: ناقص انگلیوں والے ہاتھ کے بدلے میں صحیح ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (4)

مسئلہ 63: کسی نے چھٹی انگلی کو کاٹ دیا اور کاٹنے والے کے ہاتھ میں بھی چھٹی انگلی ہے تو بھی قصاص نہیں لیا جائے گا۔ (5)

مسئلہ 64: اگر ایسی ہتھیلی کاٹ دی جس کی گرفت میں حارج (حائل، رکاوٹ) زائد انگلی تھی تو قصاص نہیں ہے۔ اور اگر گرفت میں انگلی حارج نہیں تھی تو قصاص لیا جائے گا۔ (6)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص12.
(عالمگیری ص 12 جلد 6، قاضی خاں علی الھندیہ ص 438 جلد 3، بحر الرائق ص 307 جلد 8)

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص12.

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص12.
(عالمگیری ص 12 جلد 6، بزازیہ علی الھندیہ ص 393 جلد 6، طحطاوی علی الدرص 268 جلد 4، بدائع صنائع ص 297 جلد 7)

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص12.

(5) البحر الرائق، کتاب الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس، ج9، ص39.
(عالمگیری ص 12 جلد 6، بدائع صنائع ص 303 جلد 7، بحر الرائق ص 306 جلد 8)

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص12.
(عالمگیری عن المحیط ص 12 جلد 6، بدائع صنائع ص 303 جلد 7)

مسئلہ 65: اگر کوئی شخص کسی کے ہاتھ کی انگلی کاٹ لے جس سے اس کی ہتھیلی شل ہو جائے یا جوڑ سے انگلی کا ایک پورا کاٹ لے جس سے بقیہ انگلی یا ہتھیلی شل ہو جائے تو انگلی کا قصاص نہیں ہے۔ ہاتھ یا شل انگلی کی دیت ہے۔(7)

❁❁❁❁❁

(7) بدائع الصنائع، کتاب الجنایات، ج6، ص402.

ہاتھ کے مسائل

مسئلہ 66: اگر کسی کا ایسا زخمی ہاتھ کاٹا گیا جس کا زخم گرفت میں حارج نہ تھا تو قصاص لیا جائے گا اور اگر زخم گرفت میں حارج تھا تو انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔(1)

مسئلہ 67: اگر کالے ناخن والا ہاتھ کاٹا تو اس کا قصاص لیا جائے گا۔(2)

مسئلہ 68: اگر کسی کا صحیح ہاتھ کاٹ دیا اور کاٹنے والے کا ہاتھ شل (یعنی بے حس و بے حرکت) یا ناقص ہے تو مقطوع الید کو (یعنی جس کا ہاتھ کٹا ہے اس کو) اختیار ہے، چاہے تو ناقص ہاتھ کاٹ دے یا چاہے تو پوری دیت لے لے یہ اختیار اس صورت میں ہے کہ ناقص ہاتھ کارآمد ہو (یعنی اس سے کام وغیرہ کر سکتا ہو) ورنہ دیت پر اکتفا کیا جائے گا۔(3)

مسئلہ 69: زید نے بکر کا ہاتھ کاٹا اور زید کا ہاتھ شل یا ناقص تھا اور بکر نے ابھی اختیار سے کام نہیں لیا تھا کہ کسی شخص نے زید کا ناقص ہاتھ ظلماً کاٹ دیا یا کسی آفت سے ضائع ہوگیا تو بکر کا حق باطل ہو جائے گا۔ اور اگر زید کا ناقص ہاتھ قصاص یا چوری کے جرم میں کاٹ دیا گیا تو بکر دیت کا حق دار ہے۔(4)

مسئلہ 70: اگر کسی نے کسی کی انگلی یا ہاتھ کا کچھ حصہ کاٹ دیا پھر دوسرے شخص نے باقی ہاتھ کاٹ دیا اور زخمی مر گیا تو جان کا قصاص دوسرے شخص پر ہے، پہلے پر نہیں، پہلے کی انگلی یا ہاتھ کاٹا جائے گا۔(5)

مسئلہ 71: کسی کا ہاتھ قصداً کاٹا پھر کاٹنے والے کا ہاتھ آکلہ (ایک قسم کی بیماری جو متاثرہ عضو کو کھاتی اور گلاتی

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص12.
(عالمگیری ص12 جلد6، شامی ص490 جلد5)

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص12.
(عالمگیری ص12 جلد2، شامی ص490 جلد5)

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص12.
(عالمگیری ص12 جلد6، درمختار و شامی ص489 جلد5، تبیین الحقائق ص112 جلد6)

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص12.

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص15.

ہے) کی وجہ سے یا ظلماً کاٹ دیا گیا تو قصاص اور دیت دونوں باطل ہو جائیں گے اور اگر کاٹنے والے کا ہاتھ کسی دوسرے قصاص یا چوری کی سزا میں کاٹا گیا تو پہلے مقطوع الید کو دیت دے گا۔(6)

مسئلہ 72: کسی شخص کی دو انگلیاں کاٹ دیں اور کاٹنے والے کی صرف ایک انگلی ہے تو یہ ایک انگلی کاٹ دی جائے گی اور دوسری انگلی کی دیت واجب ہوگی۔(7)

مسئلہ 73: کسی شخص کا ہاتھ پہنچے سے (کلائی سے) کاٹ دیا اور قاطع سے (ہاتھ کاٹنے والے سے) اس کا قصاص لے لیا گیا اور زخم بھی اچھا ہو گیا پھر ان میں سے کسی نے دوسرے کا پہنچے سے کٹا ہوا ہاتھ کہنی سے کاٹ دیا تو قصاص نہیں لیا جائے گا۔(8)

مسئلہ 74: کسی شخص نے کسی کے داہنے ہاتھ کی انگلی جوڑ سے کاٹی پھر اسی قاطع نے کسی دوسرے شخص کا داہنا ہاتھ کاٹ دیا، یا پہلے کسی کا داہنا ہاتھ کاٹا، پھر دوسرے کے داہنے ہاتھ کی انگلی کاٹ دی اس کے بعد دونوں مقطوع آئے اور انھوں نے دعویٰ کیا تو قاضی پہلے قاطع کی انگلی کاٹے گا اس کے بعد مقطوع الید کو اختیار ہے کہ چاہے تو مابقی ہاتھ کو کاٹ دے اور چاہے تو دیت لے لے اور اگر مقطوع الید پہلے آیا اور اس کی وجہ سے قاطع کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، پھر انگلی کٹا آیا تو اس کے لیے دیت ہے۔(9)

مسئلہ 75: اگر کسی نے کسی کی انگلی کا ناخن والا پورا کاٹ دیا، پھر دوسرے شخص کی اسی انگلی کو جوڑ سے کاٹ دیا اور پھر تیسرے شخص کی اسی انگلی کو جڑ سے کاٹ دیا اور تینوں انگلیوں کے لیے قاضی کے پاس حاضر ہوئے اور اپنا حق طلب کیا تو قاضی پہلے پورے والے کے حق میں قاطع کا پہلا پورا یعنی ناخن والا کاٹ دے گا پھر درمیان والے کو اختیار دے گا کہ چاہے تو درمیان سے قاطع کی انگلی کاٹ دے اور پہلے پورے کی دیت نہ لے اور چاہے تو انگلی کی دیت میں سے 2-3 دو تہائی لے لے۔ پھر جب درمیان والے نے انگلی کاٹ دی تو تیسرے کو یعنی جس کی انگلی جڑ سے کاٹی گئی تھی اس کو اختیار ہے کہ چاہے تو قاطع کی انگلی جڑ سے کاٹ دے اور دیت کچھ نہ لے اور چاہے تو پوری انگلی کی دیت قاطع کے مال

---

(6) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، ج2، ص386.

(قاضی خاں علی الھندیۃ ص43 جلد3)

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص، ج6، ص13.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص13.

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص13.

(عالمگیری ص13 جلد6، مبسوط ص143 جلد26، بدائع صنائع ص300 جلد7)

سے لے لے اور اگر تین میں سے قاضی کے پاس ایک آیا اور دو غائب اور جو آیا وہ پہلے پورے والا ہے تو اس کے حق میں قاطع کی انگلی کا پہلا پورا کاٹا جائے گا۔ پورا کاٹنے کے بعد اگر دونوں غائبین بھی آگئے تو ان کو مذکورہ بالا اختیار ہوگا۔ اور اگر پہلے وہ آیا جس کی پوری انگلی کاٹی تھی دوسرے دونوں نہیں آئے اور قاضی نے قاطع کی پوری انگلی کاٹ دی پھر دوسرے دونوں آگئے تو ان کے لیے دیت ہے۔(10)

مسئلہ 76: اگر کسی کا پہنچا کاٹ دیا پھر اسی قاطع نے دوسرے شخص کا وہی ہاتھ کہنی سے کاٹ دیا پھر دونوں مقطوع قاضی کے پاس آئے تو قاضی پہنچے والے کے حق میں قاطع کا پہنچا کاٹ دے گا۔ پھر کہنی والے کو اختیار دے گا کہ چاہے تو باقی ہاتھ کہنی سے کاٹ دے اور چاہے تو دیت لے لے اور اگر دونوں مقطوعوں میں سے ایک حاضر ہوا اور دوسرا غائب تو حاضر کے حق میں قصاص کا حکم دے گا۔(11)

مسئلہ 77: کسی نے کسی کے ہاتھ کی انگلی کاٹ دی، پھر انگلی کٹے نے قاطع کا ہاتھ جوڑ سے کاٹ دیا تو مقطوع الید کو اختیار ہے کہ چاہے تو اس کا ناقص ہاتھ ہی کاٹ دے اور چاہے تو دیت لے لے اور انگلی کا حق باطل ہے۔(12)

مسئلہ 78 (الف): کسی شخص نے دو آدمیوں کے داہنے ہاتھ قصداً کاٹ دیئے پھر ایک نے بحکم قاضی قصاص لے لیا تو دوسرے کو دیت ملے گی اور اگر دونوں ایک ساتھ قاضی کے پاس آئے تو دونوں کے لیے قصاص میں قاطع کا داہنا ہاتھ کاٹ دے گا اور ہر ایک کو ہاتھ کی نصف دیت بھی ملے گی۔(13)

مسئلہ 78 (ب): کسی شخص نے دو افراد کے سیدھے ہاتھ قصداً کاٹ دیئے اور قاضی نے دونوں کے قصاص میں قاطع کا ہاتھ کاٹنے اور پانچ ہزار درہم ہاتھ کی دیت دینے کا حکم دیا۔ دونوں نے پانچ ہزار درہم پر قبضہ کرلیا پھر ایک نے معاف کر دیا تو جس نے معاف نہیں کیا ہے اس کو نصف دیتِ ید یعنی ڈھائی ہزار درہم ملیں گے۔(14)

مسئلہ 79: کسی نے دو آدمیوں کے داہنے ہاتھ قصداً کاٹ دیئے۔ قاضی نے دونوں کے حق میں قصاص اور دیت

---

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص13.

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص13.

(عالمگیری ص13 جلد6، مبسوط ص145 جلد26، بدائع صنائع ص301 جلد7)

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص13.

(13) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، ج2، ص386.

(قاضی خان ص436 جلد3، درمختار ردالمحتار ص491 جلد5، بدائع صنائع ص299 جلد7، درر غرر ص97 ج2)

(14) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، ج2، ص386.

(قاضی خان بر عالمگیری ص436 جلد3، شامی ص491 ج5)

کا حکم دیا۔ دیت پر قبضہ سے پہلے ایک نے معاف کر دیا تو دوسرے کو صرف قصاص کا حق ہے۔ دیت معاف ہو جائے گی۔(15)

مسئلہ 80: کسی کا ناخن والا پورا قصداً کاٹ دیا وہ اچھا ہو گیا اور قصاص نہیں لیا گیا تھا کہ اسی انگلی کا اور ایک پورا کاٹ دیا تو قصاص میں ناخن والا پورا کاٹ دیا جائے گا اور دوسرے پورے کی دیت ملے گی اور اگر پہلا زخم اچھا نہیں ہوا تھا کہ دوسرا پورا کاٹ دیا تو دونوں پورے ایک ساتھ کاٹ کر قصاص لیا جائے۔(16)

مسئلہ 81: کسی کا ناخن والا پورا قصداً کاٹ دیا اور زخم اچھا ہو گیا اور اس کا قصاص بھی لے لیا گیا پھر اسی قاطع نے اسی انگلی کا دوسرا پورا کاٹ دیا اور زخم اچھا ہو گیا تو اس کا قصاص بھی لیا جائے گا۔ یعنی قاطع کا دوسرا پورا کاٹ دیا جائے گا۔(17)

مسئلہ 82: کسی شخص کا نصف پورا قصداً ٹکڑے کر کے کاٹ دیا اور زخم اچھا ہو گیا پھر بقیہ پورا جوڑ سے کاٹ دیا تو اس صورت میں قصاص نہیں ہے اور اگر درمیان میں زخم اچھا نہیں ہوا تھا تو جوڑ سے پورا کاٹ کر قصاص لیا جائے گا۔(18)

مسئلہ 83: قصداً کسی کی انگلیاں کاٹ دیں پھر زخم اچھا ہونے سے پہلے جوڑ سے پہنچا کاٹ دیا تو قاطع کا پہنچا جوڑ سے کاٹ کر قصاص لیا جائے گا انگلیاں نہیں کاٹی جائیں گی اور اگر درمیان میں زخم اچھا ہو گیا تھا تو انگلیوں میں قصاص لیا جائے گا اور پہنچے کا انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔(19)

مسئلہ 84: کسی شخص کی انگلی کا ناخن والا پورا قصداً کاٹ دیا، پھر زخم اچھا ہونے سے پہلے دوسرے پورے کا نصف کاٹ دیا تو قصاص واجب نہیں ہے اور اگر درمیان میں زخم اچھا ہو گیا تھا تو پہلے پورے کا قصاص لیا جائے گا اور

---

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص14.

(درمختار و شامی ص491 ج5، عالمگیری ج6 ص14)

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص14.

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص14.

(عالمگیری ص14 جلد6، بدائع صنائع ص303 ج7)

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص14.

(عالمگیری ص14 جلد6، بدائع صنائع ص302 جلد7)

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص14.

باقی کی دیت لی جائے گی۔(20)

مسئلہ 85: اگر کسی کی انگلی قصداً کاٹ دی اور اس کی وجہ سے اس کی ہتھیلی شل ہوگئی تو انگلی کا قصاص نہیں ہے ہاتھ کی دیت لی جائے گی۔(21)

مسئلہ 86: کسی کی انگلی قصداً کاٹی اور چھری نے پھسل کر دوسری انگلی کو بھی کاٹ دیا تو پہلی کا قصاص لیا جائے گا اور دوسری کی دیت لی جائے گی۔(22)

مسئلہ 87: چند آدمیوں نے ایک ہی چھری کو پکڑ کر کسی شخص کا کوئی عضو قصداً کاٹ دیا تو قصاص نہیں لیا جائے گا۔(23)

مسئلہ 88: عورت اور مرد اگر ایک دوسرے کے اعضا کاٹ دیں تو ان میں قصاص نہیں ہے اسی طرح اگر غلام اور آزاد ایک دوسرے کا عضو کاٹ دیں یا دو غلام ایک دوسرے کا کوئی عضو کاٹیں تو قصاص نہیں ہے۔ چونکہ ان کے اعضا میں مماثلت (برابری) نہیں ہے۔(24)

❁❁❁❁❁

---

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6،ص14.

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6،ص14.

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6،ص14.

(عالمگیری ص15 جلد6، بدائع صنائع ص306 جلد7)

(23) درر الحکام شرح غرر الاحکام، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، الجزء الثانی، ص97.

(درمختار وشامی ص491 جلد5، طحطاوی علی الدر ص271 جلد4، درر غرر شرنبلالی ص97 جلد2)

(24) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج10،ص199.

(درمختار وشامی ص488 جلد5، بدائع صنائع ص302 ج7)

مسائل متفرقہ

مسئلہ 89: ذکر (یعنی مرد کے پیشاب کا عضو) کو اگر جڑ سے کاٹ دیا یا صرف پوری سپاری کو کاٹ دیا تو قصاص لیا جائے گا یعنی قاطع (کاٹنے والے) کا ذکر جڑ سے کاٹ دیا جائے گا اور سپاری کی صورت میں سپاری کاٹی جائے گی اور درمیان سے کاٹے جانے کی صورت میں قصاص نہیں ہے۔ چونکہ اس صورت میں مماثلت ممکن نہیں ہے۔(1)

مسئلہ 90: خصی (2) یا عنین (یعنی نامرد) کا ذکر کاٹ دیا تو اس میں انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔(3)

مسئلہ 91: بچے کا ذکر کاٹ دیا گیا۔ اگر انتشار ہوتا تھا تو قصداً کاٹنے میں قصاص اور خطاءً کاٹنے میں دیت واجب ہوگی اور اگر انتشار نہیں ہوتا تھا تو انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔(4)

مسئلہ 92: اگر عورت نے کسی کا ذکر کاٹ دیا تو اس میں قصاص نہیں ہے۔(5)

مسئلہ 93: اگر کسی نے کسی کا خصیہ پکڑ کر مسل دیا جس سے وہ نامرد ہو گیا تو دیت لازم ہوگی۔(6)

❁❁❁❁❁

---

(1) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، ج2، ص385، 386.

والدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج10، ص202.

(شامی ودرمختار ص489 جلد5، تبیین الحقائق ص112 جلد6، بحرالرائق ص306 جلد8، قاضی خان علی الھندیہ ص434 جلد3، طحطاوی علی الدر ص270 جلد4، مجمع الانہر ص626 ج2)

(2) جس کے خصیے نکال دیے ہوں یا بیکار کر دیے ہوں

(3) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج10، ص201.

(شامی ودرمختار ص489 جلد5)

(4) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج10، ص201.

(شامی ودرمختار ص489 جلد5)

(5) ردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج10، ص202.

(6) البزازیۃ علی الھندیۃ، کتاب الجنایات، فصل الثالث فی الاطراف، ج6، ص394.

فصل فی الفعلین
شخص واحد میں قتل اور قطع عضو کا اجتماع

مسئلہ 94: کسی شخص کو عضو کاٹ کر قتل کر دیا جائے تو اس میں عقلی وجوہ سولہ نکلیں گی مثلاً دونوں فعل یعنی قتل اور قطع عمداً (یعنی جان بوجھ کر کاٹنا) ہوں گے یا خطأ یا قتل خطاءً ہوگا اور قطع عمداً یا قتل عمداً ہوگا اور قطع خطاء تو یہ چار صورتیں ہوئیں۔ پھر ہر ایک صورت میں دونوں فعلوں کے درمیان میں صحت واقع ہوئی یا نہیں تو یہ آٹھ صورتیں ہوگئیں۔ پھر یہ دونوں فعل ایک شخص سے صادر ہوں گے یا دو اشخاص سے اس طرح کل سولہ صورتیں بنیں۔ ان سولہ صورتوں میں سے آٹھ صورتیں وہ ہیں جن میں قاطع (یعنی کاٹنے والا) اور قاتل دو مختلف اشخاص ہوں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ ہر ایک کے ساتھ اس کے فعل کے بموجب قصاص یا دیت لی جائے گی۔(1)

مسئلہ 95: بقیہ آٹھ صورتیں جن میں فاعل ایک شخص ہو ان کا حکم یہ ہے کہ نمبر 1 قطع اور قتل جب دونوں قصداً ہوں اور درمیان میں صحت واقعہ ہوگئی ہو تو دونوں کا قصاص لیا جائے گا۔(2)

مسئلہ 96: قتل وقطع جب دونوں قصداً ہوں اور درمیان میں صحت واقع نہ ہوئی ہو تو ولی کو اختیار ہے کہ چاہے تو پہلے عضو کاٹے پھر قتل کرے اور چاہے تو قتل پر اکتفا کرے۔(3)

مسئلہ 97: قطع اور قتل اگر دونوں خطاءً ہوں اور درمیان میں صحت ہوگئی تو دونوں کی دیت لی جائے گی۔(4)

مسئلہ 98: قطع اور قتل اگر دونوں خطاءً ہوں اور درمیان میں صحت واقع نہ ہوئی ہو تو صرف دیت نفس واجب ہوگی۔(5)

مسئلہ 99: اگر قطع قصداً ہو اور قتل خطاءً اور درمیان میں صحت واقع ہوگئی ہو تو قطع کا قصاص اور قتل کی دیت لی

---

(1) الدرالمختار و ردالمحتار، کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین، ج10، ص211.

(2) ردالمحتار، کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین، ج10، ص211.

(3) العنایۃ و فتح القدیر، کتاب الجنایات، فصل فی حکم الفعلین، ج9، ص184.

(4) تبیین الحقائق، کتاب الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس، فصل، ج7، ص248، 249.

(5) تبیین الحقائق، کتاب الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس، فصل، ج7، ص248، 249.

جائے گی۔(6)

مسئلہ 100: اگر قطع عمداً اور قتل خطاءً ہو اور درمیان میں صحت واقع نہ ہوئی ہو تو قطع میں قصاص اور قتل میں دیت لی جائے گی۔(7)

مسئلہ 101: اگر قطع خطأ اور قتل عمداً ہو اور درمیان میں صحت واقع ہوگئی ہو تو قطع کی دیت اور قتل کا قصاص لیا جائے گا۔(8)

مسئلہ 102: اگر قطع خطأ اور قتل عمداً ہو اور درمیان میں صحت واقع نہ ہوئی ہو تو قطع کی دیت اور قتل کا قصاص واجب ہوگا۔(9)

مسئلہ 103: اگر کسی شخص کو نوے کوڑے ایک جگہ مارے وہ جگہ اچھی ہوگئی ہو اور ضربات کے(یعنی مارنے کے)نشانات بھی باقی نہ رہے پھر دس کوڑے دوسری جگہ مارے اس سے وہ مرگیا تو اس صورت میں صرف دیت نفس واجب ہے۔(10)

مسئلہ 104: اگر کسی شخص کو نوے کوڑے مارے اور اس کے زخم اچھے ہوگئے مگر نشانات باقی رہ گئے پھر دس کوڑے مارے جن سے وہ مرگیا تو دیت نفس اور انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔(11)

مسئلہ 105: اگر کسی نے کسی کا عضو کاٹا یا اس کو زخمی کردیا اور زخمی نے جنایت کرنے والے کو معاف کردیا اور اس کے بعد وہ زخمی اس زخم یا قطع عضو کی وجہ سے مرگیا تو اس میں چار صورتیں بنیں گی۔

(ا) یہ جنایت اگر قصداً تھی اور معاف کرنے والے نے کہا کہ میں نے قطع عضو اور جنایت اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات کو معاف کردیا تو عام معافی ہوجائے گی اور جانی کے ذمے کچھ واجب نہ ہوگا۔(12)

---

(6) تبیین الحقائق، کتاب الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس، فصل، ج7، ص248،249.

(7) تبیین الحقائق، کتاب الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس، فصل، ج7، ص248،249.

(8) تبیین الحقائق، کتاب الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس، فصل، ج7، ص248،249.

(9) تبیین الحقائق، کتاب الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس، ج7، ص249.

(10) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین، ج10، ص212.

(درمختار و شامی ص494 جلد5، فتح القدیر ص284 جلد8، تبیین الحقائق ص118 جلد6، عنایہ ص284 جلد8)

(11) تبیین الحقائق، کتاب الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس، ج7، ص250.

(12) درر الحکام شرح غرر الاحکام، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، الجزء الثانی، ص98.

(طحطاوی ص273 جلد4، مجمع الانہر ص630 جلد2، درر غرر ص98 ج2)

(۲) اور اگر معاف کرنے والے نے کہا کہ میں نے قطع عضو اور جنایت کو معاف کر دیا اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات کا کچھ ذکر نہیں کیا تو استحساناً دیت واجب ہوگی۔ (13)

(۳) اور اگر قطع عضو یا زخم خطاءً تھا اور مرنے والے نے یہ کہا کہ میں نے قطع عضو سے معاف کر دیا اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات کا ذکر نہیں کیا تو سرایت کی معافی نہیں ہوگی اور دیت نفس واجب ہوگی۔

(۴) اور اگر قطع عضو یا زخم خطاءً تھا اور مرنے والے نے کہا کہ میں نے قطع عضو اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات کو بھی معاف کر دیا تو بالکل معافی ہو جائے گی اور جانی پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ (14)

مسئلہ 106: اگر ماں نے اپنے بچے کو تادیب کے لیے مارا اور بچہ مر گیا تو ماں ضامن ہے۔ (15)

❁❁❁❁❁

---

(13) البحر الرائق، کتاب الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس، ج9، ص56.

(طحطاوی علی الدر ص 273 جلد 4، بحر الرائق ص 316 جلد 8)

(14) البحر الرائق، کتاب الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس، ج9، ص56.

(عالمگیری ص 26 جلد 6، فتح القدیر وعنایہ ص 285 جلد 8، درمختار و شامی ص 495 جلد 5، تبیین الحقائق ص 118 ج 6، بحر الرائق ص 316 ج 8)

(15) ردالمحتار، کتاب الجنایات، مطلب: تصحیح ان الوجوب علی القاتل... الخ، ج10، ص220.

(شامی ص 499 جلد 5، طحطاوی ص 275 جلد 4)

متفرقات

مسئلہ 107: کسی نے کسی شخص کے عمداً تیر مارا اور وہ تیر اس شخص کے جسم کے پار ہو کر کسی دوسرے شخص کو لگ گیا اور دونوں مر گئے تو پہلے کا قصاص لیا جائے گا اور دوسرے کی دیت قاتل کے عاقلہ پر واجب ہوگی۔(1)

مسئلہ 108: کسی شخص پر سانپ گرا اس نے اس کو پھینک دیا اور وہ دوسرے شخص پر جا گرا اسی طرح اس نے بھی پھینکا اور وہ تیسرے شخص پر جا گرا اور اس کو کاٹ لیا اور وہ مر گیا تو اگر سانپ نے گرتے ہی کاٹ لیا تھا تو اس آخری پھینکنے والے کے عاقلہ پر دیت ہے اور اگر گرنے کے کچھ دیر بعد کاٹا تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔(2)

مسئلہ 109: کسی شخص نے راستہ میں سانپ یا بچھو ڈال دیا اور ڈالنے کے فوراً بعد اس نے کسی کو کاٹ لیا اور وہ مر گیا تو ڈالنے والے کے عاقلہ پر دیت ہے اور اگر کچھ دیر کے بعد یا اپنی جگہ سے ہٹ کر کاٹا تو کسی پر کچھ نہیں۔(3)

مسئلہ 110: کسی شخص نے راستے میں تلوار رکھ دی اور کوئی اس پر گر پڑا اور مر گیا اور تلوار بھی ٹوٹ گئی تو مرنے والے کی دیت تلوار رکھنے والے پر ہے اور تلوار کی قیمت مرنے والے کے مال سے ادا کی جائے گی۔(4)

مسئلہ 111: عمداً قتل کرنے والے نے ایسے شخص کے ساتھ مل کر قتل کیا جس پر قصاص نہیں ہوتا۔ مثلاً اجنبی نے باپ کے ساتھ مل کر بیٹے کو قتل کیا یا عاقل نے مجنون کے ساتھ مل کر یا بالغ نے نابالغ کے ساتھ مل کر قتل کیا تو کسی پر قصاص نہیں ہے۔(5)

---

(1) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج10، ص208.

(درمختار و شامی ص 492 جلد 5، طحطاوی ص 272 جلد 4، بدائع صنائع ص 306 جلد 7، درر غرر ص 97 جلد 2، مجمع الانہر و درالمنتقی ص629 جلد2)

(2) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج10، ص208.

(درمختار وشامی ص492 جلد5، طحطاوی ص272، ج4)

(3) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج10، ص209.

(درمختار وشامی ص492 جلد5، طحطاوی علی الدر ص272 جلد4)

(4) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج10، ص209.

(درمختار وشامی ص493 جلد5، طحطاوی ص272 جلد 4)

(5) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج10، ص210.

←

مسئلہ 112: اگر کسی نے اپنی بیوی یا باندی کے ساتھ کسی کو ناجائز حالت میں دیکھا اور للکارنے کے باوجود نہیں بھاگا تو اس نے اس کو قتل کر دیا تو اس پر قصاص بھی نہیں اور کوئی گناہ بھی نہیں ہے۔(6)

مسئلہ 113: کسی شخص نے کسی بچے کو اپنا گھوڑا دیا کہ اس کو باندھ دے اور گھوڑے نے لات ماردی جس سے بچہ مرگیا تو گھوڑا دینے والے کے عاقلہ پر دیت ہے۔ اسی طرح بچہ کو لاٹھی یا کوئی اسلحہ دیا اور کہا کہ اس کو پکڑے رہو بچہ تھک گیا اور وہ اسلحہ اس کے جسم کے کسی حصہ پر گر پڑا جس کے صدمے سے بچہ مرگیا اسلحہ والے کے عاقلہ پر بچہ کی دیت ہے۔(7)

مسئلہ 114: اگر کسی نے کسی کا پورا حشفہ (سپاری) قصداً کاٹ دیا تو اس میں قصاص ہے اور اگر بعض کاٹا تو قصاص نہیں ہے۔(8)

مسئلہ 115: کوئی بچہ دیوار پر چڑھا ہوا تھا کہ کوئی شخص نیچے سے اچانک چیخا جس سے بچہ گر کر مرگیا تو اس چیخنے والے پر دیت ہے۔ اور اسی طرح اگر اچانک کسی شخص نے چیخ ماری جس سے کوئی شخص مرگیا تو اس پر اس کی دیت واجب ہے۔(9)

مسئلہ 116: کسی نے صورت تبدیل کر کے بچہ کو ڈرایا جس سے بچہ ڈر کر پاگل ہوگیا تو ڈرانے والا دیت دے گا۔(10)

(درمختار وشامی ص493 جلد5، طحطاوی، ص272 جلد4)

(6) الدرالمختار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج10، ص210.

وحاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج4، ص272.

(درمختار ص493 جلد5، طحطاوی علی الدر، ص272 جلد4)

(7) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج10، ص210.

(درمختار وشامی ص493 جلد5، طحطاوی، ص272 جلد4)

(8) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج10، ص202.

(عالمگیری ص15 جلد6، تبیین الحقائق ص112 جلد6، بحرالرائق ص306 ج8، درمختار وشامی ص489 ج5، مجمع الانہر ص626 جلد2، ہدایہ ص555 جلد4، بدائع صنائع، ص308 جلد7)

(9) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج10، ص211

(10) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج10، ص211

مسئلہ 117: کسی نے کسی سے کہا پانی یا آگ میں کود جا اور وہ کود گیا اور مر گیا تو یہ دیت دے گا۔(11)

مسئلہ 118: کسی نے کسی کو زخمی کر دیا اور وہ کمائی کرنے کے قابل نہ رہا تو زخمی کرنے والے پر اس کا نفقہ علاج معالجہ کے مصارف واجب الادا ہوں گے۔(12)

مسئلہ 119: کسی ظالم حاکم نے پولیس سے کسی کو اتنا پٹوایا کہ وہ کمائی سے عاجز ہو گیا تو اس کا نفقہ اور علاج کے مصارف اس حاکم پر لازم ہیں۔(13)

مسئلہ 120: کسی کے تلوار مارنا چاہتا تھا اور کسی نے تلوار کو پکڑ لیا تلوار والے نے تلوار کھینچی جس سے پکڑنے والے کی انگلیاں کٹ گئیں۔ اگر جوڑ سے کٹی ہیں تو قصاص ہے ورنہ دیت لازم ہے۔(14)

مسئلہ 121: زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹا اور اس کے قصاص میں زید کا ہاتھ کاٹا گیا پھر عمرو ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے مر گیا تو زید کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔(15)

مسئلہ 122: زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹا اور اس کے قصاص میں زید کا ہاتھ کاٹا گیا اور اس ہاتھ کے کاٹنے کی وجہ سے زید مر گیا تو اگر زید کا ہاتھ بلا حکم حاکم کاٹا گیا ہے تو عمرو کے عاقلہ پر زید کی دیت واجب ہوگی اور اگر حاکم کے حکم سے ہاتھ کاٹا گیا ہے تو کچھ لازم نہیں ہوگا۔(16)

مسئلہ 123: کسی شخص نے کسی کو قتل کر دیا۔ مقتول کے ولی نے قاتل کا ہاتھ کاٹ لیا اس کے بعد قاتل کو معاف کر دیا تو اس ولی پر ہاتھ کاٹنے کی دیت لازم ہوگی۔(17)

---

(11) ردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج10، ص211.

(شامی ص493 جلد5، طحطاوی، ص272 جلد4)

(12) الدرالمختار، کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین، ج10، ص213.

(13) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین، ج10، ص213.

(14) البزازیۃ علی الھندیۃ، کتاب الجنایات، (الفصل) الثالث فی الاطراف، ج6، ص393.

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج6، ص15.

(طحطاوی ص274 جلد4، درمختار وشامی ص497 جلد5، تبیین ص120 جلد6، عالمگیری ص15 جلد6، فتح القدیر وعنایہ ص290 جلد8، مجمع الانہر ص632 جلد2)

(16) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین، مطلب: الصحیح ان الوجوب... الخ، ج10، ص218، 219.

(درمختار وشامی ص497 جلد5، عالمگیری ص15 جلد6، تبیین الحقائق ص120 جلد6، طحطاوی ص275 ج4، مجمع الانہر ص632 ج2)

(17) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین، مطلب: الصحیح ان الوجوب... الخ، ج10، ص220

←

مسئلہ 124: اسی طرح اگر معلم نے بچہ کو باپ کی اجازت کے بغیر مارا اور بچہ مرگیا تو معلم پر ضمان ہے اور اگر باپ کی اجازت سے مارا اور بچہ مرگیا تو ضمان نہیں ہے اور اسی طرح شوہر نے اپنی بیوی کو تادیب کے لیے مارا اور وہ مرگئی تو شوہر پر ضمان ہے۔(18)

مسئلہ 125: اگر قاضی نے چور کا ہاتھ کاٹا اور چور مرگیا تو قاضی پر کچھ نہیں ہے۔(19)

مسئلہ 126: کسی اجنبی عورت کو اس طرح مارا کہ اس کے مخرج بول وحیض (پیشاب اور حیض کا مقام) ایک ہوگئے۔ یا مخرج حیض ومقعد (آگے اور پیچھے کا مقام) ایک ہوگئے تو اگر وہ پیشاب کو روک سکتی ہے تو جانی پر (مارنے والے پر) تہائی دیت واجب ہوگی اور اگر پیشاب کو نہیں روک سکتی ہے تو جانی پر کل دیت واجب ہوگی۔(20)

مسئلہ 127: اگر کسی شخص نے باکرہ (کنواری) سے زنا کیا جس سے اس کے مخرجین (آگے اور پیچھے کا مقام) ایک ہوگئے اگر یہ فعل عورت کی رضامندی سے تھا تو دونوں کو حد لگائی جائے گی اور تاوان نہیں ہوگا اور اگر بالجبر تھا تو مرد پر حد اور دیت دونوں واجب ہیں۔(21)

مسئلہ 128: اگر اپنی زوجہ بالغہ سے وطی کی جو اس کی استطاعت رکھتی تھی اور اس کی وجہ سے مخرجین کی درمیانی جگہ پھٹ کر ایک ہوگئی تو شوہر پر کوئی تاوان نہیں ہے اور اگر زوجہ نابالغہ سے یا ایسی زوجہ سے جو اس کی استطاعت نہیں رکھتی تھی یا کسی عورت سے جبراً وطی کی اور مخرجین ایک ہوگئے یا موت واقع ہوگئی تو عاقلہ پر دیت لازم ہوگی۔(22)

مسئلہ 129: جراح (سرجن، آپریشن کرنے والا) نے آنکھ کا آپریشن کیا اور آنکھ پھوٹ گئی اور جراح اس فن کا ماہر نہ تھا تو اس پر نصف دیت لازم ہے۔(23)

(بحر الرائق ص319 ج8، تبیین الحقائق ص121 جلد6، شامی ودرمختار ص498 جلد5)

(18) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین، مطلب: الصحیح ان الوجوب...الخ، ج10، ص220، 221

(درمختار وشامی ص498 جلد5، طحطاوی ص275 جلد4، مجمع الانہر ص632 ج2)

(19) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین، مطلب: الصحیح ان الوجوب...الخ، ج10، ص219

(درمختار وشامی ص497 جلد5، طحطاوی ص275 جلد4، مجمع الانہر ص632 جلد2)

(20) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین، مطلب: الصحیح ان الوجوب...الخ، ج10، ص222

(درمختار وشامی ص499 جلد5، طحطاوی ص275، جلد4)

(21) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین، مطلب: الصحیح ان الوجوب...الخ، ج10، ص223.

(22) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین، مطلب: الصحیح ان الوجوب...الخ، ج10، ص222.

(23) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین، مطلب: الصحیح ان الوجوب...الخ، ج10، ص223.

مسئلہ نمبر 130: بچہ چھت سے گر پڑا اور اس کا سر پھٹ گیا اکثر جراحوں نے یہ رائے دی کہ اگر اس کا آپریشن کیا گیا تو مر جائے گا اور ایک نے کہا کہ اگر آپریشن نہیں کیا گیا تو مر جائے گا لہٰذا میں آپریشن کرتا ہوں اور اس نے آپریشن کر دیا اور دو ایک دن بعد بچہ مر گیا تو اگر آپریشن صحیح طریقے پر ہوا اور ولی کی اجازت سے ہوا تو جراح ضامن نہیں ہے۔ اور اگر ولی کی اجازت کے بغیر تھا یا غلط طریقے سے ہوا تھا تو ظاہر یہ ہے کہ قصاص لیا جائے گا۔(24)

مسئلہ 131: کسی کا ناخن اکھیڑ دیا اگر پہلے جیسا دوبارہ اگ آیا تو کچھ نہیں ہے اور اگر نہ اگا یا عیب دار اگا تو انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا لیکن عیب دار اگنے کا تاوان نہ اگنے کے تاوان سے کم ہوگا۔(25)

❁❁❁❁❁

(24) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین، مطلب: الصحیح ان الوجوب... الخ، ج10، ص223.

(25) البزازیۃ علی الھندیۃ، کتاب الجنایات، (الفصل) الثالث فی الاطراف، ج6، ص393.

باب الشهادة علی القتل
(قتل پر گواہی کا بیان)

مسئلہ 132: مستور الحال دو آدمیوں نے کسی کے خلاف قتل کی گواہی دی تو اس کو قید کرلیا جائے یہاں تک کہ گواہوں کے متعلق معلومات کی جائیں۔ اسی طرح اگر ایک عادل آدمی نے کسی کے خلاف قتل کی شہادت دی تو اس کو چند دن قید میں رکھا جائے گا۔ اگر مدعی دوسرا گواہ پیش کرے تو مقدمہ چلے گا ورنہ رہا کردیا جائے گا۔(1)

مسئلہ 133: کسی نے دعویٰ کیا کہ فلاں شخص نے میرے باپ کو خطاءً قتل کردیا ہے اور کہتا ہے کہ گواہ شہر میں ہیں اور قاضی سے مطالبہ کرتا ہے کہ مدعیٰ علیہ سے ضمانت لے لی جائے تو قاضی مدعیٰ علیہ سے تین دن کے لیے ضمانت طلب کریگا اور اگر مدعی کہتا ہے کہ میرے گواہ غائب ہیں اور گواہوں کے حاضر ہونے کے وقت تک کے لیے ضمانت کا مطالبہ کرتا ہے تو قاضی مدعی کی بات نہیں مانے گا اور اگر دعویٰ کرتا ہے کہ میرے باپ کو عمداً قتل کیا گیا ہے اور ضمانت کا مطالبہ کرتا ہے تو قاضی ضمانت نہیں لے گا۔(2)

مسئلہ 134: مقتول کے ایک بیٹے نے دعویٰ کیا کہ میرے باپ کو عمداً زید نے قتل کردیا اور اس پر گواہ بھی پیش کردیے مگر مقتول کا دوسرا بیٹا غائب ہے تو قاضی شہادت کو قبول کرلے گا اور قاتل کو قید کردے گا لیکن ابھی قصاص نہیں لیا جائے گا۔ جب دوسرا بیٹا حاضر ہوکر دوبارہ شہادت پیش کریگا تو قصاص لیا جائے گا۔(3)

مسئلہ 135: اور اگر مقتول کے ایک بیٹے نے دعویٰ کیا کہ میرے باپ کو زید نے خطاءً قتل کردیا اور گواہ بھی پیش کردیئے اور دوسرا بیٹا غائب ہے تو قاضی زید کو قید کردے گا اور جب دوسرا بیٹا حاضر ہوگا تو اس کو دوبارہ شہادت پیش

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشهادۃ فی القتل والاقرار بہ۔۔۔ الخ، ج6، ص15.

(عالمگیری ص15 جلد6، شامی ص500 جلد5، قاضی خان علی الھندیہ ص451 جلد3)

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشهادۃ فی القتل والاقرار بہ۔۔۔ الخ، ج6، ص15.

(مبسوط ص106 جلد26، قاضی خان ص396 جلد4، عالمگیری ص16 جلد6)

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشهادۃ فی القتل والاقرار بہ۔۔۔ الخ، ج6، ص16.

(عالمگیری ص16 جلد6، درمختار و شامی ص500 جلد5، فتح القدیر و عنایہ ص292 جلد8، تبیین ص121 جلد6، بحر الرائق ص320 جلد8)

کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی حاضری پر مقدمہ کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ (4)

مسئلہ 136: ورثا نے دو اشخاص پر اپنے باپ کے قتل عمد کا الزام لگایا اور گواہ پیش کئے مگر ایک قاتل غائب ہے تو حاضر کے مقابلہ میں یہ گواہی قبول کر لی جائے گی اور اس کو قصاص میں قتل کر دیا جائے گا۔ پھر جب دوسرا آئے اور قتل کا انکار کرے تو ورثاء کو دوبارہ گواہی پیش کرنا ہوگی۔ (5)

مسئلہ 137: دو گواہوں نے کسی کے خلاف گواہی دی کہ اس نے فلاں شخص کو تلوار سے زخمی کر دیا تھا اور وہ زخمی صاحب فراش رہ کر مر گیا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا اور قاضی کو گواہوں سے یہ سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ ان زخموں کی وجہ سے مرا یا کسی اور وجہ سے۔ اور اگر گواہوں نے صرف یہ کہا کہ اس نے تلوار سے زخمی کیا یہاں تک کہ مجروح مر گیا۔ یہ بھی عمداً قتل مانا جائے گا۔ بہتر یہ ہے کہ قاضی گواہوں سے سوال کرے کہ اس نے قصداً ایسا کیا ہے یا نہیں؟ (6)

مسئلہ 138: دو آدمیوں نے گواہی دی کہ زید نے فلاں شخص کو تلوار سے خطاءً قتل کر دیا تو یہ شہادت قبول کر لی جائے گی اور عاقلہ پر دیت واجب ہوگی اور اگر گواہوں نے یہ کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ قصداً قتل کیا ہے یا خطاءً، تب بھی یہ گواہی مقبول ہوگی اور قاتل کے مال میں سے دیت دلائی جائے گی۔ (7)

مسئلہ 139: ایک گواہ نے کسی کے خلاف گواہی دی کہ اس نے خطاءً قتل کیا ہے اور دوسرے گواہ نے کہا کہ قاتل نے اس کا اقرار کیا ہے کہ اس سے یہ فعل خطاءً سرزد ہوا ہے تو یہ گواہی باطل ہے۔ (8)

مسئلہ 140: اگر دونوں گواہ زمان و مکان میں اختلاف کرتے ہیں تو گواہی باطل ہے مگر جب دونوں جگہیں قریب قریب ہیں۔ مثلاً ایک گواہ کسی چھوٹے مکان کے ایک حصہ میں وقوع قتل کی گواہی دیتا ہے اور دوسرا اسی مکان کے

---

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ... الخ، ج6، ص16.

(عالمگیری ص16 جلد6، درمختار و شامی ص500 جلد5، تبیین الحقائق ص121 جلد6، بحر الرائق ص320 جلد8)

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ... الخ، ج6، ص16.

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ... الخ، ج6، ص16.

(عالمگیری ص16 جلد6، شامی ص501 جلد5، بحر الرائق ص323 جلد8، مبسوط ص167 جلد26، قاضی خان، ص398 جلد4)

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ... الخ، ج6، ص16.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ... الخ، ج6، ص16.

(عالمگیری ص16 جلد6، قاضی خان ص395 جلد4، تبیین، ص123 جلد6، مبسوط ص104 جلد26، مجمع الانہر ص635 جلد2)

دوسرے حصے میں تو یہ گواہی مقبول ہوگی۔(9)

مسئلہ 141: اگر دو گواہوں میں موضع زخم میں(یعنی زخم کی جگہ میں)اختلاف ہے تب بھی گواہی باطل ہے۔(10)

مسئلہ 142: اگر دو گواہوں میں آلہ قتل میں اختلاف ہو،ایک کہے کہ تلوار سے قتل کیا دوسرا کہے کہ پتھر سے قتل کیا۔ یا ایک کہے کہ تلوار سے قتل کیا اور دوسرا کہے کہ چھری سے قتل کیا یا ایک کہے کہ پتھر سے قتل کیا اور دوسرا کہے کہ لاٹھی سے قتل کیا تو یہ گواہی باطل ہے۔(11)

مسئلہ 143: ایک گواہ نے گواہی دی کہ قاتل نے تلوار سے قتل کرنے کا اقرار کیا تھا اور دوسرے گواہ نے کہا کہ قاتل نے چھری سے قتل کرنے کا اقرار کیا تھا اور مدعی کہتا ہے کہ قاتل نے دونوں باتوں کا اقرار کیا تھا لیکن اس نے قتل کیا ہے نیزہ مار کر تو یہ گواہی قبول کی جائے گی اور قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔(12)

مسئلہ 144: ایک گواہ نے گواہی دی کہ اس نے تلوار یا لاٹھی سے قتل کیا ہے اور دوسرے گواہ نے کہا کہ اس نے قتل کیا ہے مگر میں یہ نہیں جانتا کہ کس چیز سے قتل کیا ہے۔تو یہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔(13)

مسئلہ 145: دو شخصوں نے گواہی دی کہ زید نے عمرو کو قتل کیا ہے اور ہم یہ نہیں جانتے کہ کس چیز سے قتل کیا ہے تو یہ گواہی قبول کر لی جائے گی اور قاتل کے مال سے دیت دلائی جائے گی قصاص نہیں لیا جائے گا۔(14)

---

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ...إلخ، ج6،ص16.

(بحر الرائق ص323 جلد8، عالمگیری ص16 جلد6، فتح القدیر وعنایہ ص295 جلد8، درمختار وشامی ص501 جلد5)

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ...إلخ، ج6،ص16.

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ...إلخ، ج6،ص16.

(عالمگیری ص16 جلد6، درمختار وشامی ص501 جلد5، تبیین ص123 جلد6، بحر الرائق ص323 جلد8، مبسوط ص168 جلد26، قاضی خان ص395 ج4، مجمع الانہر ص634 جلد2)

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ...إلخ، ج6،ص16.

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ...إلخ، ج6،ص16.

(عالمگیری ص 16 جلد 6، قاضی خان ص 395 جلد 4، درمختار و شامی ص 501 جلد 5، تبیین ص 123 جلد 6، فتح القدیر وعنایہ ص295 جلد8، مجمع الانہر 634 ج 2)

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ...إلخ، ج6،ص16.

(عالمگیری ص 16 ج 6، قاضی خان ص 395 ج 4، درمختار و شامی ص 502 ج 5، فتح القدیر ص 147، عنایہ ص 295 ج 8، ←

مسئلہ 146: اگر دو آدمی دو اشخاص کے متعلق گواہی دیں کہ انھوں نے زید کے ایک ہی ہاتھ کی ایک ایک انگلی کاٹی ہے اور یہ نہ بتائیں کہ کس نے کونسی انگلی کاٹی ہے تو یہ شہادت باطل ہے۔(15)

مسئلہ 147: دو آدمی دو اشخاص کے متعلق گواہی دیتے ہیں کہ ان دونوں نے ایک شخص کو قتل کیا ہے۔ ایک نے تلوار سے اور ایک نے لاٹھی سے اور گواہ یہ نہیں بتاتے کہ کس نے لاٹھی سے اور کس نے تلوار سے قتل کیا ہے تو یہ گواہی باطل ہے۔(16)

مسئلہ 148: دو آدمیوں نے گواہی دی کہ زید نے عَمْرو کا ہاتھ پہنچے سے (یعنی کلائی سے) قصداً کاٹا ہے اور ایک تیسرے گواہ نے کہا کہ زید نے عمرو کا پاؤں ٹخنے سے کاٹا ہے۔ پھر تینوں نے یہ گواہی دی کہ مجروح صاحب فراش رہ کر مر گیا(17) اور مقتول کا ولی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ دونوں فعل عمداً ہوئے ہیں تو قاتل کے مال سے نصف دیت دلائی جائے گی۔(18)

مسئلہ 149: دو آدمیوں نے کسی کے خلاف گواہی دی کہ اس نے فلاں شخص کا ہاتھ پہنچے سے قصداً کاٹا پھر اس کو قصداً قتل کر دیا تو مقتول کے ورثاء کو یہ حق ہے کہ پہلے ہاتھ کاٹ کر قصاص لیں اور پھر قتل کریں۔ ہاں قاضی کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ ان سے کہے کہ صرف قتل پر اکتفاء کرو ہاتھ کا قصاص مت لو۔(19)

مسئلہ 150: دو آدمیوں نے زید کے خلاف گواہی دی کہ اس نے عمرو کو خطاءً قتل کیا ہے اور قاضی نے اس پر دیت کا فیصلہ کر دیا۔ اس کے بعد عمرو جس کے قتل کی گواہی دی گئی تھی زندہ آ گیا تو جن لوگوں نے دیت ادا کی تھی ان کو اختیا رہے کہ چاہیں تو عمرو کے ولی کو ضامن قرار دیں یا گواہوں کو، اگر گواہوں کو ضامن بنائیں اور وہ تاوان دے دیں تو پھر وہ گواہ ولی سے دیت واپس لے لیں۔(20)

تبیین ص123 ج6، بحر الرائق ص223، ج8، طحطاوی ص278 ج4، مجمع الانہر ص635 ج2، ملتقی الابحر ص635 ج2)

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ... إلخ، ج6، ص16.

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ... إلخ، ج6، ص16.

(17) یعنی زخمی ہونے کے بعد بستر پر پڑے پڑے مر گیا۔

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ... إلخ، ج6، ص16.

(عالمگیری، ص16 جلد6، مبسوط ص168 جلد26)

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ... إلخ، ج6، ص16.

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ... إلخ، ج6، ص17.

(عالمگیری، ص17 جلد6، درمختار و شامی، ص502 جلد5، مجمع الانہر ص635 جلد2)

مسئلہ 151: دو آدمیوں نے زید کے خلاف گواہی دی کہ اس نے عمرو کو قصداً قتل کیا ہے اور زید کو قصاص میں قتل کر دیا گیا اس کے بعد عمرو زندہ واپس آگیا تو زید کے ورثا کو اختیار ہے کہ عمرو کے ولی سے دیت لیں یا گواہوں سے۔(21)

مسئلہ 152: دو آدمیوں نے ایک شخص کے خلاف گواہی دی کہ اس نے قتل خطا یا عمد کا اقرار کیا ہے اور اس پر فیصلہ کر دیا گیا اس کے بعد وہ شخص زندہ پایا گیا تو گواہوں پر کوئی تاوان نہیں۔ البتہ دونوں صورتوں میں ولی مقتول پر تاوان ڈالا جائے گا۔(22)

مسئلہ 153: دو آدمیوں نے گواہی دی کہ فلاں دو اشخاص نے ہم کو گواہ بنایا ہے کہ زید نے عمرو کو خطاءً قتل کر دیا ہے ان کی گواہی پر دیت کا حکم دے دیا گیا اس کے بعد عمرو زندہ پایا گیا تو ولی پر دیت واپس کرنا واجب ہے اور ان شاہدین فرع (23) پر کچھ تاوان نہیں ہے۔ اگرچہ اصل گواہ آکر ان کو گواہ بنانے سے انکار کریں اور اگر اصل گواہ آکر یہ اقرار کریں کہ ہم نے جان بوجھ کر غلط بات پر ان کو گواہ بنایا تھا تب بھی ان شاہدین فرع پر کچھ تاوان نہیں ہے۔(24)

مسئلہ 154: کسی نے دعویٰ کیا کہ فلاں شخص نے میرے ولی کا سر پھاڑ دیا اور اسی سے اس کی موت واقع ہوگئی اور دو گواہوں نے زخم کی گواہی دی اور یہ کہا کہ وہ مرنے سے پہلے اچھا ہوگیا تھا۔ تو زخم کے بارے میں ان کی شہادت مان لی جائے گی۔ اور صرف زخم کے قصاص کا حکم دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر ایک گواہ نے کہا کہ وہی زخم موت کا سبب بنا تھا اور دوسرے نے کہا کہ وہ مرنے سے پہلے اچھا ہوگیا تھا تب بھی صرف زخم کے قصاص کا حکم دیا جائے گا۔(25)

مسئلہ 155: کسی مقتول نے دو بیٹے چھوڑے ان میں سے ایک نے کسی شخص کے خلاف گواہ پیش کئے کہ اس نے میرے باپ کو عمداً قتل کیا ہے اور دوسرے بیٹے نے گواہ پیش کئے کہ اس نے اور دوسرے شخص نے مل کر میرے باپ کو

---

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ... الخ، ج6، ص17.
(عالمگیری ص17 ج6، درمختار و شامی ص503 ج5، مجمع الانہر ص635 جلد2)

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ... الخ، ج6، ص17.
(ہندیہ ص17 ج6، درمختار و شامی ص503 ج5، مجمع الانہر ص636 جلد2)

(23) یعنی وہ گواہ جنہیں دو گواہوں نے گواہ بنایا تھا۔

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ... الخ، ج6، ص17.
(ہندیہ ص17 ج6، درمختار و شامی ص503 ج5)

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ... الخ، ج6، ص17.

قصداً قتل کیا ہے تو اس صورت میں قصاص نہیں ہے۔ (26)

مسئلہ 156: کسی مقتول کے دو بیٹے ہیں ان میں سے ایک نے گواہ پیش کئے کہ فلاں شخص نے میرے باپ کو عمداً قتل کیا ہے اور دوسرے بیٹے نے گواہ پیش کئے کہ اس کے غیر فلاں شخص نے میرے باپ کو خطاءً قتل کیا ہے تو کسی سے بھی قصاص نہیں لیا جائے گا۔ پہلے بیٹے کے لیے اس کے مدعیٰ علیہ کے مال سے 3 سال میں نصف دیت لی جائے گی اور دوسرے بیٹے کے لیے مدعیٰ علیہ کے عاقلہ سے بقیہ نصف دیت 3 سال میں لی جائے گی۔ (27)

مسئلہ 157: کسی مقتول نے دو بیٹے اور ایک موصیٰ لہ (جس کے لیے وصیت کی گئی) چھوڑے۔ پھر ایک بیٹے نے دعوے کیا کہ فلاں شخص نے میرے باپ کو عمداً قتل کیا ہے اور اس پر گواہ پیش کئے اور دوسرے بیٹے نے اسی قاتل یا دوسرے شخص پر خطاءً قتل کا الزام لگا کر گواہ پیش کئے اور موصیٰ لہ قتل خطا کے مدعی کی تصدیق کرتا ہے تو اس بیٹے اور موصیٰ لہ کے لیے قاتل کے عاقلہ پر 3 سال میں 23 دیت ہے اور قتل عمد کے مدعی بیٹے کے لیے قاتل کے مال میں 3 سال میں 13 دیت ہے اور اگر موصیٰ لہ نے قتل عمد کے مدعی کی تصدیق کی تو قتل خطا کے مدعی کے لیے ایک تہائی دیت قاتل کے عاقلہ پر 3 برس میں ہے۔ اور نصف دیت کا تہائی موصیٰ لہ کے لیے اور نصف دیت کا دو تہائی قتلِ عمد کے مدعی کے لیے قاتل کے مال میں ہے اور اگر موصیٰ لہ نے دونوں کی تصدیق یا تکذیب کی (یعنی جھٹلایا) تو موصیٰ لہ کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر موصیٰ لہ کہتا ہے کہ مجھ کو یہ معلوم نہیں کہ قتل خطاءً ہوا ہے یا عمداً تو اس کا حق ابھی باطل نہیں ہوگا۔ جس وقت بھی موصیٰ لہ کسی ایک بیٹے کی تصدیق کر دے گا تو مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق موصیٰ لہ کو حق مل جائے گا اور اگر بجائے موصیٰ لہ کے مقتول کا تیسرا بیٹا ہو اور تصدیق و تکذیب میں مذکورہ بالا صورتیں اختیار کرے، تو ایک صورت کے سوا باقی تمام صورتوں میں وہی حکم ہے اور وہ ایک صورت یہ ہے کہ اگر تیسرے بیٹے نے مدعیِ قتل عمد کی تصدیق کی تو اس کو اور مدعیِ قتلِ عمد کو ایک تہائی دیت ملے گی۔ (28)

مسئلہ 158: مقتول کے دو بیٹوں میں سے بڑے نے چھوٹے کے خلاف گواہ پیش کئے کہ اس نے باپ کو قتل کیا ہے اور چھوٹے نے گواہ پیش کئے کہ فلاں اجنبی نے قتل کیا ہے تو بڑے کو چھوٹے سے نصف دیت دلائی جائے گی اور چھوٹے کو اس اجنبی سے نصف دیت دلائی جائے گی۔ (29)

---

(26) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ۔۔۔ إلخ، ج6، ص17.

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ۔۔۔ إلخ، ج6، ص17.

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ۔۔۔ إلخ، ج6، ص17، 18.

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ۔۔۔ إلخ، ج6، ، 18.

مسئلہ 159: مقتول کے تین بیٹوں میں سے بڑے نے منجھلے کے خلاف گواہ پیش کیے کہ اس نے باپ کو قتل کیا ہے اور منجھلے نے چھوٹے کے خلاف گواہ پیش کیے کہ اس نے باپ کو قتل کیا ہے اور چھوٹے نے بڑے کے خلاف قتل کے گواہ پیش کیے تو سب شہادتیں قبول کر لی جائیں گی، لیکن قصاص کسی سے بھی نہیں لیا جائے گا۔ بلکہ ہر مدعی اپنے مدعیٰ علیہ سے ایک تہائی دیت لے گا۔(30)

مسئلہ 160: مقتول نے زید، عمرو اور بکر تین بیٹے چھوڑے، زید نے گواہ پیش کیے کہ عمرو و بکر نے باپ کو قتل کیا ہے اور عمرو و بکر نے زید کے قاتل ہونے پر گواہ پیش کیے تو قول امام پر(31) زید دونوں بھائیوں سے ان کے مال میں سے نصف دیت لے گا اگر قتل عمد کا دعویٰ تھا، اور ان کے عاقلہ سے نصف دیت لے گا اگر قتل خطاء کا دعویٰ تھا، اور عمرو و بکر زید کے مال سے نصف دیت لیں گے اگر قتلِ عمد کا دعویٰ تھا اور اگر قتل خطاء کا دعویٰ تھا تو زید کے عاقلہ سے نصف دیت لیں گے۔(32)

مسئلہ 161: مقتول نے ایک بیٹا اور ایک بھائی چھوڑا ان میں سے ہر ایک دوسرے پر قتل کا دعویٰ کر کے اس کے خلاف گواہ پیش کرتا ہے تو بھائی کے گواہ لغو قرار پائیں گے (یعنی قابل قبول نہیں ہوں گے) اور بیٹے کے گواہوں کی گواہی پر بھائی کے خلاف فیصلہ کر دیا جائے گا۔(33)

❀❀❀❀❀

(ہندیہ ص18 ج6، بحر الرائق ص323 جلد 8)

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ۔۔۔إلخ، ج6، ص18.

(31) یعنی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کے مطابق۔

(32) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ۔۔۔إلخ، ج6، ص18.

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ۔۔۔إلخ، ج6، ص18.

(ہندیہ ص18 ج6، بحر الرائق ص324 جلد 8)

اقرارِ قتل کا بیان

مسئلہ 162: دو آدمیوں میں سے ہر ایک نے زید کے قتل کا اقرار کیا اور ولی زید کہتا ہے کہ تم دونوں نے قتل کیا ہے۔ تو قصاص میں دونوں کو قتل کر دیا جائے گا۔(1)

مسئلہ 163: اگر چند گواہوں نے گواہی دی کہ زید کو فلاں شخص نے قتل کیا ہے اور دوسرے چند گواہوں نے گواہی دی کہ زید کا قاتل دوسرا شخص ہے اور ولی نے کہا کہ دونوں نے قتل کیا ہے تو یہ دونوں شہادتیں باطل ہیں۔(2)

مسئلہ 164: کسی شخص نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں شخص کو قصداً قتل کیا ہے اور مقتول کے ولی نے اس کی تصدیق کر کے قصاص میں اس کو قتل کر دیا، پھر ایک دوسرے شخص نے آ کر اقرار کیا کہ میں نے اس کو قصداً قتل کیا ہے تو ولی اس کو بھی قتل کر سکتا ہے اور اگر پہلے قاتل کے اقرار کے وقت ولی نے اس سے یہ کہا تھا کہ تو نے تنہا عمداً قتل کیا تھا اور اس کو قصاص میں قتل کر دیا پھر دوسرے نے آ کر یہ اقرار کیا کہ میں نے تنہا عمداً قتل کیا ہے اور ولی نے اس کی تصدیق بھی کر دی تو ولی پر پہلے قاتل کے قتل کی دیت واجب ہوگی اور دوسرے قاتل پر ولی کے لیے دیت لازم ہوگی۔(3)

مسئلہ 165: کسی نے کسی کے قتل خطاء کا اقرار کیا اور ولیِ مقتول قتلِ عمد کا دعویٰ کرتا ہے تو قاتل کے مال سے ولی کو دیت دلوائی جائے گی۔(4)

مسئلہ 166: اگر قاتل قتل عمد کا اقرار کرے اور ولی مقتول قتل خطا کا مدعی ہو تو مقتول کے ورثاء کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر ولی نے بعد میں قاتل کے قول کی تصدیق کر دی اور کہہ دیا کہ تو نے قصداً قتل کیا ہے تو قاتل پر دیت لازم ہے۔(5)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ... إلخ، ج6، ص18.

(ہندیہ ص18 جلد6، بحر الرائق ص325 جلد8، تبیین الحقائق ص124 جلد6، مجمع الانہر ص635 ج2، ملتقی الابحر ص635 جلد2)

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ... إلخ، ج6، ص19.

(ہندیہ ص19 جلد6، فتح القدیر ص297 جلد8 وعنایہ، تبیین الحقائق ص124 جلد6، مجمع الانہر ص236 جلد2)

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ... إلخ، ج6، ص18.

(ہندیہ از محیط ص19 جلد6، بحر الرائق ص325 جلد8)

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ... إلخ، ج6، ص18.

(ہندیہ ص19 جلد6، مبسوط ص105 جلد26)

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ... إلخ، ج6، ص19.

مسئلہ 167: کسی شخص نے دو آدمیوں پر دعویٰ کیا کہ انھوں نے میرے باپ کو عمداً آلہ دھاردار سے قتل کر دیا ہے ان میں سے ایک شخص نے تنہا عمداً قتل کا اقرار کیا اور دو گواہوں نے گواہی دی کہ دوسرے مدعیٰ علیہ نے تنہا قصداً قتل کیا ہے تو یہ شہادت قبول نہیں کی جائے گی اور اقرار کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا اور اگر خطاءً قتل کا دعویٰ ہو تو اقرار کرنے والے سے نصف دیت لی جائے گی اور دوسرے مدعیٰ اعلیہ پر کچھ لازم نہیں ہے۔(6)

مسئلہ 168: اگر دو مدعیٰ اعلیہ میں سے ایک نے تنہا عمداً قتل کرنے کا اقرار کیا اور دوسرے نے انکار۔ اور مدعیٰ کے پاس گواہ نہیں ہیں تو اقرار کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا اور اگر دونوں میں سے ایک نے خطاً قتل کا اور دوسرے نے عمداً قتل کا اقرار کیا تو دونوں پر دیت لازم ہوگی۔(7)

مسئلہ 169: کسی نے دو آدمیوں پر دعویٰ کیا کہ انھوں نے میرے ولی کو دھاردار آلے سے قتل کیا ہے ان میں سے ایک نے مدعیٰ کی تصدیق کی اور دوسرے نے کہا کہ میں نے خطاً لاٹھی سے مارا تھا تو ان دونوں کے مال میں سے ولی کو تین 3 سال میں دیت دلائی جائے گی۔ اور اگر ولی کا دعویٰ قتل خطا کا تھا اور ان دونوں نے قتلِ عمد کا اقرار کیا تو مدعیٰ اعلیہ بری کر دیئے جائیں گے اور اگر دعویٰ قتل خطا کا تھا اور مدعیٰ علیہ نے مدعیٰ کی تصدیق کی تو دیت واجب ہوگی اور اگر دعویٰ قتل خطا کا تھا اور ایک قاتل نے عمداً قتل کا اقرار کیا اور دوسرے نے قتل خطا کا، تب بھی دونوں پر دیت لازم ہوگی۔(8)

مسئلہ 170: کسی نے دو اشخاص پر دعویٰ کیا کہ انھوں نے میرے ولی کو عمداً قتل کیا ہے ان میں سے ایک نے کہا کہ ہم نے عمداً قتل کیا ہے اور دوسرے نے قتل ہی کا انکار کر دیا تو اقرار کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا اور اگر دعویٰ قتل خطا کا ہو اور ایک مدعیٰ اعلیہ کہے کہ ہم نے عمداً قتل کیا ہے اور دوسرا قتل ہی کا انکار کرے تو ملزم بری کر دیئے جائیں گے۔(9)

مسئلہ 171: کسی نے زید سے کہا کہ میں نے اور فلاں شخص نے تیرے ولی کو عمداً قتل کیا ہے اور اس کے ساتھی

(عالمگیری از محیط و قاضی خان ص 19 جلد 6)

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ... إلخ، ج6، ص19.

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ... إلخ، ج6، ص19.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ... إلخ، ج6، ص19.

(عالمگیری از محیط ص 19 ج 6، بحر الرائق ص 325 ج 8)

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ... إلخ، ج6، ص19.

نے کہا کہ ہم نے خطاً قتل کیا ہے اور زید نے اقرار کرنے والے سے کہا کہ تنہا تو نے عمداً قتل کیا ہے تو زید قتلِ عمد کا اقرار کرنے والے سے قصاص لے گا اور اگر زید نے قتلِ خطا کا دعوٰی کیا تو دونوں بری کر دیئے جائیں گے۔(10)

مسئلہ 172: کسی نے زید سے کہا کہ میں نے تیرے ولی کا ہاتھ قصداً کاٹا تھا اور فلاں شخص نے اس کا پیر قصداً کاٹا تھا اور اسی وجہ سے اس کی موت واقع ہوگئی تھی اور زید یہ کہتا ہے کہ تو نے تنہا اس کے ہاتھ پیر عمداً کاٹے ہیں اور دوسرا شخص اس جرم میں شرکت کا انکار کرتا ہے۔تو اقرار کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا اور اگر زید نے کہا کہ تو نے عمداً اس کا ہاتھ کاٹا تھا اور پیر کاٹنے والے کا مجھ کو علم نہیں تو ابھی قصاص نہیں لیا جائے گا۔ہاں اگر کسی وقت زید اس ابہام کو دور کردے اور یہ کہے کہ مجھے یاد آگیا کہ تیرے ساتھی نے قصداً پیر کاٹا تھا تو اقرار کرنے والا قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ لیکن اگر قاضی اس کے ابہام کو دور کرنے سے پہلے بطلان حق کا فیصلہ کر چکا ہے تو اس کا ابہام دور کرنے سے حق واپس نہیں ملے گا۔(11)

مسئلہ 173: کوئی شخص مقتول پایا گیا کہ اس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے تھے اور ولی نے دعوٰی کیا کہ فلاں شخص نے اس کا داہنا ہاتھ قصداً کاٹا تھا اور فلاں شخص نے اس کا بایاں ہاتھ قصداً کاٹا تھا اور ان دونوں ہاتھوں کے کاٹنے سے اس کی موت واقع ہوئی تھی۔ بایاں ہاتھ کاٹنے والے نے قصداً ہاتھ کاٹنے اور صرف اسی سبب سے موت واقع ہونے کا اقرار کیا اور دایاں ہاتھ کاٹنے والے نے قطع ید کا انکار کیا تو اقرار کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا۔اور اگر ولی نے کہا کہ فلاں شخص نے بایاں ہاتھ قصداً کاٹا تھا اور داہنا ہاتھ بھی قصداً کاٹا گیا ہے مگر اس کے کاٹنے والے کا مجھے علم نہیں ہے اور موت دونوں ہاتھوں کے کٹنے سے واقع ہوئی ہے بایاں ہاتھ کاٹنے والا اقرار کرتا ہے کہ میں نے عمداً بایاں ہاتھ کاٹا ہے اور صرف اسی وجہ سے موت واقع ہوئی ہے،تو اقرار کرنے والا بھی بری ہو جائے گا۔اور اگر ولی نے کہا کہ فلاں نے داہنا ہاتھ قصداً کاٹا اور فلاں نے بایاں قصداً کاٹا اور بائیں ہاتھ کا کاٹنے والا کہتا ہے کہ میں نے بایاں ہاتھ قصداً کاٹا ہے اور داہنا ہاتھ کاٹنے والے کا مجھے علم نہیں ہے لیکن یہ جانتا ہوں کہ داہنا ہاتھ قصداً کاٹا گیا اور موت اسی سے واقع ہوئی ہے،تو قصاص نہیں لیا جائے گا۔اقرار کرنے والے پر نصف دیت لازم ہوگی۔(12)

---

(10) الفتاوی الھندیۃ،کتاب الجنایات،الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ...الخ،ج6،ص20،19.

(ہندیہ ص19 ج6،بحر الرائق ص325 ج8)

(11) الفتاوی الھندیۃ،کتاب الجنایات،الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ...الخ،ج6،ص20.

(ہندیہ ص20 جلد6،بحر الرائق ص325 جلد8)

(12) الفتاوی الھندیۃ،کتاب الجنایات،الباب الخامس فی الشھادۃ فی القتل والاقرار بہ...الخ،ج6،ص20.

(عالمگیری از محیط ص20 جلد6،بحر الرائق ص325 جلد8)

مسئلہ 174: کسی مقتول کے دو بیٹوں میں سے ایک حاضر اور دوسرا غائب ہے۔ حاضر نے کسی شخص پر اپنے باپ کے قتل عمد کا دعویٰ کیا اور گواہ پیش کر دیے لیکن قاتل نے اس بات کے گواہ پیش کیے کہ غائب بیٹے نے مجھے معاف کر دیا ہے تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور مدعی کو نصف دیت دلائی جائے گی۔(13)

مسئلہ 175: قتل خطا اور ہر ایسے قتل میں جس میں قصاص واجب نہ ہو ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت قبول کر لی جائے گی۔(14)

مسئلہ 176: کسی بچے نے یہ اقرار کیا کہ میں نے اپنے باپ کو عمداً قتل کر دیا ہے تو اس پر قصاص واجب نہیں ہوگا اور مقتول کی دیت بچہ کے عاقلہ پر واجب ہوگی اور بچہ وارث بھی ہوگا۔ مجنون کا حکم بھی یہی ہے۔(15)

مسئلہ 177: اگر نابالغ بچے کے کسی ایسے قریبی رشتے دار کو قتل کر دیا گیا یا اعضاء کاٹ دیے گئے جس کے قصاص کا حق بچے کو تھا، تو اس بچے کے باپ کو قصاص لینے اور دیت کے مساوی یا اس سے زیادہ مال پر صلح کرنے کا حق ہے اور اگر مقدار دیت سے کم پر صلح کر لے گا تب بھی صلح صحیح ہو جائے گی لیکن پوری دیت لازم ہوگی مگر معاف کرنے کا حق نہیں ہے اور وصی کو نفس کے قصاص وعفو کا (16) حق نہیں ہے۔ صرف دیت کے مساوی یا اس سے زیادہ مال پر صلح کا حق ہے اور مادون النفس میں (17) قصاص وصلح کا حق ہے، عفو کا حق نہیں ہے۔(18)

مسئلہ 178: قاتل اور اولیائے مقتول اگر مال پر صلح کر لیں تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور جس مال پر صلح کی ہے وہ لازم ہوگا اور اگر نقد و ادھار کا ذکر نہیں کیا تو فوراً ادا کرنا واجب ہوگا۔(19)

---

(13) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الجنایات، باب الشہادۃ فی القتل واعتبار حالتہ، ج10، ص225، 226.

(درمختار وشامی ص500 جلد5، بحر الرائق ص320 جلد8، تبیین ص122 جلد6، فتح القدیر وعنایہ ص293 جلد8)

(14) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، باب الشہادۃ علی الجنایۃ ج2، ص395.

(خانیہ ص395 جلد4، طحطاوی علی الدر ص276 جلد4)

(15) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، باب الشہادۃ علی الجنایۃ ج2، ص396.

(16) یعنی معاف کرنے کا۔

(17) یعنی قتل سے کم جسمانی نقصان میں مثلاً ہاتھ پاؤں توڑنا وغیرہ۔

(18) رد المحتار، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود ومالا یوجبہ، ج10، ص174، 175.

(شامی ص475 جلد5، قاضی خان ص442 ج3، درر غرر ص94 ج2، طحطاوی ص263 ج4)

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو... إلخ، ج6، ص20.

(عالمگیری ص20 ج6، فتح القدیر وعنایہ ص275 ج8)

مسئلہ 179: اگر قتل خطائً تھا اور مال معین پر صلح کی اور اس کا کوئی وقت معین نہیں کیا تو اگر قاضی کی قضا اور دیت کی کسی خاص قسم پر فریقین کی رضامندی سے پہلے یہ صلح ہے تو یہ مال موجل ہوگا۔(20)

مسئلہ 180: اگر ایک حر (آزاد یعنی جو غلام نہ ہو) اور ایک غلام نے مل کر کسی کو قتل کیا پھر حر نے اور غلام کے مالک نے کسی شخص کو مصالحت کے لیے وکیل بنایا۔ اس نے جس رقم پر مصالحت کی وہ حر اور غلام کے مالک پر نصف نصف واجب ہوگی۔(21)

مسئلہ 181: قتل خطاء میں دیت کی کسی خاص قسم پر قضائے قاضی ہوچکی یا فریقین راضی ہوچکے تو اس کے بعد اسی نوع کی زیادہ مقدار پر صلح کرنا جائز نہیں ہے اور کم پر جائز ہے صلح نقد اور ادھار دونوں طرح جائز ہے اور اگر کسی دوسری قسم کے مال پر صلح کرنا چاہیں تو زیادہ پر بھی صلح جائز ہے لیکن اگر قاضی نے دراہم پر فیصلہ کیا اور انھوں نے اس سے زیادہ قیمت کے دنانیر (سونے کے سکے) پر صلح کی تو نقد جائز ہے اور ادھار ناجائز ہے اور اگر کسی غیر معین جانور پر صلح کی تو ناجائز ہے اور معین پر جائز ہے۔ اگرچہ مجلس میں قبضہ نہ کیا جائے۔ اور اگر ان دراہم سے کم مالیت کے دنانیر پر صلح کی تو ادھار ناجائز ہے اور نقد جائز ہے۔ اسی طرح اگر قاضی کا فیصلہ دراہم پر تھا اور انھوں نے غیر معین سامان پر صلح کی تو ناجائز ہے اور معین پر جائز ہے، مجلس میں قبضہ کریں یا نہ کریں۔(22)

مسئلہ 182: قضاء قاضی اور فریقین کی دیت معین پر رضامندی سے پہلے اگر فریقین ان اموال پر صلح کرنا چاہیں جو دیت میں لازم ہوتے ہیں تو دیت کی مقدار سے زائد پر صلح ناجائز ہے اگرچہ نقد پر ہو اور کم پر نقد وادھار دونوں طرح جائز ہے اور اگر دیت کے مقررہ اموال کے علاوہ کسی دوسری چیز پر صلح کرنا چاہیں تو ادھار ناجائز ہے اور نقد جائز ہے۔(23)

مسئلہ 183: کسی شخص نے عمداً قتل کیا اور مقتول کے دو ولی ہیں۔ ایک ولی نے کل خون کے بدلے میں پچاس ہزار پر صلح کرلی تو اس کو پچیس ہزار ملیں گے اور دوسرے کو نصف دیت ملے گی۔(24)

---

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو... إلخ، ج6، ص20.

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو... إلخ، ج6، ص20.

(عالمگیری ص20 ج6، ہدایہ ص571 ج4)

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو... إلخ، ج6، ص20.

(عالمگیری ص20 ج6، بحرالرائق ص318 ج8)

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو... إلخ، ج6، ص20.

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو... إلخ، ج6، ص20.

مسئلہ 184: مقتول کے ورثاء میں سے مرد، عورت، ماں، دادی وغیرہ کسی ایک نے قصاص معاف کر دیا یا بیوی کا قصاص شوہر نے معاف کر دیا تو قاتل سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔(25)

مسئلہ 185: اگر ورثاء میں سے کسی نے قصاص کے اپنے حق کے بدلے میں مال پر صلح کر لی یا معاف کر دیا تو باقی ورثاء کے قصاص کا حق ساقط ہو جائے گا اور دیت سے اپنا حصہ پائیں گے اور معاف کرنے والے کو کچھ نہیں ملے گا۔(26)

مسئلہ 186: قصاص کے دو مستحق اشخاص میں سے ایک نے معاف کر دیا تو دوسرے کو نصف دیت تین سال میں قاتل کے مال سے ملے گی۔(27)

مسئلہ 187: دو اولیاء میں سے ایک نے قصاص معاف کر دیا دوسرے نے یہ جانتے ہوئے کہ اب قاتل کو قتل کرنا حرام ہے، قتل کر دیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اور اس کو اصل قاتل کے مال سے نصف دیت ملے گی اور اگر حرمت قتل کا علم نہ تھا تو اس پر اپنے مال میں اصل قاتل کے لئے دیت ہے۔ دوسرے ولی کے معاف کرنے کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔(28)

مسئلہ 188: کسی نے دو اشخاص کو قتل کر دیا اور ان دونوں کا ولی ایک شخص ہے اس نے ایک مقتول کا قصاص معاف کر دیا تو اسے دوسرے مقتول کے قصاص میں قتل کرنے کا حق نہیں ہے۔(29)

مسئلہ 189: دو قاتلوں میں سے ولی نے ایک کو معاف کر دیا تو دوسرے سے قصاص لیا جائے گا۔(30)

مسئلہ 190: کسی نے دو اشخاص کو قتل کر دیا ایک مقتول کے ولی نے قاتل کو معاف کر دیا تو دوسرے مقتول کا ولی

---

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو... إلخ، ج6، ص21،20.

(26) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو... إلخ، ج6، ص21،20.

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو... إلخ، ج6، ص21،20.

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو... إلخ، ج6، ص21.

(ہندیہ از محیط ص21 ج6)

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو... إلخ، ج6، ص21.

(عالمگیری ص21 جلد6 از جوہرہ نیرہ)

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو... إلخ، ج6، ص21.

(عالمگیری از محیط ص21 جلد6، قاضی خان ص390 جلد4)

اس کو قصاص میں قتل کرسکتا ہے۔(31)

مسئلہ 191: مجروح کی موت سے قبل ولی نے معاف کر دیا تو استحساناً جائز ہے۔(32)

مسئلہ 192: کسی نے کسی کو قصداً قتل کر دیا اور ولی مقتول کے لئے قاضی نے قصاص کا فیصلہ کر دیا اور ولی نے کسی شخص کو اس کے قتل کا حکم دیا۔ پھر کسی شخص نے ولی سے معافی کی درخواست کی اور ولی نے قاتل کو معاف کر دیا مامور کو اس معافی کا علم نہیں ہوا اور اس نے قتل کر دیا تو مامور پر دیت لازم ہے اور وہ ولی سے یہ دیت وصول کر لے گا۔(33)

مسئلہ 193: ولی یا وصی کو نابالغ مقتول کے خون کو معاف کرنے کا حق نہیں۔(34)

مسئلہ 194: کسی نے کسی کے بھائی کو عمداً قتل کر دیا اور مقتول کے بھائی نے گواہ پیش کئے کہ اس کے سوا مقتول کا کوئی اور وارث نہیں ہے اور قاتل نے گواہ پیش کئے کہ مقتول کا بیٹا زندہ ہے تو ابھی فیصلہ ملتوی رہے گا۔ اگر قاتل نے گواہ پیش کئے کہ مقتول کے بیٹے نے دیت پر صلح کر کے قبضہ بھی کر لیا ہے یا اس نے معاف کر دیا ہے تو قاتل کے گواہوں کی شہادت قبول ہوگی۔ اس کے بعد بیٹا اگر اس کا انکار کرے تو قاتل کو بیٹے کے مقابلے میں دوبارہ گواہ پیش کرنے ہوں گے اور بھائی کے مقابلے میں جو شہادت پیش کی تھی کافی نہیں ہوگی۔(35)

مسئلہ 195: مقتول کے دو بھائی ہیں اور قاتل نے گواہ پیش کئے کہ ایک غائب بھائی نے مال پر مجھ سے صلح کر لی ہے تو یہ شہادت قبول کر لی جائے گی پھر اگر اس غائب بھائی نے آکر صلح کا انکار کیا تو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس صورت میں حاضر بھائی کو نصف دیت مل جائے گی اور غائب کو کچھ نہیں ملے گا۔(36)

---

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو۔۔۔الخ، ج6،ص21.

(عالمگیری از سراج الوہاج ص21 جلد6، قاضی خان ص390 ج4)

(32) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو۔۔۔الخ، ج6،ص21.

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو۔۔۔الخ، ج6،ص21.

(عالمگیری از ظہیریہ ص21 ج6)

(34) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو۔۔۔الخ، ج6،ص21.

(عالمگیری از محیط سرخسی ص21 جلد6، قاضی خان ص390 ج4)

(35) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو۔۔۔الخ، ج6،ص21.

(قاضی خان ص397 جلد4، عالمگیری ص21 جلد6)

(36) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو۔۔۔الخ، ج6،ص21.

(قاضی خان ص398 جلد4، ہندیہ ص21 جلد6)

مسئلہ 196: مقتول کے دو اولیاء میں سے ایک غائب ہے اور قاتل نے گواہ پیش کئے کہ غائب نے معاف کر دیا ہے تو یہ شہادت قبول کر لی جائے گی اور غائب کے حق میں معافی مان لی جائے گی اور اس عفو کے فیصلے کے بعد غائب کے آنے پر دوبارہ شہادت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر قاتل غائب کی معافی کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کے پاس گواہ نہیں ہیں لیکن چاہتا ہے کہ حاضر کو قسم دی جائے تو یہ فیصلہ غائب کے آنے تک ملتوی رکھا جائے گا۔ پھر اگر غائب نے آکر معافی کا انکار کیا اور قسم کھائی تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔ (37)

مسئلہ 197: قاتل کہتا ہے کہ ولی غائب کے معاف کرنے کے گواہ میرے پاس ہیں تو قاضی گواہوں کو پیش کرنے کے لیے اپنی صوابدید کے مطابق مہلت دے دے اور ابھی فیصلہ نہ کرے۔ مقررہ مدت گزرنے کے بعد یا ابتداء مقدمہ ہی میں قاتل نے گواہوں کے غائب ہونے کی بات کہی تو استحساناً اب بھی فیصلہ ملتوی رکھے۔ ہاں اگر قاضی کا گمان غالب یہ ہو کہ قاتل جھوٹا ہے اس کے پاس گواہ نہیں ہیں تو قصاص کا حکم دے سکتا ہے۔ (38)

مسئلہ 198: دو اولیاء میں سے ایک نے دوسرے کے عفو کی شہادت پیش کی تو اس کی پانچ صورتیں ہوں گی۔

1۔ قاتل اور دوسرا ولی اس کی تصدیق کریں۔

2۔ دونوں اس کی تکذیب کریں۔ (یعنی اس کو جھٹلائیں)

3۔ ولی تکذیب کرے اور قاتل تصدیق کرے۔

4۔ ولی تصدیق کرے اور قاتل تکذیب کرے۔

5۔ دونوں سکوت اختیار کریں۔ (یعنی خاموش رہیں)

تو قصاص ہر صورت میں معاف ہو جائے گا۔ لیکن دیت میں سے عفو کی گواہی دینے والے کو نصف دیت ملے گی۔ اگر عفو پر تینوں متفق تھے اور اگر قاتل اور ولی آخر نے اس کی تکذیب کی تھی تو اس کو کچھ نہیں ملے گا اور سکوت کرنے کی صورت میں ولی آخر کو نصف دیت ملے گی اور اگر ولی آخر نے اس کی تکذیب کی تھی اور قاتل نے تصدیق کی تھی تو ہر ایک ولی کو نصف نصف دیت ملے گی۔ اور اگر قاتل نے شہادت دینے والے ولی کی تکذیب کی اور ولی آخر نے تصدیق کی تو ولی اول کو نصف دیت ملے گی اور ولی آخر کو کچھ نہیں ملے گا۔ (39)

---

(37) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو... إلخ، ج6، ص21.

(عالمگیری ص21 جلد 6، مبسوط ص162 جلد 26)

(38) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو... إلخ، ج6، ص21.

(ہندیہ ص21 جلد 6، مبسوط ص162 جلد 26)

(39) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو... إلخ، ج6، ص21.

مسئلہ 199: اگر دو اولیاء میں سے ہر ایک دوسرے کے معاف کرنے کی گواہی دیتا ہے تو دونوں کی گواہی بیک وقت ہے یا اوقات مختلفہ میں۔ اگر دونوں نے بیک وقت گواہی دی تو دونوں کا حق باطل ہو جائے گا۔ قاتل ان کی تکذیب کرے یا بیک وقت تصدیق کرے۔ اور اگر قاتل نے مختلف اوقات میں دونوں کی تصدیق کی تو دونوں کو نصف نصف دیت ملے گی۔ اور اگر قاتل نے ایک کی تصدیق کی اور ایک کی تکذیب کی تو جس کی تصدیق ہے اس کو نصف دیت ملے گی۔ اور اگر دونوں نے مختلف اوقات میں شہادت دی تھی اور قاتل نے دونوں کی تکذیب کی تو بعد کے شہادت دینے والے کے لیے نصف دیت ہے اور پہلے شہادت دینے والے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ اسی طرح اگر قاتل نے دونوں کی بیک وقت تصدیق کی تب بھی پہلے گواہی دینے والے کو کچھ نہیں ملے گا۔ اور بعد میں گواہی دینے والے کو نصف دیت ملے گی۔ اور اگر قاتل نے مختلف اوقات میں دونوں کی تصدیق کی تو دونوں کو نصف نصف دیت ملے گی اور اگر قاتل نے پہلے گواہی دینے والے کی تصدیق کی اور دوسرے کی تکذیب، جب بھی دونوں کے لیے پوری دیت کا ضامن ہوگا، اور اگر بعد کے شہادت دینے والے کی تصدیق کی اور پہلے والے کی تکذیب تو بعد والے کو نصف دیت ملے گی اور پہلے کو کچھ نہیں ملے گا۔ (40)

مسئلہ 200: مقتول کے تین ولی ہیں۔ ان میں سے دو نے گواہی دی کہ تیسرے نے معاف کر دیا ہے تو اس کی چار صورتیں ہیں۔

(1) قاتل اور تیسرا ولی ان دونوں کی تصدیق کریں تو تیسرے کا حق باطل ہو جائے گا اور دونوں گواہی دینے والوں کا حق قصاص سے مال کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

(2) اور اگر قاتل اور تیسرا وہ دونوں گواہی دینے والوں کی تکذیب کریں تو گواہی دینے والوں کا حق باطل ہو جائے گا اور تیسرے کا حق قصاص سے مال کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

(3) اور اگر صرف تیسرے ولی نے دونوں گواہی دینے والوں کی تصدیق کی تو قاتل دونوں گواہی دینے والوں کے لیے ایک تہائی دیت کا ضامن ہوگا۔

(4) اور اگر صرف قاتل نے دونوں گواہی دینے والوں کی تصدیق کی تو تینوں اولیاء کو ایک ایک تہائی دیت ملے گی۔ (41)

(مبسوط ص155 جلد 26، عالمگیری ص21 ج6)

(40) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو... إلخ، ج6، ص21، 22.

(41) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو... إلخ، ج6، ص22.

مسئلہ 201: مقتولِ خطا کے وارثوں میں سے دو نے گواہی دی کہ بعض وارثوں نے اپنا حصہ دیت معاف کر دیا ہے اگر یہ گواہی دینے سے پہلے اپنے حصہ پر انھوں نے قبضہ نہیں کیا ہے تو یہ گواہی قبول کر لی جائے گی۔(42)

مسئلہ 202: بہت سے لوگ جمع ہو کر ایک باؤلے (پاگل) کتے کو تیر مار رہے تھے کہ ایک تیر غلطی سے کسی بچے کو لگ گیا اور وہ مر گیا، لوگوں نے گواہی دی کہ یہ تیر فلاں شخص کا ہے لیکن یہ گواہی نہیں دیتے کہ فلاں شخص نے یہ تیر مارا ہے بچہ کے باپ نے اس تیر والے سے صلح کر لی تو اگر یہ جانتے ہوئے صلح کی ہے کہ اسی کا پھینکا ہوا تیر بچے کو لگ کر اس کی موت کا سبب بنا ہے تو یہ صلح جائز ہے اور اگر تیر کی شناخت کے سوا اور کوئی دلیل نہ ہو تو صلح باطل ہے اگر تیر انداز کا علم تو ہے مگر تیر لگنے کے بعد باپ نے بڑھ کر بچہ کو طمانچہ مارا اور بچہ گر کر مر گیا۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ موت کا سبب تیر ہوا یا طمانچہ، تو اس صورت میں اگر دوسرے ورثا مقتول کی اجازت سے باپ نے صلح کی تو یہ صلح جائز ہے اور صلح کا مال سب ورثاء میں تقسیم ہوگا اور باپ کو کچھ نہیں ملے گا۔ اور اگر ورثاء کی اجازت کے بغیر صلح کی ہے تو یہ صلح باطل ہے۔(43)

مسئلہ 203: کسی نے کسی کے سر پر خطاءً دو گہرے زخم لگائے۔ زخمی نے ایک زخم اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات کو معاف کر دیا اس کے بعد زخمی مر گیا تو اگر جرم کا ثبوت اقرار مجرم سے ہوا تھا تو یہ عفو باطل ہے اور مجرم کے مال میں دیت لازم ہوگی۔ اور اگر جرم کا ثبوت گواہی سے ہوا تھا تو یہ عفو عاقلہ کے حق میں وصیت مانا جائے گا اور نصف دیت عاقلہ پر معاف ہو جائے گی اگر مقتول کے کل ترکہ کے تہائی سے زیادہ نہ ہو اور اگر یہ دونوں زخم قصداً لگائے ہوں اور صورت یہی ہو تو مجرم پر کچھ لازم نہیں ہوگا نہ قصاص نہ دیت۔(44)

مسئلہ 204: اگر کسی نے کسی کا سر قصداً پھاڑ دیا۔ مجروح نے (یعنی زخمی نے) مجرم کو زخم اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات سے معاف کر دیا۔ اس کے بعد مجرم نے عمداً (یعنی جان بوجھ کر، ارادۃً) ایک اور زخم لگا دیا۔ زخمی نے اس کو معاف نہیں کیا اور مر گیا تو قصاص نہیں لیا جائے گا لیکن پوری دیت 3 سال میں لی جائے گی۔(45)

مسئلہ 205: کسی نے کسی کو قصداً گہرا زخم لگایا۔ پھر مجروح سے زخم اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات سے معین مال پر صلح کر لی اور مجروح نے مال پر قبضہ بھی کر لیا اس کے بعد کسی دوسرے شخص نے اس مجروح کو گہرا زخم قصداً لگایا۔ مجروح دونوں زخموں کی وجہ سے مر گیا تو دوسرے جارح (زخمی کرنے والا) سے قصاص لیا جائے گا اور پہلے پر کچھ

---

(42) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو... إلخ، ج6، ص22.

(43) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو... إلخ، ج6، ص22.

(44) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو... إلخ، ج6، ص23.

(45) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو... إلخ، ج6، ص23.

لازم نہیں ہے اور اگر مجروح نے دونوں زخم کھانے کے بعد مجرم اول سے صلح کی تب بھی یہی حکم ہے۔(46)

مسئلہ 206: کسی نے کسی کو قصداً گہرا زخم لگایا پھر زخم اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات کے بدلہ میں دس ہزار 10,000 درہم پر صلح کر کے مجروح کو ادا بھی کر دیے۔ پھر کسی دوسرے شخص نے اسی مجروح کو خطاً زخمی کر دیا اور مجروح دونوں زخموں سے مر گیا تو دوسرے جارح کے عاقلہ پر نصف دیت لازم ہوگی۔ اور پہلا جارح مقتول کے مال میں سے پانچ ہزار درہم واپس لے لے گا۔(47)

مسئلہ 207: کسی نے بچے کا دانت اکھیڑ دیا یا کسی عورت کا سر مونڈ دیا اس کے بعد مجرم نے بچہ کے باپ سے یا اس عورت سے مال پر صلح کر لی۔ اس کے بعد عورت کے سر پر بال نکل آئے یا بچہ کا دانت نکل آیا تو اس مال کا واپس کر دینا لازمی ہے اور یہی صورت اس صورت میں بھی ہے جب کسی کا ہاتھ توڑ دیا ہو اور اس سے مال پر صلح کر لی ہو اور اس کے بعد پلاسٹر کر دیا گیا ہو اور ہڈی جڑ گئی ہو۔ پھر اگر ہاتھ ٹوٹنے والا یہ کہے کہ میرا ہاتھ پہلے سے کمزور ہو گیا ہے اور جیسا تھا ویسا نہیں ہوا تو کسی ماہر فن سے تحقیقات کرائی جائے گی۔(48)

مسئلہ 208: قصاص کا حق ہر اس وارث کو ہے جس کا حصہ میراث قرآن میں معین کر دیا گیا ہے۔ اور دیت کا بھی یہی حکم ہے۔(49)

مسئلہ 209: اگر سب ورثاء بالغ ہوں تو سب کی موجودگی میں قصاص لیا جائے گا۔ صرف بعض کو قصاص لینے کا حق نہیں ہے۔ اور اگر بعض ورثاء بالغ ہیں اور بعض نابالغ ہیں تو بالغ ورثاء ابھی قصاص لے لیں گے اور نابالغوں کے بلوغ کا انتظار نہیں کریں گے۔(50)

مسئلہ 210: مقتول فی العمد کے بعض ورثاء نے قاتل کو معاف کر دیا پھر باقی ورثاء نے یہ جانتے ہوئے قاتل کو قتل کر دیا کہ بعض کے معاف کر دینے سے قصاص ساقط ہو جاتا ہے تو ان سے قصاص لیا جائے گا اور اگر یہ حکم ان کو

---

(46) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو۔۔۔ إلخ، ج6، ص23.

(47) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو۔۔۔ إلخ، ج6، ص23.

(48) تکملۃ البحر الرائق، کتاب الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس، ج9، ص60.

(بحر الرائق ص318 ج8)

(49) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، فصل فیمن یستوفی فی القصاص، ج2، ص390.

(قاضی خان ص390 ج4)

(50) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، فصل فیمن یستوفی فی القصاص، ج2، ص390.

معلوم نہیں اور قاتل کو قتل کر دیا اگرچہ بعض کے معاف کر دینے کو جانتے ہوں تو ان سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔(51)

❁❁❁❁❁

(51) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، فصل فی المستوفی فی القصاص، ج2،ص389.

باب اعتبار حالۃ القتل

مسئلہ 211: قتل میں آلہ قتل کے استعمال کرنے کے وقت کی حالت معتبر ہے۔(1)

مسئلہ 212: کسی شخص نے مسلمان کو تیر مارا قبل اس کے کہ تیر اسے لگے معاذ اللہ وہ مرتد ہوگیا اس کے بعد تیر لگا اور وہ مرگیا تو مقتول کے ورثاء کے لیے تیر مارنے والے پر دیت واجب ہے اور اگر مرتد کو تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے وہ مسلمان ہوگیا اور پھر تیر لگنے سے مرگیا تو تیر مارنے والے پر کچھ تاوان نہیں ہے۔(2)

مسئلہ 213: کسی شخص نے غلام کو تیر مارا تیر لگنے سے قبل اس کے مولا نے اسے آزاد کردیا تو تیر مارنے والے پر غلام کی قیمت لازم ہوگی۔(3)

مسئلہ 214: اگر کسی نے کسی قاتل کو قصاص معاف کردینے کے بعد قتل کردیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔(4)

مسئلہ 215: کسی کافر نے شکار کو تیر مارا اور شکار کو تیر لگنے سے پہلے وہ مسلمان ہوگیا تو وہ گوشت حرام ہے اور اگر مسلمان نے مارا اور معاذ اللہ لگنے سے پہلے وہ مرتد ہوگیا تو وہ گوشت حلال ہے۔(5)

مسئلہ 216: حکومت عدل یعنی انصاف کے ساتھ تاوان لینے کا طریقہ یہ ہے کہ اس شخص کو غلام فرض کر کے یہ

---

(1) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، باب الشھادۃ فی القتل واعتبار حالتہ، ج10، ص224.

(بحرالرائق ص326 ج8، تبیین ص134 ج6، درمختار وشامی ص503 ج5)

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السابع فی اعتبار حالۃ القتل، ج6، ص23.

(عالمگیری ص23 ج6، تبیین الحقائق ص124 جلد 6، درمختار وشامی ص503 ج5، بحرالرائق ص326 ج8، فتح القدیر وعنایہ ص292 ج8)

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السابع فی اعتبار حالۃ القتل، ج6، ص23.

(عالمگیری ص23 ج6، تبیین الحقائق ص124 ج6، درمختار وشامی ص503 ج5، بحرالرائق ص326 ج8، فتح القدیر وعنایہ ص292 ج8)

(4) بدائع الصنائع، کتاب الجنایات، فصل وأما بیان ما یسقط القصاص...الخ، ج6، ص293.

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السابع فی اعتبار حالۃ القتل، ج6، ص23.

(بحرالرائق ص326 جلد 8، تبیین الحقائق ص125 جلد 6، فتح القدیر ص300 جلد 8، عالمگیری ص23 ج6، درمختار وشامی ص503 جلد 5)

اندازہ کیا جائے کہ جنایت کے اثر کی وجہ سے اس کی قیمت میں کس قدر کمی آگئی۔ یہ کمی حکومت عدل کہلائے گی۔ مثلاً غلام کی قیمت کا دسواں حصہ کم ہوگیا تو وہاں دیت کا دسواں حصہ لازم ہوگا۔ یا قیمت نصف رہ گئی تو نصف دیت لازم ہوگی۔(6)

مسئلہ 217: یا ان زخموں میں سے جن میں شارع نے اَرش معین کیا ہے کسی قریب ترین جگہ کے زخم کے ساتھ اس زخم کا مقابلہ دو ماہر عادل جراحوں (طبیبوں، سرجنوں، ڈاکٹروں) سے کرا کے یہ معلوم کیا جائے گا کہ اس زخم کو اس زخم سے کیا نسبت ہے؟ اور قاضی ان کے قول کے مطابق اس زخم سے اس زخم کو جو نسبت ہو اسی نسبت سے اَرش کا حصہ متعین کر دے۔ مثلاً یہ زخم اس زخم کا نصف ہے تو نصف اور ربع ہے تو ربع اَرش۔(7)

مسئلہ 218: حکومت عدل جنایات مادون النفس میں سے جن میں قصاص نہیں اور شارع نے کوئی اَرش بھی معین نہیں کیا ہے ان میں جو تاوان لازم آتا ہے اس کو حکومت عدل کہتے ہیں۔(8)

(6) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، ج2، ص385.

(قاضی خان ص385 جلد 4، شامی ص494 جلد 5)

(7) بدائع الصنائع، کتاب الجنایات، فصل وأما الذی یجب فیہ أرش... إلخ، ج6، ص413.

(8) بدائع الصنائع، کتاب الجنایات، فصل وأما الذی یجب فیہ أرش... إلخ، ج6، ص412.

(بدائع صنائع ص323 جلد 7، شامی ص511 جلد 5)

کتاب الدّیات

مسئلہ 219: دیت اس مال کو کہتے ہیں جونفس کے بدلے میں لازم ہوتا ہے۔ اور اَرش اس مال کو کہتے ہیں جو مادون النفس میں (1) لازم ہوتا ہے۔ اور کبھی ارش اور دیت کو بطور مترادف بھی بولتے ہیں۔ (2)

مسئلہ 220: قطع وقتل کی چار صورتوں میں دیت واجب ہوتی ہے۔ (1) قتل خطا (2) شبہ عمد (3) قتل بالسبب (4) قائم مقام خطا۔ ان سب صورتوں میں دیت عصبات پر واجب ہوتی ہے۔ سوائے اس صورت میں کہ باپ اپنے بیٹے کو قتل کر دے تو اس کو اپنے مال میں دیت واجب ہوگی اور ہر اس قتل وقطع عمد میں جس میں کسی شبہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہو جائے مجرم کے اپنے مال میں دیت واجب ہوگی اور جنایت عمد کی صلح کا مال بھی مجرم کے مال سے ادا کیا جائے گا۔ (3)

مسئلہ 221: دیت صرف تین قسم کے مالوں سے ادا کی جائے گی۔ (1) اونٹ ایک سو (2) دینار ایک ہزار (3) دراہم دس ہزار۔ قاتل کو اختیار ہے کہ ان تینوں میں سے جو چاہے ادا کرے۔ (4)

مسئلہ 222: اونٹ سب ایک عمر کے واجب نہیں ہوں گے بلکہ مختلف العمر لازم آئیں گے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ خطا قتل کی صورت میں پانچ قسم کے اونٹ دیئے جائیں گے۔ بیس بنت مخاض یعنی اونٹ کا وہ مادہ بچہ جو دوسرے سال میں داخل ہو چکا ہو اور بیس ابن مخاض یعنی اونٹ کے وہ نر بچے جو دوسرے سال میں داخل ہو چکے ہوں اور بیس بنت لبون یعنی اونٹ کا وہ مادہ بچہ جو تیسرے سال میں داخل ہو چکا ہو اور بیس حقے یعنی اونٹ کے وہ بچے جو عمر کے چوتھے سال میں داخل ہو چکے ہوں اور بیس جذعہ یعنی وہ اونٹنی جو پانچویں سال میں داخل ہو چکی ہے اور شبہ عمد میں، پچیس بنت مخاض اور پچیس بنت لبون اور پچیس حقے اور پچیس جذعے صرف یہ چار قسمیں دی جائیں گی۔ (5)

---

(1) یعنی قتل سے کم جسمانی نقصان میں مثلاً ہاتھ پاؤں وغیرہ توڑنا۔

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج6، ص24

(عالمگیری ص24 جلد6، درمختار وشامی ص504 ج5)

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج6، ص24.

(ہندیہ ص24 ج6، قاضی خان ص392 ج4)

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج6، ص24.

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج6، ص24.

مسئلہ 223: مسلم، ذمی، مستامن سب کی دیت ایک برابر ہے اور عورت کی دیتِ نفس، مادون النفس میں مرد کی دیت کی نصف دی جائے گی اور وہ جنایات جن میں کوئی دیت معین نہیں ہے بلکہ انصاف کے ساتھ تاوان دلایا جاتا ہے ان میں مرد و عورت کا تاوان برابر ہوگا۔ (6)

مسئلہ 224: خنثیٰ کا ہاتھ عمداً کاٹنے والے سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ اگرچہ قاطع عورت ہو اور خنثیٰ سے بھی قصاص نہیں لیا جائے گا اور اگر اس کو کسی نے خطأً قتل کر دیا، یا ہاتھ پیر کاٹ دیئے تو عورت کی دیت یعنی مرد کی نصف دیت دے دی جائے گی، جب آثار رجولیت ظاہر ہوں گے (یعنی جب خنثیٰ کا مرد ہونا ظاہر ہوجائے گا) تو بقیہ نصف بھی اس کو دے دی جائے گی۔ (7)

مسئلہ 225: مقتول کی دیت کے مستحقین میں ایک نابالغ بچہ اور ایک بالغ شخص ہے جو آپس میں باپ بیٹے ہیں تو باپ کل دیت پر قبضہ کرلے گا اور اگر وہ آپس میں بھائی بھائی یا چچا بھتیجے ہیں اور بالغ نابالغ کا ولی نہیں ہے تو بالغ صرف اپنے حصے پر قبضہ کریگا، نابالغ کے حصے پر نہیں۔ (8)

مسئلہ 226: اگر کوئی کسی کا سر بالجبر مونڈ دے تو ایک سال تک انتظار کیا جائے گا، اگر ایک سال میں سر پر بال اُگ آئیں تو حالق پر (یعنی سر مونڈنے والے پر) کچھ تاوان نہیں ہے۔ ورنہ پوری دیت واجب ہوگی۔ اس میں مرد، عورت، صغیر و کبیر سب کا حکم یکساں ہے اور اگر جس کا سر مونڈا گیا تھا، وہ سال گزرنے سے پہلے مرگیا اور اس وقت تک اس کے سر پر بال نہیں اگے تھے تو حالق کے ذمے کچھ نہیں ہے۔ (9)

مسئلہ 227: اگر کسی نے کسی کی دونوں بھنوؤں کو اس طرح اکھیڑا یا مونڈا کہ آئندہ بال اُگنے کی امید نہ رہی تو پوری

درالمختار، کتاب الدیات، ج10، ص236۔

(عالمگیری ص24 ج6، درمختار و شامی ص504 ج5)

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص24.

(شامی ص505 جلد5، عالمگیری ص24 جلد6)

(7) ردالمحتار، کتاب الدیات، ج10، ص237.

(شامی از الاشباہ والنظائر ص505 جلد5)

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص24.

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص24.

(عالمگیری ص24 ج6، بحرالرائق ص331 ج8، عنایہ و ہدایہ ص309 ج8)

دیت لازم ہوگی اور ایک میں نصف دیت۔(10)

مسئلہ 228: چاروں پپوٹوں سے پلک اس طرح اکھیڑ دیئے جائیں کہ آئندہ بال نہ جمیں تو پوری دیت واجب ہے۔ دو پلکوں میں نصف دیت اور ایک پلک میں ربع دیت واجب ہے۔(11)

مسئلہ 229: اگر کسی مرد کی پوری داڑھی اس طرح مونڈ دی کہ ایک سال تک بال نہ اُگے تو پوری دیت واجب ہے اور نصف میں نصف دیت اور نصف سے کم میں انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا اور سال سے پہلے مرگیا تو کچھ تاوان نہیں لیا جائے گا۔ سر اور داڑھی کے مونڈنے میں عمد وخطا میں کوئی فرق نہیں ہے۔(12)

مسئلہ 230: کوسج، یعنی جس کی داڑھی نہ اُگے، اگر اس کی ٹھڈی پر چند بال تھے اور وہ کسی نے مونڈ دیئے تو کچھ لازم نہیں ہے۔ اور اگر ٹھڈی اور رخساروں پر چند متفرق بال ہیں تو ان کے مونڈنے والے پر انصاف کے ساتھ تاوان ہے اور اگر ٹھڈی اور رخساروں پر چھدرے بال ہیں (یعنی کہیں کہیں بال ہیں) تو پوری دیت ہے۔ کیونکہ یہ کوسج ہی نہیں ہے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ مونڈنے کے بعد ایک سال تک بال نہ اُگیں، لیکن اگر سال کے اندر حسب سابق بال اُگ آئیں تو کچھ تاوان نہیں ہے، لیکن تنبیہ کے طور پر سزا دی جائے گی اور اگر سال تمام ہونے سے پہلے مرگیا اور اس وقت تک بال نہ اُگے تو کچھ نہیں اور اگر دوبارہ سفید بال اُگے تو اگر سفیدی کی عمر ہے تو کچھ نہیں اور اگر اس عمر سے پہلے سفید نکلے تو آزاد اور غلام دونوں میں انصاف کے ساتھ تاوان واجب ہوگا سر اور داڑھی وغیرہ ہر جگہ کے بالوں میں صرف اس صورت میں تاوان لازم ہوتا ہے کہ ایک سال تک نہ اُگیں ورنہ نہیں، اور سال تمام ہونے سے پہلے مرجانے کی صورت میں کوئی تاوان لازم نہیں آتا ہے۔(13)

---

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص24.

(ہدایہ وعنایہ ص309 جلد 8، درمختار وشامی ص507 جلد 5، عالمگیری ص24 جلد 6، تبیین الحقائق ص129 جلد 6)

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص24.

والدر المختار ورد المحتار، کتاب الدیات، ج10، ص240.

(درمختار وشامی ص508 جلد 5، بحر الرائق ص331 ج8، عالمگیری ص24 جلد 6، ہدایہ وعنایہ ص310 جلد 8، تبیین الحقائق ص129 ج6)

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص24.

(درمختار وشامی ص507 جلد 5، عالمگیری ص24 جلد 6)

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص24.

والدر المختار ورد المحتار، کتاب الدیات، ج10، ص240.

(تبیین الحقائق ص129 ج6، فتح القدیر وہدایہ وعنایہ ص309 جلد 8، شامی ودرمختار ص507 جلد 5، عالمگیری ص24 جلد 6)

مسئلہ 231: کسی کی داڑھی بالجبر مونڈ دی پھر چھدری اُگی، یعنی کہیں بال اُگے اور کہیں نہیں اُگے تو انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔(14)

مسئلہ 232: اگر مونچھیں اور داڑھی دونوں مونڈ دیں تو صرف ایک دیت واجب ہوگی۔ اور اگر صرف مونچھیں مونڈیں تو انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔(15)

مسئلہ 233: اگر عورت کی داڑھی مونڈ دی تو کچھ نہیں ہے۔(16)

مسئلہ 234: اگر سر مونڈنے والا کہتا ہے کہ جس کا سر میں نے مونڈا ہے وہ چندلا تھا۔(یعنی کہیں کہیں پیدائشی بال نہ تھے، گنجا تھا) اس لیے چندلی جگہوں پر بال نہیں اُگے ہیں تو جتنی جگہ پر بال ہونے کا اقرار کرتا ہے اس کے بقدر حصہ دیت دے گا اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہے کہ داڑھی مونڈنے کے بعد کہے کہ کوسج تھا اور اس کے رخساروں پر بال نہ تھے یا بھنویں اور پلکیں مونڈنے کے بعد کہے کہ بال نہ تھے۔ ان سب صورتوں میں مونڈنے والے کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائے گا اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں اور اگر گواہ ہیں تو اس کی بات مانی جائے گی۔(17)

مسئلہ 235: اعضاء کی دیت میں قاعدہ یہ ہے کہ اعضاء پانچ قسم کے ہیں۔(۱) ایک ایک جیسے ناک، زبان، ذکر (۲) دو دو جیسے آنکھیں، کان، بھنویں، ہونٹ، ہاتھ، پیر، عورت کے پستان، خصیتین (۳) چار ہوں جیسے پپوٹے (۴) دس ہوں جیسے ہاتھوں کی انگلیاں، پیروں کی انگلیاں (۵) دس سے زائد ہوں جیسے دانت۔ اگر جنایت کی وجہ سے حسن صورت یا منفعت عضوی بالکل فوت ہو جائے تو پوری دیت نفس لازم ہوگی۔(18) اور اگر حسن صوری یا منفعت عضوی پہلے ہی ناقص تھی۔ اس کو ضائع کر دیا جیسے گونگے کی زبان یا خصی یا عنین کا ذکر یا کسی کا شل ہاتھ یا لنگڑے کا پیر یا کسی کی اندھی آنکھ یا کسی کا کالا دانت اکھیڑ دیا تو ان اعضاء میں قصداً جنایت کی صورت میں بھی قصاص نہیں ہے اور خطأً میں

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص24.

والفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، فصل فی یستوفی فی القصاص، ج2، ص385.

(قاضی خان ص385 جلد4، عالمگیری ص24 جلد6)

(15) ردالمحتار، کتاب الدیات، ج10، ص240.

(شامی ص507 جلد5، تبیین الحقائق ص130 جلد6)

(16) ردالمحتار، کتاب الدیات، ج10، ص240.

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص25.

(18) ردالمحتار، کتاب الدیات، ج10، ص238.

وتبیین الحقائق، کتاب الدیات، فصل فی النفس والمارن...الخ، ج7، ص272

دیت بھی نہیں بلکہ حکومت عدل ہے۔(19)

مسئلہ 236: اگر قسم اول کا عضو کاٹا تو اس میں پوری دیت ہے اور اگر قسم ثانی کے دونوں عضو کو کاٹا تو پوری دیت ہے اور ایک میں نصف دیت اور اگر تیسری قسم کے چاروں اعضاء کو ضائع کیا تو پوری دیت ہے۔ دو میں نصف دیت اور ایک میں چوتھائی دیت ہے اور اگر چوتھی قسم کے دسوں انگلیوں کو کاٹا تو پوری دیت ہے۔ اور ایک میں دسواں حصہ ہے اور اگر پانچویں قسم یعنی سب دانت توڑ دیئے تو پوری دیت ہے اور ایک میں بیسواں حصہ۔(20)

مسئلہ 237: اگر دونوں کان خطأً کاٹ دیئے تو پوری دیت لازم ہوگی۔ ایک میں نصف دیت ہے۔ اور اگر بوچہ بنادیا (کن کٹا بنادیا یعنی پورا کان نہیں کاٹا بلکہ تھوڑا کاٹا) تو حکومت عدل ہے۔(21)

مسئلہ 238: اگر کان پر ایسی ضرب لگائی کہ بہرا ہوگیا تو پوری دیت واجب ہوگی۔(22)

مسئلہ 239: خطاءً دونوں آنکھیں پھوڑ دینے کی صورت میں پوری دیت اور ایک میں نصف دیت ہے اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہے کہ آنکھیں نہ پھوٹیں مگر بینائی جاتی رہے۔(23)

مسئلہ 240: کانے کی اچھی آنکھ پھوڑ دینے سے نصف دیت لازم ہوگی۔(24)

مسئلہ 241: اگر پپوٹوں کو مع پلکوں کے کاٹ دیا تب بھی ایک ہی دیت ہے۔(25)

مسئلہ 242: اگر ایسے پپوٹے کو کاٹا جس پر بال نہ تھے تو حکومت عدل ہے اور اگر ایک نے پلک کاٹے اور

---

(19) ردالمحتار، کتاب الدیات، ج10، ص239.

(عنایہ ہدایہ ص307 ج8، شامی ص506 جلد5)

(20) ردالمحتار، کتاب الدیات، ج10، ص238.

(تبیین الحقائق ص130 ج6، شامی ص505 ج5، مبسوط ص68 ج26)

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص25.

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص25.

(تبیین ص131 جلد6، عالمگیری ص25 جلد6)

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص25.

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص25.

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص25.

(تبیین ص131 ج6، ہدایہ فتح القدیر وعنایہ ص310 جلد8، عالمگیری ص25 جلد6، درمختار وشامی ص508 جلد5)

پپوٹے دوسرے نے، تو پپوٹے کاٹنے والے پر پوری دیت ہے اور پلک کاٹنے والے پر حکومت عدل ہے۔(26)

مسئلہ 243: اگر کسی نے کسی کی پوری ناک کاٹ دی یا ناک کا نرم حصہ کاٹ دیا یا نرم حصے میں سے کچھ کاٹ دیا تو پوری دیت واجب ہے۔(27)

مسئلہ 244: اگر ناک کی نوک کاٹ دی تو اس میں حکومت عدل ہے۔(28)

مسئلہ 245: کسی نے کسی کی ناک توڑ دی یا اس پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ ناک سے سانس لینے کے قابل نہیں رہا۔صرف موہنھ سے سانس لے سکتا ہے تو اس میں حکومت عدل ہے۔(29)

مسئلہ 246: کسی کی ناک پر ایسی ضرب لگائی کہ سونگھنے کی قوت ضائع ہوگئی تو پوری دیت واجب ہوگی۔(30)

مسئلہ 247: کسی نے پہلے ناک کا نرم حصہ کاٹا پھر اچھا ہونے کے بعد پوری ناک کاٹ دی تو نرم حصے کی پوری دیت اور باقی میں حکومت عدل ہے۔اور اگر اچھے ہونے سے پہلے پوری ناک کاٹ دی تو ایک ہی دیت ہے۔(31)

مسئلہ 248: اگر دونوں ہونٹ کاٹ دیئے تو پوری دیت واجب ہوگی اور ایک میں نصف دیت اور اوپر نیچے کے ہونٹوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔(32)

مسئلہ 249: بچہ کے کان اور ناک میں بھی پوری دیت ہے۔(33)

---

(26) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6،ص25.

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6،ص25.

(بدائع صنائع ص308 جلد 7، بحر الرائق ص329 جلد 8، قاضی خان ص385 جلد 4، درمختار وشامی ص506 ج5، عالمگیری ص25 جلد 6)

(28) الدرالمختار، کتاب الدیات، ج10،ص238.

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6،ص25.

(عالمگیری ص25 ج6، بحر الرائق ص329 ج8)

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6،ص25.

(قدوری ہدایہ ص587 جلد 4، عالمگیری ص25 ج6، بحر الرائق ص329 ج8، قاضی خان ص385 ج4)

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6،ص25.

(عالمگیری ص25 جلد 6، بحر الرائق ص229 جلد 8)

(32) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6،ص25.

(عالمگیری ص25 ج6، درمختار ص507 ج5، تبیین الحقائق ص129 ج6، بدائع صنائع ص314 ج7)

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6،ص25.

مسئلہ 250: ہر دانت کے ضائع کرنے پر دیت کا بیسواں حصہ ہے۔ سامنے کے دانتوں، کیلوں اور ڈاڑھوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔(34)

مسئلہ 251: کسی نے کسی کا دانت اکھیڑ دیا اس کے بعد دوسرا اس جیسا دانت اُگ آیا تو دیت ساقط ہو جائے گی اور اگر دوسرا دانت کالا اُگا تو دیت ساقط نہیں ہوگی۔(35)

مسئلہ 252: کسی نے کسی کا دانت اکھیڑ دیا جس کا دانت اکھڑا تھا اس نے اکھڑا ہوا دانت اپنی جگہ پر لگا دیا اور وہ جم گیا تو اگر حسن صوری اور منفعت میں کوئی فرق نہیں آیا تو دیت نہیں ہے ورنہ دانت کی پوری دیت واجب ہے۔(36)

مسئلہ 253: کسی نے کسی کے دانت پر ایسی ضرب لگائی کہ دانت ہل گیا تو ایک سال کی مہلت دی جائے۔ اگر اس مدت میں دانت سرخ، سبز یا سیاہ پڑ گیا اور چبانے کے قابل نہیں رہا تو دانت کی پوری دیت واجب ہوگی اور اگر چبانے کے قابل ہے لیکن رنگ بدل گیا تو سامنے کے دانتوں میں حسن صوری فوت ہو جانے کی وجہ سے دانت کی پوری دیت واجب ہوگی اور ڈاڑھوں اور کیلوں میں نہیں ہے۔ اور اگر چبانے کے قابل ہے لیکن رنگ پیلا پڑ گیا تو دیت واجب نہیں ہوگی۔(37)

مسئلہ 254: اگر ضارب (مارنے والا) کہتا ہے کہ میری ضرب سے رنگ نہیں بدلا بلکہ میری ضرب کے بعد کسی دوسری ضرب سے رنگ بدلا ہے اور مضروب (جس کو مارا) اس کی تکذیب کرتا ہے تو اگر ضارب اپنے قول پر گواہ پیش کر دے تو اس کی بات مان لی جائے گی ورنہ قسم کے ساتھ مضروب کا قول معتبر ہوگا۔(38)

---

(34) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص25۔

(عالمگیری ص25 ج6، بحر الرائق ص332 ج8، تبیین الحقائق ص131 ج6، مبسوط ص71 ج26)

(35) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص25،26۔

(تبیین الحقائق ص137 جلد6، عالمگیری ص26 ج6، بحر الرائق ص340 ج8)

(36) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص26

(عالمگیری ص26 جلد6، درمختار و شامی ص515 جلد5، تبیین الحقائق ص137 جلد6، مجمع الانہر ملتقی الابحر، ص647، ج6، طحطاوی ص284 جلد4)

(37) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص26۔

(عالمگیری ص26 ج6، قاضی خان ص287 ج4، تبیین ص137 ج6، بحر الرائق ص340 ج8)

(38) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص26۔

(عالمگیری ص26 ج6، تبیین الحقائق ص137 ج6)

زبان کی دیت

مسئلہ 255: کسی نے کسی کی پوری زبان کاٹ دی یا اس قدر کاٹ دی کہ کلام پر قادر نہ رہا تو پوری دیت نفس واجب ہے اور اگر بعض حروف کے ادا کرنے پر قادر ہے اور بعض پر نہیں تو یہ دیکھا جائے گا کہ کتنے حروف ادا کرسکتا ہے۔ جتنے حروف ادا کرسکتا ہے اس کے بقدر دیت ساقط ہو جائے گی مثلاً اگر آدھے حروف ہجا ادا کرسکتا ہے تو آدھی دیت ساقط ہو جائے گی۔ اور اگر چوتھائی حروف ادا کرسکتا ہے تو چوتھائی دیت ساقط ہو جائے گی۔ وعلی ہذا القیاس۔(1)

مسئلہ 256: اگر زبان کاٹنے والے اور اس شخص میں جس کی زبان کاٹی گئی، یہ اختلاف ہے کہ کلام پر قدرت ہے یا نہیں تو خفیہ طریقے سے یہ معلوم کرنا ہوگا کہ وہ کلام کرسکتا ہے یا نہیں۔(2)

مسئلہ 257: گونگے کی زبان کو کاٹنے کی صورت میں حکومت عدل ہے۔(3)

مسئلہ 258: ایسے بچے کی زبان کاٹ دی جس نے ابھی بولنا نہیں شروع کیا، صرف روتا ہے تو حکومت عدل ہے او راگر بولنے لگا ہے تو دیت ہے۔(4)

مسئلہ 259: دونوں ہاتھ خطاءً کاٹنے کی صورت پوری دیت نفس واجب ہے اور ایک میں نصف۔ اور اس میں داہنے بائیں ہاتھ میں کوئی فرق نہیں ہے۔(5)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص26.

(عالمگیری ص26 ج6، شامی ودر مختار ص506 ج5، فتح ص308 ج8، بحر الرائق ص330 ج8)

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص26.

(عالمگیری ص26، ج6، بحر الرائق ص330 جلد8)

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص26.

(عالمگیری ص26 جلد6، بحر الرائق ص330 جلد8)

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص26.

(عالمگیری ص226 جلد6، تبیین الحقائق ص134، جلد6)

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص26.

(عالمگیری ص26 جلد6، فتح القدیر وہدایہ ص310 جلد8، تبیین ص131 ج6)

مسئلہ 260: خنثیٰ کا ہاتھ کاٹنے والے پر عورت کے ہاتھ کی دیت واجب ہوگی۔(6)

مسئلہ 261: ہر انگلی میں دیت نفس کا دسواں حصہ ہے۔ اور جن انگلیوں میں تین جوڑ ہیں۔ ایک جوڑ پر انگلی کی دیت کا تہائی حصہ ہے اور جن میں دو جوڑ ہیں ان میں ایک جوڑ پر انگلی کی دیت کا نصف حصہ ہے۔(7)

مسئلہ 262: زائد انگلی کاٹنے پر حکومت عدل ہے۔(8)

مسئلہ 263: شل ہاتھ یا لنگڑا پیر کاٹنے پر حکومت عدل ہے۔(9)

مسئلہ 264: کسی نے کسی کی ایسی ہتھیلی کو کاٹ دیا جس میں پانچوں انگلیاں یا چار یا تین یا دو یا ایک انگلی یا کسی انگلی کا صرف ایک پورا لگا ہوا تھا تو انگلیوں یا پورے کی دیت ہوگی اور ہتھیلی کی کچھ دیت نہیں ہوگی۔(10)

مسئلہ 265: اور اگر ایسی ہتھیلی کو کاٹا جس میں نہ کوئی انگلی تھی اور نہ کسی انگلی کا جوڑ تھا تو ایسی ہتھیلی میں حکومت عدل ہے اور یہ تاوان ایک انگلی کی دیت سے کم ہوگا۔(11)

مسئلہ 266: کسی کے ہاتھ پر ایسا مارا کہ ہاتھ شل ہوگیا، تو ہاتھ کی پوری دیت واجب ہوگی جو دیت نفس کی نصف ہوگی۔(12)

---

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص26.

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص26.

(عالمگیری ص26 جلد6، تبیین الحقائق ص131، جلد6، درمختار وشامی ص508 جلد5، بحر الرائق ص332 ج8، مبسوط ص75، جلد26، قاضی خان ص385 ج4)

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص26.

(عالمگیری ص26 جلد6، درمختار وشامی ص513 جلد5، ہدایہ فتح القدیر ص316 جلد8، بحر الرائق ص337 جلد8)

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص26.27.

(عالمگیری ص26 جلد6، قاضی خان، ص386 جلد4)

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص26.

(عالمگیری ص26 جلد6، بحر الرائق ص336 ج8، مبسوط ص82، ج26، شامی و درمختار ص512 جلد5، ہدایہ و فتح القدیر ص316 ج8، بدائع صنائع ص318 ج7)

(11) ردالمحتار، کتاب الدیات، فصل فی الشجاج، ج10، ص251.

(بحر الرائق ص337 جلد8، شامی ص512 جلد5، مبسوط ص82، جلد26)

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص26.

مسئلہ 267: اگر کلائی یا بازو توڑ دیا تو حکومت عدل ہے۔(13)

مسئلہ 268: کسی کی انگلی کا ایک پورا کاٹ دیا جس کی وجہ سے باقی انگلی یا پورا ہاتھ ایسا شل ہوگیا کہ قابل انتفاع نہیں رہا تو پوری انگلی کی یا پورے ہاتھ کی دیت ہوگی اور اگر قابل انتفاع ہے تو پورے کی دیت اور شل حصہ میں حکومتِ عدل ہوگی۔(14)

مسئلہ 269: انگلی کے پورے کا بعض حصہ کاٹنے میں حکومت عدل ہے اگر ناخن جدا کر دیا اور پھر دوسرا ناخن مثل پہلے کے اُگ گیا تو ناخن میں کچھ نہیں اور اگر نہ اُگا تو حکومت عدل ہے۔ اور اگر خراب اُگا تو بھی حکومت عدل ہے۔ مگر نہ اُگنے کی صورت سے کم ہوگی۔(15)

مسئلہ 270: ایسے کمزور چھوٹے بچے کا ہاتھ یا پیر یا ذکر کاٹ دیا جس نے ابھی ہاتھ پیر ہلائے تک نہ تھے اور ذکر میں حرکت نہ تھی تو حکومت عدل ہے اور اگر ہاتھ پیر ہلاتا تھا اور ذکر میں حرکت تھی تو پوری دیت ہے۔(16)

مسئلہ 271: مرد کے دونوں پستان کاٹنے میں حکومت عدل ہے اور اگر صرف گھنڈیاں (یعنی پستان کے سر) کاٹی ہیں تو اس سے کم حکومت عدل ہے اور اگر ایک پستان کاٹا تو اس کا نصف ہے اور ایک گھنڈی کاٹی تو اس کا نصف ہے۔(17)

(عالمگیری ص26 جلد6، درمختار و شامی، ص509 جلد5)

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص26.

(عالمگیری ص26 جلد6، مبسوط ص80، جلد26، قاضی خان ص386 جلد4)

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص26.

ورد المحتار، کتاب الدیات، فصل فی الشجاج، ج10، ص251۔152.

(شامی ص513 جلد5، عالمگیری ص26 جلد6، فتح القدیر، ہدایہ عنایہ ص318 جلد8، تبیین الحقائق ص136، جلد6، بحر الرائق، ص339 ج8)

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص27.

(عالمگیری ص27 جلد6، بدائع صنائع، ص323 جلد7)

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص27.

(عالمگیری از سراج الوہاج ص27 ج6، بدائع صنائع ص323 ج7، قاضی خان، ص382 ج4)

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص27.

(عالمگیری ص27 ج6، شامی ص508 ج5، تبیین الحقائق ص131 ج6)

مسئلہ 272: ہنسلی یا پسلی کی ہڈی توڑ دینے میں حکومت عدل ہے۔(18)

مسئلہ 273: عورت کے دونوں پستان یا دونوں گھنڈیاں کاٹ دیں تو پوری دیت نفس ہے اور ایک میں نصف دیت نفس ہے اور اس حکم میں صغیرہ وکبیرہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔(19)

مسئلہ 274: کسی کی پیٹھ پر ایسی ضرب لگائی کہ قوت جماع جاتی رہی یا رطوبت نخاعیہ (وہ رطوبت جو مادہ منویہ کا سبب بنتی ہے) خشک ہوگئی یا کبڑا ہوگیا تو پوری دیت ہے۔(20)

مسئلہ 275: اور اگر کبڑا نہ ہوا اور منفعتِ جماع بھی فوت نہ ہوئی مگر نشان زخم باقی رہا تو حکومت عدل ہے اور اگر نشان بھی باقی نہ رہا تو اُجرتِ طبیب (یعنی علاج کا خرچہ) ہے۔(21)

مسئلہ 276: اگر کبڑا تھا مگر ضرب کے بعد سیدھا ہوگیا تو کچھ نہیں۔(22)

مسئلہ 277: عورت کے سینے کی ہڈی توڑ دی جس سے پانی خشک ہوگیا تو دیت نفس ہے۔(23)

مسئلہ 278: ذَکر (آلہ تناسل) کاٹنے کی صورت میں پوری دیت ہے اور خصی کا ذکر کاٹنے کی صورت میں حکومت عدل ہے۔ خواہ اس میں حرکت ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو۔ اور جماع پر قادر ہو یا نہ ہو۔ اور عنین اور ایسا شیخ کبیر جو جماع پر قادر نہ ہو، ان کا بھی یہی حکم ہے۔(24)

---

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص27.

(عالمگیری از ذخیرہ ص27 ج6، قاضی خان ص386 ج4)

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص27.

(عالمگیری ص27 جلد6، قاضی خان ص385 ج4، بدائع صنائع ص314 ج7 تبیین الحقائق ص129 جلد6)

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص27.

وتبیین الحقائق، کتاب الدیات، فصل فی النفس۔۔۔ إلخ، ج7، ص277.

(تبیین الحقائق ص132 جلد6، عالمگیری ص27 جلد6)

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص27.

(عالمگیری ص27 جلد6، درمختار وشامی ص509 جلد5)

(22) تبیین الحقائق، کتاب الدیات، فصل فی النفس۔۔۔ إلخ، ج7، ص278.

(تبیین الحقائق ص132 جلد6)

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص27.

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص27.

مسئلہ 279: حشفہ (آلہ تناسل کا سر) کاٹنے کی صورت میں پوری دیت نفس ہے اور اگر پہلے حشفہ کاٹا اس کے بعد مابقی عضو (یعنی باقی آلہ تناسل) بھی کاٹ دیا تو اگر درمیان میں صحت نہیں ہوئی تھی تو ایک ہی دیت ہے اور اگر درمیان میں صحت ہوگئی تھی تو حشفہ میں پوری دیت نفس اور باقی میں حکومت عدل ہے۔(25)

مسئلہ 280: خصیتین کاٹنے کی صورت میں پوری دیت نفس ہے۔(26)

مسئلہ 281: تندرست آدمی کے خصیتین و ذکر خطاءً کاٹنے کی صورت میں اگر پہلے ذکر کاٹا اور بعد میں خصیتین تو دو دیتیں لازم ہوں گی اور اگر پہلے خصیتین کاٹے اور پھر ذکر تو خصیتین میں پوری دیت نفس اور ذکر میں حکومت عدل ہے۔ اور اگر رانوں کی جانب سے اس طرح کاٹا کہ سب ایک ساتھ کٹ گئے تب بھی دو دیتیں لازم ہوں گی۔(27)

مسئلہ 282: اگر خصیتین میں سے ایک کاٹا کہ پانی منقطع ہوگیا تو پوری دیت ہے اور اگر پانی منقطع نہیں ہوا تو نصف دیت ہے۔(28)

مسئلہ 283: اگر دونوں چوتڑ (سُرین کے دونوں اطراف) خطاء اس طرح کاٹے کہ کولھے کی ہڈی پر گوشت نہ رہا تو پوری دیت نفس ہے اور اگر گوشت باقی رہ گیا تو حکومت عدل ہے۔(29)

مسئلہ 284: پیٹ پر ایسا نیزہ مارا کہ اِمساکِ غذا (یعنی پیٹ میں غذا کا رکنا) ناممکن ہوگیا یا مقعد پر (یعنی سُرین پر) ایسا نیزہ مارا کہ پیٹ میں غذا نہیں ٹھہر سکتی یا پیشاب روکنے پر قادر نہ رہا اور سلس البول (30) میں مبتلا ہوگیا یا عورت کے دونوں مخرج (آگے اور پیچھے کے مقام) پھٹ کر ایک ہوگئے، اور پیشاب روکنے کی قدرت نہ رہی تو ان سب

(عالمگیری ص27 جلد6، قاضی خان، ص386 جلد4)

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص27، 28.

(عالمگیری ص28، ج6، تبیین الحقائق ص129، ج6، بدائع صنائع ص311 جلد7)

(26) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص27، 28.

(بدائع صنائع ص314 ج7، عالمگیری ص28 ج6)

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص27، 28.

(عالمگیری ص28 جلد6، بدائع صنائع ص324 جلد7)

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص27، 28.

(29) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، ج2، ص385.

(قاضی خان ص385 ج4)

(30) ایک بیماری جس میں وقفے وقفے سے پیشاب کے قطرے گرتے رہتے ہیں۔

صورتوں میں پوری دیت نفس ہے۔(31)

مسئلہ 285: عورت کی شرم گاہ کو خطاء ایسا کاٹ دیا کہ اس میں پیشاب روکنے کی قدرت نہ رہی یا وہ جماع کے قابل نہ رہی تو پوری دیت نفس ہے۔(32)

مسئلہ 286: عورت کو ایسا مارا کہ وہ مستحاضہ ہوگئی تو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر اس دوران اچھی ہوگئی تو کچھ نہیں ورنہ پوری دیت ہے۔(33)

مسئلہ 287: ایسی صغیرہ سے جماع کیا جو اس قابل نہ تھی اور وہ مرگئی تو اجنبیہ (یعنی غیر منکوحہ) ہونے کی صورت میں عاقلہ پر دیت ہے اور منکوحہ ہونے کی صورت میں عاقلہ پر دیت ہے اور شوہر پر مہر۔(34)

مسئلہ 288: ازالہ عقل، سمع، بصر، شم، کلام، ذوق(35)، اِنزال، کُبھ (یعنی پیٹھ میں ٹیڑھا پن) پیدا کرنے، سر اور داڑھی کے بال مونڈنے، دونوں کان، دونوں بھنوؤں، دونوں آنکھوں کے پپوٹوں، دونوں ہاتھوں یا دونوں پیروں کی انگلیوں یا عورت کے پستانوں کی دونوں گھنڈیوں کے کاٹنے میں، عورت کے مخرجین کا اس طرح ایک کر دینا کہ پیشاب یا پاخانے کے اِمساک کی قدرت نہ رہے۔ حشفہ، ناک کے نرم حصے، دونوں ہونٹوں، دونوں جبڑوں، دونوں چوتڑوں، زبان کے کاٹنے، چہرے کے ٹیڑھا کر دینے۔ عورت کی شرم گاہ کو اس طرح کاٹ دینے میں کہ جماع کے قابل نہ رہے اور پیٹ پر ایسی ضرب لگانے میں کہ پانی منقطع ہوجائے، پوری دیت نفس ہے۔ بشرطیکہ یہ جرائم خطاء صادر ہوں۔(36)

مسئلہ 289: کسی باکرہ لڑکی کو دھکا دیا کہ وہ گر پڑی اور اس کی بکارت زائل ہوگئی (کنوارہ پن ختم ہوگیا) تو دھکا دینے والے پر مہرِ مثل لازم ہے۔(37)

---

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص28.

(عالمگیری ص28 جلد 6، قاضی خان ص385 جلد 4)

(32) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص28.

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص28.

(34) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، ج6، ص28.

(35) عقل، سننے کی قوت، دیکھنے کی صلاحیت، سونگھنے کی صلاحیت، بولنے کی صلاحیت، چکھنے کی صلاحیت کو ختم کر دینا۔

(36) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، ج2، ص385، 386.

(37) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، ج2، ص386

مسئلہ 290: کسی رسی پر دو آدمیوں نے جھگڑا کیا اور ہر آدمی ایک ایک سرا پکڑ کر کھینچ رہا تھا، تیسرے نے آکر درمیان سے رسی کاٹ دی اور وہ دونوں شخص گر پڑے اور مر گئے، رسی کاٹنے والے پر نہ قصاص ہے نہ دیت۔(38)

❁❁❁❁❁

(38) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، ج2، ص387۔

فصل فی الشجاج
چہرے اور سر کے زخموں کا بیان

(چہرے اور سر کے زخموں کو شجاج کہتے ہیں)

مسئلہ 291: اس کی دس 10 قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ (1) حارصہ (2) دامعہ (3) دامیہ (4) باضعہ (4) متلاحمہ (5) سمحاق (6) موضحہ (7) ہاشمہ (8) منقلہ آمہ۔

(1) حارصہ: جلد کے اس زخم کو کہتے ہیں جس میں جلد پر خراش پڑ جائے مگر خون نہ چھلکے۔

(2) دامعہ: سر کی جلد کے اس زخم کو کہتے ہیں جس میں خون چھلک آئے مگر بہے نہیں۔

(3) دامیہ: سر کی جلد کے اس زخم کو کہتے ہیں جس میں خون بہہ جائے۔

(4) باضعہ: جس میں سر کی جلد کٹ جائے۔

(5) متلاحمہ: جس میں سر کا گوشت بھی پھٹ جائے۔

(6) سمحاق: جس میں سر کی ہڈی کے اوپر کی جھلی (یعنی باریک کھال) تک زخم پہنچ جائے۔

(7) موضحہ: جس میں سر کی ہڈی نظر آجائے۔

(8) ہاشمہ: جس میں سر کی ہڈی ٹوٹ جائے۔

(9) منقلہ: جس میں سر کی ہڈی ٹوٹ کر ہٹ جائے۔

(10) آمہ: وہ زخم جوام الدماغ، یعنی دماغ کی جھلی تک پہنچ جائے۔

ان کے علاوہ زخموں کی ایک قسم جائفہ بھی کی گئی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ زخم جوف تک پہنچے اور یہ زخم پیٹھ، پیٹ اور سینے میں ہوتا ہے۔ اور اگر گلے کا زخم غذائی نالی تک پہنچ جائے تو وہ بھی جائفہ ہے۔ (1)

مسئلہ 292: موضحہ اور اس سے کم زخم اگر قصداً لگائے گئے ہوں تو ان میں قصاص ہے اور اگر خطاءً ہوں تو موضحہ سے کم زخموں میں حکومت عدل ہے اور موضحہ میں دیت نفس کا بیسواں حصہ ہے اور ہاشمہ میں دیت نفس کا دسواں حصہ ہے اور منقلہ میں دیت نفس کا پندرہ فیصد حصہ اور آمہ اور جائفہ میں دیت کا تہائی حصہ ہے۔ ہاں اگر جائفہ آر پار ہو گیا

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، فصل فی الشجاج، ج6، ص28۔

(عالمگیری ص28 ج6، شامی ص510 جلد5، بحر الرائق ص333 جلد8)

تو دوتہائی دیت ہے۔(2)

مسئلہ 293: ہاشمہ، منقلہ، آمّہ اگر قصداً بھی لگائے تو قصاص نہیں ہے چوں کہ مساوات ممکن نہیں ہے اس لیے ان میں خطاءً اور عمداً دونوں صورتوں میں دیت ہے۔(3)

مسئلہ 294: اگر کسی نے کسی کے چہرے یا سر کے کسی حصہ پر ایسا زخم لگایا کہ اچھا ہونے کے بعد اس کا اثر بھی زائل ہوگیا تو اس پر کچھ نہیں۔(4)

مسئلہ 295: چہرے اور سر کے علاوہ جسم کے کسی اور حصہ پر جو زخم لگایا جائے اس کو جراحت (یعنی زخمی کرنا) کہتے ہیں اور اس میں حکومت عدل ہے۔(5)

مسئلہ 296: سر اور چہرے کے علاوہ جسم کے دوسرے زخموں میں حکومت عدل اسی وقت ہے جب زخم اچھے ہونے کے بعد اس کے نشانات باقی رہ جائیں ورنہ کچھ نہیں ہے۔(6)

مسئلہ 297: شجاج کی جن صورتوں میں قصاص واجب ہے ان میں زخم کی لمبائی چوڑائی میں مساوات کے ساتھ قصاص لیا جائے گا اور سر کے مقدم یا موخر حصہ یا وسط میں جس جگہ بھی زخم ہوگا زخمی کرنے والے کے اسی حصے میں مساوات کے ساتھ قصاص لیا جائے گا۔(7)

مسئلہ 298: اگر قرنین (یعنی پیشانی کے دونوں اطراف) کے مابین پیشانی پر ایسا موضحہ (ایسا زخم جس سے سر کی

---

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، فصل فی الشجاج، ج6، ص29.

(عالمگیری ص29 جلد6، بحر الرائق ص334، جلد8، ہدایہ و فتح القدیر ص312، جلد8، بدائع صنائع ص316، جلد7)

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، فصل فی الشجاج، ج6، ص29.

(عالمگیری ص29 ج6، شامی ص510 ج5، مبسوط ص74 جلد26، بحر الرائق ص335 ج8)

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، فصل فی الشجاج، ج6، ص29.

(عالمگیری ص29، ج6، تبیین الحقائق ص138، جلد6، بدائع صنائع ص316، جلد7، بحر الرائق ص340، جلد8)

(5) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الدیات، فصل فی الشجاج، ج10، ص245.

(شامی ودر مختار ص510 جلد5، فتح القدیر وہدایہ ص312 جلد8)

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، فصل فی الشجاج، ج6، ص29.

(عالمگیری ص29 جلد6، درمختار وشامی ص511 جلد5)

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، فصل فی الشجاج، ج6، ص29.

(عالمگیری ص29 جلد6، بدائع صنائع ص309 جلد7، قاضی خان ص386 جلد4)

ہڈی نظر آئے) لگایا کہ قرنین سے مل گیا اور زخم لگانے والے کی پیشانی بڑی ہونے کی وجہ سے اتنا لمبا زخم لگانے سے اس کے قرنین تک نہیں پہنچتا ہے تو زخمی کو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے تو قصاص لے لے اور جس قرن سے چاہے شروع کر کے اتنا لمبا زخم اس کی پیشانی پر لگا دے اور اگر چاہے تو اَرش لے لے۔ اور اگر زخمی کرنے والے کی پیشانی چھوٹی ہے کہ مساوات سے قصاص لینے کی صورت میں زخم قرنین سے تجاوز کر جاتا ہے، تب زخمی کو اختیار ہے کہ چاہے ارش لے لے اور چاہے تو صرف قرنین کے درمیان زخم لگا کر قصاص لے لے۔ قرنین سے زخم متجاوز نہیں ہونا چاہیے۔ (8)

مسئلہ 299: اگر اتنا لمبا زخم لگایا کہ پیشانی سے گدی تک پہنچ گیا تو زخمی کو حق ہے کہ اسی جگہ پر اتنا ہی بڑا زخم لگا کر قصاص لے یا ارش لے، اگر زخمی کرنے والے کا سر بڑا ہے لہٰذا اتنا بڑا زخم لگانے سے اس کی قفا یعنی گدی تک نہیں پہنچتا ہے۔ تو بھی زخمی کو اختیار ہے کہ چاہے ارش لے لے اور چاہے اتنا لمبا زخم لگا کر قصاص لے لے۔ خواہ پیشانی کی طرف سے شروع کرے خواہ گدی کی طرف سے۔ (9)

مسئلہ 300: اگر بیس 20 موضحہ زخم لگائے اور درمیان میں صحت نہ ہوئی تو پوری دیت نفس تین سال میں ادا کی جائے گی اور اگر درمیان میں صحت واقع ہوگئی تو ایک سال میں پوری دیت نفس ادا کرنا ہوگی۔ (10)

مسئلہ 301: کسی کے سر پر ایسا موضحہ لگایا کہ اس کی عقل جاتی رہی۔ یا پورے سر کے بال ایسے اڑے کہ پھر نہ اُگے تو صرف دیت نفس واجب ہوگی اور اگر سر کے بال مختلف جگہوں سے اڑ گئے تو بالوں کی حکومت عدل اور موضحہ کی ارش میں سے جو زیادہ ہوگا وہ لازم آئے گا۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ بال پھر نہ اُگیں، لیکن اگر دوبارہ پہلے کی طرح بال اُگ آئیں تو کچھ لازم نہیں ہے۔ (11)

مسئلہ 302: کسی کی بھنوں پر خطاءً ایسا موضحہ لگایا کہ بھنوں کے بال گر گئے اور پھر نہ اُگے تو صرف نصف دیت لازم ہوگی۔ (12)

---

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، فصل فی الشجاج، ج6، ص29.

(بدائع صنائع ص309 جلد7، عالمگیری ص29 جلد6، مبسوط ص145، جلد26)

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، فصل فی الشجاج، ج6، ص29.

(عالمگیری از محیط و ذخیرہ ص29 جلد6، بدائع صنائع ص10 جلد7، مبسوط ص146 جلد26)

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، فصل فی الشجاج، ج6، ص29.

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، فصل فی الشجاج، ج6، ص29.

(شامی و در مختار ص513 جلد ج5، عالمگیری ص29 جلد6)

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، فصل فی الشجاج، ج6، ص30.

مسئلہ 303: کسی کے سر پر ایسا موضحہ لگایا کہ اس سے سننے یا دیکھنے یا بولنے کے قابل نہ رہا۔ تو اس پر نفس کی دیت کے ساتھ موضحہ کا ارش بھی واجب ہے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اس زخم سے موت نہ ہوئی ہو، اور اگر موت واقع ہوگئی تو ارش ساقط ہو جائے گا۔ اور عمد کی صورت میں جنایت کرنے والے کے مال سے تین سال میں دیت ادا کی جائے گی اور بصورت خطا عاقلہ پر تین سال میں دیت ہے۔(13)

مسئلہ 304: کسی نے کسی کے سر پر ایسا موضحہ عمداً لگایا کہ اس کی بینائی جاتی رہی تو ذہاب بصر (یعنی نظر کے ختم ہوجانے) اور موضحہ دونوں کی دیتیں واجب ہوں گی۔(14)

مسئلہ 305: کوئی شخص بڑھاپے کی وجہ سے چندلا ہوگیا تھا۔ اس کے سر پر کسی نے عمداً موضحہ لگایا تو قصاص نہیں لیا جائے گا دیت لازم ہوگی اور اگر زخم لگانے والا بھی چندلا ہے تو قصاص لیا جائے گا۔(15)

مسئلہ 306: ہر وہ جنایت جو بالقصد ہو لیکن شبہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہوگیا ہو اور دیت واجب ہوگئی ہو تو جنایت کرنے والے کے مال سے دیت ادا کی جائے گی اور عاقلہ سے مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ اور یہی حکم ہر اس مال کا ہے جس پر بالقصد جنایت کی صورت میں صلح کی گئی ہو۔(16)

مسئلہ 307: حکومت عدل سے جو مال لازم آتا ہے وہ جنایت کرنے والے کے مال سے ادا کیا جائے گا۔ عاقلہ سے اس کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا۔(17)

❁❁❁❁❁

---

(13) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الدیات، فصل فی الشجاج، ج10، ص253.

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، فصل فی الشجاج، ج6، ص30.

(عالمگیری ص30 جلد6، درمختار وشامی ص513، جلد5، تبیین ص136، جلد6، بحرالرائق ص339 ج8)

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدیات، فصل فی الشجاج، ج6، ص30.

(16) تبیین الحقائق، کتاب الدیات، فصل فی الشجاج، ج7، ص289.

(تبیین ص138 جلد6، درمختار وشامی ص468 جلد5، فتح القدیر ص322 جلد8)

(17) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الدیات، فصل فی الشجاج، ج10، ص257.

فصل فی الجنین (حمل کا بیان)

مسئلہ 308: کسی نے کسی حاملہ عورت کو ایسا مارا، یا ڈرایا، یا دھمکایا، یا کوئی ایسا فعل کیا جس کی وجہ سے ایسا مرا ہوا بچہ ساقط ہوا جو آزاد تھا۔ اگرچہ اس کے اَعضاء کی خِلقت (بناوٹ) مکمل نہیں ہوئی تھی بلکہ صرف بعض اَعضاء ظاہر ہوئے تھے تو مارنے والے کے عاقلہ پر مرد کی دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ سو درہم ایک سال میں واجب الادا ہوں گے۔ ساقط شدہ بچہ مذکر ہو یا مؤنث اور ماں مسلمہ ہو یا کتابیہ یا مجوسیہ، سب کا ایک ہی حکم ہے۔(1)

مسئلہ 309: اگر مذکورۃ الصدر اسباب کے تحت (یعنی پیچھے ذِکر کیے گئے اَسباب کے تحت) زندہ بچہ ساقط ہوا، پھر مر گیا تو پوری دیت نفس عاقلہ پر واجب ہوگی اور کفارہ ضارب پر واجب ہے اور اگر مردہ ساقط ہوا اور اس کے بعد ماں بھی مر گئی تو ماں کی پوری دیت اور بچہ کی دیتِ غرۃ یعنی پانچ سو درہم عاقلہ پر واجب ہوں گے۔(2)

مسئلہ 310: اگر مذکورہ اسباب کے تحت حاملہ مر گئی پھر مرا ہوا بچہ خارج ہوا تو صرف عورت کی دیتِ نفس عاقلہ پر واجب ہے۔(3)

مسئلہ 311: اگر مذکورہ اسباب کی بناء پر دو مردہ بچے ساقط ہوئے تو دو غرے یعنی ایک ہزار درہم عاقلہ پر واجب

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب العاشر فی الجنین، ج6، ص34.
والدر المختار ورد المحتار، کتاب الدیات، فصل فی الجنین، ج10، ص257، 258.
والھدایۃ، کتاب الدیات، فصل فی الجنین، ج2، ص471، 472.
(شامی و درمختار ص516 جلد5، تبیین الحقائق ص139 ج6، عالمگیری ص34 جلد6، بحر الرائق ص341 جلد8، فتح القدیر ص324 جلد8، مبسوط ص87 جلد26)

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب العاشر فی الجنین، ج6، ص34، 35.
(درمختار و شامی ص517 جلد5، عالمگیری ص34 ج6، بحر الرائق ص342 جلد8، فتح القدیر ص327 ج8، تبیین الحقائق ص140 جلد6، مبسوط ص89 جلد26)

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب العاشر فی الجنین، ج6، ص34، 35.
(درمختار و شامی ص517 جلد5، عالمگیری ص35، جلد6، تبیین ص140، جلد6، بحر الرائق ص342 جلد8، فتح القدیر ص327 جلد8، مبسوط ص89 جلد26)

ہوں گے۔ اور اگر ایک زندہ پیدا ہو کر مر گیا اور دوسرا مردہ پیدا ہوا تو زندہ پیدا ہونے والے کی دیت نفس اور مردہ پیدا ہونے والے کا غرہ یعنی پانچ سو درہم عاقلہ پر ہیں اور اگر ماں مر گئی پھر دو 2 مردہ بچے پیدا ہوئے تو صرف ماں کی دیت نفس عاقلہ پر واجب ہوگی اور اگر ماں کے مرنے کے بعد دو 2 بچے زندہ پیدا ہو کر مر گئے تو عاقلہ پر تین دیتیں واجب ہوں گی اور اگر ایک مردہ بچہ ماں کی موت سے پہلے خارج ہوا اور دوسرا مردہ بچہ ماں کی موت کے بعد تو پہلے پیدا ہونے والے کا غرہ اور ماں کی دیت نفس عاقلہ پر ہے اور بعد میں پیدا ہونے والے کا کچھ نہیں۔(4)

مسئلہ 312: اگر ماں کی موت کے بعد زندہ بچہ ساقط ہو کر مر گیا تو ماں اور بچہ دونوں کی دو دیتیں عاقلہ پر واجب ہیں۔(5)

مسئلہ 313: اسقاط کی ان سب صورتوں میں جن میں جنین کا غرہ یا دیت لازم ہوگی وہ جنین کے ورثاء میں تقسیم کی جائے گی۔ اور اس کی ماں بھی اس کی وارث ہوگی، ساقط کرنے والا (یعنی حمل گرانے والا) وارث نہیں ہوگا۔(6)

مسئلہ 314: کسی نے حاملہ کے پیٹ پر تلوار ماری کہ رحم کو کاٹ کر دو جنینوں کو مجروح کر گئی اور ایک مجروح زندہ ساقط ہوا اور دوسرا مجروح مردہ ساقط ہوا اور عورت بھی مر گئی تو عورت کا قصاص لیا جائے گا اور زندہ ساقط ہونے والے بچے کی دیت اور مردہ پیدا ہونے والے بچہ کا غرہ عاقلہ پر واجب ہوگا۔(7)

مسئلہ 315: کسی نے حاملہ کے پیٹ پر چھری ماری جس کی وجہ سے رحم میں بچہ کا ہاتھ کٹ گیا اور وہ زندہ پیدا ہوا اور ماں بھی زندہ رہی تو بچے کے ہاتھ کی وجہ سے نصف دیت نفس عاقلہ پر واجب ہوگی۔(8)

مسئلہ 316: شوہر نے اپنی حاملہ بیوی کو ایسا ڈرایا، دھمکایا، یا مارا کہ مردہ بچہ ساقط ہو گیا تو شوہر کے عاقلہ پر غرہ

---

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب العاشر فی الجنین، ج6،ص35.
وردالمحتار، کتاب الدیات، فصل فی الجنین، ج10،ص259.
(شامی ص517 جلد5، عالمگیری ص35 جلد6، مبسوط ص90 جلد26)

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب العاشر فی الجنین، ج6،ص35.
(درمختار وشامی ص518 جلد5، مبسوط ص90 جلد26، عالمگیری ص35 جلد6، قاضی خان ص393 جلد4)

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب العاشر فی الجنین، ج6،ص34.
(درمختار وشامی ص518 ج5، تبیین الحقائق ص141 ج6، عالمگیری ص34 ج6، بحرالرائق ص342 جلد8، فتح القدیر ص328 ج8، بدائع صنائع ص326 ج7، مبسوط ص90 ج26)

(7) الدرالمختار، کتاب الدیات، فصل فی الجنین، ج10،ص264.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب العاشر فی الجنین، ج6،ص36.

لازم ہے اور یہ اس بچہ کا وارث نہیں ہوگا۔(9)

مسئلہ 317: کسی نے اپنی حاملہ بیوی کو ڈرایا، دھمکایا، یا ایسا مارا کہ ایک بچہ زندہ ساقط ہوکر مر گیا۔ پھر دوسرا مردہ ساقط ہوا پھر وہ عورت بھی مرگئی تو اس شخص کے عاقلہ پر بیوی اور زندہ پیدا ہونے والے بچے کی دو دیتیں اور مردہ ساقط ہونے والے بچے کا غرہ واجب ہوگا اور اس شخص پر دو کفارے واجب ہوں گے۔(10)

مسئلہ 318: بچہ کا سر ظاہر ہوا اور وہ چیخا کہ ایک شخص نے اس کو ذبح کر دیا تو اس پر غرہ ہے۔(11)

مسئلہ 319: اگر حاملہ باندی کو ڈرایا، دھمکایا، یا ایسا مارا کہ اس کا ایسا حمل ساقط ہوگیا جو زندہ پیدا ہوتا تو غلام ہوتا تو اس کے زندہ رہنے کی صورت میں اس کی جو قیمت ہوتی مذکر میں اس کی قیمت کا بیسواں اور مؤنث میں قیمت کا دسواں مارنے والے کے مال میں نقد لازم آئے گا۔(12)

مسئلہ 320: اگر مذکورہ بالا صورت میں مذکر و مؤنث ہونے کا پتہ نہ چلے تو جس کی قیمت کم ہوگی وہ لازم ہوگی اور اگر باندی کے مالک اور ضارب (یعنی مارنے والے) میں ساقط شدہ حمل کی قیمت کی تعیین میں اختلاف ہو تو ضارب کی بات مانی جائے گی۔(13)

مسئلہ 321: اگر مذکورہ بالا صورت میں زندہ بچہ پیدا ہوا جس سے باندی میں کوئی نقص پیدا ہوکر اس کی قیمت گھٹ گئی تو ضارب پر جنین کی قیمت لازم ہوگی اور یہ قیمت اگر باندی کی قیمت میں جو کمی واقع ہوئی اس سے کم ہو تو اس

---

(9) الدرالمختار، کتاب الدیات، فصل فی الجنین، ج10،ص260.

(درمختار و شامی ص518 جلد5، بدائع صنائع ص326 جلد7، تبیین الحقائق ص126 ،جلد6، بحر الرائق ص342 جلد8، فتح القدیر ص328 جلد8)

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب العاشر فی الجنین، ج6،ص35.

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب العاشر فی الجنین، ج6،ص35.

(عالمگیری از خزانۃ المفتین ص35 ج6)

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب العاشر فی الجنین، ج6،ص35.

(درمختار و شامی ص518 ج5، عالمگیری ص35 ج6، بحر الرائق ص342 ج8، تبیین الحقائق ص140 جلد6، فتح القدیر ص328 ج8)

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب العاشر فی الجنین، ج6،ص35.

وفتح القدیر، کتاب الدیات، فصل فی الجنین، ج9،ص237.

(شامی ص518 جلد5، عالمگیری ص35 جلد6، عنایہ ص328 جلد8)

کمی کو جنین کی قیمت میں اضافہ کر کے پورا کر دیا جائے گا۔(14)

مسئلہ 322: مذکورہ بالا صورت میں باندی کے مردہ حمل گرا پھر باندی بھی مرگئی تو ضارب پر باندی کی قیمت تین سال میں واجب الادا ہوگی۔(15)

مسئلہ 323: مذکورہ بالا صورت میں ضرب کے بعد مولیٰ نے حمل کو آزاد کر دیا۔ اس کے بعد زندہ بچہ پیدا ہو کر مرگیا تو اس بچے کے زندہ ہونے کی صورت میں جو قیمت ہوتی وہ ضارب پر لازم ہوگی۔(16)

مسئلہ 324: کسی نے غیر کی باندی سے زنا کیا جس سے وہ حاملہ ہوگئی پھر زانی اور اس کی بیوی نے کوئی تدبیر کر کے حمل گرا دیا اس سے باندی مرگئی تو باندی کی قیمت، اور اگر حمل مردہ ساقط ہوا تھا تو غرہ اور اگر ساقط ہو کر مرا تو اس کی پوری قیمت واجب ہوگی اور اگر مضغہ تھا تو کچھ نہیں۔(17)

مسئلہ 325: ضرب واقع ہونے کے بعد باندی کے مالک نے باندی کو بیچ دیا اس کے بعد اسقاط ہوا تو غرہ بیچنے والے کو ملے گا اور اگر بچہ کا باپ ضرب کے وقت غلام تھا پھر آزاد ہو گیا اس کے بعد حمل ساقط ہوا تو باپ کو کچھ نہیں ملے گا۔(18)

مسئلہ 326: مولیٰ نے باندی کے حمل کو آزاد کر دیا اس کے بعد کسی شخص نے باندی کے پیٹ پر ضرب لگائی کہ مردہ حمل ساقط ہوا اور اس بچے کا باپ آزاد تھا تو ضارب پر غرہ لازم ہے اور غرہ باپ کو ملے گا۔(19)

مسئلہ 327: حمل کے والدین میں سے جو ضرب سے پہلے آزاد ہو چکا ہوگا وہ حمل کے معاوضہ کا حق دار ہوگا، مولیٰ نہیں ہوگا۔(20)

مسئلہ 328: کسی نے حاملہ باندی خریدی اور قبضہ نہیں کیا تھا کہ اس کے حمل کو آزاد کر دیا۔ پھر کسی نے اس کے پیٹ پر ضرب لگائی جس سے مردہ بچہ پیدا ہوا تو مشتری کو اختیار ہے کہ باندی کو پوری قیمت میں لے لے اور ضارب

---

(14) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الدیات، فصل فی الجنین، ج10، ص260.

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب العاشر فی الجنین، ج6، ص35.

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب العاشر فی الجنین، ج6، ص35.

(عالمگیری ص35 جلد6، درمختار و شامی ص518 جلد5، تبیین ص141 ج6، بحر الرائق ص343 ج8، فتح القدیر ص329 ج8)

(17) تکملۃ البحر الرائق، کتاب الدیات، فصل فی الجنین، ج9، ص103.

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب العاشر فی الجنین، ج6، ص35.

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب العاشر فی الجنین، ج6، ص35.

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب العاشر فی الجنین، ج6، ص35.

سے آزاد بچہ کا ارش وصول کرے اور اگر چاہے تو باندی کی بیع کو فسخ کر دے اور بچے کے حصہ کی قیمت اس پر لازم ہوگی۔(21)

مسئلہ 329: کسی نے اپنی باندی سے کہا جو کسی اور سے حاملہ تھی، کہ تیرے پیٹ میں جو دو بچے ہیں ان میں سے ایک آزاد ہے اور یہ کہہ کر مولیٰ مرگیا۔ پھر کسی نے اس حاملہ کو ایسی ضرب لگائی جس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی مردہ پیدا ہوئے تو ضرب لگانے والے پر لڑکے کا نصف غرہ اور اس کو غلام مان کر اس کی قیمت کا چالیسواں حصہ اور لڑکی کا نصف غرہ اور اس کو باندی مان کر جو قیمت ہوگی اس کا بیسواں حصہ لازم ہوگا۔(22)

مسئلہ 330: کسی حاملہ عورت نے اپنے پیٹ پر ضرب لگا کر یا دوا پی کر، یا کوئی اور تدبیر کر کے عمداً اپنے حمل کو ساقط کر دیا تو اگر بغیر اجازت شوہر ایسا کیا تو اس عورت کے عاقلہ پر غرہ لازم ہوگا اور اگر عاقلہ نہ ہوں تو اس کے مال سے غرہ ایک سال میں ادا کیا جائے گا۔ اور اگر شوہر کی اجازت سے ایسا کیا ہے تو کچھ لازم نہیں ہے۔ اسی طرح اس نے اگر کوئی دوا پی جس سے اسقاط مقصود نہ تھا مگر اسقاط ہو گیا تو بھی کچھ لازم نہ ہوگا۔(23)

مسئلہ 331: اگر شوہر نے بیوی کو اسقاط کی اجازت دی اور بیوی نے کسی دوسری عورت سے اسقاط کرالیا تو یہ دوسری عورت بھی ضامن نہیں ہوگی۔(24)

مسئلہ 332: اُمّ ولد نے خود اپنا حمل ساقط کرلیا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔(25)

مسئلہ 333: کسی حاملہ نے عمداً اسقاط کی دوا پی اس سے زندہ بچہ پیدا ہو کر مر گیا، تو اس کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اور اس پر کفارہ لازم ہے اور وہ وارث نہیں ہوگی اور اگر مردہ بچہ ساقط ہوا تو اس کے عاقلہ پر غرہ ہے اور اس پر

---

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب العاشر فی الجنین، ج6، ص36.

(عالمگیری ص36 جلد6، بحر الرائق ص342 ج6)

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب العاشر فی الجنین، ج6، ص35.

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب العاشر فی الجنین، ج6، ص35.

وتبیین الحقائق، کتاب الدیات، فصل فی الجنین، ج7، ص297.

(عالمگیری ص35 جلد6، شامی ص519 جلد5، تبیین ص142 ج6، بحر الرائق ص343 جلد8، قاضی خان ص392 جلد4)

(24) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الدیات، فصل فی الجنین، ج10، ص262، 263.

(25) الدر المختار، کتاب الدیات، فصل فی الجنین، ج10، ص263،

(درمختار و شامی ص520 جلد5، بحر الرائق ص343 ج8)

کفارہ ہے اور یہ محروم الارث ہے (یعنی وراثت سے محروم ہے)۔ اور اگر مضغہ ساقط ہوا تو استغفار و توبہ کرے۔ (26)

مسئلہ 334: خلع کرنے والی حاملہ نے عدت ختم کرنے کے لیے اسقاط حمل کرلیا تو اس پر شوہر کے لیے غرہ واجب ہے۔ (27)

مسئلہ 335: اگر کسی نے کسی کے جانور کا حمل گرا دیا تو اگر مردہ بچہ پیدا ہوا ہے اور اس سے ماں کی قیمت میں نقصان آ گیا تو یہ شخص اس نقصان کا ضامن ہوگا۔ اگر قیمت میں نقصان نہیں آیا تو اس پر کچھ نہیں ہے اور اگر زندہ بچہ پیدا ہو کر مر گیا تو مارنے والے کے مال میں سے بچے کی قیمت نقد ادا کی جائے گی۔ (28)

مسئلہ 336: جنین کے اِتلاف میں کفارہ نہیں ہے اور جس حمل میں بعض اعضا بن چکے ہوں اس کا حکم تام الخلقت کی طرح ہے۔ (29)

مسئلہ 337: اگر ایسے مضغہ کا اسقاط کیا جس میں اعضا نہیں بنے تھے اور معتبر دائیوں نے یہ شہادت دی کہ یہ مضغہ بچہ بننے کے قابل ہے اگر باقی رہتا تو انسانی صورت اختیار کر لیتا تو اس میں حکومتِ عدل ہے۔ (30)

---

(26) تکملۃ البحر الرائق، کتاب الدیات، فصل فی الجنین، ج9، ص105۔

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب العاشر فی الجنین، ج6، ص35، 36۔

(بحر الرائق ص344 ج8، عالمگیری ص36 جلد6)

(28) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الدیات، فصل فی الجنین، ج10، ص264،

(درمختار وشامی ص520 جلد5، مبسوط ص87، جلد26)

(29) تکملۃ البحر الرائق، کتاب الدیات، فصل فی الجنین، ج9، ص104، 105۔

(بحر الرائق ص343، جلد8، فتح القدیر ص329، جلد8، تبیین الحقائق ص141، جلد6)

(30) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الدیات، فصل فی الجنین، ج10، ص262،

بچوں سے متعلق جنایات کے احکام

مسئلہ 338: کسی شخص نے کسی آزاد بچے کو اغوا کرلیا اور بچہ اس کے پاس سے غائب ہوگیا تو اس اغوا کرنے والے کو قید کیا جائے گا تاوقتیکہ بچہ واپس آجائے یا اس کی موت کا علم ہوجائے۔(1)

مسئلہ 339: کسی نے کسی آزاد بچہ کو اغوا کیا اور وہ بچہ اس کے پاس اچانک یا کسی بیماری سے مرگیا تو اس پر ضمان نہیں ہے۔ اور اگر کسی سبب سے مثلاً سخت سردی یا بجلی گرنے، پانی میں ڈوبنے، چھت سے گرنے یا سانپ کے کاٹنے سے مرگیا تو اغوا کرنے والے کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی (2)۔

اور اگر بچہ نے غاصب کے پاس خودکشی کرلی یا کسی کو قتل کردیا تو غاصب پر ضمان نہیں ہے۔(3)

مسئلہ 340: اسی طرح اگر آزاد کو اغوا کر کے پابہ زنجیر کردیا (یعنی پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں) اور وہ مذکورہ بالا اسباب میں سے کسی سبب سے مرگیا تو بھی اغوا کرنے والے کے عاقلہ پر دیت ہے اور اگر اس کو پابہ زنجیر نہیں کیا تھا اور وہ ان اسباب مذکورہ سے خود کو بچا سکتا تھا مگر اس نے بچنے کی کوشش نہیں کی اور مرگیا تو اغوا کرنے والے پر نفس کا ضمان نہیں ہے۔(4)

مسئلہ 341: ختنہ کرنے والے سے کہا کہ بچے کی ختنہ کردے۔ غلطی سے بچہ کا حشفہ کٹ گیا اور بچہ مرگیا تو ختنہ کرنے والے کے عاقلہ پر نصف دیت ہوگی اور اگر زندہ رہا تو پوری دیت لازم ہوگی۔(5)

---

(1) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، فصل فی إتلاف الجنین... الخ، ج2، ص393.
(قاضی خان ص393 ج4، درمختار ص547 ج5، طحطاوی علی الدر ص303 جلد4)

(2) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الدیات، فصل فی غصب القن، ج10، ص314.
(شامی و درمختار 547 ج5، فتح القدیر ص382 ج8، تبیین الحقائق ص167 جلد6، بحرالرائق ص390 جلد8، مبسوط ص186 جلد26، عالمگیری ص34 جلد6)

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایۃ... الخ، ج6، ص34.
(مبسوط ص186 جلد26، عالمگیری ص34 جلد6)

(4) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الدیات، فصل فی غصب القن وغیرہ، ج10، ص314.
(عنایہ ص382 جلد8، درمختار و شامی ص547 جلد5، بحرالرائق ص390 جلد8)

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایۃ... الخ، ج6، ص34.

مسئلہ 342: کسی نے بچے کو جانور پر سوار کر کے کہا کہ اس کو روکے رہنا اور بچہ نے جانور کو چلایا نہیں لیکن گر کر مر گیا تو اس سوار کرنے والے کے عاقلہ پر بچہ کی دیت لازم ہوگی۔(6)

مسئلہ 343: کسی نے بچہ کو جانور پر سوار کر کے کہا کہ اس کو میرے لیے روکے رہو۔ اس بچہ نے جانور کو چلایا اور اس جانور نے کسی شخص کو کچل کر ہلاک کر دیا تو بچہ کے عاقلہ پر اس مرنے والے کی دیت لازم ہوگی اور سوار کرنے والے پر کچھ نہیں ہے اور اگر بچہ اتنا خوردسال (یعنی اتنا کم سن) ہے کہ جانور پر سواری نہیں کر سکتا ہے تو اس صورت میں مرنے والے کی دیت کسی پر لازم نہیں ہوگی۔(7)

مسئلہ 344: کسی نے بچہ کو جانور پر سوار کر دیا اور اس سے کہا کہ اس کو روکے رہو۔ بچہ نے جانور کو چلا دیا اور گر کر مر گیا تو سوار کرنے والے کے عاقلہ پر بچہ کی دیت نہیں ہے۔(8)

مسئلہ 345: بچہ کسی دیوار یا پیڑ پر چڑھا ہوا تھا، نیچے سے کسی نے چیخ کر کہا گر مت جانا جس سے بچہ گر کر مر گیا تو چیخنے والے پر کچھ نہیں ہے اور اگر اس نے کہا کہ کود جا اور بچہ کودا اور مر گیا تو اس کہنے والے پر بچہ کی دیت ہے۔(9)

مسئلہ 346: اگر کسی نے اتنے چھوٹے بچے کو جانور پر اپنے ساتھ سوار کر لیا جو تنہا جانور پر سوار نہیں ہو سکتا اور چلا بھی نہیں سکتا، اس جانور نے کسی کو کچل کر ہلاک کر دیا تو مرنے والے کی دیت صرف اس سوار کے عاقلہ پر ہوگی اور سوار

(درمختار وشامی ص 548 جلد 5، عالمگیری ص 34 جلد 6، طحطاوی علی الدر ص 303 جلد 4، قاضی خان علی الھندیہ ص 47 جلد 3)

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایۃ... إلخ، ج 6، ص 33.

(درمختار وشامی ص 548 ج 5، طحطاوی علی الدر ص 304 جلد 4، عالمگیری ص 33 جلد 6، مبسوط ص 186 جلد 26، قاضی خان علی الھندیہ ص 447 جلد 3)

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایۃ... إلخ، ج 6، ص 33.

وردالمحتار، کتاب الدیات، فصل فی غصب القن، ج 10، ص 316.

(درمختار وشامی ص 548 ج 5، عالمگیری ص 33 ج 6، طحطاوی علی الدر ص 304 ج 4، مبسوط ص 186 ج 26، قاضی خان علی الھندیہ ص 447 ج 3)

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایۃ... إلخ، ج 6، ص 33.

(شامی ص 548 جلد 5، طحطاوی علی الدر ص 304 جلد 4، عالمگیری ص 33 جلد 6، مبسوط ص 187 جلد 26، قاضی خان علی الھندیہ ص 447 جلد 3)

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایۃ... إلخ، ج 6، ص 33.

(عالمگیری ص 33 ج 6، قاضی خان علی الھندیہ ص 444، ج 3)

پر کفارہ بھی ہے۔ بچہ کے عاقلہ پر کچھ نہیں ہے اور اگر بچہ سواری کو چلا سکتا ہے تو دونوں کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی۔(10)

مسئلہ 347: باپ اپنے بچہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا اس بچہ کو کسی شخص نے کھینچا اور باپ اس بچہ کا ہاتھ پکڑے رہا اور اس شخص کے کھینچنے کی وجہ سے بچہ مر گیا تو اس بچہ کی دیت کھینچنے والے پر ہے اور باپ بچہ کا وارث ہوگا اور اگر دونوں نے کھینچا اور بچہ مر گیا تو دونوں پر دیت لازم ہوگی اور باپ وارث نہیں ہوگا۔(11)

مسئلہ 348: اتنا چھوٹا بچہ جو اپنے نفس کی حفاظت کرسکتا ہے اگر پانی میں ڈوب کر یا چھت سے گر کر مر جائے تو ماں باپ پر کچھ نہیں ہے اور اگر اپنے نفس کی حفاظت نہیں کرسکتا تھا تو جس کی نگرانی میں تھا اس پر توبہ و استغفار لازم ہے اور اگر اس کی گود سے گر کر مر گیا تو کفارہ بھی لازم ہے۔(12)

مسئلہ 349: ماں شیر خوار بچہ کو باپ کے پاس چھوڑ کر چلی گئی اور بچہ دوسری عورتوں کا دودھ پی لیتا تھا۔ لیکن باپ نے کسی دودھ پلانے والی کا انتظام نہ کیا اور بچہ بھوک سے مر گیا تو باپ پر کفارہ اور توبہ لازم ہے اور اگر بچہ دوسری عورت کا دودھ قبول نہیں کرتا تھا اور ماں یہ بات جانتی تھی تو گناہ ماں پر ہے ماں توبہ کرے اور کفارہ بھی دے۔(13)

مسئلہ 350: چھ سال کی بچی کو بخار تھا اور آگ کے پاس بیٹھی تاپ رہی تھی۔ باپ گھر میں نہ تھا ماں اسی حالت میں بچی کو چھوڑ کر کہیں چلی گئی اور بچی جل کر مر گئی تو ماں پر دیت نہیں ہے لیکن توبہ و استغفار کرے اور مستحب یہ ہے کہ کفارہ بھی دے۔(14)

مسئلہ 351: کسی نے کسی بچہ سے کہا کہ درخت پر چڑھ کر میرے پھل توڑ دے بچہ درخت سے گر کر مر گیا تو

---

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایۃ...۔الخ، ج6، ص33.

(خانیہ علی الھندیہ ص447، ج3، عالمگیری ص33 ج6، مبسوط ص187، ج26)

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایۃ...۔الخ، ج6، ص33.

(عالمگیری ص33، ج6، خانیہ علی الھندیہ ص445، ج3)

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایۃ...۔الخ، ج6، ص33.

(عالمگیری ص33 ج6، قاضی خان علی الھندیہ ص447 ج3، شامی ص529 ج5)

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایۃ...۔الخ، ج6، ص33.

(عالمگیری از محیط ص33 ج6، خانیہ علی الھندیہ ص447، جلد3)

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایۃ...۔الخ، ج6، ص33.

(عالمگیری از ظہیریہ ص33، ج6)

چڑھانے والے کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اسی طرح کوئی چیز اٹھانے کو کہا یا لکڑی توڑنے کو کہا اور بچہ اس چیز کو اٹھانے سے یا پیڑ سے گر کر مر گیا تو اس حکم دینے والے کے عاقلہ پر بچہ کی دیت لازم ہوگی۔(15)

مسئلہ 352: کسی نے بچہ کو حکم دیا کہ فلاں شخص کو قتل کر دے بچہ نے قتل کر دیا تو بچہ کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی پھر وہ عاقلہ اس دیت کو حکم دینے والے کے عاقلہ سے وصول کریں گے۔(16)

مسئلہ 353: کسی بچہ نے دوسرے بچہ کو حکم دیا کہ فلاں شخص کو قتل کر دے اور اس نے قتل کر دیا تو قتل کرنے والے کے عاقلہ پر دیت لازم ہے اور یہ دیت حکم دینے والے کے عاقلہ سے وصول نہیں کریں گے۔(17)

مسئلہ 354: بچے نے کسی بالغ کو حکم دیا کہ فلاں کو قتل کر دے اور اس نے قتل کر دیا، تو حکم دینے والا بچہ ضامن نہیں ہوگا۔ اسی طرح بالغ نے اگر کسی دوسرے بالغ کو حکم دیا اور اس نے قتل کر دیا تو قاتل پر ضمان ہے حکم دینے والے پر نہیں۔(18)

مسئلہ 355: کسی شخص نے بچہ کو حکم دیا کہ فلاں شخص کا کھانا کھالے یا مال جلا دے یا اس کے جانور کو ہلاک کر دے تو اس مال کا ضمان اس بچے کے مال میں لازم ہے اور بچے کے اولیاء اس ضمان کو ادا کرنے کے بعد حکم دینے والے سے وصول کریں۔(19)

اور اگر بچے نے بالغ کو ان کاموں کا حکم دیا اور اس نے عمل کر لیا تو بچے پر ضمان نہیں ہے۔(20)

مسئلہ 356: اگر کسی نابالغ نے نابالغہ سے زنا کیا اور اس کی بکارت زائل کر دی تو اس پر مہر مثل لازم آئے گا اور

---

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایۃ... إلخ، ج6، ص32،33,

(عالمگیری ص32 ج6، قاضی خان علی الھندیہ ص445 ج3)

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایۃ... إلخ، ج6، ص30.

(قاضی خاں علی الھندیہ ص444 ج3، عالمگیری از خزانۃ المفتین ص30 ج6، مبسوط ص185 ج26)

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایۃ... إلخ، ج6، ص30.

(قاضی خان علی الھندیہ ص445 ج3، عالمگیری ص30 جلد6، مبسوط ص185 ج26)

(18) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، فصل فی القتل الذی یوجب الدیۃ، ج2، ص392.

(خانیہ علی الھندیہ ص445 جلد3، عالمگیری ص30 جلد6)

(19) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، فصل فی القتل الذی یوجب الدیۃ، ج2، ص392.

(خانیہ علی الھندیہ ص445 ج3، عالمگیری ص30 ج6)

(20) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، فصل فی القتل الذی یوجب الدیۃ، ج2، ص392.

اگر بالغہ کی بکارت زبردستی زنا کر کے نابالغ نے زائل کر دی تو بھی اس پر مہر مثل لازم آئے گا اور اگر بالغہ سے نابالغ نے برضا زنا کیا تھا تو مہر لازم نہیں ہے۔(21)

مسئلہ 357: بچے تیر اندازی کا کھیل کھیل رہے تھے کسی نو برس تک کے بچے کا تیر کسی شخص کی آنکھ میں لگ گیا جس سے وہ شخص کانا ہوگیا تو اس کی آنکھ کا تاوان بچہ کے مال سے ادا کیا جائے گا اس کے باپ پر کچھ نہیں ہے اور اگر بچے کے پاس مال نہیں ہے تو جب مال ملے گا اس وقت تاوان ادا کر دے گا مگر شرط یہ ہے کہ یہ بات شہادت سے ثابت ہو کہ اسی بچے کا تیر اس شخص کی آنکھ میں لگا ہے صرف بچے کا اقرار یا اس کے تیر کا پایا جانا تاوان کے لیے کافی نہیں ہے۔(22)

مسئلہ 358: کسی نے اپنے کسی کام کے لیے کسی کے بچے کو ولی کی اجازت کے بغیر کہیں بھیجا۔ راستے میں بچہ دوسرے بچوں کے ساتھ چھت پر چڑھ گیا اور چھت پر سے گر کر مر گیا تو بھیجنے والے پر ضمان لازم ہوگا۔(23)

مسئلہ 359: کسی نے بچے کو اغواء کر کے قتل کر دیا یا اس کے پاس درندہ نے پھاڑ کھایا یا دیوار سے گر کر مر گیا تو غاصب ضامن ہوگا۔(24)

مسئلہ 360: کسی غلام نے آزاد بچے کو سواری پر سوار کر دیا بچہ سواری سے گر کر مر گیا تو اس بچہ کی دیت غلام پر ہے۔ مولی غلام ہی کو اس کی دیت میں دے دے یا فدیہ دے دے اور اگر سواری پر غلام بھی سوار ہوا اور سواری کو چلایا، سواری نے کسی کو کچل دیا اور وہ مر گیا تو نصف دیت بچے کے عاقلہ پر ہے اور نصف غلام پر۔(25)

مسئلہ 361: کسی آزاد شخص نے ایسے نابالغ غلام بچے کو سواری پر سوار کر دیا جو سواری پر ٹھہر سکتا ہے اور اس کو چلا بھی سکتا ہے پھر اس کو حکم دیا کہ وہ جانور کو چلائے اس نے کسی آدمی کو کچل کر مار دیا تو اس کا تاوان غلام بچہ پر ہے اس کی

(21) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، فصل فی القتل الذی یوجب الدیۃ، ج2، ص392.

(22) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، فصل فی اتلاف الجنین، ج2، ص393.

(قاضی خاں علی الھندیہ ص447، ج3)

(23) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، فصل فی اتلاف الجنین، ج2، ص393.

(قاضی خاں علی الھندیہ ص447 ج3)

(24) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، فصل فی اتلاف الجنین، ج2، ص393.

(قاضی خان علی الھندیہ ص447 ج3، عالمگیری ص34 ج6، مبسوط ص186 ج26)

(25) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، فصل فی اتلاف الجنین، ج2، ص393، 394.

(عالمگیری ص33 ج6، قاضی خان علی الھندیہ ص448 ج3، مبسوط ص187 ج26)

دیت میں مولیٰ یا تو غلام کو دے دے یا اس کا فدیہ دے دے پھر وہ مولیٰ حکم دینے والے سے یہ رقم وصول کرے۔(26)

مسئلہ 362: کسی عبد ماذون نے کسی بچے کو حکم دیا کہ فلاں کے کپڑے پھاڑ دے یا بچہ کو اپنے کام کے لیے بھیجا اور بچہ ہلاک ہوگیا تو حکم دینے والا ضامن ہوگا۔(27)

مسئلہ 363: کسی بچے کے پاس غلام کو ودیعت رکھا اور اس بچے نے غلام کو قتل کر دیا تو بچے کے عاقلہ پر غلام کی قیمت ہے۔(28) اور اگر مادون النفس میں جنایت کی ہے تو اس کا ارش بچہ کے مال سے ادا کیا جائے گا۔(29)

مسئلہ 364: اگر کسی بچہ کے پاس کھانا بلا اجازتِ ولی امانت رکھا گیا اور بچہ نے اس کو کھا لیا تو اس پر ضمان نہیں ہے۔(30)

اور اگر ولی کی اجازت سے رکھا تھا تو ضامن ہوگا جب کہ بچہ عاقل ہو ورنہ نہیں ہوگا۔(31)

مسئلہ ۳۶۵: ماں یا باپ یا وصی نے بچے کو تعلیم قرآن کے لیے متعادطریقے سے مارا جس سے بچہ مر گیا تو ان پر ضمان نہیں ہے اور یہی حکم معلم کا بھی ہے جب کہ اس نے ان کی اجازت سے مارا ہو اور اگر انھوں نے غیر متعاد طریقے سے مارا اور بچہ مر گیا تو یہ لوگ ضامن ہوں گے۔(32)

---

(26) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، فصل فی إتلاف الجنین، ج2، 394.

(قاضی خاں علی الھندیہ ص448 جلد3، مبسوط ص188 ج26)

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایۃ... إلخ، ج6، ص30، 31.

(28) ردالمحتار، کتاب الدیات، فصل فی غصب القن وغیرہ، ج10، ص316.

(تبیین الحقائق ص168 ج6، بحر الرائق ص390 ج8، عالمگیری ص34 ج6، شامی ص548 ج5

(29) ردالمحتار، کتاب الدیات، فصل فی غصب القن وغیرہ، ج10، ص316.

(شامی و درمختار ص548، ج5)

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایۃ... إلخ، ج6، ص34.

(تبیین الحقائق ص168، ج6، بحر الرائق ص390 ج8، عالمگیری ص34 ج6، شامی و درمختار ص568 ج5)

(31) العنایۃ وفتح القدیر، کتاب الدیات، باب غصب العبد... إلخ، ج9، ص302.

(ہدایہ وعنایہ ص383، ج8)

(32) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود... إلخ فصل فی الفعلین، مطلب: الصحیح... إلخ، ج10، ص220.

(درمختار وشامی ص ۴۹۸ ج۵)

مسئلہ ۳۶۶: باپ یا وصی نے بچہ کو تادیباً مارا اور بچہ مر گیا تو ان پر ضمان نہیں ہے جب کہ معتاد طریقے پر مارا ہو (یعنی جیسا کہ عام طور پر مارا جاتا ہے) اور اگر غیر معتاد طریقے سے مارا تو ضمان ہے۔(33)

مسئلہ ۳۶۷: ماں نے اگر اپنے بچہ کو تادیباً (یعنی ادب سکھانے کے لیے) مارا اور بچہ مر گیا تو بہر حال ماں ضامن ہوگی۔(34)

مسئلہ ۳۶۸: کسی نے بچے کو ہتھیار دیے، بچہ اس کو اٹھانے سے تھک گیا اور ہتھیار اس کے ہاتھ سے اس پر گرا اور بچہ مر گیا تو اسلحہ دینے والے کے عاقلہ پر دیت واجب ہوگی اور اگر بچہ نے اس اسلحہ سے خودکشی کر لی یا کسی دوسرے کو قتل کر دیا تو دینے والے پر ضمان نہیں ہے۔(35)

مسئلہ ۳۶۹: کسی آزاد بچے کو ایسے غلام بچے نے جو مجور تھا حکم دیا کہ فلاں شخص کو قتل کر دے اور اس نے قتل کر دیا تو قاتل بچہ ضامن ہوگا اور حکم دینے والے غلام بچے سے اس کا تاوان اس کے آزاد ہونے کے بعد بھی واپس نہیں لے سکے گا۔(36)

مسئلہ ۳۷۰: اور اگر بالغہ باندی نے نابالغ کو دعوت زنا دی اور اس نے زنا کر کے اس کی بکارت زائل کر دی تو بچہ پر اس کا مہر لازم ہے۔(37)

❁❁❁❁❁

(33) الدر المختار، کتاب الجنایات، باب القود... الخ، فصل فی الفعلین، ج10، ص220.

(درمختار وشامی ص ۴۹۸، ج ۵)

(34) ردالمحتار، کتاب الجنایات، باب القود... الخ، فصل فی الفعلین، مطلب: الصحیح... الخ، ج10، ص220.

(درمختار وشامی ص ۴۹۸، ج ۵)

(35) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایۃ... الخ، ج6، ص32.

(عالمگیری ص ۳۲ ج ۶، قاضی خان علی الھندیہ ص ۴۴۴ ج ۳، مبسوط ص ۸۵ ج ۲۶)

(36) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، فصل فی القتل الذی یوجب الدیۃ، ج2، ص392.

(قاضی خان علی الھندیہ ص ۴۴۵ ج ۳)

(37) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، فصل فی القتل الذی یوجب الدیۃ، ج2، ص392.

(قاضی خان علی الھندیہ ص ۴۴۶ ج ۳)

دیوار وغیرہ گرنے سے حادثات کا بیان

مسئلہ 371: یہ جاننا ضروری ہے کہ ایسی دیوار جو سلامی میں ہو یعنی ٹیڑھی ہو، اگر بناتے وقت اس کے بنانے والے نے ٹیڑھی بنائی پھر وہ کسی انسان پر گر گئی اور وہ مر گیا یا کسی کے مال پر گر پڑی اور وہ مال تلف ہو گیا تو دیوار کے مالک کو ضمان دینا ہوگا خواہ اس دیوار کو گرانے کا مطالبہ کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو، اور اگر اس دیوار کو سیدھا بنایا تھا مگر بعد میں ٹیڑھی ہو گئی مرورِ زمانہ کی وجہ سے (یعنی طویل وقت گزرنے کی وجہ سے)، پھر کسی انسان پر گر پڑی یا مال پر گر پڑی اور اس کو تلف کر گئی تو کیا دیوار کے مالک پر ضمان ہے؟ ہمارے علمائے ثلاثہ کے نزدیک اگر مطالبہ نقض سے پہلے (یعنی گرانے کا مطالبہ کرنے سے پہلے) گری ہے تو اس کا ضمان نہیں ہے، اور مطالبہ نقض سے اتنے بعد گری ہے جس میں اس کا گرانا ممکن تھا، مگر اس نے اس کو نہیں گرایا تو قیاس چاہتا ہے کہ ضمان نہ ہو۔ مگر استحساناً ضامن ہوگا۔ هٰكَذَا فِي الذَّخِيرَة۔

پھر جو جان تلف ہوئی اس کی دیت صاحب دیوار کے عاقلہ پر ہے۔ اور جو مال تلف ہوا اس کا ضمان دیوار کے مالک پر ہے۔(1)

مسئلہ 372: تقدّم کی تفسیر یہ ہے کہ صاحبِ حق دیوار کے مالک سے کہے کہ تیری دیوار خطرناک ہے یا کہے کہ سلامی میں ہے یعنی ٹیڑھی ہے، تو اس کو گرادے تاکہ کسی پر گر نہ پڑے اور اس کو تلف نہ کر دے اور اگر یہ کہا کہ تجھ کو چاہیے کہ تو اس کو گرا دے، تو یہ مشورہ ہوگا مطالبہ نہ ہوگا۔ بحوالہ قاضی خان۔ تقدّم میں مطالبہ شرط ہے اِشہاد شرط نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس کے گرانے کا مطالبہ کیا بغیر اِشہاد کے اور مالک دیوار نے امکان کے باوجود دیوار نہیں گرائی یہاں تک کہ وہ خود گر گئی اور اس سے کوئی چیز تلف ہو گئی اور وہ تلف کا اقرار کرتا ہے تو ضمان دے گا۔ گواہ بنانے کا فائدہ یہ ہے کہ اگر مالک دیوار انکارِ طلب کرے تو گواہوں کے ذریعے سے طلب کو ثابت کیا جا سکے۔(2)

---

(1) الفتاوى الهندية، كتاب الجنايات، الباب الحادي عشر في جناية الحائط... إلخ، ج6، ص36.
(عالمگیری ص36 ج6، مبسوط ص9 ج27، تبیین الحقائق ص147 ج6، درمختار و شامی ص526 ج5، مجمع الانہر ص657 ج2، فتح القدیر و عنایہ ص341 ج8، بحر الرائق ص354 ج8)

(2) الفتاوى الهندية، كتاب الجنايات، الباب الحادي عشر في جناية الحائط... إلخ، ج6، ص36.
(عالمگیری از کافی ص36 ج6، مجمع الانہر ص656 ج2، بحر الرائق ص384 ج8، قاضی خان علی الھندیہ ص354 ج3، ←

مسئلہ 373: دیوار کے متعلق دیوار گرانے کا مطالبہ کرنا دیوار کے مالک سے یہی ملبہ ہٹانے کا مطالبہ ہے یہاں تک کہ اگر تقدم کے بعد دیوار گر پڑے اور اس کے ملبے سے ٹکرا کر کوئی مر جائے تو دیوار کے مالک پر اس کی دیت لازم ہوگی۔(3)

مسئلہ 374: مکان کی زیریں منزل (نچلی منزل) ایک شخص کی ہے اور بالائی دوسرے کی اور پورا مکان گراؤ ہے اور دونوں سے گرانے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ پھر بالائی حصہ گرا اور اس سے کوئی آدمی ہلاک ہوگیا تو اس کا ضمان بالائی حصہ کے مالک پر ہے۔(4)

مسئلہ 375: مالکِ دیوار سے گراؤ دیوار (جھکی ہوئی دیوار) کے اِنہدام کا مطالبہ (گرانے کا مطالبہ) کیا گیا اس نے نہیں گرائی اور مکان بیچ دیا تو مشتری ضامن نہیں ہوگا۔ ہاں اگر خریدنے کے بعد اس سے مطالبہ نقض کر لیا گیا تھا اور اس پر گواہ بنا لیے گئے تھے تو یہ ضامن ہوگا۔(5)

مسئلہ 376: لقیط (لاوارث، ملا ہوا بچہ) کی گراؤ دیوار کے اِنہدام کا مطالبہ کیا گیا تھا اور اس نے نہیں گرائی تھی پھر وہ دیوار گری جس سے کوئی آدمی مر گیا تو اس کی دیت بیت المال دے گا۔ اسی طرح وہ کافر جو مسلمان ہوگیا تھا۔ اس نے کسی سے عقد موالاۃ نہیں کیا تھا۔ اس کی دیوار کے گرنے سے ہلاک ہونے والے کی دیت بھی بیت المال ہی دے گا۔(6)

مسئلہ 377: کسی کی گراؤ دیوار مطالبہ انہدام سے پہلے گر پڑی پھر اس سے راستہ پر سے ملبہ ہٹانے کا مطالبہ کیا گیا

مبسوط ص 9 ج 27، شامی ص 526 ج 5، تبیین ص 147 ج 6)

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج 6، ص 36۔

(عالمگیری از ذخیرہ ص 36 ج 6، تبیین الحقائق ص 147 ج 6، عنایہ فتح القدیر ص 341 ج 8، درمختار و شامی ص 528 ج 5 بحر الرائق ص 354 ج 8، قاضی خاں علی الھندیہ ص 464 ج 3)

(4) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، فصل فی جنایۃ الحائط، ج 2، ص 406۔

(قاضی خان علی الھندیہ ص 467 ج 3)

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج 6، ص 37۔

(عالمگیری ص 37 ج 6، بحر الرائق ص 355 ج 8، ہدایہ فتح القدیر ص 342 ج 8)

(6) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، فصل فی جنایۃ الحائط، ج 2، ص 405۔

(قاضی خان علی الھندیہ ص 466 ج 3، بحر الرائق ص 354 ج 8)

اور اس نے نہ اٹھایا یہاں تک کہ اس سے ٹکرا کر کوئی آدمی یا جانور ہلاک ہوگیا تو یہ ضامن ہوگا۔(7)

مسئلہ 378: مطالبہ نقض کی صحت کے لیے یہ شرط ہے کہ یہ اس سے کیا جائے جس کو گرانے کا حق حاصل ہے یہاں تک اگر کرایہ دار یا عاریت کے طور پر اس میں رہنے والے سے مطالبہ کیا اور اس نے دیوار کو نہیں گرایا، حتیٰ کہ وہ دیوار کسی انسان پر گر پڑی تو اس صورت میں کسی پر ضمان نہیں ہے۔(8)

مسئلہ 379: دیوار گرنے کے وقت تک اس شخص کا مالک رہنا بھی شرط ہے جس پر مطالبہ کے وقت گواہ بنائے گئے تھے۔ یہاں تک کہ اگر اس کی ملک سے وہ دیوار بیع کے ذریعہ خارج ہوگئی اور دوسرے کی ملک میں آنے کے بعد گر پڑی تو اس پر کچھ نہیں ہے۔(9)

مسئلہ 380: دیوار کے گراؤ ہونے سے قبل اشہاد صحیح نہیں ہے، چونکہ تعدی معدوم ہے۔(10)

مسئلہ 381: اگر گراؤ دیوار کے مالک سے اس کے گرانے کا مطالبہ کیا گیا۔ درآں حالیکہ وہ عاقل بالغ مسلمان تھا اور اس مطالبہ نقض پر گواہ بھی بنا لیے گئے۔ پھر اس مالک دیوار کو طویل المیعاد شدید قسم کا جنون ہوگیا۔ یا معاذ اللہ وہ مرتد ہوگیا اور دار الحرب میں چلا گیا اور قاضی نے اس کے دار الحرب میں چلے جانے کی تصدیق کر دی اور پھر وہ مسلمان ہو کر واپس آگیا اور وہ گھر جس کی دیوار گراؤ تھی اس کو واپس مل گیا اس کے بعد وہ گراؤ دیوار کسی انسان پر گر پڑی جس سے وہ مر گیا تو اس کا خون ہدر ہے یعنی اس کا ضمان کسی پر نہیں ہے۔ اسی طرح جنون سے صحت کے بعد کی صورت کا حکم ہے۔ ہاں اگر مرتد کے مسلمان ہونے یا مجنون کے افاقہ کے بعد ان پر اشہاد کر لیا ہے تو یہ ضامن ہوں گے۔(11)

---

(7) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، فصل فی جنایۃ الحائط، ج2، ص406

(قاضی خان علی الھندیہ ص467 ج3، بحر الرائق ص354 ج8)

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص37.

وتبیین الحقائق کتاب الدیات، باب مایحدثہ الرجل فی الطریق، ج7، ص308.

(ہندیہ از ذخیرہ ص37 ج6 بحر الرائق ص353 ج8، درمختار ص527 ج5، خانیہ علی الھندیہ ص464 ج3، تبیین الحقائق ص148 ج6، فتح القدیر ص342 ج8)

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص37.

(تبیین الحقائق ص148 ج6، عالمگیری ص37 ج6، بحر الرائق ص354 ج8، درمختار ص527 ج5، فتح القدیر ص342 ج8)

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص37.

(عالمگیری از خزانۃ المفتین ص37 ج6، درمختار وشامی ص529 ج5، تبیین الحقائق ص148 ج6)

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص37.

←

مسئلہ 382: اسی طرح اگر گھر کو بیچ دیا، بعد اس کے کہ اس سے گراؤ دیوار کے گرانے کا مطالبہ کیا جاچکا تھا اور اس پر گواہ بھی قائم کر لیے گئے تھے۔ پھر وہ مکان کسی عیب کی وجہ سے قضائے قاضی یا بلا قضائے قاضی سے اس کی ملک میں لوٹ آیا یا خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے جو مشتری (خریدار) کو تھا پھر وہ دیوار گر پڑی اور کوئی چیز تلف ہوگئی (ضائع ہوگئی) تو مالک دیوار پر ضمان نہیں ہے۔ ہاں اگر رد کے بعد دوبارہ اس سے دیوار کے گرانے کا مطالبہ کیا گیا اور اس پر گواہ بھی پیش کیے گئے تو ضامن ہوگا۔ یا بائع کو اختیار تھا اور اس نے بیع کو فسخ کر دیا اور اس کے بعد دیوار گر پڑی اور اس سے کوئی چیز تلف ہوگئی تو بائع ضامن ہوگا۔(12)

مسئلہ 383: اگر بائع نے اپنا خیار ساقط کر دیا اور بیع کو واجب کر دیا تو اشہاد باطل ہوجائے گا۔ چونکہ اس نے دیوار کو اپنی ملک سے نکال دیا۔(13)

مسئلہ 384: کسی دیوار کا بعض حصہ گراؤ اور بعض صحیح تھا۔ صحیح حصہ گر پڑا جس سے کوئی مر گیا اور گراؤ حصہ نہیں گرا خواہ اس پر اشہاد کر لیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو۔ یہ خون رایگاں جائے گا۔(14)

مسئلہ 385: مطالبۂ نقض کے بعد اگر کسی شخص پر دیوار گر پڑے اور وہ مر جائے یا دیوار گرنے کے بعد اس کے ملبے سے ٹکرا کر کوئی گر پڑے اور مر جائے تو اس کی دیت مالک دیوار کے عاقلہ پر ہے اور اگر اس میت سے ٹکرا کر کوئی گرے اور مر جائے تو اس کی دیت نہ مالک دیوار پر ہے نہ اس کے عاقلہ پر ہے۔ اگر کسی نے راستے کی طرف چھجہ (15) نکالا اور وہ راستے میں گر پڑا۔ اس کے گرنے سے کوئی مر گیا یا اس کے ملبہ سے ٹکرا کر مر گیا یا اس مردے کی لاش سے ٹکرا کر کوئی گر پڑا اور مر گیا تو ہر صورت میں چھجہ کے مالک پر دیت واجب ہوگی۔(16)

مسئلہ 386: مطالبہ ثابت کرنے کے لیے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی چاہیے۔ اگر ایسے گواہ بنائے گئے جن میں شہادت کی اہلیت نہیں، مثلاً دو غلام یا دو کافر یا دو بچے۔ اس کے بعد یہ دیوار گر گئی اور کوئی آدمی دب

(خانیہ علی الھندیہ ص464 ج3، عالمگیری ص37 ج6، بحر الرائق ص354 ج8)

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... الخ، ج6، ص37.

(عالمگیری از ظہیریہ ص37 ج6، خانیہ علی الھندیہ ص464 ج3، بحر الرائق ص354 ج8، شامی ص528 ج5)

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... الخ، ج6، ص37.

(قاضی خاں علی الھندیہ ص464 ج3، بحر الرائق ص355 ج8، عالمگیری ص37 ج6، درمختار و شامی ص527، ج5)

(14) تکملۃ البحر الرائق، کتاب الدیات، باب ما یحدث الرجل فی الطریق، ج9، ص123.

(15) چھت سے آگے بڑھایا ہوا وہ حصہ جو بارش سے حفاظت یا دھوپ سے بچاؤ کے لئے ہوتا ہے۔

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... الخ، ج6، ص36.

کر مر گیا اور جب شہادت کا وقت آیا تو یہ کافر مسلمان، یا غلام آزاد، یا بچے بالغ ہو چکے ہیں۔ ان کی شہادت قبول ہوگی اور دیوار کا مالک ضامن ہوگا۔ خواہ ان کی گواہی کی اہلیت دیوار گرنے سے پہلے پائی گئی ہو یا دیوار گرنے کے بعد۔(17)

مسئلہ 387: اور اگر اس گھر کے مشتری سے جس کی دیوار گراؤ تھی، دیوار گرانے کا مطالبہ کیا اور اس کو تین دن کا خیار تھا پھر اس نے اس گھر کو خیار کی وجہ سے بائع کو لوٹا دیا تو اشہاد باطل ہو گیا اور اگر اس نے بیع کو واجب کر لیا تو اشہاد صحیح ہے باطل نہیں ہوا، اور اگر اس حالت میں بائع پر اشہاد کیا تو بائع ضامن نہیں ہوگا اور اگر بائع کو خیار تھا اور اس سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا اور اس نے بیع کو فسخ کر دیا تو اشہاد صحیح ہے۔ اور اگر بیع کو لازم کر دیا تو اشہاد باطل ہے اور اگر اس حالت میں مشتری سے مطالبہ کیا گیا تو مطالبہ صحیح نہیں ہے۔(18)

مسئلہ 388: ضمان کے لیے یہ شرط ہے کہ مالک دیوار کو اشہاد کے بعد اتنا وقت مل جائے کہ وہ اسکو گرا سکے۔ ورنہ اگر مطالبہ انہدام کے فوراً بعد دیوار گر پڑے اور مالک کو اتنا وقت نہ ملے جس میں گرانا ممکن تھا اور اس سے کوئی چیز تلف ہو جائے تو ضمان واجب نہیں ہوگا۔(19)

مسئلہ 389: تقدم اور طلب کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ یہ صاحب حق کی طرف سے ہو اور عام راستہ میں عوام کا حق ہے۔ لہٰذا کسی ایک کا تقدم اور مطالبہ صحیح ہے۔(20)

مسئلہ 390: گراؤ دیوار کے گرانے کا مطالبہ کرنے میں مسلمان اور ذمی دونوں برابر ہیں۔ اگر دیوار عام راستے کی طرف جھک گئی ہو تو ہر گزرنے والے کو تقدم کا حق ہے۔ مسلمان ہو یا ذمی۔ بشرطیکہ آزاد، عاقل، بالغ ہو۔ یا اگر بچہ ہو تو اس کے ولی نے اس کو اس مطالبے کی اجازت دی ہو۔ اسی طرح اگر غلام ہو تو اس کے مولیٰ نے اس کو مطالبے کی

---

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...الخ، ج6، ص36.

(خانیہ علی الھندیہ ص464 ج3، عالمگیری ص36 ج6، مبسوط ص12 ج27، درمختار وشامی ص529 ج5)

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...الخ، ج6، ص37.

(عالمگیری از مبسوط ص37، ج6)

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...الخ، ج6، ص37.

(تبیین الحقائق ص148 ج6، عالمگیری 37 ج6، درمختار وشامی ص527 ج5، فتح القدیر ص341 ج8، مبسوط ص9 ج27)

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...الخ، ج6، ص37.

(عالمگیری از ذخیرہ ص37 ج6، تبیین الحقائق ص148 ج6، خانیہ علی الھندیہ ص466 ج3)

اجازت دی ہو۔(21)

مسئلہ 391: خاص گلی میں اس گلی والوں کو مطالبہ کا حق ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا مطالبہ کرنا بھی کافی ہے اور جس گھر کی طرف دیوار گراؤ ہے تو اس گھر کے مالک کا یا اس میں رہنے والے کا مطالبہ کرنا شرط ہے۔(22)

مسئلہ 392: کسی کے گھر کی طرف کسی شخص کی دیوار جھک گئی اس گھر والے نے اس سے دیوار کے گرانے کا مطالبہ کیا اس نے قاضی سے دو تین دن یا اس کے مثل مہلت مانگی۔ قاضی نے مہلت دے دی پھر وہ دیوار گر پڑی اور اس سے کوئی چیز تلف ہوگئی تو دیوار کے مالک پر ضمان واجب ہے۔(23)

مسئلہ 393: اور اگر گھر کے مالک نے دیوار والے کو مہلت دے دی تھی یا مطالبہ سے اس کو بری کر دیا تھا یا یہ مہلت و برأت گھر کے رہنے والوں کی طرف سے تھی اور دیوار گر پڑی جس سے کوئی چیز تلف ہوگئی تو دیوار کے مالک پر ضمان نہیں۔(24)

مسئلہ 394: اور اگر مہلت کی مدت گزرنے کے بعد دیوار گری تو اس سے جو نقصان ہوا اس کا ضمان دیوار والے پر واجب ہے۔(25)

مسئلہ 395: اگر راستے کی طرف دیوار گراؤ تھی اور اس سے انہدام کا مطالبہ ہو چکا تھا مگر قاضی نے اس کو مہلت

---

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص37.

(عالمگیری از کفایہ ص37 ج6، تبیین الحقائق ص148 ج6، بحرالرائق ص354، ج8، درمختار و شامی ص527، ج5، مبسوط ص9، ج27، عنایہ علی الھدایہ ص342 ج8)

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص37.

(عالمگیری از ذخیرہ ص37 ج6، درمختار و شامی ص528 ج5، تبیین الحقائق ص148 ج6، بحرالرائق ص355 ج8، فتح القدیر ص342 ج8)

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص37

(عالمگیری از محیط ص37 ج6، بحرالرائق ص354 ج8)

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص37.

(عالمگیری از کافی ص37، ج6، بحرالرائق ص354 ج8، درمختار و شامی ص528، ج5، تبیین الحقائق ص148 ج6، فتح القدیر ص342 ج8)

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص37.

(عالمگیری از محیط ص37، ج6، بحرالرائق ص354 ج8)

دے دی تو یہ باطل ہے۔(26)

مسئلہ 396: اور اگر قاضی نے تو اس کو مہلت نہیں دی، مگر مطالبہ کرنے والے نے مہلت دے دی تو یہ صحیح نہیں ہے۔ نہ اس کے اپنے حق میں نہ کسی دوسرے کے حق میں۔(27)

مسئلہ 397: اگر دیوار راہن تھی اور گرانے کا مطالبہ مرتہن سے کیا گیا تو نہ راہن ضامن ہوگا نہ مرتہن۔ اور اگر مطالبہ راہن سے کیا گیا ہے تو راہن ضامن ہوگا۔(28)

مسئلہ 398: اور اگر گھر کسی نابالغ کا ہو تو اس کے ماں باپ یا وصی سے گرانے کا مطالبہ کرنا اور اس پر گواہ بنانا صحیح ہے۔ اگر مطالبہ کے بعد دیوار گر پڑی جس سے کسی کی کوئی چیز تلف ہوگئی تو ضمان نابالغ پر واجب ہوگا۔(29)

مسئلہ 399: اگر اشہاد کے بعد نابالغ بچہ کے قبلِ بلوغ باپ یا وصی مرجائے تو اشہاد باطل ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ اگر ان کی موت کے بعد دیوار گر پڑے جس سے کوئی چیز تلف ہو جائے تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔ چوں کہ موت نے ان کی ولایت کو منقطع کر دیا۔(30)

مسئلہ 400: اور اگر نابالغ کے بالغ ہونے تک دیوار نہیں گری اس کے بالغ ہونے کے بعد گری جس سے کوئی آدمی مر گیا تو اس کا خون رائیگاں گیا۔ اور اگر نابالغ کے بلوغ کے بعد اس سے نئے سرے سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا

---

(26) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6، ص37.

(عالمگیری از خزانۃ المفتین ص 37، ج6، بحر الرائق ص 354 ج8، تبیین الحقائق ص 148 ج6، درمختار و شامی ص 528، ج5، مجمع الانہر ص659، ج2، فتح القدیر ص342، ج8)

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6، ص37.

(عالمگیری از محیط ص 37 ج5، بحر الرائق ص354 ج8، درمختار ص528 ج5، تبیین الحقائق ص 148 ج6، مجمع الانہر ص659 ج2)

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6، ص37.

(عالمگیری از شرح مبسوط ص 37 ج6، قاضی خان علی الھندیہ ص464 جلد 3، مبسوط ص 10 ج27، درمختار و شامی ص 526 ج5، بحر الرائق ص353 ج8، فتح القدیر ص342 ج8)

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6، ص37.

(خانیہ علی الھندیہ ص464 ج3، عالمگیری ص 37 ج8، عنایہ علی الھدایہ ص343 ج8، درمختار و شامی ص 526 ج5، مبسوط ص 10 ج27، فتح القدیر ص 342 ج8، بحر الرائق ص 353 جلد 8، تبیین الحقائق ص 147 ج6)

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6، ص38.

(خانیہ علی الھندیہ ص465 ج3، عالمگیری ص 37 ج6، شامی ص526 ج5)

گیااس کے بعد دیوار گر پڑی جس سے کوئی آدمی مر گیا تو اس کی دیت مالک دیوار کے عاقلہ پر ہوگی۔(31)

مسئلہ 401: مسجد کی دیوار اگر گراؤ ہو جائے تو اس کے انہدام کا مطالبہ اس کے بنانے والے سے کرنا چاہیے۔(32)

مسئلہ 402: کسی نے مساکین پر گھر وقف کیا جس کی دیوار گراؤ تھی اور اس کا قبضہ ایک شخص کو دے دیا۔ جو اس کی آمدنی مساکین پر خرچ کرتا تھا اس وکیل سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا گیا اور اس پر اشہاد کیا گیا اور وہ دیوار کسی پر گر پڑی جس سے وہ مر گیا تو اس کی دیت واقف کے عاقلہ پر ہے اور اگر مساکین سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا تو کسی پر کچھ نہیں۔(33)

مسئلہ 403: گراؤ دیوار کا مالک تاجر غلام تھا اس سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا گیا وہ دیوار کسی پر گر پڑی جس سے وہ مر گیا تو اس کی دیت غلام تاجر کے مولا کے عاقلہ پر واجب ہوگی۔ غلام مقروض ہو یا نہ ہو، اور اگر دیوار گرنے سے کسی کا مال تلف ہو گیا تو اس مال کا ضمان غلام پر واجب ہے اس میں اس کو بیچا جائے گا اور اگر اس کے مولا سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا گیا تب بھی صحیح ہے۔(34)

مسئلہ 404: اگر کسی مکان کی گراؤ دیوار کے گرانے کا مطالبہ اس شخص سے کیا جس کے قبضہ میں وہ گھر ہے جس کی دیوار گراؤ تھی اور اس نے مطالبے کے باوجود دیوار نہیں گرائی یہاں تک کہ وہ خود کسی پر گر پڑی جس سے وہ مر گیا اور اس کے عاقلہ کہتے ہیں کہ، یہ گھر جس کی دیوار گری ہے اس کا ہے ہی نہیں۔ یا عاقلہ کہتے ہیں کہ ہم کو نہیں معلوم کہ یہ گھر اس کا ہے یا کسی اور کا ہے تو مرنے والے کی دیت اس کے عاقلہ پر نہیں ہوگی۔ ہاں اگر اس پر گواہ پیش کر دیئے جائیں کہ یہ گھر اسی کا ہے تو اس کے عاقلہ پر دیت واجب ہوگی۔ اس لیے کہ اگرچہ مکان پر قابض ہونا بظاہر مالک ہونے کی دلیل

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6،ص38،37.

(عالمگیری از محیط ص38 جلد6)

(32) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6،ص38.

(عالمگیری از خزانۃ المفتیین ص38 ج6، درمختار و شامی ص529 ج5)

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6،ص38.

(عالمگیری از محیط بحوالہ منتقیٰ ص38 ج6، درمختار و شامی ص529 ج5)

(34) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6،ص38.

(خانیہ علی الھندیہ ص466 ج3، عالمگیری ص38 ج6، درمختار ص529 ج5، مبسوط ص10 ج27، تبیین ص147 ج6، فتح القدیر ص343 ج8)

ہے مگر یہ عاقلہ پر وجوب مال کے لیے حجت نہیں ہوسکتی۔ عاقلہ پر مال واجب ہونے کے لیے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اول اس بات کا ثبوت کہ یہ گھر اسی کا ہے۔ دوم یہ کہ دیوار گرانے کا مطالبہ کرنے کے وقت اس پر گواہ بھی بنا لے۔ تیسرے یہ کہ مقتول پر یہ دیوار گری تھی جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔(35)

مسئلہ 405: اگر قبضہ کرنے والا اقرار کرے کہ یہ گھر اسی کا ہے تو عاقلہ پر دیت کے لزوم کے لئے اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور ان پر ضمان نہیں ہے۔ جیسے کہ کوئی شخص اس مکان میں جس میں وہ رہتا ہے۔ چھجہ (36) نکالے اور وہ چھجہ کسی آدمی پر گر پڑے جس سے وہ آدمی مرجائے اور اس کے عاقلہ کہیں کہ یہ اس گھر کا مالک نہیں ہے۔ اس نے چھجہ گھر کے مالک کے کہنے سے نکالا تھا اور قبضہ والا اس بات کا اقرار کرے کہ وہ اس گھر کا مالک ہے تو یہ اپنے مال سے دیت دے گا۔ اسی طرح یہاں بھی اس پر دیت واجب ہوگی۔(37)

مسئلہ 406: کسی کی دیوار گراؤ تھی، اس سے انہدام کا مطالبہ کیا گیا مگر اس نے دیوار نہیں گرائی پھر وہ دیوار خودبخود پڑوس کی دیوار پر گر پڑی جس سے پڑوسی کی دیوار بھی گر پڑی تو اس پر پڑوسی کی دیوار کا ضمان واجب ہے اور پڑوسی کو اختیار ہے کہ چاہے تو وہ اپنی دیوار کی قیمت اس سے بطور ضمان وصول کرے اور ملبہ ضامن کو دے دے اور چاہے تو ملبہ اپنے پاس رکھے اور نقصان پڑوسی سے وصول کرے اور اگر وہ ضامن سے یہ مطالبہ کرے کہ اس کی دیوار جیسی تھی ویسی ہی نئی بنا کر دے، تو یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے۔ اور اگر پہلی گری ہوئی دیوار سے ٹکرا کر کوئی شخص گر پڑا تو اس کا ضمان پہلی دیوار کے مالک کے عاقلہ پر ہے۔ اور اگر دوسری دیوار کے ملبہ سے ٹکرا کر کوئی شخص گر پڑا تو اس کا ضمان کسی پر نہیں ہے۔ اگر دوسری دیوار کا مالک بھی وہی ہے جو پہلی دیوار کا مالک ہے تو دوسری دیوار سے مرنے والے کا ضامن بھی وہی ہوگا۔(38)

مسئلہ 407: اگر پہلی دیوار کے مالک نے چھجہ نکالا اور وہ دوسری دیوار پر گرا جس سے دوسری دیوار گر گئی اور اس سے ٹکرا کر کوئی شخص گرا اور کچلا گیا تو اس کا ضمان پہلی دیوار کے مالک پر ہے اور اگر دوسری دیوار بھی اس کی ملک ہے تب

---

(35) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، فصل فی جنایۃ الحائط، ج2، ص405۔

(خانیہ علی الھندیہ ص465 ج3، مبسوط ص11 ج27)

(36) چھت سے آگے بڑھایا ہوا وہ حصہ جو بارش سے حفاظت یا دھوپ سے بچاؤ کے لئے ہوتا ہے۔

(37) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، فصل فی جنایۃ الحائط، ج2، ص405۔

(خانیہ علی الھندیہ ص465 جلد3، عالمگیری ص39 ج6، مبسوط ص11 ج27)

(38) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط۔۔۔ إلخ، ج6، ص39۔

(عالمگیری از محیط ص39 ج6، بحر الرائق ص355 جلد8)

بھی اس پر ضمان واجب ہے۔(39)

مسئلہ 408: اگر دیوار گرانے کا مطالبہ بعض ورثا سے کیا تو حکم یہ ہے کہ جس وارث سے مطالبہ ہوا ہے۔ وہ بقدر اپنے حصہ کے ضامن ہوگا۔(40)

مسئلہ 409: کسی گراؤ دیوار کے پانچ مالک تھے۔ ان میں سے کسی ایک سے دیوار گرانے کا مطالبہ ہوا تھا اور وہ دیوار کسی آدمی پر گر پڑی جس سے وہ مرگیا تو جس سے مطالبہ ہوا تھا وہ دیت کے پانچویں حصے کا ضامن ہوگا۔ اور یہ پانچواں حصہ بھی اس کے عاقلہ سے لیا جائے گا اسی طرح کسی گھر میں اگر تین آدمی شریک ہیں ان میں سے ایک نے اس گھر میں اپنے دوسرے دونوں شریکوں کی اجازت کے بغیر کنواں کھودا، یا دیوار بنائی اور اس سے کوئی شخص ہلاک ہوگیا تو اس کے عاقلہ پر دو تہائی دیت واجب ہوگی۔(41)

مسئلہ 410: اور اگر کنواں یا دیوار اپنے شریکوں کے مشورے سے بنائی گئی تھی تو یہ جنایت متصور نہیں ہوگی۔(42)

مسئلہ 411: کسی شخص نے صرف ایک بیٹا اور ایک مکان چھوڑا اور اس پر اتنا قرض تھا جو مکان کی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ تھا اور اس مکان کی دیوار راستہ کی طرف گراؤ تھی۔ اس کے انہدام کا مطالبہ اس کے بیٹے سے کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ اس کا مالک نہیں ہے، اور اگر اس کی طرف تقدم کے بعد (گرانے کا مطالبہ کرنے کے بعد) دیوار گر پڑے تو باپ کے عاقلہ پر دیت ہوگی۔ بیٹے کے عاقلہ پر دیت واجب نہیں ہوگی۔(43)

---

(39) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... الخ، ج6، ص39.

(قاضی خان علی الھندیہ ص467 ج3، عالمگیری ص39 ج6، درمختار و شامی ص529 ج5)

(40) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... الخ، ج6، ص38.

(مبسوط ص10 ج27، عالمگیری ص38 ج6، درمختار و شامی ص527 ج5، عنایہ ص343 ج8)

(41) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... الخ، ج6، ص38.

(عالمگیری ص38 ج6، فتح القدیر و عنایہ ص344 ج8، درمختار و شامی ص528 ج5، بحر الرائق ص355 ج8، تبیین الحقائق ص448 ج6، مجمع الانہر ص659 ج6)

(42) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... الخ، ج6، ص38

(عالمگیری از سراج الوہاج ص38 ج6)

(43) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... الخ، ج6، ص38.

(عالمگیری از محیط ص38 ج6، بحر الرائق ص356 ج8، درمختار و شامی ص527 جلد 5)

مسئلہ 412: غلام مکاتب گراؤ دیوار کا مالک تھا، اس سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا گیا اور اس پر گواہ بھی بنا لیے گئے تو اگر غلام کے لیے دیوار کے انہدام (گرنے) کے امکان سے پہلے ہی دیوار گر پڑی تو غلام ضامن نہیں ہوگا۔ اور اگر تمکن کے بعد (44) گری ہے تو ضامن ہوگا۔ اور یہ استحسانا ہے اور قتیل (مقتول) کے ولی کے لیے اپنی قیمت اور قتیل کی دیت سے کم کا ضامن ہوگا۔ اور اگر دیوار اس کے آزاد ہونے کے بعد گری ہے تو اس کے عاقلہ پر دیت واجب ہوگی۔ اور اگر وہ غلام مکاتب زر کتابت ادا نہ کرسکا اور پھر غلامی میں لوٹ آیا، پھر دیوار گری تو دیت نہ اس پر واجب ہے نہ اس کے مولا پر۔ اور اسی طرح اگر دیوار بیچ دی پھر گر پڑی تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔ اور اگر بیچی نہ تھی کہ گر پڑی اور اس سے ٹکرا کر کوئی آدمی گر پڑا اور مر گیا تو یہ غلام ضامن ہوگا۔ اور اگر زر کتابت ادا کرنے سے عاجز رہا اور غلامی میں لوٹ آیا تو مولا کو اختیار ہے چاہے غلام اس کو دے دے چاہے فدیہ دے دے۔ اور اگر کوئی آدمی اس قتیل سے ٹکرا کر گر پڑا اور مر گیا تو صاحب دیوار پر ضمان نہیں ہے۔ (45)

مسئلہ 413: اور اگر غلام مکاتب نے راستے کی طرف کوئی بیت الخلاء وغیرہ نکالا اور پھر اس کے مولا نے اس کو بیچ دیا یا آزاد ہوگیا۔ پھر وہ دیوار گر پڑی تو اپنی قیمت اور اَرش سے کم کا ضامن ہوگا۔ اور اگر زرِ کتابت ادا کرنے سے عاجز رہا اور غلامی میں لوٹ آیا تو مولا کو اختیار ہے چاہے غلام کو دے دے اور چاہے اس کا فدیہ دے دے اور اگر کوئی آدمی بیت الخلاء کے ملبہ سے ٹکرا کر ہلاک ہوگیا ہو تو بیت الخلاء کا نکالنے والا غلام ضامن ہوگا۔ اور اسی طرح اگر اس قتیل سے ٹکرا کر کوئی دوسرا آدمی گرا اور مر گیا تو بھی یہی ضامن ہوگا۔ (46)

مسئلہ 414: اگر کسی ایسے شخص کی دیوار گراؤ تھی جس کی ماں کسی کی مولاۃ عتاقہ (آزاد کردہ باندی) تھی اور اس کا باپ غلام۔ اس سے کسی نے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا اور اس نے نہیں گرائی۔ یہاں تک کہ اس کا باپ آزاد ہوگیا پھر وہ دیوار گر پڑی جس سے کوئی آدمی مر گیا تو اس کی دیت باپ کے عاقلہ پر ہے اور اگر باپ کے آزاد ہونے سے قبل دیوار گر پڑی تو ماں کے عاقلہ پر دیت واجب ہے۔ اسی طرح اگر راستے کی طرف بیت الخلاء نکالا پھر اس کا باپ آزاد ہوگیا پھر بیت الخلاء کسی پر گر پڑا اور وہ مر گیا تو اس کی دیت ماں کے عاقلہ پر ہے چونکہ راستے کی طرف بیت الخلاء نکالنا ہی جنایت ہے اور اس وقت عاقلہ موالی ام تھے۔ (47)

---

(44) یعنی دیوار گرانا ممکن تھا اس کے بعد

(45) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص38.

(46) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص38.

(47) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص38.

←

مسئلہ 415: کوئی شخص اپنی دیوار پر چڑھا ہوا تھا۔ قطع نظر اس سے کہ دیوار گراؤ تھی یا نہ تھی پھر یہ دیوار گر پڑی جس سے ایک آدمی مر گیا۔ اور دیوار گرنے میں دیوار کے مالک کا کوئی عمل نہ تھا، تو اگر وہ دیوار گراؤ تھی اور اس کے گرانے کا مطالبہ بھی اس سے کیا جا چکا تھا تو وہ ضامن ہوگا۔ اور اس کے سوا کسی صورت میں ضامن نہیں ہوگا اور اگر وہ خود دیوار پر سے کسی آدمی پر گر پڑا اور دیوار نہیں گری اور وہ آدمی مر گیا تو بھی ضامن ہوگا۔ اور اگر دیوار سے گرنے والا مر گیا تو نیچے والے کو دیکھیں گے، اگر وہ چل رہا تھا تو یہ ضامن نہیں ہوگا۔(48) (بحر الرائق ص354 ج8) اور اگر وہ ٹھیرا ہوا تھا راستے میں، یا بیٹھا ہوا تھا یا کھڑا ہوا تھا یا سویا ہوا تھا تو یہ گرنے والے کی دیت کا ضامن ہوگا۔ اور اگر نیچے والا اپنی ملک میں تھا تو یہ ضامن نہیں ہوگا اور ان حالات میں اوپر سے گرنے والے پر نیچے والے کا ضمان واجب ہوگا۔ اگر نیچے والا مر جائے۔ اور اسی طرح اگر وہ غافل تھا کہ گر پڑا یا سو گیا تھا اور کروٹ بدلی اور گر پڑا تو یہ نیچے والے کے نقصان کا ضامن ہوگا اور اس صورت میں اس پر کفارہ بھی واجب ہوگا۔ اور اسی طرح اگر پہاڑ پر سے پھسل پڑا کسی شخص پر جس سے وہ شخص ہلاک ہو گیا تو اس کا ضمان پھسلنے والے پر ہوگا اور اس صورت میں مرنے والے کا اپنی ملک میں ہونا نہ ہونا برابر ہے اور اسی طرح اگر کنویں میں جو اپنی ملک میں کھودا تھا گر پڑا، اس میں کوئی آدمی تھا، یہ اس پر گر پڑا اور وہ مر گیا تو اس کی دیت کا ضامن ہوگا۔ اور اگر کنواں راستے میں تھا تو کنویں کا مالک دیت کا ضامن ہوگا۔ ساقط (یعنی گرنے والا) اور مسقوط علیہ (یعنی جس پر گرا) دونوں کا نقصان اس پر واجب ہوگا۔(49)

مسئلہ 416: کسی نے دیوار پر مٹکا رکھا، وہ کسی شخص پر گر پڑا جس سے وہ مر گیا تو اس پر اس کا ضمان نہیں ہے۔(50)

مسئلہ 417: اگر کسی شخص نے دیوار کے اوپر کوئی چیز اس کے طول میں رکھی اور وہ کسی آدمی پر گر پڑی تو اس پر اس کا ضمان نہیں ہے۔ اور اگر عرض میں رکھی کہ اس کا ایک سرا راستے کی طرف نکلا ہوا تھا اور وہ کسی چیز پر نکلی ہوئی طرف سے گری تو رکھنے والا ضامن ہوگا۔ اور اگر دوسری طرف سے کسی چیز پر گری تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔ اور اسی طرح اگر

(عالمگیری از محیط ص38 ج6، بحر الرائق ص354 ج8)

(48) تکملۃ البحر الرائق، کتاب الدیات، باب ما یحدث الرجل فی الطریق، ج9، ص123، 124.

(49) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص38.

(مبسوط ص12 ج27، عالمگیری ص38 ج6، قاضی خان علی الھندیہ ص465 ج3)

(50) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص38.

(عالمگیری از فصول عمادیہ ص39 ج6، عنایہ علی الفتح ص344 ج8، تبیین الحقائق ص149 ج6)

دیوار گراؤ تھی اور اس پر کسی نے شہتیر رکھا، لمبائی میں اس طرح کہ اس کا کوئی حصہ راستے کی طرف نکلا ہوا نہیں تھا، پھر وہ شہتیر کسی پر گر پڑا اور اس کو قتل کر دیا تو اس پر ضمان نہیں ہے۔(51)

مسئلہ 418: گراؤ دیوار جس کے گرانے کا مطالبہ اس کے مالک سے کیا جاچکا تھا اس پر دیوار کے مالک یا کسی اور نے مٹکا رکھا اور دیوار گر پڑی اور مٹکا کسی آدمی کے لگا جس سے وہ مر گیا تو دیوار کے مالک پر ضمان ہے اور اگر مٹکے سے ٹکرا کر کوئی شخص گر پڑا یا اس کے ملبے سے ٹکرا کر گر پڑا تو اگر مٹکا کسی اور کا تھا تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔(52) اور اگر مٹکا دیوار کے مالک کا تھا تو وہ ضامن ہوگا۔(53)

مسئلہ 419: گراؤ دیوار جس کے گرانے کا مطالبہ کیا جاچکا تھا مگر دیوار کے مالک نے اس کو نہیں گرایا۔ پھر ہوا سے گر پڑی تو دیوار کا مالک نقصان کا ضامن ہوگا۔(54)

مسئلہ 420: دو گراؤ دیواریں تھیں جن کے گرانے کا مطالبہ کیا جاچکا تھا ان میں سے ایک دوسری پر گر پڑی جس سے وہ بھی ڈھے گئی (یعنی گر گئی) تو پہلی یا دوسری دیوار کے گرنے سے جو اتلاف ہوا (یعنی جو کچھ نقصان ہوا) یا پہلی کے ملبے سے جو اتلاف ہوا اس کا ضامن پہلی دیوار کا مالک ہوگا اور دوسری کے گرنے سے اور اس کے ملبے سے جو اتلاف ہوا اس کا ضمان کسی پر نہیں ہوگا۔(55)

مسئلہ 421: ایسا چھجہ جو کسی شخص نے نکالا تھا وہ چھجہ کسی ایسی گراؤ دیوار پر گر پڑا جس کے گرانے کا مطالبہ اس کے مالک سے کیا جاچکا تھا اور وہ دیوار کسی شخص پر گر پڑی جس سے وہ مر گیا یا اس دیوار کے زمین پر گرنے کے بعد کوئی شخص اس سے ٹکرا کر گر پڑا تو ان سب صورتوں میں چھجہ نکالنے والے پر ضمان واجب ہے۔(56)

مسئلہ 422: کسی کی دیوار کا کچھ حصہ راستے کی طرف اور کچھ حصہ لوگوں کے مکان کی طرف جھکا ہوا تھا اور دیوار کے مالک سے دیوار گرانے کا مطالبہ گھر والوں نے کر دیا تھا، مگر دیوار راستہ کی طرف گر پڑی، یا مطالبہ راستہ والوں نے

---

(51) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... الخ، ج6، ص38.

(عالمگیری ص39 ج6، بحر الرائق ص356 ج8)

(52) تکملۃ البحر الرائق، کتاب الدیات، باب مایحدث الرجل فی الطریق، ج9، ص125.

(53) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... الخ، ج6، ص39.

(54) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... الخ، ج6، ص39.

(عالمگیری از محیط ص39 ج6، بحر الرائق ص355 ج8)

(55) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... الخ، ج6، ص39.

(56) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... الخ، ج6، ص39.

کیا تھا، مگر دیوار گھر والوں پر گر پڑی تو دیوار کا مالک ضامن ہوگا۔(57)

مسئلہ 423: کسی شخص کی لانبی دیوار تھی جس کا بعض حصہ گراؤ تھا اور بعض گراؤ نہیں تھا اور اس سے مطالبہ نقض (یعنی گرانے کا مطالبہ) کیا گیا تھا۔ پھر پوری دیوار کسی پر گر پڑی جس سے وہ مر گیا تو دیوار کا مالک گراؤ حصے کے نقصان کا ضامن ہوگا۔ اور جو حصہ دیوار کا گراؤ نہیں تھا اس کے حصے کے نقصان کا ضامن نہیں ہوگا۔ اور اگر دیوار چھوٹی تھی تو پوری دیوار کے نقصان کا ضامن ہوگا۔(58)

مسئلہ 424: کسی شخص کی دیوار گراؤ تھی، قاضی نے اس کو گرانے کے مطالبے میں پکڑا کسی دوسرے نے اس کی ضمانت دی کہ اس کے حکم سے یہ دیوار گرادے گا تو یہ ضمانت جائز ہے۔ اور جس نے یہ ضمانت دی ہے اس کو حق ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر گرادے۔(59)

مسئلہ 425: کسی کی گراؤ دیوار پر دو گواہ بنائے کہ اس کی دیوار گراؤ ہے پھر وہ دیوار کسی ایک گواہ پر یا اس کے باپ یا اس کے غلام یا اس کے مکاتب پر گر پڑی اور دیوار کے مالک کے خلاف ان دو گواہوں کے سوا اور کوئی گواہ نہیں ہے تو اس صورت میں اس ایک کی گواہی معتبر نہیں ہے جو اس گواہی سے خود یا اس کا متعلق فائدہ اٹھائے۔(60)

مسئلہ 426: لقیط کی دیوار جھکی ہوئی تھی اور اس سے دیوار گرانے کا مطالبہ بھی کیا گیا تھا۔ وہ دیوار کسی پر گر پڑی جس سے وہ مر گیا تو قتیل کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی کافر مسلمان ہوا اور اس نے کسی سے موالاۃ نہیں کی ہے تو وہ بھی لقیط کے حکم میں ہے۔(61)

---

(57) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط۔۔۔الخ، ج6، ص39.

(مبسوط ص13، ج27، ہندیہ ص39، ج6، قاضی خاں علی الھندیہ ص366 ج3، درمختار وشامی ص528، ج5)

(58) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط۔۔۔الخ، ج6، ص39.

(عالمگیری از ظہیریہ ص39، ج6، بحرالرائق ص354 ج8، مبسوط ص13 ج27، قاضی خاں علی الھندیہ ص366، ج3، شامی ودرمختار ص529، ج5)

(59) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط، ج6، ص39.

(عالمگیری بحوالہ منتقی از محیط، ص39 ج6، مبسوط ص13 ج27)

(60) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط، ج6، ص39.

(مبسوط ص12 ج27، عالمگیری ص39 ج6)

(61) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط، ج6، ص40.

(قاضی خاں علی الھندیہ ص466 ج3، عالمگیری ص40 ج6، مبسوط ص12 ج27، بحرالرائق ص354 ج8)

مسئلہ 427: ایک گراؤ دیوار کے دو مالک تھے ایک اوپری حصے کا، دوسرا نیچے کے حصے کا ان میں سے کسی ایک سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا گیا پھر پوری دیوار گر پڑی تو جس سے مطالبہ کیا گیا تھا۔ وہ نصف دیت کا ضامن ہوگا اور اگر اوپر والی دیوار گری اور اسی کے مالک سے مطالبہ بھی کیا گیا تھا تو یہ ضامن ہوگا، نیچے والی کا مالک ضامن نہیں ہوگا۔(62)

مسئلہ 428: کسی شخص نے دیوار گرانے کے لیے کچھ مزدور مقرر کئے ان کے دیوار گرانے سے ایک شخص ان ہی میں سے مر گیا یا کوئی غیر شخص مر گیا تو کفارہ وضمان ان ہی پر ہوگا دیوار کے مالک پر کچھ نہیں۔(63)

مسئلہ 429: کسی کی دیوار اِشہاد سے پہلے (یعنی دیوار گرانے کا مطالبہ کرنے سے پہلے) گر پڑی پھر اس سے مطالبہ کیا گیا کہ اس کا ملبہ راستے سے اٹھائے مگر اس نے نہیں اٹھایا۔ یہاں تک کہ کوئی آدمی یا جانور اس کے ساتھ ٹکرا کر گر پڑا اور ہلاک ہوگیا تو دیوار کا مالک ضامن ہوگا۔(64)

مسئلہ 430: کسی نے اپنی دیوار سے باہر کی طرف بیت الخلاء وغیرہ بنایا اگر وہ بڑا تھا اور اس سے کسی کو نقصان پہنچا تو ضامن ہوگا اور اگر چھوٹا تھا تو ضامن نہیں ہوا۔(65)

مسئلہ 431: کسی کی دو دیواریں تھیں ایک گراؤ ایک صحیح، گراؤ کے انہدام کا مطالبہ کیا گیا تھا وہ نہ گری لیکن صحیح گر گئی جس سے کوئی چیز تلف ہوگئی تو اس کا ضمان کسی پر نہیں ہے۔(66)

مسئلہ 432: کسی شخص کی ایسی جھکی ہوئی دیوار گرانے کا اس سے مطالبہ کیا گیا جس میں راستہ کی طرف چھجہ نکلا ہوا تھا اور اس کو اس نے نکالا تھا جس نے یہ گھر بیچا تھا پھر وہ دیوار اور چھجہ گر پڑے اور صورت یہ ہوئی کہ دیوار کے گرنے کی

---

(62) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط، ج6، ص40.

(عالمگیری از محیط سرخسی، ص40 جلد6، مبسوط ص13 ج27، بحرالرائق ص354 ج8، خانیہ علی الھندیہ ص466 جلد3)

(63) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط، ج6، ص40.

(مبسوط ص14 ج27، عالمگیری ص40 ج6)

(64) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، فصل فی جنایۃ الحائط، ج2، ص406.

(قاضی خاں علی الھندیہ ص467 ج3، عالمگیری ص41 ج6)

(65) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6، ص40.

(عالمگیری از محیط ص40 ج6)

(66) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، فصل فی جنایۃ الحائط، ج2، ص406.

(درمختار ص529 ج5، خانیہ علی الھندیہ ص466 ج3 بحرالرائق ص354 ج8)

وجہ سے چھجہ گرا تو دیوار کے مالک پر نقصان کا ضمان ہے اور اگر فقط چھجہ گرا ہے تو بیچنے والا نقصان کا ضامن ہوگا جس نے راستہ کی طرف اس کو نکالا تھا۔(67)

مسئلہ 433: ایک شخص ایک مکان کے زیریں حصہ کا (یعنی نچلی منزل کا) مالک تھا اور اس کے بالائی حصہ کا (یعنی اوپر والی منزل کا) دوسرا شخص مالک تھا اور دونوں حصے گراؤ تھے اور دونوں کے مالکوں سے ان کے گرانے کا مطالبہ بھی کیا جاچکا تھا مگر انھوں نے نہیں گرایا۔ اس کے بعد زیریں حصہ گر پڑا اور اس کے گرنے سے اوپر کا حصہ بھی کسی پر گر پڑا جس سے وہ مر گیا تو اس مقتول کی دیت زیریں حصے کے مالک کے عاقلہ پر ہے اور جو شخص نیچے کے ملبے سے ٹکرا کر گرے اس کا ضمان بھی اور اگر بالائی حصے کے گرے ہوئے ملبے سے ٹکرا کر کوئی شخص ہلاک ہوگیا تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔(68)

مسئلہ 434: ایک مکان کا بالائی حصہ ایک شخص کا ہے اور زیریں حصہ دوسرے کا اور کل مکان کمزور ہے۔ بالائی حصہ کسی پر گر پڑا اور وہ مر گیا اور اس مکان کے گرانے کا مطالبہ دونوں سے کیا جاچکا تھا تو بالائی حصہ کا مالک ضامن ہوگا۔(69)

مسئلہ 435: کسی شخص سے اس کی ایسی گراؤ دیوار کے گرانے کا مطالبہ کیا گیا جس کا راستہ کی طرف گرنے کا خطرہ نہیں تھا۔ لیکن یہ اندیشہ تھا کہ یہ دیوار اسی شخص کی ایسی صحیح دیوار پر گرسکتی ہے، جس کے گرنے کا اندیشہ نہیں ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ اگر گراؤ دیوار صحیح دیوار پر گر پڑی تو صحیح دیوار بھی راستے میں گر پڑے گی۔ لیکن وہ گراؤ دیوار جس کے گرانے کا مطالبہ کیا گیا تھا نہ گری اور صحیح دیوار خود بخود راستے میں گر پڑی جس سے کوئی انسان ہلاک ہوگیا یا اس کے ملبے سے ٹکرا کر کوئی آدمی مر گیا تو اس کا خون رائیگاں جائے گا۔(70)

❁❁❁❁❁

---

(67) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6، ص40.

(مبسوط ص14 ج27، ہندیہ ص40 ج6)

(68) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6، ص40.

(عالمگیری از محیط ص40 ج6).

(69) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6، ص40.

(قاضی خاں علی الھندیہ ص467 ج3، عالمگیری ص40 ج6)

(70) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6، ص39

فصل فی الطریق
راستے میں نقصان پہنچنے کا بیان

مسئلہ 436: عام راستے کی طرف بیت الخلاء یا پرنالہ یا برج یا شہتیر(بڑی کڑی) یا دکان وغیرہ نکالنا جائز ہے بشرطیکہ اس سے عوام کو کوئی ضرر نہ ہو اور گزرنے والوں میں سے کوئی مانع نہ ہو اور اگر کسی کو کوئی تکلیف ہو یا کوئی معترض ہو تو ناجائز ہے۔(1)

مسئلہ 437: اگر کوئی شخص عام راستے پر مذکورہ بالا تعمیرات اپنے لئے امام کی اجازت کے بغیر کرے تو شروع کرتے وقت ہر عاقل بالغ مسلمان مرد عورت اور ذمی کو اس کے روکنے کا حق ہے۔ غلام اور بچوں کو اس کا حق نہیں ہے اور بن جانے کے بعد اس کے انہدام کے مطالبے کا بھی حق ہے۔ بشرطیکہ اس مطالبہ کرنے والے نے عام راستے پر اس قسم کی کوئی تعمیر نہ کر رکھی ہو۔ خواہ اس تعمیر سے کسی کو ضرر ہو یا نہ ہو۔(2)

مسئلہ 438: عام راستہ پر خرید و فروخت کے لیے بیٹھنا جائز ہے جبکہ کسی کے لیے تکلیف دہ نہ ہو اور اگر کسی کو تکلیف دے تو وہ ناجائز ہے۔(3)

مسئلہ 439: اور اگر یہ تعمیرات امام کی اجازت سے کی گئی ہیں تو کسی کو ان پر اعتراض کا حق نہیں ہے۔ لیکن امام کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ ان تصرفات کی اجازت دے جبکہ لوگوں کو ان سے تکلیف ہو اور اگر اس نے کسی مصلحت

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6، ص40.
والدر المختار ورد المحتار، کتاب الدیات، باب مایحدثہ الرجل...إلخ، ج10، ص265
(درمختار و شامی ص521 ج5، بحر الرائق ص347 ج8، تبیین الحقائق، ص142، ج6، ہدایہ ص585 ج4، عالمگیری ص40 ج6)

(2) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الدیات، باب مایحدثہ الرجل...إلخ، ج10، ص265.
وتکملۃ البحر الرائق، کتاب الدیات، باب مایحدث الرجل فی الطریق، ج9، ص110.
(درمختار و شامی ص521 ج5، بحر الرائق ص347 ج8، ہدایہ ص585 ج4، تبیین الحقائق 142، ج6، عالمگیری ص40 ج6، فتح القدیر ص330 ج8)

(3) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الدیات، باب مایحدثہ الرجل...إلخ، ج10، ص267.
(بحر الرائق ص347 ج8، درمختار و شامی ص521 ج5، تبیین الحقائق، ص142، ج6)

کی بناء پر اجازت دے دی تو جائز ہے۔(4)

مسئلہ 440: عام راستے پر اگر یہ تعمیرات پرانی ہیں تو ان کے ہٹوانے کا کسی کو حق نہیں ہے۔ اور اگر ان کا حال معلوم نہ ہو تو نئی فرض کر کے امام ان کو ہٹوا دے گا۔(5)

مسئلہ 441: اگر عام راستے پر مسلمانوں کے فائدے کے لیے مسجد وغیرہ کوئی عمارت بنا دی جائے اور اس سے کسی کو کوئی ضرر بھی نہ ہو تو نہیں توڑی جائے گی۔(6)

مسئلہ 442: ایسے خاص راستے پر جو آگے سے بند ہو کسی کو کچھ بنانا جائز نہیں ہے خواہ اس میں لوگوں کا ضرر ہو یا نہ ہو مگر یہ کہ اس گلی کے رہنے والے اجازت دے دیں اور یہ تعمیرات اگر جدید ہیں تو امام کو حق ہے کہ ان کو ڈھا دے اور قدیم ہیں تو یہ حق نہیں ہے اور اگر ان کا حال معلوم نہ ہو تو قدیم مان کر باقی رکھی جائیں گی۔(7)

مسئلہ 443: اگر کسی نے راستے میں کوڑا ڈالا اور اس سے کوئی پھسل کر گرا اور مر گیا اس پر ضمان نہیں ہے مگر جبکہ کوڑا جمع کر کے اکٹھا کر دیا جس سے ٹکرا کر کوئی گرا اور مر گیا تو کوڑا ڈالنے والا ضامن ہوگا۔(8)

مسئلہ 444: کسی شخص نے شارع عام پر (عام راستے پر) کوئی بڑا پتھر رکھا یا اس میں کوئی عمارت بنا دی یا اپنی دیوار سے شہتیر یا پتھر وغیرہ باہر راستے کی طرف نکال دیا یا بیت الخلاء یا چھجہ یا پرنالہ یا سائبان نکالا یا راستہ میں شہتیر رکھا اس سے اگر کسی چیز کو کوئی نقصان پہنچے یا وہ تلف ہو جائے (ضائع ہو جائے) تو یہ اس کا تاوان ادا کریگا اور اگر اس سے کوئی آدمی مر جائے تو اس کی دیت اس کے عاقلہ پر ہوگی۔ اور اگر کوئی انسان زخمی ہوا مگر مرا نہیں تو اگر اس زخم کا ارش موضحہ (سر کا وہ زخم جس میں سر کی ہڈی دکھائی دے) کے ارش کے برابر ہو تو یہ ارش اس کے عاقلہ پر ہوگا اور اگر اس سے

---

(4) ردالمحتار، کتاب الدیات، باب مایحدثہ الرجل۔۔۔إلخ، ج10، ص266.

والفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط۔۔۔إلخ، ج6، ص41.

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط۔۔۔إلخ، ج6، ص40.

(عالمگیری از محیط ص40 ج6، بحر الرائق ص347 ج8، شامی ص522 ج5)

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط۔۔۔إلخ، ج6، ص40.

(عالمگیری ص40 ج6، بحر الرائق ص346 ج8، تبیین الحقائق ص146، ج6، درمختار و شامی ص521 ج5)

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط۔۔۔إلخ، ج6، ص40.

(درمختار و شامی ص522، ج5، بحر الرائق ص347 ج8، تبیین الحقائق ص143 ج6، عالمگیری ص40 ج6)

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط۔۔۔إلخ، ج6، ص41

(عالمگیری از ذخیرہ ص41 ج6، قاضی خاں علی الھندیہ، ص458 ج3)

کم ہوتو بنانے والے کے مال سے دیا جائے گا۔ اور اس سبب سے اگر کوئی مرگیا تو اس پر کفارہ نہیں ہے اور اگر مرنے والا اس کا مورث تھا تو یہ اس کا وارث بھی ہوگا جانور اور مال کے نقصان کا ضامن یہ خود ہوگا۔ ان سب صورتوں میں ضمان اس پر اس وقت واجب ہوگا جب اس نے امام کی اجازت کے بغیر یہ تصرفات کیے ہوں۔ ورنہ یہ ضامن نہیں ہوگا۔(9)

مسئلہ 445: سر بند گلی (یعنی وہ گلی جوایک طرف سے بند ہو) میں جن رہنے والوں کے دروازے کھلتے ہیں ان کو اس راستے میں کسی قسم کی تعمیر کی اجازت نہیں مگر اس گلی کے سب رہنے والوں کی اجازت سے تعمیر کی جاسکتی ہے۔ ہاں اس گلی کے رہنے والے اس قسم کے تصرفات کرسکتے ہیں۔ مثلاً جانور باندھنا، لکڑی رکھنا، وضو کرنا، گارا بنانا یا کوئی چیز عارضی طور پر رکھنا وغیرہ، بشرطیکہ گلی والوں کے لیے راستہ چھوڑ دیا گیا ہو اور جو کام نہیں کرسکتے وہ یہ ہیں: مثلاً پرنالہ نکالنا، دوکان بنانا، چھجہ نکالنا، برج بنانا (یعنی گنبد نما عمارت بنوانا)، بیت الخلاء بنانا وغیرہ مگر جب سب گلی والے اجازت دے دیں تو یہ چیزیں بھی بنائی جاسکتی ہیں۔(10)

مسئلہ 446: سر بند گلی میں جو کام جائز تھے، اس کی وجہ سے کسی نقصان کا ضامن نہیں ہوگا اور جو کام ناجائز ہیں اور بغیر اجازت سکان (یعنی رہنے والوں کی اجازت کے بغیر) کیے تو ان سے جو نقصان ہوگا وہ سب رہنے والوں پر تقسیم ہوگا اور تصرف کرنے والا اپنے حصہ کے سوا دوسروں کے حصوں کا تاوان ادا کریگا۔(11)

مسئلہ 447: راہن (گروی رکھنے والا) نے دارِ مرہونہ میں (یعنی گروی رکھے ہوئے گھر میں) مرتہن کی (جس کے پاس رَہن رکھا اس کی) اجازت کے بغیر کچھ تعمیر کی یا کنواں کھودا، یا جانور باندھے، تو اس سے جو نقصان ہوگا راہن اس کا ضامن نہیں ہوگا۔(12)

---

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... الخ، ج6، ص40.

(عالمگیری ص 40 ج6، درمختار و شامی ص 522 ج 5، بحر الرائق ص 347 ج 8، فتح القدیر ص 331 ج 8، مبسوط ص 6، ج 27، تبیین الحقائق، ص143، ج6)

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... الخ، ج6، ص40،42.

والدر المختار و رد المحتار، کتاب الدیات، باب ما یحدثہ الرجل... الخ، ج10، ص267.

(درمختار و شامی ص522 ج 5، عالمگیری ص 42 ج6، بحر الرائق ص347 ج 8، تبیین الحقائق ص 143 ج 6)

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... الخ، ج6، ص41

(عالمگیری ص 41 ج 6، شامی ص 522 ج 5، قاضی خاں علی الھندیہ ص458 ج3، تبیین الحقائق ص 145 جلد 6، مبسوط ص8 ج27)

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... الخ، ج6، ص41.

مسئلہ 448: کسی نے مزدوروں کو سائبان یا چھجہ (13) بنانے کے لیے مقرر کیا اگر اثنائے تعمیر میں عمارت کے گرنے سے کوئی ہلاک ہوگیا تو اس کا ضمان مزدوروں پر ہوگا اور ان سے دیت کفارہ اور وراثت سے محرومی لازم ہوگی اور اگر تعمیر سے فراغت کے بعد یہ صورت ہو تو مالک پر ضمان ہوگا۔(14)

مسئلہ 449: ان مزدوروں میں سے کسی کے ہاتھ سے اینٹ، پتھر یا لکڑی گر پڑی جس سے کوئی آدمی مر گیا تو جس کے ہاتھ سے گری ہے اس پر کفارہ اور اس کے عاقلہ پر دیت واجب ہے۔(15)

مسئلہ 450: کسی نے دیوار میں راستے کی طرف پرنالہ لگایا وہ کسی پر گرا جس سے وہ ہلاک ہوگیا۔ اگر یہ معلوم ہے کہ دیوار میں گڑا ہوا حصہ لگ کر ہلاک ہوا تو ضمان نہیں ہے اور اگر بیرونی حصہ لگ کر ہلاک ہوا تو ضمان ہے ا دونوں حصے لگ کر ہلاک ہوا تو نصف ضمان ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو سکے تب بھی نصف ضمان ہے۔(16)

مسئلہ 451: کسی نے راستے کی طرف چھجہ نکالا تھا پھر وہ مکان بیچ دیا اس کے بعد چھجہ گرا اور کوئی آدمی ہلاک ہوگیا یا کسی نے راستے میں لکڑی رکھی پھر اس کو بیچ کر مشتری (خریدار) کو قبضہ دے دیا مشتری نے وہیں رہنے دی اور اس سے کوئی آدمی ہلاک ہوگیا تو دونوں صورتوں میں بیچنے والے پر ضمان ہے مشتری پر کچھ نہیں۔(17)

مسئلہ 452: کسی نے راستے میں لکڑی رکھ دی جس سے کوئی ٹکرا گیا تو رکھنے والا ضامن ہے۔ اگر گزرنے والا اس لکڑی پر چڑھا اور گر کر مر گیا تو بھی رکھنے والا ضامن ہوگا بشرطیکہ چڑھنے والے نے اس پر سے پھسلنے کا ارادہ نہ کیا ہو اور لکڑی بڑی ہو لیکن اگر لکڑی اتنی چھوٹی ہے کہ اس پر چڑھا ہی نہیں جاسکتا تو رکھنے والے پر کوئی ضمان نہیں ہے۔(18)

---

(13) چھت کے اوپر سے آگے بڑھایا ہوا حصہ جو بارش سے حفاظت یا دھوپ سے بچاؤ کے لئے ہوتا ہے۔

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6،ص41.

(عالمگیری از جوہرہ نیرہ ص 41 ج 6، مبسوط ص 8 ج 27، سراج الوہاج و بحر الرائق ص 348 ج 8، تبیین الحقائق ص 144 ج 6)

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6،ص41.

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6،ص41.

(عالمگیری از محیط ص 41 ج 6، تبیین الحقائق ص 143 ج 6، مبسوط ص 6 ج 27، بحر الرائق ص 347 ج 8، قاضی خاں علی الھندیہ ص 458 ج 3، درمختار و شامی ص 522 ج 5)

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6،ص41.

(عالمگیری ص 41 ج 6، مبسوط ص 8 ج 27، قاضی خان علی الھندیہ ص 408 ج 3، بحر الرائق ص 347 ج 8، تبیین ص 143 ج 6، شامی و درمختار ص 522 ج 5)

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6،ص41.

مسئلہ 453: کسی نے شارع عام پر اتنا پانی چھڑکا کہ اس سے پھسلن ہوگئی جس سے پھسل کر کوئی آدمی گرا اور مرگیا تو پانی چھڑکنے والے کے عاقلہ پر دیت واجب ہے۔ اور اگر کوئی جانور پھسل کر گرا اور مرگیا یا کسی کا کوئی مالی نقصان ہوگیا تو اس کا تاوان چھڑکنے والے کے مال سے ادا کیا جائے گا۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ پورے راستہ میں پانی چھڑکا ہو اور گزرنے کے لیے جگہ نہ رہے۔ لیکن اگر بعض حصہ میں چھڑکا ہے اور بعض قابل گزر چھوڑ دیا ہے تو اگر پانی والے حصے سے گزرنے والا اندھا ہے اور اسے پانی کا علم نہ تھا یا گزرنے والا جانور ہے تب بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر علم کے باوجود بینا یا نابینا پانی والے حصے سے بالقصد گزرا اور پھسل کر ہلاک ہوگیا تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔ (19)

مسئلہ 454: شربت بیچنے والے یا کسی ریڑھی والے نے اتنا پانی اپنی دکان کے سامنے بہا دیا کہ پھسلن ہوگئی تو پانی چھڑکنے والے کے عاقلہ پر دیت واجب ہے اگر کوئی شخص اس سے پھسل کر ہلاک ہو جائے۔ بشرطیکہ وہ زمین اس کی ملک نہ ہو۔ (20)

مسئلہ 455: کسی نے شارع عام پر اتنا پانی چھڑکا کہ پھسلن ہوگئی۔ اس پر سے کوئی شخص دو گدھے لے کر گزرا ایک کی ڈوری اس کے ہاتھ میں تھی اور دوسرا اس کے ساتھ جا رہا تھا۔ ساتھ جانے والا گدھا پھسل کر گرا جس سے اس کا پیر ٹوٹ گیا۔ گدھے والا اگر دونوں کو پیچھے سے ہانک رہا تھا تو کسی پر کچھ نہیں اور اگر پیچھے سے نہیں ہانک رہا تھا تو پانی چھڑکنے والے پر تاوان ہے۔ (21)

مسئلہ 456: کسی نے شارع عام پر اتنا پانی بہایا کہ جمع ہو کر برف بن گیا۔ یا برف راستے میں ڈال دی۔ اس سے پھسل کر کوئی آدمی ہلاک ہوگیا یا راستے میں کیچڑ سے بچنے کے لیے پتھر رکھ دیئے تھے اس پر سے پھسل کر گر پڑا اور ہلاک ہوگیا تو اگر امام کی اجازت سے یہ کام کیا تھا تو ضامن نہیں ہوگا اور اگر بلا اجازت امام کیا تھا تو ضامن ہوگا۔ (22)

---

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص41.

ورد المحتار، کتاب الدیات، باب ما یحدثہ الرجل... إلخ، ج10، ص267.

(عالمگیری ص41 ج6، مبسوط ص7 جلد 27، بحر الرائق ص350 ج8، شامی ص532 ج5، تبیین الحقائق ص145 ج6، ہدایہ ص586 ج3، فتح القدیر ص333 جلد8، قاضی خاں علی الھندیہ ص458 ج3)

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص41.

(قاضی خاں علی الھندیہ ص458 ج3، تبیین الحقائق ص145 ج6، عالمگیری ص41 ج6، ہدایہ ص587 ج4، بحر الرائق ص350 ج8، درمختار و شامی ص526 ج5)

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص42.

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص42.

مسئلہ 457: کسی شارع عام پر دو پتھر رکھے ہوئے تھے۔ گزرنے والا ایک سے ٹکرا کر دوسرے پر گرا اور مر گیا پہلا پتھر رکھنے والا ضامن ہوگا اور اگر پہلے کا واضع معلوم نہ ہو تو دوسرا پتھر رکھنے والا ضامن ہوگا۔ (23)

مسئلہ 458: کسی نے شارع عام پر بلا اجازت امام یا شارع خاص پر اس گلی کے رہنے والوں کی اجازت کے بغیر کوئی جدید تعمیر کی جس سے ٹکرا کر کوئی کسی دوسرے آدمی پر گرا اور جس پر گرا وہ مر گیا تو تعمیر کرنے والا ضامن ہوگا۔ گرنے والا ضامن نہیں ہوگا۔ (24)

مسئلہ 459: کسی نے راستے میں کوئی چیز رکھی۔ دوسرے نے اس کو ہٹا کر دوسری طرف رکھ دیا اور اس سے ٹکرا کر کوئی شخص ہلاک ہو گیا تو ہٹانے والا ضامن ہوگا۔ رکھنے والا ضامن نہیں ہوگا۔ (25)

مسئلہ 460: کسی نے شارع عام پر بلا اجازت امام یا شارع خاص پر اس گلی کے رہنے والوں کی اجازت کے بغیر کچھ جدید تعمیر کی جس سے ٹکرا کر کوئی آدمی دوسرے آدمی پر گرا اور دونوں مر گئے تو تعمیر کرنے والے کے عاقلہ پر دونوں کی دیت واجب ہے۔ (26)

مسئلہ 461: کسی نے راستے میں انگارہ رکھ دیا اس سے کوئی چیز جل گئی تو رکھنے والا اس کا ضامن ہوگا۔ اور اگر ہوا سے اڑ کر وہ آگ دوسری جگہ چلی گئی اور کسی چیز کو جلا دیا تو اگر رکھتے وقت ہوا چل رہی تھی تو رکھنے والا ضامن ہوگا ورنہ نہیں۔ (27)

مسئلہ 462: لوہار نے اپنی دکان میں بھٹی سے لوہا نکال کر ایرن (نہائی (وہ چیز جس پر لوہار لوہا رکھ کر کوٹتے

---

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6، ص42۔

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6، ص42۔

(عالمگیری ص 42 ج 6، مبسوط ص 7 ج 27، قاضی خاں علی الھندیہ، ص458 ج 3)

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6، ص42۔

(عالمگیری ص 42 ج 6، مبسوط ص 7 ج 27، قاضی خاں علی الھندیہ ص 458 ج 3، تبیین الحقائق ص 145 ج 6، ہدایہ ص 587 ج 4، در مختار و شامی ص 523 ج 5)

(26) تکملۃ البحر الرائق، کتاب الدیات، باب ما یحدث الرجل فی الطریق، ج9، ص112۔

والتبیین الحقائق، کتاب الدیات، باب ما یحدث الرجل فی الطریق، ج7، ص299۔

(بحر الرائق ص 347 ج 8، تبیین الحقائق، ص145، ج 6)

(27) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الدیات، فصل فیما یحدث فی الطریق...إلخ، ج2، ص400، 401۔

(خانیہ علی الھندیہ ص 458 ج 3، مبسوط ص 8، ج 27، عالمگیری ص 42 ج 6، ہدایہ ص 586 ج 4، تبیین الحقائق، ص144، ج 6)

ہیں)) پر رکھ کر کوٹا جس سے چنگاری نکل کر شارع عام پر چلنے والے کسی آدمی پر گری جس سے وہ جل کر مر گیا یا اس کی آنکھ پھوٹ گئی تو اس کی دیت لوہار کے عاقلہ پر ہے اور اگر کسی کا کپڑا جلا دیا یا کوئی مالی نقصان کر دیا تو اس کا تاوان لوہار کے مال سے دیا جائے گا اور اگر اس کے کوٹنے سے چنگاری نہیں اڑی بلکہ ہوا سے اڑ کر کسی پر گری تو لوہار پر کچھ نہیں ہے۔(28)

مسئلہ 463: لوہار نے اپنی دکان میں راستے کی جانب یہ جانتے ہوئے کہ راستے کی ہوا سے آگ بھڑکے گی، بھٹی جلائی اور اس سے راستے میں کوئی چیز جل گئی تو وہ ضامن ہوگا۔(29)

مسئلہ 464: کوئی شخص آگ لے کر ایسی جگہ سے گزرا جہاں سے گزرنے کا اس کو حق تھا۔ اس سے کوئی چنگاری خود گر گئی یا ہوا سے گر گئی اور اس سے کوئی چیز جل گئی تو وہ ضامن نہیں ہے۔ اور اگر ایسی جگہ سے گزرا جہاں سے گزرنے کا اس کو حق نہ تھا تو اگر ہوا سے چنگاری اڑ کر گری تو ضامن نہیں ہوگا، اور اگر خود گری اور اس سے کوئی چیز جل گئی تو وہ ضامن ہوگا۔(30)

مسئلہ 465: کوئی شخص شارع عام پر (فٹ پاتھ) پر بیٹھ کر حکومت کی اجازت کے بغیر خرید و فروخت کرتا ہے اس کے سامان میں پھنس کر کوئی شخص گر پڑا اور اس کا کچھ نقصان ہو گیا تو بیٹھنے والا ضامن ہوگا اور حکومت کی اجازت سے بیٹھا ہے تو یہ ضامن نہیں ہوگا۔(31)

مسئلہ 466: شارع عام کے کنارے بیٹھ کر خرید و فروخت اگر کسی چیز کو ضرر نہ دے اور حکومت کی اجازت سے ہو تو جائز ہے اور اگر مضر ہو تو ناجائز ہے۔(32)

مسئلہ 467: کوئی آدمی سونے والے کے پاس سے گزرا اور اس کی ٹھوکر سے سونے والے کی پنڈلی ٹوٹ گئی پھر اس پر گر پڑا جس سے اس کی ایک آنکھ پھوٹ گئی۔ اس کے بعد خود مر گیا تو سونے والے پر مرنے والے کی دیت ہے اور مرنے والے پر سونے والے کا ارش واجب ہوگا اور اگر دونوں ہی مر گئے تو سونے والے پر گرنے والے کی دیت ہے اور گرنے والے پر سونے والے کی نصف دیت ہے۔(33)

---

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط...الخ، ج6، ص42.

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط...الخ، ج6، ص42.

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط...الخ، ج6، ص42.

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط...الخ، ج6، ص42.

(32) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الدیات، باب مایحدثہ الرجل...الخ، ج10، ص267.

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط...الخ، ج6، ص43.

مسئلہ 468: کوئی آدمی راستے سے گزر رہا تھا کہ اچانک گر کر مرگیا اور اس سے ٹکرا کر دوسرا شخص مرگیا تو کسی پر کچھ نہیں۔(34)

مسئلہ 469: کوئی راہ چلتا بے ہوش ہوکر یا ضعف کی وجہ سے (یعنی کمزوری کی وجہ سے) کسی پر گر پڑا جس سے وہ مرگیا یا راہ چلتا گر کر مرگیا اور اس سے ٹکرا کر کوئی دوسرا شخص مرگیا تو راہ گیر کے عاقلہ پر مرنے والے کی دیت واجب ہے۔ دوسرے کی موت اگر گرنے والے سے دب کر ہوئی ہے تو گرنے والے پر کفارہ بھی ہے جو اس کے مال سے ادا کیا جائے گا۔ اور وراثت سے محروم ہوگا اور اگر راہ گیر زمین پر گرا اور دوسرا اس سے ٹکرا کر مرگیا تو کفارہ اور حرمان میراث (یعنی وراثت سے محرومی) نہیں ہے۔(35)

مسئلہ 470: کوئی شخص بوجھ اٹھائے راستہ سے گزر رہا تھا کہ اس کا بوجھ کسی شخص پر گرا جس سے وہ شخص مرگیا یا بوجھ زمین پر گرا اور اس سے ٹکرا کر کوئی شخص مرگیا تو بوجھ اٹھانے والا ضامن ہوگا۔(36)

مسئلہ 471: کوئی شخص راستہ میں کوئی ایسی چیز پہن کر گزرا جو عام طور پر پہنی جاتی ہے۔ اس چیز سے الجھ کر کوئی شخص مرگیا یا کسی شخص پر وہ چیز گر پڑی جس سے وہ مرگیا یا راستے میں گر پڑی جس سے ٹکرا کر کوئی مرگیا تو ان سب صورتوں میں گزرنے والے پر ضمان نہیں ہے۔ اور اگر اس قسم کی چیز ہے جو پہنی نہیں جاتی ہے تو اس کا حکم بوجھ اٹھانے والے کا سا ہے اور اس سے جو نقصان ہوگا یہ ضامن ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص جانور کو ہانک رہا تھا یا اس کو کھینچ رہا تھا یا اس پر سوار تھا اور اس کے سامان میں سے کوئی چیز مثلاً زین لگام وغیرہ گر پڑی جس سے کوئی آدمی مرگیا یا جانور یا اس کے سامان میں سے کوئی چیز راستے پر گری اور اس سے ٹکرا کر کوئی آدمی مرگیا تو بہر صورت جانور والا ضامن ہوگا۔(37)

مسئلہ 472: دو آدمیوں نے اپنے مٹکے راستہ پر رکھ دیئے تھے ایک لڑھک کر دوسرے سے ٹکرایا تو اگر لڑھکنے والا ٹوٹا تو دوسرے کا مالک اس مٹکے کا ضمان دے گا اور اگر دوسرا ٹوٹا تو لڑھکنے والے کا مالک ضمان نہیں دے گا اور اگر دونوں لڑھکے تو کسی پر کچھ نہیں۔(38)

---

(34) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص43.

(35) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص43.

(36) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص43.

(37) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص43.

(38) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص43.

(عالمگیری ص43 ج6، خانیہ علی الھندیہ ص459 ج3)

مسئلہ 473: دو آدمیوں نے اپنے جانور راستے پر کھڑے کر دیے تھے۔ ایک بھاگا جس سے دوسرا گرا اور مر گیا تو کسی پر کچھ نہیں ہے اور اگر بھاگنے والا اس سے ٹکرا کر مر گیا تو دوسرے کا مالک ضمان دے گا۔(39)

مسئلہ 474: کسی نے راستہ میں کوئی چیز رکھ دی جس کو دیکھ کر ادھر سے گزرنے والا جانور بدک کر بھاگا اس نے کسی آدمی کو مار دیا تو اس شے کے رکھنے والے پر کوئی ضمان نہیں ہے۔ اسی طرح ایسی ہی گراؤ دیوار (وہ دیوار جو گرنے کے قریب ہے) جس کے گرانے کا مطالبہ کیا جاچکا تھا زمین پر گری اس سے کوئی جانور بھڑک کر بھاگا، جس سے کچل کر کوئی شخص مر گیا تو دیوار والا ضامن نہیں ہوگا۔ دیوار کا مالک اور راستے میں چیز رکھنے والا صرف اس صورت میں ضامن ہوں گے کہ دیوار یا اس چیز سے لگ کر ہلاکت واقع ہو۔(40)

مسئلہ 475: اہل مسجد نے بارش کا پانی جمع کرنے کے لیے مسجد میں کنواں کھدوایا، یا بڑا سا مٹکا رکھا یا چٹائی بچھائی یا دروازہ لگایا یا چھت میں قندیل (ایک قسم کا فانوس) لٹکائی یا سائبان ڈالا اور ان سے کوئی شخص ہلاک ہوگیا تو اہل مسجد پر ضمان نہیں۔ اور اگر اہل محلہ کے علاوہ دوسرے لوگوں نے یہ سب کام اہل محلہ کی اجازت سے کئے تھے اور ان سے کوئی ہلاک ہوگیا تب بھی کسی پر کچھ نہیں۔ اور بغیر اجازت یہ کام کئے اور ان سے کوئی ہلاک ہوگیا تو کنواں اور سائبان کی صورت میں ضامن ہوں گے اور بقیہ صورتوں میں ضامن نہیں ہوں گے۔(41)

مسئلہ 476: کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا یا نماز کے انتظار میں بیٹھا تھا یا قراءت قرآن میں مشغول تھا یا فقہ وحدیث کا درس دے رہا تھا یا اعتکاف میں تھا یا کسی عبادت میں مشغول تھا کہ اس سے ٹکرا کر کوئی شخص گر پڑا اور مر گیا تو فتویٰ یہ ہے کہ اس پر ضمان نہیں۔(42)

مسئلہ 477: مسجد میں کوئی شخص ٹہل رہا تھا کہ کسی کو کچل دیا یا مسجد میں سو رہا تھا اور کروٹ لی اور کسی پر گر پڑا جس

---

(39) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6، ص43.

(عالمگیری ص43 ج6، قاضی خاں علی الھندیہ ص459 ج3)

(40) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6، ص44.

(41) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6، ص44.

(عالمگیری ص44 ج6، مبسوط ص24، ج27، شامی ص523 ج5، بحر الرائق ص352 ج8، خانیہ علی الھندیہ، ص463 ج3)

(42) ردالمحتار، کتاب الدیات، باب ما یحدثہ الرجل...إلخ، ج10، ص270.

(عالمگیری ص44 ج6، شامی ص524 ج5، بحر الرائق ص352 ج8، تبیین الحقائق ص146 ج6، مبسوط ص25 ج27، خانیہ علی الھندیہ ص463 ج3، ہدایہ ص589 ج4)

سے وہ مرگیا تو وہ ضامن ہوگا۔(43)

مسئلہ 478: کسی نے امام(یعنی حاکم وقت یا قاضی) کی اجازت سے راستہ میں چہ بچہ(44) کھودا، یا اپنی ملک میں کھودا، یا راستے میں کوئی لکڑی رکھ دی یا بلا اجازت امام پل بنوادیا۔ اس پر سے کوئی شخص قصداً گزرا اور گرکر ہلاک ہوگیا تو فاعل ضامن نہیں ہوگا۔(45)

مسئلہ 479: کسی نے راستے میں کنواں کھودا اس میں کسی نے گرکر خودکشی کر لی تو کنواں کھودنے والا ضامن نہیں ہے۔(46)

مسئلہ 480: کسی نے مسلمانوں کے راستے میں اپنے گھر کے گرداگرد سے ہٹ کر کنواں کھودا جس میں گر کر کوئی شخص مرگیا تو اس کے عاقلہ پر مرنے والے کی دیت واجب ہوگی اور اس پر کفارہ نہیں ہے اور وہ میراث سے بھی محروم نہیں ہوگا۔(47)

مسئلہ 481: اگر کسی دوسرے کے مکان کے گرداگرد کنواں کھودا، یا ایسی جگہ کھودا جو مسلمانوں کی مشترکہ ملکیت ہے۔ یا ایسے راستہ پر کھودا جو آگے جاکر بند ہوجاتا ہے اور اس کنویں میں کوئی گر کر مرگیا تو یہ ضامن ہوگا اور اپنے گھر کے گرداگرد اپنی مملوکہ زمین پر کھودا، یا ایسی زمین پر کھودا، یا ایسی جگہ کھودا جہاں اس کو پہلے سے کنواں کھودنے کا حق حاصل تھا اور اس میں گر کر کوئی مرگیا تو اس پر ضمان نہیں ہے۔(48)

مسئلہ 482: کسی نے راستے میں کنواں کھودا اور اس میں کوئی شخص گر پڑا اور بھوک پیاس یا وہاں کے تعفن کی وجہ

---

(43) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6،ص44.

(44) چھوٹا حوض جو بارش وغیرہ کا پانی جمع کرنے کے لیے بنایا جاتا ہے۔

(45) تکملۃ البحرالرائق، کتاب الدیات، باب ما یحدث الرجل فی الطریق، ج9،ص117.

(بحرالرائق ص350 ج8، عالمگیری از محیط ص44 ج6، تبیین الحقائق ص145 ج6، شامی و درمختار ص524 ج5، مبسوط ص22 ج27، فتح القدیر ص236 ج8)

(46) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6،ص45.

(عالمگیری ص45 ج6، خانیہ علی الھندیہ ص461 ج3، مبسوط ص16، ج27، بحرالرائق، ص348 ج8)

(47) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6،ص45.

(عالمگیری ص45 ج6، بحرالرائق ص348 ج8، تبیین الحقائق ص144، ج6، شامی و درمختار ص522 ج5، مبسوط ص14، ج27)

(48) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6،ص45.

(عالمگیری ص45 ج6، تبیین الحقائق، ص145، ج6)

سے (یعنی بدبو وغیرہ کی وجہ) دم گھٹ گیا اور مر گیا تو کنواں کھودنے والا ضامن نہیں ہوگا۔(49)

مسئلہ 483: کسی نے ایسے میدان میں بغیر اجازت امام کنواں کھودا جہاں لوگوں کی گزرگاہ نہیں ہے اور راستہ بھی نہیں ہے اور کوئی اس میں گر گیا تو کنواں کھودنے والا ضامن نہیں ہے۔ اسی طرح اس میدان میں کوئی شخص بیٹھا ہوا تھا یا کسی نے خیمہ لگا لیا تھا۔ اس شخص سے یا خیمہ سے کوئی شخص ٹکرا گیا تو بیٹھنے والا اور خیمہ لگانے والا ضامن نہیں ہے اور اگر یہ صورتیں راستہ میں واقع ہوں تو ضامن ہوگا۔(50)

مسئلہ 484: ایک شخص نے راستہ پر نصف کنواں کھودا پھر دوسرے نے بقیہ حصہ کھود کر اسے تہہ تک پہنچایا اس میں کوئی شخص گر گیا تو پہلا کھودنے والا ضامن ہے۔(51)

مسئلہ 485: کسی نے راستے میں کنواں کھودا پھر دوسرے نے اس کا منہ چوڑا کر دیا تو یہ دیکھا جائے گا کہ اس نے چوڑائی میں کتنا اضافہ کیا ہے اگر اتنا زیادہ اضافہ ہے کہ گرنے والے کا قدم چوڑا کرنے والے کے حصہ پر پڑے گا تو یہ ضامن ہوگا اور اگر اتنا کم اضافہ کیا ہے کہ گرنے والے کا قدم اس کے اضافہ پر نہیں پڑے گا تو پہلا کھودنے والا ضامن ہوگا اور اگر اضافہ اتنا ہے کہ دونوں حصوں پر قدم پڑنے کا احتمال ہو اور یہ معلوم نہ ہو سکے کہ قدم کس حصے پر پڑا تھا تو دونوں نصف نصف کے ضامن ہوں گے۔(52)

مسئلہ 486: کسی نے راستہ میں کنواں کھودا پھر اس کو مٹی چونا یا جنس ارض (یعنی زمینی اشیا جیسے مٹی، پتھر وغیرہ) میں سے کسی چیز سے پاٹ دیا (یعنی بھر دیا)۔ پھر دوسرے نے آکر یہ چیزیں نکال کر اس کو خالی کر دیا پھر اس میں کوئی شخص گر کر مر گیا تو خالی کرنے والا ضامن ہوگا اور اگر پہلے نے کھانے وغیرہ سے یا کسی ایسی چیز سے پاٹا جو جنس ارض سے نہیں ہے اور دوسرے شخص نے اس کو نکال کر خالی کر دیا پھر اس میں گر کر کوئی آدمی ہلاک ہو گیا، یا کنویں کو پاٹا

---

(49) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... الخ، ج6، ص45.

(عالمگیری ص45 ج6، شامی و در مختار ص522 ج5، تبیین الحقائق ص145، ج6، بحر الرائق ص348 ج8، مبسوط ص15، ج27، خانیہ علی الھندیہ، ص461 ج3)

(50) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... الخ، ج6، ص45.

(عالمگیری ص39 ج6، خانیہ علی الھندیہ، ص460 ج3)

(51) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... الخ، ج6، ص45.

(عالمگیری ص45 ج6، بحر الرائق ص349 ج8، خانیہ علی الھندیہ ص463 ج3، مبسوط ص17 ج27)

(52) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... الخ، ج6، ص45.

(عالمگیری ص45 ج6، مبسوط ص17، ج27)

نہیں تھا، اس کا منہ کسی چیز سے ڈھک دیا تھا (یعنی اس کے منہ پر کوئی چیز رکھ کر بند کر دیا تھا)۔ پھر دوسرے نے اس کا منہ کھول دیا پھر اس میں گر کر کوئی شخص ہلاک ہوگیا تو پہلے والا ضامن ہوگا۔ (53)

مسئلہ 487: کسی نے کنویں کے قریب راستے پر پتھر رکھ دیا اور کوئی شخص اس میں پھنس کر کنوئیں میں گر پڑا تو پتھر رکھنے والا ضامن ہوگا اور اگر کسی نے پتھر نہیں رکھا تھا بلکہ سیلاب وغیرہ سے بہہ کر پتھر وہاں آگیا تھا تو کنواں کھودنے والا ضامن ہوگا۔ (54)

مسئلہ 488: کسی شخص نے کنویں میں پتھر یا لوہا ڈال دیا۔ پھر اس میں کوئی گر پڑا اور پتھر یا لوہے سے ٹکرا کر مر گیا تو کنواں کھودنے والا ضامن ہوگا۔ (55)

مسئلہ 489: راستے میں کسی نے کنواں کھودا۔ اس کے قریب کسی نے پانی چھڑک دیا جس سے پھسل کر کوئی شخص کنویں میں گر پڑا تو پانی چھڑکنے والا ضامن ہوگا۔ اور اگر پانی چھڑکنے والا کوئی نہیں تھا بلکہ بارش سے پھسلن ہوگئی تھی تو کنواں کھودنے والا ضامن ہوگا۔ (56)

مسئلہ 490: کسی شخص نے کسی کو کنویں میں ڈھکیل دیا تو ڈھکیلنے والا ضامن ہوگا کنواں اس کی ملک ہو یا نہ ہو۔ (57)

مسئلہ 491: کسی نے راستے میں کنواں کھودا۔ اس میں گر کر کوئی ہلاک ہوگیا۔ کنواں کھودنے والا کہتا ہے کہ اس نے خودکشی کی ہے اس لیے کچھ ضمان نہیں ہے اور مقتول کے ورثا کہتے ہیں کہ اس نے خودکشی نہیں کی ہے بلکہ اتفاقیہ کنویں میں گر پڑا ہے۔ تو کنواں کھودنے والے کا قول معتبر ہے اور اس پر کوئی ضمان نہیں ہے۔ (58)

---

(53) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص45.

(عالمگیری ص45 جلد6، خانیہ علی الھندیہ ص460 ج3، مبسوط ص17 ج27)

(54) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص45.

(مبسوط ص17، ج27، عالمگیری ص45 ج6، خانیہ علی الھندیہ ص462 ج3، بحر الرائق، ص349 ج8)

(55) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص45.

(مبسوط ص18، ج27، عالمگیری ص45 ج6، بحر الرائق، ص349 ج8)

(56) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص45.

(57) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص45.

(عالمگیری ص45 ج6، مبسوط ص19، ج27، بحر الرائق، ص348 ج8)

(58) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص45.

مسئلہ 492: کسی نے راستہ میں کنواں کھودا اس میں کوئی آدمی گر گیا مگر چوٹ نہیں آئی پھر کنویں سے باہر نکلنے کی کوشش کر رہا تھا کہ کچھ اوپر کو چڑھنے کے بعد گر کر مر گیا تو کنواں کھودنے والے پر کوئی ضمان نہیں۔ اور اگر کنویں کی تہہ میں چلا گیا پھر اور کسی پتھر سے ٹکرا کر ہلاک ہو گیا تو اگر وہ پتھر زمین میں خلقۃً گڑا ہوا ہے (یعنی قدرتی طور پر زمین میں موجود ہے) تو کنواں کھودنے والا ضامن نہیں ہے اور اگر کنواں کھودنے والے نے یہ پتھر کنویں میں رکھا تھا یا اصل جگہ سے اکھیڑ کر دوسری جگہ پر رکھ دیا تھا تو کنواں کھودنے والا ضامن ہوگا۔ (59)

مسئلہ 493: کسی نے دوسرے شخص کے مکان سے ملحق جگہ پر (یعنی مکان سے ملی ہوئی جگہ پر) کنواں کھودنے کے لیے کسی کو مزدور رکھا اور مزدور خود یہ جانتا تھا کہ یہ جگہ مستاجر کی (یعنی کنواں کھودوانے والے کی) نہیں ہے یا مستاجر نے مزدور کو بتا دیا تھا تو مزدور ضامن ہوگا اگر اس کنویں میں کوئی گر کر مر گیا اور اگر مزدور کو نہیں بتایا گیا اور وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کہ یہ جگہ مستاجر کی نہیں ہے تو مستاجر ضامن ہو گیا۔ اور اگر مستاجر نے اپنے احاطہ سے ملحقہ اپنی زمین میں کنواں کھودنے پر مزدور رکھا اور اس کو یہ بتایا کہ اس جگہ کنواں کھودنے کا مجھے حق حاصل ہے۔ پھر اس کنویں میں کوئی شخص گر کر ہلاک ہو گیا تو مستاجر ضامن ہوگا۔ اور اگر مستاجر نے یہ کہا تھا کہ یہ جگہ میری ہے مگر مجھے کنواں کھودنے کا حق نہیں ہے تو بھی مستاجر ہی ضامن ہوگا۔ (60)

مسئلہ 494: چار آدمیوں کو کسی نے کنواں کھودنے کے لیے مزدوری پر رکھا وہ کنواں کھود رہے تھے کہ ان پر کچھ حصہ گر پڑا جس سے ایک مزدور ہلاک ہو گیا تو باقی تین مزدور چوتھائی چوتھائی دیت کے ضامن ہوں گے۔ اور ایک چوتھائی حصہ ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر ایک ہی مزدور کنواں کھود رہا تھا اس پر کنواں گر پڑا اور وہ مزدور مر گیا تو اس کا کوئی ضمان نہیں۔ (61)

مسئلہ 495: کسی شخص نے اپنی زمین میں نہر کھودی جس میں گر کر کوئی انسان یا جانور ہلاک ہو گیا تو یہ شخص ضامن نہیں ہوگا اور اگر پرائی زمین میں نہر کھودی تھی تو یہ ضامن ہوگا۔ (62)

(عالمگیری ص 45 ج 6، مبسوط ص 20 ج 27، خانیہ علی الھندیہ ص 462 ج 3، بحر الرائق، ص 348 جلد 8)

(59) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج 6، ص 45.

(60) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج 6، ص 46.

(عالمگیری ص 46 ج 6، درمختار و شامی ص 524 ج 5)

(61) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج 6، ص 4647.

(عالمگیری ص 46 جلد 6، مبسوط ص 16 جلد 27، درمختار و شامی ص 525 جلد 5، قاضی خان علی الھندیہ ص 462 ج 3)

(62) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج 6، ص 47.

مسئلہ 496: کسی نے اپنی زمین میں نہر یا کنواں کھودا جس سے پڑوسی کی زمین سیم زدہ ہوگئی (یعنی ناقابل کاشت ہوگئی)۔ تو یہ دیکھا جائے گا کنواں کھودنے والے کی اپنی زمین عادتاً جتنا پانی برداشت کرسکتی تھی اتنا پانی اس نے دیا ہے یا اس سے زیادہ اگر زیادہ دیا ہے تو ضامن ہوگا۔ اور اگر عادۃً اتنا پانی برداشت کرسکتی تھی تو یہ ضامن نہیں ہوگا۔ اور اس کو کنویں کی جگہ تبدیل کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔(63)

مسئلہ 497: اگر کسی نے اپنی زمین میں پانی دیا اور وہ اس کی زمین سے بہہ کر دوسرے کی زمین میں پہنچ گیا اور اس کی کسی چیز کو نقصان پہنچایا اور وہ پانی دیتے وقت یہ جانتا تھا کہ یہ پانی بہہ کر دوسرے کی زمین میں چلا جائے گا تو یہ ضامن ہوگا ورنہ نہیں۔(64)

مسئلہ 498: راستے پر کنواں بنا ہوا تھا۔ اس میں کوئی آدمی گر کر مر گیا۔ ایک شخص یہ اقرار کرتا ہے کہ میں نے یہ کنواں کھودا ہے تو اس کے اس اقرار کی وجہ سے اس کے مال میں سے تین سال میں دیت دی جائے گی اس کے عاقلہ پر نہیں ہوگی۔(65)

مسئلہ 499: کسی نے دوسرے کی زمین میں کنواں کھودا۔ اس میں گر کر کوئی شخص ہلاک ہوگیا۔ زمین کا مالک کہتا ہے کہ میں نے اس کو کنواں کھودنے کا حکم دیا تھا مگر مقتول کے ورثاء کہتے ہیں کہ اس نے حکم نہیں دیا تھا تو زمین کے مالک کی بات مان لی جائے گی اور کسی پر ضمان لازم نہیں ہوا۔(66)

مسئلہ 500: کسی نے اپنی ملک میں کنواں کھودا۔ اس میں کوئی آدمی یا جانور گرا اس کے بعد دوسرا شخص گرا۔ اس کے گرنے سے وہ آدمی یا جانور ہلاک ہوگیا۔ تو اوپر گرنے والا ہلاکت کا ضامن ہوگا اور اگر کنواں راستے میں امام کی اجازت کے بغیر کھودا گیا تھا تو کنواں کھودنے والا دونوں کے نقصان کا ضامن ہوگا۔(67)

(عالمگیری ص 47 ج 6، مبسوط ص 22 ج 27، قاضی خان ص 460 ج 3)

(63) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6، ص46.

(عالمگیری ص 47 ج 6، خانیہ علی الھندیہ، ص 461 ج 3)

(64) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6، ص46.

(قاضی خاں علی الھندیہ ص 461 ج 3، عالمگیری ص 47 ج 6)

(65) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6، ص46.

(66) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6، ص46.

(مبسوط ص 22، ج 27، عالمگیری ص 46 ج 6)

(67) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6، ص46.

مسئلہ 501: کسی نے دوسرے کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر گڑھا کھودا۔ اس میں کسی کا گدھا گر کر مر گیا تو کھودنے والا ضامن ہوگا۔ (68)

مسئلہ 502: کسی نے راستے میں کنواں کھودا اس میں کوئی شخص گر گیا اور اس کا ہاتھ کٹ گیا۔ پھر کنویں سے نکلا تو دو شخصوں نے اس کا سر پھاڑ دیا جس سے وہ بیمار ہو کر پڑا رہا پھر مر گیا تو اس کی دیت تینوں پر تقسیم ہو جائے گی۔ (69)

مسئلہ 503: کسی نے کنواں کھودنے کے لیے کسی کو مزدور رکھا۔ مزدور نے کنواں کھودا۔ اس کے بعد کوئی آدمی اس میں گر کر ہلاک ہو گیا۔ یہ کنواں اگر مسلمانوں کے ایسے عام راستے پر کھودا گیا تھا جس کو ہر شخص عام راستہ خیال کرتا تھا تو مزدور ضامن ہوگا۔ مستاجر نے اس کو یہ بتایا ہو کہ یہ عام راستہ ہے یا نہ بتایا ہو اسی طرح غیر معروف راستہ پر اگر کنواں کھودا گیا اور مستاجر نے مزدور کو یہ بتا دیا تھا کہ یہ عام مسلمانوں کا راستہ ہے تو بھی مزدور ضامن ہوگا۔ اور اگر مزدور کو یہ نہیں بتایا تھا کہ یہ عام راستہ مسلمانوں کا ہے تو مستاجر ضامن ہوگا۔ (70)

مسئلہ 504: کسی نے اپنی زمین میں پانی دیا۔ وہ پڑوسی کی زمین میں پہنچ گیا تو اگر پانی دیا ہی اس طرح پر ہے کہ پانی اس کی زمین میں ٹھہرنے کے بجائے پڑوسی کی زمین میں جمع ہو جائے تو ضامن ہوگا۔ اور اگر اس کی اپنی زمین میں ٹھہرنے کے بعد فالتو پانی پڑوسی کی زمین میں چلا گیا اور پڑوسی نے پانی دینے سے پہلے اس سے یہ کہا تھا کہ تم اپنا بند مضبوط بناؤ اور اس نے اس کے کہنے پر عمل نہیں کیا تو ضامن ہوگا اور اگر پڑوسی نے یہ مطالبہ نہیں کیا تھا تو ضامن نہیں ہوگا۔ ہاں اگر اس کی زمین بلند تھی اور پڑوسی کی زمین نیچی اور یہ جانتا تھا کہ اپنی زمین میں پانی دینے سے پڑوسی کی زمین میں پانی چلا جائے گا تو ضامن ہوگا اور اس کو یہ حکم دیا جائے گا کہ مینڈھیں باندھ کر پانی دے۔ (71)

مسئلہ 505: کسی نے اپنی زمین میں پانی دیا اور اس کی اپنی زمین میں چوہوں وغیرہ کے بل تھے اور یہ ان کو جانتا تھا اور ان کو بند نہیں کیا تھا۔ ان سوراخوں کی وجہ سے پانی پڑوسی کی زمین میں چلا گیا اور اس کا کچھ نقصان ہوا تو یہ

(عالمگیری ص46 جلد6، خانیہ علی الھندیہ ص361 ج3)

(68) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص46.

(69) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص46.

(مبسوط ص18 جلد27، عالمگیری ص46 جلد6)

(70) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص46.

(71) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط... إلخ، ج6، ص47.

(عالمگیری ص47 ج6، قاضی خان علی الھندیہ، ص461 ج3)

ضامن ہوگا اور اگر اس کو سوراخوں کا علم نہ تھا تو ضامن نہیں ہوگا۔ (72)

مسئلہ 506: کسی نے عام نہر سے اپنی زمین کو سیراب کیا اور اس نہر سے چھوٹی چھوٹی نالیاں نکل کر دوسروں کی زمینوں پر جارہی تھیں۔ ان نالیوں کے دہانے کھلے ہوئے تھے۔ اس کے پانی دینے کی وجہ سے ان نالیوں میں پانی چلا گیا تو دوسروں کی زمین کے نقصان کا یہ ضامن ہوگا۔ (73)

❁❁❁❁❁

(72) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6، ص47.

(عالمگیری ص47 ج6، قاضی خان علی الھندیہ، ص461 ج3)

(73) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج6، ص47.

(عالمگیری ص47 ج6، قاضی خان علی الھندیہ، ص461 ج3)

جنایات بہائم کا بیان
جانوروں سے نقصان کا بیان

مسئلہ 507: بہائم کی جنایتوں کی تین صورتیں ہیں:
(1) جس جگہ پر جنایت واقع ہوئی وہ جگہ جانور کے مالک کی ملکیت ہے۔
(2) کسی دوسرے شخص کی ملکیت ہے۔
(3) وہ جگہ شاہراہ عام ہے۔(1)

پہلی صورت میں اگر جانور کا مالک جانور کے ساتھ نہ ہو تو وہ کسی نقصان کا ضامن نہیں ہوگا خواہ جانور کھڑا ہو یا چل رہا ہو اور ہاتھ پیر سے کسی کو کچل دے یا دُم یا پیر سے کسی کو نقصان پہنچائے یا کاٹ لے اور اگر جانور کا مالک اس کی رسی پکڑ کر آگے آگے چل رہا تھا یا پیچھے سے ہانک رہا تھا جب بھی مذکورہ بالا صورت میں ضامن نہیں ہے۔(2)

مسئلہ 508: اگر جانور کا مالک اپنی ملک میں سوار ہو کر چلا رہا تھا اور جانور نے کسی کو کچل کر ہلاک کر ڈالا تو مالک کے عاقلہ پر دیت ہے اور مالک پر کفارہ ہے اور وراثت سے بھی مالک محروم ہوگا۔(3)

مسئلہ 509: اگر مالک اپنی مِلک میں سوار ہو کر جانور کو چلا رہا تھا اور جانور نے کسی کو کاٹ لیا یا لات ماری یا دم ماردی تو مالک پر ضمان نہیں ہے۔(4)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشرفی جنایۃ البھائم...إلخ، ج6، ص49.
(عالمگیری ص50 ج6، عنایہ علی الفتح، ص345 ج8)

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشرفی جنایۃ البھائم...إلخ، ج6، ص50.
(عالمگیری ص50 ج6، درمختار وشامی ص530 ج5، تبیین الحقائق ص149 ج6، بحر الرائق ص357 ج8، عنایہ علی الفتح ص345 ج8، مبسوط ص5 ج27)

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشرفی جنایۃ البھائم...إلخ، ج6، ص50.
(عالمگیری ص50 ج6، درمختار وشامی ص530 ج5، تبیین الحقائق ص149 ج6، بحر الرائق ص457 ج8، عنایہ علی الفتح القدیر ص345 ج 8، مبسوط ص5 ج27)

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشرفی جنایۃ البھائم...إلخ، ج6، ص50.

←

مسئلہ 510: دوسری صورت یعنی اگر جنایت کسی دوسرے شخص کی زمین میں ہوئی اور یہ جانور مالک کے داخل کیے بغیر رسی تڑا کر اس کی زمین میں داخل ہوگیا تو مالک ضامن نہیں ہوگا۔ اور اگر مالک نے خود غیر کی زمین میں جانور کو داخل کیا تھا تو ہر صورت میں مالک ضامن ہوگا۔ خواہ جانور کھڑا ہو یا چل رہا ہو۔ مالک اس پر سوار ہو یا سوار نہ ہو۔ رسی پکڑ کر چلا رہا ہو یا پیچھے سے ہانک رہا ہو یہ حکم اس صورت میں ہے کہ مالک زمین کی اجازت کے بغیر جانور کے مالک نے اس زمین میں جانور کو داخل کیا ہو اور اگر صاحب زمین کی اجازت سے جانور کو داخل کیا تھا تو اس کا حکم وہی ہے جو اپنی زمین کا ہے۔(5)

مسئلہ 511: جانور کے مالک نے شارع عام پر جانور کو کھڑا کر دیا تھا اور اس نے اسی جگہ کوئی نقصان کر دیا تو سب صورتوں میں نقصان کا ضامن ہوگا مگر پیشاب یا لید کرنے کے لیے کھڑا کیا تھا تو ضمان نہیں۔(6)

مسئلہ 512: مالک نے جانور کو راستہ پر چھوڑ دیا اور مالک اس کے ساتھ نہیں ہے تو جب تک وہ جانور سیدھا چلتا رہا اور کسی طرف مڑا نہیں تو مالک نقصان کا ضامن ہوگا اور اگر داہنے بائیں مڑ گیا اور راستہ بھی صرف اسی جانب تھا تب بھی مالک ضامن ہوگا اور اگر دوراہے سے کسی طرف مڑا اور اس کے بعد جنایت واقع ہوئی تو مالک ضامن نہیں ہوگا۔(7)

مسئلہ 513: مالک نے جانور کو شارع عام (لوگوں کے آنے جانے کا عام راستہ) پر چھوڑ دیا۔ جانور آگے جا کر کچھ دیر رکا اور پھر چل پڑا تو ٹھیرنے کے بعد جب چلا اور اس سے کوئی جنایت سرزد ہوئی تو مالک نقصان کا ضامن نہیں

(عالمگیری ص50 ج6، درمختار وشامی ص530 ج5، تبیین الحقائق ص149 ج6، بحرالرائق ص357 ج8، عنایہ علی فتح القدیر ص345 ج8)

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص50.

(عالمگیری ص50 ج6، تبیین الحقائق ص149 ج6، درمختار وشامی ص530 ج5، بحرالرائق ص357 ج8، عنایہ علی فتح القدیر ص345 ج8)

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص50.

(عالمگیری ص50 ج6، تبیین الحقائق ص149 ج6، مبسوط ص5 ج27، بحرالرائق ص357 ج8، قاضی خان علی الھندیہ ص455 ج3، ہدایہ ص610 ج4، فتح القدیر، حاشیہ چلپی ص35 جلد8، بدائع صنائع ص273، ج7)

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص50.

(عالمگیری ص50 ج6، بحرالرائق ص362 ج8، تبیین الحقائق ص152، ج6، بدائع صنائع ص272 ج7)

ہوگا۔(8)

مسئلہ 514: مالک نے راستے پر جانور چھوڑ دیا اور کسی شخص نے اس جانور کو لوٹانے کی کوشش کی مگر جانور نہ لوٹا اور اسی طرف چلتا رہا جس طرف مالک نے چلا کر چھوڑ دیا تھا پھر اس سے جنایت سرزد ہوئی تو اس نقصان کا ضامن جانور کا مالک ہوگا اور اگر روکنے والے کے روکنے سے جانور کچھ دیر ٹھہر کر پھر چلا اور اس سے کوئی نقصان ہوا تو کوئی ضامن نہیں ہوگا اور اگر روکنے والے کے روکنے سے پلٹا مگر ٹھہرا نہیں تو نقصان کا ضامن لوٹانے والا ہوگا۔(9)

مسئلہ 515: جانور خود رسی تڑا کر شارع عام پر دوڑنے لگا تو اس کے کسی نقصان کا ضامن مالک نہیں ہوگا۔(10)

مسئلہ 516: شارع عام پر چلنے والا سوار اپنی سواری سے ہونے والے نقصان کا ضامن ہوگا۔ سوائے اس نقصان کے جولات مارنے یا دم مارنے سے ہو۔ رسی پکڑ کر آگے چلنے والے کا بھی یہی حکم ہے۔ ہاں کچل دینے کی صورت میں راکب پر کفارہ اور حرمان میراث (یعنی وراثت سے محرومی) بھی ہے لیکن قائد (نکیل پکڑ کر چلانے والا) پر نہیں ہے۔(11)

مسئلہ 517: کسی جانور پر دو آدمی سوار ہیں ایک رسی پکڑ کر آگے سے کھینچ رہا ہے اور ایک پیچھے سے ہانک رہا ہے اور اس جانور نے کسی کو کچل کر ہلاک کر دیا تو چاروں پر دیت برابر تقسیم ہوگی اور دونوں سواروں پر کفارہ بھی ہے۔(12)

مسئلہ 518: جانور نے شارع عام پر چلتے ہوئے گوبر یا پیشاب کر دیا اس سے پھسل کر کوئی آدمی ہلاک ہوگیا تو کوئی ضمان نہیں ہے۔ کھڑے ہوئے اگر گوبر یا پیشاب کیا تب بھی یہی حکم ہے بشرطیکہ جانور پیشاب یا لید کے لیے کھڑا

---

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشرفی جنایۃ البھائم...إلخ، ج6،ص50.

(عالمگیری ص50 ج6، بحرالرائق ص362 ج8، تبیین الحقائق، ص152، ج6)

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشرفی جنایۃ البھائم...إلخ، ج6،ص50.

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشرفی جنایۃ البھائم...إلخ، ج6،ص50.

(عالمگیری ص50 ج8، بحرالرائق ص362 ج8، بدائع صنائع ص273، ج7)

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشرفی جنایۃ البھائم...إلخ، ج6،ص50.

(عالمگیری ص50 ج6، درمختار و شامی ص530 جلد5، ہدایہ ص610 ج4، بحرالرائق ص357 ج8، تبیین الحقائق ص149، ج6، بدائع صنائع ص272، ج7)

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشرفی جنایۃ البھائم...إلخ، ج6،ص50.

(عالمگیری بحوالہ محیط ص50 ج6، بحرالرائق، ص359 ج8)

کیا تھا۔ اور اگر کسی دوسرے کام سے کھڑا کیا تھا اور اس نے پیشاب یا لید کر دی تو اس کے نقصان کا ضامن ہوگا۔(13)

مسئلہ 519: جانور کے چلنے سے کوئی کنکری یا گٹھلی یا گرد وغبار اڑ کر کسی کی آنکھ میں لگا، یا کیچڑ وغیرہ نے کسی کے کپڑے خراب کر دیئے تو اس کا ضمان نہیں ہے اور اگر بڑا پتھر اچھل کر کسی کے لگا تو نقصان کا ضامن ہوگا۔ یہ حکم سوار اور قائد و سائق (یعنی ہانکنے والا) سب کے لیے ہے۔(14)

مسئلہ 520: کسی شخص نے راستہ میں پتھر وغیرہ کوئی چیز رکھ دی تھی یا پانی چھڑک دیا تھا کوئی سوار ادھر سے گزرا۔ اس کے جانور نے ٹھوکر کھائی یا پھسل گیا اور کسی آدمی پر گر پڑا جس سے وہ شخص مر گیا تو اگر سوار نے دیدہ و دانستہ (یعنی جان بوجھ کر) وہاں سے اپنے جانور کو گزارا تو سوار ضامن ہوگا اور اگر سوار کو ان باتوں کا علم نہ تھا تو پانی چھڑکنے والا یا پتھر رکھنے والا ضامن ہوگا۔(15)

مسئلہ 521: اگر کسی شخص نے مسجد کے دروازے پر اپنا جانور کھڑا کر دیا تھا۔ اس نے کسی کو لات ماردی تو کھڑا کرنے والا ضامن ہے اور اگر مسجد کے دروازے کے قریب جانور کے باندھنے کی کوئی جگہ مقرر ہے اس جگہ کسی نے اپنا جانور باندھ دیا یا کھڑا کر دیا تھا تو اس کے کسی نقصان کا ضمان نہیں ہے لیکن اگر اس جگہ کوئی شخص اپنے جانور کو، سوار ہو کر یا ہانک کر یا آگے سے کھینچ کر چلا رہا تھا تو چلانے والا نقصان کا ضامن ہوگا۔(16)

مسئلہ 522: نخاسہ (یعنی مویشی منڈی) میں کسی نے اپنے جانور کو کھڑا کیا اس نے کسی کو کوئی نقصان پہنچایا تو مالک ضامن نہیں ہوگا۔(17)

---

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص50.

(عالمگیری ص50 ج6، درمختار و شامی ص530 ج5، بحرالرائق ص358 ج8)

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص50.

(عالمگیری ص50 ج6، قاضی خان علی الھندیہ ص455 ج3، درمختار و شامی ص530 ج5، بحرالرائق ص357 ج8، تبیین الحقائق، ص150، ج6)

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص50.

(عالمگیری ص50 ج6، بحرالرائق ص359 ج8، مبسوط ص4 ج27، بدائع صنائع ص272، ج7)

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص50.

(عالمگیری ص50 ج6، درمختار و شامی ص530 ج5، بحرالرائق ص357 ج8، بدائع صنائع ص272 ج7)

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص51.

(عالمگیری ص51 ج6، بحرالرائق ص357 ج8، بدائع صنائع ص272، ج7)

مسئلہ 523: کسی نے میدان میں اپنا جانور کھڑا کیا تو اس کے نقصان کا ضامن کھڑا کرنے والا نہیں ہوگا لیکن میدان میں لوگوں کے چلنے سے جو راستہ بن جاتا ہے اس پر اگر کھڑا کیا تو ضامن ہوگا۔(18)

مسئلہ 524: شارع عام پر اگر کسی نے اپنا جانور بغیر باندھے کھڑا کر دیا جانور نے وہاں سے ہٹ کر کوئی نقصان کر دیا تو ضمان نہیں ہے۔(19)

مسئلہ 525: کسی نے عام راستے میں جانور باندھ دیا اگر اس نے رسی تڑا کر اپنی جگہ سے ہٹ کر کوئی نقصان پہنچایا تو ضمان نہیں ہے اور اگر رسی نہیں تڑائی اور کوئی نقصان کیا تو ضمان ہے۔(20)

مسئلہ 526: جانور نے سوار سے سرکشی کی اور سوار نے اسے مارا یا لگام کھینچی اور جانور نے پیر یا دُم سے کسی کو مارا تو سوار پر ضمان نہیں ہے۔ اسی طرح اگر سوار گر پڑا اور جانور بھاگ گیا اور راستے میں کسی کو مار ڈالا تب بھی سوار پر کچھ نہیں ہے۔(21)

مسئلہ 527: کسی نے کرائے پر گدھا لیا اور اس کو اہل مجلس کے قریب راستہ پر کھڑا کر دیا اور اہل مجلس سے سلام کلام کیا پھر اس کو چلانے کے لیے مارا یا کوئی چیز اس کے چبھو دی یا اس کو ہانکا اور اس گدھے نے کسی کو لات مار دی تو سوار ضامن ہوگا۔(22)

مسئلہ 528: سوار اپنی سواری پر جا رہا تھا کسی نے سواری کو کوئی چیز چبھو دی اس نے سوار کو گرا دیا تو اگر یہ چبھونا سوار کی اجازت سے تھا تو چبھونے والا کسی نقصان کا ضامن نہیں ہے اور اگر بغیر اجازت سوار کوئی چیز چبھو دی تو چبھونے والا ضامن ہوگا۔ اور اگر سواری نے چبھونے والے کو ہلاک کر دیا تو اس کا خون رائیگاں جائے گا۔(23)

مسئلہ 529: سواری کو سوار کی اجازت کے بغیر کسی نے مارا یا کوئی چیز چبھو دی جس کی وجہ سے سواری نے ہاتھ یا

---

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم...إلخ، ج6، ص51.

(عالمگیری ص50 ج6، قاضی خان علی الھندیہ ص456 ج3، شامی ص530 ج5، بدائع صنائع ص272 ج7)

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم...إلخ، ج6، ص51.

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم...إلخ، ج6، ص51.

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم...إلخ، ج6، ص51.

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم...إلخ، ج6، ص51.

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم...إلخ، ج6، ص51.

(عالمگیری ص51 ج6، قاضی خان علی الھندیہ ص456 ج3، درمختار و شامی ص534 ج5، فتح القدیر و عنایہ ص310 ج8، ہدایہ ص615 ج4، بحر الرائق ص357 ج8، مبسوط ص2 ج27)

پیر یا جسم کے کسی حصے سے کسی شخص کو فوراً کچل کر ہلاک کر دیا تو چھونے اور مارنے والا ضامن ہوگا سوار ضامن نہیں ہوگا اور اگر سوار کی اجازت سے ایسا کیا اور سواری نے فوراً کسی کو کچل کر ہلاک کر دیا تو سوار اور چھونے والے دونوں کے عاقلہ پر دیت لازم ہے اور اگر سواری نے کسی کو لات یا دُم ماردی تو اس کا ضمان نہیں ہے۔(24)

مسئلہ 530: سوار کسی غیر کی ملک میں اپنی سواری کو روکے کھڑا تھا اس نے کسی شخص کو حکم دیا کہ اس کو کوئی چیز چبھو دو۔ اس نے چبھودی اور اس کی وجہ سے سواری نے کسی کو لات ماردی تو دونوں ضامن ہوں گے اور اگر بغیر اجازت سوار ایسا کیا تھا تو چبھونے والا ضامن ہوگا مگر اس صورت میں کفارہ لازم نہیں ہوگا۔(25)

مسئلہ 531: کوئی شخص جانور کو رسی پکڑ کر کھینچ رہا تھا یا پیچھے سے ہانک رہا تھا کہ کسی نے جانور کے کوئی چیز چبھودی اور اس کی وجہ سے جانور نے بدک کر چلانے والے کے ہاتھ سے رسی چھڑا لی اور بھاگ پڑا اور فوراً کسی کا کچھ نقصان کر دیا تو چبھونے والا ضامن ہوگا۔(26)

مسئلہ 532: کسی جانور کو ایک آدمی آگے سے کھینچ رہا تھا اور دوسرا پیچھے سے چلا رہا تھا۔ ان دونوں کی اجازت کے بغیر کسی اور شخص نے جانور کو کوئی چیز چبھودی جس کی وجہ سے جانور نے کسی آدمی کے لات ماردی تو چبھونے والا ضامن ہوگا۔ اور اگر کسی ایک کی اجازت سے ایسا کیا تھا تو کسی پر ضمان نہیں ہے۔(27)

مسئلہ 533: راستے میں کسی شخص نے کوئی چیز نصب کر دی تھی کسی کا جانور وہاں سے گزرا اور اس چیز کے چبھنے کی وجہ سے کسی کو لات مار کر ہلاک کر دیا تو نصب کرنے والا ضامن ہوگا۔(28)

---

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص51.

والفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، باب جنایۃ البھائم... إلخ، ج2، ص399.

(قاضی خان علی الھندیہ ص456 ج3، درمختار و شامی ص534، ج5، عالمگیری ص51 ج6، فتح القدیر و عنایہ ص54 ج8، ہدایہ ص615 ج4، بحر الرائق ص357، ج8، مبسوط ص2 ج27)

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص51.

(عالمگیری از محیط ص51 ج6، شامی ص535، ج5، بحر الرائق ص357 ج8)

(26) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص51.

(عالمگیری ص51 ج6، شامی ص535 ج5، ہدایہ ص617 ج4، مبسوط ص2، ج27، قاضی خان علی الھندیہ ص456 ج3)

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص51.

(عالمگیری ص51 جلد6، قاضی خان علی الھندیہ ص456 ج3، مبسوط ص2 ج27)

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص52.

←

مسئلہ 534: کسی سوار نے اپنی سواری کو راستہ میں روک رکھا تھا پھر اس کے حکم سے کسی نے سواری کو کوئی چیز چبھوئی جس کی وجہ سے سواری نے اسی جگہ کسی کو ہلاک کر دیا تو دونوں ضامن ہوں گے۔ اور اگر سوار کو گرا کر ہلاک کر دیا تو اس کا خون رایگاں جائے گا اور اگر اس چبھونے کی وجہ سے اپنی جگہ سے ہٹ کر کسی کو ہلاک کر دیا تو صرف چبھونے والا ضامن ہوگا۔ (29)

مسئلہ 535: کوئی سوار اپنی سواری کو راستہ پر روکے کھڑا تھا پھر اس کے حکم سے کسی نے اس کو کوئی چیز چبھودی جس کی وجہ سے سواری نے اسی جگہ پر چبھونے والے کو اور ایک دوسرے شخص کو ہلاک کر دیا تو اجنبی کی دیت سوار اور چبھونے والے دونوں پر واجب الادا ہوگی اور چبھونے والے کی آدھی دیت سوار پر ہے۔ (30)

مسئلہ 536: کسی سوار کی سواری رک کر راستہ میں کھڑی ہوگئی، سوار نے یا کسی دوسرے شخص نے اس کو چلانے کے لیے کوئی چیز چبھوئی اور اس کی وجہ سے سواری نے کسی کے لات ماردی تو کوئی ضامن نہیں ہے۔ (31)

مسئلہ 537: کسی سوار نے اپنی سواری کو راستہ پر روک رکھا تھا، ایک دوسرا شخص بھی اس پر سوار ہوگیا، اس کی وجہ سے کسی کو جانور نے لات ماردی اور ہلاک کر دیا تو دونوں نصف نصف دیت کے ضامن ہوں گے۔ (32)

مسئلہ 538: کسی نے دوسرے کے جانور کو راستے پر باندھ دیا اور خود غائب ہوگیا، جانور کے مالک نے کسی کو حکم دیا کہ اس کو کوئی چیز چبھودے اور اس نے چبھودی جس کی وجہ سے جانور نے حکم دینے والے کو یا اور کسی اجنبی کو لات مار کر ہلاک کر دیا تو اس کی دیت چبھونے والے پر ہے اور اگر جانور کو کھڑا کرنے والے ہی نے چبھونے کا حکم دیا تھا اور جانور نے کسی کو مار دیا تو چبھونے والے اور حکم دینے والے دونوں پر نصف نصف دیت ہے۔ (33)

(عالمگیری ص 52 ج 6، شامی ص 535 ج 5، ہدایہ ص 617 ج 4، مبسوط ص 3 ج 27)

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج 6، ص 52.

(عالمگیری ص 52 ج 6، شامی ص 535 ج 5، بحر الرائق ص 358 ج 8)

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج 6، ص 52.

(عالمگیری ص 52 ج 6، شامی ص 535 ج 5، بحر الرائق ص 358 ج 8)

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج 6، ص 52.

(عالمگیری ص 52 ج 6، شامی ص 535، ج 5، بحر الرائق ص 358 ج 8)

(32) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج 6، ص 52.

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج 6، ص 52.

(عالمگیری ص 52 ج 6، بحر الرائق ص 358، ج 8)

مسئلہ 539: کسی شخص نے راستہ پر پتھر رکھ دیا تھا اس سے بدک کر جانور جو نقصان کریگا اس کے احکام وہی ہیں جو چھونے والے کے ہیں، یعنی پتھر رکھنے والا چھونے والے کے حکم میں ہے۔(34)

مسئلہ 540: کسی نے اپنا گدھا چھوڑ دیا، اس نے کسی کی کھیتی کو نقصان پہنچایا تو اگر مالک نے اس کو خود کھیت میں لے جا کر چھوڑا ہے تو مالک ضامن ہوگا اور اگر مالک ساتھ نہیں گیا لیکن گدھا کھولنے کے فوراً بعد سیدھا چلا گیا۔ داہنے بائیں مڑا نہیں یا مڑا تو صرف اس وجہ سے کہ راستہ صرف اسی طرف مڑتا تھا تب بھی مالک ضامن ہوگا۔ اور اگر کھولنے کے بعد کچھ دیر کھڑا رہا پھر کھیت میں گیا۔ یا اپنی مرضی سے کسی طرف مڑ کر کھیت میں چلا گیا تو مالک نقصان کا ضامن نہیں ہے۔(35)

مسئلہ 541: اگر کسی نے جانور کو آبادی سے باہر کر کے اپنے کھیت کی طرف ہانک دیا۔ راستہ میں اس جانور نے کسی دوسرے کی زراعت کو نقصان پہنچایا تو اگر راستہ صرف یہی تھا تو ضامن ہوگا اور اگر چند راستے تھے تو ضامن نہیں ہوگا۔(36)

مسئلہ 542: باڑہ سے نکل کر جانور خود باہر چلا گیا یا مالک نے چراگاہ میں چھوڑا تھا مگر وہ کسی اور کے کھیت میں گھس گیا اور کوئی نقصان کر دیا تو مالک ضامن نہیں ہوگا۔(37)

مسئلہ 543: پالتو بلی اور کتا اگر کسی کے مال کا نقصان کر دے تو مالک ضامن نہیں ہے۔ شکاری پرندہ کا بھی حکم یہی ہے اگرچہ چھوڑنے کے فوراً بعد کوئی نقصان کر دے۔(38)

مسئلہ 544: اگر کسی شخص نے اپنا کتا کسی کی بکری پر چھوڑ دیا مگر کتا کچھ دیر ٹھہر کر اس پر حملہ آور ہوا اور بکری کو

---

(34) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص52.

(عالمگیری ص52 ج6، مبسوط ص4 ج27)

(35) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص52.

والفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، باب جنایۃ البھائم... إلخ، ج2، ص398.

(عالمگیری ص52 ج6، قاضی خان علی الھندیہ ص455 ج3، شامی و درمختار ص537 ج5، ہدایہ ص614 ج4، عنایہ ص350 ج8)

(36) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص52.

(37) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص52.

(38) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص52.

(عالمگیری از سراج الوہاج ص52 ج6، درمختار و شامی ص534 جلد5، بحر الرائق ص359 ج8، بدائع صنائع ص273 ج7)

ہلاک کر دیا تو ضمان نہیں ہے۔ اگر چھوڑنے کے فوراً بعد حملہ کیا تو ضامن ہوگا۔(39)

مسئلہ 545: اگر کسی آدمی پر کتے کو چھوڑ دیا اور اس نے فوراً اس کو قتل کر دیا یا اس کے کپڑے پھاڑ دیئے یا کاٹ کھایا تو چھوڑنے والا ضامن ہوگا۔(40)

مسئلہ 546: کسی کا کٹکھنا کتا ہے (یعنی کاٹنے والا کتا ہے) اور گزرنے والوں کو ایذا دیتا ہے تو اہل محلہ کو حق ہے کہ اس کو مار دیں اور اگر مالک کو تنبیہ کرنے کے بعد اس کتے نے کسی کا کچھ نقصان کیا تو مالک ضامن ہوگا ورنہ نہیں۔(41)

مسئلہ 547: کسی نے کتا جانور پر (یعنی شکار پر) چھوڑا اور مالک ساتھ نہ گیا۔ کتے نے کسی انسان کو ہلاک کر دیا تو مالک ضامن نہیں ہوگا۔(42)

مسئلہ 548: کسی نے اپنے مست اونٹ کو دوسرے کے گھر میں بغیر اجازت داخل کر دیا اور اس گھر میں دوسرا اونٹ بھی تھا جس کو مست اونٹ نے مار ڈالا تو ضامن ہوگا اور اگر صاحب خانہ کی اجازت سے داخل کیا تھا تو ضمان نہیں ہے۔(43)

مسئلہ 549: اونٹوں کی قطار کو آگے سے چلانے والا پوری قطار کے نقصان کا ضامن ہوگا۔ خواہ کتنی ہی بڑی قطار ہو جب کہ پیچھے سے کوئی ہانکنے والا نہ ہو اور اگر پیچھے سے ہانکنے والا بھی ہو تو دونوں ضامن ہوں گے اور اگر قطار کے درمیان میں تیسرا ہانکنے والا بھی ہے جو قطار کے برابر برابر چل کر ہانک رہا ہے اور کسی کی نکیل کو پکڑے ہوئے نہیں ہے تو

---

(39) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... الخ، ج6، ص52.

(عالمگیری ص52، ج6، قاضی خان علی الھندیہ ص455، ج3)

(40) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... الخ، ج6، ص52.

(عالمگیری ص52 ج6، قاضی خان علی الھندیہ ص455، ج3)

(41) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... الخ، ج6، ص52.

(عالمگیری ص52 ج6، بحر الرائق ص363 ج8، تبیین الحقائق ص152 ج6)

(42) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... الخ، ج6، ص52.

(عالمگیری ص52 ج6، قاضی خان علی الھندیہ ص455 ج3، بحر الرائق ص362 ج8)

(43) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... الخ، ج6، ص52۔53.

(عالمگیری ص52، ج6، شامی ص537 ج5)

تینوں ضامن ہوں گے۔(44)

مسئلہ 550: اگر ایک آدمی نکیل پکڑ کر قطار کے آگے چل رہا ہے اور دوسرا قطار کے درمیان میں کسی اونٹ کی نکیل پکڑ کر چل رہا ہے تو درمیان والے سے پیچھے کے اونٹوں کے نقصان کا ضمان صرف درمیان والے پر ہے اور درمیان والے سے آگے کے اونٹوں کے نقصان کا ضمان دونوں پر ہے اور اگر یہ دونوں جگہ بدلتے رہتے ہیں یعنی کبھی درمیان والا آگے اور آگے والا درمیان میں آجاتے ہیں تو ہر صورت میں نقصان کا ضمان دونوں پر ہوگا۔(45)

مسئلہ 551: ایک شخص قطار کے آگے آگے نکیل پکڑ کر چل رہا ہے اور دوسرا قطار کے درمیان میں نکیل پکڑ کر اپنے پیچھے والے اونٹوں کو چلا رہا ہے مگر اپنے آگے والوں کو ہانک نہیں رہا ہے تو درمیان والا پچھلے اونٹوں کے نقصان کا ضامن ہے اور اس سے آگے کے اونٹوں کے نقصان کا ضمان اگلے نکیل پکڑنے والے پر ہے۔(46)

مسئلہ 552: قطار کے درمیان میں کسی اونٹ پر کوئی شخص سوار تھا لیکن کسی کو ہانک نہیں رہا تھا تو اپنے سے اگلے اونٹوں کے ضمان میں وہ شریک نہیں ہوگا۔ لیکن اپنی سواری اور اپنے سے پچھلے اونٹوں کے نقصان میں شریک ہوگا جب کہ پچھلے اونٹ کی نکیل اس کے ہاتھ میں ہو۔ اور اگر یہ اپنے اونٹ پر سو رہا تھا یا صرف بیٹھا ہوا تھا اور نہ کسی اونٹ کو ہانک رہا تھا نہ کھینچ رہا تھا تو اپنے سے پچھلے اونٹوں کے نقصان کا بھی ضامن نہیں ہوگا۔ صرف اپنی سواری کے اونٹ سے ہونے والے نقصان کے ضمان میں شریک ہوگا۔(47)

مسئلہ 553: ایک شخص قطار کے آگے نکیل پکڑ کر چل رہا ہے اور دوسرا پیچھے سے ہانک رہا ہے اور تیسرا آدمی درمیان میں کسی اونٹ پر سوار ہے اور سوار کے اونٹ نے کسی انسان کو ہلاک کر دیا تو تینوں ضامن ہوں گے اور اسی طرح راکب سے پیچھے کے اونٹ نے اگر کسی کو ہلاک کر دیا تو بھی تینوں ضامن ہوں گے اور اگر سوار سے آگے کے کسی اونٹ

---

(44) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص53.

(عالمگیری ص53 ج6، قاضی خان علی الھندیہ ص456 ج3، درمختار وشامی ص533 ج5، ہدایہ ص613 ج4، بحر الرائق ص359 ج8، مبسوط ص3 ج27، تبیین الحقائق ص151 ج6)

(45) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص53.

(عالمگیری ص53 ج6، درمختار وشامی ص533 ج5، مبسوط ص3 ج27)

(46) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص53.

(عالمگیری ص53 ج6، بحر الرائق ص359 ج8)

(47) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص53.

(عالمگیری ص53 ج6، بحر الرائق ص359 ج8، مبسوط ص4 ج27)

نے کسی کو ہلاک کر دیا تو صرف ہانکنے والے اور آگے سے چلانے والے پر ضمان ہے سوار پر نہیں۔(48)

مسئلہ 554: ایک شخص اونٹوں کی قطار کو آگے سے چلا رہا تھا یا روکے کھڑا تھا کہ کسی نے اپنے اونٹ کی نکیل کو اس قطار میں اس کی اطلاع کے بغیر باندھ دیا اور اس اونٹ نے کسی شخص کو ہلاک کر دیا تو اس کی دیت آگے سے چلانے والے کے عاقلہ پر ہوگی۔ اور اس کے عاقلہ باندھنے والے کے عاقلہ سے واپس لیں گے اور اگر آگے والے کو باندھنے کا علم تھا تو باندھنے والے کے عاقلہ سے دیت واپس نہیں لیں گے۔(49)

مسئلہ 555: کسی کا جانور دن یا رات میں رسی تڑا کر بھاگا اور کسی مال یا جان کا نقصان کر دیا تو جانور کا مالک ضامن نہیں ہوگا۔(50)

مسئلہ 556: کسی نے رات کے وقت اپنے کھیت میں دو بیل پائے اور یہ گمان کیا کہ اپنے گاؤں والوں کے ہیں اور وہ ان کو پکڑ کر اپنے مویشی خانے میں لے جانے لگا کہ ان میں سے ایک بھاگ گیا اور دوسرے کو اس نے باندھ دیا۔ اس کے بعد بھاگنے والے کو تلاش کیا مگر نہ ملا اور درحقیقت یہ دونوں بیل کسی دوسرے گاؤں والے کے تھے چنانچہ بیلوں کے مالک نے آکر اپنے گم شدہ بیل کا ضمان طلب کیا تو اگر بیل پکڑنے والے کی نیت پکڑتے وقت لوٹانے کی نہ تھی تو ضامن ہوگا اور اگر نیت یہ تھی کہ مالک جب آئے گا تو واپس کر دوں گا لیکن اپنے اس ارادے پر اس کو گواہ بنانے کا موقع نہیں ملا تو ضامن نہیں ہوگا۔(51)

مسئلہ 557: اور اگر وہ بیل اسی گاؤں والوں کے تھے اور اس نے صرف اپنی کھیتی سے ان کو نکال دیا اور کچھ نہ کیا تو بیل کے گم ہو جانے کی صورت میں یہ ضامن نہیں ہوگا اور اگر اس نے کھیت سے نکال کر کسی طرف کو ہانک دیا تھا تو یہ ضامن ہوگا۔(52)

---

(48) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص53.

(49) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص53.

(عالمگیری ص53 ج6، قاضی خاں علی الھندیہ ص456 ج3، درمختار و شامی ص533 ج5، ہدایہ ص612 ج4، عنایہ ص350 ج8، مبسوط ص4 ج27، بحر الرائق ص361 ج8، تبیین الحقائق ص152 ج6)

(50) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص53.

(عالمگیری از ہدایہ ص53 ج6، قاضی خان علی الھندیہ ص457 ج33، ہدایہ ص615 ج4، فتح القدیر و عنایہ ص351 ج8)

(51) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص53.

(عالمگیری از قاضی خان ص53 ج6، قاضی خان علی الھندیہ ص457 ج3، بحر الرائق ص353 ج8)

(52) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایۃ البھائم... إلخ، ج6، ص53.

مسئلہ 558: کسی نے اپنی کھیتی میں کسی کا جانور پایا اور اس کو اپنے کھیت سے نکال دیا اور کسی طرف کو ہانکا نہیں۔ اس جانور کو کسی درندے نے پھاڑ کھایا تو کھیت والا ضامن نہیں ہے اور اگر کھیت سے نکال کر کسی طرف کو ہانک دیا تھا تو ضامن ہوگا۔(53)

مسئلہ 559: کسی نے اپنے کھیت میں کسی کا جانور پایا اس کو ہانکتا ہوا لے چلا تا کہ مالک کے سپرد کر دے۔ راستہ میں جانور ہلاک ہوگیا یا اس کا پیر ٹوٹ گیا تو یہ ضامن ہوگا۔(54)

مسئلہ 560: کسی نے اپنی چراگاہ میں دوسرے کے جانور کو دیکھا اور اس کو اتنی دور تک ہانکا کہ وہ اس کی چراگاہ سے باہر نکل جائے اس اثناء میں اگر جانور ہلاک ہوجائے یا اس کی ٹانگ ٹوٹ جائے تو یہ ضامن نہیں ہوگا۔(55)

مسئلہ 561: کوئی کاشت کار اپنے کھیت میں رہتا تھا۔ اس نے کسی چرواہے سے بکری مانگ لی تا کہ رات میں اس کے پاس رہے اور اس کا دودھ دوھ لیا کرے۔ کاشت کار ایک رات سو رہا تھا کہ اس کی بکری نے پڑوسی کے کھیت میں جاکر نقصان کر دیا تو کوئی ضامن نہیں ہوگا۔(56)

مسئلہ 562: کسی کے جانور نے کھیت یا باغ میں گھس کر کسی کا کچھ نقصان کر دیا کھیت والے نے پکڑ کر جانور کو باندھ دیا اور جانور ہلاک ہوگیا تو یہ جانور کی قیمت کا ضامن ہوگا۔(57)

مسئلہ 563: کسی نے اپنا جانور کسی دوسرے کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر گھسیڑ دیا اور گھر والا اس کو باہر نکال رہا تھا کہ جانور ہلاک ہوگیا تو ضامن نہیں ہوگا۔(58)

مسئلہ 564: کسی نے دوسرے کے مکان میں اس کی اجازت کے بغیر کپڑا رکھ دیا تھا۔ مالک مکان نے کپڑے

(عالمگیری ص53 ج6، قاضی خان علی الھندیہ ص457 ج3)

(53) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشرفی جنایۃ البھائم... الخ، ج6، ص53، 54،

(عالمگیری ص54 ج6، قاضی خان علی الھندیہ ص457 ج3، شامی ص538 ج5، بحرالرائق ص360 ج8)

(54) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشرفی جنایۃ البھائم... الخ، ج6، ص54

(عالمگیری ص54 ج6، قاضی خان علی الھندیہ ص457 ج3)

(55) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشرفی جنایۃ البھائم... الخ، ج6، ص54

(عالمگیری ص54 ج6، قاضی خان علی الھندیہ ص457 ج3)

(56) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشرفی جنایۃ البھائم... الخ، ج6، ص54

(57) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشرفی جنایۃ البھائم... الخ، ج6، ص54

(58) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشرفی جنایۃ البھائم... الخ، ج6، ص54.

والے کی عدم موجودگی میں کپڑا نکال کر باہر پھینک دیا اور کپڑا ضائع ہو گیا تو یہ کپڑے کی قیمت کا ضامن ہوگا۔(59)

مسئلہ 565: کوئی شخص اپنے گدھے پر لکڑی لادے جا رہا تھا اور بچو بچو کہہ رہا تھا اس کے آگے ایک شخص چل رہا تھا اس نے اس کی آواز کو نہیں سنا یا سنا مگر اس کو اتنا موقع نہ ملا کہ کسی طرف کو بچ جائے تو گدھے پر لادی ہوئی لکڑی سے اگر اس کا کپڑا پھٹ جائے تو گدھے والا ضامن ہے اور اگر وہ بچ سکتا تھا اور سننے کے باوجود نہ بچا تو گدھے والا ضامن نہیں ہے۔(60)

مسئلہ 566: کسی نے دوسرے کے حلال یا حرام جانور کا ہاتھ یا پیر کاٹ دیا تو کاٹنے والا جانور کی قیمت کا ضامن ہے اور مالک کو یہ حق نہیں ہے کہ جانور کو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا ضمان لے لے۔(61)

مسئلہ 567: کسی نے راستہ پر سانپ ڈال دیا جس جگہ ڈالا تھا اسی جگہ پر سانپ نے کسی کو ڈس لیا تو سانپ ڈالنے والا ضامن ہوگا اور اگر اس جگہ سے ہٹ کر ڈسا تو ضامن نہیں ہوگا۔(62)

مسئلہ 568: راستے پر چلتے ہوئے جانور نے گوبر یا پیشاب کیا یا منہ سے لعاب گرایا یا اس کا پسینہ بہا اور کسی کو لگ گیا یا کسی کی کوئی چیز گندی کر دی تو جانور کا سوار ضامن نہیں ہوگا۔(63)

مسئلہ 569: کسی نے شارع عام پر لکڑی پتھر یا لوہا وغیرہ کوئی چیز رکھ دی۔ وہاں سے کوئی شخص اپنا جانور ہانکتے ہوئے گزرا اور ان چیزوں سے ٹھوکر کھا کر جانور ہلاک ہو گیا تو رکھنے والا ضامن ہوگا۔(64)

مسئلہ 570: کوئی شخص اپنا جانور ہانک رہا تھا اور جانور کی پیٹھ پر لدا ہوا سامان یا چار جامہ یا زین یا لگام کسی شخص پر گر پڑی جس سے وہ ہلاک ہو گیا تو ہانکنے والا ضامن ہوگا۔(65)

---

(59) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشرفی جنایۃ البھائم...الخ، ج6، ص54.

(60) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشرفی جنایۃ البھائم...الخ، ج6، ص54.

(عالمگیری ص54 ج6، قاضی خان علی الھندیہ ص457 ج3، بحرالرائق ص357 ج8)

(61) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشرفی جنایۃ البھائم...الخ، ج6، ص54.

(62) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، باب جنایۃ البھائم...الخ، ج2، ص398.

(قاضی خان علی الھندیہ ص455 ج3، بدائع صنائع ص273 ج7)

(63) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، باب جنایۃ البھائم...الخ، ج2، ص398.

(قاضی خاں علی الھندیہ ص455 ج3، بدائع صنائع ص272 ج7)

(64) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، باب جنایۃ البھائم...الخ، ج2، ص400

(65) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، باب جنایۃ البھائم...الخ، ج2، ص399.

مسئلہ 571: اندھے کو ہاتھ پکڑ کر کوئی شخص چلا رہا تھا اور اس اندھے نے کسی کو کچل کر ہلاک کر دیا تو اندھا ضامن ہوگا۔ چلانے والا ضامن نہیں ہوگا۔(66)

مسئلہ 572: کوئی شخص اپنے گدھے پر لکڑیاں لاد کر لے جا رہا تھا اور ہٹو بچو نہیں کہہ رہا تھا۔ یہ گدھا راہ گیروں کے پاس سے گزرا اور کسی کا کپڑا وغیرہ پھاڑ دیا تو گدھے والا ضامن ہوگا۔ اور اگر راہ گیروں نے گدھے کو آتے دیکھا تھا اور بچنے کا موقع بھی ملا تھا مگر نہ بچے تو گدھے والا ضامن نہ ہوگا۔(67)

مسئلہ 573: ایک شخص نے اپنا گدھا کسی ستون سے باندھ دیا تھا پھر دوسرے آدمی نے بھی اپنا گدھا وہیں باندھ دیا پہلے والے گدھے کو دوسرے گدھے نے کاٹ کھایا تو ان دونوں کو اگر اس جگہ باندھنے کا حق حاصل تھا تو ضمان نہیں ہے۔ ورنہ دوسرے گدھے والا ضامن ہوگا۔(68)

❁❁❁❁❁

(شامی و درمختار ص533 ج5، قاضی خان علی الھندیہ ص456 ج3، ہدایہ ص613 ج4، عنایہ ص349 جلد 8، بحر الرائق ص359 ج8، تبیین الحقائق ص151 ج6، مبسوط ص4 ج27)

(66) ردالمحتار، کتاب الدیات، باب جنایۃ البھیمۃ والجنایۃ علیھا، ج10 ص288۔

(67) ردالمحتار، کتاب الدیات، باب جنایۃ البھیمۃ والجنایۃ علیھا، ج10 ص296

(68) ردالمحتار، کتاب الدیات، باب جنایۃ البھیمۃ والجنایۃ علیھا، ج10 ص297۔

متفرقات

مسئلہ 1: دو آدمی رسہ کشی کر رہے تھے کہ درمیان سے رسی ٹوٹ گئی اور دونوں گدی کے بل گر کر مر گئے تو دونوں کا خون رائیگاں جائے گا اور اگر منھ کے بل گر کر مرے تو ہر ایک کی دیت دوسرے کے عاقلہ پر ہے۔ اور اگر ایک موتھ کے بل گر کر مرا اور دوسرا گدی کے بل گر کر مرا تو گدی کے بل گرنے والے کا خون رائیگاں جائے گا اور منہ کے بل گرنے والے کی دیت گدی کے بل گرنے والے کے عاقلہ پر ہے۔(1)

مسئلہ 2: دو آدمی رسہ کشی کر رہے تھے کہ کسی شخص نے درمیان سے رسی کاٹ دی اور دونوں رسہ کش گدی کے بل گر کر مر گئے تو دونوں کی دیت رسی کاٹنے والے کے عاقلہ پر ہے۔(2)

مسئلہ 3: کسی شخص نے کسی کے پرندے یا بکری یا بلی، یا کتے کی ایک آنکھ پھوڑ دی تو آنکھ کی وجہ سے قیمت کے نقصان کا ضامن آنکھ پھوڑنے والا ہوگا۔ اور اگر دونوں آنکھیں پھوڑ دیں تو جانور کے مالک کو اختیار ہے کہ چاہے تو نقصان وصول کرلے اور چاہے تو آنکھ پھوڑنے والے کو جانور دے کر پوری قیمت وصول کرلے۔(3)

مسئلہ 4: کسی کے اونٹ، گائے، گدھا، گھوڑا، خچر، بھینس یعنی بار برداری، سواری، اور کاشت کاری کے جانور نر یا مادہ کی ایک آنکھ پھوڑنے کی صورت میں چوتھائی قیمت کا ضامن آنکھ پھوڑنے والا ہوگا۔ اور دونوں آنکھوں کو پھوڑنے کی صورت میں مالک کو اختیار ہے کہ چاہے تو جانور آنکھ پھوڑنے والے کو دے کر پوری قیمت وصول کرے اور چاہے تو دونوں آنکھوں کے ضائع ہونے کی وجہ سے قیمت میں جو نقصان آیا ہے وہ وصول کرلے اور جانور اپنے پاس رکھے۔(4)

---

(1) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، باب جنایۃ البھیمۃ والجنایۃ علیھا، ج10، ص287.

(درمختار وشامی ص532 ج5، بحرالرائق ص360 ج8، تبیین الحقائق ص151 ج6، بدائع صنائع ص273 ج7)

(2) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الجنایات، باب جنایۃ البھیمۃ والجنایۃ علیھا، ج10، ص287

(درمختار وشامی ص532 ج5، بحرالرائق ص360 ج8، تبیین الحقائق ص151 ج6، بدائع صنائع ص273 ج7)

(3) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الدیات، باب جنایۃ البھیمۃ... إلخ، ج10، ص293، 294.

(4) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الدیات، باب جنایۃ البھیمۃ... إلخ، ج10، ص293.

(درمختار وشامی ص536 ج5، ہدایہ، وفتح القدیر وعنایہ ص352 ج8، بحرالرائق ص363 ج8، تبیین الحقائق ص153 ج6)

مسئلہ 5: دوسوار یا پیدل چلنے والے آپس میں ٹکرا کر مرگئے اگر یہ حادثہ خطاءً ہوا تھا تو ہر ایک کے عاقلہ پر دوسرے کی دیت ہے۔(5)

مسئلہ 6: کسی شخص نے اپنی مِلک میں شہد کی مکھیوں کا چھتہ لگایا۔ ان مکھیوں نے دوسرے لوگوں کے انگور یا دوسرے پھل کھالیے تو چھتہ والا اس کا ضامن نہیں ہوگا اور چھتہ والے کو اس پر مجبور بھی نہیں کیا جائے گا کہ وہ چھتہ کو وہاں سے ہٹادے۔(6)

مسئلہ 7: کسی شخص نے دوسرے کی ملک میں لمبی رسی سے اپنے جانور کو باندھ دیا تھا جانور نے بندھے بندھے کود پھاند کر کسی کا کچھ نقصان کر دیا تو باندھنے والا ضامن ہوگا۔(7)

مسئلہ 8: جنایت بہائم میں یہ قاعدہ ہے کہ جب جانور اپنی جگہ اور اسی حالت پر رہا جس پر کھڑا کرنے والے نے کھڑا کیا تھا تو مالک اس کے ہر نقصان کا ضامن ہوگا۔ اور اگر جانور نے وہ جگہ اور حالت بدل لی تو مالک اس کے کسی نقصان کا ضامن نہیں ہے۔(8)

مسئلہ 9: کسی شخص نے کسی کو درندے کے آگے پھینک دیا اور درندے نے اس کو پھاڑ کھایا تو پھینکنے والے پر دیت نہیں لیکن اس کو تعزیر کی جائے گی اور توبہ کرنے تک قید میں رکھا جائے گا۔(9)

مسئلہ 10: اگر کوئی شخص کسی آدمی پر سانپ وغیرہ ڈال دے اور وہ اس کو کاٹ لے تو یہ ضامن ہوگا۔(10)

مسئلہ 11: کوئی شخص کسی کے گھر میں گیا۔ اجازت سے گیا ہو یا بلا اجازت اور صاحب خانہ کے کتے نے اس کو

---

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السابع عشر فی المتفرقات، ج6،ص87،88.

(ہدایہ، فتح القدیر ص348 ج8، بحر الرائق ص359 ج8، تبیین الحقائق ص150 ج6، بدائع صنائع ص273 ج7، عالمگیری ص87 ج6، قاضی خان علی الھندیہ ص444 ج3)

(6) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الدیات، باب جنایۃ البھیمۃ...الخ، ج10،ص295.

(7) البحرالرائق، کتاب الدیات، باب جنایۃ البھیمۃ...الخ، ج9،ص129.

(بحر الرائق ص357 ج8، بدائع صنائع ص273 ج7)

(8) البحرالرائق، کتاب الدیات، باب جنایۃ البھیمۃ...الخ، ج9،ص130.

(9) البحرالرائق، کتاب الدیات، باب جنایۃ البھیمۃ...الخ، ج9،ص139.

(بحر الرائق ص362 ج8، تبیین الحقائق ص153 ج6)

(10) المبسوط، کتاب الدیات، باب الناخس، ج27،ص6.

کاٹ کھایا تو صاحب خانہ ضامن نہیں ہے۔(11)

❁❁❁❁❁

(11) بدائع الصنائع، کتاب الجنایات، کیفیۃ وجوب الفدائ، ج6، ص333.

(بدائع صنائع ص273 ج7: مبسوط ص5 ج27)

باب القسامۃ

مسئلہ 1: قسامت کا مطلب یہ ہے کہ کسی جگہ مقتول پایا جائے اور قاتل کا پتہ نہ ہو اور اولیائے مقتول اہل محلہ پر قتل عمد یا قتل خطا کا دعوے کریں اور اہل محلہ انکار کریں تو اس محلے کے پچاس آدمی قسم کھائیں کہ نہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ ہم قاتل کو جانتے ہیں اور یہ قسم کھانے والے عاقل بالغ آزاد مرد ہوں۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص77.

وردالمحتار، کتاب الدیات، باب القسامۃ، ج10، ص318.

قسامت واجب ہونے کے لیے چند شرائط ہیں:

(۱) مقتول کے جسم پر زخم یا ضرب کے نشانات یا گلا گھونٹنے کی علامات پائی جائیں یا ایسی جگہ سے خون بہے جہاں سے عادتاً نہیں نکلتا۔ مثلاً آنکھ، کان۔(1)

(۲) قاتل کا پتہ نہ ہو۔ (فتح القدیر ص390 ج8، مبسوط ص114 ج26، بدائع صنائع ص287 ج7)

(۳) مقتول انسان ہو۔ (بدائع صنائع ص288 ج7)

(۴) مقتول کے اولیاء دعویٰ کریں۔(2)

(۵) اہل محلہ قتل کرنے کا انکار کریں۔(3)

(۶) مدعی قسامت کا مطالبہ کرے۔(4)

(۷) جس جگہ مقتول پایا گیا وہ کسی شخص کی ملکیت ہو یا کسی کے قبضے میں ہو یا محلہ میں پایا جائے یا آبادی کے اتنا قریب پایا جائے کہ وہاں کی آواز بستی میں سنی جاسکے۔(5)

(۸) مقتول زمین کے مالک یا قابض کا مملوک نہ ہو۔(6)

مسئلہ 2: اگر کسی جگہ ایسا مردہ پایا جائے کہ اس پر ضرب کا کوئی نشان نہ ہو، یا اس کے منہ یا ناک یا پیشاب و پاخانہ کے مقام سے خون بہہ رہا ہو یا اس کے گلے میں سانپ لپٹا ہوا ہو تو وہاں کے لوگوں پر قسامت و دیت کچھ نہیں

---

(1) تبیین الحقائق، کتاب الدیات، باب القسامۃ، ج7، ص353.

(قاضی خان علی الھندیہ ص452 ج3،، بحر الرائق ص392 ج8)

(2) بدائع الصنائع، کتاب الجنایات، فصل فی شرائط وجوب القسامۃ والدیۃ، ج6، ص357.

(3) ردالمحتار، کتاب الدیات، باب القسامۃ، ج10، ص318.

(4) بدائع الصنائع، کتاب الجنایات، فصل فی شرائط وجوب القسامۃ والدیۃ، ج6، ص357.

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص77.

(6) ردالمحتار، کتاب الدیات، باب القسامۃ، ج10، ص318.

(ہندیہ ص77 ج6، شامی ص549 ج5، بدائع صنائع ص287 ج7، مبسوط ص106 ج22، فتح القدیر و عنایہ ص384 ج8، بحر الرائق ص391 ج8)

ہے۔(7)

مسئلہ 3: قسامت کا حکم یہ کہ اگر مقتول کے اولیاء نے قتلِ عمد کا دعویٰ کیا ہے اور اہل محلہ نے قسم کھائی کہ نہ انھوں نے قتل کیا ہے نہ ان کو قاتل کا علم ہے تو اہل محلہ پر دیت لازم ہوگی اور اگر اولیائے مقتول نے قتل خطا کا دعوے ا کیا ہے اور اہل محلہ نے قسم کھائی تو اہل محلہ کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی جس کو وہ لوگ تین سال میں ادا کریں گے اور انکار کی صورت میں ان کو قید کیا جائے گا۔حتیٰ کہ قسم کھائیں۔(8)

مسئلہ 4: کسی محلہ میں مقتول پایا جائے اور اس کے اولیاء تمام یا بعض اہل محلہ پر دعویٰ کریں کہ انھوں نے اس کو عمداً یا خطائً قتل کیا ہے اور اہل محلہ انکار کریں تو ان میں سے پچاس آدمیوں سے اس طرح قسم لی جائے گی کہ ہر آدمی اللہ (عزوجل) کی قسم کھا کر یہ کہے کہ نہ میں نے اس کو قتل کیا ہے نہ میں قاتل کو جانتا ہوں۔ اگر وہاں کی آبادی میں پچاس سے زیادہ مرد ہیں تو ان میں سے پچاس کے انتخاب کا حق مقتول کے اولیاء کو ہے۔اگر پچاس سے کم مرد ہیں تو ان سے قسم کی تکرار کرا کر پچاس کے عدد کو پورا کیا جائے گا۔(9)

مسئلہ 5: مدعی (دعویٰ کرنے والا) سے اس بات کی قسم نہیں لی جائے گی کہ اہل محلہ نے قتل کیا ہے۔خواہ ظاہری حالات مدعی کی تائید میں ہوں مثلاً مقتول اور اہل محلہ کے درمیان کھلی دشمنی تھی یا ظاہری حالات مدعی کی تائید میں نہ ہوں۔مثلاً مقتول اور اہل محلہ کے درمیان کھلی عداوت (یعنی دشمنی) کا کوئی ثبوت نہ ہو۔(10)

مسئلہ 6: اگر اولیائے مقتول یہ دعویٰ کریں کہ اہل محلہ میں سے فلاں فلاں اشخاص نے قتل کیا ہے۔ یا بغیر معین کئے یوں کہیں کہ اہل محلہ میں سے بعض لوگوں نے قتل کیا ہے، جب بھی قسامت و دیت کا وہی حکم ہے جو اوپر مذکور ہوا۔(11)

---

(7) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الدیات، باب القسامۃ ج10،ص323.

(8) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الدیات، باب القسامۃ ج10،ص321.

(درمختار وشامی ص550 ج5، ملتقی الابحر ص668 ج2، فتح القدیر ص388 ج8)

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6،ص77.

(قاضی خان علی الھندیہ ص451 ج3، عالمگیری ص77 ج6، درمختار وشامی ص550 جلد5، بحرالرائق ص392 ج8، فتح القدیر وعنایہ ص384 ج8)

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6،ص77.

(عالمگیری ص77 ج6، درمختار وشامی ص550 ج5، بحرالرائق ص392 ج8)

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6،ص77.

(عالمگیری ص77 ج6، درمختار وشامی ص550 ج5، بحرالرائق ص392 ج8)

مسئلہ 7: اگر ولی مقتول نے یہ دعویٰ کیا کہ اہل محلہ کے غیر کسی شخص نے قتل کیا ہے تو اہل محلہ پر قسامت و دیت کچھ نہیں ہے بلکہ مدعی سے گواہ طلب کئے جائیں گے۔ اگر گواہ پیش کر دیے تو اس کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا اور اگر گواہ نہ ہوں تو مدعا علیہ سے ایک مرتبہ قسم لی جائے گی۔(12)

مسئلہ 8: اولیائے مقتول کو یہ اختیار ہے کہ جس خاندان کے درمیان مقتول پایا جائے اس خاندان کے یا جس محلہ میں پایا جائے تو اس محلے کے صالحین کو قسم کھانے کے لیے منتخب کریں، اگر صالحین کی تعداد پچاس سے کم ہو تو وہ باقی لوگوں میں سے منتخب کر کے پچاس پورے کر لیں۔ ولی کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ ان میں سے جوانوں کو یا فساق کو قسم کھانے کے لیے منتخب کر لیں۔ یہ اختیار صرف ولی کو ہے امام کو نہیں ہے۔(13)

مسئلہ 9: قسامت میں بچہ اور پاگل اور عورت اور غلام داخل نہیں ہیں لیکن اندھا اور محدود فی القذف اور کافر قسامت میں داخل ہیں۔(14)

مسئلہ 10: جس جگہ مقتول کا پورا جسم یا جسم کا اکثر حصہ یا نصف حصہ بشرطیکہ اس کے ساتھ سر بھی پایا جائے تو اس جگہ کے لوگوں پر قسامت و دیت ہے۔ اور اگر لمبائی میں سے چرا ہوا نصف پایا جائے یا بدن کا نصف سے کم حصہ پایا جائے اگرچہ عرضاً ہو اور اس کے ساتھ سر بھی ہو یا صرف ہاتھ یا پیر یا سر پایا جائے تو قسامت و دیت کچھ نہیں ہے۔(15)

مسئلہ 11: اگر کسی محلے میں کوئی مردہ بچہ تام الخلقت (یعنی اس کے اعضاء مکمل بن چکے ہیں) یا ناقص الخلقت (یعنی اس کے اعضاء مکمل نہیں بنے ہیں) پایا جائے اور اس پر ضرب کے کچھ نشانات نہ ہوں تو اہل محلہ پر کچھ نہیں ہے

---

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص77، 78.

(عالمگیری ص 77 ج6، درمختار و شامی ص 552 ج8، قاضی خان علی الھندیہ ص 453 ج3، مبسوط ص 115 ج26، بدائع صنائع ص 295 ج7)

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص78.

(عالمگیری ص78 ج6، شامی ص550 ج5، قاضی خان علی الھندیہ ص451 ج3، مبسوط ص110 ج26)

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص78.

(عالمگیری ص78 ج6، درمختار و شامی ص551 جلد5، بحرالرائق ص392 ج8)

(15) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، باب الشھادۃ علی الجنایۃ، ج2، ص397.

(درمختار و شامی ص549 ج5، قاضی خان علی الھندیہ ص453 ج3، تبیین الحقائق ص172 ج6، بحرالرائق ص392 ج8، فتح القدیر ص390 ج8، مبسوط ص116 ج26، بدائع صنائع ص288 ج7)

اور اگر ضرب کے نشانات ہوں اور بچہ تام الخلقت ہو تو قسامت و دیت واجب ہے اور اگر ناقص الخلقت ہو تو کچھ نہیں ہے۔(16)

مسئلہ 12: اگر کسی کے مکان میں مقتول پایا جائے اور صاحب خانہ کے عاقلہ بھی وہاں موجود ہوں تو قسامت میں سب شریک ہوں گے اور اگر اس کے عاقلہ وہاں موجود نہ ہوں تو گھر والا ہی پچاس مرتبہ قسم کھائے گا اور دیت دونوں صورتوں میں عاقلہ پر ہوگی۔(17)

مسئلہ 13: اگر کسی محلہ میں مقتول پایا جائے اور اہل محلہ دعویٰ کریں کہ محلہ کے باہر کے فلاں شخص نے اس کو قتل کیا ہے اور اس محلے کے باہر کے دو گواہ بھی اس پر شہادت دیں تو اہل محلہ قسامت و دیت سے بری ہو جائیں گے۔ ولی مقتول نے یہ دعویٰ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔(18)

مسئلہ 14: اگر ولی مقتول دعویٰ کرے کہ جس محلے میں مقتول پایا گیا ہے اور اس محلے کے باہر رہنے والے فلاں شخص نے اس کے آدمی کو قتل کیا ہے تو ولی کو اپنا دعویٰ گواہوں سے ثابت کرنا ہوگا۔ ورنہ مدعیٰ علیہ سے ایک مرتبہ قسم لی جائے گی۔ اگر وہ قسم کھالے تو بری الذمہ ہو جائے گا اور اگر قسم سے انکار کرے اور دعویٰ قتلِ خطا کا ہو تو دیت لازم ہوگی اور اگر دعویٰ قتلِ عمد کا تھا تو قید کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ قتل کا اقرار کرے یا قسم کھائے یا بھوکا مرجائے۔(19)

مسئلہ 15: کسی محلہ یا قبیلے میں کوئی شخص زخمی کیا گیا۔ وہاں سے وہ زخمی حالت میں دوسرے محلے میں منتقل کیا گیا اور اسی وجہ صاحب فراش رہ کر مرگیا (یعنی بستر پر پڑے پڑے مرگیا) تو قسامت اور دیت پہلے محلے والوں پر ہے۔(20)

---

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص78.

(عالمگیری ص78 ج6، درمختار و شامی ص552 ج5، قاضی خان ص453 ج3، تبیین الحقائق ص172 ج6، بحر الرائق ص394 ج8، فتح القدیر ص391 ج8)

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص78.

(عالمگیری ص78 ج6، درمختار و شامی ص555 ج5، بحر الرائق ص394 ج8)

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص78.

(19) الدر المختار، کتاب الدیات، باب القسامۃ، ج10، ص323.

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص79.

(عالمگیری ص79 ج6، درمختار و شامی ص558 ج5، تبیین الحقائق ص176 ج6، بحر الرائق ص394 ج8، مبسوط ص118 ج26، بدائع صنائع ص288 ج7)

مسئلہ 16: اگر تین مختلف قبائل کے لوگوں کو کوئی خطہ زمین الاٹ کیا گیا وہاں انھوں نے مکانات یا مسجد بنائی اور اس آبادی یا مسجد میں کوئی مقتول پایا گیا تو دیت تین قبیلوں پر لازم ہوگی۔ ہر قبیلے پر ایک تہائی اگرچہ ان کے افراد کی تعداد کم وبیش ہو۔ یہاں تک کہ اگر کسی قبیلے کا صرف ایک ہی شخص ہو تو اس پر بھی ایک تہائی دیت لازم ہوگی اور یہ دیت ان سب کے عاقلہ ادا کریں گے۔(21)

مسئلہ 17: اگر کسی بازار یا مسجد میں کوئی مقتول پایا جائے اور وہ مسجد یا بازار کسی خاص قبیلے کی ملکیت ہو تو قسامت ودیت ان پر لازم ہوگی۔ اور اگر وہ مسجد و بازار حکومت کی ملک میں ہیں تو اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔(22)

مسئلہ 18: اگر شارع عام پر یا پل پر مقتول پایا جائے تو اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔(23)

مسئلہ 19: مسجد حرام یا میدان عرفات میں اژدہام (بھیڑ، ہجوم) کے بغیر کوئی مقتول پایا جائے تو اس کی دیت بھی قسامت کے بغیر بیت المال سے ادا کی جائے گی۔(24)

مسئلہ 20: اگر کسی ایسی زمین یا مکان میں مقتول پایا جائے جس کو معین لوگوں پر وقف کیا گیا تھا تو قسامت و دیت انہی لوگوں پر ہے جن پر وقف کیا گیا ہے اور اگر مسجد پر وقف کیا گیا تھا تو اس کا حکم مقتول فی المسجد کا ہے۔(25)

مسئلہ 21: اگر کسی ایسے گاؤں میں مقتول پایا جائے جو ذمی کفار اور مسلمانوں کی ملکیت ہے تو قسامت اور دیت دونوں فریقوں پر ہے۔ مسلمانوں پر دیت کا جتنا حصہ لازم ہوگا وہ ان کے عاقلہ ادا کریں گے اور کفار پر جتنا حصہ لازم ہوگا، اگر ان کے عاقلہ ہوں تو ان کے عاقلہ ادا کریں گے۔ ورنہ ان کے مال سے وصول کیا جائے گا۔(26)

---

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص79.

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص79.

(عالمگیری ص 79 ج 6، قاضی خان علی الھندیہ ص 45 ج 3، تبیین الحقائق ص 174 ج 6، درمختار و شامی ص 556 ج5، بحر الرائق ص 396 ج8، مبسوط ص118 ج 26، بدائع الصنائع ص290 ج7)

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص80

(عالمگیری ص80 ج6، درمختار و شامی ص556 ج5، بحر الرائق ص397 ج8، بدائع صنائع ص290 ج7)

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص80.

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص80.

(عالمگیری از محیط سرخسی ص80 ج6، تبیین الحقائق ص176 ج6، درمختار و شامی ص560 ج5، بحر الرائق ص397 ج8)

(26) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص80.

مسئلہ 22: اگر دو محلوں یا دو گاؤں کے درمیان مقتول پایا جائے اور یہاں سے دونوں جگہ آواز پہنچتی ہو تو جس آبادی کا فاصلہ کم ہوگا اس آبادی کے لوگوں پر قسامت و دیت ہے اور اگر کسی جگہ آواز نہیں پہنچتی ہے تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔(27)

مسئلہ 23: اگر دو بستیوں کے درمیان مقتول پایا جائے اور دونوں جگہوں کا فاصلہ وہاں سے برابر ہو اور دونوں جگہ آواز پہنچتی ہو تو دونوں بستیوں والوں پر دیت نصف نصف ہوگی، اگرچہ ان کے افراد کی تعداد مختلف ہو۔(28)

مسئلہ 24: اگر کسی شخص کے گھر میں مقتول پایا جائے تو اس کے عاقلہ اس وقت دیت ادا کریں گے جب گواہوں سے یہ ثابت کر دیا جائے کہ یہ گھر اس کی ملکیت ہے۔(29)

مسئلہ 25: اگر کسی شخص کے گھر میں مقتول پایا جائے اور اس گھر میں مالک کے غلام یا آزاد ملازم رہتے ہوں تو قسامت و دیت گھر کے مالک پر ہوگی۔ ملازمین یا غلاموں پر نہیں۔(30)

مسئلہ 26: مِلکِ مشترک میں اگر قتیل (مقتول) پایا جائے تو سب مالکوں پر دیت برابر برابر لازم ہوگی جس کو ان کے عواقل (قاتل کے وہ متعلقین جو دیت ادا کرتے ہیں) ادا کریں گے اگرچہ ملک میں ان کے حصے کم و بیش ہوں۔(31)

مسئلہ 27: اگر کسی ایسے شخص کے گھر میں مقتول پایا جائے جس کی شہادت مقتول کے حق میں مقبول نہیں ہوتی ہے یا عورت اپنے شوہر کے گھر میں مقتول پائی جائے تو ان صورتوں میں بھی قسامت و دیت لازم ہوگی اور مالک مکان میراث سے محروم نہیں ہوگا۔(32)

---

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص80.

(عالمگیری ص80 ج6، قاضی خاں علی الھندیہ ص451 ج3، بحر الرائق ص393 ج8، مبسوط ص111 ج26، بدائع صنائع ص289 ج7)

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص80.

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص80.

(عالمگیری ص80 ج6، تبیین الحقائق ص174 ج6، درمختار و شامی ص555 ج5، بحر الرائق ص396 ج8)

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص80.

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص80.

(عالمگیری ص80 ج6، قاضی خاں علی الھندیہ ص452 ج3، تبیین الحقائق ص173 ج6، درمختار و شامی ص555 ج5، بحر الرائق ص395 ج8، مبسوط ص113 ج26، بدائع صنائع ص293 ج7)

(32) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص81.

←

مسئلہ 28: اگر کسی ایسی عورت کے گھر میں مقتول پایا جائے جو ایسے شہر میں رہتی ہے کہ وہاں اس کا کوئی رشتہ دار نہیں رہتا، تو اس عورت سے پچاس مرتبہ قسم لی جائے گی اس کے بعد اس کے قریب ترین رشتہ داروں پر دیت لازم ہوگی۔ اگر اس کے رشتہ دار بھی اس شہر میں رہتے ہیں تو وہ بھی عورت کے ساتھ قسامت میں شریک ہوں گے۔(33)

مسئلہ 29: اگر کسی بچے یا پاگل کے گھر میں مقتول پایا جائے تو بچے اور پاگل سے قسم نہیں لی جائے گی بلکہ ان کے عاقلہ سے قسم بھی لی جائے گی اور دیت بھی لی جائے گی۔(34)

مسئلہ 30: اگر یتیموں کے گھر میں مقتول پایا جائے یا ان کے محلہ میں پایا جائے تو ان یتیموں میں جو بالغ ہے اس سے قسم لی جائے گی اور دیت سب کے عاقلہ پر ہوگی۔ اور اگر ان میں سے کوئی بالغ نہیں ہے تو قسامت و دیت دونوں سب کے عاقلہ پر واجب ہیں۔(35)

مسئلہ 31: اگر کسی ذمی کے گھر میں مقتول پایا جائے تو اس سے پچاس مرتبہ قسم لی جائے گی۔ اس کے بعد اگر ان ذمیوں میں یہ رواج ہے کہ دیت ان کے عاقلہ ادا کرتے ہیں تو ان کے عاقلہ سے دیت وصول کی جائے گی ورنہ اس کے مال سے ادا کی جائے گی۔(36)

مسئلہ 32 (الف): اگر کسی قوم کی مملوکہ چھوٹی نہر میں مقتول پایا جائے تو اس نہر کے مالکوں پر قسامت اور ان کے عاقلہ پر دیت واجب ہے۔(37)

(عالمگیری از محیط سرخسی ص81 ج6، بحرالرائق ص394 ج8، درمختار و شامی ص561 ج5، قاضی خان علی الھندیہ ص453 ج3، مبسوط ص116 ج26)

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص81.

(عالمگیری از کفایہ ص81 ج6، درمختار و شامی ص559 ج5، قاضی خان علی الھندیہ ص452 ج3، مبسوط ص120 ج26)

(34) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص81.

(عالمگیری از ذخیرہ ص81 ج6، درمختار و شامی ص561 ج5)

(35) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص81.

(عالمگیری از محیط سرخسی ص81 ج6، درمختار و شامی ص561 ج5، مبسوط ص121 ج26)

(36) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص81.

(عالمگیری از ذخیرہ ص81 ج6، درمختار و شامی ص561 ج5)

(37) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6، ص82.

(عالمگیری از ذخیرہ ص82 ج6، قاضی خان علی الھندیہ ص453 ج3، تبیین الحقائق ص174 ج6، درمختار و شامی ص557 ج5، ←

مسئلہ 32 (ب): اگر کسی بڑی بہتی ہوئی نہر میں مقتول بہتا ہوا پایا جائے اور وہ نہر دارالاسلام سے نکلی ہے تو بیت المال سے دیت ادا کی جائے گی اور اگر وہ نہر دارالحرب سے نکلی ہے تو اس کا خون رائیگاں جائے گا۔ اور اگر لاش نہر کے کنارے پر اٹکی ہوئی ہے اور اس کنارے کے اتنے قریب کوئی آبادی ہے جہاں تک اس جگہ کی آواز پہنچ سکتی ہے تو اس آبادی والوں پر دیت واجب ہوگی اور اگر وہاں تک آواز نہیں پہنچ سکتی تو بیت المال سے دیت ادا کی جائے گی۔(38)

مسئلہ 33: اگر کسی کشتی میں مقتول پایا جائے تو اس کشتی کے سواروں پر قسامت و دیت ہے جس میں ملاح مسافر اور اگر اس میں مالک بھی ہو تو وہ بھی داخل ہے اور چھکڑے (39) کا حکم بھی یہی ہے۔(40)

مسئلہ 34: اگر کسی جانور کی پیٹھ پر مقتول پایا جائے اور اس جانور کا کوئی سائق (ہانکنے والا) یا قائد (نکیل پکڑ کر لے جانے والا) یا اس پر کوئی سوار ہے تو دیت اسی پر ہے، اور اگر سائق و قائد و راکب تینوں ہیں تو تینوں پر برابر برابر دیت واجب ہوگی۔ اور اگر جانور اکیلا ہے تو قسامت و دیت اس محلہ کے لوگوں پر ہے جہاں اس جانور پر مقتول پایا گیا ہے۔(41)

مسئلہ 35: اگر دو آبادیوں کے درمیان کسی جانور پر مقتول پایا جائے اور جانور اکیلا ہو تو جس بستی تک آواز پہنچ سکتی ہو اس کے رہنے والوں پر اور اگر دونوں جگہ آواز پہنچتی ہو تو دونوں بستیوں میں قریب والی کے باشندوں پر قسامت و

بحر الرائق ص 397 ج 8، مبسوط ص 118 ج 26، بدائع صنائع ص 290 ج 7)

(38) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج 6، ص 82۔

(عالمگیری از ذخیرہ ص 82 ج 6، تبیین الحقائق ص 174 ج 6، درمختار و شامی ص 557 ج 5، بحر الرائق ص 397 ج 8، مبسوط ص 118 ج 26)

(39) دو پہیوں کی لمبی گاڑی جس میں بیل جوتے جاتے ہیں جو بار برداری کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

(40) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج 6، ص 82۔

(عالمگیری ص 82 ج 6، ہدایہ ص 624 ج 4، درمختار و ردالمحتار ص 556 ج 5، تبیین الحقائق ص 174 ج 6، بحر الرائق ص 296 ج 8، مبسوط ص 117 ج 26، بدائع صنائع ص 291 ج 7)

(41) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج 6، ص 82۔

(عالمگیری ص 82 ج 6، تبیین الحقائق ص 172 ج 6، بحر الرائق ص 393 ج 8، درمختار و شامی ص 553 ج 5، ہدایہ ص 622 ج 4، مبسوط ص 117 ج 26، بدائع صنائع ص 292 ج 7)

دیت واجب ہوگی۔(42)

مسئلہ 36: اگر کسی کی افتادہ زمین میں مقتول پایا جائے تو زمین کے مالک اور اس کے قبیلے والوں پر قسامت و دیت ہے اور اگر وہ زمین کسی کی ملکیت نہیں ہے اور اس کے اتنے قریب کوئی آبادی ہے جس میں وہاں کی آواز سنی جاسکتی ہے تو اس آبادی والوں پر قسامت و دیت واجب ہوگی اور اگر اس کے قریب کوئی آبادی نہیں ہے یا آبادی ان قدر دور ہے کہ وہاں کی آواز اس آبادی تک نہیں پہنچتی ہے تو اگر اس زمین سے مسلمان کوئی فائدہ اٹھاتے ہیں مثلاً وہاں سے لکڑی یا گھاس کاٹتے ہیں۔ یا وہاں جانور چراتے ہیں تو بیت المال سے دیت ادا کی جائے گی۔ اور اگر وہ زمین انتفاع کے قابل ہی نہیں ہے تو مقتول کا خون رائیگاں جائے گا۔(43)

مسئلہ 37: اگر کسی پل پر مقتول پایا جائے تو اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی اور اگر شہر کے اردگرد کی خندق میں مقتول پایا جائے تو اس کا حکم شارع عام پر پائے جانے والے مقتول کا سا ہے۔(44)

مسئلہ 38: مسلمان لشکر کسی مباح زمین میں جو کسی شخص کی ملکیت نہ تھی پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ ان میں سے کسی لشکری کے خیمے میں مقتول پایا جائے تو اس خیمے والوں پر دیت وقسامت ہے اور اگر خیمے کے باہر پایا جائے اور لشکریوں کے قبائل الگ الگ ٹھیرے ہوں تو جس قبیلے میں پایا جائے گا اس قبیلے پر دیت وقسامت ہے اور اگر دو قبیلوں کے درمیان پایا جائے تو قریب والے قبیلے پر قسامت و دیت ہے اور اگر دونوں کا فاصلہ برابر ہو تو دونوں پر قسامت و دیت ہے۔(45)

مسئلہ 39: اگر لشکریوں کے قبیلے ملے جلے ٹھیرے ہوں اور مقتول کسی کے خیمے میں پایا گیا تو صرف اس خیمے والوں پر ہی قسامت و دیت واجب ہوگی اور اگر خیمے سے باہر پایا جائے تو سب لشکر پر قسامت و دیت واجب ہوگی۔(46)

---

(42) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6،ص82.

(عالمگیری ص82 ج6، تبیین الحقائق ص172 ج6، بحر الرائق ص393 ج8، درمختار وشامی ص553 ج5)

(43) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6،ص82.

(عالمگیری از محیط سرخسی ص82 ج6، بحر الرائق ص393 ج8، درمختار وشامی ص554 ج5)

(44) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6،ص82.

(45) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6،ص82.

(عالمگیری ص82 ج6، تبیین الحقائق ص176 ج6، بحر الرائق ص394 جلد8، درمختار وشامی ص560 ج5، مبسوط ص119 ج26)

(46) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج6،ص82.

مسئلہ 40: مسلمانوں کا لشکر کسی کی مملوکہ زمین (یعنی وہ زمین جو کسی کی ملکیت میں ہے) میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا تو ہر صورت میں زمین کے مالک پر قسامت و دیت واجب ہے۔(47)

مسئلہ 41: اگر مسلمان لشکر کا کافروں سے مقابلہ ہوا پھر وہاں کوئی مسلمان مقتول پایا گیا تو کسی پر قسامت و دیت نہیں اور اگر دو مسلمان گروہوں میں مقابلہ ہوا اور ان میں سے ایک گروہ باغی اور دوسرا حق پر تھا اور جو مقتول پایا گیا وہ اہل حق کی جماعت کا تھا تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔(48)

مسئلہ 42: اگر کسی مقفل مکان میں (یعنی تالا لگے ہوئے مکان میں) مقتول پایا جائے تو گھر کے مالک کے عاقلہ پر قسامت و دیت ہے۔(49)

مسئلہ 43: اگر کوئی شخص اپنے باپ یا ماں کے گھر میں مقتول پایا جائے یا بیوی شوہر کے گھر میں مقتول پائی جائے تو اس میں قسامت ہے اور دیت عاقلہ پر ہے۔ مگر مالک مکان میراث سے محروم نہیں ہوگا۔(50)

مسئلہ 44: اگر کسی ایسے ویران محلے میں جس میں کوئی شخص نہیں رہتا ہے مقتول پایا جائے تو اس کے اتنے قریب کی آبادی پر قسامت و دیت واجب ہے۔ جہاں تک وہاں کی آواز پہنچتی ہے۔(51)

مسئلہ 45: اگر کسی جگہ دو گروہوں میں عصبیت (یعنی دشمنی) کی وجہ سے تلوار چلی پھر ان لوگوں کے متفرق ہو جانے کے بعد وہاں کوئی مقتول پایا گیا تو اہل محلہ پر قسامت و دیت ہے۔ مگر جب ولی مقتول ان متحاربین پر (یعنی لڑنے والوں پر) یا ان میں سے کسی معین شخص پر قتل کا دعویٰ کرے تو اہل محلہ بری ہو جائیں گے اور متحاربین کے خلاف غیر اہل محلہ میں سے دو گواہ اگر اس بات کی گواہی دیں کہ مدعیٰ علیہم نے قتل کیا ہے تو قصاص یا دیت واجب ہوگی ورنہ وہ

(عالمگیری از محیط ص 82 ج 6، تبیین الحقائق ص 176 ج 6، بحر الرائق ص 394 ج 8، درمختار و شامی ص 561 ج 5)

(47) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج 6، ص 82.

(عالمگیری از محیط ص 82 ج 6، تبیین الحقائق ص 176 ج 6، بحر الرائق ص 394 ج 8، بدائع صنائع ص 292 ج 7، درمختار و شامی ص 561 ج 5)

(48) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج 6، ص 82.

(49) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج 6، ص 83.

(عالمگیری از محیط ص 83 ج 6، شامی ص 555 ج 5، بحر الرائق ص 395 ج 8)

(50) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، باب الشھادۃ علی الجنایۃ، ج 2، ص 397.

(قاضی خان علی الھندیہ ص 453 ج 3)

(51) البحر الرائق، کتاب الدیات، باب القسامۃ، ج 9، ص 195.

بھی بری ہو جائیں گے۔(52)

مسئلہ 46: اگر کسی کا جانور کسی جگہ مردہ پایا جائے تو اس میں کچھ نہیں ہے۔(53)

مسئلہ 47: اگر جیل خانے میں کوئی مقتول پایا جائے تو اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔(54)

❁❁❁❁❁

---

(52) البحرالرائق، کتاب الدیات، باب القسامۃ، ج9، ص200.

(درمختار و شامی ص558 ج5، بحرالرائق ص397 ج8)

(53) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، باب الشہادۃ علی الجنایۃ، ج2، ص397.

(قاضی خان علی الھندیہ ص453 ج3، درمختار ص561 ج5، فتح القدیر ص384 ج8، مبسوط ص116 ج26، بدائع صنائع ص288 ج7)

(54) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، باب الشہادۃ علی الجنایۃ، ج2، ص396.

(ہدایہ ص625 ج4، قاضی خان علی الھندیہ ص452 ج3، تبیین الحقائق ص174 ج6، بحرالرائق ص397 ج8، مبسوط ص112 ج26، بدائع صنائع ص290 ج7)

متفرقات

مسئلہ 1: اگر کسی شخص کو عمداً زخمی کیا گیا۔ اس نے دو آدمیوں کو گواہ بنا کر یہ کہا کہ فلاں شخص نے مجھے زخمی نہیں کیا ہے۔ اس کے بعد وہ مر گیا تو اس میں اگر قاضی اور عام لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ اسی شخص نے زخمی کیا ہے تو ان گواہوں کی شہادت مقبول نہیں ہے اور اگر کسی کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس شخص نے زخمی کیا ہے تو یہ شہادت صحیح ہے اور اس کے بعد اگر اولیائے مقتول گواہوں سے اسی شخص کے زخمی کرنے کا ثبوت فراہم کر دیں تو یہ بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔(1)

مسئلہ 2: اگر کسی زخمی نے یہ اقرار کیا کہ فلاں شخص نے مجھے زخمی کیا ہے پھر وہ مر گیا اور اولیاء نے گواہوں سے کسی دوسرے کو زخمی کرنے والا ثابت کیا تو یہ گواہی مقبول نہیں ہوگی۔(2)

مسئلہ 3: اگر کسی زخمی نے یہ اقرار کیا کہ فلاں شخص نے مجھے زخمی کیا ہے پھر مر گیا پھر مقتول کے ایک لڑکے نے اس بات پر گواہ پیش کیے کہ مقتول کے دوسرے لڑکے نے اس کو خطاءً زخمی کیا تھا تو یہ شہادت مقبول ہوگی۔(3)

مسئلہ 4: اگر کوئی سوار کسی راہ گیر سے پیچھے کی طرف آ کر ٹکرایا اور سوار مر گیا تو راہ گیر پر اس کا ضمان نہیں ہے اور راہ گیر مر گیا تو سوار پر اس کا ضمان ہے کشتیوں کی ٹکر کی صورت میں بھی یہی حکم ہے۔(4)

مسئلہ 5: اگر دو جانور آپس میں ٹکرا گئے اور ایک مر گیا اور دونوں کے ساتھ ان کے سائق تھے تو دوسرے پر ضمان واجب ہے۔(5)

مسئلہ 6: اگر دو ایسے سوار آپس میں ٹکرا گئے کہ ایک ٹھیرا ہوا تھا اور دوسرا چل رہا تھا اور اسی طرح دو آدمی آپس میں ٹکرا گئے کہ ایک چل رہا تھا اور دوسرا کھڑا ہوا تھا اور ٹھیرے ہوئے کو کچھ صدمہ پہنچا تو اس کا تاوان چلنے والے پر واجب ہوگا۔(6)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السابع عشر فی المتفرقات، ج6، ص87.

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السابع عشر فی المتفرقات، ج6، ص87.

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السابع عشر فی المتفرقات، ج6، ص87.

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السابع عشر فی المتفرقات، ج6، ص88.
(قاضی خان علی الھندیہ، ص444، ج3، عالمگیری ص88 ج6).

(5) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، فصل فی القتل الذی یوجب الدیۃ، ج2، ص391.

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السابع عشر فی المتفرقات، ج6، ص88.

مسئلہ 7: کوئی شخص راستے میں سورہا تھا کہ ایک راہ گیر نے اس کو کچل دیا اور دونوں کی ایک ایک انگلی ٹوٹ گئی تو چلنے والے پر تاوان ہے سونے والے پر کچھ نہیں ہے اور اگر ان میں سے کوئی مرجائے درآں حالیکہ ایک دوسرے کے وارث ہوں تو سونے والا چلنے والے کا ترکہ پائے مگر چلنے والا سونے والے کا ترکہ نہیں پائے گا۔(7)

مسئلہ 8: دو شخص کسی درخت کو کھینچ رہے تھے کہ وہ ان پر گر پڑا جس سے وہ دونوں مرگئے ہر ایک کے عاقلہ پر دوسرے کی نصف دیت ہے اور اگر ان میں سے کوئی ایک مرگیا تو دوسرے کے عاقلہ پر نصف دیت ہے۔(8)

مسئلہ 9: اگر کسی نے کسی کا ہاتھ پکڑا اور اس نے اپنا ہاتھ کھینچا اور ہاتھ کھینچنے والا گر کر مرگیا تو اگر پکڑنے والے نے مصافحہ کرنے کے لیے پکڑا تھا تو کوئی ضمان نہیں ہے اور اگر اس کے موڑنے اور ایذا دینے کے لیے پکڑا تھا تو پکڑنے والا اس کی دیت کا ضامن ہے اور اگر پکڑنے والے کا ہاتھ ٹوٹ گیا تو ہاتھ کھینچنے والا ضامن نہیں ہے۔(9)

مسئلہ 10: ایک شخص نے دوسرے کو پکڑا اور تیسرے شخص نے پکڑے ہوئے آدمی کو قتل کر دیا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا اور پکڑنے والے کو قید کی سزا دی جائے گی۔(10)

مسئلہ 11: کسی نے دوسرے کو پکڑا اور تیسرے نے آکر پکڑے ہوئے کا مال چھین لیا تو چھیننے والا ضامن ہے پکڑنے والا ضامن نہیں ہے۔(11)

مسئلہ 12: کوئی شخص کسی کے کپڑے پر بیٹھ گیا کپڑے والے کو علم نہ تھا وہ کھڑا ہوگیا جس کی وجہ سے کپڑا پھٹ گیا تو بیٹھنے والا کپڑے کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا۔(12)

مسئلہ 13: اگر کسی نے اپنے گھر میں لوگوں کو دعوت دی اور ان لوگوں کے چلنے یا بیٹھنے سے فرش یا تکیہ پھٹ گیا تو یہ ضامن نہیں ہیں۔ اور اگر کسی برتن کو ان میں سے کسی نے کچل دیا یا ایسے کپڑے کو جو بچھایا نہیں جاتا ہے کچل کر خراب

(قاضی خان علی الھندیہ ص444 ج3، عالمگیری ص88 ج6)

(7) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الجنایات، فصل فی القتل الذی یوجب الدیۃ، ج2، ص391.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السابع عشر فی المتفرقات، ج6، ص90.

(قاضی خان علی الھندیہ ص444، ج3، عالمگیری، ص90، ج6)

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السابع عشر فی المتفرقات، ج6، ص88

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السابع عشر فی المتفرقات، ج6، ص90.

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السابع عشر فی المتفرقات، ج6، ص90.

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السابع عشر فی المتفرقات، ج6، ص90.

کر دیا تو ضامن ہوں گے اور اگر ان کے ہاتھ سے گر کر کوئی برتن ٹوٹ گیا تو ضامن نہیں ہیں اور اگر ان مہمانوں میں سے کسی کی تلوار لٹکی ہوئی تھی اور اس سے فرش پھٹ گیا تو ضامن نہیں ہے۔(13)

مسئلہ 14: اگر صاحب خانہ نے مہمانوں کو بستر پر بیٹھنے کی اجازت دی اور وہ بیٹھ گئے بستر کے نیچے صاحب خانہ کا چھوٹا بچہ لیٹا ہوا تھا ان کے بیٹھنے سے وہ کچل کر مر گیا تو مہمان اس کی دیت کا ضامن ہے۔ اسی طرح اگر بستر کے نیچے کسی اور کے شیشے وغیرہ کے برتن تھے وہ ٹوٹ گئے تو مہمان کو تاوان دینا ہوگا۔(14)

مسئلہ 15: اگر کسی نے کسی سوئے ہوئے آدمی کی فصد کھول دی جس سے اتنا خون بہا کہ سونے والا مر گیا تو فصد کھولنے والے پر قصاص واجب ہے۔(15)

مسئلہ 16: اگر کسی نے یہ کہا کہ میں نے فلاں شخص کو قتل کیا ہے لیکن عمداً یا خطاء کچھ نہیں کہا تو اس کے اپنے مال سے دیت ادا کی جائے گی۔(16)

مسئلہ 17: اگر کسی نے کسی کو ہاتھ یا پیر سے مارا اور وہ مر گیا تو یہ شبہ عمد کہلائے گا اور اگر تنبیہ کے لیے کسی ایسی چیز سے مارا تھا جس سے مرنے کا اندیشہ نہیں تھا مگر مر گیا تو قتلِ خطا کہلائے گا اور اگر مارنے میں مبالغہ کیا تھا تو یہ بھی شبہ عمد کہلائے گا۔(17)

مسئلہ 18: اگر کسی نے کسی کو تلوار مارنے کا ارادہ کیا جس کو مارنا چاہتا تھا اس نے تلوار ہاتھ سے پکڑ لی۔ تلوار والے نے تلوار کھینچی جس سے پکڑنے والے کی انگلیاں کٹ گئیں تو اگر جوڑ سے کٹ گئی ہیں تو قصاص لیا جائے گا۔ اگر جوڑ کے علاوہ کسی جگہ سے کٹی ہیں تو دیت لازم ہوگی۔(18)

مسئلہ 19: اگر کسی کے دانت میں درد ہوا اور وہ دانت معین کر کے ڈاکٹر سے کہے کہ اس دانت کو اکھیڑ دو اور ڈاکٹر دوسرا دانت اکھیڑ دے پھر دونوں میں اختلاف ہو جائے تو مریض کا قول حلف کے ساتھ معتبر ہوگا اور ڈاکٹر کے مال میں دیت لازم ہوگی۔(19)

---

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السابع عشر فی المتفرقات، ج6، ص90.

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السابع عشر فی المتفرقات، ج6، ص88.

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السابع عشر فی المتفرقات، ج6، ص88.

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السابع عشر فی المتفرقات، ج6، ص88.

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السابع عشر فی المتفرقات، ج6، ص88، 89.

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السابع عشر فی المتفرقات، ج6، ص88، 89.

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السابع عشر فی المتفرقات، ج6، ص88، 89.

مسئلہ 20: اگر دو آدمی کسی تیسرے کا دانت خطاءً توڑ دیں تو دونوں کے مال سے دیت ادا کی جائے گی۔(20)

مسئلہ 21: اگر کسی نے حسب معمول اپنے گھر میں آگ جلائی۔ اتفاقاً اس سے اس کا اور اس کے پڑوسی کا گھر جل گیا تو یہ ضامن نہیں ہوگا۔(21)

❁❁❁❁❁

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السابع عشر فی المتفرقات، ج6،ص88،89.

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السابع عشر فی المتفرقات، ج6،ص88،89.

عاقلہ کا بیان

مسئلہ 1: عاقلہ وہ لوگ کہلاتے ہیں جو قتل خطاء یا شبہ عمد میں ایسے قاتل کی طرف سے دیت ادا کرتے ہیں جو ان کے متعلقین میں سے ہے اور یہ دیت اصالۃً واجب ہوئی ہو اور اگر وہ دیت اِصالۃً واجب نہ ہوئی ہو مثلاً قتل عمد میں قاتل نے اولیائے مقتول سے مال پر صلح کر لی ہو تو قاتل کے مال سے ادا کی جائے گی اور اگر باپ نے اپنے بیٹے کو عمداً قتل کر دیا ہو تو گو اصالۃً قصاص واجب ہونا چاہیے تھا مگر شبہ کی وجہ سے قصاص کے بجائے دیت واجب ہوگی جو باپ کے مال سے ادا کی جائے گی۔ مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں عاقلہ پر دیت واجب نہ ہوگی۔(1)

مسئلہ 2: حکومت کے مختلف محکموں کے ملازمین اور ایسی جماعتیں جن کو حکومت بیت المال سے سالانہ یا ماہانہ وظیفہ دیتی ہے یا ہم پیشہ جماعتیں ایک شہر یا ایک قصبہ یا ایک گاؤں یا ایک محلے کے لوگ یا ایک بازار کے تاجر جن میں یہ معاہدہ یا رواج ہو کہ اگر ان کے کسی فرد پر کوئی افتاد پڑے تو سب مل کر اس کی اعانت و مدد کرتے ہیں تو وہی فریق اس قاتل کا عاقلہ ہوگا جس کا یہ فرد ہے اور اگر ان میں اس قسم کا رواج نہیں ہے تو قاتل کے آبائی رشتہ دار اس کے عاقلہ کہلائیں گے جن میں الاقرب فالاقرب کا اصول جاری ہوگا اور دیت کی ادائیگی میں قاتل بھی عاقلہ کے ساتھ شریک ہوگا لیکن اس زمانہ میں چونکہ اس قسم کا رواج نہیں ہے اور بیت المال کا نظام بھی نہیں ہے لہٰذا آج کل عاقلہ صرف قاتل کے آبائی رشتہ دار ہوں گے اور اگر کسی شخص کے آبائی رشتہ دار بھی نہ ہوں تو قاتل کے مال سے تین سال میں دیت ادا کی جائے گی۔(2)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس عشر فی المعاقل، ج6،ص83.

والدرالمختار وردالمحتار، کتاب المعاقل، ج10،ص341، 342، 346.

(درمختار وشامی، ص561، ج5، عالمگیری، ص83، ج6، بحرالرائق، ص399، ج8، فتح القدیر، ص402، ج8، تبیین الحقائق، ص176، ج6، بدائع صنائع، ص256، ج7، قاضی خان علی الھندیہ، ص448، ج3)

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الجنایات، الباب السادس عشر فی المعاقل، ج6،ص83.

والدرالمختار وردالمحتار، کتاب المعاقل، ج10،ص350.

(درمختار وشامی، ص566، ج5، عالمگیری، ص83، ج6، بحرالرائق، ص400، ج8، فتح القدیر، ص405، ج8، تبیین الحقائق، ص178، ج6، بدائع صنائع، ص556، ج7، قاضی خاں علی الھندیہ، ص448، ج3)

فائدہ: آج کل کارخانوں اور مختلف اداروں میں ملازمین اور مزدوروں کی یونینیں (3) بنی ہوئی ہیں جن کے مقاصد میں بھی یہ شامل ہے کہ کسی ممبر پر کوئی افتاد پڑے تو یونین اس کی مدد کرتی ہے لہٰذا کسی یونین کے ممبر کے عاقلہ کے قائم مقام اسی یونین کو مانا جائے گا جس کا یہ ممبر ہے۔

والحمدُ للهِ علی الائه والصّلوٰةُ والسّلام علی اَفضَلِ اَنبِیَائِهٖ وعلی اٰلهٖ وصَحْبهٖ وَاَوْلِیَائِهٖ وَعَلَیْنَا مَعَهُمْ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

❀❀❀❀❀

(3) یونین کی جمع، ادارہ، انجمن وغیرہ۔

فقہ حنفی کی عالم بنانے والی کتاب

جلد انیس

فیضانِ شریعت

شرح

بہارِ شریعت

مصنف

حضرت مولانا محمد امجد علی رحمۃ اللہ علیہ

اعظمی رضوی سنی حنفی قادری برکاتی

شارح

علامہ ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ

اردو بازار ○ لاہور

فون 042-37124354 فیکس 042-3[illegible]352795

بار اول .... مئی 2017

پرنٹرز .... آر۔ آر پرنٹرز

سرورق .... النافع گرافکس

تعداد .... -/600

ناشر .... چوہدری غلام رسول۔ میاں جواد رسول
میاں شہزاد رسول

قیمت .... =/ روپے

جلد انیس

ملنے کے پتے

فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111

E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو

۱۲۔ گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941
0323-6536776

دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464

Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ٥ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ٥ لاہور

فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فہرست

اسلام اور علم کی اہمیت، آدابِ فتویٰ، طبقاتِ فقہاء، قواعدِ فقہیّہ

مقدمہ

اسلام اور علم کی اہمیت

آداب الافتاء

طبقات الفقہاء

القواعد الفقہیہ ـــــ والاصول الکلیہ

وصیّت کے مسائل

تذکرہ

استاذی وملاذی حضرت صدر الشریعہ الحاج مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیضانِ علمی سے اس ناچیز نے آپ کی مصنفہ کتاب بہارشریعت کے بقایا ابوابِ فقہ میں سے انیسواں حصہ کتاب الوصایا کے نام سے مرتب و مولف کیا۔ اس نسبت کی سعادت نے قلب میں تحریک پیدا کی کہ اظہارِ تشکر و امتنان کے جذبہ کے ماتحت حضرت کے صاحبزادگان میں جن سے اس حقیر کو گہری وابستگی اور خصوصی ربط وتعلق رہا ان کا ذکر بھی مختصر انداز میں بطور زیب تالیف کردیا جائے۔

قارئین کرام حضرت علامہ عبد المصطفٰی الازہری شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی پاکستان مرحوم ومغفور ومولانا الحاج قاری رضاء المصطفٰے خطیب نیومیمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی پاکستان زادَعُمرُہٗ، وَشَرَفُہٗ، سے تعارف حاصل کریں اوراس ناچیز کے حق میں دعائے خیر واستغفار فرمائیں۔

الفقیر ظہیر احمد زیدی القادری غفرلہٗ،

اللہ تبارک وتعالیٰ جل وعلا نے قرآنِ پاک میں یہ فرماکر وَتِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ۚ(1) اس امر کی طرف راہنمائی فرمائی کہ علم ہو، دولت ہو یا حکومت، عظمت ہو یا اقتدار دنیا میں یہ کسی ایک فرد یا ایک خاندان یا ایک ہی گروہ یا ایک ہی بستی اور علاقہ کے ساتھ مخصوص نہیں کی گئی ہے۔ ان کے مراکز بدلتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس کو اپنے فضل سے نوازتا ہے، تاریخ بتلاتی ہے کہ ماضی میں علم کے مراکز بھی مختلف علاقے اور مختلف خاندان رہے ہیں، سمرقند، بخارا، شیراز وعراق سے جب علمی مراکز ہندوستان منتقل ہوئے تو مرکز کبھی پنجاب رہا، کبھی سندھ، کبھی دہلی اور کبھی یوپی وغیرہ، صوبہ یوپی میں لکھنؤ، جونپور، خیرآباد، الٰہ آباد، بدایوں، بریلی وغیرہ اپنے اپنے وقت میں مرکز علم رہے، ایسا ہی ایک مرکزِ علم قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ بنا جہاں کی خاک سے صدر الشریعۃ ابوالعلی حضرت مولانا الحاج امجد علی علیہ الرحمۃ ایسے فقیہ العصر، علامۃ الدھر فاضل اجل متبحر عالم پیدا ہوئے۔ ان کے علم کی تابانیوں نے ہندوستان وپاکستان کے مشرق ومغرب کو روشن کردیا، بالخصوص ان کی فقہی ضیاء پاشیوں نے علماء ہی کو نہیں عامۃ المسلمین کو بھی نورِ علم سے فیضیاب فرمایا۔ آپ نے فقہ حنفی اردو زبان میں منتقل فرمایا، ہندوپاک کے مسلمانوں پر آپ کا یہ وہ احسان ہے جو رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو اپنے فضل وکرم سے اس کا اجر عظیم عطا فرمائے، اور آپ کی قبر پر اپنی

(1) ترجمۂ کنز الایمان: اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لئے باریاں رکھی ہیں۔(پ 4، سورہ آل عمران 140)

ہزار ہزار بلکہ بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اور اعلی علیین میں آپ کو مقام عطا فرمائے۔آمین۔

حضرت صدر الشریعہ کے علمی فیوض و برکات نے سرزمین گھوسی کو مرکز علم وفن بنا دیا۔اس خطہ سے ایسے علماء و فضلا پیدا ہوئے جنہوں نے بین الاقوامی دنیا میں عظیم شہرت و نیک نامی پیدا کی ان میں مدرسین بھی ہیں ،فقہا بھی اور صاحب فہم وبصیرت مفتی بھی ،اب اس چھوٹے سے خطہ ارض میں کئی دارالعلوم ہیں جو ہر سال علماء کی ایک معتد بہ تعداد کو علم وفضل سے شرف بخشتے ہیں،حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کو علمِ دین سے کتنا شغف تھا اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی اولاد امجاد میں سات صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔آپ نے ان میں سے ہر ایک کو علمِ دین کی تعلیم دی اور علومِ دینیہ کے حصول میں لگایا ان میں سے اس وقت میں آپ کے دو صاحبزادوں کا ذکر کروں گا، جنہوں نے آپ کی وراثتِ علم کی نہ صرف حفاظت کی بلکہ اس علم کی ترویج وترقی میں حصہ لیا اور دین کی قابل قدر خدمات انجام دیں۔

❁❁❁❁❁

(1) الحاج عبدالمصطفیٰ ازھری

آپ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔ آپ کے بڑے دو بھائیوں کا انتقال ہوگیا تھا۔ آپ کی ولادت چودھویں صدی ہجری کی چوتھی دھائی میں ہوئی، قرآن پاک کی تعلیم دارالعلوم منظر اسلام محلہ سوداگران بریلی میں حاصل کی، پھر اپنے والدِ محترم کے ساتھ اجمیر شریف جامعہ معینیہ عثمانیہ چلے گئے اور وہاں درسِ نظامی عربی کی تعلیم حاصل کی۔ دورۂ حدیث بریلی شریف میں کیا، آپ کے اساتذہ میں حضرت صدر الشریعہ، مولانا عبدالحمید و مولانا مفتی امتیاز احمد علیہم الرحمۃ ہیں۔ احادیث کی سند اجازت آپ کو حضرت صدر الشریعہ ابوالعلیٰ مولانا امجد علی صاحب مصنف بہارِ شریعت و حجۃ الاسلام سیدی مولانا شاہ حامد رضا خاں مفتی اعظم ہند، حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہم الرحمۃ والرضوان سے حاصل ہے۔ درس نظامی کی تکمیل کے بعد آپ مزید تعلیم کے لیے مصر تشریف لے گئے وہاں جامعہ ازہر میں آپ نے تین سال تعلیم حاصل کی۔ اوائل 1937ء میں آپ واپس تشریف لائے اور تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا، سب سے پہلے آپ نے دادوں ضلع علی گڑھ کے مشہور و معروف دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ میں درس دیا۔ اس وقت آپ کے والد محترم حضرت صدر الشریعہ وہاں صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے، اس کے بعد آپ بریلی تشریف لے گئے اور دارالعلوم مظہرِ اسلام مسجد بی بی جی محلہ بہاری پور بریلی میں پھر جامعہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں درس دیا۔ آزادی کے بعد 1948ء میں آپ جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ پنجاب پاکستان میں بحیثیت شیخ الحدیث تشریف لائے۔

1952ء میں آپ حکومتِ پنجاب کے محکمہ اسلامیات میں مقرر ہوئے۔ اس محکمہ میں آپ کے ذوقِ علمی کی تسکین کا کوئی ماحول اور سامان نہ تھا۔ تو آپ اس محکمہ کو چھوڑ کر جامعہ رضویہ مظہر اسلام بھاول نگر پنجاب میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے، یہاں آپ کی آمد سے مدرسہ کو بڑی ترقی ہوئی۔ اب اس عمارت میں رضویہ کالج ہے اور مدرسہ کی عمارت دوسری جگہ بنادی گئی ہے۔ 1958ء میں آپ دارالعلوم امجدیہ آرام باغ میں صدر مدرس اور شیخ الحدیث کی حیثیت سے تشریف لائے اور تادمِ تحریر ہذا اسی دارالعلوم کو فیض بخش رہے ہیں۔ (1) جس وقت آپ کراچی میں تشریف لائے دارالعلوم امجدیہ کا آغاز ہی ہوا تھا اس کی نہ کوئی خاص عمارت تھی نہ اس کے پاس کوئی زمین، دو 2 کشادہ دکانیں کرائے پر حاصل کر کے اس میں مدرسہ قائم کردیا گیا۔

---

(1) جس وقت یہ مضمون لکھا گیا مرحوم حیات تھے اور بوقت اشاعت وطباعت اس دنیا سے سفر آخرت فرما چکے ہیں۔

اور تعلیم شروع کردی گئی، آج بحمدہ تعالیٰ اس کی عظیم الشان عمارت ہے، تدریسی اور غیر تدریسی عملہ کی بڑی تعداد ہے، اور تقریباً پانچسو کی تعداد میں اقامتی اور غیر اقامتی طلبہ میں تین ساڑھے تین سو طلبہ کے لیے مع ناشتہ دونوں وقت کھانے کا انتظام ہے اور ہر طالب علم کو لباس کی صفائی اور دیگر اخراجات کے لیے نقد وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔ یہ دار العلوم کراچی کے ان علمی مراکز میں ہے جن پر بجا طور پر فخر کیا جاسکتا ہے جو دینی تعلیم کو مروج کرنے میں عظیم کردار ادا کررہے ہیں، اس دار العلوم کے قیام اور ترقی میں بڑا حصہ مفتی ظفر علی نعمانی (2) کا ہے۔ جن کی پرخلوص اور شب و روز کی محنت اور لگن نے اس ادارہ کو یہ عظمت بخشی اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر دے آمین۔ لیکن علامہ ازہری صاحب کا ایثار، اُن کا خلوص اور اُن کا خونِ جگر بھی اس میں شامل ہے کسی ادارہ کا قائم کردینا کوئی بڑا مشکل کام نہیں اس کی بقاء و ترقی جوئے شیر لانے سے کم نہیں، اس کے لیے سخت جدوجہد اور بڑی قربانیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی کے ساتھ عزم و استقلال حوصلہ اور صبر و قناعت کی ضرورت ہوتی ہے۔ بلاشبہ علامہ ازہری ان مقامات سے بڑی سلامتی اور جوانمردی کے ساتھ گزرے اور اپنے صدق و صفا کا ثبوت فراہم کیا اگر علامہ ازہری تشریف نہ لاتے تو دار العلوم اتنی جلدی ترقی کی منازل طے نہ کرتا ممکن تھا کہ اس کا وجود بھی غیر یقینی کی حالت میں آجاتا۔

علامہ ازہری دو مرتبہ قومی اسمبلی کے ممبر بھی رہے اگرچہ وہ قطعاً سیاسی آدمی نہیں ہیں، اور ایک بوریا نشیں قانع اور دین و دینی تعلیم سے شغف رکھنے والے کو یہ فرصت بھی کہاں کہ وہ پارلیمنٹری سیاست میں حصہ لے، لیکن اپنی بے لوث خدمات، اپنے خلوص، اپنے تقویٰ اور اپنی ایمانداری کی وجہ سے انہیں عوام میں اتنی مقبولیت حاصل ہے کہ پبلک نے ان کا الیکشن خود ہی لڑا اور کامیاب کردیا اس خصوصیت میں بھی وہ اپنے معاصرین میں ممتاز ہیں۔

علامہ ازہری اپنے علم و فضل اور تدریس و تعلیم میں بھی ایک اعلیٰ اور امتیازی مقام رکھتے ہیں، علم حدیث میں آپ کو کافی عبور حاصل ہے، طلبہ آپ پر جاں نثار کرتے ہیں آپ کا طریقہ تعلیم طلبہ میں نہایت مقبول ہے۔ آپ دورۂ حدیث

---

(2) مفتی ظفر علی نعمانی حضرت صدر الشریعہ کے بڑے صاحبزادہ مولوی حکیم شمس الہدیٰ مرحوم کے داماد ہیں، مرحوم کی لڑکی شریف النساء ان کی زوجیت میں ہیں، یہ ایک صاحب فکر و نظر اور عملی شخصیت کے مالک ہیں دینی خدمت کا جذبہ ان میں زبردست ہے۔ دار العلوم امجدیہ کراچی کا قیام اور اس کو ترقی کی اس منزل پر لانا انہیں کی محنت اور جدوجہد کا نتیجہ ہے، آپ ہی کی کوشش سے علامہ ازہری اس دار العلوم میں تشریف لائے اور کراچی میں قیام پذیر ہوئے، آپ پاکستان کی متعدد مذہبی سماجی و سیاسی اور معاشی انجمنوں کے ممبر ہیں ایوانِ بالا سینٹ کے ممبر ... اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر بھی ہیں، آپ نے پاکستان میں سب سے پہلے قرآن پاک کنز الایمان مع تفسیر خزائن العرفان کے شائع کیا۔ آپ دار العلوم امجدیہ کے مہتمم بھی ہیں اور اس وقت مجلس اتحاد بین العلماء کے صدر بھی ہیں منکسر المزاج، امانت دار اور بڑے وضعدار ہیں۔ معاملات کو سمجھتے ہیں اور بہتر فیصلہ لیتے ہیں۔

میں طلبہ کو کتب احادیث کی تلاوت وقراءت ہی نہیں کراتے بلکہ ایک ایک حدیث کی اس کے مفہوم ومطلب کے ساتھ وضاحت وتشریح بیان فرماتے ہیں اور جہاں جہاں مناسب اور ضروری خیال فرماتے ہیں رجال حدیث سے بھی متعارف کراتے ہیں، کس راوی کا فنِ حدیث میں کیا درجہ اور کیا مقام ہے، طلبہ کو اس سے بھی آگاہی بخشتے ہیں آپ کے درس میں طلباء نہ کبھی تھکتے ہیں نہ کبھی بے کیف ہوتے ہیں، از اول تا آخر یکساں دلچسپی یکساں لذتِ علم محسوس کرتے ہیں یہی خصوصیات آپ کو طلبہ میں مقبول وہر دلعزیز بنائے ہوئے ہیں ایک اور خصوصیت جو آپ کو اپنے معاصرین میں امتیاز بخشتی ہے وہ آپ کا توکل اور غناء نفس ہے، آپ نے اپنے تمام معاملات دینی ودنیوی میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کیا آپ دین کی خدمت میں یکسوئی کے ساتھ مشغول رہے اور جو کچھ وظیفہ ملتا رہا اسی پر قناعت کی، رزق کے حصول میں آپ نے کبھی بے صبری نہیں کی، نہ اہل ثروت سے اپنی غرض کے لیے کوئی ربط قائم کیا، نہ دولت کے حصول کے لیے ادھر ادھر نگاہ ڈالی بڑے صبر وسکون سے اللہ کے دین کی خدمت میں لگے رہے اور جو کچھ بارگاہِ الٰہی سے ملتا رہا برضا ورغبت اسی پر قناعت کی، اللہ تعالیٰ آپ کی ہر ضرورت کا کفیل ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو اپنے فضل سے یہ حصہ عطا فرمایا ہے کہ آپ کو نہ سرمایہ دار اور دولتمند بننے کی تمنا ہوئی اور نہ آپ نے ایسے ذرائع اختیار کیے جو شرعی قباحتوں کے ساتھ آپ کو مال ودولت سے ہم آغوش کریں، آپ دوبار قومی اسمبلی کے ممبر رہے، اس درمیان میں بڑے بڑے صنعتکاروں، تاجروں اور سرمایہ داروں سے آپ کا ربط وضبط رہا، کافی تعداد میں ایسے لوگ آپ کے پاس آتے جاتے تھے لیکن یہ آپ کا تدیُّن تقویٰ اور قناعت اور ایثار نفس تھا کہ آپ نے ان سب سے خود کو محفوظ رکھا اور مالدار بننے کی کوئی خواہش اپنے اندر نہ پیدا ہونے دی، آپ جس مکان میں رہتے تھے اسی میں رہتے رہے۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ

آپ نے اس قول کا عملی نمونہ پیش فرمایا ہے۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہٗ باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش (3)

بلاشبہ آپ دریائے مال ومنفعت اور دولت وثروت کے سمندر میں قناعت کے ایک تختہ پر تیرتے رہے، مگر اپنے اس تقویٰ پر خواہشاتِ نفس کے چھینٹے بھی نہ آنے دیے۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے آپ کو غناء نفس، قناعت صبر وتوکل کا ایک مقام عطا فرمایا ہے جو ہر ایک کا نصیب نہیں، آپ نہایت متواضع، خلیق، مہمان نواز، خوش مزاج اور خندہ جبیں ہیں، عالمانہ کمال وجلال کے ساتھ فقر ودرویشی آپ کی خصوصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی جن نعمتوں سے سرفراز فرمایا ان میں سے ایک عظیم نعمت یہ ہے کہ آپ کی ذات میں ریاء ونفاق نہیں ہے جو آپ کا ظاہر ہے وہی باطن

---

(3) ترجمہ: تہ دریا میں ایک تختے پر باندھ کر پھر تو مجھ سے کہتا ہے کہ دامن بھی تر نہ ہو ہوشیار رہوں۔

ہے، عبادت میں، ریاضت اور اورادو وظائف میں، تعلیم و تعلّم میں، آپ کی رفتار و گفتار میں، نشست و برخاست میں، خلوت ہو یا جلوت، ہر حالت میں آپ کے عمل میں یکسانیت ملے گی، ظاہر و باطن کا کوئی تضاد آپ کی زندگی میں نہیں ہے۔ سلسلہ روحانی میں آپ کی بیعت وارادت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان سے ہے، آپ کی عمر مبارک اُس وقت پانچ سال کی ہوگی، آپ کا سلسلہ قادریہ رضویہ ہے، آپ کا نام بھی اعلیٰ حضرت نے ہی عبدالمصطفیٰ کہا جب کہ حضرت صدر الشریعہ نے آپ کا نام ماجد علی رکھا تھا۔ سنِ شعور کو پہنچ کر جب آپ درسِ نظامی سے فارغ ہوئے اور شعر گوئی کا ذوق پیدا ہوا آپ نے اپنا تخلص ماجد رکھا۔ یہ وہی نام ہے جو آپ کے والدِ محترم حضرت صدر الشریعہ نے ابتداءً آپ کا رکھا تھا۔ شعر گوئی میں آپ نے اصنافِ سخن میں صنف نعتگو اختیار فرمایا۔ آپ کی مشقِ سخن کا میدان نعت گوئی ہے، آپ نے اپنا کوئی دیوان مرتب فرمایا یا نہیں اس کا مجھے علم نہیں البتہ یہ ضرور معلوم ہے کہ آپ نے بہت سی نعتیں کہی ہیں۔ تدریسی مشغلہ جاری رہنے کی وجہ سے آپ تصانیف کتب کے لئے تو وقت نہیں نکال سکے، جمعیت علماء پاکستان کے صدر بھی رہے، ان مصروفیات نے تصنیف وتالیف کا موقعہ نہیں دیا۔ صرف تفسیر قرآن کریم کی طرف توجہ فرمائی جس میں آپ نے پانچ پاروں کی تفسیر مکمل فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ آپ سے یہ خدمت لے لے اور یہ تفسیر مکمل ہوجائے، آمین۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو نورانی صورت عطا فرمائی ہے، بڑی بڑی غزالی آنکھیں، گول چہرہ تقریباً بلالی رنگ، قدمیانہ، جسم موزوں، لباس شریعت کے مطابق سادہ اور دیدہ زیب، مزاج میں خوش خلقی، آپ کی مجلس باغ و بہار، آپ کی مجلس میں کوئی رنجیدہ دل اور ملول نہیں ہوتا بلکہ محزون ومغموم اپنا غم بھلا دیتے ہیں، دینی اور دنیاوی لحاظ سے آپ کی مجلس وصحبت کے لیے بلا مبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے ۔

بہت لگتا ہے جی صحبت میں ان کی وہ اپنی ذات میں اِک انجمن ہیں

یہ ہیں علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی مقبول عوام وخواص

14 جنوری 1986

❁❁❁❁❁

(2) اَلحاج قارِی رَضاءُ المُصطفٰے

آنکھیں روشن اور پُرنور، اونچی ناک وگلفام لب، بیضاوی چہرہ، کشادہ پیشانی، ہلکا پھلکا چاق وچوبند جسم اور میانہ قد، خندہ رو، خندہ جبیں، سانولا رنگ، شگفتہ مزاج اور صاحب صدق وصفاء، یہ ہیں الحاج قاری مولانا رضاء المصطفٰی۔ آپ صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب بہارِ شریعت علیہ الرحمہ کے پانچویں صاحبزادے اور علامہ عبدالمصطفٰی ازہری شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی کے برادر خورد، آبائی وطن قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ (انڈیا) اپنا وطن شہر کراچی (پاکستان) 1925ء میں اپنے آبائی وطن میں پیدا ہوئے۔ 1936ء میں دارالعلوم عربیہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ (انڈیا) میں حفظ قرآن کیا، آپ کے استاد مولوی حافظ صوفی عبدالرحیم مرحوم ہی تھے، جو نہایت نیک متقی اور پاک باز تھے، بڑی محنت اور خلوص کے ساتھ طلبہ کو قرآن حفظ کراتے اور صحت تلفظ کا خیال رکھتے تھے۔ درسِ نظامیہ کی تعلیم کا آغاز دادوں ہی میں ہوگیا تھا۔ اس وقت حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ دادوں کے مدرسہ میں ہی صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے، اواخر 1943ء میں حضرت صدر الشریعہ نے دادوں چھوڑ دیا، اس کے بعد قاری صاحب نے بریلی، مبارک پور، الہ آباد اور میرٹھ میں علم کی تکمیل کی، الہ آباد مدرسہ سُبحانیہ میں تجوید وقرأت حاصل کی، آپ کے مشہور اساتذہ میں حضرت صدر الشریعہ وحافظ ملت مولانا عبدالعزیز، مولانا عبدالرؤف، مولانا عبدالمصطفٰی اعظمی، مولانا سید غلام جیلانی صاحب بشیر القاری میرٹھی علیہم الرحمۃ والرضوان اور علامہ عبدالمصطفٰی ازہری ہیں۔

> اپنی دُنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے ۔۔۔ سرّ آدم ہے ضمیرِ کُن فکاں ہے زندگی

قاری صاحب کی زندگی کا اگر مطالعہ کیا جائے تو وہ جہدِ مسلسل اور عمل پیہم اور اپنی دنیا آپ بنانے کی بہترین تفسیر ہے۔ آپ ابتدا ہی سے سخت جفاکش رہے اور بڑے ہی صبر آزما حالات سے دو چار رہے لیکن کسی بھی دشواری اور پریشانی نے آپ کا حوصلہ پست نہ کیا۔ آپ کی والدہ محترمہ مرحومہ کا انتقال ابتدائی عمر میں ہی ہوگیا تھا، آپ نے ہوش سنبھالا تو ماں کی شفقت ورحمت کا کوئی حصہ آپ کو نہ ملا، تعلیم کا آغاز حفظ قرآن سے ہوا جو بڑی ہی محنت طلب ہے اور سخت جدوجہد کی طالب ہے۔ دن ورات کی محنت سے بحمدہٖ تعالیٰ آپ بہت جلد اس کوشش میں کامیاب ہوگئے اور صرف دس گیارہ سال کی عمر میں آپ کو حفظ قرآن کریم کی عظیم نعمت حاصل ہوگئی۔ پھر آپ درسِ نظامی کے حصول وتکمیل کی طرف متوجہ ہوگئے اور علم کی طلب اور اس کے حصول میں آپ کو جن دشواریوں اور پریشانیوں سے گزرنا پڑا ان سے آپ مایوس ہوئے اور نہ حوصلہ ہارا، جدوجہد جاری رہی منزل کی طرف قدم بڑھتے رہے اور عزم وارادوں کا کارواں

برابر چلتا رہا، آخر کار منزل سے ہمکنار ہوئے اور درسِ نظامی سے سند فراغت حاصل کی، اس درمیان میں والد محترم حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا سایہ عاطفت بھی اُٹھ گیا۔ علامہ ازہری پہلے ہی پاکستان تشریف لے جاچکے تھے، قاری صاحب نے درس نظامیہ سے فراغت کے بعد دارالعلوم سے باہر قدم نکالا تو آپ نے معرکہ وجود اور کارگاہِ ہستی میں خود کو تنہا پایا بجز جبہ ودستار اور سند الفراغ کے اور کوئی آپ کا رفیق اور مونس ودمساز نہ تھا لیکن آپ کی ہمت بلند اور عزم جواں تھا۔ علم وعرفان کی شمع ہاتھ میں لئے آپ سب سے پہلے ظلمت وجہالت سے تاریک وسیاہ سرزمین پچھڑوا ضلع دیوریا میں تشریف لے گئے اور وہاں علم کی روشنی پھیلانے کے لئے ایک چھوٹا سا دینی مدرسہ قائم کیا، اور اسے اپنی محنت وجانفشانی سے بہت جلد ترقی کے راستے پر ڈال دیا، آج وہ ایک بڑا مدرسہ بن گیا ہے جو الہ آباد بورڈ یوپی سے منظور شدہ ہے۔ تقریباً ایک لاکھ روپیہ سالانہ گورنمنٹ سے امداد مل رہی ہے آپ نے پچھڑوا کے لوگوں کا شعور بیدار کیا ان میں علمی ذوق پیدا کیا اور علم حاصل کرنے کی طرف مائل ہوئے اور پچھڑوا علم کی روشنی سے جگمگانے لگا۔ اس کے علاوہ بھی آپ نے وہاں کے لوگوں کی معاشی اور سماجی خدمات کیں، آج بھی وہاں کے لوگ دینی ودنیاوی دونوں معاملوں میں آپ کے احسان مند ہیں اور آپ کے گیت گاتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک ہی شکل وصورت، ایک ہی رنگ وروپ، ایک ہی عقل وفہم، ایک ہی اہلیت وصلاحیت اور ایک ہی عادت وخلق پر پیدا نہیں فرمایا۔ وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ انسان کی معاشی ومعاشرتی اور سیاسی وذاتی، مقامی وآفاقی، اصلاحی وعرفانی اور روحانی ضرورتیں الگ الگ ہیں یہ وہ ضرورتیں ہیں جن پر انسانی زندگی کی بقاونشوونما اور ترقی کا دارومدار ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہرایک انسان کو جداگانہ شاکلہ عطا فرمایا۔ جس کے مطابق وہ عمل کرتا ہے قرآن کریم میں فرمایا: (قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ)(1) ہرایک اپنی اہلیت، صلاحیت اپنی استعداد اور قابلیت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جس سے جو کام لینا چاہتا ہے اسی اعتبار سے اس کا شاکلہ پیدا فرماتا ہے، اور اس میں اسی مناسبت سے قابلیت اور اہلیت عطا فرماتا ہے، انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوں یا اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ یا علماء ودانشوران ہوں یا اصحاب صنعت وحرفت، اہل سیاست ہوں یا سلاطین واصحاب حکومت، ہرکسے رابہر کارے ساختند (2) کا اُصول ہر طبقہ اور ہر فرد میں نظر آئے گا، قاری رضاء المصطفیٰ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک شاکلہ عطا فرمایا ہے اسی کے مطابق آپ کا عمل جاری ہے۔ آپ نہایت متحرک، فعال، سیماب پا، جفاکش، طباع اور ذہین ہیں۔ دینی وملی خدمات کا جذبہ رکھتے ہیں اور قومی مسائل سے بھی ایک گونہ دلچسپی ہے۔ قرآن پاک سے آپ کو بے حد شغف ہے اور وقت کے قدر شناس۔ یہ ہے وہ شاکلہ اور صلاحیتیں جو قدرت نے

---

(1) ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ سب اپنے کینڈے (طریقے) پر کام کرتے ہیں۔۔) پ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل: ۸۴)

(2) جو شخص جس کے قابل تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو ویسی ہی صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا۔

آپ کو عطا فرمائی ہیں۔ اس شاکلہ کے ساتھ جب آپ امامت اور خطابت کے منصب پر فائز ہوئے تو آپ نے اس کی ذمہ داریوں کو بوجہ احسن ادا کیا، آپ کے مقتدی آپ سے مطمئن اور مسرور اور آپ ان میں مقبول و ہر دلعزیز 1958ء سے آپ نیو میمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی میں یہ خدمت انجام دے رہے ہیں اور آپ کی مقبولیت روز افزوں ہے۔ حکام، افسران، تجار اور جملہ خواص و عوام آپ کا احترام کرتے ہیں یہ آپ کے اخلاص عمل کی دلیل ہے۔

آپ نے دارالعلوم امجدیہ کراچی میں 1958ء سے 1983ء تک تدریسی خدمات انجام دیں※ اسی درمیان میں آپ نے ایک نئے ادارہ کی بنیاد قائم کی جو دارالعلوم نوریہ رضویہ کے نام سے معروف ہے، کہکشاں میں آپ نے اس کی شاندار عمارت تعمیر کرائی نہایت خوبصورت اور جدید رہائشی تقاضوں کو پورا کرنے والی یہ عمارت فی الحال دو 2 منزلہ ہے، تاکہ علمِ دین حاصل کرنے والے طلبہ زندگی کے جدید تقاضوں سے نا آشنا نہ رہیں اور اپنی زندگی میں احساسِ کمتری کا نشانہ نہ بنیں، اسی کے ساتھ ایک خوبصورت مسجد بھی زیرِ تعمیر ہے جو ہر مسلمان کی ایک لازمی و بنیادی ضرورت ہے، یہ درس گاہ 1981ء میں تعمیر ہوئی، قاری صاحب اس کے مینجنگ ٹرسٹی بھی ہیں اور اس میں اپنے مخصوص انداز میں تعلیم بھی دیتے ہیں، عربی زبان آپ ڈائریکٹ میتھڈ سے پڑھاتے ہیں، جس سے محنتی طلبا بہت جلد باصلاحیت ہوجاتے ہیں، قاعدہ خواں بچوں کا تلفظ صحیح کرانے میں آپ کو کمال حاصل ہے، چند ہی دنوں میں آپ قرآن پڑھنے والے بچوں میں اتنا شعور پیدا کردیتے ہیں کہ وہ بآسانی بہت جلد قرآن پاک ختم کرلیتے ہیں اور صحیح تلفظ کے ساتھ قرآن پڑھنے لگتے ہیں۔

قرآن پاک سے آپ کا شغف

آپ حافظِ قرآن مجید بھی ہیں، آپ کا شمار جید حفاظ وقراء میں ہے۔ قرآن پاک کا ورد کرنے میں بھی آپ نے اپنا ایک مخصوص طریقہ اپنایا ہے، آپ روزانہ ہی ورد کرتے ہیں، آپ کے ورد کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ قرآن پاک کو برائے تلاوت تین حصوں میں تقسیم کرلیتے ہیں اور ہر ثلث سے ترتیب وار روزانہ ایک ایک پارہ تلاوت کرتے ہیں۔ قرآن شریف پڑھانے کا بھی آپ کو بہت زیادہ شوق ہے اس طرح آپ اس فضیلت کے حامل ہیں جس کے متعلق حدیث میں فرمایا: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ (3) تم میں سے سب سے بہتر قرآن سیکھنے اور سکھانے والا ہے۔

1957ء میں اشاعت و طباعت قرآن پاک کے لئے ایک مکتبہ قائم ہوا جو مکتبہ رضویہ آرام باغ کے نام سے متعارف ہے۔ اس مکتبہ کا جملہ انتظام و انصرام آپ کی ذمہ داری ہے۔ اس مکتبہ سے آپ نے بہت بڑی تعداد میں

(3) (صحیح البخاری: ۵۰۲۷)

قرآن پاک کی طباعت کرائی اب تک تیس ہزار کی تعداد میں قرآنِ پاک آپ نے رفاہِ عام کے لیے بلا قیمت تقسیم کرا چکے ہیں اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ اسی مکتبہ سے آپ نے قرآنِ پاک معہ ترجمہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کنزالایمان وتفسیر نعیمی موسوم بہ خزائن العرفان ہزاروں کی تعداد میں طبع کر کے شائع کیا۔ جس سے امت مسلمہ کو عظیم دینی فائدہ حاصل ہوا، اس کی طباعت میں آپ ہر بار نئے نئے افادات کا اضافہ کرتے ہیں، مثلاً تلاوت قرآن کے قواعد، فضائل قرآن، مسائل تلاوت قرآن، تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ وغیرھا، اس قسم کے افادات مقدمہ اشاعت وطباعت میں بیان کرتے ہیں تاکہ اُمتِ مسلمہ کی رغبت مزید ہو۔ اس مکتبہ کو آپ نے دینی خدمت کے لئے وقف کر دیا ہے اور اس سے ایسی کتابیں شائع کرتے ہیں جس سے ملّت بیضاء کے عوام وخواص کو زیادہ سے زیادہ دینی فائدے پہونچیں۔ اسی مکتبہ سے آپ بہارِ شریعت مکمل شائع کر رہے ہیں، اور اسی مکتبہ سے امام الفقہ مجدد دین و ملّت، فقیہ الزماں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی معرکۃ الاراء و بے مثال تصنیف فتاویٰ رضویہ شائع کی اور اس کی اِشاعت برابر جاری ہے، تزکیہ نفس اور روحانی سکون حاصل کرنے والوں کے لئے نیز اپنے دینی ودنیاوی مقاصد کے حصول کے لئے آپ نے مجموعہ وظائف بھی شائع کیا ہے جو بہت بڑی تعداد میں بلا قیمت تقسیم کرتے ہیں۔

آپ وقت کے بہت بڑے قدر شناس ہیں۔ اپنا زیادہ تر وقت تو دین کی خدمت میں صرف کرتے ہیں اور بقیہ اپنی ذاتی، خانگی، خاندانی اور معاشرتی جائز ضرورتوں میں، آپ کا نظام الاوقات کچھ اس طرح ہے، علی الصبح اُٹھنا ضروریات سے فارغ ہو کر نماز فجر پڑھانا، کچھ تلاوت کرنا، بعدہ، ناشتہ سے فارغ ہو کر فوراً دار العلوم نوریہ رضویہ کلفٹن جانا وہاں تعلیم دینا اور اس کا انتظام دیکھنا، ساڑھے بارہ بجے وہاں سے روانہ ہو کر ایک بجے تک نیو میمن مسجد پہنچ کر امامت کا فرض انجام دینا، نماز سے فراغت کے معاً بعد مکتبہ رضویہ آرام باغ چلا جانا اور وہاں قرآن پاک اور دینی کتب کی اشاعت وطباعت سے متعلق کام دیکھنا، وہاں سے آکر نماز عصر پڑھانا، عصر ومغرب کے درمیان اپنے کمرہ میں قیام رکھتے ہیں، اور منصب قاضی نکاح سے متعلق امور کی انجام دہی کرتے ہیں اور بعد نماز مغرب مابین مغرب وعشاء بھی فرائض انجام دیتے ہیں، عشاء کی نماز پڑھا کر اپنے گھر تشریف لے جاتے ہیں اور رات کا ایک حصہ خانگی امور اور اعزّہ سے ملاقات میں صرف کرتے ہیں، آپ اپنے وقت کی کتنی قدر کرتے ہیں اور اسے کس طرح کارآمد بناتے ہیں اس کا اندازہ آپ اس طرح سے لگا سکتے ہیں کہ گھر سے دار العلوم نوریہ جانے تک راستہ میں اور وہاں سے واپسی میں، پھر مکتبہ رضویہ جانے اور آنے میں راستہ میں جو وقت ملتا ہے اس میں آپ طبع کی جانے والی کتابوں کی تصحیح کرتے ہیں اس طرح یہ وقت بھی بے کار امور میں ضائع نہیں ہونے دیتے۔ ان عظیم مشاغل اور مصروفیتوں کے باوجود آپ جماعت قراء

پاکستان کے صدر بھی ہیں یہ ذمہ داری 1980ء سے آپ کے پاس ہے اور آپ پوری توجہ اور للّٰہیت کے ساتھ قراءت کے ملکی اور بین الاقوامی مقابلوں میں شریک ہوتے ہیں اور ان اجتماعات کی صدارت کے فرائض انجام دیتے ہیں، قومی و ملکی مسائل سے دلچسپی اور وطن کی خدمت کے جذبہ نے آپ کو آمادہ کیا کہ آپ جماعت اہل سنت پاکستان کے نائب صدر ہونے کا منصب قبول کرلیں۔ بین الاقوامی جماعت ورلڈ اسلامک مشن کراچی شاخ کی ذمہ داریاں آپ کے سپرد ہیں۔ اس کا دفتر بھی آرام باغ میں مکتبہ رضویہ کے ساتھ ساتھ ہے آپ کی ذہانت وذکاوتِ طبع کا تیقّن اس طرح سے کیا جاسکتا ہے آپ واقف ہفت زبان ہیں، اردو تو آپ کی مادری زبان ہے، عربی ادب و دیگر علوم عربیہ کی آپ نے دس سال تعلیم حاصل کی، عربی و فارسی میں آپ بلاتکلّف کلام کرلیتے ہیں۔ پنجابی، سندھی، پشتو، ان کے ساتھ گجراتی اور بنگالی میں بات کرلیتے ہیں۔ بلاشبہ قدرت نے آپ کو عظیم صلاحیتوں سے نوازا ہے اور اپنی بے شمار نعمتیں بھی عطا کی ہیں، اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ شگفتہ مزاجی کی نعمت بھی آپ کو مبدءِ فیاضی سے عطا ہوئی ہے، احباب کے ساتھ حسنِ سلوک شرعاً ایک محمود صفت ہیں اور آپ اسی سے متصف ہیں، آپ کے دو صاحبزادے ہیں: مصطفیٰ انور مصطفیٰ سرور اول الذکر لندن میں انجینئر ہیں اور چھوٹے صاحبزادے حافظ مولوی مصطفیٰ سرور کو آپ نے اولاً حفظِ قرآن کرایا اور پھر درسِ نظامیہ کی تکمیل کرائی اور ان کو دین کی خدمت کے لیے وقف کردیا، مولوی حافظ مصطفیٰ سرور بھی نہایت سعادت مند اور فرمانبردار فرزند ہیں، اپنے والدِ محترم کے اشاروں پر چلتے ہیں اور والدین کی خدمت کی سعادت حاصل کررہے ہیں، مکتبہ رضویہ سے دین کی تبلیغ وتعلیم سے متعلق جو کتابیں شائع ہوتی ہیں ان سب کی دیکھ بھال یہی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے اور انہیں دین کی خدمت کی توفیق واہلیت عطا فرمائے۔ (آمین)

قاری صاحب اب تک آٹھ مرتبہ حج بیت اللہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کرچکے ہیں اور نو مرتبہ عمرہ ادا کرچکے ہیں۔ اس طرح آپ سترہ بار زیارت بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ مبارک سے فیوضِ روحانی حاصل کرتے رہے۔

میری دعا ہے کہ رب کریم رؤف و رحیم انہیں دنیا وآخرت کی سعادتیں اور نعمتیں عطا فرمائے ان کی زندگی میں برکتیں دے اور امت مسلمہ کے لیے انہیں مفید اور باعثِ برکت بنائے۔

آمین بجاہِ النّبیِّ الاُمّیِّ الکَریمِ عَلَیہِ اُلوفُ التَّحِیَّۃِ وَالتَّسلِیم وَصَلَّی اللہُ عَلٰی خَیرِ خَلقِہٖ وَنُورِ عَرشِہٖ سَیِّدِنَا وَمَولانَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصحَابِہٖ اَجمَعِین۔

7 جنوری 1989ء

❁❁❁❁❁

مؤلف کتاب

نوٹ : ڈاکٹر مولانا غلام یحیٰی انجم بستوی استاد شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے یہ مضمون بعنوان مولانا سید ظہیر احمد زیدی، ایک تعارف تحریر فرمایا جس میں مصنف سے متعلق اپنے تاثرات، تجربات اور مشاہدات مختصر انداز میں بیان کیے ہیں، ان کی خواہش پر اس کو شایع کیا جارہا ہے، قارئین کرام دعائے خیر فرمائیں۔

فروری 1926 میں جب شعبہ اسلامیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نصاب کی تشکیل ہورہی تھی تو اس میں ملک کے جن متبحر علماء کو دعوت دی گئی تھی ان میں نواب صدر یار جنگ، مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی، مولانا سید سلیمان اشرف صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مولانا مناظر احسن گیلانی استاذ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد، مولانا عبدالعزیز المیمن پراجکوٹی صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مولانا سید سلیمان ندوی کے علاوہ حضرت صدر الشریعہ مولانا حکیم امجد علی اعظمی بھی تھے۔ (معارف فروری 1926 ص 2 مرتبہ سید سلیمان ندوی)

صدر الشریعہ نے اس اجلاس میں جب شرکت کی تھی تو ان دنوں دارالعلوم معینیہ اجمیر میں عہدۂ صدارت پر مامور تھے، پھر بریلی شریف آکر تدریسی خدمات میں مصروف ہوئے، وہاں تقریباً تین سال کا ہی عرصہ گزرا ہوگا کہ 1936 میں نواب حاجی غلام محمد خاں شیروانی رئیس ریاست دادوں مرحوم کی دعوت پر بحیثیت صدر مدرس دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ تشریف لائے، دادوں اس زمانے میں مذہبی علوم کی ترویج واشاعت میں نمایاں کردار ادا کررہا تھا۔ علی گڑھ کے علاوہ دوسرے کئی اضلاع میں اس کی شہرت پھیل چکی تھی، اقصائے عالم سے تشنگانِ علوم کا وہاں جھمگھٹا ہوگیا تھا، جن جن لوگوں نے حضرت صدر الشریعہ کے علمی پنگھٹ سے سیرابی حاصل کی وہ اپنے زمانے کے تشنگانِ علوم کے لیے ابر کرم ثابت ہوئے اُن ہی علمی پیاس بجھانے والوں میں مولانا مبین الدین امروہوی مرحوم، مولانا مفتی محمد خلیل خاں مرحوم مارہروی اور وقت کے دوسرے اجلہ علمائے کرام کے علاوہ مولانا سید ظہیر احمد زیدی بھی تھے۔

مولانا سید ظہیر احمد زیدی نسبی شرافت، علمی وجاہت اور جسمانی شکل وشباہت میں اپنی مثال آپ ہیں، خاندانی اعتبار سے ان کا پایہ بہت بلند ہے، والد کے توسُّط سے ان کا تعلق مظفر نگر کے سادات بارہہ (1) اور پھر ان سے ہوتے

ہوئے زید شہید بن امام زین العابدین علی بن حسین بن علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جا ملتا ہے جب کہ ماں کی نسبت سے ان کا سلسلہ سید شاہ کمال الدین ترمذی نزیل ہانسی پنجاب سے ہوتے ہوئے آگے بڑھ جاتا ہے، شاہ کمال الدین ترمذی علیہ الرحمہ اپنے زمانے کے جلیل القدر بزرگ تھے، آج بھی ان کا مزار اقدس مرجع انام ہے، حضرت زید شہید رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی نسبت سے سید صاحب اپنے نام کے ساتھ زیدی لکھتے ہیں۔ سادات بارہہ میں سے کچھ بزرگ منصور پور ضلع مظفر نگر یوپی سے ترک وطن کر کے نگینہ ضلع بجنور میں آبسے، سید ظہیر احمد کی ولادت 1339ھ یا 1340ھ میں عالی جناب سید دائم علی زیدی مرحوم کے گھر ہوئی، خاندان متدین پاکباز تھا اس لئے گھر والوں نے بچے کو حصولِ علمِ دین کی طرف لگادیا، پہلے تو انہوں نے مسجد کفر توڑ اور مدرسہ قاسمیہ نگینہ بجنور ہی میں درس لیا۔ 1935ء میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں علی گڑھ سے وابستہ ہوگئے اور ایسا وابستہ ہوئے کہ پھر ہمیشہ کے لیے علی گڑھ ہی کے ہو کر رہ گئے دار العلوم حافظیہ کا نصاب تعلیم دس سال کا تھا مگر سید صاحب نے اسے آٹھ ہی سال میں مکمل کرلیا۔ دورانِ تعلیم دوبار دہری ترقی ملی اور اس طرح درسِ نظامی کی تکمیل کی، صدر الشریعہ اور دیگر اساتذہ دار العلوم سے اکتساب فیض کیا اور 1943ء میں سند فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔

مولانا سید ظہیر احمد زیدی دورانِ تعلیم دادوں میں اپنے وقت کا بیشتر حصہ صدر الشریعہ کی خدمت میں گزارتے جس کے سبب صدر الشریعہ سے انہیں ایک روحانی تعلق ہوگیا تھا۔ صدر الشریعہ خود بھی سید صاحب سے بہت پیار و محبت فرماتے تھے، اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ مولانا سید ظہیر احمد زیدی صدر الشریعہ کے آخری دور کے ارشد تلامذہ میں سے

ایک دوسرا قیاس یہ بھی ہے کہ ان سادات میں سے کچھ لوگ مذہبی عقیدہ کی بنا پر اثنا عشری شیعہ ہیں، یعنی بارہ اماموں کے ماننے والے ہیں اس لیے یہ لوگ سادات بارہ کہلائے جو بعد میں کثرتِ استعمال کے باعث سادات بارہہ مشہور ہوگیا۔ (سید سلیمان علی خان سادات بارہہ کا تاریخی جائزہ ص ۱۲ دہلی ۱۹۸۰ء)

سادات بارہہ کے پہلے بزرگ جو ہندوستان آئے وہ سید عبداللہ الحسن ابوالفرح الواسطی ۵۵۰ھ ہیں۔ ہوا یوں کہ سلطان محمود غزنوی جب آخری بار ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو مذکورۃ الصدر بزرگ سے اس فوج میں شرکت کے لئے کہا چنانچہ وہ اپنے چار صاحبزادگان سمیت اس فوج میں شریک ہوگئے، جب ہندوستان فتح ہوگیا تو سلطان محمود نے شاندار کامیابی پر مسرور ہو کر اور ان کی خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے سرہند اور کلانور کا علاقہ انہیں بطور انعام جاگیر کی صورت میں عطا کیا، سید عبداللہ خود تو سلطان کے ہمراہ واسط چلے گئے مگر ان کے صاحبزادے ہندوستان رہ گئے۔ پھر انہیں میں سے کچھ لوگ آکر مظفر نگر میں آبسے موجودہ سادات بارہہ انہیں کی نسل سے ہیں۔ انہیں میں سے ایک بزرگ امیر سید ابوالمظفر جنہیں نواب خاں سے شہرت حاصل تھی، شاہجہاں کے دورِ حکومت میں اہم منصب پر فائز تھے انہوں نے اپنا وطن منصور پور کو قرار دیا۔ آج بھی ان کا مقبرہ منصور پور ضلع مظفر نگر میں ہے، سید ظہیر احمد زیدی صاحب انہیں کی اولاد میں سے ہیں۔

ہیں تو بے جانہ ہوگا۔ اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے جس کا اعتراف صدر الشریعہ نے خود کیا ہے۔ فرماتے ہیں: محرم 1362ھ میں فقیر نے چند طلبہ خصوصا عزیزی مولوی مبین الدین صاحب امروہوی وعزیزی مولوی سید ظہیر احمد صاحب نگینوی وحبیبی مولوی حافظ قاری محبوب رضا خاں صاحب بریلوی وعزیزی مولوی محمد خلیل مارہروی کے اصرار پر شرح معانی الآثار معروف بہ طحاوی شریف کا تحشیہ شروع کیا گیا۔ (مولانا امجد علی، بہار شریعت، (102:17) مطبوعہ لاہور)

مولانا سید ظہیر احمد زیدی فراغت کے بعد دو2 سال مدرسہ عربیہ خدام الصوفیہ گجرات پنجاب میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے ان دنوں اس ادارہ میں مدرس اوّل حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ پھر ایک سال کے لیے مدرسہ عربیہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی چلے آئے اور مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ محدث پاکستان، مولانا وقار الدین پیلی بھیتی حال مفتی دار العلوم امجدیہ کراچی کے ساتھ تدریسی فرائض انجام دینے لگے۔ ستمبر 1947 سے ان کا تعلق مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ہوگیا جہاں وہ عبداللہ کالج میں پہلے لیکچرار رہے پھر 1954 میں اسی یونیورسٹی کے سٹی ہائی اسکول میں دینیات کے استاد مقرر ہوئے اور 1984 تک انتہائی ذمہ داری کے ساتھ تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد سبکدوش ہوگئے، اس طرح بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ سید صاحب زندگی کے جس مرحلے پر ہیں بچپن سے لے کر اب تک عمر کا بیشتر حصہ دین سیکھنے اور سکھانے میں بسر ہوا ہے۔

علی گڑھ کالج اور اسکول میں جن طلباء نے ان سے دینیات پڑھی ان کی فہرست موجب تطویل ہونے کے ساتھ ساتھ دقت طلب بھی ہے، البتہ مدارس عربیہ میں جن لوگوں نے ان سے اکتساب فیض کیا ہے ان میں درج ذیل حضرات کافی مشہور ہوئے

(1) مولانا تحسین رضا خاں بریلوی شیخ الحدیث مدرسہ نوریہ بریلی شریف

(2) مولانا سبطین رضا خاں بریلوی مقیم حال مدھ پردیش

(3) مولوی معین الدین بانی مدرسہ نوریہ غوثیہ فیصل آباد پاکستان

(4) مولانا عبدالقادر شہید گجراتی ثم فیصل آبادی

(5) مولانا مفتی لطف اللہ خطیب جامع مسجد متھرا

(6) مولانا مظہر ربانی صاحب باندہ

مولانا سید ظہیر احمد زیدی وعظ وتبلیغ میں بھی اپنی یگانگت برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ کما حقہ تبلیغی خدمات اس زمانے میں تو نہ کرسکے جب ان کا یونیورسٹی سے تعلق رہا لیکن تدریسی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کے بعد بڑے بڑے سیرت کے جلسوں اور کانفرنسوں میں شرکت ہونے لگی، وعظ وتبلیغ میں ان کا لب ولہجہ شستہ ہوتا ہے، ایک ایک بات

دلائل کی روشنی میں سمجھا کر کہنے کی عادت ہے، بے جا الفاظ کا استعمال ان کے یہاں ہرگز نہیں، فتویٰ کی زبان بولتے اور لکھتے بھی ہیں اسی وجہ سے شاید ان کی تقریروں سے عوام سے زیادہ خواص کا طبقہ لطف اندوز ہوتا ہے، بہرحال مولانا کا انداز منفرد و یگانہ ہے، عبرت آمیز نصیحت انگیز اور سبق آموز مقررین میں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ مولانا سید ظہیر احمد زیدی کی تحریری صلاحیتوں کا اندازہ زیر نظر کتاب سے با آسانی کر سکتے ہیں، اس کتاب سے جہاں ان کے قلم کی شستگی اور نپے تلے الفاظ کی بندش کا اندازہ ہوتا ہے وہیں مولانا کی علوم مروجہ و متداولہ میں فقہ سے دلچسپی اور لگاؤ کا ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے۔ فقہ اور اس کے اصول و قواعد سے متعلق کچھ رسالے بھی زیب قرطاس بنے ہیں۔ اس کے علاوہ متعدد مقالات و مضامین بھی رسائل و جرائد میں چھپ کر اربابِ فکر و نظر سے خراجِ تحسین حاصل کر چکے ہیں، مقالات کی فہرست تو دستیاب نہ ہو سکی، البتہ مطبوعہ و غیر مطبوعہ کُتب و رسائل کی فہرست جن سے ان کی دقت نظر اور وسعت مطالعہ کا پتا چلتا ہے یہ ہے:

(۱) رسالہ مسلم پرسنل لا مطبوعہ فروری 1972ء محرم الحرام 1392ھ

(۲) مسلم تاریخ تمدن غیر مطبوعہ

(۳) بہارِ شریعت کتاب الوصایا انیسواں حصہ

(۴) رسالہ الحج غیر مطبوعہ

(۵) رسالہ القواعد الفقہیہ والاصول الکلیہ

مولانا ظہیر احمد صاحب کو زبان و ادب سے گہرا ربط ہے، اردو، فارسی ہو یا عربی انھیں تمام زبانوں پر یکساں قدرت حاصل ہے ان تینوں زبانوں میں مشق سخن کرتے رہتے ہیں، شاعری کا تخلص سید اختیار فرماتے ہیں۔ مولانا کوئی باضابطہ صاحب دیوان شاعر تو نہیں البتہ اردو، فارسی اور عربی نعتوں کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہو چکا ہے۔ درج ذیل اشعار ان کی سخن گستری اور سخن سنجی کی بین دلیل ہیں۔

فَوَاللّٰهِ لَا يَمْتَدُّ عُمْرُكَ سَاعَةً ۔۔۔ إِذَا جَاءَ أَمْرُ اللّٰهِ لَاقَتْ شَدَائِدُ

لَقَدْ بَعَثْتَ خَيْراً بِالْمَعَاصِيْ وَتَحْسَبُ ۔۔۔ بِأَنَّكَ تَبْقِيْ دَائِماً لَا تُبَاعِدُ (2)

جَعَلْنَا فِي الْخَلَائِقِ خَيْراً ۔۔۔ بَعَثَ فِيْنَا حُبَّهُ خبرا

(2) ترجمہ: اللہ کی قسم تجھے ایک لمحے کی مہلت نہیں ملے گی، جب اللہ کا حکم آجائے تو مصائب وآلام آپہنچتے ہیں، نیکیوں کے ساتھ ساتھ تو نے گناہوں کے ڈھیر لگا دیئے اور تیرا خیال ہے کہ تو ہمیشہ زندہ رہے گا مرے گا نہیں۔

حَفِظْنَا مِنْ عَدُوِّنَا حِفْظاً　　نَصَرَنِیْ مِنْ مَعَارِضِی نَصْراً (3)

اَسْرٰی بِكَ سُبْحَانَهٗ　　اَجْلٰی بِكَ بُرْهَانَهٗ
قَدْ اَنْزَلَ قُرْاٰنَهٗ　　اِسْمَعْ لَنَا اَدْرِكْ لَنَا (4)

رَسُوْلَ اللهِ اِنِّیْ مُسْتَجِیْرٌ　　وَاَنْتَ بِرَحْمَةِ اللهِ شَهِیْرٌ
نَدِیْمِیْ لَا تَخَفْ مِنْ شَرِّ عَادٍ　　اَنَا فِیْ حَضْرَةِ الرَّبِّ سَمِیْرٌ (5)

فَاَكْرِمْنِیْ بِلُطْفِكَ یَا حَبِیْبِیْ　　اَنَا مِنْ اَفْقَرِ النَّاسِ حَقِیْرٌ (6)

عرفان ووصل وجام وشراب محمد است　　ذوالفضل والکمال خطاب محمد است
دیدم ہزار بار و لیکن تواں نہ دید　　صد جلوۂ کمال نقاب محمد است
سید پناہ دامن محبوب حق بجو　　حقا کہ حسب لی امتیاب محمد است (7)

----

(3) ترجمہ: ہمیں تمام امتوں میں بہترین امت بنایا، ہم میں اپنا محبوب پیغمبر مبعوث فرمایا،
ہمیں ہمارے دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا، مصائب وآلام میں ہماری مدد ونصرت کی۔

(4) ترجمہ: اللہ عزوجل نے آپ کو سیر کرائی، اور آپ کے ذریعے اپنی برہان کو واضح کیا،
آپ پر اپنا قرآن نازل فرمایا، اے حبیب ہماری فریاد سنیے، ہماری فریاد رسی کیجئے۔

(5) ترجمہ: یارسول اللہ! میں پناہ کا طلبگار ہوں۔ اور آپ رحمۃ للعالمین کے لقب سے مشہور ہیں،
اے میرے دوست! دشمن کے شر سے خوفزدہ نہ ہو، میں بارگاہِ الٰہی میں شب کو مناجات کرنے والا ہوں۔

(6) ترجمہ: اے میرے حبیب (علیہ الصلاۃ والتسلیم)! اپنے لطف وکرم سے میری عزت افزائی کیجئے، میں محتاج ترین لوگوں میں سے حقیر ہوں۔

(7) ترجمہ: عرفان ووصل وجام وشراب عشق محمد عربی ہیں، ذوالفضل والکمال آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کا لقب ہے، میں نے ہزار بار دیکھا مگر نہ دیکھ سکا، رُخِ مصطفٰی میں سینکڑوں جلوۂ کمال پنہاں ہیں۔ سید محبوب خدا کے دامن میں پناہ تلاش کر، بے شک رب حسب لی اشتیکہنے کی ہمت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم ہی کو ہے۔

بہ چشم زیست نازاں بود شب جائے کہ من بودم
بہار وصل ساماں بود شب جائے کہ من بودم
کجا ہستی کجا مستی کجا ہنگامہ آرائی
جمال یار مہماں بود شب جائے کہ من بودم
قرار آمد نگار آمد جہاں بادہ خوار آمد
نشاط روئے تاباں بود شب جائے کہ من بودم(8)

کچھ اس اداء سے وہ سرتاج مہوشاں گزرے
مہک رہی ہیں فضائیں جہاں جہاں گزرے
وفور شوق میں گشتہ جمال الست
کہاں کہاں تجھے پایا کہاں کہاں گزرے

تو نہ ہوتو بزم سخن نہو، تو نہ ہوتو رنگ چمن نہ ہو
کوئی اور تجھ ساحسین نہیں کوئی اور رشک جناں نہیں
تو ہی روحِ بزم وجود ہے تو ہی سّرِ جلوۂ ذات ہے
تو ضیائے عالم کن فکاں ترا نور حسن کہاں نہیں

موسیٰ کی تمنا کہوں عیسیٰ کی بشارت
اللہ کا احسان ہو آدم کی صدا ہو
تم رحمتِ باری ہو صدا باد بہاری
کلیوں کا تبسم ہو عنادل کی نوا ہو
مل جائے جو سید کو ترے در کی حضوری
پھر تو مری تقدیر میں جنّت کی ہوا ہو

1/اپریل 1980ء میں جب میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں حصولِ علم کی غرض سے حاضر ہوا تو ان دنوں سید صاحب یونیورسٹی میں استاد تھے، میری ان سے پہلی ملاقات ان کے دولت کدہ بیت السادات محب گرامی ڈاکٹر محب الحق کی معیت میں ہوئی، میں موصوف کا ممنون کرم ہوں کہ انہوں نے علی گڑھ کے آخری ایام میں ایسے معزز اور مخلص لوگوں سے تعلقات پیدا کر دیئے جن کی شخصیت آج بھی ہمارے لئے ابر کرم اور ترقی درجات کے لیے مشعل راہ ہیں، اگر چہ میں ان دنوں علی گڑھ کے لیے بالکل نیا تھا علی گڑھ کا ہر ذرہ میرے لئے اجنبی تھا، مگر سید صاحب اور ان جیسے دوسرے کرم فرماؤں کی عنایات ونوازشات اس طرح ہوئیں کہ چند ہی دنوں میں اس دیار کے ہر کوچے اور ہر ذرّے سے محبت کی بو آنے لگی۔

سید صاحب سے قربت اس لیے بھی ہوئی کہ اس دور کے چند مخلص طلباء نے ایک باوقار سنجیدہ تنظیم بنائی جس کا نام

---

(8) ترجمہ: زندگی میری آنکھ پہ نازاں تھی، آج شب میں جہاں تھا۔ سامانِ وصل سے لطف اندوز ہوا ہوں آج شب میں جہاں تھا۔ احساسِ وجود کہاں کیفیت جنوں کہاں وجد و بے خودی کہاں، جمال یار مہماں تھا آج شب میں جہاں تھا۔ بڑی پر سکون وآرکش والی جگہ تھی جہاں مے خوار تھا، روئے تاباں کی شادمانی تھی آج شب میں جہاں تھا۔

مرکز تعلیمات اسلامیہ رکھا گیا جس کے اغراض و مقاصد میں دو باتیں بڑی اہم تھیں ایک تو ہفتہ وار قرآن و حدیث کی تعلیم اور دوسرے ایک موقر سہ ماہی جریدہ تعلیمات کا اجراء۔

میرے علی گڑھ آنے کے بعد اس تنظیم کی تشکیل جدید ہوئی اور اس مجلہ کا مدیر معاون مجھے بنایا گیا، جب کہ ادارت کی ذمہ داری تاجدار مارہرہ حسن میاں کے فرزند ارجمند سید محمد امین کے سپرد کی گئی اور اسی نشست میں حکیم خلیل احمد جائسی اور سید صاحب کو علی الترتیب مربی و مرشد نامزد کیا گیا۔ اگرچہ کچھ اسباب کی بناء پر تنظیم تو کامیاب نہ ہوسکی مگر ملاقات کا سلسلہ کبھی نہیں ٹوٹا اس طویل ملاقات میں میں نے انہیں ہمدرد اور کہتر نواز، مہمان نواز پایا۔

سید صاحب کی وجیہہ اور پُروقار شخصیت کی بناء پر حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خاں اور حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہما الرحمہ نے شرف خلافت سے نوازا جب کہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیعت و ارادت کے ذریعے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے سے وابستہ کرلیا۔ سید ظہیر احمد زیدی صاحب صوری اور معنوی دونوں حُسن سے مزین ہیں، صاف وشفاف نورانی چہرہ، سفید داڑھی جس سے بزرگی کے آثار نمایاں، چمکتی دور بیں آنکھیں، موزوں قد، بڑے مشکلات کی گرہیں کھولنے والی چھوٹی چھوٹی انگلیاں مختصر طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ نسبی شرافت، علمی وجاہت اور جسمانی شکل وشباہت ہر اعتبار سے سید ظہیر احمد زیدی منفرد و نمایاں ہیں اور حدیث مبارکہ اِبْتَغُوا الْخَيْرَ عِنْدَ حِسَانِ الْوُجُوْہ(9) کا مصداق ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ سید صاحب کے حسن و جمال میں مزید نکھار پیدا کردے، اور اس کی نورانیت سے لوگوں کے دلوں کو منور وروشن کرے۔

آمین بِجَاہِ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الطَّیِّبِیْنَ وَالطَّاہِرِیْنَ.

(9) مصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الادب، باب ماذکر فی طلب الحوائج، الحدیث: ۳، ج۶، ص ۲۰۸.

مُقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اما بعد:

بہارِ شریعت کا انیسواں حصہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، رب تبارک وتعالیٰ قبول فرمائے اور میرے لئے اس کو ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔ فقیہِ وقت مصنف بہارِ شریعت ابو العلیٰ صدر الشریعہ حضرت مولانا الحاج امجد علی علیہ الرحمۃ والرضوان نے مکمل فقہ حنفی کو عام فہم اردو زبان میں منتقل کرنے کا جو عظیم الشان کارنامہ انجام دیا اس کی نہ ماضی میں کوئی مثال ہے اور نہ مستقبل میں کوئی ایسی امید، حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کا مقصد یہ تھا کہ برصغیر کے مسلمان اپنے دین کے مسائل سے بہ سہولت مستفید ہوجائیں، حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ اخلاصِ فکر وعمل کے ساتھ ارادہ رکھتے تھے کہ جملہ ابواب فقہ سے ضروری اور روزمرہ پیش آنے والے مسائل سے متعلق مفتی بہ شرعی احکام اردو زبان میں بیان فرمادیں۔ ان کی حیاتِ مبارکہ میں کتاب بہارِ شریعت کے سترہ حصے مرتب ہو کر طبع ہو چکے تھے کہ آپ مقام ابتلا و آزمائش سے گزرے، بِحَمْدِ اللہ تعالیٰ مؤدئہ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ۔(1) سے سرفراز ہوئے، جیسا کہ مقربین بارگاہ کا طرۂ امتیاز ہے، اس وقت تک بہارِ شریعت کے سترہ حصے مکمل ہو چکے تھے صرف حدود وقصاص، وصایا اور میراث میں تین حصے اور تصنیف ہونا باقی تھے کہ موانع پیش آگئے، حضرت نے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ بقیہ یہ تین حصے میرے تلامذہ مکمل کریں گے، چنانچہ دو 2 حصے حضرت علامہ عبد المصطفیٰ ازہری شیخ الحدیث اور حضرت مولانا مفتی وقار الدین صاحب دار العلوم امجدیہ کراچی وقاری محبوب رضا خاں صاحب وقاری رضاء المصطفیٰ صاحب خطیب نیو میمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی نے تالیف فرمادیے، یعنی اٹھارہواں حصہ کتاب الحدود والقصاص میں اور بیسواں حصہ کتاب المیراث میں، باقی رہا انیسواں حصہ کتاب الوصایا، اس کی تالیف وترتیب اس ناچیز کے حصے میں آئی، اس سلسلے میں بہ خلوص قلب شکر گزار ہوں اپنے استاذ زادہ مولانا الحاج قاری رضاء المصطفیٰ زادشرفہ کا کہ ان کے پیہم اصرار اور تعاون نے مجھے مجبور کردیا کہ میں یہ سعادت وفضیلت حاصل کروں۔ جَزَاکُ اللہُ تَعَالٰی خَیْرَ الْجَزَاءِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ترتیب کے لحاظ سے اگرچہ بیسواں حصہ آخری حصہ ہے جو مسائل میراث میں ہے، لیکن تالیف کے اعتبار سے انیسواں حصہ آخری ہے جو سب سے آخر میں اس ناچیز نے مرتب کیا ہے۔ یہ حصہ مسائل وصیت میں ہے، اس میں 450 مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ وصیت کے مسائل بھی اپنی جگہ بڑی اہمیت رکھتے ہیں، شریعت مطہرہ نے وصیت کو بڑی اہمیت دی ہے اور بعض

(1) ترجمۂ کنز الایمان: اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو۔ (پ ۲، البقرۃ: ۱۵۵)

مقامات پر اسے ضروری اور واجب قرار دیا۔

❁❁❁❁❁

وصیت کی اہمیت وافادیت:

شریعت میں اس کی اہمیت یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص کو جو وصیت کر کے وفات کر گیا متقی، شہید اور عامل بالسنۃ فرمایا اور اسکی مغفرت کی بشارت دی۔ (1) اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: تیرا اپنے ورثا کو غنی چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ تو انہیں محتاج چھوڑے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔(2) اس سے معلوم ہوا کہ اپنے مفلس و نادار غیر وارث کے لیے وصیت کرنی چاہیے تاکہ انہیں بھی مال کا ایک حصہ مل جائے اور ان کی غربت و ناداری اور افلاس دور ہو اور وہ ایک باعزت زندگی گزار سکیں اور خود وصیت کرنے والوں کو تقویٰ وشہادت اور مغفرت کا مقام مل جائے، ایک مسلمان کے لیے اس سے بڑی نعمت اور کیا ہوسکتی ہے کہ اس کی مغفرت ہوجائے، اور شہادت کا درجہ مل جائے اور یہ بات بھی اس کے لیے کس درجہ عزت، اجر اور نیک نامی کی ہے کہ اس کے غیر وارث اعزّہ غیروں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر ذلیل و رسوا نہ ہوں اور معاشرہ میں آبرومندانہ زندگی بسر کریں۔

---

1) سنن ابن ماجۃ، کتاب الوصایا، باب الحث علی الوصیۃ، الحدیث: ۲۷۰۱، ج ۳، ص ۳۰۴.

حضرت جابر سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اچھی وصیت پر مرا ا۔ وہ دین کے راستے اور سنت پر مرا اور تقویٰ وشہادت کی موت مرا اور بخشا ہوا مرا ۲۔ (ابن ماجہ)

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس طرح کہ مرتے وقت اپنے مال کا کچھ حصہ فقراء پر یا کسی کار خیر میں لگانے کی وصیت کر گیا، یا کسی دینی ادارہ میں لگانے کی وصیت کر گیا۔

۲۔ سبیل سے مراد رضائے الٰہی کا راستہ ہے اور سنت سے مراد اچھا طریقہ ہے یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ حضور انور کا مال بعد وفات راہ خدا میں خرچ ہوا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مال کی وصیت نہ فرمائی، پہلے فرمادیا تھا کہ ہمارا مال بعد وفات صدقہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض نیک عمل بظاہر معمولی تر ہیں مگر ان کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے، دیکھو بعد موت مال راہ خدا میں خرچ کرنا معمولی کام ہے کہ وہ انسان اب مال سے بے نیاز ہو چکا مگر اس پر بھی اتنا بڑا ثواب ملا، ایسے درجے کا مستحق ہوا اس لیے صوفیاء فرماتے ہیں کہ معمولی نیکی کو بھی ہلکا نہ جانو، کبھی ایک گھونٹ پانی جان بچالیتا ہے اور معمولی گناہ کرنہ لو کہ کبھی چھوٹی چنگاری گھر جلادیتی ہے۔ خیال رہے کہ یہاں شہادت سے مراد حکمی شہادت ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۶۶۹)

۲ صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب ان یترک ورثتہ ... الخ، الحدیث ۲۷۴۲، ج ۲، ص ۲۳۲.

وصیت کی افادیت

(۱) یہ ہے کہ متوفی کے ایسے اعزہ جو وارثوں میں شامل نہیں ہیں مگر نادار اور حاجتمند ہیں، ان کو اس کے مال سے نفع پہنچے اور کسبِ معاش کے لئے سہارا مل جائے، جیسے وہ بچہ جس کے باپ کا انتقال اس کے دادا کی حیات میں ہوگیا اور دادا کا انتقال بعد میں ہوا اور دادا نے وارثوں میں بیٹا بھی چھوڑا تو بچہ محروم ہوجائے گا۔اس کے لیے دادا کو انتقال سے پہلے وصیت کرنا چاہیے۔

(۲) ایسے پڑوسی یا احباب یا دیگر حضرات جو نہ رشتہ دار ہیں اور نہ وارث مگر سخت احتیاج وتنگدستی اور پریشانی میں ہیں ان کو متوفی وصیت کے ذریعے اپنے مال کے ایک حصہ کا مالک بنادے اور اس طرح ان کی مدد ہوجائے۔

(۳) متوفی اگر مدرسہ، مسجد، سرائے، قبرستان یا دیگر امور خیر اپنی موت کے بعد بھی کرنا چاہتا ہے اور وہ رفاہِ عامہ اور خدمتِ خلق کے کام انجام دینا چاہے تو بذریعہ وصیت اپنے مال کا ایک حصہ ان کی انجام دہی کے لیے مقرر کردے، لیکن شریعت نے متوفی کو ورثاء کی موجودگی میں اپنے تمام مال کی وصیت کرنے کی اجازت نہیں دی کہ اس سے وارثوں کو ضرر پہنچتا ہے، اور ان کا حق ضائع ہوتا ہے، قرآن پاک میں مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍ ۙ غَیْرَ مُضَآرٍّ (1) فرما کر یہی ہدایت فرمائی کہ وصیت تو کرو مگر وارثوں کو نقصان پہنچا کر نہیں۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: جو شخص اپنے وارث کی میراث کاٹے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت سے اس کی میراث کو کاٹے گا۔(2)

---

(1) ترجمۂ کنز الایمان: میت کی وصیت اور دین نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو۔(پ ۴،النساء:۱۲۔)

(2) سنن ابن ماجہ، کتاب الوصایا، باب الحیف فی الوصیۃ، الحدیث: ۲۷۰۳،ج ۳،ص ۳۰۴۔

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنے وارث کو اس کی میراث سے محروم کرے ا۔ تو اللہ اس کو قیامت کے دن جنت کی میراث سے محروم کردے گا ۲۔(ابن ماجہ)اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ اپنے وارث کو میراث سے محروم کرنے کی بہت صورتیں ہیں: کسی کو وصیت کرنا تاکہ ورثہ کا حصہ کم ہوجائے، کسی کے لیے قرض کا جھوٹا اقرار کرلینا تاکہ وارث کے حصے کم ہوں، بیوی کو طلاق دے دینا تاکہ وہ وارث نہ ہوسکے، اپنا کل مال کسی کو دے جانا تاکہ وارثوں کو ---

شریعت اسلامیہ نہ یہ اجازت دیتی ہے کہ وارث کو اس کی میراث سے محروم کر دیا جائے، نہ یہ گوارا کرتی ہے کہ اہلِ ثروت اپنے غیر وارث اعزہ کو محتاجی و ناداری کی حالت میں چھوڑ کر وفات پائیں، بلکہ ایسے محتاج غیر وارث اعزہ

کچھ نہ ملے، کسی وارث کو قتل کرا دینا تا کہ میراث نہ پا سکے یا اپنے بچہ کا انکار کر دینا کہ یہ بچہ میرا ہے ہی نہیں تا کہ میراث نہ پا سکے، اپنی زندگی میں سارا مال برباد کر دینا تا کہ وارثوں کے لیے کچھ نہ بچے وغیرہ، بعض اپنے کسی بیٹے کو عاق کر دیتے ہیں یا کہہ دیتے ہیں کہ ہماری میراث سے اسے کچھ نہ دیا جائے یہ محض بے کار ہے اس سے وہ وارث محروم نہ ہوگا۔ میراث سے محروم کرنے والی چیز مسلمان کے لیے صرف تین ہیں: غلام ہونا، قتل، اختلاف دین، ان کے سوا کسی اور وجہ سے محرومی نہیں ہو سکتی۔

۲؎ جو چیز بغیر عقد اور بغیر مشقت کے ملے اسے میراث کہہ دیتے ہیں، یہاں یہ ہی مراد ہے۔ نیز ہر جنتی جنت میں اپنا حصہ بھی لے گا اور کافر کے جنتی حصہ پر قبضہ کر لے گا، اس لحاظ سے بھی اسے میراث کہہ دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ رب تعالیٰ ایسے ظالم کو جنت سے محروم کر دے گا۔ محرومی سے مراد ہے اولًا داخلہ سے محروم کر دے گا ورنہ ہر مسلمان خواہ کتنا ہی گنہگار ہوگا آخرکار جنت میں داخل ہوگا جیسے اس شخص نے اپنے منتظر وارث کو محروم کر دیا ایسے ہی اسے جنت کا انتظار کرنے کے بعد جب قیامت میں اسے جنت کا سخت انتظار ہوگا اسے محروم کر دیا جائے گا، بہرحال یہ جرم بدترین ہے رب تعالیٰ ظلم سے بچنے کی توفیق دے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۷۶)

وصیت میں ورثاء کو نقصان پہنچانا

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: وصیت میں ورثاء کو نقصان پہنچانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہی آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ یعنی یہ اللہ عزوجل کی حدیں ہیں۔ (سنن دارقطنی، کتاب الوصایا، الحدیث: ۴۲۴۹، ج ۴، ص ۱۷۸)

پس دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہ صراحت فرما دی کہ وصیت میں نقصان پہنچانا کبیرہ گناہ ہے اور مذکورہ آیت مبارکہ کا لانا اس پر گواہ ہے، اسی لئے ہمارے ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی ایک جماعت اور دیگر علماء کرام رحمہما اللہ تعالیٰ نے اس کے کبیرہ گناہ ہونے کی صراحت فرمائی ہے۔

شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک ومختار باذنِ پروردگار عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ عزوجل کی فرض کردہ میراث کاٹی اللہ عزوجل جنت سے اس کی میراث کاٹ دے گا۔

(کنز العمال، کتاب الفرائض، قسم الاقوال، الفصل الاول فی فضلہ۔۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۳۰۳۹۷، ج ۱۱، ص ۵)

وصیت کے ذریعے نقصان پہنچانے کی ایک صورت:

وصیت کے ذریعے نقصان پہنچانے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اپنے بچوں وغیرہ پر ایسے شخص کو پرورش کے لئے مقرر کرنے کی وصیت کرے جس کے بارے میں وہ جانتا ہو کہ یہ شخص ان کا مال کھا لے گا یا صحیح طریقے سے تصرف نہ کرنے کی وجہ سے ان کے مال کو ضائع کر بیٹھے گا۔ میری بیان کردہ یہ باتیں ان دو احادیث مبارکہ سے لی گئی ہیں:

←

کے لیے وصیت کے ذریعے اپنے مال کا ایک حصہ ان کو پہنچادیں۔ مسلمان اگر شریعتِ مطہرہ کے احکام کے مطابق وصیت کے طریقے کو اپنائیں تو اس سے عظیم فائدے اور فیوض و برکات حاصل ہوں، اور دشمنانِ اسلام نے بیٹے کی موجودگی میں یتیم پوتے کے محروم الارث ہونے پر شریعت اسلامیہ کے خلاف جوطوفان بدتمیزی اُٹھایا اور آج بھی اُٹھایا جاتا ہے وہ نہ اٹھا سکتے، اگرچہ اس کا مدلل و معقول جواب بارہا دیا جاچکا ہے، لیکن مخالفینِ اسلام، اسلام دشمنی میں شر پھیلانے سے نہیں تھکتے، ان کا مقصد حق و صداقت کو سمجھنا نہیں بلکہ اسلام کو بدنام کرنا ہے، اگر مسلمان بذریعہ وصیت

پہلی حدیثِ مبارکہ کو امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس طرح روایت کیا ہے: آدمی 70 برس تک جنتیوں جیسے عمل کرتا رہتا ہے پھر اپنی وصیت میں خیانت کر بیٹھتا ہے تو اس کا خاتمہ برے عمل پر ہوتا ہے اور وہ جہنم میں داخل ہوجاتا ہے اور کوئی آدمی 70 برس تک جہنمیوں جیسے عمل کرتا رہتا ہے پھر اپنی وصیت میں انصاف سے کام لیتا ہے تو اس کا خاتمہ اچھے عمل پر ہوتا ہے اور وہ جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الوصایا، باب الحیف فی الوصیۃ، الحدیث: ۲۷۰۴، ص ۲۶۳۹)

دوسری حدیث پاک کو امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے: جو اپنے وارث کی میراث سے بھاگے گا اللہ عزوجل بروزِ قیامت جنت سے اس کی میراث کاٹ دے گا۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الوصایا، باب الحیف فی الوصیۃ، الحدیث: ۲۷۰۳، ص ۲۶۳۹)

پہلی حدیثِ پاک کی تائید حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی یہ حدیثِ پاک بھی کرتی ہے جسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے روایت کیا ہے کہ،

حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: مرد یا عورت 70 برس تک اللہ عزوجل کی فرمانبرداری کرتے ہیں، پھر جب ان کی موت کا وقت آتا ہے تو وصیت میں نقصان پہنچاتے ہیں تو ان کے لئے جہنم واجب ہو جاتی ہے۔ پھر حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

مِّنۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍؕ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى الثُّلُثِ مِنۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍۙ غَيْرَ مُضَآرٍّۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌؕ ﴿12﴾ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿13﴾

ترجمۂ کنزالایمان: میت کی وصیت اور دین نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو یہ اللہ کا ارشاد ہے اور اللہ علم والا حلم والا ہے یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔ (پ4، النساء: 12۔13)

(جامع الترمذی، ابواب الوصایا، باب ماجاء فی الضرار فی الوصیۃ، الحدیث: ۲۱۱۷، ص ۱۸۶۳ سبعین بدلہ ستین)

یتیم اور محروم الارث پوتے کو اپنی حیثیت کی مناسبت سے مال کا ایک حصہ دیا کرتے تو معترضین اسلام کو یہ ایک عملی جواب بھی ہوتا، وہ عند اللہ ماجور بھی ہوتے اور ایک بہتر معاشرہ بھی وجود میں آتا۔

❁❁❁❁❁

وصیت کا طریقہ

مغربی اقوام میں بھی رائج ہے، اگر چہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق نہیں، اُن کی اپنی خواہشات کے مطابق ہے - اسی لیے اس کا نام بھی Will جس کے معنی ہیں خواہش عام طور سے وہاں لوگ مرنے سے بہت پہلے Will لکھ چھوڑتے ہیں لیکن اس ول Will اور وصیت میں زبردست فرق ہے، وصیت اسلامی احکام کے مطابق ہوتی ہے اور وِل Will اپنی خواہشات نفس کے مطابق، ول لکھنے والا قطعاً یہ نہیں سوچتا کہ وہ جو کچھ لکھ رہا ہے وہ اخلاقی اقدار کے مطابق ہے یا نہیں، اس سے معاشرہ میں فلاح و بہبود آئے گی یا تباہی و بربادی، اس کا واحد مقصد یہ ہوتا ہے کہ میرا مال میرے مرنے کے بعد بھی صرف میری خواہش کے مطابق خرچ کیا جائے اس میں وہ اچھے بُرے، جائز و ناجائز اور حرام و حلال میں کوئی فرق نہیں کرتا، جب کہ اسلام نے وصیت کرنے والے کو کچھ ہدایات دی ہیں اور وصیت کا مقصد معاشرہ کی فلاح اور اعمالِ خیر کا اجراء مقرر کیا ہے۔ اسی لیے اس نے معصیت کے کاموں کے لیے اور معاشرے کو بگاڑنے والی چیزوں کے لیے وصیت کرنے کی اجازت نہیں دی۔

ناانصافی ہوگی اگر میں الحاج مولانا قاضی عبدالرحیم، (1) مفتی آستانہ رضویہ رضا نگر محلہ سوداگران بریلی کا شکریہ نہ ادا کروں، عزیز موصوف نے اپنا بیش قیمت وقت خالصتاً لوجہ اللہ تعالیٰ اس کتاب پر نظر ثانی کرنے کے لئے دیا، ان کے اس تعاون سے میں اس قابل ہوسکا کہ اس میں مندرجہ مسائل کے لیے کتب فقہ کے حوالوں میں اضافہ کروں جس نے کتاب کے اعتبار و استناد میں اضافہ کیا ہے۔ موصوف ایک صاحبِ نظر اور ذہین عالم ہیں، فقہ میں بصیرت رکھتے ہیں،

(1) قاضی عبدالرحیم صدیقی موضع جگجوا تحصیل ڈومریا گنج پرگنہ رسول پور ضلع بستی کے ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ ۱۹۳۶ء میں اپنے آبائی وطن میں پیدا ہوئے، مڈل پاس کرنے کے بعد عربی کی ابتدائی تعلیم دارالعلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا بازار ضلع دیوریا میں مولانا رضاء المصطفیٰ پسر حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی علیہ الرحمۃ سے حاصل کی۔ آخر میں ۱۹۵۶ء سے ۱۹۶۰ء تک مدرسہ اسلامیہ عربیہ محلہ اندر کوٹ میرٹھ میں عالم شہیر امام النحو حضرت مولانا سید غلام جیلانی سہسوانی ثم میرٹھی کی خدمت میں حاضر ہوکر علوم عربیہ کی تکمیل اور ۱۹۶۱ء سے مرکزی دارالافتاء محلہ سوداگران بریلی میں زیر تربیت و نگرانی حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ افتاء نویسی کی خدمت ۱۹۶۹ء تک انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد آج تک اکتیس ۳۱ سال ہوئے جارہے ہیں آپ اسی مرکزی دارالافتاء سے افتاء نویسی کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اکتیس سال میں آپ نے ہر قسم کے فتوے تحریر کئے ہیں۔ ہندوستان کے مفتیان کرام میں فی الوقت آپ غالباً سب سے کہنہ مشق اور صاحبِ تحریر مفتی ہیں۔

آپ کے پاس اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قلمی حاشیہ جد الممتار ہے، جو ردالمحتار پر تحریر فرمایا گیا ہے، اس کے حوالے بھی اس کتاب میں ملیں گے، اللہ تعالیٰ موصوف کے علم، عمر اور صحت میں برکت عطا فرمائے اور ان سے اپنے دین کی خدمت لے۔ آمین۔ اسی کے ساتھ عزیز گرامی قدر مولوی عطاء المصطفیٰ زاد علمہ مدرس دار العلوم امجدیہ کراچی بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کا اصل سے مقابلہ کرنے میں مدد دی، جس سے نقل میں جو اغلاط تھے وہ صحیح ہوگئے۔ موصوف ایک باشرع، صالح، سعادت منداور باادب عالمِ دین ہیں۔ حضرت صدرالشریعہ صاحب بہارشریعت کے پوتے ہیں اور خدمتِ دین کرنے کا بااخلاص جذبہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل صالح میں ترقی عطا فرمائے اور ان کی عمر میں برکت دے آمین۔

آخر میں اللہ جل وعلا تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اپنے اس عاجز وحقیر بندے کی اس خدمت کو قبولیت عطا فرمائے اور میرے لئے اسے ذخیرہ آخرت بنائے اور دین کی خدمت کرنے کی مزید توفیق واہلیت عطا فرمائے۔ آمین۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اَلْفَقِيْرُ اِلَى اللهِ الصَّمَدِ

ظہیر احمد زیدی غفرلہ ولوالدیہ

جمادی الاولیٰ 1409ھ

مطابق 5 جنوری 1986ء

وصیت کا بیان

وصیّت کرنا قرآن مجید اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے۔ رب تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

(يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِّنَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۱۱﴾) (1)

ترجمہ اس کا یہ ہے اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے پھر اگر صرف لڑکیاں ہوں اگر چہ دو سے اوپر، تو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی ہو تو اُس کے لئے آدھا، اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا حصہ اگر میت کے اولاد ہو، پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی حصہ، پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ، بعد اس وصیت کے جو کر گیا اور بعد دین کے، تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا، یہ حصہ باندھا ہوا ہے اللہ کی طرف سے بیشک اللہ علم والا حکمت والا ہے۔

قرآن مجید کے چوتھے پارے میں سورۂ نساء کے اس دوسرے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے وصیّت کا ذکر چار مرتبہ فرمایا جس میں تقسیم وراثت کو ادائیگی وصیّت اور ادائیگی قرض کے بعد رکھا اسی رکوع کی آخری آیات سے کچھ پہلے فرمایا:

(مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿۱۲﴾) (2)

میت کی وصیّت اور دَین نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو، یہ اللہ کا ارشاد ہے اور اللہ علم والا حلم والا ہے۔

اور فرماتا ہے:

---

(1) پ4، النساء:11.

(2) پ4، النساء:12.

(یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ الْوَصِیَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِ)(3)

یعنی اے ایمان والو تمہاری آپس کی گواہی، جب تم میں کسی کو موت آئے وصیت کرتے وقت تم میں سے دو معتبر شخص ہیں یا غیروں میں کے دو جب تم ملک میں سفر کو جاؤ پھر تمہیں موت کا حادثہ پہنچے۔

❁❁❁❁❁

(3) پ7، المائدۃ:106

احادیثِ وصیت

حدیث 1: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کسی مسلمان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اس کے پاس وصیّت کے قابل کوئی شے ہو اور وہ بلا تاخیر اس میں اپنی وصیّت تحریر نہ کردے۔ (1)

حدیث 2: صحیح بخاری وصحیح مسلم سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، وہ فرماتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے سال اس قدر بیمار ہوا کہ موت کے قریب ہوگیا تو میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عیادت فرمانے کے لئے تشریف لائے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) میرے پاس کثیر مال ہے اور میری بیٹی کے سوا اس کا کوئی وارث نہیں (اصحاب فرائض میں سے) تو کیا میں اپنے کل مال کی وصیّت کردوں، آپ نے جواب ارشاد فرمایا: نہیں، میں نے عرض کیا: تو کیا دوثلث کی وصیّت کردوں، آپ نے فرمایا: نہیں، میں نے عرض کیا: تو کیا آدھے مال کی، آپ نے فرمایا: نہیں، میں نے عرض کیا کہ کیا تہائی مال کی وصیّت کردوں، آپ نے فرمایا: تہائی مال اور تہائی مال بہت ہے۔ تیرا اپنے ورثاء کو غنی چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ تو انہیں محتاج چھوڑے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں اور

---

(1) صحیح البخاري، کتاب الوصایا، باب الوصایا۔۔۔ إلخ، الحدیث: 2738، ج2، ص230.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یوصی معروف بھی ہوسکتا ہے مجہول بھی، شیخ نے مجہول پڑھا ہے اور مرقات نے دونوں طرح لائق وصیت کی قید اس لیے لگائی کہ جس مال کی وصیت ہی نہیں ہوسکتی اس کا حکم یہ نہیں، قابل میراث مال کی وصیت ہوسکتی ہے دوسرے کی نہیں، قرض، امانت، وقف مالوں میں میراث جاری نہیں ہوتی لہذا ان کی وصیت بھی نہیں ہوتی، نبی کا مال قابل میراث نہیں تو قابل وصیت بھی نہیں۔ جو لوگ حضرت علی کو وصی رسول مانتے ہیں بایں معنی کہ حضور انور نے آپ کو اپنے مال یا خلافت کی وصیت فرمائی وہ بہت ہی نادان ہیں، ہر مسلمان وصی رسول ہے، سرکار نے ہر شخص کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی وصیت فرمائی ہے کہ فرمایا: "اُوْصِیۡکُمۡ بِتَقْوَی اللہِ"۔

۲۔ اگر یہ حکم وجوبی ہے تو منسوخ ہے کہ اب میراث کے احکام آچکے اور اگر استحبابی ہے تو اب بھی باقی ہے، واقعی جو وصیت کرنا چاہے وہ بغیر وصیت کیے ایک رات بھی نہ گزارے، کیا خبر موت کہاں اور کب آئے، نیز وصیت لکھ کر کرے بلکہ آج کل رجسٹری کرادے کہ زبانی وصیتیں بدل جاتی ہیں، ہاں ادائے قرض اور ادائے امانات کی وصیت اب بھی واجب ہے جب کہ ان قرضوں اور امانتوں کی کسی کو خبر نہ ہو۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۴، ص۲۶۴)

بلاشبہ تو اللہ کی راہ میں اللہ کی رضا جوئی کے لئے کچھ خرچ نہیں کریگا مگر یہ کہ تجھے اس کا اجر دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ لقمہ جوتو اپنی بیوی کے مونھ میں اٹھا کرر کھے۔(2)

---

(2) مشکاۃ المصابیح، کتاب الفرائض والوصایا، باب الوصایا، الحدیث:3071، ج1، ص566.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر بیمار کی مزاج پرسی فرماتے تھے،اس سلسلہ میں آپ کے پاس بھی تشریف لے گئے۔أَشْفَيْتُ شِفَاء سے بنا بمعنی کنارہ،رب تعالٰی فرماتا ہے:"وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ"۔اس کا استعمال اکثر مصیبت وتکلیف کے موقعہ پر ہوتا ہے۔أَشْفَيْتُ کے معنی ہوئے میں کنارۂ موت پر پہنچ گیا۔

۲۔ یہاں وارث سے مراد ذی فرض وارث ہے یعنی سوائے میری بیٹی کے اور کوئی ذی فرض وارث نہیں عصبہ وارث بہت ہیں۔بعض شارحین نے فرمایا کہ وارث سے مراد کمزور وارث ہیں جن کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو کیونکہ آپ کے ذی فرض وارث بھی کئی تھے۔(مرقات واشعہ)

۳۔ کہ سارا مال فقراء ومساکین میں تقسیم کردیا جائے یا کسی کار خیر میں لگادیا جائے بیٹی وغیرہ کسی وارث کو کچھ نہ ملے کیونکہ یہ سب اللہ کے حکم سے غنی ہیں۔

۴۔ پہلا اَلثُّلُثُ یا منصوب ہے یا مرفوع کہ وہ یا فاعل ہے یا مبتداء جس کا فعل یا خبر محذوف ہے یا مفعول ہے اور دوسرا اَلثُّلُثُ مرفوع ہی ہے کہ وہ مبتداء ہے جس کی خبر کثیر۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرنے والا مرتے وقت صرف تہائی کی وصیت کرسکتا ہے زیادہ کی نہیں اور اگر زیادہ کی کر بھی گیا تو جاری نہ ہوگی،یہ بھی معلوم ہوا کہ تہائی سے بھی کم کی وصیت کرنا بہتر ہے کہ حضور انور نے تہائی کو بھی زیادہ فرمایا۔

۵۔ اس سے بھی معلوم ہورہا ہے کہ حضرت سعد کے بہت وارث تھے ذی فرض صرف بیٹی تھی اور بعض وارث فقراء بھی تھے مالدار نہ تھے،یہ بھی معلوم ہورہا ہے کہ اپنے عزیزوں سے سلوک کرنا غیروں سے سلوک کرنے سے افضل ہے کہ وصیت میں غیروں سے سلوک ہے میراث میں اپنوں سے سلوک۔خیال رہے کہ ان تذر میں اِنْ شرطیہ ہے اور خبر سے پہلے ھُو پوشیدہ ہے،خیر اس ھُو کی خبر ہے۔

٦۔ اس سے معلوم ہورہا ہے کہ اپنی موت کے بعد وارثین کا بھیک مانگتے پھرنا اپنی ذلت کا باعث ہے اور قبر میں روحانی تکلیف کا بھی ذریعہ۔

ے۔ یعنی تم وصیت کیوں کرتے ہو حصول ثواب کے لیے اور میراث جو وارثوں کو پہنچے گی اگر اس میں تم رضائے الٰہی کی نیت کرلو کہ اپنے عزیزوں کو اپنا مال پہنچانا رب تعالٰی کی رضا کا ذریعہ ہے تب بھی تم کو ثواب ملے گا بلکہ زیادہ ملے گا،لہذا وصیت تہائی سے بھی کم کی کرو۔اس حدیث سے بہت مسائل معلوم ہوئے:مال جمع کرنا درست ہے اور مرتے وقت تک اسے پاس رکھنا مباح،تہائی مال سے زیادہ کی وصیت نافذ نہیں ہوتی،اللہ کی راہ میں خرچ کرنا باعث ثواب ہے۔جب مباح میں نیت خیر کرلی جائے تو مستحب بن جاتا ہے،مؤمن کی نیت عمل سے افضل ہے،دیکھو بیوی کے منہ میں لقمہ دینا خوشی ومحبت کے وقت ہوتا ہے جس میں عبادت کا احتمال بھی نہیں مگر اس پر بھی رب کا وعدہ ہے،اپنے وارثوں سے عدل وانصاف کرنا ضروری ہے۔(مرقات)(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح،ج۴،ص۲٦۵)

حدیث 3: امام ترمذی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا انھوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میری بیماری میں عیادت کے لئے تشریف لائے آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے وصیّت کردی؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: کتنے مال کی وصیت کی؟ میں نے عرض کیا: راہ خدا میں اپنے کل مال کی، آپ نے فرمایا: اپنی اولاد کے لئے کیا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا: وہ لوگ اغنیا یعنی صاحب مال ہیں، آپ نے فرمایا: دسویں حصہ کی وصیت کرو۔ تو میں برابر کم کرتا رہا یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیّت کرو اور ثلث مال (یعنی تہائی مال) بہت ہے۔(3)

حدیث 4: ابو داود اور ابن ماجہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، انھوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے سال اپنے خطبہ میں ارشاد فرماتے سنا کہ بے شک اللہ تعالٰی نے ہر حق والے کو اس کا حق عطا فرمادیا پس وارث کے لئے کوئی وصیّت نہیں۔(4) ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ مزید ہیں کہ بچہ

---

(3) جامع الترمذي، کتاب الجنائز، باب ماجاء في الوصیۃ بالثلث... إلخ، الحدیث: 977، ج2، ص292.

(4) سنن ابن ماجۃ، کتاب الوصایا، باب لا وصیۃ لوارث، الحدیث: 2713، ج3، ص310.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ظاہر یہ ہے کہ اس خطبہ سے مراد حج کا خطبہ ہے جو آپ نے عرفات میں دیا اور ہوسکتا ہے کہ کوئی اور خطبہ مراد ہو۔

۲۔ آیات میراث آنے سے پہلے اہل قرابت کے لیے وصیت کرنا ازروئے قرآن فرض تھی کہ رب نے فرمایا: "کُتِبَ عَلَیۡکُمۡ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الۡمَوۡتُ اِنۡ تَرَکَ خَیۡرَا ۨالۡوَصِیَّۃُ لِلۡوَالِدَیۡنِ وَالۡاَقۡرَبِیۡنَ"۔ آیات میراث سے یہ فرضیت منسوخ ہوگئی مگر جواز وصیت کا نسخ اس حدیث سے ہوا کہ اب جسے ایک پائی میراث ملے اس کے لیے وصیت نہیں ہوسکتی۔ معلوم ہوا کہ قرآن کا نسخ حدیث سے جائز بلکہ واقع ہے۔

۳۔ بیوی اور لونڈی کو فراش کہا جاتا ہے کیونکہ اسے اپنے خاوند اور مولٰی کے بستر پر لیٹنے کا حق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کی لونڈی یا بیوی کے بچے کے متعلق کوئی اجنبی شخص کہے کہ یہ بچہ میرا ہے تو اس کی بات نہ مانی جائے گی بچہ اس عورت کے خاوند یا مالک کا ہوگا، ہاں اس کہنے والے کو زنا کی سزا دی جائے گی کہ اس نے زنا کا اقرار کرلیا۔ حجر سے مراد رجم ہے اور اگر یہ شخص اس قول سے توبہ کرلے تب بھی اسے حد قذف لگے گی یعنی پاکدامن عورت کو تہمت لگانے کی سزا۔

۴۔ اس جملہ کے کئی معنے ہوسکتے ہیں: ایک یہ کہ اگر اس نے زنا کا جھوٹا اقرار کیا ہے اور ہم نے سزا دے دی تو ہم مجرم نہیں۔ دوسرے یہ کہ زنا کی سزا دینے کے بعد بھی زانی کی بخشش یقینی نہیں، رب چاہے تو معاف کرے۔ تیسرے یہ کہ جن گناہوں کی شریعت میں سزا نہیں ہے ان کا حساب اللہ کے ہاں ہے۔(مرقات، لمعات)

۵۔ منقطع وہ روایت ہے جس میں تابعی سے پہلے کوئی راوی رہ گیا ہو یا راوی کا نام نہ مذکور ہو بلکہ رجل یا شیخ کہہ دیا گیا ہو کیونکہ ←

عورت کا ہے اور زانی کے لئے سنگساری، اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔(5) دارقطنی کی روایت میں ہے آپ نے فرمایا: وارث کے لئے کوئی وصیّت نہیں مگر یہ کہ ورثہ چاہیں۔(6)

حدیث 5: امام ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ اور امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مرد و عورت اللہ جل جلالہ کی اطاعت و فرمانبرداری ساٹھ سال (لمبے زمانہ) تک کرتے رہیں پھر ان کا وقت موت قریب آجائے اور وصیّت میں ضرر پہنچائیں تو ان کے لئے دوزخ کی آگ واجب ہوتی ہے، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آیت تلاوت فرمائی۔

(مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ اللہ تعالٰی کے کلام وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ) تک۔(7)

حدیث 6: ابن ماجہ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

مجہول مثل معدوم کے ہے۔(مرقات)

۲؎ یعنی وارث کے لیے وصیت جائز نہ ہونا دوسرے وارثوں کے حق کی وجہ سے تھا اگر وہی اس کو جائز کردیں تو جائز ہے، یہی مسئلہ تمام آئمہ کے ہاں ہے اگرچہ اس کی ایک اسناد منقطع ہے مگر چونکہ دوسری اسنادیں متصل بھی ہیں اس لیے یہ حدیث صحیح ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴،ص ۲۶۷)

(5) جامع الترمذي، كتاب الوصايا، باب ماجاء لا وصية لوارث، الحديث: 2127، ج4، ص42.

(6) سنن الدارقطني، كتاب الفرائض... إلخ، الحديث: 4104، ج4، ص112.

(7) جامع الترمذي، كتاب الوصايا، باب ماجاء في الضرار في الوصية، الحديث: 2124، ج4، ص41.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ یہاں ساٹھ سال سے مراد بڑی مدت ہے خواہ اس سے زیادہ ہو یا کم۔ ساٹھ تحدید کے لیے نہیں بلکہ تکثیر کے لیے ہے اور موت آنے سے مراد موت کے علامات نمودار ہونا ہیں ورنہ خاص موت آجانے پر بولنا مشکل ہوجاتا ہے، وصیت کرنا یا وصیت میں نقصان پہنچانا کیسا۔

۲؎ وصیت میں نقصان پہنچانے کی چند صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اپنے وارثوں کو نقصان پہنچانے کی نیت سے وصیت کر جائے کہ تہائی مال وصیت میں نکل جائے تو وارثوں کے حصے کم ہوجائیں۔ دوسرے یہ کہ نالائق اور برے لوگوں کو وصیت کرجائے، اپنا تہائی مال کسی بدمعاش کو دے جائے تاکہ وہ وارثوں کے ساتھ رہ کر انہیں تنگ کرے۔ تیسرے یہ کہ پہلے وصیت کی تھی پھر مرتے وقت وصیت سے رجوع کرے یا اس میں کچھ ترمیم کرے تاکہ وصیت والے کو نقصان ہو۔ غرضکہ فی الوصیۃ کی فی یا بمعنی ب ہے یا اپنے ہی معنی میں ہے۔

۳؎ یعنی دوزخ کا مستحق ہوجاتا ہے، رہا دوزخ میں جانا یہ رب تعالٰی کی مرضی پر ہے یہاں وجوب استحقاق کا ہے نہ کہ دخول کا۔(مرقات)

۴؎ حضرت ابو ہریرہ نے اس میں جو لفظ غیر مضار ہے اس سے دلیل پکڑی، یہاں آیت میں مضار اسم فاعل ہے یعنی مرنے والے نے وصیت میں کسی کو نقصان نہ پہنچایا ہو۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۶۸)

ارشادفرمایا: جس کی موت وصیت پر ہو(جو وصیت کرنے کے بعد انتقال کرے) وہ عظیم سنت پر مرا اور اس کی موت تقویٰ اور شہادت پر ہوئی اور اس حالت میں مرا کہ اس کی مغفرت ہوگئی۔(8)

حدیث 7: ابوداود حضرت عمرو بن شعیب سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے باپ شعیب سے اور شعیب اپنے باپ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ عاص بن وائل نے وصیّت کی کہ اس کی جانب سے سو 100 غلام آزاد کئے جائیں تو اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کئے پھر اس کے بیٹے عمرو نے چاہا کہ اس کی جانب سے بقایا پچاس غلام آزاد کردے پس اس نے (اپنے بھائی یا ساتھیوں یا اپنے دل میں) کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دریافت کرلوں پس وہ آئے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں اور عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) میرے باپ نے وصیّت کی تھی کہ اس کی جانب سے سو100 غلام آزاد کئے جائیں اور یہ کہ ہشام نے اس کی جانب سے پچاس غلام آزاد کردیئے ہیں اور اس پر پچاس باقی رہ گئے ہیں تو کیا میں اس کی طرف سے (اپنے باپ کی طرف سے) یہ پچاس آزاد کردوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ اگر وہ مسلمان ہوتا پھر تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا صدقہ کرتے یا حج ادا کرتے تو اس کو یہ پہنچتا۔(9)

---

(8) سنن ابن ماجۃ، کتاب الوصایا، باب الحث علی الوصیۃ، الحدیث:2701، ج3، ص304.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس طرح کہ مرتے وقت اپنے مال کا کچھ حصہ فقراء پر یا کسی کارخیر میں لگانے کی وصیت کرگیا، یا کسی دینی ادارہ میں لگانے کی وصیت کر گیا۔

۲۔ سبیل سے مراد رضائے الٰہی کا راستہ ہے اور سنت سے مراد اچھا طریقہ ہے یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ حضور انور کا مال بعد وفات راہِ خدا میں خرچ ہوا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مال کی وصیت نہ فرمائی، پہلے فرمادیا تھا کہ ہمارا مال بعد وفات صدقہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض نیک عمل بظاہر معمولی تر ہیں مگر ان کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے، دیکھو بعد موت مال راہ خدا میں خرچ کرنا معمولی کام ہے کہ وہ انسان اب مال سے بے نیاز ہوچکا مگر اس پر بھی اتنا بڑا ثواب ملا، ایسے درجے کا مستحق ہوا اس لیے صوفیاء فرماتے ہیں کہ معمولی نیکی کو بھی ہلکا نہ جانو، کبھی ایک گھونٹ پانی جان بچالیتا ہے اور معمولی گناہ کرنہ لو کہ کبھی چھوٹی چنگاری گھر جلادیتی ہے۔ خیال رہے کہ یہاں شہادت سے مراد حکمی شہادت ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۴، ص۶۶۸)

(9) سنن أبي داود، کتاب الوصایا، باب ما جاء في وصیۃ الحربي... إلخ، الحدیث:2883، ج3، ص163.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ عمرو ابن شعیب کے دادا عبداللہ ابن عمرو ابن عاص ہیں، وہ خود اپنا واقعہ بیان کررہے ہیں کہ میرے باپ عاص ابن وائل نے مرتے وقت سو غلام لونڈیاں آزاد کرنے کی وصیت کی تھی، عاص ابن وائل قرشی سہمی ہے، حضور انور کا زمانہ پایا مگر ←

حدیث 8: ابن ماجہ وبیہقی حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

اسلام نہ لایا،اس کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ" آپ کا بدگو ابتر یعنی بے اولاد ہے کہ اللہ نے اس کی اولاد کو اسلام کی توفیق دے کر اسے حکمًا لاولد کردیا،اس کی ساری اولاد ایمان لے آئی۔

۳۔ ہشام قدیم الاسلام صحابی ہیں، پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سن کر مکہ معظمہ یہ پتہ کرنے آئے کہ حضور نے ہجرت کہاں کی ہے باپ نے پکڑ لیا، پھر غزوہ خندق کے بعد مدینہ منورہ پہنچے، بڑے فقیہ عالم تھے ۱۳ھ میں غزوہ یرموک میں شہید ہوئے۔(مرقات) انہوں نے حضور انور سے بغیر پوچھے پچاس غلام آزاد کردیئے یہ سمجھ کر کہ اسلام والدین کے ساتھ احسان کرنے سے منع نہیں فرماتا۔

۳۔ حضرت ابن عمرو ابن عاص اپنے بھائی ہشام سے عمر میں بڑے ہیں، آپ ۵ھ یا ۸ھ میں حضرت خالد ابن ولید اور عثمان ابن طلحہ کے ساتھ ایمان لائے، حضور انور نے آپ کو عمان کا حاکم بنایا، پھر حضرت عمر کے زمانہ میں آپ نے ہی مصر فتح کیا، حضرت عمر عثمان، معاویہ کے زمانہ میں عامل رہے امیر معاویہ نے آپ کو اپنے زمانہ میں مصر میں جاگیر بخشی، آپ وہاں ہی رہے، ۴۳ھ میں نانوے سال کی عمر میں مصر ہی میں وفات پائی، پھر ان کے بیٹے عبداللہ ابن عمرو مصر کے حاکم رہے جنہیں بعد میں امیر معاویہ نے معزول کردیا۔

۴۔ یعنی اگرچہ عاص میرا باپ تھا مگر کافر بھی تھا اس لیے اس کی وصیت حضور انور سے پوچھ کر پوری کروں گا، یہ اجتہاد سے تھا مگر پہلے اجتہاد سے اعلٰی یا تو آپ نے اپنے بھائی ہشام سے یہ فرمایا یا دل میں سوچا۔

۵۔ اس سوال سے معلوم ہوا کہ نیکی بھی بزرگوں کے مشورہ اور ان کی اجازت سے کرنا چاہیے، دیکھو غلام آزاد کرنا بہرحال ثواب تھا اگر عاص کو اس کا ثواب نہ بھی ملے تب بھی خود حضرت عمرو ابن عاص کو تو ثواب ملنا ہی تھا مگر پھر بھی حضور انور سے اجازت مانگ کر آزاد کرنا چاہتے ہیں۔ صوفیاء کے نزدیک ورد، وظیفے شیخ کی اجازت سے کیے جاتے ہیں کہ اجازت کی برکت سے ان میں الفاظ کی تاثیر کے ساتھ زبان کی تاثیر بھی جمع ہوجاتی ہے، گولی بارود کی مدد سے مار کرتی ہے، تلوار کی دھار بغیر درست دار کے نہیں کاٹتی۔

۶۔ مگر چونکہ عاص کافر ہو کر مرا اس لیے اسے تمہاری کسی نیکی کا ثواب نہیں پہنچ سکتا، نہ وہ عذاب الٰہی سے بچ سکتا ہے۔ اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ کافر کو ثواب بخشنا منع ہے کہ حضور انور نے اس کی اجازت نہ دی۔ دوسرے یہ کہ اگر اسے ایصال ثواب کیا بھی جائے تو ثواب پہنچتا نہیں، جب اسے اپنی نیکیوں کا ثواب نہیں ملتا تو دوسرے کی نیکیوں کا بخشا ہوا ثواب کیسے ملے گا۔ مردہ کو کوئی دوا فائدہ نہیں پہنچاتی، کافر کو کوئی دعا عذاب سے نہیں بچاتی۔ تیسرے یہ کہ مسلمانوں کو ہر قسم کی عبادات کا ثواب بخشنا جائز ہے اور انہیں پہنچتا بھی ہے، دیکھو غلام آزاد کرنا، صدقہ و خیرات، حج مختلف قسم کی عبادتیں ہیں مگر سب کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو ثواب پہنچ جاتا۔ خیال رہے کہ کافر کو بعض نیکیوں کی بدولت عذاب ہلکا ہوجاتا ہے مگر عذاب سے رہائی نہیں ہوتی نہ وہ جنت کی کسی نعمت کا مستحق ہوتا ہے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے باعث ابو طالب کا عذاب ہلکا ہے، ولادت پاک کی خوشی منانے کے سبب ابولہب کو سوموار کے دن عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔(بخاری شریف) لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں۔ آج بعض لوگ ایصال ثواب کے انکاری ہیں وہ ان احادیث میں غور کریں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۶۷۰)

علیہ وسلم نے: جو شخص اپنے وارث کی میراث کاٹے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت سے اس کی میراث کو کاٹ دے گا۔(10)

❀❀❀❀❀

(10) سنن ابن ماجہ، کتاب الوصایا، باب الحیف فی الوصیۃ، الحدیث:2703، ج3، ص304۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اپنے وارث کو میراث سے محروم کرنے کی بہت صورتیں ہیں: کسی کو وصیت کرنا تاکہ ورثہ کا حصہ کم ہوجائے، کسی کے لیے قرض کا جھوٹا اقرار کرلینا تاکہ وارث کے حصے کم ہوں، بیوی کو طلاق دے دینا تاکہ وہ وارث نہ ہوسکے، اپنا کل مال کسی کو دے جانا تاکہ وارثوں کو کچھ نہ ملے، کسی وارث کو قتل کرادینا تاکہ میراث نہ پاسکے یا اپنے بچہ کا انکار کردینا کہ یہ بچہ میرا ہے ہی نہیں تاکہ میراث نہ پاسکے، اپنی زندگی میں سارا مال برباد کردینا تاکہ وارثوں کے لیے کچھ نہ بچے وغیرہ، بعض اپنے کسی بیٹے کو عاق کردیتے ہیں یا کہہ دیتے ہیں کہ ہماری میراث سے اسے کچھ نہ دیا جائے یہ محض بے کار ہے اس سے وہ وارث محروم نہ ہوگا۔ میراث سے محروم کرنے والی چیز مسلمان کے لیے صرف تین ہیں: غلام ہونا، قتل، اختلاف دین، ان کے سوا کسی اور وجہ سے محرومی نہیں ہوسکتی۔

۲۔ جو چیز بغیر عقد اور بغیر مشقت کے ملے اسے میراث کہہ دیتے ہیں، یہاں یہ ہی مراد ہے۔ نیز ہر جنتی جنت میں اپنا حصہ بھی لے گا اور کافر کے جنتی حصہ پر قبضہ کرلے گا، اس لحاظ سے بھی اسے میراث کہہ دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ رب تعالیٰ ایسے ظالم کو جنت سے محروم کردے گا۔ محرومی سے مراد ہے اولاً داخلہ سے محروم کردے گا ورنہ ہر مسلمان خواہ کتنا ہی گنہگار ہوگا آخر کار جنت میں داخل ہوگا جیسے اس شخص نے اپنے منتظر وارث کو محروم کردیا ایسے ہی اسے جنت کا انتظار کرنے کے بعد جب قیامت میں اسے جنت کا سخت انتظار ہوگا اسے محروم کردیا جائے گا، بہر حال یہ جرم بدترین ہے رب تعالیٰ ظلم سے بچنے کی توفیق دے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۴، ص۱۷۶)

مسائلِ فقہیّہ

وصیّت کرنا جائز ہے قرآن کریم سے، حدیث شریف سے اور اجماعِ امت سے اس کی مشروعیت ثابت ہے۔ حدیث شریف میں وصیت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔(1) شریعت میں ایصاء یعنی وصیّت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بطورِ احسان کسی کو اپنے مرنے کے بعد اپنے مال یا منفعت کا مالک بنانا(2) وصیّت کا رکن یہ ہے کہ یوں کہے میں نے فلاں کے لئے اتنے مال کی وصیّت کی یا فلاں کی طرف میں نے یہ وصیّت کی۔(3) وصیّت میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔(۱) موصی یعنی وصیّت کرنے والا (۲) موصی لہ (جس کے لیے وصیت کی گئی) یعنی جس کے لئے وصیّت کی جائے (۳) موصٰی بہ یعنی جس چیز کی وصیّت کی جائے (۴) وصی یعنی جس کو وصیّت کی جائے۔(4)

مسئلہ ۱: وصیّت کرنا مستحب ہے جب کہ اس پر حقوق اللہ کی ادائیگی باقی نہ ہو، اگر اس پر حقوق اللہ کی ادائیگی باقی ہے جیسے اس پر کچھ نمازوں کا ادا کرنا باقی ہے یا اس پر حج فرض تھا ادا نہ کیا یا روزہ رکھنا تھا نہ رکھا تو ایسی صورت میں ان کے لئے وصیّت کرنا واجب ہے۔(5)

مسئلہ ۲: وصیّت چار قسم کی ہے۔(۱) واجبہ جیسے زکوٰۃ کی وصیّت اور کفارات واجبہ کی وصیّت اور صدقہ، صیام و صلوٰۃ کی وصیّت (۲) مباحہ، جیسے وصیّت اغنیا کے لئے (یعنی مالداروں کے لیے) (۳) وصیّت مکروہہ، جیسے اہل فسق و معصیت کے لئے وصیّت جب یہ گمان غالب ہو کہ وہ مال وصیّت گناہ میں صرف کریگا۔ (۴) اس کے علاوہ کے لئے وصیّت مستحب ہے۔(6)

مسئلہ ۳: وصیّت کا رکن ایجاب وقبول ہے، ایجاب وصی کی طرف سے اور قبول موصی لہ کی طرف سے، امام اعظم

---

(1) بدائع الصنائع، کتاب الوصایا، ج6،ص422.

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا...الخ، ج6،ص90.

(3) المرجع السابق.

(4) المرجع السابق.

(5) المرجع السابق.

(6) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الوصایا، ج10،ص354.

اور صاحبین کے نزدیک۔(7)

مسئلہ ۴: موصٰی لہ صراحۃً یا دلالۃً موصی کی وصیّت کو قبول کرلے، صراحۃً یہ ہے کہ صاف الفاظ میں کہہ دے کہ میں نے قبول کیا اور دلالۃً یہ ہے کہ مثلاً موصٰی لہ وصیّت کو منظور یا نامنظور کرنے سے قبل انتقال کرجائے تو اس کی موت اس کی قبولیت سمجھی جائے گی اور وہ چیز اس کے ورثاء کو وراثت میں دیدی جائے گی۔(8)

مسئلہ ۵: وصیّت قبول کرنے کا اعتبار موصی کی موت کے بعد ہے اگر موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) نے موصی کی زندگی ہی میں اسے قبول کیا یا رد کیا تو یہ باطل ہے، موصی الہ (جس کے لیے وصیت کی گئی) کو اختیار رہے گا کہ وہ موصی کے انتقال کے بعد وصیّت کو قبول کرے۔(9)

مسئلہ ۶: وصیّت کو قبول کرنا کبھی عملاً بھی ہوتا ہے جیسے وصی کا وصیّت کو نافذ کرنا یا موصی کے ورثاء کے لئے کوئی چیز خریدنا یا موصی کے قرضوں کو ادا کرنا وغیرہ۔(10)

مسئلہ ۷: وصیّت کی شرط یہ ہے کہ موصی مالک بنانے کا اہل ہو اور موصی الہ (جس کے لیے وصیت کی گئی) مالک بننے کا اہل ہو اور موصی ابہ موصی کی موت کے بعد قابل تملیک مال یا منفعت ہو۔(11)

مسئلہ ۸: ایصاء کا حکم یہ ہے کہ مال وصیّت (یعنی جس مال کے متعلق وصیت کی گئی ہے) موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کی ملکیت میں اسی طرح داخل ہوجاتا ہے جیسے ہبہ کیا ہوا مال۔(12)

مسئلہ ۹: مستحب یہ ہے کہ انسان اپنے تہائی مال سے کم میں وصیّت کرے خواہ ورثاء مالدار ہوں یا فقراء۔(13)

مسئلہ ۱۰: جس کے پاس مال تھوڑا ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ وصیّت نہ کرے جب کہ اس کے وارث موجود ہوں اور جس شخص کے پاس کثیر مال ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) سے زیادہ کی وصیّت نہ کرے۔(14)

---

(7) بدائع الصنائع، کتاب الوصایا، ج6 ص425.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا... إلخ، ج6، ص90.

(9) المرجع السابق

(10) المرجع السابق.

(11) المرجع السابق.

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا... إلخ، ج6، ص90.

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا... إلخ، ج6، ص90.

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا... إلخ، ج6، ص90.

مسئلہ ۱۱: موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) وصیت قبول کرتے ہی موصیٰ بہ کا مالک بن جاتا ہے خواہ اس نے موصیٰ بہ کو قبضہ میں لیا ہو یا نہ لیا ہو اور اگر موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) نے وصیت کو قبول نہ کیا رد کر دیا تو وصیت باطل ہو جائے گی۔(15)

مسئلہ ۱۲: وصیت ثلث مال (یعنی تہائی مال) سے زیادہ کی جائز نہیں مگر یہ کہ وارث اگر بالغ ہیں اور نابالغ یا مجنون نہیں، اور وہ موصی (وصیت کرنے والا) کی موت کے بعد ثلث مال (یعنی تہائی مال) سے زائد کی وصیت جائز کر دیں تو صحیح ہے۔ موصی کی زندگی میں اگر وارثوں نے اجازت دی تو اس کا اعتبار نہیں۔ موصی کی موت کے بعد اجازت معتبر ہے۔(16)

مسئلہ ۱۳: وارثوں کی اجازت کے بغیر اجنبی شخص کے لئے تہائی مال میں وصیت صحیح ہے۔(17)

مسئلہ ۱۴: موصی نے اگر اپنے کل مال کی وصیت کر دی اور اس کا کوئی وارث نہیں ہے تو وصیت نافذ ہو جائے گی بیت المال سے اجازت لینے کی حاجت نہیں۔(18)

مسئلہ ۱۵: احناف کے نزدیک وارث کے لئے وصیت جائز نہیں مگر اس صورت میں جائز ہے کہ وارث اس کی اجازت دیدیں اور اگر کسی نے وارث اور اجنبی دونوں کے لئے وصیت کی تو اجنبی کے حق میں صحیح ہے اور وارث کے حق میں ورثہ کی اجازت پر موقوف رہے گی اگر انھوں نے جائز کر دی تو جائز ہے اور اجازت نہیں دی تو باطل، اور یہ اجازت موصی کی حیات میں معتبر نہیں یہاں تک کہ اگر وارثوں نے موصی کی حیات میں اجازت دی تھی پھر بھی انھیں موصی کی موت کے بعد رجوع کر لینے کا حق ہے۔(19)

مسئلہ ۱۶: وارث اور غیر وارث ہونے کا اعتبار موصی کی موت کے وقت ہے نہ کہ بوقت وصیت یعنی اگر موصی ا

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

تہائی مال سے کم کی وصیت اگرچہ مستحب ہے مگر جب ورثہ محتاج ہوں اور انہیں اس کے متروکہ سے ہر ایک کو اتنا نہ پہنچتا ہو جو اسے غنی کر دے تو وصیت کا ترک ہی اولیٰ ہے، اور غنی ہونے کی مقدار یہ ہے کہ ہر وارث محتاج کو کم سے کم چار ہزار درہم کے قدر مال پہنچے جو یہاں کے روپے سے گیارہ سو بیس روپے ہوتے ہیں۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۵، ص ۳۶۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا... الخ، ج6، ص90.

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا... الخ، ج6، ص90.

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا... الخ، ج6، ص90.

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا... الخ، ج6، ص90.

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا... الخ، ج6، ص90.

لہ (جس کے لیے وصیت کی گئی) بوقت وصیّت موصی کا وارث تھا اور موصی کی موت کے وقت وارث نہ رہا تو وصیت صحیح ہوگی اور بوقت وصیّت وارث نہیں تھا پھر بوقت موت وارث ہوگیا تو وصیت باطل ہوجائے گی۔ مثال کے طور پر اگر موصی نے اپنے بھائی کے لئے وصیّت کی اس حال میں کہ بھائی وارث تھا پھر موت سے پہلے موصی کے لڑکا پیدا ہوگیا تو بھائی کے حق میں وصیت صحیح ہوگئی۔ اور اگر اس نے اپنے بھائی کے لیے اس حال میں وصیت کی کہ موصی کا لڑکا موجود ہے پھر موت سے پہلے اس کے لڑکے کا انتقال ہوگیا تو بھائی کے حق میں وصیّت باطل ہوجائے گی۔ (20)

مسئلہ ۱۷: وارثوں کی اجازت سے جب وصیّت جائز ہوگئی تو جس کے حق میں وصیّت جائز کی گئی وہ موصیٰ بہ کا مالک ہوجائے گا خواہ اس نے قبضہ نہ لیا ہو وارث کو اب رجوع کرنے کا حق نہیں رہا، وارث کی اجازت صحیح ہونے کے لئے شیوع مانع نہیں (یعنی موصی بہ کا مشترک ہونا)۔ (21)

مسئلہ ۱۸: کسی نے وارث کے لئے وصیّت کی دوسرے وارث نے اس کی اجازت دیدی اگر یہ اجازت دینے والا وارث بالغ مریض ہے تو اگر یہ اپنے مرض سے صحت یاب ہوگیا تو اس کی اجازت صحیح ہوگئی اور اگر اس بیماری میں فوت ہوگیا تو اس کی یہ اجازت بمنزلہ ابتدائے وصیّت کے قرار پائے گی یہاں تک کہ اگر موصی لہ (جس کے لیے وصیت کی گئی) اس متوفی (فوت شدہ) اجازت دینے والے کا وارث ہے تو یہ وصیّت جائز نہ ہوگی مگر یہ کہ متوفی کے دوسرے ورثاء اس کی اجازت دیدیں اور اگر اس صورت میں موصی لہ (جس کے لیے وصیت کی گئی) وارث نہیں بلکہ اجنبی تھا تو یہ وصیّت صحیح ہوگی مگر ثلث مال (یعنی تہائی مال) میں جاری ہوگی۔ (22)

مسئلہ ۱۹: جس وصیّت کا جواز و نفاذ (یعنی جائز و نافذ ہونا) ورثہ کی اجازت پر ہے اُن میں اگر بعض ورثہ نے اجازت دے دی اور بعض نے اجازت نہ دی یعنی بعض نے رد کردی تو اجازت دینے والے ورثہ کے حصہ میں نافذ ہوگی اور دوسرے کے حق میں باطل۔ (23)

مسئلہ ۲۰: ہر وہ مقام جہاں ورثہ کی اجازت کی حاجت ہے اس اجازت میں شرط یہ ہے کہ مجیز اہل اجازت سے ہو مثلاً بالغ اور عاقل اور صحیح یعنی غیر مریض ہو۔ (24)

---

(20) المرجع السابق.

(21) المرجع السابق،ص91.

(22) الفتاوی الھندیۃ،کتاب الوصایا،الباب الاول فی تفسیرھا... إلخ، ج6،ص91.

(23) الفتاوی الھندیۃ،کتاب الوصایا،الباب الاول فی تفسیرھا... إلخ، ج6،ص91.

(24) المرجع السابق.

مسئلہ ۲۱: موصی کی وصیت اپنے قاتل کے لئے جائز نہیں خواہ موصی کا قتل اس نے عمداً کیا ہو یا خطاءً، خواہ موصی نے اپنے قاتل کے لئے وصیّت زخمی ہونے سے قبل کی ہو یا بعد میں لیکن اگر وارثوں نے اس وصیّت کو جائز کردیا تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک جائز ہے۔(25)

مسئلہ ۲۲: ان صورتوں میں قاتل کے لئے وصیت جائز ہے جب کہ قاتل نابالغ بچہ یا پاگل ہو اگرچہ ورثہ اس کو جائز نہ کریں یا یہ کہ قاتل کے علاوہ موصی کا کوئی دوسرا وارث نہ ہو یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی کے نزدیک ہے۔(26)

مسئلہ ۲۳: کسی عورت نے مرد کو کسی دھاردار لوہے کی چیز سے یا بغیر دھار چیز سے مارا پھر اُسی مرد نے اس قاتلہ کے لئے وصیّت کی پھر اس سے نکاح کرلیا تو اس عورت کو اس مرد کی میراث نہ ملے گی نہ وصیّت، اس کو صرف اس کا مہر مثل ملے گا، مہر مثل مہر معین سے جس قدر زیادہ ہوگا وہ وصیت شمار ہوکر باطل قرار پائے گا۔(27)

مسئلہ ۲۴: عمداً (ارادۃً، جان بوجھ کر) قتل میں معاف کردینا جائز ہے اور اگر خطاءً قتل ہوا اور معاف کردیا تو یہ وصیّت شمار ہوگا لہٰذا ثلث مال (یعنی تہائی مال) میں نافذ ہوگا۔(28)

مسئلہ ۲۵: موصی نے کسی شخص کے لئے وصیّت کی پھر موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کے خلاف دلیل قائم ہوگئی کہ وہ موصی کا قاتل ہے اور بعض ورثاء نے اس کی تصدیق کی اور بعض نے تکذیب، تو موصی الہ (جس کے لیے وصیت کی گئی) مقتول کی دیت ادا کرنے میں تکذیب کرنے والے وارثوں کے بقدر حصہ بری ہوگا اور موصی کی وصیت ان کے حصہ میں بقدر ثلث نافذ ہوگی اور تصدیق کرنے والے ورثہ کو موصی الہ (جس کے لیے وصیت کی گئی) بقدر ان کے حصہ کے دیت ادا کریگا اور ان کے حصہ میں اُس کے لئے وصیّت باطل ہوگی۔(29)

مسئلہ ۲۶: وصیّت جائز ہے اپنے وارث کے بیٹے کے لئے اور جائز ہے وصیّت قاتل کے باپ دادا کے لئے اور قاتل کے بیٹے پوتے کے لئے۔(30)

---

(25) المرجع السابق.

(26) المرجع السابق.

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا... إلخ، ج6، ص91.

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا... إلخ، ج6، ص91.

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا... إلخ، ج6، ص91.

(30) المرجع السابق.

مسئلہ ۲۷: اگر یہ وصیّت کی کہ فلاں کے گھوڑے پر ہر ماہ دس روپے خرچ کیے جائیں تو وصیّت صاحب فرس (یعنی گھوڑے کے مالک) کے لیے ہے لہٰذا اگر مالک نے گھوڑا بیچ دیا تو وصیّت باطل ہو جائے گی۔(31)

مسئلہ ۲۸: مسلم کی وصیّت ذمی کے لیے اور ذمی کی وصیّت مسلمان کے لیے جائز ہے۔(32)

مسئلہ ۲۹: ذمی کی وصیّت کافر حربی غیر مستامن کے لیے (جو دارالاسلام میں امان لیے نہ ہو) صحیح نہیں۔(33)

مسئلہ ۳۰: کافر حربی دارالحرب میں ہے اور مسلمان دارالاسلام میں ہے اس مسلمان نے اس کافر حربی کے لیے وصیّت کی تو یہ وصیّت جائز نہیں اگرچہ ورثہ اس کی اجازت دیں اور اگر حربی موصی لہ (جس کے لیے وصیت کی گئی) دار الاسلام میں امان لے کر داخل ہوا اور اپنی وصیّت حاصل کرنے کا قصد و ارادہ کیا تو اسے مال وصیّت سے کچھ لینے کا اختیار نہیں خواہ ورثاء اس کی اجازت دیں اور اگر موصی بھی دارالحرب میں ہو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔(34)

مسئلہ ۳۱: کافر حربی دارالاسلام میں امان لے کر آیا مسلمان نے اس کے لیے وصیّت کی تو یہ وصیّت ثلث مال (یعنی تہائی مال) میں جائز ہوگی خواہ ورثاء اس کی اجازت دیں یا نہ دیں لیکن ثلث مال (یعنی تہائی مال) سے زائد میں ورثہ کی اجازت کی ضرورت ہے، کافر حربی مستامن کے لیے یہی حکم ہبہ کرنے اور صدقہ نافلہ دینے کا ہے۔(35)

مسئلہ ۳۲: مسلمان کی وصیّت مرتد کے لیے جائز نہیں۔(36)

مسئلہ ۳۳: کسی شخص نے وصیّت کی لیکن اس پر اتنا قرض ہے کہ اس کے پورے مال کو محیط ہے (یعنی گھیرے ہوئے ہے) تو یہ وصیّت جائز نہیں مگر یہ کہ قرض خواہ اپنا قرض معاف کر دیں۔(37)

مسئلہ ۳۴: وصیّت کرنا اس کا صحیح ہے جو اپنا مال بطور احسان و حسن سلوک کسی کو دے سکتا ہو لہٰذا پاگل، دیوانے اور مکاتب و ماذون کا وصیّت کرنا صحیح نہیں اور یونہی اگر مجنون نے وصیت کی پھر صحت پا کر مر گیا یہ وصیّت بھی صحیح نہیں کیونکہ بوقت وصیّت وہ اہل نہیں تھا۔(38)

---

(31) المرجع السابق.

(32) المرجع السابق.

(33) المرجع السابق.

(34) المرجع السابق، ص92.

(35) المرجع السابق

(36) المرجع السابق

(37) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا... إلخ، ج6، ص92.

(38) المرجع السابق.

مسئلہ ۳۵: بچہ کی وصیّت خواہ وہ قریب البلوغ ہو جائز نہیں۔(39)

مسئلہ ۳۶: وصیت مذاق میں، جبر و اکراہ کی حالت میں اور خطاءً مونھ سے نکل جانے سے صحیح نہیں۔(40)

مسئلہ ۳۷: آزاد عاقل خواہ مرد ہو یا عورت اس کی وصیت جائز ہے اور وہ مسافر جو اپنے مال سے دور ہے اس کی وصیت جائز ہے۔(41)

مسئلہ ۳۸: پیٹ کے بچہ کی اور پیٹ کے بچے کے لئے وصیّت جائز ہے بشرطیکہ وہ بچہ وقت وصیّت سے چھ ماہ سے پہلے پہلے پیدا ہو جائے۔(42)

مسئلہ ۳۹: اگر کسی شخص نے یہ وصیّت کی کہ میری یہ لونڈی فلاں کے لئے ہے مگر اس کے پیٹ کا بچہ نہیں تو یہ وصیّت اور استثناء دونوں جائز ہیں۔(43)

مسئلہ ۴۰: موصی نے اپنی بیوی کے پیٹ میں بچہ کے لئے وصیّت کی پھر وہ بچہ موصی کے انتقال اور اسکی وصیّت کے ایک ماہ بعد مرا ہوا پیدا ہوا تو اس کے لئے وصیّت صحیح نہیں اور اگر زندہ پیدا ہوا پھر مر گیا تو وصیّت جائز ہے موصی کے تہائی مال میں نافذ ہوگی اور اس بچہ کے وارثوں میں تقسیم ہوگی، اور اگر موصی کی بیوی کے دو جڑواں بچے ہوئے یعنی ایک ہی حمل میں اور ان میں سے ایک زندہ اور ایک مردہ ہے تو وصیّت زندہ کے حق میں نافذ ہوگی اور اگر دونوں زندہ پیدا ہوئے پھر ایک انتقال کر گیا تو وصیّت ان دونوں کے درمیان نصف نصف نافذ ہوگی اور جس بچہ کا انتقال ہو گیا اس کا حصہ اس کے وارثوں کی میراث ہوگا۔(44)

مسئلہ ۴۱: موصی نے یہ وصیّت کی کہ اگر فلاں عورت کے پیٹ میں لڑکی ہے تو اس کے لئے ایک ہزار روپے کی وصیّت ہے اور اگر لڑکا ہے تو اس کے لئے دو ہزار روپے کی وصیّت ہے پھر اس عورت نے چھ ماہ سے ایک یوم قبل لڑکی کو جنم دیا اور اس کے دو دن یا تین دن بعد لڑکا جنا تو دونوں کے لئے وصیّت نافذ ہوگی اور موصی کے تہائی مال سے دی جائے گی۔(45)

---

(39) المرجع السابق.

(40) المرجع السابق.

(41) المرجع السابق.

(42) المرجع السابق.

(43) المرجع السابق.

(44) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا... إلخ، ج6، ص92.

(45) المرجع السابق.

وصیّت سے رجوع کرنے کا بیان

مسئلہ ۱: وصیّت کرنے والے کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی وصیّت سے رجوع کرلے، یہ رجوع کبھی صریحاً ہوتا ہے اور کبھی دلالۃً۔صریحاً کی صورت یہ ہے کہ صاف لفظوں میں کہے کہ میں نے وصیّت سے رجوع کرلیا یا اسی قسم کے اور کوئی صریح لفظ بولے اور دلالۃً رجوع کرنے کی صورت یہ ہے کہ کوئی ایسا عمل کرے جو رجوع کرلینے پر دلالت کرے، اس کے لئے اصل کلی (یعنی قاعدہ کلیہ) یہ ہے کہ ہر ایسا فعل جسے ملکِ غیر (یعنی دوسرے کی ملکیت) میں عمل میں لانے سے مالک کا حق منقطع (ختم) ہوجائے، اگر موصی ایسا کام کرے تو یہ اس کا اپنی وصیّت سے رجوع کرنا ہوگا۔ اسی طرح ہر وہ فعل جس سے موصی بہ میں زیادتی اور اضافہ ہوجائے اور اس زیادتی کے بغیر موصٰی بہ (جس چیز کی وصیت کی گئی) کو موصی لہ (جس کے لیے وصیت کی گئی) کے حوالے نہ کیا جاسکے تو یہ فعل بھی رجوع کرنا ہے، اسی طرح ہر وہ تصرف جو موصی بہ کو موصی کی ملکیت سے خارج کردے یہ بھی رجوع کرنا ہے۔(1) ان اصولوں سے مندرجہ ذیل مسائل نکلتے ہیں:

مسئلہ ۲: موصی نے کسی کپڑے کی وصیّت کی پھر اس کپڑے کو کاٹا اور سی لیا یا روئی کی وصیّت کی پھر اسے سوت بنالیا یا سوت کی وصیّت کی پھر اسے بُن لیا یا لوہے کی وصیّت کی پھر اُسے برتن بنالیا تو یہ سب صورتیں وصیّت سے رجوع کرلینے کی ہیں۔(2)

مسئلہ ۳: چاندی کے ٹکڑے کی وصیّت کی پھر اس کی انگوٹھی بنائی یا سونے کے ٹکڑے کی وصیت کی پھر اس کا کوئی زیور بنالیا یہ رجوع صحیح نہیں ہے۔(3)

مسئلہ ۴: اگر موصی نے موصی بہ کو فروخت کردیا پھر اس کو خرید لیا یا اس نے موصی بہ کو ہبہ کردیا پھر اس سے رجوع کرلیا تو وصیّت باطل ہوجائے گی۔(4)

مسئلہ ۵: جس بکری کی وصیت کردی تھی اُسے ذبح کرلیا یہ بھی وصیّت سے رجوع کرلینا ہے لیکن جس کپڑے کی

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا۔۔۔الخ، ج6،ص92.

(2) المرجع السابق،ص92،93.

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا۔۔۔الخ، ج6،ص93.

(4) المرجع السابق.

وصیّت کی تھی اسے دھویا تو یہ رجوع نہیں۔(5)

مسئلہ ۶: پہلے وصیّت کردی پھر اس سے منکر ہوگیا تو اس کا یہ انکار اگر موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کی عدم موجودگی میں ہو تو یہ رجوع نہیں لیکن اگر موصی الہ (جس کے لیے وصیت کی گئی) کی موجودگی میں انکار کیا تو یہ وصیّت سے رجوع ہے۔(6)

مسئلہ ۷: موصی نے کہا کہ میں نے فلاں کے لئے جو بھی وصیّت کی وہ حرام ہے یا ربٰو (سود) ہے تو یہ رجوع نہیں لیکن اگر یہ کہا کہ وہ باطل ہے تو یہ رجوع ہے۔(7)

مسئلہ ۸: لوہے کی وصیّت کی پھر اس کی تلوار یا زرہ (جنگ میں پہنا جانے والا لوہے کا لباس) بنالی تو یہ رجوع ہے۔(8)

مسئلہ ۹: گیہوں کی وصیّت کی پھر اس کا آٹا پسوالیا یا آٹے کی وصیّت کی پھر اس کی روٹی پکالی تو یہ وصیّت سے رجوع کرلینا ہے۔(9)

مسئلہ ۱۰: گھر کی وصیّت کی پھر اس میں گچ کرایا (یعنی چونے کا پلستر کرایا) یا اس کو گرادیا تو یہ رجوع نہیں اگر اس کی بہت زیادہ لپسائی (لپائی) کرائی تو یہ رجوع ہے۔(10)

مسئلہ ۱۱: زمین کی وصیّت کی پھر اس میں انگور کا باغ لگایا یا دیگر پیڑ لگادیئے تو یہ رجوع ہے اور اگر زمین کی وصیّت کی پھر اس میں سبزی اگائی تو یہ رجوع نہیں۔(11)

مسئلہ ۱۲: انگور کی وصیّت کی پھر وہ منقّیٰ ہوگیا یا چاندی کی وصیّت کی پھر وہ انگوٹھی میں تبدیل ہوگئی یا انڈے کی وصیّت کی پھر اس سے بچہ نکل آیا، گیہوں کی بال کی وصیّت کی پھر وہ گیہوں ہوگیا اگر یہ تبدیلیاں موصی کی موت سے پہلے وقوع میں آئیں تو وصیّت باطل ہوگئی اور اگر موصی کے انتقال کے بعد یہ تبدیلیاں ہوئیں تو وصیّت نافذ ہوگی۔(12)

---

(5) المرجع السابق.

(6) المرجع السابق.

(7) المرجع السابق.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا...إلخ، ج6،ص93.

(9) المرجع السابق.

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا...إلخ، ج6،ص93.

(11) المرجع السابق.

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا...إلخ، ج6،ص94.

مسئلہ ۱۳: ایک شخص نے دوسرے کے مال میں ایک ہزار روپے کی وصیت کسی کے لئے کردی یا اُس کے کپڑے کی وصیت کردی اور اس دوسرے شخص یعنی مالک نے وصیت کرنے والے کی موت سے پہلے یا موت کے بعد اسے جائز کردیا تو اس مالک کے لئے اس وصیت سے رجوع کرلینا جائز ہے جب تک موصٰی لہ کے سپرد نہ کردے لیکن اگر موصٰی لہ نے قبضہ لے لیا تو وصیت نافذ ہوجائے گی کیونکہ مالِ غیر کی وصیت ایسی ہے جیسے مالِ غیر کو ہبہ کرنا لہٰذا بغیر تسلیم اور قبضہ کے صحیح نہیں۔(13)

(13) المرجع السابق

وصیّت کے الفاظ کا بیان

کن الفاظ سے وصیّت ثابت ہوتی ہے اور کن الفاظ سے نہیں نیز کونسی وصیّت جائز ہے اور کونسی نہیں۔

مسئلہ ۱: کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میرے مرنے کے بعد میرا وکیل ہے تو وہ اس کا وصی ہوگا اور اگر یہ کہا کہ تو میری زندگی میں میرا وصی ہے تو وہ اس کا وکیل ہوگا۔(1)

مسئلہ ۲: اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ تجھے سو100 روپے اجرت ملے گی اس شرط پر کہ تو میرا وصی بن جائے، تو یہ شرط باطل ہے سو100 روپے اس کے حق میں وصیّت ہیں اور وہ اس کا وصی مانا جائے گا۔(2)

مسئلہ ۳: ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے فلاں شخص کے لئے ایک ہزار روپے کی وصیّت کردی اور میں نے وصیّت کی کہ میرے مال میں فلاں کے ایک ہزار روپے ہیں تو پہلی صورت وصیّت کی ہے اور دوسری صورت اقرار کی ہے۔(3)

مسئلہ ۴: کسی نے وصیّت میں یہ لفظ کہے کہ میرا تہائی مکان فلاں کے لئے ہے میں اس کی اجازت دیتا ہوں، تو یہ وصیّت ہے اور اگر یہ الفاظ کہے کہ میرے مکان میں فلاں شخص کا چھٹا حصہ ہے تو یہ اقرار ہے۔(4) اسی اصول پر اگر اس نے وصیّت کے موقع پر یوں کہا کہ فلاں کے لئے میرے مال سے ہزار درہم ہیں تو یہ استحساناً وصیّت ہے اور اگر یوں کہا کہ فلاں کے میرے مال میں ہزار درہم ہیں تو یہ اقرار ہے۔(5)

مسئلہ ۵: اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ میرا یہ مکان (گھر) فلاں کے لئے اور اس وقت وصیّت کا کوئی ذکر نہ تھا نہ یہ کہا۔ کہ میرے مرنے کے بعد، تو یہ ہبہ ہے اگر موہوب لہ نے ہبہ کرنے والے کی زندگی ہی میں قبضہ لے لیا تو صحیح ہوگیا اور اگر قبضہ نہ لیا تھا کہ ہبہ کرنے والے کی موت واقع ہوگئی تو ہبہ باطل ہوگیا۔(6)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ...الخ، ج6، ص94.

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ...الخ، ج6، ص94.

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ...الخ، ج6، ص94.

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ...الخ، ج6، ص94.

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ...الخ، ج6، ص94.

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ...الخ، ج6، ص94.

مسئلہ ۶: وصیّت کرنے والے نے کہا کہ میں نے وصیت کی کہ فلاں شخص کو میرے مرنے کے بعد میرا تہائی مکان ہبہ کردیا جائے تو یہ وصیت ہے اور اس میں موصی کی زندگی میں قبضہ لینا شرط نہیں ہے۔(7)

مسئلہ ۷: مریض نے کسی شخص سے کہا کہ میرے ذمہ کا قرض ادا کردے تو یہ شخص اس کا وصی بن گیا۔(8)

مسئلہ ۸: کسی شخص نے حالت مرض یا حالت صحت میں کہا کہ اگر میرا حادثہ ہوجائے تو فلاں کے لئے اتنا ہے تو یہ وصیّت ہے، اور حادثہ کا مطلب موت ہے، اسی طرح اگر اس نے یہ کہا کہ فلاں کے لئے میرے ثلث مال (یعنی تہائی مال) سے ہزار درہم ہیں تو یہ وصیّت شمار ہوگی۔(9)

مسئلہ ۹: کسی شخص نے یہ وصیّت کی کہ میرے والد کی وصیّت سے جو تحریر شدہ وصیّت ہے اور میں نے اسے نافذ نہ کیا ہو تو تم اسے نافذ کردینا یا اس نے بحالت مرض اپنے نفس پر اس کا اقرار کیا (یعنی یہ اقرار کیا کہ میرے والد کی وصیّت کا نفاذ میرے ذمہ باقی ہے) تو وصیّت ہے اگر ورثہ اس کی تصدیق کردیں اور اگر ورثہ نے اس کی تکذیب کی تو یہ موصی کے ثلث مال (یعنی تہائی مال) میں نافذ ہوگی۔(10)

مسئلہ ۱۰: مریض نے صرف اتنا کہا کہ میرے مال سے ایک ہزار نکال لو یا یہ کہا ایک ہزار درہم نکال لو اور اس کے علاوہ کچھ نہ کہا پھر وہ مرگیا تو اگر یہ الفاظ وصیّت میں کہے تو وصیّت صحیح ہوگئی، اتنا مال فقراء پر صرف کیا جائے گا۔ اسی طرح کسی مریض سے کہا گیا کہ کچھ مال کی وصیّت کردو اس نے کہا میرا تہائی مال، اس سے زیادہ نہ کہا، تو اگر یہ سوال کے فوراً بعد کہا تو اس کا تہائی مال فقراء پر صرف کیا جائے گا۔(11)

مسئلہ ۱۱: ایک شخص نے وصیّت کی کہ لوگوں کو ایک ہزار درہم دیئے جائیں تو یہ وصیّت باطل ہے اگر اس نے یہ کہا ایک ہزار درہم صدقہ کردو تو یہ جائز ہے فقراء پر خرچ کئے جائیں۔(12)

مسئلہ ۱۲: ایک شخص نے یہ کہا کہ اگر میں اپنے اس سفر میں مرجاؤں تو فلاں شخص کے مجھ پر ہزار درہم قرض ہیں تو یہ وصیّت شمار ہوگی اور اس کے تہائی مال میں نافذ ہوگی۔(13)

---

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ... إلخ، ج6، ص94.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ... إلخ، ج6، ص94.

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ... إلخ، ج6، ص94.

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ... إلخ، ج6، ص94.

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ... إلخ، ج6، ص95.

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ... إلخ، ج6، ص95.

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ... إلخ، ج6، ص95.

مسئلہ ۱۳: کسی شخص نے وصیت کی کہ میرا جنازہ فلاں بستی یا شہر میں لے جایا جائے اور وہاں دفن کیا جاوے اور وہاں میرے تہائی مال سے ایک رباط (سرائے) (مسافر خانہ) تعمیر کیا جائے تو یہ رباط تعمیر کرنے کی وصیت جائز ہے اور جنازہ وہاں لے جانے کی وصیت باطل اور اگر وصی بغیر ورثہ کی اجازت و رضامندی کے اُس کا جنازہ وہاں لے گیا تو اس کے اخراجات کا ضامن خود ہوگا۔ (14)

مسئلہ ۱۴: اگر کسی شخص نے اپنی قبر کو پختہ خوبصورت بنانے کی وصیت کی تو یہ وصیت باطل ہے۔ (15)

مسئلہ ۱۵: کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد کھانا تیار کیا جائے اور تعزیت کرنے کے لئے آنے والوں کو کھلایا جائے تو یہ وصیت ثلث مال (یعنی تہائی مال) میں نافذ ہوگی یہ کھانا ان لوگوں کے لئے ہوگا جو میت کے مکان پر طویل قیام رکھتے ہیں یا وہ دور دراز علاقے سے آئے ہوں اور اس میں غریب امیر سب برابر ہیں سب کو یہ کھانا جائز ہے لیکن جو لمبی مسافت طے کر کے نہیں آیا یا اس کا قیام طویل نہیں ہے ان کے لئے یہ کھانا جائز نہیں، اگر وصی نے کھانا زیادہ تیار کرا دیا کہ یہ لوگ کھا چکے اور کھانا بہت زیادہ بچ رہا تو وصی اس زیادہ خرچ کا ضامن ہوگا اور کھانا بہت تھوڑا بچا تو وصی ضامن نہ ہوگا۔ (16)

مسئلہ ۱۶: ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد لوگوں کے لئے تین دن کھانا پکوایا جائے تو یہ وصیت باطل ہے۔ (17)

فائدہ: اہل مصیبت یعنی جس کے گھر میں موت ہوئی ان کو کھانا پکا کر دینا اور کھلانا پہلے دن میں جائز ہے کیونکہ وہ میت کی تجہیز و تکفین میں مشغولیت اور شدتِ غم کی وجہ سے کھانا نہیں پکا سکتے ہیں لیکن موت کے بعد تیسرے دن غیر مستحب مکروہ ہے۔ (18) اور اگر تعزیت کے لئے عورتیں جمع ہوں کہ نوحہ کریں تو انہیں کھانا نہ دیا جائے کہ گناہ پر مدد دینا ہے۔ (19)

مسئلہ ۱۷: کسی شخص نے یہ وصیت کی کہ اسے ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم کی قیمت کا کفن دیا جائے تو یہ وصیت نافذ نہ ہوگی اسے اوسط درجہ کا کفن دیا جائے گا جس میں نہ فضول خرچی ہو اور نہ بخل اور نہ تنگی۔ اسی میں دوسری

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ... إلخ، ج6، ص95.

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ... إلخ، ج6، ص95.

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ... إلخ، ج6، ص95.

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ... إلخ، ج6، ص95.

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ... إلخ، ج6، ص95.

(19) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الوصایا، ج2، ص422.

جگہ بیان کیا گیا ہے کہ ایسے شخص کو کفن مثل دیا جائے گا اور کفن مثل یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں جمعہ وعیدین اور شادیوں میں شرکت کے لئے جس قسم کا اور جس قیمت کا کپڑا پہنتا تھا اسی قیمت اور اسی قسم کے کپڑے کا کفن اُسے دیا جائے گا۔(20)

مسئلہ ۱۸: عورت نے اپنے شوہر کو وصیّت کی کہ اس کا کفن وہ اس کے مہر میں سے دے جو شوہر پر واجب ہے تو عورت کا اپنے کفن کے بارے میں کچھ کہنا یا منع کرنا باطل ہے۔(21)

مسئلہ ۱۹: اپنے گھر میں دفن کرنے کی وصیّت کی تو یہ وصیّت باطل ہے لیکن اگر اس نے یہ وصیّت کی کہ میرا گھر مسلمانوں کے لئے قبرستان بنادیا جائے تو پھر اس گھر میں اس کا دفن کرنا جائز وصحیح ہے۔(22)

مسئلہ ۲۰: یہ وصیّت کی کہ مجھے اپنے کمرے میں دفن کیا جائے تو یہ وصیّت صحیح نہیں، اسے مقابر مسلمین میں دفن کیا جائے گا۔(23)

مسئلہ ۲۱: یہ وصیّت کی کہ میرے جنازے کی نماز فلاں شخص پڑھائے تو یہ وصیّت باطل ہے۔(24)

مسئلہ ۲۲: کسی نے وصیّت کی کہ میرا ثلث مال (یعنی تہائی مال) مسلمان میتوں کے کفن یا اُن کی ... میں (یعنی قبریں کھودنے میں) یا مسلمانوں کو پانی پلانے میں خرچ کیا جائے، تو یہ وصیّت باطل ہے اور اگر وصیّت کی کہ میرا ثلث مال (یعنی تہائی مال) فقرائے مسلمین کے کفن میں خرچ کیا جائے یا ان کی قبریں کھودوانے میں خرچ کیا جائے تو یہ جائز ہے وصیّت صحیح ہے۔(25)

مسئلہ ۲۳: موصی نے وصیّت کی کہ میرا گھر قبرستان بنادیا جائے پھر اس کے کسی وارث کا انتقال ہوا تو اس میں اس وارث کو دفن کرنا جائز ہے۔(26)

مسئلہ ۲۴: کسی شخص نے وصیّت کی کہ میرا گھر لوگوں کو ٹھہرانے کے لئے سرائے بنادیا جائے تو یہ وصیّت صحیح نہیں۔(27)

---

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ ... إلخ، ج6، ص95.

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ ... إلخ، ج6، ص95.

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ ... إلخ، ج6، ص95.

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ ... إلخ، ج6، ص95.

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ ... إلخ، ج6، ص95.

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ ... إلخ، ج6، ص95.

(26) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ ... إلخ، ج6، ص95.

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ ... إلخ، ج6، ص95.

بخلاف اس کے کہ اگر یہ وصیت کی کہ میرا گھر سقایہ (پانی پلانے کی جگہ) بنادیا جائے تو وصیت صحیح ہے۔(28)

مسئلہ ۲۵: مرنے والے نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد مجھے اسی ٹاٹ یا کمبل میں دفن کیا جائے یا میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگادی جائے یا میرے پاؤں میں بیڑی ڈال دی جائے تو یہ وصیت خلاف شرع اور باطل ہے۔(29) اوراسے کفن مثل دیا جائے گا اوراسے عام مسلمانوں کی طرح دفن کیا جائے گا۔

مسئلہ ۲۶: اپنی قبر کو مٹی گارے سے لیپنے کی وصیت کی یا اپنی قبر پر قبہ(یعنی گنبد)تعمیر کرنے کی وصیت کی تو یہ وصیت باطل ہے لیکن اگر قبرایسی جگہ ہے جس کو درندوں اور جانوروں کے خوف سے لیپنے کی ضرورت ہے تو وصیت نافذ ہوگی۔(30)

مسئلہ ۲۷: اپنے مرض الموت میں کسی نے اپنی لڑکی کو پچاس روپے دیئے اور کہا کہ اگر میری موت ہوجائے تو میری قبر تعمیر کرانا اوراسی کے قریب رہنا اوراس میں سے تیرے لئے پانچ روپے ہیں باقی روپے سے گیہوں خرید کر کے صدقہ کردینا تو اس لڑکی کو یہ پانچ روپے لینا جائز نہیں اور اگر قبر کو مضبوطی کے لئے بنانے کی ضرورت ہے نہ کہ زینت و آرائش کے لئے تو بقدر ضرورت اسے تعمیر کرایا جائے گا اور باقی فقراء پر صدقہ کردیا جائے گا۔(31)

مسئلہ ۲۸: یہ وصیت کی کہ میرے مال سے کسی آدمی کو اتنا مال دیا جائے کہ وہ میری قبر پر قرآن پاک کی تلاوت کرے تو یہ وصیت باطل ہے۔(32)

مسئلہ ۲۹: کسی نے وصیت کی کہ اس کی کتابیں دفن کردی جائیں تو ان کتابوں کو دفن کرنا جائز نہیں مگر یہ کہ ان کتابوں میں ایسی چیزیں ہوں جو کسی کی سمجھ میں نہ آتی ہوں یا ان کتابوں میں ایسا مواد ہو جس سے فساد پیدا ہوتا ہو۔(33) فساد معاشرہ کا ہو یا عقیدہ و مذہب کا۔

مسئلہ ۳۰: بیت المقدس کے لئے اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیت کی تو جائز ہے اور یہ مال بیت المقدس کی عمارت اور چراغ بتی و روشنی وغیرہ پر خرچ ہوگا۔فقہاء نے اس مسئلہ سے وقف مسجد کی آمدنی سے مسجد کے اندر

---

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ... الخ، ج6، ص95.

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ... الخ، ج6، ص95.

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ... الخ، ج6، ص96

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ... الخ، ج6، ص96

(32) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ... الخ، ج6، ص96.

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ... الخ، ج6، ص96.

روشنی کرنے کے جواز کا قول کیا ہے۔(34)

مسئلہ ۳۱: موصی نے اپنے مال سے جہاد فی سبیل اللہ کرنے کی وصیت کی تو وصی کو جہاد کرنے والے شخص کو اس کے کھانے پینے آنے جانے اور مورچہ پر رہنے کا خرچہ موصی کے مال سے دینا ہوگا، لیکن مجاہد کے گھر کا خرچ اس میں نہیں، اگر مجاہد پر خرچ کرنے سے کچھ مال بچ گیا تو وہ موصی کے ورثہ کو واپس کر دیا جائے گا اور مناسب یہ ہے کہ موصی کی طرف سے جہاد کے لئے موصی کے گھر سے روانہ ہو جیسے کہ حج کی وصیت میں موصی کے گھر سے روانہ ہوتا ہے۔(35)

مسئلہ ۳۲: مسلمان کی وصیت عیسائی فقراء کے لئے جائز ہے لیکن ان کے لئے گرجا تعمیر کرنے کی وصیت جائز نہیں کیوں کہ یہ گناہ ہے اور جو شخص اس گناہ میں اعانت کریگا گناہگار ہوگا۔(36)

مسئلہ ۳۳: یہ وصیت کی کہ میرا ثلث مال (یعنی تہائی مال) مسجد پر خرچ کیا جائے تو یہ جائز ہے اور یہ مال مسجد کی تعمیر اور اس کے چراغ وبتی وغیرہ پر خرچ ہوگا۔(37)

مسئلہ ۳۴: ایک شخص نے اپنی اس زمین کی وصیت کی جس میں کھیتی (یعنی فصل) کھڑی ہے لیکن کھیتی کی وصیت نہیں کی تو یہ جائز ہے اور یہ کھیتی کٹنے کے وقت تک اس میں باقی رہے گی اور اس کا معاوضہ دیا جائے گا۔(38)

مسئلہ ۳۵: کسی نے وصیت کی کہ میرا گھوڑا میری طرف سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے میں استعمال کیا جائے تو یہ وصیت جائز ہے اور اسے غزوہ میں استعمال کیا جائے گا، استعمال کرنے والا امیر ہو یا غریب اور جب غازی غزوہ سے واپس آئے تو گھوڑا ورثہ کو واپس کر دے اور ورثہ اس گھوڑے کو ہمیشہ غزوہ کے لئے دیتے رہیں گے۔(39)

مسئلہ ۳۶: اگر کسی نے یہ وصیت کی کہ میرا گھوڑا اور میرے ہتھیار فی سبیل اللہ ہیں تو اس کا مطلب کسی کو مالک بنا دینا ہے لہٰذا کوئی غریب وفقیر آدمی ان کا مالک بنا دیا جائے گا۔(40)

---

(34) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ... إلخ، ج6، ص96.

(35) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ... إلخ، ج6، ص96.

(36) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ... إلخ، ج6، ص96.

(37) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ... إلخ، ج6، ص96.

(38) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ... إلخ، ج6، ص96.

(39) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ... إلخ، ج6، ص96.

(40) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ... إلخ، ج6، ص96.

مسئلہ ۳۷: کسی شخص نے یہ وصیّت کی کہ اس کی آراضی (زمین) مساکین کے لئے قبرستان کردی جائے یا یہ وصیّت کی کہ اسے آنے جانے والوں کے لئے سرائے بنادیا جائے تو یہ وصیت باطل ہے۔(41)

مسئلہ ۳۸: مصحف (قرآن شریف) کی وصیّت کی کہ وہ مسجد میں وقف کردیا جائے تو یہ وصیت جائز ہے۔(42)

مسئلہ ۳۹: یہ وصیّت کی کہ اس کی زمین مسجد بنادی جائے تو یہ بلا اختلاف جائز ہے۔(43)

مسئلہ ۴۰: وصیّت کرنے والے نے کہا کہ میرا تہائی مال اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو یہ وصیّت جائز ہے اور یہ مال نیکی و بھلائی کے راستے میں خرچ ہوگا اور فقراء پر صرف کیا جائے گا۔(44)

مسئلہ ۴۱: وصیّت کرنے والے نے کہا میرا تہائی مال فی سبیل اللہ (راہ خدا میں) ہے یہاں فی سبیل اللہ کا مطلب غزوہ ہے۔(45)

مسئلہ ۴۲: اگر یہ کہا کہ میرا تہائی مال نیک کاموں کے لئے ہے تو اسے تعمیر مسجد اور اسکی چراغ و بتی میں خرچ کرنا جائز ہے لیکن مسجد کی آرائش وزیبائش میں خرچ کرنا جائز نہیں۔(46)

مسئلہ ۴۳: اگر کسی نے اپنے تہائی مال کی وجوہ خیر میں خرچ کرنے کی وصیت کی تو اُسے پل بنانے، مسجد بنانے اور طالبانِ علم پر خرچ کیا جائے گا۔(47)

مسئلہ ۴۴: کسی نے وصیّت کی کہ میرا تہائی مال گاؤں کے مصالح میں خرچ کیا جائے تو یہ وصیّت باطل ہے۔(48)

❁❁❁❁❁

(41) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ...إلخ، ج6، ص97.

(42) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ...إلخ، ج6، ص97.

(43) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ...إلخ، ج6، ص97.

(44) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ...إلخ، ج6، ص97.

(45) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ...إلخ، ج6، ص97.

(46) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ...إلخ، ج6، ص97.

(47) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ...إلخ، ج6، ص97.

(48) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیۃ...إلخ، ج6، ص97.

ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیّت کا بیان

وصیت ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی یا زیادہ یا کم کی، ورثہ نے اس کی اجازت دی یا نہ دی یا بعض نے اجازت دی، بعض نے نہ دی، بیٹی یا بیٹے کے حصہ کے برابر کی وصیت وغیرہ۔

مسئلہ ۱: مرنے والے نے کسی آدمی کے حق میں اپنے چوتھائی مال کی وصیّت کی اور ایک دوسرے آدمی کے حق میں اپنے نصف مال کی، اگر ورثہ نے اس وصیّت کو جائز رکھا تو نصف مال اس کو ملے گا جس کے حق میں نصف مال کی وصیّت ہے اور چوتھائی مال اسے دیا جائے گا جس کے لئے چوتھائی مال کی وصیت کی اور باقی مال وارثوں کے درمیان مقررہ حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے گا اور اگر وارثوں نے اس کی وصیّت کو جائز نہ رکھا تو اس صورت میں مرنے والے موصی کی وصیّت اس کے ثلث مال (یعنی تہائی مال) میں صحیح ہوگی اور اس کا ثلث مال (یعنی تہائی مال) سات حصوں میں منقسم (تقسیم) ہوکر چار حصے نصف مال کی وصیّت والے کو اور تین حصے چوتھائی مال کی وصیّت والے کو ملیں گے۔(1)

مسئلہ ۲: ایک شخص کے حق میں اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) (تہائی مال) کی وصیّت کی اور دوسرے کے حق میں اپنے سدس مال کی (چھٹے حصے کی) تو اس صورت میں اس کے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کے تین حصے کئے جائیں گے اس میں سے دو 2 حصے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیّت والے کے لئے اور ایک حصہ اسے جس کے حق میں سدس مال کی وصیّت کی۔(2)

مسئلہ ۳: ایک شخص نے وصیّت کی کہ میرا کل مال فلاں شخص کو دیدیا جائے اور ایک دوسرے شخص کے لئے وصیت کی کہ اسے میرے مال کا تہائی حصہ دیا جائے تو اگر اس کے وارث نہیں ہیں یا ہیں مگر انھوں نے اس وصیت کو جائز کر دیا تو اس کا مال دونوں (موصی لہما) (یعنی جن دونوں کے لئے وصیت کی گئی) کے درمیان بطریقِ منازعت تقسیم ہوگا اور اس کی صورت یہ ہے کہ ثلث مال (یعنی تہائی مال) نکال کر بقیہ کل اس کو دیدیا جائے گا جس کے حق میں کل مال کی وصیّت ہے رہا ثلث مال (یعنی تہائی مال) تو وہ دونوں کے مابین نصف نصف تقسیم کر دیا جائے گا۔(3)

مسئلہ ۴: موصی نے ایک شخص کے لئے اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیّت کی اور دوسرے شخص کے لئے

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص97.

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص98.

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص98.

بھی اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیّت کردی اور ورثہ اس کے لئے راضی نہ ہوئے تو اس کا ثلث مال (یعنی تہائی مال) دونوں کے مابین تقسیم ہوگا۔(4)

مسئلہ ۵: کسی نے وصیّت کی کہ میرے مال کا ایک حصہ یا میرا کچھ مال فلاں شخص کو دیدیا جائے تو اسکی تشریح کا حق موصی کو ہے اگر وہ زندہ ہے اور اسکی موت کے بعد اس کی تشریح کا حق ورثہ کو ہے۔(5)

مسئلہ ۶: کسی نے اپنے مال کے ایک جزو کی وصیت کی تو ورثہ سے کہا جائے گا کہ تم جتنا چاہو موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو دیدو۔(6)

مسئلہ ۷: اپنے مال کے ایک حصہ کی وصیّت کی پھر اُس کا انتقال ہوگیا اور اس کا کوئی وارث بھی نہیں ہے تو موصی لہ (جس کے لیے وصیت کی گئی) کو نصف ملے گا اور نصف بیت المال (7) میں جمع ہوگا۔(8)

مسئلہ ۸: ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے وارثوں میں ایک ماں اور ایک بیٹا چھوڑا اور یہ وصیّت کرگیا کہ فلاں کو میرے مال سے بیٹی کا حصہ ہے (اگر بیٹی ہوتی اور اُسے حصہ ملتا) تو وصیّت جائز ہے اور اس کا مال سترہ حصوں میں منقسم ہوکر موصی لہ کو پانچ حصے ملیں گے دو 2 حصے ماں کو اور دس حصے بیٹے کو ملیں گے۔(9)

مسئلہ ۹: اگر میت نے اپنے ورثہ میں ایک بیوی اور ایک بیٹا چھوڑا اور ایک دوسرے بیٹے کے برابر حصہ کی وصیّت کسی کے لئے کی (اگر دوسرا بیٹا ہوتا) اور وارثوں نے اس کی وصیّت کو جائز رکھا تو اس کا ترکہ پندرہ حصوں میں منقسم ہوگا، موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) (جس کے حق میں وصیّت کی) کو سات حصے، بیوہ بیوی کو ایک حصہ اور بیٹے کو سات حصے دیئے جائیں گے۔(10)

مسئلہ ۱۰: ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے وارثوں میں ایک لڑکی اور ایک بھائی چھوڑا اور کسی شخص کے لئے بقدر حصہ بیٹے کے وصیّت کی (اگر ہوتا) اور وارثوں نے اس وصیّت کو جائز رکھا تو اس صورت میں موصیٰ لہ (جس کے لئے

---

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص98.

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص98.

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص98.

(7) آج کل بیت المال کا وجود نہیں اس لئے یہ مال کسی مسلم مسکین یا مدارس دینیہ میں دے دیا جائے۔12 عطاء المصطفیٰ قادری۔

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص99.

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص99.

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص99.

وصیت کی گئی) کو اس کے مال کے دو ثلث (دو تہائی) حصے ملیں گے اور ایک ثلث بھائی اور بیٹی کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا اور اگر وارثوں نے اس کی وصیّت کو جائز نہ رکھا تو اس صورت میں موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو ایک ثلث ملے گا اور دو ثلث بھائی اور بیٹی میں نصف نصف تقسیم ہوں گے۔(11)

مسئلہ ۱۱: ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے ورثہ میں ایک بھائی اور ایک بہن چھوڑے اور یہ وصیّت کی کہ فلاں کو میرے مال سے بقدر بیٹے کے حصے کے دینا (اگر بیٹا ہوتا) اور وارثوں نے اس کی اجازت دیدی تو اس صورت میں کل مال موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو ملے گا اور بھائی اور بہن کو اس کے مال سے کچھ حصہ نہ ملے گا اور اگر یہ وصیّت کی کہ فلاں کو بیٹے کے حصے کے مثل دینا تو اس صورت میں موصیٰ لہ (جس کے لیے وصیت کی گئی) کو اس کے مال کا نصف ملے گا اور باقی نصف میں بھائی بہن شریک ہوں گے بھائی کو دو 2 حصے اور بہن کا ایک حصہ۔(12)

مسئلہ ۱۲: وصیّت کرنے والے نے وصیّت کی کہ میرے مال سے فلاں کو بقدر بیٹی کے حصے کے دیا جائے اور وارثوں میں اس نے ایک بیٹی، ایک بہن چھوڑی تو اس صورت میں موصیٰ لہ کو اس کا تہائی مال ملے گا ورثہ اجازت دیں یا نہ دیں۔(13)

مسئلہ ۱۳: ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے اپنے وارثوں میں ایک بیٹا اور باپ چھوڑے اور وصیّت کی کہ فلاں شخص کو میرے بیٹے کے حصہ کے مثل حصہ دیا جائے تو اگر وارثوں نے اس کی وصیت کو جائز رکھا تو اس کا مال گیارہ حصوں میں تقسیم ہو کر موصیٰ لہ کو پانچ حصے، باپ کو ایک حصہ اور بیٹے کو پانچ حصے ملیں گے اور اگر وارثوں نے اس کی وصیّت کو جائز نہ رکھا تو موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو اس کے مال کا تہائی حصہ ملے گا اور باقی باپ اور بیٹے کے درمیان حصہ رسدی تقسیم ہوگا باپ کو ایک حصہ، بیٹے کو پانچ، یعنی کل مال کے نو حصے کئے جائیں گے، تین حصے موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو، ایک حصہ باپ کو اور پانچ حصے بیٹے کو دیئے جائیں گے۔(14) مذکورہ بالا صورتوں میں میت کے وارثوں میں سے اگر ایک نے میت کی وصیّت کو جائز نہ کیا اور ایک نے جائز کر دیا تو جائز کرنے والے وارث کے حصے میں موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو حصہ ملے گا اور جائز نہ کرنے والے وارث کے حصے میں سے نہیں ملے گا بلکہ اس کا پورا پورا حصہ ملے گا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر ایک وارث نے وصیّت کو جائز کیا اور دوسرے

---

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص100

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص100.

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص100.

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص100.

وارث نے جائز نہ کیا تو دیکھا جائے گا کہ دونوں وارثوں کے اجازت دینے کی صورت میں مسئلہ کا حساب گیارہ حصوں سے ہوا تھا اور اجازت نہ دینے کی صورت میں مسئلہ کا حساب نو 9 سے ہوا تھا، ان دونوں کو باہم ضرب کیا جائے 9x11=99 ہوئے، اب دونوں کے وصیّت کو جائز نہ کرنے کی صورت میں ننانوے 99 میں سے ایک ثلث یعنی 33 حصے موصی لہ کو ملیں گے اور بقیہ 66 حصوں میں سے ایک سدس (چھٹا حصہ) یعنی گیارہ باپ کو ملیں گے اور بقیہ پانچ سدس یعنی 55 حصے بیٹے کو ملیں گے کل میزان 99۔ اور وارثوں کے اس وصیّت کو جائز کرنے کی صورت میں موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو گیارہ میں سے 5x9=45، باپ کو گیارہ میں سے 1x9=9، اور بیٹے کو بقیہ 5x9=45 حصے ملیں گے (کل میزان 99) اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ان دونوں حالتوں کے درمیان موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو بارہ حصے زیادہ ملے جن میں سے دو حصے باپ کے حق میں سے اور دس حصے بیٹے کے حق میں سے، کیونکہ اجازت نہ دینے کی صورت میں باپ کو گیارہ حصے ملے اور اجازت دینے کی صورت میں نو 9، فرق دو حصوں کا ہوا اور بیٹے کو اجازت دینے کی صورت میں 45 حصے ملے اور اجازت نہ دینے کی صورت میں 55، فرق دس حصوں کا ہوا۔ اس طرح دس 10 اور دو 2 بارہ 12 حصے موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو زیادہ ملتے ہیں۔ اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ موصی لہ (جس کے لیے وصیت کی گئی) کو باپ کے حق میں سے دو حصے اور بیٹے کے حق میں سے دس حصے ملے لہٰذا اگر باپ نے وصیّت کو جائز رکھا اور بیٹے نے نہیں تو باپ کے حق میں سے دو حصے موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو مل جائیں گے اور بیٹے کو اس کا پورا حق ملے گا۔ اس طرح ننانوے میں سے 33 + 2 = 35 حصے موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو، نو 9 حصے باپ کو اور 55 حصے بیٹے کو ملیں گے، کل میزان 99 ہوا۔ اور اگر بیٹے نے وصیت کو جائز رکھا اور باپ نے نہیں تو بیٹے کے حق میں سے دس حصے موصی لہ کو مل جائیں گے باپ کو اس کا پورا حق ملے گا یعنی ننانوے میں سے 33 + 10 = 43 حصے موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو، گیارہ حصے باپ کو اور 45 حصے بیٹے کو ملیں گے کل میزان 99 ہوا۔ (15)

فائدہ: اس سلسلہ میں ضابطہ یہ ہے کہ مسئلہ کی تصحیح ایک بار کی جائے۔ اس صورت میں کہ سب وارثوں نے اجازت دیدی اور دوسری بار مسئلہ کی تصحیح کی جائے اس صورت میں کہ کسی وارث نے اجازت نہیں دی پھر دونوں تصحیحوں کو ایک مبلغ سے کر دیا جائے (یعنی دونوں تصحیحوں کو باہم ضرب دیدی جائے) پھر اس صورت میں کہ ایک وارث نے اس وصیّت کو جائز کر دیا اور دوسرے نے جائز نہ کیا یا اس کی اجازت معتبر نہ ہو جیسے بچہ اور پاگل کی اجازت معتبر نہیں، تو جائز کرنے والے وارثوں کے سہام کو مسئلہ اجازت سے لیا جائے اور باقی دوسروں کے سہام کو مسئلہ عدم اجازت سے لیا جائے وہ ہر

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص100.

وارث کا حصہ ہوگا اور جو باقی بچے گا وہ موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کے لئے ثلث پر زیادہ ہوگا (یعنی موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کے ثلث میں بڑھا دیا جائے گا) (16) اس کی مثال یہ ہے موصی نے باپ اور بیٹے کو چھوڑا او موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کے لئے بیٹے کے مثل حصہ کی وصیّت کی۔

ورثہ کے اجازت دینے کی صورت میں مسئلہ گیارہ سے ہوگا۔

ورثہ کے اجازت نہ دینے کی صورت میں مسئلہ 9 سے ہوگا۔

ضابطہ کے مطابق دونوں تصحیحوں کا مبلغ واحد کیا 11x9=99 مبلغ واحد ہوا۔

مجیز (یعنی اجازت دینے والا) اگر باپ ہوتو اجازت کی صورت میں باپ کا حصہ 9 سہام ہے اور اجازت نہ دینے کی صورت میں باقی دوسروں کا حصہ 88 سہام ہے دونوں کو جمع کیا 9+88=97، فرق 99-97=2 سہام لہٰذا موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو دو سہام زائد علی الثلث ملیں گے یعنی 33+2=35 سہام اور مجیز اگر بیٹا ہوتو اجازت کی صورت میں اس کا حصہ 45 سہام ہے اور اجازت نہ دینے کی صورت میں باقی دوسروں کا حصہ 44 سہام ہے، دونوں کو جمع کیا 45+44=89 فرق 99-89=10 لہٰذا موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو دس 10 سہام زائد علی الثلث ملیں گے، 33+10=43 سہام۔

مسئلہ ۱۴: مرنے والے نے دو بیٹے چھوڑے اور ایک شخص کے لئے اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) (تہائی مال) کی وصیت کی اور ایک دوسرے شخص کے لئے مثل ایک بیٹے کے حصے کی وصیّت کی اور دونوں وارث بیٹوں نے مرنے والے باپ کی دونوں وصیتوں کو جائز رکھا تو اس صورت میں جس کے لئے تہائی مال کی وصیّت کی اسے میت کے مال کا تہائی حصہ ملے گا اور بقیہ دو ثلث دونوں بیٹوں اور اس شخص کے درمیان جس کے لئے بیٹے کے مثل حصہ کی وصیّت کی تہائی تہائی تقسیم ہوگا۔ حساب اس کا اس طرح ہوگا کہ کل مال نو حصوں میں منقسم ہوگا اس میں سے تین حصے اُسے ملیں گے جس کے لئے ثلث مال (یعنی تہائی مال) (تہائی مال) کی وصیّت ہے باقی رہے چھ حصے تو دو 2 دو 2 حصے دونوں بیٹوں کے درمیان اور دو 2 حصے اُس کے جس کے لئے بیٹے کے حصے کے مثل وصیّت کی ہے۔ اور اگر ان دونوں بیٹوں نے باپ کی وصیّت کو جائز نہ کیا تو ایک تہائی مال اُن دونوں موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو دیا جائے گا جن کے حق میں وصیّت ہے اور بقیہ دو ثلث (دو تہائی) دونوں بیٹوں کو مل جائے گا۔ اور اگر دونوں بیٹوں نے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیّت کو جائز نہ رکھا اور اس وصیّت کو جائز جو اس نے دوسرے شخص کے لئے مثل ایک بیٹے کے حصے کے کی تھی تو اس صورت میں صاحب ثلث یعنی ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیّت والے کو نصف ثلث یعنی سدس (چھٹا حصہ) ملے گا

---

(16) جد المتار علی رد المحتار، کتاب الوصایا، ج5، ص135، 136. (مخطوطہ)

اور صاحب مثل یعنی جس شخص کے حق میں مثل حصہ بیٹے کے وصیت کی اسے بقیہ مال کا ایک ثلث ملے گا۔ اس صورت میں حساب ایسے عدد سے ہوگا جس میں سے اگر سدس (چھٹا حصہ) نکالا جائے تو بقیہ مال ایک ایک تہائی کے حساب سے تقسیم ہوجائے اور ایسا چھوٹے سے چھوٹا عدد اٹھارہ ہے لہٰذا کل مال وصیت اٹھارہ حصوں میں تقسیم ہوگا، چھٹا حصہ یعنی تین حصے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیت والے کو، باقی پندرہ حصوں میں ایک ثلث یعنی پانچ حصے اس شخص کو جس کے لئے مثل بیٹے کے حصے کی وصیت کی بقیہ ایک ثلث یعنی پانچ پانچ حصے دونوں بیٹوں کو۔(17) اور اگر یہ صورت ہے کہ ایک بیٹے نے صاحب مثل کے حق میں وصیت کو جائز رکھا اور صاحب ثلث کے حق میں وصیت کو رد کردیا اور دوسرے بیٹے نے دونوں وصیتوں کو رد کردیا تو مسئلہ اس طرح ہوگا کہ صاحب مثل کو چار حصے اور صاحب ثلث کو تین حصے اور جس بیٹے نے ایک وصیت کو جائز کیا اس کو پانچ حصے اور جس بیٹے نے دونوں وصیتوں کو رد کردیا اس کو چھ 6 حصے، کل میزان اٹھارہ حصے، اس طرح صاحب مثل کے حق میں وصیت جائز رکھنے والے بیٹے کا ایک حصہ صاحب مثل کو ملا اور اُس کا حصہ بجائے تین کے چار ہوگیا اور اس بیٹے کے چھ کے بجائے پانچ حصے رہ گئے۔(18)

مسئلہ ۱۵: ایک شخص کے پانچ بیٹے ہیں اس نے وصیت کی........ کہ فلاں شخص کو میرے ثلث مال (یعنی تہائی مال) میں سے میرے ایک بیٹے کے حصے کے مثل دینا اور ثلث مال (یعنی تہائی مال) میں سے یہ حصہ نکال کر بقیہ کا ثلث ایک دوسرے شخص کو دیا جائے، تو اس وصیت کرنے والے کا کل مال اکیاون 51 حصوں میں تقسیم ہوکر ان میں سے آٹھ حصے اس موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو ملیں گے جس کے حق میں بیٹے کے حصہ کے مثل کی وصیت کی اور تین حصے دوسرے موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو ملیں گے جس کے حق میں ثلث ما بقی من الثلث کی وصیت کی (یعنی جس کے حق میں باقی ماندہ ثلث مال (یعنی تہائی مال) سے ایک ثلث کی وصیت کی)۔(19) اور ہر بیٹے کو آٹھ آٹھ حصے ملیں گے۔(مؤلف)

مسئلہ ۱۶: ایک شخص کے پانچ بیٹے ہیں اس نے وصیت کی کہ فلاں شخص کو میرے ثلث مال (یعنی تہائی مال) سے میرے ایک بیٹے کے حصے کے مثل دیا جائے اور اس ثلث مال (یعنی تہائی مال) سے یہ حصہ نکال کر جو باقی بچے اس کا ثلث (یعنی تہائی) ایک دوسرے شخص کو دیا جائے تو اس صورت میں اس وصیت کرنے والے کا مال اکیاون 51 حصوں میں تقسیم ہوکر جس کے لئے بیٹے کے حصے کے مثل کی وصیت کی ہے اسے آٹھ حصے ملیں گے، اور اسکے ثلث مال (یعنی تہائی

---

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص100.

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص100.

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص100.

مال) میں سے یہ آٹھ نکال کر جو باقی بچے گا اس کا ایک ثلث یعنی تین حصے اس کو ملیں گے، جس کے لئے ثلث مابقی من الثلث (یعنی اس کے تہائی مال سے آٹھ حصے نکال کر جو باقی بچا اس کا تہائی حصہ) کی وصیّت کی تھی اور پانچ بیٹوں میں سے ہر ایک کو آٹھ آٹھ حصے ملیں گے۔ مسئلہ کی تخریج اس طرح ہوگی کہ پانچ بیٹوں کو بحساب فی کس ایک حصہ = پانچ حصے اور ایک حصہ اس میں صاحب مثل کا بڑھایا (یعنی اس کا جس کے لئے بیٹے کے حصے کے مثل کی وصیت کی) اس طرح کل چھ حصے ہوئے چھ کو تین میں ضرب دیا جائے 6x3=18 ہوئے، اٹھارہ 18 میں ایک کم کیا جو زیادہ کیا گیا تھا تو سترہ 17 رہ گئے یہ سترہ 17 اس کے کل مال کا ایک ثلث ہے اس کے دو ثلث چونتیس 34 ہوئے، اس طرح کل حصے اکیاون 51 ہوئے، جب یہ معلوم ہوگیا کہ ثلث مال (یعنی تہائی مال) سترہ 17 حصے ہیں تو اس میں سے صاحب مثل کا حصہ (یعنی جس کے لئے ایک بیٹے کے حصہ کی مثل کی وصیّت کی) معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اصل حصہ کی طرف دیکھا جائے وہ پانچ بیٹوں کے پانچ اور صاحب مثل کا ایک تھا، اس ایک کو تین سے ضرب کیا تو تین ہوئے پھر تین کو تین سے ضرب کیا تو نو 9 ہوئے، نو 9 میں سے ایک جو بڑھایا تھا کم کیا تو آٹھ باقی رہے، یہ حصہ ہوا صاحب مثل کا، پھر اس آٹھ کو سترہ میں سے گھٹایا تو نو 9 باقی رہے اس کا ایک تہائی یعنی تین حصے دوسرے شخص کے جس کے حق میں ثُلُثُ مَا بَقِیَ مِنَ الثُّلُثُ کی (بقیہ تہائی مال کے تہائی کی) وصیت کی تھی، نو میں سے تین نکال کر چھ بچے، ان چھ کو دو تہائی مال یعنی چونتیس حصوں میں جمع کیا تو چالیس ہوگئے اور یہ چالیس پانچ بیٹوں میں برابر برابر بحساب فی کس آٹھ حصے تقسیم ہوں گے یہ کل ملا کر اکیاون 51 ہوئے یعنی موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) نمبر ایک کو آٹھ، موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) نمبر 2 کو تین اور پانچ بیٹوں کو چالیس = کل اکیاون 51 (20)

مسئلہ ۱۷: کسی شخص نے وصیّت کی کہ میرے مال کا چھٹا حصہ فلاں شخص کے لئے ہے پھر اسی مجلس میں یا دوسری مجلس میں کہا کہ اسی کے لئے میرے مال کا تہائی حصہ ہے اور وارثوں نے اسے جائز کر دیا تو اسے تہائی مال ملے گا اور چھٹا حصہ اسی میں داخل ہوجائے گا۔ (21)

مسئلہ ۱۸: کسی نے وصیّت کی کہ فلاں شخص کے لئے ایک ہزار روپیہ ہے اور اس کا کچھ مال نقد ہے اور کچھ دوسروں کے ذمہ ادھار ہے، تو اگر یہ ایک ہزار روپیہ اس کے نقد مال سے نکالا جاسکتا ہے تو یہ ایک ہزار روپیہ موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو ادا کر دیا جائے گا اور اگر یہ روپیہ اس کے نقد مال سے نہیں نکالا جاسکتا تو نقد مال کا ایک تہائی جس قدر رہتا ہے وہ فی الوقت ادا کر دیا جائے گا اور ادھار میں پڑا ہوا روپیہ جیسے جیسے اور جتنا جتنا وصول ہوتا جائے گا

---

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص100.

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص104.

وصول شدہ روپیہ کا ایک تہائی موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو دیا جاتا رہے گا تا آنکہ اس کی ایک ہزار کی رقم پوری ہو جائے جو کہ مرنے والے نے اس کے لئے وصیّت کی تھی۔(22)

مسئلہ ۱۹: زید نے وصیّت کی کہ اس کا ایک تہائی مال عمرو اور بکر کے لئے ہے اور بکر کا انتقال ہو چکا ہے خواہ اس کا علم موصی یعنی وصیّت کرنے والے کو ہو یا نہ ہو، یا یہ وصیّت کی کہ میرا تہائی مال عمرو اور بکر کے لئے ہے اگر بکر زندہ ہو حالانکہ وہ انتقال کر چکا ہے یا یہ وصیّت کی کہ میرا تہائی مال عمرو کے لئے اور اس شخص کے لئے ہے جو اس گھر میں ہو اور اس گھر میں کوئی نہیں ہے یا یہ وصیّت کی کہ میرا تہائی مال عمرو کے لئے اور اس کے بعد ہونے والے بیٹے کے لئے، یا یہ کہا کہ میرا تہائی مال عمرو کے لئے اور بکر کے بیٹے کے لئے اور بکر کا بیٹا وصیّت کرنے والے سے پہلے مر گیا تو ان تمام صورتوں میں اس کا تہائی مال پورا پورا صرف اکیلے عمرو کو ملے گا۔(23)

مسئلہ ۲۰: کسی نے وصیّت کی کہ میرا تہائی مال زید اور بکر کے مابین تقسیم کر دیا جائے اور بکر کا اس وقت انتقال ہو چکا ہو، یا یہ کہا کہ میرا تہائی مال زید اور بکر کے درمیان تقسیم کیا جائے اگر وہ میرے بعد زندہ ہو، یا یہ کہا کہ میرا تہائی مال زید اور فقیر کے مابین تقسیم ہو پھر اس کا انتقال ہو گیا اور فقیر زندہ ہے یا مر چکا یا یہ کہا کہ میرا تہائی مال زید اور بکر کے مابین تقسیم ہو اگر بکر گھر میں ہو اور وہ گھر میں نہیں ہے، یا یہ کہا کہ میرا تہائی مال زید اور بکر کے لڑکے کے درمیان تقسیم ہو اور بکر کے یہاں لڑکا پیدا ہوا یا لڑکا موجود تھا پھر مر گیا اور دوسرا لڑکا پیدا ہو گیا، یا یہ کہا کہ میرا تہائی مال زید اور فلاں کے لڑکے کے مابین تقسیم ہو اگر وہ لڑکا فقیر ہو اور وہ لڑکا فقیر و محتاج نہ ہوا تھا یہاں تک کہ موصی کا انتقال ہو گیا، یا یہ وصیّت کی کہ میرا تہائی مال زید اور اس کے وارث کے لئے ہے، یا زید اور اس کے دو بیٹوں کے لئے ہے اور اس کے بیٹا صرف ایک ہے تو ان تمام صورتوں میں زید کو نصف ثلث یعنی اس کے مال کا چھٹا حصہ ملے گا۔(24)

مسئلہ ۲۱: موصی (وصیّت کرنے والا) نے زید اور عمرو کے لئے اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیّت کی، یا یہ کہا کہ میرا ثلث مال (یعنی تہائی مال) زید اور عمرو کے مابین تقسیم کیا جائے پھر موصی کا انتقال ہو گیا اس کے بعد زید اور عمرو دونوں میں سے کسی ایک کا انتقال ہو گیا تو جو زندہ رہا اس کو ثلث مال (یعنی تہائی مال) کا آدھا ملے گا اور آدھا مرنے والے کے وارثوں کو ملے گا یہی حکم اس وقت ہے جب موصی کے انتقال کے بعد موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) ما یعنی زید اور عمرو میں سے کسی کے وصیّت قبول کرنے سے پہلے ایک کا انتقال ہو جائے اور دوسرا جو زندہ رہا اس نے وصیّت

---

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال۔۔۔ إلخ، ج6، ص104

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال۔۔۔ إلخ، ج6، ص، ص105

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال۔۔۔ إلخ، ج6، ص105.

کو قبول کرلیا تو دونوں وصیّت کے مال کے مالک ہوں گے آدھا زندہ کو اور آدھا مرنے والے کے وارثوں کو ملے گا، اور اگر ان دونوں میں سے ایک وصیّت کرنے والے سے پہلے انتقال کرگیا تو اس کا حصہ موصی کو واپس ہوجائے گا۔(25)

مسئلہ ۲۲: یہ وصیّت کی کہ میرا ثلث مال (یعنی تہائی مال) (تہائی مال) زید کے لئے ہے اور اس کے لئے جو عبداللہ کے بیٹوں میں سے محتاج وفقیر ہو پھر موصی (وصیّت کرنے والے) کا انتقال ہوگیا اور عبداللہ کے سب بیٹے اس وقت غنی اور مالدار ہیں تو اس کا ثلث مال (یعنی تہائی مال) سب کا سب زید کو مل جائے گا، اور اگر موصی کی موت سے قبل عبداللہ کے کچھ بیٹے (یعنی سب نہیں) غریب وفقیر ہوگئے تو اس کا ثلث مال (یعنی تہائی مال) زید اور عبداللہ کے غریب بیٹوں کے درمیان بحصہ مساوی ان کی تعداد کے مطابق تقسیم ہوگا اور اگر عبداللہکے سب ہی بیٹے غریب وفقیر ہیں تو ان کو کچھ حصہ نہ ملے گا وصیّت کا کل مال زید کو مل جائے گا۔(26)

مسئلہ ۲۳: ایک عورت کا انتقال ہوا اس نے اپنے وارثوں میں صرف اپنا شوہر چھوڑا اور اپنے نصف مال کی وصیّت کردی کسی اجنبی شخص کے لئے، تو یہ وصیّت جائز ہے اس صورت میں شوہر کو ثلث ملے گا، اجنبی کو نصف، بچا سدس (چھٹا حصہ) وہ بیت المال میں جمع ہوگا، تقسیم اس طرح ہوگی کہ پہلے متوفیہ کے مال سے بقدر ثلث مال (یعنی تہائی مال) کے نکال لیا جائے گا کیونکہ وصیّت وراثت پر مقدم ہے، تہائی مال نکالنے کے بعد دو تہائی مال باقی بچا اس میں سے نصف شوہر کو وراثت میں دیا جائے گا جو کہ کل مال کے ایک ثلث کے برابر ہے اب باقی رہا ایک ثلث اس کا کوئی وارث ہے ہی نہیں لہٰذا متوفیہ کی باقی وصیّت اس میں جاری ہوگی اور موصی لہ جس کو ثلث ملا تھا اس کا نصف پورا کرنے کے لئے اس بقیہ ثلث میں سے ایک حصہ دے کر اس کا نصف پورا کردیا جائے گا، اب باقی بچا ایک سدس (چھٹا حصہ) وہ بیت المال میں جمع ہوگا کیونکہ اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔(27)

مسئلہ ۲۴: شوہر کا انتقال ہوا، وارثوں میں اس نے ایک بیوی چھوڑی اور اپنے کل مال کی کسی اجنبی کے لئے وصیّت کردی لیکن اس کی زوجہ نے اس وصیّت کو جائز نہ کیا تو اس کا کل مال چھ حصوں میں تقسیم ہوکر ایک حصہ زوجہ کو اور پانچ حصے اجنبی کو ملیں گے جس کے حق میں کل مال کی وصیّت کی تھی، مال ترکہ کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ کل مال کے چھ حصے کرکے پہلے اس میں سے ایک ثلث یعنی دو حصے اجنبی کو ملیں گے کیونکہ وصیّت وراثت پر مقدم ہے بقیہ چار حصوں میں سے ایک ربع یعنی ایک حصہ بیوی کو ملے گا باقی رہے تین حصے، یہ بھی اجنبی کو مل جائیں گے کیونکہ وصیّت بیت المال پر بھی

---

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال۔۔۔ الخ، ج6، ص105.

(26) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال۔۔۔ الخ، ج6، ص105.

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال۔۔۔ الخ، ج6، ص105.

مقدم ہے۔(28)

مسئلہ ۲۵: یہ وصیّت کی کہ میرا ثلث مال (یعنی تہائی مال) فلاں کے بیٹوں کے لئے ہے اور بوقت وصیت فلاں کے بیٹے نہیں تھے بعد میں پیدا ہوئے اس کے بعد موصی (وصیّت کرنے والے) کا انتقال ہوا تو اس کا تہائی مال اس فلاں کے بیٹوں میں تقسیم ہوگا اور اگر بوقت وصیّت فلاں کے بیٹے موجود تھے لیکن وصیت کرنے والے نے نہ اُن بیٹوں کے نام لئے نہ ان کی طرف اشارہ کیا۔ (یعنی اس طرح کہا کہ ان بیٹوں کے لئے) تو یہ وصیت ان بیٹوں کے حق میں نافذ ہوگی جو موصی کی موت کے وقت موجود ہوں گے خواہ یہ بیٹے وہی ہوں جو بوقت وصیّت موجود تھے یا وہ بیٹے مر گئے ہوں اور دوسرے پیدا ہوئے اور اگر بوقت وصیّت فلاں کے بیٹوں میں سے ہر ایک کا نام لیا تھا یا ان کی طرف اشارہ کردیا تھا تو یہ وصیّت خاص انہی کے حق میں ہوگی، اگر ان کا انتقال موصی کی موت سے پہلے ہوگیا تو وصیّت باطل ٹھہرے گی۔(29)

مسئلہ ۲۶: یہ وصیّت کی کہ میرا ثلث مال (یعنی تہائی مال) عبداللہ اور زید اور عمرو کے لئے ہے اور عمرو کو اس میں سے سو روپے دیں اور اس کا تہائی مال کل سو100 ہی روپے ہے تو یہ کل عمرو کو ملے گا اور اگر اس کا تہائی مال ایک سو150 پچاس روپے ہے تو اس صورت میں سو100 روپے عمرو کو اور باقی پچاس میں آدھے آدھے عبداللہ اور زید کو ملیں گے۔(30)

مسئلہ ۲۷: کسی کے لئے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیّت کردی اور وصیّت کرنے والے کی ملکیت میں بوقت وصیّت کوئی مال ہی نہ تھا بعد میں اس نے کمالیا تو بوقت موت وہ جتنے مال کا مالک ہے اس کا ثلث موصیٰ لہ (جس کے حق میں وصیت کی) کو ملے گا جب کہ موصٰی بہ شئے معین اور نوع معین نہ ہو۔(31)

مسئلہ ۲۸: اگر کسی نے اپنے مال میں سے کسی خاص قسم کے مال کے ثلث حصہ کی وصیّت کی مثلاً کہا کہ میری بکریوں یا بھیڑوں کا تہائی حصہ فلاں کو دیا جائے اور یہ بکریاں یا بھیڑیں موصی کی موت سے پہلے ہلاک ہوجائیں تو یہ وصیّت باطل ہوجائے گی حتیٰ کہ اس نے ان کے ہلاک ہونے کے بعد دوسری بکریاں یا بھیڑیں خریدیں تو موصٰی لہ کا ان بکریوں یا بھیڑوں میں کوئی حصہ نہیں۔(32)

---

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص105.

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص105.

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص105.

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص105.

(32) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص106.

مسئلہ ۲۹: وصیّت کرنے والے نے وصیت کی کہ فلاں کے لئے میرے مال سے ایک بکری ہے اور اس کے مال میں بکری موجود نہیں تو موصٰی لہ کو بکری کی قیمت دی جائے گی اور اگر یہ کہا تھا کہ فلاں کے لئے ایک بکری ہے یہ نہیں کہا تھا کہ "میرے مال سے" اور اس کی ملکیت میں بکری نہیں ہے تو بقول بعض وصیّت صحیح نہیں اور بقول بعض وصیت صحیح ہے اور اگر یوں وصیت کی کہ فلاں کے لئے میری بکریوں میں سے ایک بکری ہے اور اس کی ملکیت میں بکری نہیں ہے تو وصیّت باطل ٹھہرے گی اسی اصول پر گائے، بھینس اور اونٹ کے مسائل کا استخراج کیا جائے گا۔(33)

مسئلہ ۳۰: یہ وصیّت کی کہ میرے مال کا تہائی حصہ صدقہ کردیا جائے اور کسی شخص نے وصی سے وہ مال غصب کرلیا اور ضائع کردیا اور وصی یہ چاہتا ہے کہ وصیت کے اس مال کو اس غاصب پر بھی صدقہ کردے اور غاصب اس مال کا اقراری ہے تو یہ جائز ہے۔(34)

مسئلہ ۳۱: وصیّت کرنے والے نے کہا کہ میں نے تیرے لئے اپنے مال سے ایک بکری کی وصیّت کی تو اس وصیّت کا تعلق اس بکری سے نہ ہوگا جو وصیّت کرنے کے دن اس کی ملکیت میں تھی بلکہ اس کا تعلق اس بکری سے ہوگا جو موصی کی موت کے دن اس کی ملکیت میں ہوگی اور جب یہ وصیّت صحیح ہے تو موصی کی موت کے بعد اگر اس کے مال میں بکری ہے تو وارثوں کو اختیار ہے اگر وہ چاہیں تو موصی الہ (جس کے لیے وصیت کی گئی) کو بکری دیدیں یا چاہیں تو بکری کی قیمت دیدیں۔(35)

مسئلہ ۳۲: ایک شخص نے کہا کہ میرا سرخ رنگ کا عجمی النسل گھوڑا فلاں کے لئے وصیّت ہے تو یہ وصیّت اس میں جاری ہوگی جس کا وہ وصیّت کے دن مالک تھا نہ کہ اس میں جو وہ بعد میں حاصل کرلے ہاں اگر اس نے یہ کہا کہ میرے گھوڑے فلاں کے لئے وصیّت ہیں اور ان کی تعیین یا تخصیص نہ کی تو اس صورت میں وصیّت بوقتِ وصیّت موجود گھوڑوں اور بعد میں حاصل کئے جانے والے گھوڑوں دونوں کو شامل ہوگی۔(36)

مسئلہ ۳۳: اگر کسی نے اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی فلاں شخص اور مساکین کے لئے وصیّت کی تو اس ثلث مال (یعنی تہائی مال) کا نصف فلاں کو دیا جائے گا اور نصف مساکین کو۔(37)

---

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص106.

(34) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص106.

(35) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص106.

(36) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص106.

(37) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص106.

مسئلہ ۳۴: کسی نے اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیّت ایک شخص کے لئے کی، پھر دوسرے شخص سے کہا کہ میں نے تجھے اس وصیّت میں اس کے ساتھ شریک کر دیا تو یہ ثلث ان دونوں کے لئے ہے اور اگر ایک کے لئے سو روپے کی وصیّت کی اور دوسرے کے لئے سو کی پھر تیسرے شخص سے کہا کہ میں نے تجھے ان دونوں کے ساتھ شریک کیا تو اس تیسرے کے لئے ہر سو 100 میں تہائی حصہ ہے۔(38)

مسئلہ ۳۵: کسی اجنبی شخص اور وارث کے لئے وصیّت کی تو اجنبی کو وصیّت کا نصف حصہ ملے گا اور وارث کے حق میں وصیّت باطل ٹھہرے گی، اس طرح اپنے قاتل اور اجنبی کے حق میں وصیّت کی تھی تو وصیّت قاتل کے حق میں باطل اور اجنبی کو نصف حصہ ملے گا۔ اس کے برخلاف اجنبی یا وارث کے لئے عین (نقد) یا دین کا اقرار کیا تو اجنبی کے لئے صحیح نہیں اور وارث کے لئے صحیح ہے۔(39)

مسئلہ ۳۶: متعدد کمروں پر مشتمل ایک مکان دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہے ان میں سے ایک نے کسی کے لئے ایک معین کمرے کی وصیّت کر دی تو مکان تقسیم کیا جائے گا پس اگر وہ معین کمرہ موصی کے حصہ میں آ گیا تو وہ موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو دے دیا جائے گا اور اگر وہ معین کمرہ دوسرے شریک کے حصہ میں آیا تو موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو بقدر کمرے کے زمین ملے گی۔(40)

مسئلہ ۳۷: وارث نے اقرار کیا کہ اس کے باپ نے فلاں کے لئے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیّت کی اور کچھ گواہوں نے گواہی دی کہ اس کے باپ نے کسی دوسرے کے لئے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیّت کی تو فیصلہ گواہوں کی گواہی کے مطابق ہوگا اور وارث نے جس کے لئے اقرار کیا اسے کچھ نہ ملے گا۔(41)

مسئلہ ۳۸: اگر کسی وارث نے اقرار کیا کہ اس کے باپ نے اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیّت فلاں کے لئے کی پھر اس کے بعد کہا کہ بلکہ اس کی وصیّت فلاں کے لئے کی، تو اس صورت میں جس کے لئے پہلے اقرار کیا اس کو ملے گا اور دوسرے کے لئے کچھ نہیں اور اگر اس نے دونوں کے لئے متصلاً بلافصل اقرار کیا تو ثلث مال (یعنی تہائی مال) دونوں کے مابین نصف نصف کر دیا جائے گا۔(42)

---

(38) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص106.

(39) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص106.

(40) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص107.

(41) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص107.

(42) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6، ص107.

مسئلہ ۳۹: وارث تین ہیں اور مال تین ہزار ہے ہر وارث نے ایک، ایک ہزار پایا پھر اُن میں سے ایک نے اقرار کیا کہ اس کے باپ نے فلاں کے لئے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیّت کی تھی اور باقی دو وارثوں نے انکار کیا تو اقرار کرنے والا اپنے حصے میں سے ایک تہائی اس کو دے گا جس کے لئے اس نے اقرار کیا۔(43)

مسئلہ ۴۰: اگر دو بیٹوں میں سے ایک نے تقسیم ترکہ کے بعد اقرار کیا کہ مرحوم باپ نے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیّت فلاں کے لئے کی تھی تو اس کا اقرار صحیح ہے اور اس اقرار کرنے والے ہی کے حصے کے ثلث میں نافذ ہوگی۔(44) اور یہی حکم اس صورت میں ہے جبکہ اس کے کئی بیٹوں میں سے ایک نے اقرار کیا ہو تو اقرار کرنے والے کے حصہ کے ثلث میں وصیّت نافذ ہوگی۔(45)

مسئلہ ۴۱: وارث دو ہیں اور مال ایک ہزار نقد ہے اور ایک ہزار ان میں سے ایک پر اُدھار ہے پھر اس وارث نے جس پر اُدھار نہیں ہے اقرار کیا کہ اس کے باپ نے کسی کے حق میں ایک ثلث کی وصیّت کی تھی تو اس ایک ہزار نقد میں سے تہائی حصہ لے کر موصی الہ (جس کے لیے وصیت کی گئی) کو دیا جائے گا اور اقرار کرنے والے کو باقی دو تہائی ملے گا۔(46)

تنبیہ: موصٰی بہ (جس چیز کی وصیت کی گئی) سے پیدا ہونے والی کوئی بھی زیادتی جیسے بچہ، یا غلہ وغیرہ اگر موصی کی موت کے بعد اور موصی الہ کے قبول وصیّت سے پہلے ہو تو وہ زیادتی اور اضافہ موصٰی بہ میں شمار ہوگا اور ثلث مال (یعنی تہائی مال) میں شامل ہوگا لیکن اگر یہ اضافہ اور زیادتی موصٰی لہ کے قبول وصیّت کے بعد مگر مال تقسیم ہونے سے پہلے ہو تب بھی وہ موصٰی بہ میں شامل ہوگی۔(47) مثال کے طور پر ایک شخص کے پاس چھ 600 سو درہم اور ایک لونڈی قیمتی تین سو درہم کی ہیں اس نے کسی آدمی کے لئے لونڈی کی وصیّت کی اور مر گیا پھر لونڈی نے ایک بچہ جنا جس کی قیمت تین سو درہم کے برابر ہے پس یہ ولادت اگر تقسیم مال اور قبول وصیّت سے پہلے ہوئی تو موصٰی لہ کو وصیّت میں وہ لونڈی ملے گی اور اس بچہ کا تہائی حصہ، اور اگر موصٰی لہ کے وصیّت قبول کرنے کے بعد اور مال تقسیم ہو جانے کے بعد ولادت ہوئی تو بلا اختلاف موصی الہ کی ملکیت ہے اور اگر موصٰی لہ نے وصیّت قبول کر لی تھی اور مال ابھی تقسیم نہ ہوا تھا کہ لونڈی کے بچہ پیدا

---

(43) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال...إلخ، ج6، ص107.

(44) الدر المختار، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بثلث المال، ج10، ص401.

(45) رد المحتار، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بثلث المال، ج10، ص401.

(46) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال...إلخ، ج6، ص107.

(47) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال...إلخ، ج6، ص107.

ہوگیا تب بھی وہ موصٰی بہ میں شامل ہوگا جیسا کہ قبول وصیّت سے قبل کی صورت میں وہ موصٰی بہ میں شامل کیا گیا تھا، اور اگر لونڈی نے موصی کی موت سے پہلے بچہ جنا تو وہ وصیّت میں داخل نہ ہوگا۔ (48)

❁❁❁❁❁

(48) الفتاوی الھندیۃ،کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال... إلخ، ج6،ص108.

بیٹے کا اپنے مرض الموت میں اپنے باپ کی وصیّت کو جائز کرنے اور اپنے اوپر یا اپنے باپ کے اوپر دین (ادھار) کا اقرار کرنے کا بیان

مسئلہ 1: ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس نے تین ہزار روپے اور ایک بیٹا چھوڑا اور دو ہزار روپے کی کسی شخص کے لئے وصیّت کی پھر بیٹے نے اپنے مرض الموت میں اس وصیّت کو جائز کر دیا اور مر گیا اور بیٹے کا بجز اس وراثت کے اور کوئی مال بھی نہیں تو اس صورت میں موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) ایک ہزار روپے تو بیٹے کی اجازت کے بغیر ہی پانے کا مستحق ہے اور بقیہ دو ہزار میں سے ایک ثلث اور پائے گا جو کہ بیٹے کے مال کا تہائی حصہ ہوتا ہے۔(1)

مسئلہ 2: وارث کی طرف سے مرض الموت میں اپنے مورث کی وصیّت کو جائز کرنا بمنزلہ وصیّت کرنے کے ہے اسی طرح مرض الموت میں اپنی موت کے بعد غلام کو آزاد کرنا بھی بمنزلہ وصیّت کے ہے اور جب دو وصیتیں جمع ہوں جن میں سے ایک عتق (آزاد کرنا) ہو تو عتق مقدم و اولیٰ ہے اور دَین (یعنی ادھار) مقدم ہے وصیّت پر۔(2)

مسئلہ 3: وارث نے اگر بحالت صحت و تندرستی اپنے مورث کی وصیّت کو جائز کر دیا تو وہ اولیٰ اور مقدم ہے عتق سے، اور ادھار کے اقرار سے اور وصیّت سے۔(3)

مسئلہ 4: وارث نے اگر بحالت صحت اپنے باپ کی وصیّت کو جائز کر دیا پھر اپنے باپ پر ادھار ہونے کا اقرار کیا تو پہلے باپ کی وصیّت پوری کی جائے گی اس کے بعد اگر کچھ بچے گا تو ادھار والوں کو ادا کیا جائے گا لیکن وارث کمی کی صورت میں ان اُدھار والوں کے ادھار کی کامل ادائیگی کا ذمہ دار نہ ہوگا ہاں اگر وصیّت پوری کرنے کے بعد اتنا مال بچ رہا کہ ادھار کی کامل ادائیگی ہو جائے تو اُدھار کا اقرار کرنے کے بعد وہ اس کی کامل ادائیگی کا ذمہ دار ہے اور اگر وہ بچا ہوا مال قرض کی ادائیگی کے لئے پورا نہ ہو تو اقرار کرنے والا وارث اتنا ادا کرنے کا ضامن ہوگا جتنے کا اُس نے اقرار کیا ہے۔(4)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الرابع فی اجازۃ الولد من وصیۃ...الخ، ج6، ص108.

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الرابع فی اجازۃ الولد من وصیۃ...الخ، ج6، ص108.

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الرابع فی اجازۃ الولد من وصیۃ...الخ، ج6، ص108.

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الرابع فی اجازۃ الولد من وصیۃ...الخ، ج6، ص108.

مسئلہ 5: ایک شخص نے اپنے باپ پر دَین کا دعوٰی کیا اور موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) نے میت کی طرف سے دعوٰی کیا کہ اس نے اپنے باپ کی وصیّت کو جائز کر دیا ہے اور اس شخص نے ان دونوں باتوں کی تصدیق کی تو دَین کی ادائیگی مقدم ہوگی اور وہ صاحب اجازت کے لئے کسی چیز کا ذمہ دار نہ ہوگا خواہ اس نے یہ تصدیق بحالت صحت کی ہو یا بحالت مرض۔(5)

مسئلہ 6: مریض وارث نے اپنے باپ کی وصیّت کو جائز کیا پھر اس نے اپنے باپ پر دَین (اُدھار) کا اقرار کیا اور اپنی ذات پر بھی دَین کا اقرار کیا تو پہلے باپ کا دَین ادا کیا جائے گا پھر اس کا اپنا دَین ادا کیا جائے گا۔(6)

مسئلہ 7: وارث نے اپنے باپ کی وصیّت کی اجازت دے دی پھر اپنی ذات پر دَین کا اقرار کیا تو دین مقدم و اولیٰ ہے، پہلے دین ادا ہوگا اس کے بعد دیکھا جائے گا اگر دَین کی ادائیگی کے بعد کچھ بچ رہا تو اگر اس وارث کے ورثہ نے اس وصیّت کو جائز نہیں کیا جس کو وارث نے جائز کر دیا تھا تو بقیہ مال کا ثلث اس وصیّت میں دیا جائے گا۔(7)

مسئلہ 8: ایک مریض جس کے پاس دو ہزار روپے ہیں اور اس کے پاس ان کے علاوہ اور کوئی مال نہیں، اس کا انتقال ہوا اس نے کسی شخص کے لئے ان میں سے ایک ہزار روپے کی وصیّت کر دی اور ایک دوسرے شخص کے لئے بقیہ ایک ہزار کی وصیّت کر دی اور اس کے وارث بیٹے نے اس کی ان دونوں وصیّتوں کو یکے بعد دیگرے اپنی بیماری کی حالت میں جائز کر دیا اور اس وارث بیٹے کے پاس سوائے ان دو ہزار روپے کے جو وراثت میں ملے اور مال نہیں ہے تو اس صورت میں ان دو ہزار کا تہائی حصہ ان دونوں کو نصف نصف تقسیم کر دیا جائے گا جن کے لئے میت اول نے وصیّت کی تھی۔(8)

مسئلہ 9: ایک شخص کے پاس ایک ہزار درہم ہیں اس نے ان کی کسی شخص کے لئے وصیّت کر دی اور انتقال کر گیا اس کا وارث جو اس کے مال کا مالک ہوا اس کی ملکیت میں بھی ایک ہزار درہم تھے۔ (یعنی اس کے پاس کل دو ہزار درہم ہو گئے) پھر اس وارث نے کسی شخص کے لئے اپنے ذاتی ایک ہزار درہم کی اور ان ایک ہزار درہم کی جو وراثت میں ملے تھے دونوں کی وصیّت کر دی پھر اس وارث کا انتقال ہو گیا اور اس نے اپنا ایک وارث چھوڑا اس نے اپنے باپ اور اپنے دادا کی وصیّت کو اپنے مرض الموت میں جائز کر دیا اور مر گیا اور اس مرنے والے کا بجز اس ترکہ کے اور کوئی مال

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الرابع فی اجازۃ الولد من وصیۃ... إلخ، ج6،ص108.

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الرابع فی اجازۃ الولد من وصیۃ... إلخ، ج6،ص108.

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الرابع فی اجازۃ الولد من وصیۃ... إلخ، ج6،ص108.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الرابع فی اجازۃ الولد من وصیۃ... إلخ، ج6،ص108.

نہیں تو اس صورت میں پہلے والے موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو یعنی دادا کے موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو پہلے ایک ہزار درہم کا ایک ثلث وصیّت جائز کئے بغیر ہی ملے گا پھر باقی دو تہائی کو دوسرے ایک ہزار درہم میں ملا دیا جائے گا اور اس مجموعہ کا ایک ثلث موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) دوم کو یعنی اس میت کے باپ کے موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو ملے گا اور یہ بھی وصیّت کو جائز کئے بغیر ہی دے دیا جائے گا۔ یہ ثلث ادا کرنے کے بعد اس تیسری میت کے بقیہ مال کو دیکھا جائے اور اسے موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) اول اور موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) دوم کے درمیان وصیّت جائز کر دینے کے بعد بقدر اپنے اپنے بقیہ حصے کے تقسیم کر دیا جائے گا۔(9)

❀❀❀❀❀

(9) الفتاوی الهندية، كتاب الوصايا، الباب الرابع في اجازة الولد من وصية... إلخ، ج6، ص109.

کس حالت میں وصیّت معتبر ہے

مسئلہ 1: مریض نے کسی عورت کے لئے دَین (اُدھار) کا اقرار کیا یا اس کے لئے وصیت کی یا اُسے کچھ ہبہ کیا اس کے بعد پھر اس سے نکاح کر لیا اس کے بعد اس مریض کا انتقال ہو گیا تو اس کا اقرار جائز ہے اور وصیّت اور ہبہ باطل ہے۔(1)

مسئلہ 2: مریض نے اپنے کافر بیٹے یا غلام کے لئے وصیّت کی یا اسے کچھ ہبہ کیا اور اسے سونپ دیا، یا اس کے لئے دَین کا اقرار کیا، بعد میں وہ کافر بیٹا مسلمان ہو گیا یا غلام آزاد ہو گیا اور یہ مریض کی موت سے پہلے پہلے ہو گیا تو یہ وصیّت یا ہبہ یا اقرار باطل ہو جائے گا۔(2)

مسئلہ 3: مریض نے وصیّت کی اس حالت میں کہ وہ ضعف و ناطاقتی کی وجہ سے بات کرنے پر قادر نہ تھا، اس نے سر سے اشارہ کیا اور یہ معلوم ہو کہ اگر اس کا اشارہ سمجھ لیا گیا تو وہ جان لے گا کہ اس کا اشارہ سمجھ لیا گیا ہے تو اس کی وصیّت جائز ہے ورنہ نہیں۔ یہ اس صورت میں ہے کہ وہ مریض کلام کرنے پر قدرت حاصل ہونے سے قبل ہی انتقال کر جائے کیوں کہ اس صورت میں یہ ظاہر ہو گا کہ اس کے کلام کرنے سے ناامیدی ہو گئی ہے لہٰذا وہ اخرس یعنی گونگے کی طرح ہے۔(3)

مسئلہ 4: جس کے ہاتھ مارے گئے ہوں یا جس کے پیر مارے گئے ہوں، فالج زدہ اور تپ دق (ٹی بی کا بخار) کا مارا جبکہ ان کے امراض کو لمبی مدت گزر جانے اور ان مرحلوں کی وجہ سے موت کا اندیشہ نہ رہے تو یہ سب صحیح الجسم (یعنی غیر مریض) کے حکم میں ہیں کہ اگر یہ اپنا تمام مال ہبہ کر دیں تو یہ ہبہ کرنا صحیح ہے لیکن اگر دوبارہ ان کو مرض ہو تو وہ بمنزلہ نئے مرض کے ہے اگر اس وقت ان کی موت کا اندیشہ ہو تو یہ ان کا مرض الموت ہو گا لہٰذا ایسی صورت میں ان کا ہبہ کرنا صرف تہائی مال میں معتبر ہو گا یعنی وہ اپنا تہائی مال ہبہ کر سکتے ہیں زیادہ نہیں۔ اگر اُسے ان امراض میں سے کوئی مرض لاحق ہوا اور وہ صاحبِ فراش ہوا تو یہ اس کا مرض الموت ہو گا اور اُس کا ہبہ ثلث مال (یعنی تہائی مال) میں

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الرابع فی اجازۃ الولد... الخ، فصل فی اعتبار حالۃ الوصیۃ، ج6، ص109.

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الرابع فی اجازۃ الولد... الخ، فصل فی اعتبار حالۃ الوصیۃ، ج6، ص109.

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الرابع فی اجازۃ الولد... الخ، فصل فی اعتبار حالۃ الوصیۃ، ج6، ص109.

جاری ہوگا۔(4)

مسئلہ 5: کسی نے وصیّت کی پھر اس پر جنون طاری ہوگیا اگر اس کا جنون مطبق ہے (یعنی ہمہ وقت مستقل ہے) تو معاملہ قاضی کی رائے پر ہے اگر وہ اس کی وصیّت کو جائز قرار دے تو جائز ہے ورنہ باطل، اور اگر جنون سے اچھا ہونے کی میعاد مقرر کرنے کی ضرورت ہو تو فتویٰ اس پر ہے کہ حق تصرفات میں جنون مطبق کی مدت ایک سال مقرر کی جاتی ہے۔(5)

مسئلہ 6: جو شخص قید خانے میں محبوس ہے، قصاص میں قتل کیا جائے یا رجم (سنگسار) کیا جائے وہ مریض کے حکم میں نہیں ہے۔ لیکن جب وہ قتل کرنے کے لئے نکالا جائے اس حالت میں وہ مریض کے حکم میں داخل ہے۔(6)

مسئلہ 7: جو شخص میدان کارزار میں قتال کرنے والوں کی صف میں ہو وہ صحیح وتندرست کے حکم میں ہے لیکن جب وہ جنگ وقتال شروع کردے تو وہ مریض کے حکم میں ہے۔(7)

مسئلہ 8: جو شخص کشتی میں سفر کررہا ہے اس کا حکم صحیح وتندرست آدمی کا ہے لیکن اگر دریا میں زبردست تموّج ہو کہ کشتی ڈوب جانے کا اندیشہ ہو تو اس حالت میں وہ مریض کے حکم میں ہے۔(8)

مسئلہ 9: قیدی قتل کے لئے لایا گیا لیکن قتل نہیں کیا گیا قید خانہ واپس بھیج دیا گیا یا جنگ کرنے والا جنگ کے بعد بخیریت اپنی صف میں واپس آگیا یا دریا کا تموج ٹھہر گیا اور کشتی سلامت رہی تو ان صورتوں میں اس شخص کا حکم اس مریض جیسا ہے جو اپنے مرض سے شفا پا گیا اچھا ہوگیا اب اس کے تمام تصرفات اس کے تمام مال میں نافذ ہوں گے۔(9)

مسئلہ 10: مجذوم (کوڑھی) اور باری سے بخار والا خواہ چوتھے دن بخار آتا ہو یا تیسرے دن، یہ لوگ اگر صاحب فراش ہوں تو اس مریض کے حکم میں ہیں جو مرض الموت میں ہے۔(10)

مسئلہ 11: کسی شخص پر فالج گرا اور اس کی زبان جاتی رہی یعنی بیکار ہوگئی یا کوئی شخص بیمار ہوا اور کلام کرنے پر

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الرابع فی اجازۃ الولد... إلخ، فصل فی اعتبار حالۃ الوصیۃ، ج6، ص109.

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الرابع فی اجازۃ الولد... إلخ، فصل فی اعتبار حالۃ الوصیۃ، ج6، ص109.

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الرابع فی اجازۃ الولد... إلخ، فصل فی اعتبار حالۃ الوصیۃ، ج6، ص109.

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الرابع فی اجازۃ الولد... إلخ، فصل فی اعتبار حالۃ الوصیۃ، ج6، ص109.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الرابع فی اجازۃ الولد... إلخ، فصل فی اعتبار حالۃ الوصیۃ، ج6، ص109.

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الرابع فی اجازۃ الولد... إلخ، فصل فی اعتبار حالۃ الوصیۃ، ج6، ص109.

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الرابع فی اجازۃ الولد... إلخ، فصل فی اعتبار حالۃ الوصیۃ، ج6، ص109.

قدرت نہیں پھر اس نے کچھ اشارے سے کہا یا کچھ لکھ دیا اور اس کا یہ مرض طویل ہوا یعنی ایک سال تک چلتا رہا تو وہ بمنزلہ گونگے کے ہے۔(11)

مسئلہ 12: عورت کو دردزہ (یعنی بچے کی پیدائش کا درد) ہوا، اس حالت میں وہ جو کچھ کرے اس کا نفاذ ثلث مال (یعنی تہائی مال) میں ہوگا اور اگر وہ اس دردزہ سے جانبر ہوگئی (یعنی زندہ بچ گئی) تو جو کچھ اس نے کیا پورا پورا نافذ ہوگا۔(12)

❁❁❁❁❁

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الرابع فی اجازۃ الولد...إلخ، فصل فی اعتبار حالۃ الوصیۃ، ج6، ص109.

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الرابع فی اجازۃ الولد...إلخ، فصل فی اعتبار حالۃ الوصیۃ، ج6، ص109.

کون سی وصیّت مقدم ہے کون سی مؤخر

مسئلہ 1: جب متعدد وصیتیں جمع ہوجائیں تو اس میں بہت سی صورتیں ہیں، اگر ثلث مال (یعنی تہائی مال) سے وہ تمام وصیتیں پوری ہوسکتی ہیں تو وہ پوری کردی جائیں گی اور اگر ثلث مال (یعنی تہائی مال) میں وہ تمام وصیتیں پوری نہیں ہوسکتیں لیکن ورثہ نے ان کو جائز کردیا تب بھی وہ تمام وصیتیں ادا کی جائیں گی لیکن اگر ورثہ نے اجازت نہ دی تو دیکھا جائے گا کہ آیا وہ تمام وصیتیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں یا بعض تقرُّب اِلَی اللہ کے لئے اور بعض بندوں کے لئے یا کل وصیتیں بندوں کے لئے ہیں، اگر کُل وصیتیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں تو دیکھا جائے گا کہ آیا وہ کُل ایک ہی درجہ کے فرائض سے ہیں یا کُل وصیتیں واجبات سے ہیں یا کُل کی کُل نوافل سے ہیں، اگر کُل وصیتیں ایک ہی درجہ کے فرائض سے ہیں تو پہلے وہ وصیّت پوری کی جائے گی جس کا ذکر موصی نے پہلے کیا۔(1)

مسئلہ 2: حج اور زکوٰۃ میں اگر حج فرض ہے تو وہ زکوٰۃ پر مقدم ہے خواہ موصی نے زکوٰۃ کا ذکر پہلے کیا ہو، اور کفارہ قتل اور کفارہ یمین (قسم کا کفارہ) میں اس کو مقدم کیا جائے گا جس کو موصی نے مقدم کیا اور ماہِ رمضان کے روزے توڑنے کے کفارہ میں اور قتل خطاء کے کفارہ میں کفارہ قتل خطاء مقدم ہوگا۔(2)

مسئلہ 3: حج اور زکوٰۃ مقدم ہیں کفارات پر، اور کفارات مقدم ہیں صدقۃ الفطر پر، اور صدقۃ الفطر مقدم ہے قربانی پر، اور اگر قربانی سے پہلے منذور بہ (جس کی منت مانی گئی) کو ذکر کیا تو منذور بہ مقدم ہے قربانی پر، اور قربانی مقدم ہے نوافل پر۔ اور ان سب پر اعتاق مقدم ہے خواہ اعتاق منجز ہو یا اعتاق معلق بالموت ہو۔(3)

مسئلہ 4: حج کی وصیّت کی اور کچھ دیگر تقرُّب اِلی اللہ تعالیٰ چیزوں کی وصیت کی اور مسجد معیّن کے مصالح کے لئے اور کسی قوم کے کچھ مخصوص و مشخص (معلوم و معین) لوگوں کے لئے وصیت کی اور ثلث مال (یعنی تہائی مال) میں یہ سب پوری نہیں ہوئی تو ثلث مال (یعنی تہائی مال) کو ان کے مابین تقسیم کردیا جائے گا، جتنا مال مشخص و معین لوگوں کو ملے گا اس میں سے وہ اپنا اپنا حصہ لے لیں گے اور جتنا مال تقرُّب اِلی اللہ کے حصہ میں آئے گا اگر ان میں سوائے حج کے کوئی دوسرا واجب نہیں ہے تو حج مقدم ہے اگر یہ تمام مال حج ہی کے لئے پورا ہوگیا تو تقرُّب الی اللہ تعالیٰ کی بقیہ وصیتیں باطل

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الخامس فی العتق والمحاباۃ...إلخ، ج6، ص114، 115.

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الخامس فی العتق والمحاباۃ...إلخ، ج6، ص115.

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الخامس فی العتق والمحاباۃ...إلخ، ج6، ص115.

ٹھہریں گی اور اگر کچھ بچ گیا تو تقرب کی وہ وصیت مقدم ہے جس کو موصی نے پہلے ذکر کیا۔(4)

مسئلہ 5: کچھ وصیتیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور کچھ بندوں کے لئے تو اگر موصی نے قوم کے خاص خاص معیّن لوگوں کے لئے وصیت کی تو وہ ثلث مال (یعنی تہائی مال) میں شریک ہیں، ان کو ثلث مال (یعنی تہائی مال) میں جو حصہ ملے گا وہ بلا تقدیم وتاخیر ان سب کے لئے ہے اور جو حصہ ثلث مال (یعنی تہائی مال) میں سے اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لئے ملے گا اس میں فرائض مقدم ہوں گے پھر واجبات پھر نوافل۔(5)

مسئلہ 6: اگر یہ وصیت کی کہ میرا تہائی مال حج، زکوٰۃ، کفارات میں اور زید کے لئے ہے اس صورت میں ثلث مال (یعنی تہائی مال) چار حصوں میں تقسیم ہوگا ایک حصہ موصی الہ (جس کے لیے وصیت کی گئی) زید کے لئے، ایک حصہ حج کے لئے، ایک حصہ زکوٰۃ کے لئے اور ایک حصہ کفارات کے لئے۔(6)

مسئلہ 7: کل وصیتیں بندوں کے لئے ہیں اس صورت میں اقویٰ غیر اقویٰ پر مقدم ہوگی، اس کا لحاظ نہ کیا جائے گا کہ میت نے کس کا ذکر پہلے کیا تھا اور کس کا بعد میں، اگر وہ سب قوت میں برابر ہوں تو ہر ایک کو ثلث مال (یعنی تہائی مال) میں سے بقدر اس کے حق کے ملے گا اور اول وآخر کا لحاظ نہ ہوگا۔(7)

مسئلہ 8: اگر تمام وصیتیں از قسم نوافل ہوں اور ان میں کوئی چیز مخصوص ومعیّن نہ ہو تو ایسی صورت میں میت نے جس کا ذکر پہلے کیا وہ مقدم ہوگی۔ جیسے اس نے وصیت کی کہ میرا نفلی حج کرا دینا یا ایک جان میری طرف سے آزاد کر دینا یا اُس نے وصیّت کی کہ میری طرف سے غیر معیَّن فقراء پر صدقہ کر دینا تو ان صورتوں میں جس کا ذکر پہلے کیا وہ پوری کی جائے گی۔(8)

مسئلہ 9: ایک شخص نے وصیّت کی کہ سو100 درہم فقراء کو دیئے جائیں اور سو100 درہم اقرباء کو اور اس کی چھوٹی ہوئی نمازوں کے بدلے میں کھانا کھلایا جائے، پھر اس کا انتقال ہوگیا اور اس پر ایک ماہ کی نمازیں باقی تھیں اور اس کا ثلث مال (یعنی تہائی مال) تمام وصیتوں کے لئے ناکافی ہے تو اس صورت میں ثلث مال (یعنی تہائی مال) کو اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ سو درہم فقراء پر اور سو درہم اقرباء پر اور اس کی ہر نماز کے بدلے نصف صاع گیہوں کی جو قیمت ہو

---

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الخامس فی العتق والمحاباۃ۔۔۔ إلخ، ج6، ص115.

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الخامس فی العتق والمحاباۃ۔۔۔ إلخ، ج6، ص115.

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الخامس فی العتق والمحاباۃ۔۔۔ إلخ، ج6، ص115.

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الخامس فی العتق والمحاباۃ۔۔۔ إلخ، ج6، ص115.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الخامس فی العتق والمحاباۃ۔۔۔ إلخ، ج6، ص115.

اس پر، پس جو حصہ اقرباء کو پہنچے گا وہ ان کو دیدیا جائے گا اور جو حصہ فقراء اور کھانے کا ہے اس سے کھانا کھلایا جائے اور جو کمی پڑے گی وہ فقراء کے حصہ میں آئے گی۔ (9)

مسئلہ 10: حَجۃُ الاِسلام یعنی حج فرض کی وصیت کی تو یہ حج مرنے والے کے شہر سے سواری پر کرایا جائے گا لیکن اگر وصیت کے لئے خرچ پورا نہ ہو تو وہاں سے کرایا جائے جہاں سے خرچ پورا ہو جائے اور اگر کوئی شخص حج کرنے کے لئے نکلا اور راستہ میں انتقال ہو گیا اور اس نے اپنی طرف سے حج ادا کرنے کی وصیت کی تو اس کا حج اس کے شہر سے کرایا جائے، یہی حکم اس کے لئے ہے جو حج بدل کرنے والا حج کے راستہ میں مرگیا وہ حج بدل پھر اُس کے شہر سے کرایا جائے۔ (10)

❁❁❁❁❁

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الخامس فی العتق والمحاباۃ... إلخ، ج6، ص115.

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الخامس فی العتق والمحاباۃ... إلخ، ج6، ص116.

اقارب وہمسایہ وغیرہم کے لئے وصیّت کا بیان

مسئلہ 1: اقارب کے لئے وصیّت کی تو وہ اس کے ذی رحم محرم میں سے درجہ بدرجہ زیادہ قریب کے لئے ہے اور اس میں والدین داخل نہیں اور یہ وصیّت ایک سے زیادہ کے لئے ہے۔(1) امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سلسلہ میں چھ چیزوں کا اعتبار فرمایا ہے۔ پہلی یہ کہ اس لفظ کے مستحق موصی کے ذی رحم محرم ہیں، دوسری یہ کہ ان کے باپ اور ماں کی طرف سے ہونے میں کوئی فرق نہیں، تیسری یہ کہ وہ وارثوں میں سے نہ ہوں، چوتھی یہ کہ زیادہ قریب مقدم ہوگا اور اَبعَدُ (2) اَقرَبُ (3) سے مجوب (محروم) ہوجائے گا، پانچویں یہ کہ مستحق دو 2 یا دو 2 سے زیادہ ہوں، اور چھٹی یہ کہ اس میں والد اور ولد (بیٹا) داخل نہیں۔(4)

مسئلہ 2: اقارب کے لئے وصیّت کی تو اس میں دادا اور پوتا داخل نہیں۔(5)

مسئلہ 3: اقارب کے لئے وصیّت کی تو اگر دو 2 چچا اور دو 2 ماموں ہیں اور وہ وارث نہیں کہ مرنے والے کا بیٹا موجود ہے تو اس صورت میں یہ وصیّت دونوں چچاؤں کے لئے ہے، دونوں ماموؤں کے لئے نہیں۔(6)

مسئلہ 4: اقارب کے لئے وصیّت کی اور ایک چچا اور دو ماموں ہیں تو چچا کو ثلث کا نصف ملے گا اور نصفِ آخر دونوں ماموؤں کو۔ اور اگر فقط ایک ہی چچا ہے اور ذی رحم محرم میں سے کوئی اور نہیں تو چچا کو نصف ثلث اور باقی نصف ثلث ورثہ پر رد ہوگا۔(7)

مسئلہ 5: اقارب کے لئے وصیّت کی اور ایک چچا اور ایک پھوپھی، ایک ماموں اور ایک خالہ چھوڑے تو یہ وصیّت چچا اور پھوپھی کے درمیان برابر تقسیم کی جائے گی۔(8)

---

(1) الھدایۃ، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم، ج2، ص530.

(2) دور کا رشتہ دار جس کے بیچ میں کسی رشتے کا فاصلہ ہو مثلاً باپ کے ہوتے ہوئے دادا۔

(3) قریب کا رشتہ دار جس کے بیچ میں کسی رشتے کا فاصلہ نہ ہو مثلاً باپ۔

(4) الکفایۃ علی ھامش فتح القدیر، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم، ج9، ص401.

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب...إلخ، ج6، ص116.

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب...إلخ، ج6، ص116.

(7) بدائع الصنائع، کتاب الوصایا، وصایا اہل الذمۃ، ج6، ص453.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب...إلخ، ج6، ص116.

مسئلہ 6: اپنے ذی قرابت یا اپنے ذی رحم کے لئے وصیّت کی اور ایک چچا اور ایک ماموں چھوڑے تو اس صورت میں اکیلا چچا کل وصیّت کا مالک ہوگا۔(9)

مسئلہ 7: اپنے اہل بیت کے لئے وصیّت کی تو اس میں اس کے مورث اعلیٰ (اقصی الاب فی الاسلام) کی تمام اولاد شامل ہوگی حتی کہ اگر موصی علوی ہے تو اس کی وصیّت میں ہر وہ شخص شامل ہوگا جو اپنے باپ کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ہے۔(10)

مسئلہ 8: اپنے نسب یا حسب کے لئے وصیّت کی تو وہ اس کے ہر اس رشتہ دار کے لئے ہے جس کا نسب اس کے مورث اعلیٰ (اقصیٰ الاب) سے ثابت ہے۔(11)

مسئلہ 9: اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیت کی اپنے اہل کے لئے یا کسی کے اہل کے لئے کی تو یہ خاص طور سے زوجہ کے لئے ہے مگر استحسانا تمام گھر والوں کے لئے ہے جو اس کی عیال داری میں ہیں (یعنی پرورش میں ہیں) اور جن کے نفقہ کا وہ کفیل ہے لیکن اس میں اس کے غلام شامل نہیں۔ اور اگر اُس کے اہل دوشہروں میں یا دو گھروں میں رہتے ہیں وہ بھی اس وصیّت میں داخل ہیں۔(12)

مسئلہ 10: کسی نے یہ کہا کہ میں نے اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیّت اپنے قرابت داروں اور غیر کے لئے کی تو یہ کل وصیّت قرابت داروں کے لئے ہے۔(13)

مسئلہ 11: اپنے بھائیوں کے لئے اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیّت کی تو ان تمام بھائیوں کو ملے گی جو اس کے بھائیوں کی حیثیت سے مشہور ہیں اور اس کی طرف منسوب ہیں۔(14)

مسئلہ 12: ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے زوجہ چھوڑی اور اس زوجہ کے سوا اس کا کوئی وارث نہیں، اس نے کسی اجنبی کے لئے اپنے تمام مال کی وصیّت کی اور اپنی زوجہ کے لئے جمیع مال کی وصیّت کی تو اس صورت میں اجنبی کو پہلے اس کے تمام مال کا ثلث حصہ مل جائے گا بقیہ دو ثلث کا ربع (چوتھائی) میراث میں بیوی کو ملے گا جو کہ کل کا چھٹا حصہ بنتا ہے

---

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب... الخ، ج6، ص116.

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب... الخ، ج6، ص116.

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب... الخ، ج6، ص116.

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب... الخ، ج6، ص117.

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب... الخ، ج6، ص117.

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب... الخ، ج6، ص117.

باقی رہ گیا نصف مال تو وہ اس بیوی اور اجنبی میں برابر برابر آدھا آدھا تقسیم ہوگا۔(15) مثال کے طور پر موصی نے بارہ روپے چھوڑے اس میں سے ایک ثلث یعنی چار روپے تو اجنبی کو بلا منازعت پہلے ہی مل جائیں گے باقی رہے دوثلث یعنی آٹھ روپے اس کا ربع یعنی دو روپے بیوی کو میراث میں مل جائیں گے جو کہ کل کا چھٹا حصہ ہے، اب باقی رہا نصف مال یعنی چھ روپے تو یہ اجنبی اور بیوی کے مابین آدھے آدھے تقسیم ہوں گے اس طرح بیوی کو اس کے مال سے پانچ حصے اور اجنبی کو سات حصے ملیں گے۔(مؤلف)

مسئلہ 13: عورت کا انتقال ہوا اس نے اپنے تمام مال کی شوہر کے لئے وصیت کی اور اس کا کوئی دوسرا وارث نہیں اور کسی اجنبی کے لئے بھی تمام مال کی وصیت کی یا دونوں کے لئے نصف نصف مال کی وصیت کی اس صورت میں اجنبی کو پہلے کل مال کا ایک ثلث ملے گا بقیہ دوثلث میں سے آدھا میراث میں شوہر کو ملے گا باقی رہا ایک ثلث، اس کے تین حصے کئے جائیں گے اُن میں سے ایک حصہ اجنبی کو اور دو حصے شوہر کو ملیں گے۔(17) اس صورت میں اس کا کل مال اٹھارہ حصوں میں تقسیم ہوگا، پہلے اجنبی کو چھ حصے یعنی ایک تہائی ملے گا، باقی رہے دو تہائی یعنی بارہ حصے اس میں سے آدھا یعنی چھ حصے شوہر کو ملیں گے باقی رہے چھ حصے جو کہ کل مال کا ایک ثلث ہیں اس میں سے اجنبی کو ایک ثلث یعنی دو 2 حصے اور شوہر کو دوثلث یعنی چار حصے ملیں گے، اس طرح شوہر کو بیوی کے کل مال میں سے دس 10 حصے اور اجنبی کو آٹھ 8 حصے ملیں گے۔(مؤلف)

مسئلہ 14: اولادِ فلاں کے لئے وصیت کی اور فلاں کے لئے کوئی صلبی اولاد ہی نہیں تو اس وصیت میں اس کے بیٹوں کی اولاد داخل ہوگی۔(18)

مسئلہ 15: فلاں کے ورثہ کے لئے وصیت کی تو وصیت اس طرح تقسیم ہوگی کہ مذکر کو دو حصے اور مونث کو ایک حصہ۔(19)

مسئلہ 16: فلاں کی بیٹیوں (بنات) کے لئے وصیت کی اور اس کے بیٹے اور بیٹیاں دونوں ہیں تو وصیت خاص طور سے بیٹیوں کے لئے ہے اور اگر اس کے بیٹے ہیں اور پوتیاں ہیں تو وصیت پوتیوں کے لئے ہے۔(20)

---

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب... إلخ، ج6، ص117.

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب... إلخ، ج6، ص117.

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب... إلخ، ج6، ص117، 118

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب... إلخ، ج6، ص117، 118

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب... إلخ، ج6، ص117، 118

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب... إلخ، ج6، ص118.

مسئلہ 17: فلاں فلاں کے آباء کے لئے وصیت کی اور ان کے آباء و امہات (یعنی باپ اور مائیں) دونوں ہیں تو یہ دونوں وصیت میں داخل ہیں لیکن اگر ان کے آباء اور امہات نہیں بلکہ دادا اور دادیاں ہیں تو یہ وصیت میں داخل نہیں۔(21)

مسئلہ 18: آلِ فلاں کے لئے وصیت کی تو یہ اس کے تمام گھر والوں کے لئے ہے۔(22) مگر اس میں بیٹیوں اور بہنوں کی اولاد داخل نہیں نہ ہی ماں کے قرابت دار داخل ہیں۔(23)

مسئلہ 19: اپنے پڑوسیوں کے لئے وصیت کی تو اس میں امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک وہ تمام لوگ شامل ہیں جو اس کے گھر سے ملے ہوئے ہوں لیکن صاحبین کے نزدیک وہ تمام لوگ شامل ہیں جو محلہ کی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں۔(24)

مسئلہ 20: اپنے پڑوسیوں کے لئے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیت کی اگر وہ گنتی کے ہیں تو یہ ثلث مال (یعنی تہائی مال) ان کے اغنیاء و فقراء دونوں میں تقسیم کیا جائے گا یہی حکم اس وصیت کا ہے جو اہلِ مسجد کے لئے کی جائے۔(25)

مسئلہ 21: بنی فلاں کے یتامٰی (یعنی فلاں خاندانوں کے یتیموں) کے لئے وصیت کی اور وہ گنتی کے ہیں تو وصیت صحیح ہے، ان سب پر خرچ کی جائے گی۔ یہی حکم اس وقت ہے جب یہ کہے کہ میں نے اس گلی کے یتامٰی یا اس گھر کے یتامٰی کے لئے وصیت کی، اگر وہ گنتی کے ہیں تو غنی و فقیر دونوں پر خرچ ہوگی اور اگر وہ ان گنت ہیں تو وصیت جائز ہے اس صورت میں صرف فقراء پر خرچ ہوگی۔(26) کتنی تعداد کو ان گنت کہیں گے، بعض علماء نے اس کو رائے قاضی پر رکھا ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، امام محمد (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) فرماتے ہیں کہ سو 100 سے زیادہ تعداد تو لاتحصٰی (ان گنت) ہے اور یہ سہل ہے۔(27)

مسئلہ 22: فلاں خاندان کی بیواؤں کے لئے وصیت کی وہ خواہ گنتی کی ہوں یا ان گنت ہوں دونوں صورتوں میں

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب...إلخ، ج6، ص118.

(22) الھدایۃ، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ للاقارب وغیرھم، ج2، ص531.

(23) تبیین الحقائق، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ للاقارب وغیرھم، ج7، ص412، 413.

(24) الدرالمختار، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ للاقارب وغیرھم، ج10، ص407.

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب...إلخ، ج6، ص119.

(26) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب...إلخ، ج6، ص119.

(27) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الوصایا، فصل فی مسائل متفرقۃ، ج2، ص429.

وصیّت جائز ہے، اگر گنتی کی ہیں تو وصیّت اُن پر خرچ ہوگی اور اگر ان گنت ہیں تو جو مل جائیں ان پر خرچ ہوگی۔(28)

مسئلہ 23: اپنے پڑوس یا فلاں کے پڑوسی کے لئے وصیّت کی اور وہ پڑوسی ان گنت ہیں تو وصیّت باطل ہے ایسے ہی اگر اس نے اہل مسجد کے لئے وصیّت کی یا اہل جیل خانہ (قیدیوں) کے لئے وصیّت کی وہ اُن گنت ہیں تو وصیت باطل ہے۔(29)

مسئلہ 24: فلاں خاندان کے اندھوں کے لئے وصیّت کی یا فلاں خاندان کے لُنجوں (یعنی اعضا سے اپاہج) کے لئے وصیّت کی یا قرض دار یا مسافرین یا قیدیوں کے لئے، اگر وہ قابلِ شمار ہیں تو غنی اور فقیر دونوں شامل ہوں گے اور اگر بے شمار ہیں تو صرف فقراء کے لئے مالِ وصیّت خرچ ہوگا۔(30)

مسئلہ 25: اپنے اصہار یعنی سسرال والوں کے لئے وصیّت کی تو یہ وصیّت اس کی بیوی کے ہر ذی رحم محرم کے لئے ہے، اسی طرح اُس میں اس کے باپ کی بیوی کے ذی رحم محرم بھی داخل ہوں گے اور اُس کے ہر ذی رحم محرم کی زوجہ بھی داخل ہے، یہ سب اس وقت داخل ہوں گے جب موصی کی موت کے دن یہ اس کے صہر ہوں۔(31)، یعنی موصی کی زوجہ اس کی زوجیت میں ہو، طلاقِ بائن یا طلاقِ مغلظہ سے عدّت میں نہ ہو، اگر طلاقِ رجعی سے عدّت میں ہے تو وہ زوجیت میں داخل ہے۔(32)

مسئلہ 26: اپنے اَختان یعنی دامادوں کے لئے وصیّت کی تو اس میں اس کے ہر ذی رحم محرم کا شوہر داخل ہے، جیسے بیٹیوں کے شوہر، بہنوں کے شوہر، پھوپھیوں کے شوہر اور خالاؤں کے شوہر۔ بیوی کی لڑکی جو اس کے شوہر اول سے ہے اس کا شوہر موصی کے دامادوں میں شامل نہیں۔(33)

مسئلہ 27: اولادِ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے لئے وصیّت کی تو اس وصیّت میں صرف اولادِ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہما داخل ہوگی۔(34)

---

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب... إلخ، ج6، ص119.

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب... إلخ، ج6، ص119.

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب... إلخ، ج6، ص119.

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب... إلخ، ج6، ص120

(32) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم، ج10، ص408.

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب... إلخ، ج6، ص120.

(34) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب... إلخ، ج6، ص120.

مسئلہ 28: علویوں (35) کے لئے وصیّت کی تو یہ وصیّت جائز نہیں کیونکہ وہ بے شمار ہیں اور وصیّت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو فقیر و حاجت مندی کا اشارہ کرے، ہاں اگر فقراء علویوں کے لئے وصیّت کی تو جائز ہے۔(36)

مسئلہ 29: فقہاء کے لئے وصیّت کی تو جائز نہیں اور اگر ان کے فقراء کے لئے وصیّت کی تو جائز ہے اسی طرح اگر طلبائے علم کے لئے وصیّت کی تو ناجائز اور اگر ان کے فقراء کے لئے کی تو جائز ہے۔(37)

مسئلہ 30: کسی شہر کے اہل علم کے لئے وصیّت کی، اس میں اہل فقہ اور اہل حدیث شامل ہیں، لیکن اہل منطق و اہل فلسفہ شامل نہیں، نہ ہی اس میں علم کلام پڑھنے والے داخل ہیں۔ حضرت ابو القاسم فقیہ سے روایت ہے کہ کتب کلام کتبِ علم نہیں۔(38)

مسئلہ 31: اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیّت کی کہ میرا ثلث مال (یعنی تہائی مال) فلاں کے لئے ہے اور مسلمانوں میں سے ایک شخص کے لئے، تو نصف ثلث فُلاں کو دیا جائے گا اور اس شخص کے لئے کچھ نہیں۔(39)

مسئلہ 32: قبر کو لیپنے پوتنے کی (یعنی پلستر وغیرہ کرنے کی) وصیّت کی اگر یہ حفاظتِ قبر کے لئے ہے تو جائز اور اگر تزئین کے لئے (سجاوٹ و خوبصورتی کے لیے) ہے تو ناجائز، اور یہی حکم مزارات پر قبہ (گنبد) بنانے کا ہے خصوصاً اولیاء اللہ کے مزارات پر بہ نیتِ آسائش زائرین (40) و تحصینِ قبر (یعنی حفاظت قبر کے لیے)۔(41)

---

(35) عَلَوی کی جمع، حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی وہ اولاد جو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے بطن مبارک سے نہ ہو۔

(36) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب... إلخ، ج6، ص121.

(37) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب... إلخ، ج6، ص121.

(38) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب... إلخ، ج6، ص121.

(39) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للاقارب... إلخ، ج6، ص121.

(40) یعنی زیارت کرنے والوں کے سکون و آرام کے لیے۔

(41) الدر المختار، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ للاقارب وغیرھم، ج10، ص419.

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ہندیہ میں محیط سے ہے:

اذا اوصی بان یطین قبرہ او یوضع علی قبرہ قبۃ فالوصیۃ باطلۃ الا ان یکون فی موضع یحتاج الی التطیین بخوف سبع او نحوہ سئل ابو القاسم عن من دفع الی ابنتہ خمسین درھما فی مرضہ وقال ان مت فاعمری قبری وخمسۃ دراھم لك واشتری بالباقی حنطۃ وتصدق بھا قال الخمسۃ لھا لا تجوز وینظر الی القبر الذی امر بعمارتہ فان کان یحتاج الی العمارۃ للتحصین لا للزینۃ عمرت بقدر ذٰلك والباقی تتصدق بہ علی الفقراء وان کان ←

مسئلہ 33: اپنی قبر پر قرآن شریف پڑھنے کی وصیّت کی یہ وصیّت جائز ہے مگر اجرت پر جائز نہیں۔ (42)

مسئلہ 34: وصیّت کی کہ مجھے میرے گھر میں دفن کریں تو یہ وصیّت باطل ہے کہ یہ خاص ہے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے، امت کے حق میں مشروع نہیں۔ (43)

❁❁❁❁❁

امر بعمارة فضلت علی الحاجة الذی لابدمنها فوصیة باطلة ا ۔

کسی نے وصیت کی کہ اس کی قبر کی لپائی کی جائے اور اس پر گنبد بنایا جائے تو وصیت باطل ہوگی۔ مگر یہ کہ وہ ایسی جگہ ہو جہاں اس کی ضرورت ہے تو مکروہ نہیں۔ مثلاً وہاں کسی درندے وغیرہ کا خوف ہو۔ ابوالقاسم سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنی بیٹی کو بیماری کی حالت میں پچاس درہم دے کر کہا اگر میں مرجاؤں تو میری قبر تعمیر کرانا اور پانچ درہم تیرے ہیں باقی سے گندم خرید کر اسے صدقہ کر دینا۔ ابوالقاسم نے کہا کہ بیٹی کے لئے پانچ درہموں کی وصیت جائز نہیں۔ اور قبر کو دیکھا جائے گا اگر وہاں قبر کی حفاظت کے لئے عمارت کی محتاجی ہے تو بقدر حاجت وہ تعمیر کرائے لیکن زینت کے لئے جائز نہیں اور جو باقی بچے وہ فقراء پر صدقہ کر دے۔ اگر موصی نے قدر حاجت سے زائد عمارت کا حکم دیا تو اس کی وصیت باطل ہوگی۔ (ت) (ا۔ الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۹۶)

بزازیہ میں ہے:

عمارة القبر ان لتحصین یجوز وان لتزیین فالوصیة ایضا باطلة ویصرف الکل الی الفقراء -۲۔

(۲۔ فتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۴۳۹)

قبر کی عمارت اگر حفاظت کے لئے ہے تو وصیت جائز ہے اور اگر زیبائش کے لئے ہے تو ناجائز و باطل ہے۔ لہٰذا وہ سب مال فقراء پر خرچ کیا جائے گا۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۵، ص ۴۲۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(42) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ للاقارب وغیرھم، ج10، ص420۔

(43) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

وصیت کی کہ مجھے میرے گھر میں دفن کریں باطل ہے کہ یہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص اور امت کے حق میں نامشروع ہے،

خلاصہ و بزازیہ و تاتارخانیہ و ہندیہ وغیرہ میں ہے:

واللفظ للثالثة اوصی بان یدفن فی دارہ فوصیته باطلة الا ان یوصی ان یجعل دارہ مقبرة للمسلمین ۲۔

(۲۔ الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۹۵)

لفظ تیسری کتاب یعنی تاتارخانیہ کے ہیں۔ اگر کسی نے وصیت کی اس کو اپنے گھر میں دفن کیا جائے تو وہ وصیت باطل ہوگی سوائے اس کے وہ یوں کرے کہ اس کے گھر کو مسلمانوں کے لئے قبرستان بنا دیا جائے۔ (ت) (فتاوی رضویہ، جلد ۲۵، ص ۴۲۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مکان میں رہنے اور خدمت کرنے، درختوں کے پھلوں، باغ کی آمدنی اور زمین کی آمدنی اور پیداوار کی وصیّت کا بیان

مسئلہ 1: گھر کے کرایہ کی آمدنی کی وصیّت کی تو موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو اس میں رہنے کا حق نہیں اور اگر زید کے لئے ایک سال تک اپنے دار (گھر) میں سکونت کی وصیّت کی اور دار کے موصی کا اور کچھ مال نہیں ہے تو زید اس میں سے تہائی دار میں رہے گا اور ورثہ دو تہائی دار میں، ورثہ کو اختیار نہیں کہ وہ اپنا مقبوضہ فروخت کر دیں۔(1)

مسئلہ 2: یہ کہا یہ بھوسا فلاں کے جانوروں کے لئے ہے، تو یہ وصیت باطل ہے اور اگر یہ وصیّت کی کہ فلاں کے جانوروں کو کھلایا جائے تو وصیّت جائز ہے۔(2)

مسئلہ 3: کسی شخص کے لئے اپنے گھر میں رہنے کی وصیّت کی اور مدت اور وقت مقرر نہیں کیا تو یہ وصیت تاحیاتِ موصیٰ لہ (جس کے لیے وصیت کی گئی) ہے۔(3)

مسئلہ 4: کسی شخص کے لئے اپنے گھر میں رہنے کی وصیّت کی تو اسے اس گھر کو کرایہ پر دینے کا حق نہیں۔(4)

مسئلہ 5: کسی نے اپنے باغ کے محاصل و پیداوار کی وصیّت کی تو موصیٰ لہ کے لئے اس کے موجودہ محاصل و پیداوار ہیں اور جو کچھ آئندہ ہوں۔(5) ملحوظ رہے کہ عربی زبان میں بستان اس باغ کو کہتے ہیں جس کی چار دیواری بنی ہو، اس چہار دیواری کے اندر جو درخت یا زراعت ہو وہ سب بستان میں شامل ہے اور باغ سے ان مسائل میں مراد ایسا ہی باغ ہے۔(مؤلف)

مسئلہ 6: کسی کے لئے اپنے باغ کے پھلوں کی وصیّت کی تو اس کی دو صورتیں ہیں یا یہ کہا کہ ہمیشہ کے لئے یا ہمیشہ کا لفظ نہیں کہا۔ اگر ہمیشہ کا لفظ نہیں کہا تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں اگر اس کے باغ میں اس کی موت کے دن پھل لگے

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنیٰ...الخ، ج6، ص122.

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنیٰ...الخ، ج6، ص122.

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنیٰ...الخ، ج6، ص122.

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنیٰ...الخ، ج6، ص122.

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنیٰ...الخ، ج6، ص122.

اس تو موصٰی لہ کے لئے اس کے ثلث مال (یعنی تہائی مال) میں سے صرف ان ہی پھلوں سے دیا جائے گا اور اس کے بعد جو پھل آئیں گے موصٰی لہ کا ان میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اور اگر موصی کی موت کے دن باغ میں پھل نہیں لگے تھے تو قیاس یہ ہے کہ یہ وصیت باطل مگر استحسان میں وصیت باطل نہیں بلکہ موصٰی لہ کو اس کی تاحیات اس باغ کے پھل ملتے رہیں گے بشرطیکہ وہ بستان اس کے ثلث مال (یعنی تہائی مال) سے زائد نہ ہو، یہ تمام صورتیں اس وقت ہیں جب موصی نے وضاحت نہیں کی اور اگر اس نے وضاحت کر دی اور یوں کہا کہ میں نے تیرے لئے ہمیشہ کے واسطے اپنے باغ کے پھلوں کی وصیت کی تو اسے موجودہ پھل بھی ملیں گے اور جو بعد میں پیدا ہوتے رہیں وہ بھی۔(6)

مسئلہ 7: اپنے باغ کے پھلوں و پیداوار کی ہمیشہ کے لئے کسی کے لئے وصیت کی پھر اس کے کھجور کے درختوں کی جڑوں سے اور درخت پیدا ہو گئے تو ان کی پیداوار اور محاصل بھی وصیت میں داخل ہوں گے۔(7)

مسئلہ 8: اپنے باغ کے پھلوں کے ثلث کی وصیت کی اور موصی کا اور کوئی مال سوائے اس بستان (باغ) کے نہیں ہے تو یہ وصیت جائز ہے اور موصٰی لہ اس کا ثلث پانے کا مستحق ہے اگر موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) نے باغ کا تہائی حصہ ورثہ سے تقسیم کر لیا پھر اس حصہ سے آمدنی ہوئی جو موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کے پاس آیا اور ورثہ کے حصے میں آمدنی نہیں ہوئی یا ورثہ کے حصہ میں آمدنی ہوئی اور موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کے حصہ میں آمدنی نہیں ہوئی تو دونوں صورتوں میں وہ ورثہ اور موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) ایک دوسرے کے شریک ہوں گے۔(8)

مسئلہ 9: کسی کے لئے ثلث بستان کی وصیت کی تو ورثہ کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے حصہ کا دوثلث بستان فروخت کر دیں، ایسی صورت میں دوثلث کا خریدار موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کے ساتھ شریک ہو جائے گا۔(9)

مسئلہ 10: ایک شخص نے کسی کے لئے اپنی زمین کی پیداوار کی وصیّت کی اور اس زمین میں کھجور کے درخت ہیں اور نہ اور کوئی درخت ہے اور موصی کا اس کے سوا اور مال بھی نہیں ہے تو اس کو کرایہ پر اٹھایا جائے گا اور اس کرایہ کا ایک ثلث موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو دیا جائے گا اور اگر اس میں کھجور کے درخت ہیں اور اور بھی درخت ہیں تو ان درختوں کی پیداوار کا ثلث موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو ملے گا۔(10)

---

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی...إلخ، ج6، ص122، 123.

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی...إلخ، ج6، ص123.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی...إلخ، ج6، ص123.

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی...إلخ، ج6، ص123.

مسئلہ 11: وصیت کرنے والے نے کسی کے لئے اپنی بکریوں کی اون کی یا اپنی بکریوں کے بچوں کی یا ان کے دودھ کی ہمیشہ کے لئے وصیت کی تو ان تمام صورتوں میں موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو ان بکریوں کا وہی اون ملے گا جو وصیت کرنے والے کی موت کے دن ان کے جسم پر ہے اور وہی بچے ملیں گے جو موصی کی موت کے دن ان کے پیٹوں میں ہیں اور وہی دودھ ملے گا جو موصی کی موت کے دن ان کے تھنوں میں ہے خواہ موصی نے وصیت میں ہمیشہ کا لفظ کہا یا نہ کہا۔ (11)

مسئلہ 12: کسی شخص نے اپنے بستان (باغ) کی پیداوار کی وصیت کی پھر موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) نے میت کے ورثہ سے غلہ کے عوض پورا باغ خرید لیا تو یہ جائز ہے اس صورت میں وصیت باطل ہو جائے گی اسی طرح اگر ورثہ نے باغ اس کو فروخت نہیں کیا لیکن انھوں نے کچھ مال دے کر موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو اپنے حصہ کے غلہ سے بری ہونے پر راضی کر لیا تو یہ بھی جائز ہے۔ (12)

مسئلہ 13: اپنے گھر کے کرایہ کی مساکین میں تقسیم کرنے کی وصیت کی تو یہ اس کے ثلث مال (یعنی تہائی مال) میں سے جائز ہے اور اگر مساکین کے لئے اپنے گھر میں رہنے یا اپنی سواری پر سوار ہونے کی وصیت کی تو یہ جائز نہیں مگر یہ کہ موصی الہ (جس کے لیے وصیت کی گئی) معلوم ہو۔ (13)

مسئلہ 14: مساکین کے لئے اپنے انگور کے باغ کی بہار کی تین سال تک کے لئے وصیت کی اور مر گیا اور تین سال تک اس کے انگور کے باغ میں انگور کی بہار نہ آئی تو بعض کے قول پر یہ باغ موقوف رہے گا جب تک اس کی تین سال کی بہار مساکین پر صدقہ نہ کر دی جائے، فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا یہ قول ہمارے اصحاب کے مطابق ہے۔ (14)

مسئلہ 15: اپنے جسم کے لباس کی وصیت کی تو یہ جائز ہے اور موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو اس کے جُبّے، قمیص، چادریں اور پاجامے ملیں گے، اس کی ٹوپیاں، موزے، جرابیں اس میں شامل نہ ہوں گے۔ (15)

مسئلہ 16: یہ وصیت کی کہ یہ کپڑے صدقہ کر دو تو یہ جائز ہے کہ وہ کپڑے فروخت کر کے ان کی قیمت صدقہ کر

---

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنٰی... إلخ، ج6، ص123.

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنٰی... إلخ، ج6، ص123.

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنٰی... إلخ، ج6، ص123.

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنٰی... إلخ، ج6، ص123.

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنٰی... إلخ، ج6، ص123.

دیں یا چاہیں تو کپڑے فروخت نہ کریں رکھ لیں اوران کی قیمت دے دیں۔(16)

مسئلہ 17: کسی آدمی کو یہ وصیّت کی کہ میری زمین سے دس جریب (گٹھ) زمین ہرسال کاشت کرے اس صورت میں بیج ،خراج (مالگذاری) اورآبپاشی (یعنی زمین کو پانی دینا) موصٰی لہ (جس کے لیے وصیت کی) کے ذمہ ہوگی اور اگر وصیّت میں یہ کہا کہ ہرسال میری دس جریب زمین میرے لئے کاشت کرے اس صورت میں بیج، مالگذاری اور آبپاشی متوفّٰی موصی کے مال سے دیے جائیں گے۔(17)

مسئلہ 18: کسی شخص کے لئے کھجور کے باغ کی کھجوروں کی وصیّت کی جوکہ تیار تھیں یا کاشت کی وصیّت کی جو کاٹے جانے کے قریب تھیں لیکن فصل کاٹی نہیں گئی تھی تو مال گزاری موصٰی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) پر ہے لیکن اگر باغ کے پھل توڑ لئے گئے اور کھیتی کاٹ لی گئی تو متوفّٰی موصٰی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کے مال سے مال گزاری دی جائے گی۔(18)

مسئلہ 19: موصی نے کسی کے لئے اپنی تلوار کی وصیّت کی تو اس میں تلوار کا پرتلہ(19) اور حمائل(20) داخل ہے۔(21)

مسئلہ 20: کسی کے لئے مصحف (قرآن پاک) کی وصیّت کی اور مصحف کا غلاف بھی ہے تو اس کو مصحف ملے گا غلاف نہیں۔(22)

مسئلہ 21: سرکہ کے مٹکے کی وصیّت کی تو اس میں مٹکا شامل ہے اور اگر جانوروں کے گھر (یعنی وہ گھر جس میں جانور رکھے جاتے ہیں) کی وصیت کی تو وصیّت دار (گھر) کی ہے اس میں جانور شامل نہیں، ایسے ہی کھانے کی کشتی (ٹرے) کی وصیّت کی تو اس میں کا کھانا دیا جائے گا کشتی (ٹرے) نہیں۔(23)

مسئلہ 22: کسی کے لئے میزان (ترازو) کی وصیّت کی تو اس میں اس کا عمود (ڈنڈی) پلڑے اور اس کی

---

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنٰی... إلخ، ج6،ص123.

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنٰی... إلخ، ج6،ص124.

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنٰی... إلخ، ج6،ص124.

(19) وہ پیٹی یا تسمہ جس میں تلوار لٹکی رہتی ہے۔

(20) وہ پرتلا جو شانے پر ترچھا پڑتا ہے۔

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنٰی... إلخ، ج6،ص124.

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنٰی... إلخ، ج6،ص124.

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنٰی... إلخ، ج6،ص124

ڈسیں (ترازو کی ڈوریاں) شامل ہیں، باٹ، (24) بد اور منطیہ (علاق) (موٹھ جہاں سے ترازو کو پکڑتے ہیں) شامل نہیں لیکن اگر ترازو معین کر دی تو اس میں باٹ اور علاق بھی شامل ہوں گے۔(25)

مسئلہ 23: اپنی بکریوں میں سے کسی کے لئے ایک بکری کی وصیت کی اور یہ نہیں کہا کہ میری ان بکریوں میں سے، پھر وارثوں نے اسے وہ بکری دی جس نے موصی کی موت کے بعد بچہ جنا تو یہ بچہ بکری کے ساتھ شامل نہ ہوگا یعنی فقط بکری ملے گی۔(26)

مسئلہ 24: اور اگر یہ کہا کہ میں نے فلاں کے لئے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری کی وصیت کی اور وارثوں نے اس موصٰی لہ کو وہ بکری دی جس نے موصی کی موت کے بعد بچہ دیا تو وہ بچہ اس بکری کا تابع ہوگا یعنی بکری مع بچہ کے موصٰی لہ کو دی جائے گی اور اگر وارثوں نے بکری معیّن کرنے سے پہلے پہلے بچہ کو ضائع کر دیا یعنی ہلاک کر دیا تو ان پر اس کا ضمان نہیں۔(27)

مسئلہ 25: دار (گھر) کی ایک شخص کے لئے وصیت کی اور اس کی بنیاد کی دوسرے کے لئے، یا یہ کہا کہ یہ انگوٹھی فلاں کے لئے ہے اور اس کا نگینہ دوسرے کے لئے یا یہ کہا کہ یہ کنڈیا (زنبیل) (پھلوں کی ٹوکری) فلاں کے لئے اور اس میں کے پھل فلاں کے لئے، تو ان تمام صورتوں میں اگر اس نے مُتّصِلاً بلافصل کہا تو ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی وصیّت اس کے لئے کی اور اگر متّصِلاً نہیں کہا بلکہ فصل کیا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اصل (یعنی دار یا انگوٹھی یا کنڈیا) تنہا پہلے کو ملے گی اور تابع میں دونوں شریک ہوں گے۔(28) یعنی اس صورت میں گھر تنہا پہلے کو ملے گا بناء مشترک ہوگی، کنڈیا پہلے کو ملے گی پھل مشترک ہوں گے اور انگوٹھی پہلے کو ملے گی اور نگینہ مشترک ہوگا۔

مسئلہ 26: اور اگر یہ وصیّت کی کہ یہ گھر فلاں کے لئے ہے اور اس میں رہائش فلاں کے لئے یا یہ درخت فلاں کے لئے ہے اور اس کا پھل فلاں کے لئے یا یہ بکری فلاں کے لئے اور اس کی اُون فلاں کے لئے تو جس کے لئے جو وصیّت کی اس کو بلا اختلاف وہی ملے گا خواہ اس نے یہ مُتّصِلاً کہا ہو یا درمیان میں فصل کیا ہو۔(29)

---

(24) اشیاء تولنے کے لیے ترازو پر رکھا جانے والا پتھر وغیرہ۔

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی...الخ، ج6، ص124.

(26) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی...الخ، ج6، ص124.

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی...الخ، ج6، ص124.

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی...الخ، ج6، ص125.

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی...الخ، ج6، ص125.

مسئلہ 27: کسی شخص کے لئے اپنے دار (مکان) کی وصیت کی اور اس میں بنے ہوئے ایک خاص بیت (کمرہ) کی وصیت کسی دوسرے کے لئے کی تو وہ خاص بیت ان دونوں کے درمیان بقدر ان کے حصہ کے مشترک ہوگا۔(30)

مسئلہ 28: کسی کے لئے معینہ ایک ہزار درہم کی وصیت کی اور ان میں سے ایک سو دراہم کی دوسرے کے لئے وصیت کی تو ایک ہزار والے کو نوسو درہم ملیں گے اور سو درہم دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوں گے۔(31)

مسئلہ 29: اگر ایک شخص کے لئے مکان کی وصیت کی اور اس کی بناء (بنیاد) کی دوسرے کے لئے تو بناء ان دونوں کے درمیان حصہ رسدی (جو حصے میں اتا ہے اس کے مطابق) تقسیم ہوگی۔(32)

مسئلہ 30: موصی نے اپنے جانور کی ایک شخص کے لئے وصیت کی اور اس کی سواری اور منفعت کی دوسرے کے لئے وصیت کی تو ہر موصی لہ کے لئے وہی ہے جس کی اس کے لئے وصیت کی۔(33)

مسئلہ 31: ایک شخص کے لئے اپنے گھر کے کرایہ کی وصیت کی اور دوسرے کے لئے اس میں رہنے کی وصیت کی اور تیسرے شخص کے لئے اس کے رقبہ کی وصیت کی اور یہ ایک ثلث ہے پس کسی شخص نے موصی کی موت کے بعد اس کو منہدم کر دیا تو جتنا اس نے گرایا ہے اس کی قیمت کا تاوان اُس پر ہے پھر اس قیمت سے مکان بناءے جائیں جیسے بنے ہوئے تھے اور کرایہ پر دیا جائے، تو جس کے لئے کرایہ کی وصیت کی اسے کرایہ اور جس کے لئے سکونت کی وصیت کی اسے حق سکونت ملے گا، یہی حکم بستان (باغ) کی وصیت کا ہے کہ اس نے ایک شخص کے لئے بستان کی پیداوار کی وصیت کی اور دوسرے کے لئے اس کے رقبہ کی، پھر کسی شخص نے اس میں سے درخت کاٹ لئے تو اس پر درختوں کی قیمت کا تاوان ہے اس قیمت سے درخت خرید کر لگائے جائیں گے۔(34)

مسئلہ 32: موصی نے ایک شخص کے لئے اپنے باغ کی آمدنی کی وصیت کی اور دوسرے کے لئے باغ کے رقبہ کی وصیت کی اور یہ اس کا ثلث مال (یعنی تہائی مال) ہے تو باغ کا رقبہ اس کے لئے ہے جس کے واسطے رقبہ کی وصیت کی اور اس کی آمدنی اس کے لئے جس کے واسطے اس کی آمدنی کی وصیت کی جب تک موصی لہ زندہ ہے اور اس صورت میں باغ کی آبپاشی، مال گذاری اور اس کی اصلاح و مرمت آمدنی والے پر ہے۔(35)

---

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی... إلخ، ج6، ص125.

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی... إلخ، ج6، ص125.

(32) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی... إلخ، ج6، ص125.

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی... إلخ، ج6، ص126.

(34) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی... إلخ، ج6، ص127.

(35) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی... إلخ، ج6، ص127.

مسئلہ 33: موصی نے ہمیشہ کے لئے اپنی بکریوں کی اُون کی یا ان کے دودھ کی یا ان کے گھی کی یا ان کے بچوں کی کسی کے لئے وصیّت کی تو یہ وصیّت صرف اس اون میں جاری ہوگی جو موصی کی موت کے دن ان بکریوں کی پیٹھوں پر ہے یا وہ دودھ جو ان کے تھنوں میں ہے یا وہ گھی جو ان کے تھنوں کے دودھ سے برآمد ہو یا وہ بچے جو ان کے پیٹ میں ہوں جس دن کہ موصی کی موت ہوئی، اس کی موت کے بعد پھر جو کچھ پیدا ہوگا اس میں وصیّت جاری نہ ہوگی۔(36)

مسئلہ 34: موصی نے کسی کے لئے ہمیشہ کے واسطے اپنے کھجوروں کے باغ کے محاصل (آمدنی) کی وصیّت کی اور دوسرے کے لئے اس باغ کے رقبہ کی وصیّت کی اور اس باغ میں بہار (پھل) نہیں آئی تو اس صورت میں اس کی آبپاشی اور اس کی اصلاح کا خرچہ و مرمت صاحب رقبہ پر ہے پھر جب اس پر پھل آجائیں تو یہ خرچہ آمدنی لینے والے پر ہے اور اگر ایک سال پھل آئے پھر نہ آئے تب بھی اس کی اصلاح و خرچہ کی ذمہ داری آمدنی لینے والے پر ہے، اگر آمدنی لینے والے نے خرچہ نہ کیا اور صاحب رقبہ نے خرچہ کیا یہاں تک کہ باغ میں پھل آگئے تو صاحب رقبہ اس سے اپنا خرچہ وصول کریگا۔(37)

مسئلہ 35: یہ وصیّت کی کہ ان تِلوں کا تیل فلاں کے لئے اور اس کی کھلی (تیل نکالنے کے بعد تلوں کا بچا ہو اپھوک) دوسرے کے لئے ہے تو تیل نکالنے کی ذمہ داری اس کی ہے جس کے لئے تیل کی وصیّت کی۔(38)

مسئلہ 36: انگوٹھی کے حلقہ (نگینے کے علاوہ دھات کی بقیہ انگوٹھی) کی ایک شخص کے لئے وصیّت کی اور اس کے نگینہ کی دوسرے کے لئے تو یہ وصیّت جائز ہے اگر اس کا نگ نکالنے میں انگوٹھی کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے تو دیکھا جائے گا اگر حلقہ کی قیمت نگ سے زیادہ ہے تو حلقہ والے سے کہا جائے گا کہ وہ نگ والے کو نگ کی قیمت ادا کرے اور اگر نگ کی قیمت زیادہ ہے تو نگ والے سے کہا جائے گا کہ وہ انگوٹھی کے حلقہ کی قیمت ادا کرے۔(39)

مسئلہ 37: ایک شخص نے کسی کے لئے اپنے بستان (باغ) کے ان پھلوں کی وصیّت کی جو اُس میں موجود ہیں اور اس نے اس کے لئے اس کے پھلوں کی ہمیشہ کے لئے بھی وصیّت کی، اس کے بعد موصی کا انتقال ہوگیا اور موصی کا اس کے سوا اور مال نہیں ہے اور باغ میں پھل سو100 روپے کی قیمت کے ہیں اور پورے باغ کی قیمت تین سو300 روپے کے مساوی ہے، اس صورت میں موصیٰ لہ کے لئے باغ میں موجود پھلوں کا تہائی حصہ ہے اور آئندہ جو پھل آئیں

(36) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنٰی...إلخ، ج6، ص127.

(37) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنٰی...إلخ، ج6، ص127.

(38) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنٰی...إلخ، ج6، ص127.

(39) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنٰی...إلخ، ج6، ص127.

گے ان میں سے ہمیشہ اس کو ایک ثلث ملتا رہے گا۔(40)

مسئلہ 38: یہ وصیّت کی کہ میرے مال سے فلاں شخص پر ہر ماہ پانچ درہم خرچ کئے جائیں تو اس کے مال کا ایک ثلث رکھ لیا جائے گا تا کہ موصی لہ پر ہر ماہ پانچ درہم خرچ کئے جاتے رہیں جیسا کہ موصی نے وصیّت کی ہے۔(41)

مسئلہ 39: ایک شخص نے دو آدمیوں کے لئے وصیت کی کہ ان میں سے ہر ایک پر میرے مال سے اتنا اتنا خرچ کیا جائے تو اس کا ایک ثلث مال (یعنی تہائی مال) ان دونوں پر خرچ کے لئے رکھ لیا جائے گا پھر اگر وارثوں نے ان میں سے کسی ایک سے کچھ دے کر مصالحت کر لی اور وہ وصیّت سے دستبردار ہو گیا تو اس صورت میں موصی کا کل ثلث مال (یعنی تہائی مال) دوسرے پر خرچ کرنے کے لئے رکھ لیا جائے گا اور وارثوں کے حق میں دستبرداری دینے والے کا حق وارثوں کو نہ ملے گا۔(42)

مسئلہ 40: ایک شخص نے وصیّت کی کہ میرے مال میں سے فلاں شخص پر اس کی تا حیات ہر ماہ پانچ درہم خرچ کئے جائیں اور ایک دوسرے شخص کے لئے اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیّت کی اور ورثہ نے اس کی اجازت دے دی تو اس صورت میں اس کا مال چھ حصوں میں تقسیم ہو کر ایک حصہ موصی لہ ثلث (یعنی جس کے لیے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیت کی ہے) کو ملے گا اور باقی پانچ حصے محفوظ رکھے جائیں گے ان میں سے پانچ درہم والے پر ہر ماہ پانچ درہم خرچ کئے جائیں گے اور اگر یہ شخص جس کے لئے پانچ درہم ہر ماہ خرچ کرنے کی وصیّت کی تھی اپنے حصہ کا محفوظ روپیہ خرچ ہونے سے پہلے ہی مر گیا تو جس کے لئے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیّت کی تھی اس کا ثلث پورا کیا جائے گا اور یہ ثلث مال (یعنی تہائی مال) اس دن کے حساب سے لگایا جائے گا جس دن کہ موصی کی (وصیت کرنے والے کی) موت ہوئی لیکن اگر مال کا دو ثلث حصہ سے زیادہ خرچ ہو چکا تھا اور اب جو باقی بچا اس سے موصٰی لہ ثلث کا ثلث پورا نہیں ہوتا تو اس صورت میں اس مرنے والے کے حصہ میں سے جو نفقہ بچا ہے وہ اسے دے دیا جائے گا اور اس کا ثلث پورا نہیں کیا جائے گا اور اگر مال اتنا بچ گیا تھا کہ موصٰی لہ ثلث کا ثلث پورا ہو کر بچ گیا تو جو باقی بچا وہ موصی کے ورثہ کو ملے گا نہ کہ اس کے ورثہ کو جس کے لئے پانچ درہم ماہانہ خرچ کرنے کی وصیّت کی تھی۔(43)

مسئلہ 41: اگر دو آدمیوں کے لئے یہ وصیّت کی کہ ان دونوں پر ان کی تا حیات میرے مال سے ہر ماہ دس درہم

---

(40) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنٰی... الخ، ج6، ص127.

(41) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنٰی... الخ، ج6، ص128

(42) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنٰی... الخ، ج6، ص128

(43) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنٰی... الخ، ج6، ص128

خرچ کئے جائیں اور ایک تیسرے کے لئے اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیت کی تو اگر ورثہ نے اس کی اجازت دی تو اس کا مال چھ حصوں میں تقسیم ہوگا اور اگر ورثہ نے اجازت نہ دی تو دو برابر حصوں میں تقسیم ہوگا اور اگر ان دونوں آدمیوں سے جن کے لئے تاحیات دس درہم ماہانہ کی وصیت کی تھی ایک آدمی کا انتقال ہوگیا تو اس کا حصہ اس کو نہیں ملے گا جس کے لئے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیت کی تھی بلکہ جو کچھ ان دو آدمیوں کے لئے محفوظ رکھا تھا وہ ویسے ہی محفوظ رہے گا اور اسے اس ایک پر خرچ کیا جائے گا جو ان دونوں میں سے زندہ باقی ہے۔(44)

مسئلہ 42: اگر میت نے یہ وصیت کی کہ میں نے فلاں کے لئے اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیت کی اور فلاں کے لئے اس پر تاحیات ہر ماہ پانچ درہم خرچ کرنے کی وصیت کی اور ایک دوسرے کے لئے تاحیات اُس کی اُس پر پانچ درہم خرچ کرنے کی وصیت کی تو اگر ورثہ نے اس کی اجازت دے دی تو اس کا مال نو حصوں میں منقسم ہوگا، جس کے لئے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیت کی اس کو ایک حصہ اور بقیہ بعد والے دونوں موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) ما کے لئے چار چار حصے محفوظ رکھے جائیں گے اور ان پر ہر ماہ خرچ ہوں گے۔(45)

مسئلہ 43: اگر میت نے وصیت کی کہ میرے مال سے فلاں پر اس کی تاحیات پانچ درہم ماہانہ خرچ کیا جائے اور فلاں اور فلاں پر ان کی تاحیات دس درہم ماہانہ خرچ کئے جائیں، ہر ایک کے لئے پانچ درہم، اور ورثہ نے اس کی اجازت دے دی تو مال موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) اور موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) ما کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا اس طرح کہ جس کے لئے پانچ درہم ماہانہ کی وصیت کی اسے ایک نصف اور جن دو کے لئے دس درہم ماہانہ کی وصیت کی انھیں دوسرا نصف، اس طرح نصف مال پہلے ایک کے لئے اور نصف مال دوسرے دو کے لئے محفوظ رکھا جائے گا اور ان پر ماہ بماہ خرچ ہوگا۔(46) اور اگر اس ایک کا انتقال ہوگیا جس ایک کے لئے پانچ درہم ماہانہ کی وصیت کی تھی تو جو کچھ بچا وہ ان دو پر خرچ ہوگا جن دو کے لئے دس 10 درہم ماہانہ کی وصیت کی تھی اور اگر ان دونوں میں سے ایک کا انتقال ہوگیا جن کے لئے ایک ساتھ دس درہم ماہانہ کی وصیت کی تھی اور پانچ درہم والا زندہ رہا تو اس صورت میں مرنے والے کا حصہ اس کے شریکِ وصیت کے لئے محفوظ رکھا جائے گا اور اس پر خرچ کیا جائے گا، یہ اس صورت میں ہے جب ورثہ نے اجازت دے دی اور اگر ورثہ نے اجازت نہیں دی تو میت کا ثلث مال (یعنی تہائی مال) نصف نصف دو برابر حصوں میں تقسیم ہوگا، نصف ثلث اس کو ملے گا جس ایک کے لئے پانچ درہم ماہانہ کی وصیت کی

(44) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی...إلخ، ج6،ص128.

(45) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی...إلخ، ج6،ص128.

(46) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی...إلخ، ج6،ص129.

اور نصف ثلث ان دونوں کو ملے گا جن دونوں کو ایک ساتھ ملا کر ان کے لئے دس درہم ماہانہ کی وصیّت کی۔(47)

مسئلہ 44: ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا ثلث مال (یعنی تہائی مال) فلاں کے لئے رکھا جائے اور اس پر اس میں سے ہر ماہ چار درہم خرچ کئے جائیں جب تک کہ وہ زندہ رہے اور میں نے وصیت کی کہ میرا ثلث مال (یعنی تہائی مال) فلاں فلاں کے لئے ہے ان دونوں پر ہر ماہ تاحیات ان کی دس درہم خرچ کئے جائیں تو اگر ورثہ نے اس کی اجازت دے دی تو چار درہم والے کو اس میت کے مال کا کامل ثلث (پورا تہائی حصہ) ملے گا وہ جو چاہے کرے اور دس درہم والے دونوں کو اس میت کے مال کا دوسرا ثلثِ کامل ملے گا اور یہ ثلث ان دونوں کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوگا اور محفوظ کچھ نہ رکھا جائے گا، اور اگر ان تینوں موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) م (جن کے لئے وصیّت کی گئی) میں سے کسی کا انتقال ہوگیا تو اس کے حصہ کا مال اس انتقال کر جانے والے کے وارثوں کو ملے گا اور اگر ورثہ نے میت کی اس وصیّت کو جائز نہیں کیا تو اس صورت میں چار درہم والے کو نصف ثلث (تہائی مال کا آدھا) ملے گا اور ان دونوں کو جن کے لئے دس درہم ماہانہ کی وصیّت کی تھی نصف ثلث ملے گا اور یہ نصف ثلث ان دونوں کے مابین آدھا آدھا بٹے گا۔(48)

مسئلہ 45: میت نے کہا میں نے فلاں کے لئے ایک ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیّت کی اس پر اس میں سے ہر ماہ چار درہم خرچ کئے جائیں اور میں نے فلاں فلاں کے لئے وصیت کی کہ فلاں پر پانچ درہم ماہانہ اور فلاں پر تین درہم، پس اگر ورثہ نے اس کی اجازت دے دی تو چار درہم والے کو ماہانہ اس کے کل مال کا ایک ثلث ملے گا اور بقیہ دو کو دو ثلث ملیں گے اور یہ دو ثلث ان دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوں گے، یہ لوگ اپنے اپنے حصہ کو جیسے چاہیں استعمال کریں، اور اگر ورثہ نے اس کی اس وصیّت کو جائز نہ کیا تو چار درہم والے کو نصف ثلث ملے گا اور بقیہ دو کو دوسرا نصف ثلث ملے گا اور یہ ان کے مابین آدھا آدھا بٹ جائے گا اور اگر ان میں سے کسی کا انتقال ہوگیا تو اس کا حصہ اس کے وارثوں کو میراث میں ملے گا۔(49)

مسئلہ 46: میت نے وصیّت کی کہ فلاں پر میرے مال سے ہر ماہ چار درہم خرچ کئے جائیں اور ایک دوسرے پر ہر ماہ پانچ درہم میرے بستانی (چہار دیواری والا باغ) کی آمدنی سے خرچ کئے جائیں اور میت نے بجز بستان کے اور کوئی مال نہیں چھوڑا تو اس صورت میں میت کا ثلث (تہائی) بستان ان دونوں کے لئے نصف نصف ہے پھر بستان

---

(47) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی۔۔۔ إلخ، ج6، ص129.

(48) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی۔۔۔ إلخ، ج6، ص129.

(49) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی۔۔۔ إلخ، ج6، ص129.

(باغ) کی ثلث پیداوار فروخت کی جائے گی اور اس کی قیمت وصی کے قبضہ میں یا اگر وصی نہیں ہے تو کسی ایماندار وثقہ آدمی کے قبضہ میں دے دی جائے گی، وہ وصی اور ثقہ ان دونوں پر حصہ رسدی ماہ بماہ خرچ کریگا اور اگر ان دونوں کا انتقال ہوگیا تو جو کچھ رہے گا وہ موصی کے ورثہ کو ملے گا۔(50)

مسئلہ 47: یہ وصیّت کی کہ فلاں شخص پر میرے مال سے چار روپے ماہانہ خرچ کئے جائیں اور فلاں اور فلاں پر پانچ روپے ماہانہ تو اس صورت میں تنہا ایک کے لئے مال وصیّت کا چھٹا حصہ اور دوسرے دونوں کے لئے، دوسرا چھٹا حصہ خرچ کرنے کے لئے محفوظ رکھا جائے گا۔(51) یعنی میت کا مال بارہ حصوں میں تقسیم ہوگا اس میں سے ایک ثلث یعنی چار حصے وصیّت میں دیئے جائیں گے باقی دوثلث یعنی آٹھ حصے ورثہ کو ملیں گے پھر ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیّت کے ان چار حصوں میں سے دو حصے تنہا پہلے موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کے لئے اور دوسرے دو حصے دوسرے دونوں موصی لہما کے لئے، اوران پر ہر ماہ خرچ ہوگا۔

مسئلہ 48: میت نے اپنی آراضی کی پیداوار کی کسی ایک شخص کے لئے وصیّت کی اور دوسرے شخص کے لئے اس آراضی کے رقبہ کی وصیّت کی اوروہ ثلث مال (یعنی تہائی مال) میں ہے پھر اس کو صاحب رقبہ نے (یعنی جس کے لئے رقبہ کی وصیّت کی تھی) فروخت کر دیا اور اس شخص نے اس بیع کو تسلیم کرلیا جس کے لئے پیداوار کی وصیّت کی تھی تو بیع جائز ہوگئی، اور پیداوار کی وصیّت جس کے لئے تھی وہ وصیّت باطل ہوگئی اب اس کا اس پیداوار کی قیمت میں بھی کوئی حصہ نہیں۔(52)

مسئلہ 49: مریضنے اپنے بستان کی پیداوار کی وصیّت کسی کے لئے کی اور موصی کی موت سے قبل کئی سال اس میں پیداوار ہوئی پھر موصی کا انتقال ہوگیا تو موصی لہ (جس کے لیے وصیت کی گئی) کا اس پیداوار میں حصہ ہے جو موصی کی موت کے وقت یا اس کے بعد پیدا ہو۔(53) جو پیداوار موصی کی موت سے پہلے ہوئی اس میں کوئی حصہ نہیں۔

مسئلہ 50: یہ کہا کہ میں نے ان ایک ہزار کی فلاں کے لئے وصیّت کی اور میں نے فلاں کے لئے اس میں سے سو 100 کی وصیّت کر دی ہے تو یہ رجوع نہیں ہے، اس صورت میں نو سو 900 پہلی وصیّت والے کے لئے ہیں اور سو 100 میں دونوں آدھے آدھے کے شریک ہیں۔(54)

---

(50) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی۔۔۔إلخ، ج6، ص129.

(51) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی۔۔۔إلخ، ج6، ص129.

(52) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی۔۔۔إلخ، ج6، ص130.

(53) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی۔۔۔إلخ، ج6، ص130.

(54) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی۔۔۔إلخ، ج6، ص130.

مسئلہ 51: مریض نے کہا کہ میرا ثلث مال (یعنی تہائی مال) فلاں اور فلاں کے لئے اور فلاں کے لئے اس میں سے ایک سو ہے اور اس کا ثلث مال (یعنی تہائی مال) کل سترہ 17 درہم ہی ہے تو یہ کل ثلث اسی کو ملے گا جس کے لئے سو100 مقرر کئے۔(55)

مسئلہ 52: یہ وصیّت کی کہ میرا ثلث مال (یعنی تہائی مال) عبداللہ کے لئے زید وعمرو کے لئے اور عمرو کے لئے اس میں سے سو100 روپے، اور اس کا ثلث مال (یعنی تہائی مال) کل سو 100 روپے ہی ہے تو یہ سو100 روپے عمرو کو ملیں گے اور اگر اس کا ثلث مال (یعنی تہائی مال) ڈیڑھ سو150 روپے تھے تو عمرو کو سو روپے ملیں گے اور جو بچا اس میں عبداللہ اور زید نصف نصف کے شریک ہیں۔(56)

مسئلہ 53: یہ وصیّت کی کہ یہ ایک ہزار فلاں اور فلاں کے لئے، فلاں کے لئے اس میں سے سو100 روپے، تو وہ اس طرح تقسیم ہوں گے فلاں کو سو 100 روپے اور دوسرے کو نو سو روپے، اگر اس میں سے کچھ ضائع ہو گئے تو باقی کے دس حصے کر کے ایک حصہ سو 100 والے کو اور باقی نو حصے دوسرے کو دیئے جائیں گے۔اور اگر اس نے ایک تیسرے شخص کے لئے دیگر ایک ہزار روپے کی وصیّت کر دی اور اس کا ثلث مال (یعنی تہائی مال) کل ایک ہزار روپے ہے تو اس صورت میں نصف ہزار تیسرے موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو ملے گا اور نصف ہزار پہلے دو موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) ما کو دیا جائے گا اور وہ دس حصوں میں تقسیم ہو کر پہلے کو ایک حصہ اور دوسرے کو نو 9 حصے ملیں گے۔(57)

مسئلہ 54: اگر کہا کہ یہ ایک ہزار فلاں اور فلاں کے لئے، اس میں سے پہلے فلاں کے لئے سو روپے اور دوسرے کے لئے مابقی یعنی نو سو روپے، تو پہلے والے کو سو روپے ملیں گے اور اگر تقسیم سے پہلے ہزار میں سے نو سو ہلاک ہو گئے تو پہلے کے لئے سو روپے ہیں اور دوسرے کے لئے کچھ نہیں اور اگر یہ کہا کہ میں نے اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) سے فلاں کے لئے سو روپے کی وصیّت کی اور فلاں کے لئے بقیہ کی اور میں نے فلاں کے لئے ایک ہزار روپے کی وصیّت کر دی اس صورت میں بقیہ والے کو کچھ نہ ملے گا اور میت کا ثلث مال (یعنی تہائی مال) پہلے والے موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) اور تیسرے والے موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) میں گیارہ حصوں میں تقسیم ہو کر ایک حصہ پہلے والے کو اور دس حصے ایک ہزار والے کو یعنی تیسرے والے کو ملیں گے۔(58)

---

(55) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی...إلخ، ج6، ص130.

(56) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی...إلخ، ج6، ص130.

(57) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی...إلخ، ج6، ص130.

(58) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی...إلخ، ج6، ص130.

مسئلہ 55: یہ کہا کہ میں نے اس ایک ہزار کی فلاں فلاں کے لئے وصیت کی اور فلاں کے لئے سات سو اور فلاں کے لئے چھ سو تو اس صورت میں یہ ایک ہزار ان دونوں کے درمیان تیرہ حصوں میں تقسیم ہوگا، سات حصے سات سو والے کو اور چھ حصے چھ سو والے کو ملیں گے۔ (59)

مسئلہ 56: یہ کہا کہ فلاں کے لئے اس ایک ہزار میں سے ہزار اور فلاں کے لئے ہزار، تو اس صورت میں یہ ایک ہزار ان دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا۔ (60)

مسئلہ 57: یہ کہا کہ میں نے اس ایک ہزار کی فلاں اور فلاں کے لئے وصیت کی فلاں کے لئے اس میں سے ایک ہزار، تو اس صورت میں ایک ہزار سب کے سب دوسرے موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو ملیں گے۔ (61)

مسئلہ 58: ایک شخص نے کچھ لوگوں کے لئے کچھ وصیتیں کیں، اُن میں سے کوئی آیا اور اس نے اپنے لئے وصیت کا ثبوت پیش کیا اور یہ چاہا کہ اس کا حصہ اسے دے دیا جائے تو اس کا حصہ اسے دے دیا جائے اور باقی لوگوں کا حصہ محفوظ رکھا جائے پس اگر ان باقی لوگوں کا حصہ صحیح وسالم رہا تو وہ ان کو دے دیا جائے گا اور اگر ضائع ہوگیا تو یہ سب اس کے حصہ میں شریک ہوں گے جس نے اپنا حصہ لے لیا تھا اور اس کو حصہ دے دینا بقیہ لوگوں کے لئے تقسیم کا حکم نہیں رکھتا۔ (62)

مسئلہ 59: کسی نے وصیت کی کہ فلاں شخص کو ایک ہزار درہم دے دیئے جائیں جن سے وہ قیدیوں کو خرید لے پس اگر وہ شخص روپے لینے سے قبل ہی انتقال کر گیا تو حاکم کو یہ روپیہ دے دیا جائے گا وہ اس کام کے لئے لوگوں میں سے کسی کو ولی بنادے گا تا کہ وہ اس روپے سے قیدیوں کو خرید لے۔ (63)

مسئلہ 60: ایک شخص نے یہ وصیت کی کہ میرا گھر فروخت کیا جائے اور اس کی قیمت سے دس بوجھا گیہوں (مثلاً دس کوئنٹل) اور ایک ہزار من روٹیاں خریدی جائیں۔ (من 12 67 تولہ کا ایک پیمانہ تھا، (64) اور اس نے کچھ اور وصیتیں بھی کیں، پس اس کا گھر فروخت کیا گیا اور اس کی قیمت مذکورہ مقدار گیہوں اور روٹیوں کے لئے پوری نہیں ہوئی اور اس گھر کے علاوہ اس کا اور بھی مال ہے تو اگر اس کا ثلث مال (یعنی تہائی مال) اس کی تمام وصیتوں کے لئے گنجائش

(59) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی... الخ، ج6، ص130.

(60) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی... الخ، ج6، ص130.

(61) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی... الخ، ج6، ص130.

(62) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی... الخ، ج6، ص131.

(63) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی... الخ، ج6، ص131.

(64) الفتاوی رضویہ، ج10، ص ۲۹۲.

رکھتا ہوتو وہ تمام وصیتیں اس کے ثلث مال (یعنی تہائی مال) سے پوری کردی جائیں گی۔(65)

مسئلہ 61: ایک شخص نے کچھ وصیتیں کیں اس کے ورثہ کو معلوم ہوا کہ ان کے باپ نے کچھ وصیتیں کی ہیں، لیکن یہ نہیں معلوم کہ کس چیز کی ہیں انھوں نے کہا کہ ہمارے باپ نے جس چیز کی وصیت کی ہم نے اس کو جائز کیا تو ان کی یہ اجازت صحیح نہیں، صرف اس صورت میں اجازت صحیح ہوگی جب کہ انھیں علم ہو جائے۔(66)

مسئلہ 62: ایک شخص نے کسی آدمی کے لئے کچھ مال کی وصیت کی اور فقراء کے لئے کچھ مال کی وصیت کی اور موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) محتاج ہے تو اس کو فقراء کا حصہ بھی دیا جاسکتا ہے۔(67)

مسئلہ 63: ایک شخص نے کچھ وصیتیں کیں پھر کہا اور باقی فقراء پر صدقہ کیا جائے پھر اپنی کچھ وصیتوں سے رجوع کرلیا جن کے لئے وصیتیں کی تھیں (موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) م)، یا ان میں سے بعض موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) م موصی کی موت سے پہلے ہی مرگئے تو باقی مال فقراء پر صدقہ کیا جائے گا اگر اُس نے فقراء کے لئے وصیت سے رجوع نہیں کیا ہے۔(68)

(65) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی...إلخ، ج6، ص131.

(66) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی...إلخ، ج6، ص131.

(67) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی...إلخ، ج6، ص131.

(68) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنی...إلخ، ج6، ص131.

متفرق مسائل

مسئلہ 1: ایک شخص نے قسم کھائی کہ وہ کوئی وصیت نہیں کریگا پھر اس نے اپنے مرض الموت میں کوئی چیز ہبہ کی یا اس نے اس حالت میں اپنا غلام بیٹا خریدا جو کہ آزاد ہوگیا تو اس کی قسم نہیں ٹوٹی اور وہ حانث نہیں ہوا۔(1)

مسئلہ 2: ایک مریض نے کچھ وصیتیں کیں لیکن یہ الفاظ نہیں کہے کہ اگر میں اپنے اس مرض سے مرجاؤں یا یہ کہ اگر میں اس مرض سے اچھا نہ ہوں تو میری یہ وصیتیں ہیں، وصیتیں کرنے کے بعد وہ اس مرض سے اچھا ہوگیا اور کئی سال زندہ رہا تو مرض سے اچھا ہونے کے بعد اس کی وصیتیں باطل ہوجائیں گی۔(2)

مسئلہ 3: مریض نے کہا اگر میں اسی بیماری سے مرجاؤں تو میرے مال سے فلاں کو اتنا روپیہ اور میری طرف سے حج کرایا جائے پھر اپنی بیماری سے اچھا ہوگیا پھر دوبارہ بیمار ہوگیا اور اس نے ان گواہوں سے جن کو پہلی وصیت پر گواہ بنایا تھا، کہا یا دوسرے لوگوں سے کہا: تم گواہ ہوجاؤ کہ میں اپنی پہلی وصیّت پر قائم ہوں تو یہ استحساناً جائز ہے۔(3)

مسئلہ 4: کسی نے وصیتیں کیں اور دستاویز لکھ دی اور اچھا ہوگیا پھر اس کے بعد بیمار ہوا اور کچھ وصیتیں کیں اور دستاویز لکھ دی، اگر اس نے اس دوسری دستاویز میں یہ واضح نہیں کیا کہ اس نے پہلی وصیتوں سے رجوع کرلیا ہے تو ایسی صورت میں دونوں وصیتوں پر عمل کیا جائے گا۔(4)

مسئلہ 5: ایک شخص نے وصیت کی پھر اسے وسوسوں اور وہم نے گھیر لیا اور فاتر العقل ہوگیا اور ایک زمانہ تک اسی حالت پر رہا پھر انتقال ہوگیا تو اس کی وصیّت باطل ہے۔(5)

مسئلہ 6: ایک شخص نے کسی کو ایک ہزار روپیہ دیا اور کہا کہ یہ فلاں کے لئے ہے جب میں مرجاؤں تو اُس کو دے دینا، پھر مرگیا تو وہ شخص میت کی وصیّت کے مطابق وہ ایک ہزار روپے فلاں شخص کو دے گا اور اگر مرنے والے نے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ روپے فلاں کے لئے ہیں صرف اتنا کہا کہ اس کو دے دینا پھر وہ مرگیا، اس صورت میں یہ روپیہ فلاں

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6،ص132.

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6،ص132.

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6،ص133.

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6،ص133.

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6،ص133.

شخص کو نہیں دیا جائے گا۔(6)

مسئلہ 7: ایک شخص نے کہا کہ یہ روپے یا کپڑے فلاں کو دے دو اور یہ نہیں کہا کہ یہ اس کے لئے ہیں نہ یہ کہا کہ یہ اس کے لئے وصیّت ہے تو یہ باطل ہے، یہ نہ وصیّت ہے نہ اقرار۔(7)

مسئلہ 8: ایک شخص نے کچھ وصیتیں کیں، لوگوں نے اس کی وصیتیں کھوٹے اور ردی درہموں سے پوری کر دیں اس صورت میں اگر وصیّت معین لوگوں کے لئے تھی اور وہ علم و اطلاع کے باوجود ان کھوٹے درہموں سے راضی ہیں تو جائز ہے اور اگر غیر معین فقیروں کے لئے وصیّت تھی تب بھی جائز ہے۔(8)

مسئلہ 9: ایک شخص نے کچھ وصیتیں کیں اور مختلف سکوں کا چلن ہے تو خرید و فروخت میں جن سکوں کا چلن غالب ہے ان سکوں سے وصیتوں کو پورا کیا جائے گا۔(9)

مسئلہ 10: مریض سے لوگوں نے کہا کہ تو وصیّت کیوں نہیں کر دیتا، اس نے کہا کہ میں نے وصیّت کی کہ میرے ثلث مال (یعنی تہائی مال) سے نکالا جائے پھر ایک ہزار روپیہ مسکینوں پر صدقہ کر دیا جائے اور ابھی کچھ زیادہ نہ کہہ پایا تھا کہ مرگیا اور اس کا ثلث مال (یعنی تہائی مال) دو ہزار روپے ہے، اس صورت میں صرف ایک ہزار روپیہ صدقہ کیا جائے گا۔(10)

مسئلہ 11: مریض نے اگر یہ کہا کہ میں نے وصیّت کی کہ میرے ثلث مال (یعنی تہائی مال) سے نکالا جائے اور کچھ نہ کہہ پایا تو اس کا کل تہائی مال فقیروں پر صدقہ کیا جائے گا۔(11)

مسئلہ 12: مریض نے کہا کہ میں نے فلاں کے لئے اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیّت کی جو ایک ہزار ہے لیکن ثلث ایک ہزار سے زیادہ ہے تو امام حسن بن زیاد کے نزدیک موصی الہ (جس کے لیے وصیت کی گئی) کو ثلث مال (یعنی تہائی مال) ملے گا وہ جتنا بھی ہو۔(12)

---

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6، ص133.

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6، ص133.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6، ص133.

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6، ص133.

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6، ص133.

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6، ص133.

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6، ص133.

مسئلہ 13: ایسے ہی اگر یہ کہا کہ میں نے اس گھر سے اپنے حصہ کی وصیّت کی اور وہ تہائی ہے پھر دیکھا تو اس کا حصہ نصف تھا تو موصی الہٗ (جس کے لیے وصیت کی گئی) کو نصف گھر ملے گا اگر نصف گھر میت کے کل مال کا تہائی حصہ یا اس سے کم ہے۔(13)

مسئلہ 14: اگر اس نے یہ کہا کہ میں نے فلاں کے لئے ایک ہزار روپے کی وصیّت کی اور وہ میرے مال کا دسواں حصہ ہے تو موصیٰ لہٗ کو صرف ایک ہزار روپیہ ملے گا اس کے مال کا دسواں حصہ کم ہو یا زیادہ۔(14)

مسئلہ 15: یہ کہا کہ اس تھیلی میں جو کچھ ہے میں نے فلاں کے لئے وصیّت کی اور وہ ایک ہزار درہم ہیں اور یہ ایک ہزار درہم آدھا ہے جو اس تھیلی میں ہے پھر دیکھا تو تھیلی میں تین ہزار درہم ہیں تو موصیٰ لہٗ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو صرف ایک ہزار ملیں گے اور اگر تھیلی میں ایک ہزار ہی ہیں تو وہ کل موصیٰ لہٗ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو ملیں گے، اور اگر تھیلی میں صرف پانچ سو درہم تھے تو موصیٰ لہٗ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو یہی ملیں گے اس کے علاوہ نہیں، اور اگر تھیلی میں درہم نہیں ہیں بلکہ جواہرات اور دینار ہیں تو مناسب ہے کہ موصیٰ لہٗ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کو اس سے ایک ہزار روپے دیئے جائیں۔(15)

مسئلہ 16: مریض نے کہا کہ جو کچھ اس گھر میں ہے میں نے اس تمام کی وصیّت کی اور وہ ایک پیمانہ کھانا ہے پھر دیکھا تو اس میں کئی پیمانے کھانا ہے اور اس میں گیہوں اور جو بھی ہیں تو یہ سب موصیٰ لہٗ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کے لئے ہیں اگر ثلث مال (یعنی تہائی مال) کے اندر اندر ہیں۔(16)

مسئلہ 17: اگر کسی نے مخصوص اور معیّن ایک ہزار درہم صدقہ کرنے کی وصیّت کی اور وصی نے ان کے بدلے متوفی موصی کے مال سے دوسرے ایک ہزار درہم صدقہ کر دیئے تو جائز ہے لیکن اگر وصی کے صدقہ کرنے سے پہلے ہی وہ پہلے والے معین درہم ضائع ہو گئے اور وصی نے موصی کے اور مال سے ایک ہزار درہم صدقہ کر دیئے تو وصی ایک ہزار درہم کا ورثہ کے لئے ضامن ہے اور اگر موصی نے ایک ہزار معین درہم صدقہ کرنے کی وصیّت کی پھر وہ ہلاک ہو گئے تو وصیت باطل ہو جائے گی۔(17)

---

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6، ص133.

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6، ص133.

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6، ص134.

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6، ص134.

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6، ص134.

مسئلہ 18: ایک آدمی نے وصیّت کی کہ اُس کے مال میں سے کچھ حاجی فقیروں پر صرف کیا جائے تو اگر وہ مال حاجی فقیروں کے سوا دوسرے فقیروں پر صدقہ کر دیا جائے تو جائز ہے۔(18)

مسئلہ 19: ایک آدمی نے اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کو صدقہ کرنے کی وصیت کی پھر وصی سے کسی نے اس مال کو غصب کرلیا چھین لیا اور اس مال کو ہلاک کر دیا اب وصی یہ چاہتا ہے کہ وہ اس مال کو اس غاصب پر ہی صدقہ کر دے اور غاصب یعنی مال چھیننے والا بھی غریب وتنگدست ہے تو یہ جائز ہے۔(19)

مسئلہ 20: ایک شخص کو حرام مال ملا اس نے وصیّت کی کہ اسے مال کے مالک کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے اگر مال کا مالک معلوم ہے تو یہ مال اسے واپس کیا جائے گا اور اگر معلوم نہیں تو اس کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے گا اور اگر موصی کے ورثہ نے اس کے اس اقرار کو (یہ حرام مال ہے) جھٹلایا اور نہ مانا تو وصیت کے مطابق اس میں سے ایک تہائی صدقہ کر دیا جائے گا۔(20)

مسئلہ 21: ایک آدمی نے اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی مسکینوں کے لئے وصیت کی اور وہ اپنے وطن سے باہر کسی دوسرے شہر میں ہے اگر مال اس کے ساتھ ہے تو جس شہر میں وہ ہے وہ مال اسی شہر کے مسکینوں پر خرچ کیا جائے گا اور اس کا جو مال اس کے وطن میں ہے وہ وطن کے فقیروں ومسکینوں پر خرچ ہوگا۔(21)

مسئلہ 22: اگر کسی نے وصیت کی کہ اس کا ثلث مال (یعنی تہائی مال) فقرائے بلخ پر صدقہ کیا جائے تو افضل یہ ہے کہ ان پر ہی خرچ کیا جائے اور اگر وہ مال ان کے علاوہ دوسرون پر صدقہ کر دیا تو جائز ہے، امام ابو یوسف کے نزدیک اسی پر فتویٰ ہے۔(22)

مسئلہ 23: یہ وصیّت کی کہ اس کا مال دس دن میں خرچ کر دیا جائے اس نے ایک ہی دن میں خرچ کر دیا تو جائز ہے۔(23)

مسئلہ 24: اگر یہ وصیّت کی کہ ہر فقیر کو ایک درہم دیا جائے، وصی نے ہر فقیر کو آدھا درہم دیا پھر آدھا درہم اور

---

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6، ص134.

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6، ص134.

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6، ص134.

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6، ص134.

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6، ص134.

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6، ص134.

دے دیا اور اس وقت تک فقیر نے آدھا خرچ کرلیا تھا تو جائز ہے وصی ضامن نہ ہوگا۔(24)

مسئلہ 25: موصی نے وصیّت کی کہ میری طرف سے کفارہ میں دس مسکین کھلا دیئے جائیں، وصی نے دس مسکینوں کو صبح کا کھانا کھلایا پھر دسوں مر گئے تو وصی دوسرے دس کو صبح وشام کا کھانا کھلائے گا اور اس پر ضمان نہیں، اور اگر اس نے یہ کہا کہ میری طرف سے دس مسکینوں کو صبح وشام کا کھانا کھلا دیا جائے کفارہ کا ذکر نہیں کیا اور وصی نے دس مسکینوں کو صبح کا کھانا کھلایا تھا کہ وہ مر گئے تو اس صورت میں بھی مفتیٰ بہ یہی ہے کہ وصی دوسرے دس مسکینوں کو صبح وشام کا کھانا کھلائے گا اور پہلے دس کے کھلانے کا تاوان نہ دے گا۔(25)

مسئلہ 26: ایک آدمی نے وصیّت کی کہ میرے مرنے کے بعد تین سو قفیز گیہوں صدقہ کیا جائے (قفیز گیہوں ناپنے کے ایک پیمانہ کا نام ہے) وصی نے موصی کی زندگی ہی میں دو سو قفیز گیہوں صدقہ میں تقسیم کر دیئے تو وصی اس کا ضامن ہوگا موصی کے مرنے کے بعد حاکم کے حکم سے تقسیم کرے، اگر اس نے موصی کی موت کے بعد بغیر حاکم کے حکم تقسیم کر دیئے تب بھی وہ تاوان دینے سے نہ بچے گا اور اگر موصی کے انتقال کے بعد وصی نے ورثہ کے حکم سے تقسیم کئے تو اگر ورثہ میں نابالغ بھی ہیں تو ان کا حکم کرنا جائز نہیں، اگر سب بالغ ہیں تو حکم صحیح ہے اگر تقسیم کر دے گا تو اس پر تاوان نہیں، اگر ورثہ میں نابالغ بھی ہیں اور بالغ ورثہ نے گیہوں تقسیم کرنے کا حکم دیا تو یہ بالغوں کے حصہ میں صحیح اور نابالغوں کے حصہ میں صحیح نہ ہوگا۔(26)

مسئلہ 27: یہ وصیّت کی کہ میرے مال سے گیہوں اور روٹی خریدی جائے اور انھیں مسکینوں پر صدقہ کیا جائے تو اگر موصی نے گیہوں اور روٹی اٹھا کر لانے والے حمالوں (بوجھ برداروں) کی اُجرت دینے کی بھی وصیّت کی تو وہ متوفی موصی کے مال سے دی جائے گی اور اگر موصی نے اپنی وصیّت میں اس اُجرت کے دیئے کو نہیں کہا تو ایسی صورت میں وصی کے لئے مناسب ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے اٹھوا کر لائے جو بغیر اُجرت کے اٹھا لائیں پھر اس گیہوں اور روٹی میں سے بطور صدقہ کچھ دے دے اور اگر موصی نے یہ وصیّت کر دی تھی کہ ان کو مساجد میں لے جایا جائے تو اس کی اُجرت متوفی موصی کے مال سے ادا کی جائے گی۔(27)

مسئلہ 28: موصی نے ایک شخص کو وصیّت کی اور اسے اپنا ثلث مال (یعنی تہائی مال) صدقہ کرنے کا حکم دیا تو اگر

---

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6،ص134.

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6،ص134.

(26) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6،ص135.

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6،ص135.

اس شخص نے وہ مال خود ہی رکھ لیا تو جائز نہیں لیکن اگر اس نے اپنے بالغ بیٹے کو دیا یا ایسے چھوٹے بیٹے کو دیا جو قبضہ کرنا جانتا ہے تو جائز ہے اور اگر وہ چھوٹا بیٹا قبضہ کرنا نہیں جانتا تو جائز نہیں۔(28)

مسئلہ 29: بادشاہ کے عامل (محاصل وصول کرنے والے) نے وصیّت کی کہ فقیروں کو اس کے مال سے اتنا اتنا دے دیا جائے تو اگر یہ معلوم ہے کہ اس کا مال اس کا نہیں دوسرے کا ہے تو اس کا لینا حلال نہیں اور اگر اس کا مال دوسرے کے مال سے ملا جلا ہے تو اس کا لینا جائز ہے بشرطیکہ متوفی موصی کا بقیہ مال اس قدر ہو کہ اس سے دعویداروں کے مطالبات ادا ہو جائیں۔(29)

مسئلہ 30: ایک شخص نے اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی فقراء کے لئے وصیّت کی اور وصی نے وہ مال لاعلمی میں اغنیاء کو دے دیا تو یہ جائز نہیں وصی فقراء کو اتنا مال دینے کا ضامن ہے۔(30)

مسئلہ 31: ایک شخص کے پاس سو100 درہم نقد ہیں اور سو100 درہم کسی اجنبی پر ادھار ہیں اس نے ایک آدمی کے لئے اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیّت کی تو موصی لہ نقد مال کا ثلث لے لے گا۔(31)

مسئلہ 32: ایک شخص کا کسی آدمی پر ادھار تھا اس نے وصیّت کی کہ اسے ثواب کے کاموں میں صرف کیا جائے تو اس وصیّت کا تعلق صرف ادھار سے ہے اگر موصی نے اپنے ادھار میں سے کچھ حصہ مقروض کو ہبہ کر دیا تو جس قدر ہبہ کر دیا اتنے مال میں وصیّت باطل ہے۔(32)

مسئلہ 33: اپنے جسم کے سامان کی وصیّت کی تو اس میں ٹوپی، موزے، لحاف، بستر، قمیص، فرش اور پردے شامل ہیں۔(33)

مسئلہ 34: حریر کے جُبّہ کی وصیّت کی اور موصی کا ایک جُبّہ ہے جس کا بالائی کپڑا بھی حریر ہے اور استر بھی حریر ہے تو وہ وصیّت میں شامل ہے اور اگر بالائی حصہ حریر ہے اور استر غیر حریر تب بھی وصیّت میں داخل ہے اور اگر استر حریر ہے اور بالائی کپڑا حریر نہیں تو موصی لہ کو نہیں ملے گا۔(34)

---

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6، ص135۔

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6، ص135۔

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6، ص135۔

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6، ص136

(32) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6، ص136

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6، ص136

(34) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6، ص136۔

مسئلہ 35: اگر زیورات کی وصیت کی تو اس میں ہر وہ چیز داخل ہے جس پر زیور کا لفظ بولا جائے خواہ یاقوت(35) وزمرد (ایک قیمتی پتھر جو سبز رنگ کا ہوتا ہے) سے جڑاؤ ہو یا نہ ہو، اور یہ سب موصی لہ لوٹے گا۔(36)

مسئلہ 36: زیور کی وصیت کی تو اس میں سونے کی انگوٹھی داخل ہے اور اس میں چاندی کی وہ انگوٹھی بھی داخل ہے جو عورتیں پہنتی ہیں لیکن اگر چاندی کی انگوٹھی ایسی ہے جس کو مرد پہنتے ہیں وہ اس میں داخل نہیں اور اگر لؤلؤ اور زمرد وغیرہ چاندی سونے کے ساتھ مرکب ہیں تو یہ بھی زیور میں داخل ہیں ورنہ نہیں۔(37)

❁❁❁❁❁

(35) ایک قیمتی پتھر جو سرخ، نیلا، زرد، یا سفید ہوتا ہے۔

(36) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6،ص136.

(37) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج6،ص136.

وصی اور اس کے اختیارات کا بیان

آدمی کو وصیّت قبول کرنا مناسب بات نہیں کیونکہ یہ خطرات سے پُر ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں: پہلی بار وصیّت قبول کرنا غلطی ہے دوسری بار خیانت اور تیسری بار سرقہ ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: وصیّت میں نہیں داخل ہوتا ہے مگر بے وقوف اور چور۔(1)

وصی: اس شخص کو کہتے ہیں جس کو وصیّت کرنے والا (موصی) اپنی وصیّت پوری کرنے کے لئے مقرر کرے۔ وصی تین طرح کے ہوتے ہیں۔ (۱) ایک وصی وہ ہے جو امانت دار ہو اور وصیّت پوری کرنے پر قادر ہو، قاضی کے لئے اس کو معزول اور برطرف کرنا جائز نہیں۔ (۲) دوسرا وصی وہ ہے جو امانت دار تو ہو مگر عاجز ہو یعنی وصیّت کو پورا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو، قاضی اس کی مدد کے لئے کوئی مددگار مقرر کردے گا۔ (۳) تیسرا وصی وہ ہے جو فاسق و بدعمل ہو یا کافر ہو یا غلام ہو، قاضی کے لئے ضروری ہے کہ اسے برطرف اور معزول کردے اور اس کی جگہ کسی دوسرے امانت دار مسلمان کو مقرر کرے۔(2)

مسئلہ 1: ایک شخص نے کسی کو اس کے سامنے اپنا وصی بنایا یا موصٰی الیہ یعنی وصی نے کہا کہ میں قبول نہیں کرتا تو اس کا انکار اور رد کرنا صحیح ہے اور وہ وصی نہیں ہوگا پھر اگر موصی نے موصی الیہ سے یہ کہا کہ میرا خیال تمہارے بارے میں ایسا نہ تھا کہ تم قبول نہ کرو گے اس کے بعد موصی الیہ نے کہا: میں نے وصیّت قبول کی تو یہ جائز ہے اور اگر وہ موصی کی حیات میں خاموش رہا، نہ قبول کیا نہ انکار پھر موصی کا انتقال ہوگیا تو اسے اختیار ہے چاہے تو اس کی وصیّت قبول کرلے یا رد و انکار کردے۔(3)

مسئلہ 2: موصی نے کسی کو وصی بنایا، وہ غائب (موجود نہ) تھا اسے موصی کی موت کے بعد یہ خبر پہنچی، اس نے کہا مجھے قبول نہیں پھر کہا قبول کرلیا میں نے، اگر بادشاہ نے ابھی اسے وصی ہونے سے خارج نہیں کیا تھا اور اس نے پہلے ہی قبول کرلیا تو جائز ہے۔(4)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6، ص136.

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6، ص136.

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6، ص137.

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6، ص137.

مسئلہ 3: موصی نے کسی کو وصیّت کی اس نے موصی کی زندگی میں قبول کرلیا تو اس کے لئے وصی ہونا لازم ہوگیا اب اگر وہ موصی کی موت کے بعد اس سے نکلنا چاہے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں اور اگر اس نے موصی کی زندگی میں اس کے علم میں لاکر قبول کرنے سے انکار کردیا تو صحیح ہے اور اگر انکار کردیا مگر موصی کو اس کا علم نہیں ہوا تو صحیح نہیں۔(5)

مسئلہ 4: کسی کو وصیّت کی اور یہ اختیار دیا کہ جب وہ چاہے وصی ہونے سے نکل جائے تو یہ جائز ہے اور وصی کو یہ حق ہے کہ جس وقت چاہے اور جب چاہے وصی ہونے سے نکل جائے۔(6)

مسئلہ 5: کسی کو وصیّت کی، اس نے کہا میں قبول نہیں کرتا پھر موصی خاموش ہوگیا اور انتقال کرگیا پھر موصی الیہ یعنی اس شخص نے جس کو وصیّت کی تھی کہا کہ میں نے قبول کیا تو صحیح نہیں، اور اگر موصی الیہ نے سکوت اختیار کیا اور موصی کے سامنے یہ نہ کہا کہ میں قبول نہیں کرتا پھر اس کی پس پشت موصی کی زندگی میں یا اس کی موت کے بعد ایک جماعت کی موجودگی میں کہا کہ میں نے قبول کرلیا تو اس کا قبول کرنا جائز ہے اور یہ وصی بن جائے گا خواہ اس کا یہ قبول کرنا قاضی کے سامنے ہو یا اس کی عدم موجودگی میں، اور اگر قاضی نے اسے اس کے یہ کہنے کے بعد کہ میں قبول نہیں کرتا، وصی ہونے سے خارج کردیا پھر اس نے کہا میں قبول کرتا ہوں تو یہ قبول کرنا صحیح نہیں۔(7)

مسئلہ 6: موصی نے کسی کو وصی بنایا اس نے موصی کی عدم موجودگی میں کہا کہ میں قبول نہیں کرتا اور اس انکار کی اطلاع کے لئے اس نے موصی کے پاس قاصد بھیجا یا خط بھیجا اور وہ موصی تک پہنچ گیا پھر اس نے کہا کہ میں قبول کرتا ہوں تو یہ قبول کرنا صحیح نہیں۔(8)

مسئلہ 7: موصی الیہ (وصی) نے موصی کے سامنے وصیّت کو قبول کرلیا پھر جب وصی چلا گیا، موصی نے کہا گواہ رہو میں نے اسے وصیّت سے خارج کردیا تو یہ اخراج صحیح ہے اور اگر وصی نے موصی کی عدم موجودگی میں وصی بننے کو رد کردیا قبول نہیں کیا تو اس کا یہ رد کرنا باطل ہے۔(9)

مسئلہ 8: موصی نے کسی شخص کو اپنا وصی بنایا اور اسے اپنا وصی ہونا معلوم نہیں پھر اس وصی نے موصی کی موت کے

---

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص137.

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص137.

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص137.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص137.

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص137.

بعد اس کے ترکہ سے کوئی چیز فروخت کی تو اس کا فروخت کرنا جائز ہے اور اسے وصی ہونا لازم ہوگیا۔(10)

مسئلہ 9: موصی نے دو آدمیوں کو وصیّت کی ایک نے قبول کرلیا، دوسرا خاموش رہا پھر موصی کی موت کے بعد قبول کرنے والے نے سکوت کرنے والے سے کہا کہ موصی کی میت کے لئے کفن خرید لے اس نے خرید لیا یا کہا ہاں اچھا تو یہ صورت وصیّت قبول کرنے کی ہے۔(11)

مسئلہ 10: وصی نے وصیّت قبول کرلی پھر اس نے ارادہ کیا کہ وصیّت سے نکل جائے، یہ بغیر حاکم کی اجازت کے جائز نہیں موصی الیہ یعنی وصی کو جب وصیّت لازم ہوگئی پھر وہ حاکم کے پاس حاضر ہوا اور اس نے اپنے آپ کو وصی ہونے سے خارج کیا تو حاکم معاملہ پر غور کریگا اگر وہ وصی امانت دار اور وصیّت نافذ کرنے پر قادر ہے تو اسے وصی ہونے سے نہیں نکالے گا اور اگر وہ عاجز ہے اور اس کے مشاغل کثیر ہیں تو نکال دے گا۔(12)

مسئلہ 11: کسی فاسق کو وصی بنایا جس سے اس کے مال کو خطرہ ہے تو یہ وصیّت یعنی اس کو وصی بنانا باطل ہے یعنی اُسے قاضی وصی ہونے سے خارج کردے گا۔(13)

مسئلہ 12: فاسق کو وصی بنایا تو قاضی کو چاہیے کہ اس کو وصی ہونے سے خارج کردے اور اس کے غیر کو وصی بنا دے، اگر یہ قاضی وصی ہونے کے لائق نہیں ہے اور اگر قاضی نے وصیت کو نافذ کیا اور اس فاسق وصی نے اس سے پہلے کہ قاضی اسے وصی ہونے سے خارج کردے، میت کے دَین (اُدھار) کو ادا کردیا اور بیع و شرائی کی تو اس نے جو کچھ کر دیا جائز ہے اور اگر اسے قاضی نے نہیں نکالا تھا کہ اس فاسق نے توبہ کی اور صالح ہوگیا تو قاضی اسے بدستور وصی بنائے رکھے گا۔(14)

مسئلہ 13: اگر قاضی کو معلوم نہ تھا کہ میت کا کوئی وصی ہے اور پہلے وصی کی موجودگی میں اس نے ایک دوسرے شخص کو وصی مقرر کردیا پھر پہلے وصی نے وصیّت میں داخل ہونا چاہا یعنی وصیّت کو نافذ کرنا چاہا تو اسے اس کا حق ہے اور قاضی کا یہ فعل اسے وصی ہونے سے خارج نہیں کرتا ہے۔(15)

---

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6، ص137.

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6، ص137.

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6، ص137.

(13) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6، ص137.

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6، ص137.

(15) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6، ص138.

مسئلہ 14: قاضی کو علم نہ تھا کہ میت کا وصی ہے اور وصی غائب ہے قاضی نے کسی اور شخص کو وصی بنا دیا تو قاضی کا بنایا ہوا یہ وصی میت ہی کا وصی ہوگا قاضی کا نہیں۔(16)

مسئلہ 15: مسلمان نے حربی کافر کو خواہ وہ مستامن ہے یا غیر مستامن اپنا وصی بنایا تو یہ باطل ہے یہی حکم مسلمان کا ذمی کو وصی بنانے کا ہے۔(17)

مسئلہ 16: حربی کافر امان لے کر دارالاسلام میں داخل ہوا اس نے کسی مسلمان کو اپنا وصی بنایا تو یہ جائز ہے۔(18)

مسئلہ 17: مسلم نے حربی کو وصی بنایا پھر حربی اسلام لے آیا تو وہ بدستور وصی رہے گا اور یہی حکم مرتد کا بھی ہے۔(19)

مسئلہ 18: عاقل کو وصی بنایا پھر اس عاقل کو جنونِ مطبق ہوگیا (جنون مطبق یہ ہے کہ وہ کم از کم ایک ماہ تک مسلسل پاگل رہے) تو قاضی کو چاہیے کہ اس کی جگہ کسی اور کو وصی مقرر کر دے اگر قاضی نے ابھی کسی دوسرے کو وصی مقرر نہیں کیا تھا کہ اس کا پاگل پن جاتا رہا اور صحیح ہوگیا تو یہ بدستور وصی بنا رہے گا۔(20)

مسئلہ 19: اگر کسی نے بچے کو یا معتوہ (پاگل) کو وصی بنایا تو یہ جائز نہیں خواہ بعد میں وہ اچھا ہو جائے یا نہ ہو۔(21)

مسئلہ 20: کسی شخص نے عورت کو یا اندھے کو وصی بنایا تو یہ جائز ہے، اسی طرح تہمتِ زنا میں سزا یافتہ کو بھی وصی بنانا جائز ہے۔(22)

مسئلہ 21: نابالغ بچہ کو وصی بنایا تو قاضی اس کو وصی ہونے سے خارج کر دے گا اور اس کی جگہ کوئی دوسرا وصی بنا دے گا اگر قاضی کے اس کو وصی ہونے سے خارج کرنے سے قبل اس نے تصرف کر دیا تو نافذ نہ ہوگا۔(23)

---

(16) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6،ص138.

(17) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6،ص138.

(18) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6،ص138.

(19) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6،ص138.

(20) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6،ص138.

(21) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6،ص138.

(22) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6،ص138.

(23) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6،ص138.

مسئلہ 22: کسی شخص کو وصی بنایا اور کہا کہ اگر تو مرجائے تو تیرے بعد فلاں شخص وصی ہے پھر پہلا وصی جنون مطبق (لمبا پاگل پن) میں مبتلا ہو گیا تو قاضی اس کی جگہ دوسرا وصی مقرر کر دے گا اور جب یہ پاگل مرجائے تب وہ فلاں شخص وصی بنے گا جس کو موصی نے پہلے کے بعد نامزد کیا تھا۔(24)

مسئلہ 23: کسی شخص نے اپنے نابالغ بیٹے کو وصی بنایا تو قاضی اس کے لئے دوسرے کو وصی مقرر کریگا، جب یہ نابالغ لڑکا بالغ ہو جائے تو اسے وصی بنا دے گا اور اگر چاہے تو اس کو خارج کر دے جیسے لڑکے کی نابالغی کی وجہ سے وصی بنا دیا تھا لیکن وہ بغیر قاضی کے نکالے ہوئے نکل نہیں سکتا۔(25)

مسئلہ 24: وصی امین ہے اور تصرّف کرنے پر قادر ہے تو قاضی اسے معزول نہیں کر سکتا اور اگر سب وارثوں نے یا بعض نے قاضی سے وصی کی شکایت کی تو قاضی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اسے معزول کر دے جب تک قاضی پر اس کی خیانت ظاہر نہ ہو جائے اگر خیانت ظاہر ہو جائے تو معزول کر دے۔(26)

مسئلہ 25: اگر قاضی کے نزدیک وصی متہم ہو جائے (یعنی اس پر خیانت کی تہمت لگے) تو قاضی اس کے ساتھ دوسرے کو مقرر کر دے گا یہ امام اعظم کے نزدیک ہے لیکن امام ابو یوسف کے نزدیک قاضی اس متہم کو وصیّت سے نکال دے گا۔(27)

مسئلہ 26: وقف کے لئے وصی تھا یا میت کے ترکہ کے لئے وصی تھا وہ ترکہ میں میت کی وصیّت پوری کرنے میں یا وقف کا انتظام قائم رکھنے میں عاجز رہا تو حاکم ایک اور قیم مقرر کریگا پھر وصی نے کچھ دنوں کے بعد کہا کہ اب میں ان چیزوں کو قائم کرنے پر قادر ہو گیا ہوں جو موصی نے میرے سپرد کی تھیں تو وہ بدستور وصی ہے، حاکم کو دوبارہ مقرر کرنے کی ضرورت نہیں۔(28)

مسئلہ 27: موصی نے دو آدمیوں کو اپنا وصی بنایا تو دونوں میں سے ایک تنہا تصرف نہیں کر سکتا اور اس کا تصرف بغیر دوسرے کی اجازت کے نافذ نہیں ہوگا لیکن چند چیزوں میں ہو سکتا ہے جیسے میت کی تجہیز و تکفین، میت کے دَین کی ادائیگی، ودِیعت (امانت) کی واپسی اور غصب کردہ چیز کی واپسی، حقوق میت سے متعلق مقدمات، نابالغ وارث کے

---

(24) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص138.

(25) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص138.

(26) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص139

(27) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص139.

(28) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص139.

لئے ہبہ قبول کرنا اور جس چیز کی ہلاکت کا اندیشہ ہے اسے فروخت کرنا، لیکن وہ تنہا میت کی ودیعت (امانت) پر قبضہ نہیں کرسکتا نہ میت کا دَین وصول کر کے قبضہ کرسکتا ہے۔ (29)

مسئلہ 28: موصی نے وصیت کی اور دو آدمیوں کو وصی بنایا کہ اس کا اتنا اتنا مال اس کی طرف سے صدقہ کردیں اور کسی فقیر کو معین نہیں کیا تو دونوں میں سے کوئی وصی اکیلے صدقہ نہیں کریگا اور اگر موصی نے فقیر کو معین کردیا تھا تو ایک وصی اکیلے ہی صدقہ کرسکتا ہے۔ (30)

مسئلہ 29: موصی نے دو آدمیوں کو وصی بنایا اور کہا کہ تم دونوں میں سے ہر ایک پورا پورا وصی ہے تو ہر ایک کے لئے تنہا تصرف کرنا جائز ہے۔ (31)

مسئلہ 30: ایک شخص نے ایک آدمی کو کسی مخصوص و معین شے میں وصی بنایا اور دوسرے آدمی کو کسی دوسری قسم کی چیز میں وصی بنایا مثلاً یہ کہا کہ میں نے تجھے اپنے قرضوں کی ادائیگی میں وصی بنایا اور دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے اپنے امور مالیہ کے قیام میں وصی بنایا تو ان میں سے ہر وصی تمام کاموں میں وصی ہے۔ (32)

مسئلہ 31: کسی آدمی کو اپنے بیٹے پر وصی بنایا اور ایک دوسرے آدمی کو اپنے دوسرے بیٹے پر وصی بنایا یا اس نے ایک وصی بنایا اپنے موجودہ مال میں، اور دوسرے کو وصی بنایا اپنے غائب مال میں تو اگر اس نے یہ شرط لگا دی تھی کہ ان دونوں میں سے کوئی اس معاملہ میں وصی نہیں ہوگا جس کا وصی دوسرا ہے تو جیسی اس نے شرط لگائی بالاتفاق ایسا ہی ہوگا اور اگر یہ شرط نہیں لگائی تھی تو اس صورت میں ہر وصی پورے پورے معاملات میں وصی ہوگا۔ (33)

مسئلہ 32: ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی بنایا پھر ایک وصی کا انتقال ہوگیا تو زندہ باقی رہنے والا وصی اس کے مال میں تصرف نہیں کریگا وہ معاملہ قاضی کے سامنے لے جائے گا اگر قاضی مناسب خیال کریگا تو تنہا اس کو وصی بنا دے گا اور تصرف کا اختیار دے دے گا یا اگر مناسب سمجھے گا تو اس کے ساتھی مرنے والے وصی کے بدلہ میں کوئی دوسرا وصی مقرر کریگا۔ (34)

---

(29) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص139.

(30) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص139.

(31) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص139.

(32) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص139.

(33) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص139.

(34) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص139.

مسئلہ 33: ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی بنایا تو ان دونوں وصیوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنے ساتھی سے یتیم کے مال سے کچھ خریدے، اسی طرح دو یتیموں کے لئے دو وصی تھے ان میں سے کسی کو یتیم کا مال خریدنا جائز نہیں۔(35)

مسئلہ 34: ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے دو وصی بنائے تھے پھر ایک شخص آیا اور اس نے میت پر اپنے دَین (قرض) کا دعویٰ کیا دونوں وصیوں نے بغیر دلیل قائم ہوئے اس کا دَین ادا کر دیا پھر ان دونوں وصیوں نے قاضی کے پاس جا کر اس دعوائے ادھار پر شہادت دی تو ان کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی اور جو کچھ انھوں نے مدعی کو دیا ہے وہ اس کے ضامن ہیں اور اگر انھوں نے اس کا دین (ادھار) ادا کرنے سے پہلے شہادت دی پھر قاضی نے انھیں دَین ادا کرنے کا حکم دیا اور انھوں نے ادا کر دیا تو اب ان پر ضمان نہیں۔(36)

مسئلہ 35: میت کے وصی نے میت کا دَین شاہدوں کی شہادت کے بعد ادا کیا تو جائز ہے اور اس پر ضمان نہیں اور اگر بغیر قاضی کے حکم کے بعض کا دَین ادا کر دیا تو میت کے قرض خواہوں کے لئے ضامن ہوگا اور اگر قاضی کے حکم سے ادا کیا تو ضامن نہیں۔(37)

مسئلہ 36: ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی بنایا ان میں سے ایک کا انتقال ہوا پھر مرتے وقت اس نے اپنے ساتھی کو وصی بنا دیا تو یہ جائز ہے اور اب اس کو تنہا تصرف کرنے کا حق ہے۔(38)

مسئلہ 37: وصی جب مرنے کے قریب ہو تو اس کو حق ہے کہ وہ دوسرے کو وصی بنا دے چاہے موصی نے اسے وصی بنانے کا اختیار نہ دیا ہو۔(39)

مسئلہ 38: ایک شخص نے وصیت کی اور انتقال کر گیا اور اس کے پاس کسی کی ودیعتیں (امانتیں) رکھی ہیں پھر ایک وصی نے دوسرے وصی کی اجازت کے بغیر میت کے گھر سے امانتیں قبضہ میں کر لیں یا کسی ایک وارث نے دونوں وصیوں کی اجازت کے بغیر یا بقیہ وارثوں کی اجازت کے بغیر ان ودیعتوں پر قبضہ کر لیا اور اس کے قبضہ میں آ کر وہ مال امانت ہلاک ہو گیا تو اس پر ضمان نہیں۔(40)

---

(35) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6، ص139.

(36) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6، ص139.

(37) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6، ص140.

(38) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6، ص140.

(39) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6، ص140.

(40) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6، ص140.

مسئلہ 39: دو وصی ہیں ان میں سے ایک نے قبرستان تک جنازہ اٹھانے کے لئے مزدور کرایہ پر لئے اور دوسرا وصی بھی موجود ہے لیکن خاموش رہا تو یہ جائز ہے، یہ اجرت میت کے مال سے ادا کی جائے گی۔ یا وارثوں میں سے کسی نے دونوں وصیوں کی موجودگی میں جنازہ اٹھانے کے لئے مزدور کرایہ پر لئے اور دونوں وصی خاموش ہیں تو جائز ہے ان کی مزدوری میت کے مال سے دی جائے گی۔(41)

مسئلہ 40: میت نے دو وصیوں کو جنازہ اٹھانے سے قبل فقراء کو گندم صدقہ کرنے کی وصیّت کی ان میں سے ایک وصی نے گندم صدقہ کر دیا، اگر یہ گندم میت کے مال متروکہ میں موجود تھا تو جائز ہے اور دوسرے وصی کو منع کرنے کا حق نہیں، اگر خرید کر صدقہ کیا تو خود اس کی طرف سے ہوگا، یہی حکم کپڑے اور کھانے کا ہے۔(42)

مسئلہ 41: ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی بنایا اور ان سے کہا کہ میرا ثلث مال (یعنی تہائی مال) جہاں چاہو دیدو یا جس کو چاہو دیدو پھر ان میں سے ایک وصی کا انتقال ہوگیا تو یہ وصیّت باطل ہوجائے گی اور یہ ثلث مال (یعنی تہائی مال) ورثہ کو مل جائے گا اور اگر یہ وصیّت کی تھی کہ میں نے ثلث مال (یعنی تہائی مال) مساکین کے لئے کردیا پھر ایک وصی کا انتقال ہوگیا تو قاضی اس کی جگہ اگر چاہے تو دوسرا وصی بنادے اگر چاہے تو زندہ رہنے والے وصی سے کہے، تو تنہا اس کو تقسیم کر دے۔(43)

مسئلہ 42: دو نابالغوں کے گھروں کے بیچ میں ایک دیوار ہے اس دیوار پر ان کا اپنا اپنا حمولہ (بوجھ) یعنی وزنی سامان ہے اور دیوار کے گرنے کا اندیشہ ہے اور ہر نابالغ کے لئے ایک وصی ہے ان میں سے ایک کے وصی نے دوسرے کے وصی سے دیوار کی مرمت کا مطالبہ کیا اور دوسرے نے انکار کر دیا تو قاضی امین کو بھیجے گا کہ اگر دیوار کو اسی حالت میں چھوڑ دینے سے نقصان کا خطرہ ہے تو انکار کرنے والے وصی کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ دوسرے وصی کے ساتھ مل کر دیوار کی مرمت کرائے۔(44)

مسئلہ 43: کسی شخص کو یہ وصیّت کی کہ میرا ثلث مال (یعنی تہائی مال) جہاں تو پسند کرے رکھ دے تو اس وصی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس مال کو اپنی ذات کے لئے کرے اور اگر یہ وصیّت کی تھی کہ جس کو چاہے دیدے تو اس صورت میں وہ یہ مال خود کو نہیں دے سکتا۔(45)

---

(41) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص140.

(42) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص140، 141.

(43) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص141.

(44) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص141.

(45) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص141.

مسئلہ 44: ایک شخص نے کسی کو وصی بنایا اس سے کہا کہ تو فلاں کے علم کے ساتھ عمل کر، تو وصی کے لئے جائز ہے کہ وہ فلاں کے علم کے بغیر ہی عمل کرے، اور اگر یہ کہا تھا کہ کوئی کام نہ کر مگر فلاں کے علم کے ساتھ تو وصی کے لئے جائز نہیں کہ وہ فلاں کے علم کے بغیر عمل کرے۔ (46)

مسئلہ 45: اگر میت نے وصی سے یہ کہا کہ فلاں کی رائے سے عمل کر یا کہا عمل نہ کرنا مگر فلاں کی رائے سے تو پہلی صورت میں صرف وصی مخاطب ہے وہ تنہا وصی رہے گا اور دوسری صورت میں وہ دونوں وصی ہیں۔ (47)

مسئلہ 46: کسی شخص نے اپنے وارث کو وصی بنایا تو یہ جائز ہے اگر یہ وصی اپنے مورث کی موت کے بعد مر گیا اور ایک شخص سے یہ کہا تھا کہ میں نے تجھے اپنے مال میں وصی بنایا اور اس میت کے مال میں وصی بنایا جس میں میں وصی ہوں تو یہ دوسرا وصی دونوں کے مال میں وصی ہوگا۔ (48)

مسئلہ 47: ایک شخص نے کسی کو اپنا وصی بنایا پھر ایک اور شخص نے اس موصی کو اپنا وصی بنا دیا پھر یہ دوسرا موصی انتقال کر گیا تو موصی اول اس کا وصی ہے، پھر اس کے بعد اگر موصی اول بھی مر جائے تو اس کا وصی ان دونوں مرنے والوں کا وصی ہوگا، مثال کے طور پر زید نے خالد کو اپنا وصی بنایا اور کلیم نے زید کو اپنا وصی بنایا پھر دوسرا موصی یعنی کلیم انتقال کر گیا تو زید اس کا وصی ہے اور موصیٰ اول زید بھی اس کے بعد انتقال کر گیا تو اس کا وصی خالد ان دونوں کا وصی ہوگا۔ (49)

مسئلہ 48: مریض نے ایک جماعت کو مخاطب کر کے کہا کہ میرے مرنے کے بعد ایسا کرنا، اگر انھوں نے قبول کر لیا تو وہ سب وصی بن گئے، اور اگر خاموش رہے پھر اس کے مرنے کے بعد بعض نے قبول کر لیا تو اگر قبول کرنے والے دو یا زیادہ ہیں تو وہ اس کے وصی بن جائیں گے اور انھیں اس کی وصیت نافذ کرنے کا حق ہے لیکن اگر قبول کرنے والا ایک ہے تو وہ بھی وصی بن جائے گا لیکن اسے تنہا وصیّت نافذ کرنے کا اختیار نہیں تاوقتیکہ وہ حاکم سے رجوع نہ کرے، حاکم اس کے ساتھ ایک اور وصی مقرر کریگا۔ (50)

مسئلہ 49: دو وصیوں میں اس امر میں اختلاف ہوا کہ مال کس کے پاس رہے گا تو اگر مال قابل تقسیم ہے تو

---

(46) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص141.

(47) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص141.

(48) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص141.

(49) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص141.

(50) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص141.

دونوں کے پاس آدھا آدھا رہے گا اور اگر قابل تقسیم نہ ہو تو اگر دونوں چاہیں تو کسی دوسرے کے پاس ودیعت رکھ دیں اور چاہیں تو دونوں میں سے کسی ایک کے پاس رہے، سب صورتیں جائز ہیں۔(51)

مسئلہ 50: یتیموں کے لئے دو وصی تھے ان میں سے ایک نے مال تقسیم کرلیا تو جائز نہیں جب تک دونوں ایک ساتھ موجود نہ ہوں یا جو غائب ہے اس کی اجازت حاصل ہو۔ یہی حکم نابالغ کے مال کے فروخت کرنے کا ہے کہ دونوں وصی حاضر ہوں تو فروخت کرنا جائز ہے، اگر ایک غائب ہے تو دوسرا اس سے اجازت لئے بغیر فروخت نہیں کرسکتا۔(52)

مسئلہ 51: وصی نے میت کی زمین فروخت کی تاکہ اس کا دین ادا کردے اور وصی کے قبضہ میں اتنا مال ہے کہ اس سے میت کا ادھار بیباق کردے (یعنی ادا کردے)، اس صورت میں بھی یہ بیع جائز ہے۔(53)

مسئلہ 52: باپ کی طرف سے مقرر کردہ وصی نابالغ کے لئے مال کا مقاسمہ کرسکتا ہے چاہے مال منقولہ جائداد ہو یا جائداد غیر منقولہ، اس میں اگر معمولی گڑبڑ ہو (یعنی معمولی غبن ہو) تب بھی جائز ہے لیکن اگر غبن فاحش ہے (بڑا غبن ہے) تو جائز نہیں، اس قسم کے مسائل میں اصل وقاعدہ یہ ہے کہ جو شخص کسی چیز کو فروخت کرنے کا اختیار رکھتا ہے اسے اس میں مقاسمہ کرنے کا اختیار بھی حاصل ہے۔(54)

مسئلہ 53: وصی کے لئے جائز ہے کہ موصی لہ کے حصہ کی تقسیم کردے سوائے عقار کے (یعنی غیر منقولہ جائداد کے علاوہ) اور نابالغوں کا حصہ روک لے اگرچہ بعض بالغ اور غائب ہوں۔(55)

مسئلہ 54: وصی نے ورثہ کے لئے موصی کا مال تقسیم کیا اور ترکہ میں کسی شخص کے لئے وصیّت بھی ہے اور موصٰی لہ غائب ہے تو وصی کی تقسیم غائب موصی لہ پر جائز نہیں موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) اپنی وصیّت میں ورثہ کا شریک ہوگا اور اگر تمام ورثہ نابالغ ہیں اور وصی نے موصی لہ سے مال تقسیم کیا اور اسے ثلث مال (یعنی تہائی مال) دے کر دو ثلث ورثہ کے لئے روک لیا تو یہ جائز ہے اب اگر وصی کے پاس سے وہ مال ہلاک ہوگیا تو ورثہ موصی لہ کے حصہ میں شریک نہ ہوں گے۔(56)

---

(51) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6،ص142.

(52) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6،ص142.

(53) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6،ص142.

(54) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6،ص142.

(55) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6،ص142.

(56) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6،ص142.

مسئلہ 55: قاضی نے یتیم کے لئے ہر چیز میں وصی مقرر کرلیا پھر اس نے جائداد غیر منقولہ میں اور سامان میں تقسیم کی تو جائز ہے جبکہ قاضی نے ہر چیز میں وصی مقرر کیا ہو لیکن اگر اسے یتیم کے نفقہ اور کسی خاص شے کی حفاظت کے لئے وصی مقرر کیا تو اسے تقسیم کرنا جائز نہیں۔ (57)

مسئلہ 56: کسی نے ایک ہزار درہم کے ثلث کی وصیت کی، ورثہ نے یہ قاضی کے حوالہ کردیئے قاضی نے اس کو تقسیم کیا اور موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) غائب ہے تو قاضی کی تقسیم صحیح ہے یہاں تک کہ اگر موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کے حصہ کے یہ درہم ہلاک ہوگئے بعد میں موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) حاضر ہوا تو ورثہ کے حصہ میں وہ شریک نہ ہوگا۔ (58)

مسئلہ 57: دو 2 یتیموں کے لئے ایک وصی ہے اس نے یتیموں کے بالغ ہوجانے کے بعد ان سے کہا کہ میں تم دونوں کو ایک ہزار درہم دے چکا ہوں ان میں سے ایک نے وصی کی تصدیق کی اور دوسرے نے تکذیب کی اور انکار کیا تو اس صورت میں انکار کرنے والا اپنے بھائی سے ڈھائی سو درہم لینے کا حقدار ہے اور اگر دونوں نے وصی کی بات تسلیم کرنے سے انکار کردیا تو وصی پر ان کے لئے کچھ نہیں، اور اگر وصی نے یہ کہا تھا کہ میں نے تم میں سے ہر ایک کو پانچ پانچ سو درہم علیحدہ علیحدہ دیئے تھے اور ان میں سے ایک نے تصدیق کی دوسرے نے انکار کیا تو اس صورت میں انکار کرنے والا وصی سے ڈھائی سو درہم لے لے گا۔ (59)

مسئلہ 58: ایک شخص نے دو چھوٹے لڑکے چھوڑے اور ان کے لئے وصی بنادیا، انھوں نے بالغ ہونے کے بعد وصی سے اپنی میراث طلب کی، وصی نے کہا کہ تمہارے باپ کا کل ترکہ ایک ہزار درہم تھا اور میں تم میں سے ہر ایک پر پانچ پانچ سو درہم خرچ کرچکا ہوں۔ ان دونوں بیٹوں میں سے ایک نے وصی کی تصدیق کی اور دوسرے نے انکار کیا تو انکار کرنے والا تصدیق کرنے والے سے ڈھائی سو درہم لے لے گا وصی سے کچھ نہیں۔ (60)

مسئلہ 59: جو وصی بچہ کی ماں نے مقرر کیا وہ اس بچہ کے لئے اس کی وہ منقولہ جائداد تقسیم کرنے کا حقدار ہے جو بچہ کو اس کی ماں کی طرف سے ملی ہے، یہ حق اس وقت ہے جب بچہ کا باپ زندہ نہ ہو اور نہ باپ کا وصی، لیکن ان دونوں میں سے اگر ایک بھی ہے تو ماں کے وصی کو تقسیم کا حق نہیں لیکن ماں کا وصی کسی حال میں بھی بچہ کے لئے اس کی جائداد غیر

---

(57) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص142.

(58) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص142.

(59) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص142.

(60) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص143.

منقولہ (وہ جائداد جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ ہوسکے) تقسیم نہیں کرسکتا اور نہ اسے اس جائداد کی تقسیم کا اختیار ہے جو بچہ کی ماں کے علاوہ کسی اور سے ملی چاہے وہ جائداد منقولہ ہو یا غیر منقولہ۔ یہی حکم نابالغ کے بھائی کے وصی اور اس کے چچا کے وصی کا ہے۔(61)

مسئلہ 60: باپ کے وصی نے باپ کے ترکہ سے کچھ فروخت کیا تو اس کی دوصورتیں ہیں، ایک یہ کہ میت پر دَین نہ ہو اور نہ وصیّت ہو، دوسری صورت یہ ہے کہ میت پر دین ہو یا اس نے وصیّت کی ہو تو پہلی صورت میں حکم یہ ہے۔ (کتاب الصغیر میں ہے) وصی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ ہر چیز فروخت کرسکتا ہے خواہ وہ زمین ہو یا اسباب جبکہ ورثہ نابالغ ہوں، دوسری صورت یہ ہے کہ اگر میت پر دَین ہے اور پورے ترکہ کے برابر ہے تو کل ترکہ فروخت کرنا بالاجماع جائز ہے۔ اگر دَین پورے ترکہ کے برابر نہیں تو بقدرِ دَین ترکہ فروخت کریگا۔(62)

مسئلہ 61: اگر وصی نے اپنے مال سے میت کو کفن دیا تو وہ میت کے مال سے لے گا اور یہی حکم وارث کا بھی ہے۔(63)

مسئلہ 62: اگر وصی یا وارث نے میت کا دین اپنے مال سے ادا کیا تو وہ میت کے مال سے لینے کا مستحق ہے۔(64)

مسئلہ 63: باپ کی طرف سے چھوٹے بچہ کے لئے جو وصی مقرر ہے اسے بچہ کی جائیداد غیر منقولہ صرف اس صورت میں فروخت کرنے کا اختیار و اجازت ہے جب میت پر دَین ہو جو صرف زمین کی قیمت سے ہی ادا کیا جاسکتا ہے یا بچہ کے لئے زمین کی قیمت کی ضرورت ہو یا کوئی خریدار زمین کی دوگنی قیمت ادا کرنے کو تیار ہو۔(65)

مسئلہ 64: وصی نے یتیم کے لئے کوئی چیز خریدی اگر اس میں غبنِ فاحش ہے یعنی کھلی بے ایمانی ہے تو یہ خریداری جائز نہیں۔(66)

مسئلہ 65: ورثہ اگر بالغ و حاضر ہیں تو ان کی اجازت کے بغیر وصی کو میت کے ترکہ سے کچھ فروخت کرنا جائز نہیں اگر بالغ ورثہ موجود نہیں ہیں تو ان کی عدم موجودگی میں وصی کو جائیداد غیر منقولہ کو فروخت کرنا جائز نہیں، جائیداد غیر منقولہ

---

(61) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6،ص143.

(62) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6،ص143.

(63) البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الفصل السادس فی تصرفات الوصی، ج6،ص446.

(64) البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الفصل السادس فی تصرفات الوصی، ج6،ص446.

(65) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6،ص144.

(66) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6،ص144.

کے علاوہ اور چیزوں کی بیع جائز ہے، جائیدادِ غیر منقولہ کو صرف اس صورت میں وصی کو فروخت کرنا جائز ہے جب کہ اس کے ضائع و ہلاک ہونے کا خطرہ ہو۔ اگر میت نے وصیّت مرسلہ (مطلقہ) کی تو وصی بقدر وصیّت بیع کرنے کا بالاتفاق مالک ہے اور امام اعظم کے نزدیک کل کی بیع کرسکتا ہے۔ (67)

مسئلہ 66: اگر ورثہ میں کوئی نابالغ بچہ ہے اور باقی سب بالغ ہیں اور میت پر کوئی دَین اور اس کی کوئی وصیّت بھی نہیں اور ترکہ سب ہی از قسم مال و اسباب ہے (یعنی جائیداد غیر منقولہ نہیں) تو وصی نابالغ بچہ کا حصہ فروخت کرسکتا ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک وہ وصی باقی ماندہ بڑوں کے حصہ کو بھی بیع کرسکتا ہے اور اگر وہ کل کی بیع کریگا تو اس کی بیع جائز ہوگی۔ (68)

مسئلہ 67: ماں کا انتقال ہوا اس نے نابالغ بچہ چھوڑا اور اس کے لئے وصی بنایا تو اس وصی کو بجز جائیداد غیر منقولہ اس کے ترکہ سے ہر چیز بیع کرنا جائز ہے اور اس وصی کو اس بچہ کے لئے کھانے کپڑے کے علاوہ کوئی اور چیز خریدنا جائز نہیں۔ (69)

مسئلہ 68: ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے اپنے نابالغ بچے چھوڑے اور اپنے باپ کو چھوڑا اور کسی کو اپنا وصی نہیں بنایا اس صورت میں میت کا باپ (یعنی بچوں کا دادا) بجائے وصی متصور ہوگا اسے بچوں کی حفاظت اور مال میں ہر قسم کے تصرفات (معاملات، لین دین) کا اختیار ہے لیکن اگر میت پر دَین کثیر ہو تو اس میت کے باپ کو دین کی ادائگی کے لئے اس کا ترکہ فروخت کرنے کا اختیار نہیں۔ (70)

مسئلہ 69: میت کے وصی نے دیون کی (یعنی قرضوں کی) ادائگی کے لئے اس کا ترکہ فروخت کیا اور دین ترکہ کو محیط نہیں ہے تو جائز ہے لیکن اگر ترکہ میں دین نہیں ہے اور وارثوں میں چھوٹے بچے بھی ہیں اور قاضی نے کل ترکہ فروخت کردیا تو یہ بیع نافذ ہوجائے گی۔ (71)

مسئلہ 70: میت نے باپ چھوڑا اور وصی بھی چھوڑا تو وصی زیادہ مستحق ہے باپ سے اگر اس نے وصی نہیں بنایا تھا تو باپ مستحق ہے اور باپ بھی نہیں تو دادا پھر دادا کا وصی پھر قاضی کی طرف سے مقرر کیا ہوا وصی۔ (72)

(67) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص144.

(68) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص144.

(69) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص144.

(70) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص145

(71) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص146.

(72) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص146.

مسئلہ 71: بچہ ماں کا وارث ہوا اور اس کا باپ نہایت فضول خرچ ہے اور وہ ممنوع التصرف ہونے کے لائق ہے(73) تو اس صورت میں اس باپ کو اس کے مال میں ولایت نہیں۔(74) یعنی وہ بچہ کے مال میں تصرف کا مالک نہیں ہوگا۔

مسئلہ 72: قاضی نے یتیم بچہ کے لئے وصی مقرر کیا تو قاضی کا یہ وصی اس کے باپ کے وصی کی جگہ ہوگا اگر قاضی نے اسے تمام معاملات میں وصی عام بنایا ہے اور اگر قاضی نے اسے کسی خاص معاملہ میں وصی بنایا تو وہ اس معاملہ کے ساتھ خاص رہے گا دوسرے معاملات میں اسے کچھ اختیار نہیں بخلاف اس وصی کے جس کو باپ نے مقرر کیا کہ اسے کسی معاملہ کے ساتھ خاص نہیں کیا جاسکتا یعنی اگر اس نے کسی کو ایک معاملہ میں وصی بنایا تو وہ ہر معاملہ میں وصی رہے گا۔(75)

مسئلہ 73: وصی نے میت کے ترکہ سے کوئی چیز ادھار فروخت کی اگر اس میں یتیم کے نقصان کا اندیشہ ہو مثلاً یہ کہ خریدار قیمت دینے سے انکار کردے یا میعاد مقررہ پر اس سے قیمت وصول نہ ہونے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں یہ بیع جائز نہیں اور اگر اندیشہ نہ ہو تو جائز ہے۔(76)

مسئلہ 74: یتیم کا ایک گھر ہے ایک شخص نے اسے آٹھ روپے ماہانہ پر کرایہ پر لینا چاہا اور دوسرا اسے دس روپے ماہانہ کرایہ پر لینا چاہتا ہے لیکن آٹھ روپے ماہانہ دینے والا مالدار و قادر ہو(یعنی کرایہ دیتا رہے گا) تو گھر اس کو دیا جائے گا دس روپے ماہانہ والے کو نہیں جب کہ اس سے کرایہ نہ دینے کا اندیشہ ہو۔(77)

مسئلہ 75: وصی نے یتیم کے مال میں سے کوئی چیز صحیح قیمت پر فروخت کی، دوسرا اس سے زیادہ دے کر لینا چاہتا ہے تو قاضی یہ معاملہ ایماندار ماہرین قیمت کے سپرد کردے گا، اگر ان میں سے دو صاحب امانت لوگوں نے کہہ دیا کہ وصی نے اسے صحیح قیمت پر فروخت کیا ہے اور اس کی قیمت یہی ہے تو قاضی زیادہ قیمت دینے والے کی طرف توجہ نہ کریگا یہی حکم مال وقف کو اجارہ پر دینے کا ہے۔(78)

---

(73) یعنی معاملات، لین دین وغیرہ کرنے کے قابل نہیں۔

(74) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6،ص146.

(75) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6،ص146.

(76) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6،ص146.

(77) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6،ص146.

(78) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6،ص146.

مسئلہ 76: ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیت کی اور مختلف قسم کی جائیداد غیر منقولہ چھوڑیں اب وصی ان میں سے کسی ایک جائیداد کو میت کی وصیت پوری کرنے کے لئے فروخت کرنا چاہتا ہے تو ورثہ کو یہ حق ہے کہ وہ صرف اس صورت میں اپنی رضامندی دیں جب میت کی ہر قسم کی جائیداد غیر منقولہ میں سے ایک ثلث فروخت کیا جائے، اگر اس کی ہر جائیداد میں سے اس کا ثلث فروخت کرنا ممکن ہو۔(79)

مسئلہ 77: ایک عورت کا انتقال ہوا اس نے وصیت کی کہ میرا مال ومتاع فروخت کیا جائے اور اس کی قیمت کا ثلث (تہائی حصہ) فقراء پر خرچ کیا جائے، اس کے بالغ ورثہ بھی ہیں اب وصی نے چاہا کہ اس کا تمام ساز وسامان فروخت کردے، ورثہ نے انکار کیا اور بقدرِ مقدارِ وصیت فروخت کرنے کو کہا اگر ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی خریداری میں نقص وخرابی ہے اور اس سے ورثہ اور اہل وصیت (موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) م) کو نقصان پہنچتا ہے تو وصی کو کل مال فروخت کردینے کا اختیار ہے ورنہ نہیں، صرف اتنا فروخت کریگا جس میں وصیت پوری کی جاسکے۔(80)

مسئلہ 78: وصی کو مال یتیم سے تجارت کرنا جائز ہے۔(81)

مسئلہ 79: وصی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ یتیم یا میت کے مال سے اپنی ذات کے لئے تجارت کرے اگر اس نے تجارت کی اور منافع ہوا تو وہ یتیم یا میت کے اصل مال کا ضامن ہوگا اور منافع کو صدقہ کریگا۔(82)

مسئلہ 80: وصی مال یتیم سے یتیم کو فائدہ پہنچانے کے لئے تجارت کرسکتا ہے۔(83)

مسئلہ 81: وصی نے میت کے ترکہ کا کچھ حصہ طویل مدت کے لئے اجارہ پر دیا تاکہ اس سے میت کا دَین (ادھار) ادا کردے تو یہ جائز نہیں۔(84)

مسئلہ 82: ایک شخص کا انتقال ہوا وہ مدیون ہے (یعنی اس پر اُدھار ہے) اس نے وصی بنایا اور وصی غائب ہے، کسی وارث نے اس کا ترکہ (یعنی میت کا چھوڑا ہوا مال) فروخت کیا اور اس کا دین (قرض، ادھار) ادا کردیا اور اس کی وصیتوں کو نافذ کردیا تو یہ بیع فاسد ہوگی لیکن اگر قاضی کے حکم سے بیع کیا تھا تو بیع جائز ہے، یہ اس صورت میں ہے جب

---

(79) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص146.

(80) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص146.

(81) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص146.

(82) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص146.

(83) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص146.

(84) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص146.

کہ پورا ترکہ دین میں مستغرق ہو(یعنی قرض میں گھرا ہوا ہو)، اگر ترکہ دین میں مستغرق نہیں ہے تو وارث کا تصرف صرف اسی کے حصہ میں نافذ ہوگا۔(85) مگر یہ کہ مبیع (بیچی گئی چیز) اگر بیت معین (یعنی مخصوص گھر) ہو تو اس صورت میں وارث کا تصرف اُسی کے حصہ میں ہی نافذ ہوگا۔

مسئلہ 83: بالغ وارث نے میت کے ترکہ سے یا اس کی غیر منقولہ جائیداد سے کچھ فروخت کیا پھر بھی میت پر دین اور وصیّتیں باقی رہ گئیں وصی نے چاہا کہ وارث کی بیع کو رد کردے تو اگر وصی کے قبضہ میں اس کے علاوہ بھی میت کا کچھ مال ہے جسے فروخت کرکے وہ میت کا قرضہ اور وصیّتیں بے باق کرسکتا ہے تو وہ وارث کی بیع کو رد نہیں کریگا۔(86)

مسئلہ 84: وصی اگر یتیم کا مال کسی کو قرض دینا چاہے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے۔(87) اگر قرض دے گا تو ضامن ہوگا۔

مسئلہ 85: میت کے وصی یا باپ نے یتیم کا مال اپنے دَین (ادھار) میں رہن کردیا تو یہ استحساناً جائز ہے اگر وصی نے یتیم کے مال سے اپنا قرض ادا کیا تو جائز نہیں اگر باپ نے ایسا کیا تو جائز ہے۔(88)

مسئلہ 86: وصی نے بچہ کو کسی عمل خیر کے لئے اجرت پر رکھا تو یہ جائز ہے۔(89)

مسئلہ 87: وصی نے یتیم کے لئے کوئی اجیر اس سے زیادہ اجرت پر لیا جو اس کی ہے تو یہ اجارہ جائز ہے لیکن اسے اتنی ہی اجرت دی جائے گی جو اس کی ہوتی ہے اور جو زیادہ ہے وہ اس یتیم بچہ کو واپس کردی جائے گی۔(90)

مسئلہ 88: وصی نے نابالغ بچہ کا مکان اس سے کم کرایہ پر دیا جتنا کرایہ اس کا لینا چاہیے تھا تو مستاجر کو یعنی مکان کرایہ پر لینے والے کو اس کا پورا کرایہ دینا لازم ہے(یعنی اتنا کرایہ جتنے کرایہ کا اس جیسا مکان ملتا ہے) لیکن اگر کم کرایہ لینے میں یتیم کا فائدہ ہے تو کم کرایہ پر مکان دینا واجب ہے۔(91)

مسئلہ 89: وصی اپنی ذات کو نابالغ یتیم کا آجر (اجرت پر کام لینے والا) نہیں بنا سکتا لیکن باپ یعنی یتیم کا دادا

---

(85) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6،ص146.

(86) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6،ص147.

(87) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6،ص147.

(88) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6،ص147.

(89) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6،ص148

(90) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6،ص148

(91) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6،ص148

اجیر (92) بن سکتا ہے اور اس یتیم کو اپنا اجیر بنا سکتا ہے۔(93)

مسئلہ 90: وصی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ یتیم کے مال کو بالمعاوضہ یا بلا معاوضہ ہبہ کرے باپ کے لئے بھی یہی حکم ہے۔(94)

مسئلہ 91: وصی نے نابالغ یتیم کا مال خود اپنے ہاتھ فروخت کیا یا اپنا مال یتیم نابالغ کے ہاتھ فروخت کیا تو اگر ان سودوں (خرید و فروخت) میں یتیم کے لئے کھلا ہوا نفع ہے تو جائز ہے اور اگر منفعتِ ظاہر (کھلا ہوا نفع) نہیں ہے تو جائز نہیں منفعتِ ظاہر کی تشریح بعض مشائخ علماء نے یہ کی ہے کہ یتیم کا سو100 کا مال سوا125 سو میں فروخت کرے یا اپنا سو100 کا مال پچہتر 75 روپے میں یتیم کو دیدے۔(95)

مسئلہ 92: دو یتیموں کے ایک وصی نے ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم کو فروخت کیا تو یہ جائز نہیں۔(96)

مسئلہ 93: میت کے باپ نے یا اس کے وصی نے نابالغ کو تجارت کی اجازت دیدی تو صحیح ہے اور اس نابالغ کے خرید و فروخت کرتے وقت ان کا سکوت بھی اجازت ہے اور اگر نابالغ کے بالغ ہونے سے پہلے میت کے باپ کا یا وصی کا انتقال ہو گیا تو ان کی اجازت باطل ہو جائے گی۔ اگر نابالغ بالغ ہو گیا اور باپ یا وصی زندہ ہے تو اجازت باطل نہیں ہوگی۔(97)

مسئلہ 94: نابالغ کا مال فروخت کرنے کے لئے باپ نے یا وصی نے وکیل بنایا پھر باپ کا انتقال ہو گیا یا نابالغ بالغ ہو گیا تو وکیل معزول ہو جائے گا۔(98)

مسئلہ 95: قاضی نے نابالغ کو یا کم سمجھ کو تجارت کی اجازت دیدی تو صحیح ہے۔(99)

مسئلہ 96: قاضی نے نابالغ کو تجارت کی اجازت دیدی اور باپ یا وصی نے منع کیا تو ان کا منع کرنا باطل ہے اور ایسے ہی اگر اجازت دینے والے قاضی کا انتقال ہو گیا تو یہ اجازت اس وقت تک ممنوع نہ ہوگی جب تک دوسرا قاضی

---

(92) اجرت پر کام کرنے والا، مزدور، ملازم۔

(93) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6، ص147.

(94) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6، ص147.

(95) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6، ص148.

(96) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6، ص148، 149

(97) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6، ص149

(98) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6، ص149

(99) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکہ، ج6، ص149

ممنوع نہ قرار دے۔(100)

مسئلہ 97: وصی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ یتیم کے مال سے اس کا صدقہ فطر ادا کر دے یا اس کے مال سے اُس کی طرف سے قربانی کرے جب کہ یتیم مالدار ہو۔(101)

مسئلہ 98: وصی کو اختیار نہیں کہ وہ مَیت کے قرضداروں کو بَری کر دے (یعنی ان کے قرض ادا کر دے) یا ان کے ذمہ قرض میں سے کچھ کم کر دے یا قرض کی ادائیگی کے لئے میعاد (مدت) مقرر کرے جب کہ وہ دَین میت کے خود اپنے کئے ہوئے معاملہ کا ہو اور اگر معاملہ وصی نے کیا تھا اس کا دین ہے تو وصی کو مدیون (مقروض) کو بری کرنے یا دین کو کم کرنے یا اس کی مدّت مقرر کرنے کا اختیار ہے لیکن اس کے نقصان کا ضامن ہوگا۔(102)

مسئلہ 99: وصی نے میت کے کسی قرضدار سے میت کے دَین میں مصالحت کر لی، اگر میت کی طرف سے اس دَین کا ثبوت ہے یا قرضدار خود اقراری ہے یا قاضی کو اس کے حق کا علم ہے تو ان تمام صورتوں میں وصی کی یہ مصالحت جائز نہیں، اگر اس حق (دین) پر دلیل وبیّنہ قائم نہیں ہے تو وصی کا مصالحت کر لینا جائز ہے لیکن اگر وصی نے اس دَین میں صلح کی جو میت پر واجب تھا یا یتیم پر تھا تو اگر مدعی کے پاس دلیل وبیّنہ ہے یا قاضی نے مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیا تو وصی کا صلح کر لینا جائز ہے اور اگر مدعی کے لئے اس کے حق میں دلیل نہیں ہے اور نہ قاضی نے مدعی کے حق میں فیصلہ دیا تو صلح کرنا جائز نہیں۔(103)

مسئلہ 100: وصی یتیم کا مال لے کر کسی ظالم وجابر کے پاس سے گزرا اور اُسے اندیشہ ہے کہ اگر اس نے اس کے ساتھ حسن سلوک نہ کیا یعنی اسے کچھ نہ دیا تو یہ سب مال اس کے قبضہ سے نکل جائے گا۔ اس نے یتیم کے مال سے اس کو کچھ دیدیا تو استحساناً جائز ہے یہی حکم مضارب کے لئے ہے مال مضاربت میں۔(104)

مسئلہ 101: وصی نے قاضی کی عدالت میں مقدمات پر خرچ کیا اور بطور اجارہ کچھ دیا تو وصی اس کا ضامن نہیں لیکن بطور رشوت کچھ خرچ کیا ہے تو اس کا ضامن ہے، فقہاء فرماتے ہیں اپنی جان اور مال سے رفع ظلم کے لئے (یعنی اپنی جان ومال کو ظلم سے بچانے کے لئے) مال خرچ کرنا اس کے حق میں رشوت دینے میں داخل نہیں لیکن اگر دوسرے

---

(100) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص149

(101) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص149

(102) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص149.

(103) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص149.

(104) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص150.

پر کوئی حق ہے اس حق کو نکلوانے میں مال خرچ کرنا رشوت ہے۔(105)

مسئلہ 102: ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس نے اپنی عورت کو وصی بنایا اور نابالغ بچے اور ترکہ چھوڑا (یعنی مال وجائیداد چھوڑا) پھر اس کے گھر ظالم حکمراں آیا، اس وصی عورت سے کہا گیا اگر تو اس کو کچھ نہیں دے گی تو یہ گھر اور جائیداد غیر منقولہ (106) پر قبضہ اور غلبہ کریگا اس وصی عورت نے جائیداد غیر منقولہ سے اسے کچھ دیدیا تو یہ معاملہ صحیح ہے۔(107)

مسئلہ 103: وصی نے یتیم کا مال یتیم کی تعلیم قرآن اور ادب میں خرچ کیا، اگر بچہ اس کی (یعنی تعلیم ادب کی) صلاحیت رکھتا تھا تو جائز ہے بلکہ وصی ثواب پائے گا اور اگر بچہ میں علم حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں تو بقدر ضرورتِ نماز قرآن مجید کی تعلیم دلائے۔(108)

مسئلہ 104: وصی کو چاہیے کہ وہ بچہ کے نفقہ میں وسعت کرے (یعنی خرچ میں میانہ روی کرے)، نہ فضول خرچی کرے نہ تنگی، یہ وسعت بچے کے مال اور حال کے لحاظ سے ہوگی، وصی بچہ کے مال اور حال کو دیکھ کر اس کے لائق خرچہ کریگا۔(109)

مسئلہ 105: وصی اگر یتیم کے کاموں کے لئے جائے گا اور یتیم کے مال سے سواری کرایہ پر لے گا اور اپنے اوپر خرچ کریگا تو استحساناً یہ اس کے لئے جائز ہے بشرطیکہ وہ خرچہ ضروری و ناگزیر ہو۔(110)

مسئلہ 106: وصی نے میت کے ترکہ سے اگر کوئی چیز اپنے لئے خریدی اور میت کا چھوٹا بڑا کوئی وارث نہیں تو جائز ہے۔(111)

مسئلہ 107: ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس کے پاس مختلف لوگوں کی ودیعتیں (امانتیں) تھیں اس نے ترکہ میں مال چھوڑا لیکن اس پر دَین ہے جو اس کے پورے مال کو محیط ہے اور وصی نے میت کے گھر سے تمام ودیعتوں پر قبضہ کرلیا

---

(105) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص150.

(106) وہ جائیداد جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ ہو سکے۔

(107) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص150.

(108) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص150.

(109) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص150.

(110) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص150.

(111) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص150.

ورثہ نے میت کے تمام مال پر قبضہ کرلیا تا کہ اس سے میت کا دَین ادا کردے یا اس نے میت کے تمام مال پر قبضہ کرلیا تا کہ وہ ودیعت رکھنے والوں کو واپس کردے پھر وہ مال یا ودیعتیں وصی کے قبضہ میں ہلاک ہوگئیں تو وصی پر کوئی ضمان نہیں، اسی طرح اگر میت پر دَین نہ تھا وصی نے میت کے تمام مال کو قبضہ میں لیا پھر وہ مال ہلاک ہوگیا تو بھی وصی پر کوئی ضمان نہیں۔(112)

مسئلہ 108: ایک شخص نے اپنا مال کسی کے پاس امانت رکھا اور کہا کہ اگر میں مرجاؤں تو یہ مال میرے بیٹے کو دیدینا اور اس نے وہ مال بیٹے کو دیدیا اور اس کے دوسرے وارث بھی ہیں تو وصی وارث کے حصہ کا ضامن ہوگا اور ان الفاظ سے وہ وصی نہیں بن جائے گا۔(113)

مسئلہ 109: مریض کے پاس اس کے عزیز واقارب ہیں جو اس کے مال سے کھاپی رہے ہیں اگر مریض ان کی آمدورفت کا اپنے مرض میں محتاج ہے اور وہ اُس کے اور اُس کے عیال کے ساتھ بغیر اسراف کے کھاتے پیتے ہیں تو استحساناً ان پر کوئی ضمان نہیں، اگر مریض ان کا محتاج نہیں ہے تو اگر وہ مریض کے حکم سے کھاتے پیتے ہیں تو جو اُن میں سے وارث ہیں اُن پر اُن کے کھانے پینے کے خرچہ کا ضمان ہے اور جو وارث نہیں ان کا خرچہ میت کے ثلث مال (یعنی تہائی مال) میں محسوب ہوگا (یعنی تہائی مال میں شمار ہوگا) اگر مریض نے اس کا حکم دیا تھا۔(114)

مسئلہ 110: وصی نے دعویٰ کیا کہ میت کے ذمہ میرا دَین ہے تو قاضی اس کے دَین کی ادائیگی کے لئے ایک وصی مقرر کریگا جو ثبوت قائم ہونے کے بعد اس کا دَین ادا کردے گا اور قاضی میت کے وصی کو وصی ہونے سے خارج نہیں کریگا اسی پر فتویٰ ہے۔(115)

مسئلہ 111: میت نے اپنی بیوی کو وصی بنایا اور مال چھوڑا اور بیوی کا میت پر مُہر ہے تو اگر میت نے اس کے مہر کے برابر سونا چاندی چھوڑا ہے تو بیوی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس سونے چاندی سے اپنا مہر لے لے، اور اگر میت نے سونا چاندی نہیں چھوڑا ہے تو بیوی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس چیز کو فروخت کردے جو فروخت کرنے کے لئے زیادہ مناسب ہے اور اس کی قیمت سے اپنا مہر لے لے۔(116)

مسئلہ 112: میت پر دَین ہے اور جس کا دَین ہے وہ اس کا وارث یا وصی ہے تو اس کو یہ حق ہے کہ وارثوں کے علم

---

(112) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص150، 151.

(113) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص151.

(114) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص151.

(115) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص153

(116) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص153

میں لائے بغیر اپنا حق لے لے۔(117)

مسئلہ 113: ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے نابالغ بچے چھوڑے اور کسی کو وصی نہیں بنایا پھر قاضی نے کسی شخص کو وصی مقرر کیا پھر ایک آدمی نے میت پر اپنے دین کا یا ودیعت کا دعویٰ کیا اور بیوی نے اپنے مہر کا دعویٰ کیا اس صورت میں دین یا ودیعت کی ادائیگی تو ثبوت ہوجانے کے بعد کی جائے گی، لیکن نکاح اگر معروف ہے تو مہر کے بارے میں عورت کا قول معتبر ہے اگر وہ مہر مثل کے اندر ہے، وہ مہر عورت کو ادا کیا جائے گا۔(118)

مسئلہ 114: وصی نے میت کی وصیّت اپنے مال سے ادا کردی اگر یہ وصی وارث ہے تو میت کے ترکہ سے لے لے گا ورنہ نہیں۔ اور فتویٰ یہ ہے کہ وصی ہر حال میں میت کے ترکہ سے اپنا مال لے لے گا۔(119)

مسئلہ 115: وصی نے اقرار کیا کہ میں نے میت کا دین جو لوگوں پر تھا قبضہ کرلیا پھر ایک مقروض آیا اور وصی سے کہا کہ میں نے تجھے میت کے دین کا اتنا اتنا روپیہ دیا، وصی نے انکار کیا اور کہا کہ میں نے تجھ سے کچھ بھی نہیں لیا اور نہ مجھے علم ہے کہ تجھ پر میت کا قرضہ تھا تو اس صورت میں وصی کا قول قسم لے کر تسلیم کرلیا جائے گا۔(120)

مسئلہ 116: وصی نے نابالغ بچوں کے لئے کپڑا خریدا یا جو کچھ ان کا خرچ ہے وہ خریدتا رہتا ہے اپنے مال سے تو وہ یہ روپیہ میت کے مال اور ترکہ سے لے لے گا یہ وصی کی طرف سے تطوُّعاً یا احسان کے طور پر نہیں ہے۔(121)

مسئلہ 117: کوئی مسافر کسی آدمی کے گھر آیا اور اس کا انتقال ہوگیا اس نے کسی کو وصی بھی نہیں بنایا اور جو کچھ روپے چھوڑے تو معاملہ حاکم کے سامنے پیش ہوگا اور اس کو حاکم کے حکم سے درمیانی درجہ کا کفن دیا جائے گا اور اگر حاکم نہ ملے تو بھی درمیانی درجہ کا کفن دیا جائے گا اور اگر اس میت پر دَین ہے تو یہ شخص اس کے مال کو دین کی ادائیگی کے لئے فروخت نہ کریگا۔(122)

مسئلہ 118: عورت نے اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) کی وصیّت کی اور کسی کو اپنا وصی بنادیا، اس وصی نے اس کی کچھ وصیتوں کو نافذ کردیا اور کچھ ورثہ کے قبضہ میں باقی رہ گئیں اگر ورثہ دیانتدار ہیں اور وصی کو ان کی دیانت کا علم

---

(117) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص153

(118) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص153، 154.

(119) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص154، 155.

(120) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص154.

(121) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص155.

(122) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص155.

ہے کہ وہ میت کے ثلث مال (یعنی تہائی مال) سے ان باقی ماندہ وصیتوں کو پورا کردیں گے تو اس کو ان کے لئے چھوڑ دینا جائز ہے اور اس کا علم اس کے خلاف ہے تو وصی ان کے لئے نہ چھوڑے گا بشرطیکہ وہ ورثہ سے مال برآمد کرسکتا ہو۔(123)

مسئلہ 119: وصی نے یتیم سے کہا کہ میں نے تیرا مال تیرے نفقہ میں خرچ کردیا، فلاں فلاں چیز میں فُلاں فُلاں سامان میں، اگر اتنی مدت میں اتنا مال نفقہ میں خرچ ہوجاتا ہے تو وصی کی تصدیق کردی جائے گی زیادہ میں نہیں، نفقہ مثل کا مطلب یہ ہے کہ بین بین ہو نہ اسراف نہ تنگی۔(124)

مسئلہ 120: وصی نے دعویٰ کیا کہ اس نے یتیم کو ہر ماہ سو 100 روپے دیئے اور یہ مقررہ تھا اور یتیم نے اس کو ضائع کردیا پھر میں نے اسے اسی ماہ دوسرے سو روپے دیئے، اس صورت میں وصی کی تصدیق کی جائے گی جب تک وصی سراسر اور کھلی ہوئی غلط بات نہ کہے مثلاً یہ کہے کہ میں نے اس یتیم کو ایک ماہ میں بہت بار سو 100، سو 100 روپے دیئے اور اس نے ضائع کردیئے تو ایسی بات وصی کی نہیں مانی جائے گی۔(125)

مسئلہ 121: وصی نے یتیم سے یہ کہا کہ تو نے اپنے چھٹپن (بچپن) میں اس شخص کا اتنا اتنا مال ہلاک کردیا پھر میں نے اپنی طرف سے ادا کردیا یتیم نے اس کی تکذیب کی اور نہیں مانا تو یتیم کی بات قبول کرلی جائے اور وصی اتنے مال کا ضامن ہوگا۔(126)

مسئلہ 122: میت کے وصی نے اقرار کیا کہ میت کا فلاں شخص پر جتنا واجب تھا وہ تمام میں نے پورا وصول پایا اور وہ سو روپے تھے، جس پر دَین تھا اس نے کہا مجھ پر اس کا ایک ہزار روپے کا دَین تھا اور وہ تو نے لے لیا تو قرضدار اپنے تمام دَین سے بری ہے اب وصی اس سے کچھ بھی نہیں لے سکتا اور وصی ورثہ کے لئے اتنے ہی کا ذمہ دار ہوگا جتنے کے وصول کرنے کا اس نے اقرار کیا ہے۔(127)

مسئلہ 123: قرضدار نے اولاً ایک ہزار روپے قرض ہونے کا اقرار کیا پھر وصی نے اقرار کیا کہ جو کچھ اس پر قرض تھا وہ میں نے پورا وصول پالیا اور وہ ایک سو 100 روپے تھے اس صورت میں قرضدار بری ہوگیا اور وصی ورثہ کے لئے

---

(123) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص155.

(124) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص155.

(125) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص156.

(126) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص156.

(127) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص157.

باقی نوسو روپے کا ضامن ہوگا۔(128)

مسئلہ 124: وصی نے اقرار کیا کہ اس نے فلاں شخص سے سو روپے پورے وصول کر لئے اور یہ کل قیمت ہے، مشتری یعنی خریدار نے کہا کہ نہیں بلکہ قیمت ڈیڑھ سو روپے ہے تو وصی کو حق ہے کہ وہ بقیہ پچاس روپے اس سے اور طلب کرے۔(129)

مسئلہ 125: وصی نے اقرار کیا کہ اُس نے میت کے گھر میں جو کچھ مال و متاع اور میراث تھی اس پر قبضہ کرلیا، پھر کہا کہ وہ کل سو روپے اور پانچ کپڑے تھے اور وارثوں نے دعویٰ کیا کہ اس سے زیادہ تھا اور ثبوت دیدیا کہ جس دن میت کا انتقال ہوا اس کی میراث اس دن اس گھر میں ایک ہزار روپے اور سو 100 کپڑے تھی تو وصی کو اتنا ہی دینا لازم ہے جتنے کا اس نے اقرار کیا ہے۔(130)

مسئلہ 126: وصی نے میت پر دَین کا اقرار کیا تو اس کا اقرار صحیح نہیں۔(131)

❀❀❀❀❀

(128) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص157.

(129) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص157.

(130) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص158

(131) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج6، ص158

وصیت پر شہادت کا بیان

مسئلہ 1: دو وصیوں نے گواہی دی کہ میت نے ان کے ساتھ فلاں کو وصی بنایا ہے اور خود وہ بھی وصی ہونے کا دعویدار ہے تو یہ شہادت قبول کرلی جائے گی اور اگر وہ فلاں دعویدار نہیں ہے تو ان کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔(1)

مسئلہ 2: میت کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ان کے باپ نے فلاں کو وصی بنایا اور وہ فلاں بھی اس کا مدعی ہے تو یہ شہادت استحساناً قبول کرلی جائے گی لیکن اگر وہ فلاں مدعی نہیں ہے بلکہ انکاری ہے اور باقی ورثہ اس کے وصی ہونے کا دعویٰ نہیں کررہے تو ان (بیٹوں) کی شہادت مقبول نہیں۔(2)

مسئلہ 3: دو آدمیوں نے جن کا میت پر قرضہ ہے گواہی دی کہ میت نے فلاں کو وصی بنایا ہے اور اس نے وصی ہونا قبول کرلیا ہے اور فلاں بھی اس کا مدعی ہے تو یہ شہادت استحساناً مقبول ہے لیکن اگر وہ مدعی نہیں ہے تو یہ شہادت قبول نہ ہوگی۔(3)

مسئلہ 4: ایسے دو آدمیوں نے جن پر میت کا قرضہ ہے گواہی دی کہ میت نے فلاں کو وصی بنایا ہے اور وہ فلاں بھی مدعی ہے تو استحساناً ان کی گواہی مقبول ہے اور اگر وہ فلاں مدعی نہیں تو مقبول نہیں۔(4)

مسئلہ 5: وصی کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ فلاں نے ہمارے باپ کو وصی بنایا ہے اور وصی بھی دعویدار ہے لیکن ورثہ اس کے مدعی نہیں ہیں تو یہ شہادت نامقبول ہے قاضی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس کو وصی مقرر کرے۔(5)

مسئلہ 6: دو وصیوں میں سے ایک وصی کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ میت نے ہمارے باپ کو وصی بنایا اور ساتھ ہی فلاں کو بھی وصی بنایا تو اگر باپ اس کا مدعی ہے تو اُن کی شہادت نہ باپ کے حق میں قابلِ قبول ہے نہ اجنبی کے حق میں قابلِ قبول، ہاں اگر باپ وصی ہونے کا مدعی نہیں بلکہ دعویٰ ورثہ کی طرف سے ہے اس صورت میں اُن کی شہادت

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب العاشر فی الشھادۃ علی الوصیۃ، ج6،ص158.

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب العاشر فی الشھادۃ علی الوصیۃ، ج6،ص158.

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب العاشر فی الشھادۃ علی الوصیۃ، ج6،ص158.

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوسایا، الباب العاشر فی الشھادۃ علی الوصیۃ، ج6،ص159.

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب العاشر فی الشھادۃ علی الوصیۃ، ج6،ص159.

قبول کرلی جائے گی۔(6)

مسئلہ 7: دو گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے اس شخص کو وصی بنایا اور اس سے رجوع کر کے اس دوسرے کو وصی بنایا تو یہ شہادت قبول کرلی جائے گی۔(7)

مسئلہ 8: دو گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے اس شخص کو وصی بنایا پھر وصی کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ موصی نے ان کے باپ کو معزول کردیا اور فلاں کو وصی بنادیا تو ان دونوں بیٹوں کی گواہی مقبول ہے۔(8)

مسئلہ 9: دو گواہوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی کہ میت نے جمعرات کے دن وصیّت کی اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ اس نے جمعہ کے دن وصیّت کی تو یہ شہادت مقبول ہے۔(9)

مسئلہ 10: دو وصیوں نے نابالغ وارث کے حق میں شہادت دی کہ میت نے اُن کے لئے اپنے کچھ مال کی وصیّت کی ہے یا کسی دوسرے کے کچھ مال کی وصیّت کی ہے تو ان کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی یہ شہادت باطل ہے، اگر انھوں نے یہ شہادت بالغ وارث کے حق میں دی تو امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک میت کے مال میں نامقبول ہے اور غیر کے مال میں قبول کرلی جائے گی، او رصاحبین (10) کے نزدیک دونوں قسم کے مال میں شہادت جائز ہے۔(11)

مسئلہ 11: موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) معلوم ہے لیکن موصٰی بہ معلوم نہیں، گواہوں نے موصیٰ لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی) کے لئے اس کی وصیّت کی گواہی دی تو یہ گواہی مقبول ہے اور موصٰی بہ کی تفصیل ورثہ سے معلوم کی جائے گی۔(12)

مسئلہ 12: دو شخصوں نے دوسرے دو آدمیوں کے حق میں گواہی دی کہ اُن کا میت پر ایک ہزار روپے دَین ہے۔ اور ان دونوں نے پہلے دو شخصوں کے حق میں گواہی دی کہ ان کا میت پر ایک ہزار روپے دَین ہے تو ان دونوں فریقوں

---

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب العاشر فی الشھادۃ علی الوصیۃ، ج6، ص159.

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب العاشر فی الشھادۃ علی الوصیۃ، ج6، ص159.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب العاشر فی الشھادۃ علی الوصیۃ، ج6، ص159.

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب العاشر فی الشھادۃ علی الوصیۃ، ج6، ص159.

(10) امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے دو مشہور شاگرد امام محمد اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کو صاحبین کہتے ہیں۔

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب العاشر فی الشھادۃ علی الوصیۃ، ج6، ص159.

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب العاشر فی الشھادۃ علی الوصیۃ، ج6، ص159.

کی شہادت ایک دوسرے کے حق میں قبول کرلی جائے گی لیکن اگر ان دونوں فریقوں نے ایک دوسرے کے لئے ایک ایک ہزار کی وصیت کی گواہی دی تو اس صورت میں اُن کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔(13)

❁❁❁❁❁

ذمی کی وصیّت کا بیان

مسئلہ 1: یہودی یا نصرانی نے صومعہ (یہودیوں کی عبادت گاہ) یا کنیسہ (نصرانیوں کی عبادت گاہ) بحالت صحت بنایا پھر اس کا انتقال ہوگیا تو وہ میراث ہے ورثہ میں تقسیم ہوگا۔(1)

مسئلہ 2: یہودی یا عیسائی نے بوقت موت اپنے گھر کو گرجا بنانے کی متعین ومعدود لوگوں کے لئے وصیّت کردی تو اس کی یہ وصیّت اس کے ثلث حصہ میں جاری ہوگی۔(2)

مسئلہ 3: اگر اس نے اپنے گھر کو غیر محصور وغیر معدود لوگوں کے لئے کنیسہ بنانے کی وصیّت کی تو یہ وصیّت جائز ہے۔(3)

مسئلہ 4: ذمی کی وصیّت کی چار قسمیں ہیں(۱) ایک یہ کہ وہ ایسی شے کی وصیّت کرے جو اس کے اعتقاد میں قربت وعبادت ہو اور مسلمانوں کے نزدیک قُربت وعبادت نہ ہو جیسے کہ ذمی وصیّت کرے کہ اس کے خنزیر کاٹے جائیں اور مشرکوں کو کھلائے جائیں تو اگر وصیّت متعین ومعدود لوگوں کے لئے ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں، (۲) دوسرے یہ کہ ذمی ایسی چیز کی وصیّت کرے جو مسلمانوں کے نزدیک قربت وعبادت ہو اور خود ذمیوں کے نزدیک عبادت نہ ہو جیسے وہ حج کرنے کی وصیّت کرے یا مسجد تعمیر کرانے کی وصیّت کرے یا مسجد میں چراغ روشن کرنے کی وصیّت کرے تو اس کی یہ وصیّت بالاجماع باطل ہے لیکن اگر مخصوص ومتعین لوگوں کے لئے ہو تو جائز ہے، (۳) تیسرے یہ کہ ذمی ایسی چیز کی وصیّت کرے جو مسلمانوں کے نزدیک بھی عبادت وقربت ہو اور ان کے نزدیک بھی جیسے بیت المقدس میں چراغ روشن کرنے کی وصیت کرے تو یہ وصیت جائز ہے، (۴) چوتھے یہ کے وہ ایسی چیز کی وصیّت کرے جو نہ مسلمانوں کے نزدیک قربت وعبادت ہو اور نہ ذمیوں کے نزدیک جیسے وہ گانے بجانے والی عورتوں یا نوحہ گر عورتوں کے لئے وصیّت کرے تو یہ وصیّت جائز نہیں۔(4)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثامن فی وصیۃ الذمی والحربی، ج6، ص132.

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثامن فی وصیۃ الذمی والحربی، ج6، ص132.

(3) الھدایۃ، کتاب الوصایا، باب وصیۃ الذمی، ج2، ص536.

والجامع الصغیر، کتاب الوصایا، باب وصیۃ الذمی ببیعۃ او کنیسۃ، ص528.

(4) الھدایۃ، کتاب الوصایا، باب وصیۃ الذمی، ج2، ص536.

مسئلہ 5: فاسق فاجر بدعتی جس کا فسق و فجور حدِ کفر تک نہ پہنچا ہو وصیت کے معاملہ میں بمنزلہ مسلمانوں کے ہے اور اگر اس کا فسق و فجور کفر کی حد تک ہے تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہے جو حکم مرتد کی وصیت کا ہے وہی اس کی وصیت کا ہے کہ اس کی وصیت موقوف رہے گی، اگر اس نے اپنے کفر وارتداد سے توبہ کر لی تو وصیت نافذ ہوگی ورنہ نہیں۔(5)

مسئلہ 6: حربی کافر امان لے کر دار الاسلام میں داخل ہوا اور اس نے اپنے کل مال کی وصیت کسی مسلمان یا ذمی کے لئے کی تو اس کی وصیت کل مال میں جائز ہے۔(6)

مسئلہ 7: حربی کافر امان لے کر دار الاسلام میں داخل ہوا اور اس نے اپنے مال کے ایک حصہ کی وصیت کسی مسلمان یا ذمی کے لئے کی تو یہ وصیت جائز ہے اس کا بقیہ مال اس کے ورثہ کو واپس دیا جائے گا۔(7)

مسئلہ 8: حربی مُستامن کے لئے کسی مسلمان یا ذمی نے وصیت کی تو یہ جائز ہے۔(8) مستامن اس شخص کو کہتے ہیں جو امان لے کر دار الاسلام میں داخل ہوا۔

مسئلہ 9: ذمی نے اپنے ثلث مال (یعنی تہائی مال) سے زیادہ میں وصیت کی یا اپنے بعض وارثوں کے لئے وصیت کی تو جائز نہیں۔(9) اور اگر اپنے غیر مذہب والے کے لئے وصیت کی تو جائز ہے۔(10)

مسئلہ 10: مسلمان یا ذمی نے دار الاسلام میں ایسے کافر حربی کے لئے وصیت کی جو دار الاسلام میں نہیں ہے تو یہ وصیت جائز ہے۔(11)

مسئلہ 11: اگر مسلمان مرتد ہو گیا (معاذ اللہ) پھر وصیت کی، امامِ اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک یہ موقوف رہے گی، اگر اسلام لے آیا اور وصیت اسلام میں صحیح ہے تو جائز ہے اور جو اسلام کے نزدیک صحیح نہیں وہ باطل ہو جائے گی۔(12)

❁❁❁❁❁

---

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثامن فی وصیۃ الذمی والحربی، ج6، ص132.

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثامن فی وصیۃ الذمی والحربی، ج6، ص132.

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثامن فی وصیۃ الذمی والحربی، ج6، ص132.

(8) الھدایۃ، کتاب الوصایا، باب وصیۃ الذمی، ج2، ص537.

(9) الھدایۃ، کتاب الوصایا، باب وصیۃ الذمی، ج2، ص537.

(10) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثامن فی وصیۃ الذمی والحربی، ج6، ص132.

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثامن فی وصیۃ الذمی والحربی، ج6، ص132.

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثامن فی وصیۃ الذمی والحربی، ج6، ص132.

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن کہ بہار شریعت کے انیسویں حصہ کی تالیف مورخہ 29 شوال المکرم 1400ھ مطابق 10 ستمبر 1980ء یوم چہار شنبہ اختتام کو پہنچی مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائے اور اس میں اپنی کم علمی کی وجہ سے اگر کچھ خامیاں ہوں تو مجھے معاف فرمائے اور اس کتاب کو میرے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

میں اس سلسلہ میں ہدیہ شکر پیش کرتا ہوں حضرت مولانا قاری رضاء المصطفیٰ صاحب خطیب نیو میمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی کو، جن کی محبت اور خلوص نے مجھ سے دین کی یہ خدمت لے لی۔ بلاشبہ اگر اُن کے مخلصانہ اصرار کا زبردست دباؤ نہ ہوتا تو شاید میں دین کی اِس خدمت سے محروم رہتا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس پر ماجور فرمائے اور سعادتِ دارین سے سرفراز فرمائے۔

الفقیر الی اللہ الصمد ظہیر احمد بن سیّد دائم علی زیدی

از ساداتِ قصبہ نگینہ ضلع بجنور

وائس پرنسپل مسلم یونیورسٹی سٹی ہائی اسکول علی گڑھ

غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ وَلِوَالِدَیْہِ وَلِمَشَائِخِہٖ وَاَسَاتِذَتِہٖ وَاِخوانِہٖ وَاَوْلَادِہٖ اَجْمَعِیْن.

❁❁❁❁❁

اسلام اور علم کی اہمیت، آدابِ فتویٰ، طبقاتِ فقہاء، قواعدِ فقہیّہ

ارتسام

اسلافِ کرام اور سابق علماء مصنفین اصحاب نفوس قدسیہ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنی تصنیفات میں حمد وثناء وصلوۃ وسلام کے بعد خطبۃ الکتاب میں اپنا تعارف کراتے ہیں اس لئے کہ قارئین صرف کتاب ہی نہیں پڑھتے بلکہ کتاب لکھنے والے سے بھی واقف ہونا چاہتے ہیں اور یوں بھی کلام کی عظمت اور اس کی تاثیر متکلم ومصنف کی عظمت اور اس کے صالح کردار کے تابع ہے۔ اگر مصنف ومتکلم صاحبِ فکر ونظر، صاحبِ عقل وتدبیر، صاحبِ علم وفضل اور صاحبِ عمل صالح ہے تو اس کی تصنیف کی قوتِ تاثیر اتنی ہی زیادہ ہوگی اور پڑھنے والوں پر اس بات کے گہرے اثرات ہوں گے۔

یہ کم علم وبے بضاعت اگرچہ ان بزرگوں کے شمار وقطار میں تو کجا ان کی گردِ پا بھی نہیں ہے مگر ان کا عقیدت مند ہے اور ان سے روحانی تعلق رکھتا ہے اور ان کے فیوض وبرکات سے مستفید ہے۔ ان کے اس طریقہ کی اتباع میں مناسب خیال کیا کہ اپنے نام ونسبت سے قارئین کو روشناس کرنے اِس اُمید کے ساتھ کہ اس کتاب کو پڑھنے والے اِس گنہگار کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ اہلِ علم سے عاجزانہ گزارش ہے کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ بہ نظر غائر فرمائیں اور مخلصانہ اصلاح وعفوودرگزر سے نوازیں۔

اس ناچیز کا نام ظہیر احمد زیدی ابن سید دائم علی زیدی ابن سید عالم علی زیدی رحمہم اللہ تعالیٰ ہے۔ حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فقیر کا نام ظہیر الدین احمد فرماتے تھے۔ آبائی وطن قصبہ نگینہ ضلع بجنور (یوپی) حال متوطن شہر علی گڑھ محلہ دودھ پور بیت السادات۔ دار العلوم حافظیہ سعیدیہ ریاست دادوں ضلع علی گڑھ سے درسِ نظامیہ سے فراغت حاصل کی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی شعبہ دینیات میں تدریس کی خدمت انجام دی اور پھر اسی کو وطن بنالیا۔

فقیر کے دامن میں اگر کچھ فضل وکمال، علمی جاہ وجمال یا کچھ مکارم ومحاسن ہوں تو ان کا اظہار حقیقت پسندی وصداقت شعاری سے کیا جائے مگر یہاں تو تہی دامانی اپنا طرۂ امتیاز بن گیا ہے۔ دار العلوم ریاست دادوں میں سرتاج علمائ، منبع الاساتذہ، صدر الشریعۃ، ابُو الْمَجْدِ وَالْعُلٰی حضرت مولانا امجد علی علیہ الرحمہ صاحب بہارِ شریعت سے علم وفضل کا جو خزانہ ملا تھا مسلم یونیورسٹی کی مخصوص تدریسی بے قرار فضاؤں میں اس کا بہت سا حصہ تحلیل ہوگیا۔ اب کیا رہا کہ پیش کیا

جائے اور بے اصل وغیر واقعی اور خلاف حقیقت ستائش سخت مذموم بلکہ ممنوع، رب فرماتا ہے۔

﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَا اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴿۱۸۸﴾﴾

ہرگز نہ سمجھنا انہیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کئے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کئے ان کی تعریف ہو، ایسوں کو ہرگز عذاب سے دور نہ جاننا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (پ ۴، آل عمران آیت ۱۸۸)

اسی لئے میں ڈاکٹر مولوی یحییٰ انجم ریڈر فیکلٹی اسلامک اسٹڈیز ہمدرد یونیورسٹی نئی دھلی نے جب اپنی محبت وحسن خلوص میں میرے بارے میں کچھ لکھنا چاہا تو میں نے سختی کے ساتھ ہدایت کی کہ وہ ہرگز کسی مبالغہ یا غیر واقعی ستائش سے کام نہ لیں۔ اور لفظ علامہ بھی استعمال نہ کریں۔ ان کا وہ مقالہ کتاب بہار شریعت حصہ انیسویں میں شائع ہوگیا ہے۔ اس ناچیز کو اگر کچھ حاصل ہے تو چند عظیم واعظم نسبتیں ہیں جن پر مجھے فخر ہے ان شاء اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں سر بلند رکھیں گی۔

(۱) پہلی نسبت تو مجھے باعث تخلیق کائنات، افضل الخلق، رحمۃ للعالمین، سید الانبیاء والمرسلین، محبوب رب العالمین، احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صَلَوٰتُ اللہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ کی ذات اقدس واطہر سے ہے اور یہ نسبت نسبی ہے۔ بلاشبہ میں اپنے اسلاف ومشائخ کے واسطے سے حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سایہ رحمت وعاطفت میں ہوں اور اس جناب کی بارگاہِ منبع علم وقاسم نعمت سے مجھے اپنے رب کی نعمتیں وبرکتیں بے شمار حاصل ہیں جو بیان نہیں کی جاسکتی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا

(۲) دوسری نسبت اس ناچیز کو سید الفقہاء والعلماء، صاحب الاخلاص والاحسان والعمل، استاذی واستاذ علماء برصغیر، صدر الشریعۃ حضرت مولانا الحاج ابو العلی امجد علی اعظمی رضوی طَابَ اللّٰہُ ثَرَاہُ وَجَعَلَ الْجَنَّۃَ مَثْوَاہُ سے ہے جن کے نورِ علم سے ہندو پاک کی سرزمین منور وروشن ہے اور جن کی تصنیف بہارِ شریعت نے دین سے شغف رکھنے والوں کے لئے چمنستانِ علم وفقہ کے دریچے کھول دیئے ہیں اس ذاتِ گرامی سے مجھے شرف تلمذ حاصل ہے اور یہ تصنیف انہیں کا کرم انہیں کا فیضان اور انہیں کی عطا ہے۔

(۳) تیسری نسبت مجھے سید الاصفیاء، صاحب الصدق والصفا، مظہر حسن مصطفی علیہ التحیۃ والثناء سیدی وسندی شیخ العلماء وحجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا علیہ الرحمہ (1) سے ہے جن کو آقائے نعمت، سید الکونین، نُوْرٌ مِّنْ

(1) حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد حامد رضا خاں

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی لکھتے ہیں:

نُوْرُاللّٰہ، سلطان الکائنات، قدسی صفات، صاحبِ اَعْظَمِ الْمُعْجِزَات، مِنَّۃُ اللّٰہِ عَلَی الْمُؤْمِنِیْن، شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ حسن و جمال سے وہ حصہ ملا تھا کہ دل ان کی طرف کھنچتے تھے اور نگاہیں ان سے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی ذات ستودہ صفات سے کون واقف نہیں ۔ آپ کو عالم اسلام کی عظیم المرتبت شخصیات میں شمار کیا جاتا ہے۔ آپ کی وجہ سے شہر بریلی کو وہ شہرت ومقبولیت ملی کہ آج پوری دنیا کے مسلمانوں کی ایک بڑی اکثریت اپنے آپ کو بریلوی کہنے اور کہلوانے پر فخر محسوس کرتی ہے ۔ آپ کے گھرانے میں 1292ھ میں ایک یوسفِ جمال اور صاحبِ عظمت وکمال ہستی کی ولادت ہوئی جس کا نام امام احمد رضا نے محمد حامد رضا رکھا، فاضل وافضل، عالم واعلم اور کامل واکمل بزرگ باپ نے بہ نفس نفیس اس کی تعلیم وتربیت فرما کر اسے صاحبِ فضل وکمال بنایا۔ مارہرہ شریف کی مقدس ترین خانقاہ کے ایک عارف کامل حضور سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہٗ سے انھیں نورِ معرفت اور فیض روحانی ملا اور اس طرح جمال ظاہری و باطنی سے منور ومجلا ہو کر وہ امت محمدیہ وشریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والتسلیم کی خدمت میں مصروف ہوئے ۔ علمائے وقت اور فضلائے عصر نے اُن کی عظمتوں کو تسلیم کیا۔ فضل ربانی نے اُن کو" حجۃ الاسلام" کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ یعنی حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں کی حیثیت سے آپ نے اکنافِ عالم میں شہرت پائی۔

1311ھ/ 1894ھ میں 19 سال کی عمر میں درس نظامی سے فارغ ہوئے ۔ 1323ھ/ 1905ء میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی ۔ عارف کامل حضور سید شاہ ابوالحسین نوری میاں کے علاوہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی سے 13 سلاسل طریقت میں اجازت حاصل کی۔ 1326ھ/ 1908ء میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے مہتمم ہوئے ۔ 1354ھ/ 1936ء میں اسی دارالعلوم کے شیخ الحدیث اور صدرالمدرس کے منصب پر فائز ہوئے ۔ 17 جمادی الاول 1362ھ/ 23 مئی 1943ء کو 70 سال کی عمر میں عین حالتِ نماز دوران تشہد 10 بج کر 45 منٹ پر آپ نے وصال فرمایا۔ نماز جنازہ آپ کے قابل فخر شاگرد وخلیفہ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قدس سرہ نے پڑھائی۔

حجۃ الاسلام حضرت شاہ محمد حامد رضا خاں بریلوی بڑے متبحر عالم، بہترین معلم، طلبہ پر نہایت ہی شفیق ومہربان تھے۔ وہ مایۂ ناز خطیب بھی تھے، انھوں نے ملک گیر دورے کیے ۔ رشد وہدایت اور تبلیغ دین کا کام بڑے ہی احسن انداز میں فرمایا۔ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو ان کی خدمات دینیہ پر ناز تھا۔ برصغیر ہند وپاک کے چھوٹے چھوٹے قصبات اور دیہی علاقوں میں آپ نے دورے کیے اور دین وسنیت کی ترویج واشاعت فرمائی۔

حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ زبان وادب پر بھی بڑی دسترس رکھتے تھے۔ آپ کو شعر وسخن سے بھی لگاؤ تھا۔ عربی، فارسی اور اردو میں آپ نے بڑے بہترین اشعار کہے ہیں ۔ حمد ونعت ومنقبت کے علاوہ دوسری اصناف میں بھی اشعار آپ کے یہاں ملتے ہیں ۔ تاریخ گوئی میں تو آپ کو بڑا ملکہ حاصل تھا۔ چند شعر ملاحظہ فرمائیں جن میں محبت وعقیدت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوب صورت پرچھائیاں منعکس ہوتی نظر آتی ہیں ۔

شکیبِ دل قرارِ جاں محمد مصطفیٰ تم ہو
طبیبِ دردِ دل تم ہو مرے دل کی دوا تم ہو

←

آسودہ ہوتی تھیں اور نفوس ان سے روحانی راحت وسکون حاصل کرتے تھے۔ حسن و جمال وشیریں مقال، صاحب فضل

تمہارے حسن رنگین کی جھلک ہے سب حسینوں میں
بہاروں کی بہاروں میں بہار جاں فزا تم ہو
پڑا ہوں میں ان کی رہ گزر میں پڑے ہی رہنے سے کام ہوگا
دل و جگر فرش رہ بنیں گے یہ دیدۂ عشق خرام ہوگا
چاند سے ان کے چہرے پر گیسو مشک فام دو
دن ہے کھلا ہوا مگر وقت سحر ہے شام دو
اب تو مدینے لو بلا گنبد سبز دو دکھا
حامد و مصطفیٰ ترے ہند میں ہیں غلام دو

حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کو اردو نثر و نظم کے علاوہ عربی اور فارسی نثر و نظم پر بھی کمال حاصل تھا۔ آپ کی عربی دانی کے کئی واقعات کتابوں میں موجود ہیں۔ دوسرے حج وزیارت 1342ھ کے موقع پر آپ کی عربی دانی کو دیکھتے ہوئے حضرت شیخ دباغ اور سید مالکی ترکی نے یوں خراج تحسین پیش کیا: ”ہم نے ہندوستان کے اطراف واکناف میں حجۃ الاسلام جیسا فصیح وبلیغ دوسرا نہیں دیکھا جسے عربی زبان میں اتنا عبور حاصل ہو“ اسی طرح اعلیٰ حضرت کی کئی عربی کتابوں کا تعارف بھی آپ نے عربی میں قلم بند فرمایا نیز عربی کتاب کو اردو کے قالب میں ڈھالا۔

علاوہ ازیں آپ نے تصنیفی خدمات بھی انجام دیں۔ آپ کی کئی علمی یادگاریں اہل ذوق کے لیے باعث مطالعہ ہیں۔ ”الصارم الربانی علی اسراف القادیانی“ یہ قادیانیوں کے رد پر عالم اسلام کا پہلا رسالہ ہے، جو حجۃ الاسلام ہی کے قلم حق رقم سے نکلا۔ الدولۃ المکیہ، حسام الحرمین کے اردو تراجم، حاشیہ ملا جلال، مقدمہ الاجازات المتینہ، نعتیہ مجموعہ، مجموعہ فتاویٰ، اور بیشتر کتب پر تقاریظ آپ نے قلم بند فرمائیں۔

حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی نے مختلف مذہبی اور سیاسی تحریکوں کے طوفانوں کا کڑا مقابلہ کیا۔ مثلاً قادیانی تحریک، تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک شدھی سنگھٹن، تحریک ہجرت، تحریک مسجد شہید گنج وغیرہ وغیرہ۔

1354ھ/1935ء میں آپ نے الجمیعۃ العالیۃ المرکزیہ، مرادآباد کے تاریخی اجلاس میں جو فاضلانہ خطبہ دیا اس سے ان کی بے مثال فکر و تدبر کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کے خطبۂ صدارت کے ایک ایک لفظ پر اگر غور کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ یہ محض ایک خطبہ نہیں بلکہ فلاح ملت اسلامیہ کے لیے ایک ایسا دستور العمل ہے کہ اگر اس کے مطابق مسلمانان ہند نے اپنے رہوار زندگی کو مہمیز کیا ہوتا تو آج ہماری حالت ہی کچھ اور ہوتی۔ مسلمان معاشی، تعلیمی، تجارتی غرض یہ کہ ہر قسم کے دینی و دنیاوی امور میں کسی سے پیچھے نہ رہتا۔ ذیل میں آپ کے خطبۂ صدارت کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں جس میں ملازمت کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے صنعت وحرفت اور تعلیم وتجارت پر زور دیا ہے:

"ہمارا ذریعۂ معاش صرف نوکری اور غلامی ہے اور اس کی بھی یہ حالت ہے کہ ہندو نواب مسلمان کو ملازم رکھنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ رہیں گورنمنٹی ملازمتیں ان کا حصول طول امل ہے۔ اگر رات دن کی تگ ودو اور ان تھک کوششوں سے کوئی معقول سفارش پہنچی تو کہیں ←

وکمال، مرشد ملکوتی خصال، قدوۃ السالکین، زُبدۃُ العارفین، راحۃُ الطالبین، ھادِی المُرِیدِیْنَ، یہ تمام خصائص وکمالات آپ کو بارگاہِ قاسمِ نعمت محبوبِ ربّ العالمین علیہ التحیۃ والسلام سے حاصل تھے۔ اس فقیر کو ایسے شیخ کامل سے بیعت

امیدواروں میں نام درج ہونے کی نوبت آتی ہے۔ برسوں بعد جگہ ملنے کی امید پر روزانہ خدمت مفت انجام دیا کرو اگر بہت بلند ہمت ہوئے اور قرض پر بسر اوقات کر کے برسوں کے بعد کوئی ملازمت حاصل بھی کی تو اس وقت تک قرض کا اتنا انبار ہو جاتا ہے کہ جس کو ملازمت کی آمدنی سے ادا نہیں کر سکتے۔" (خطبۂ حجۃ الاسلام، ص 51/52)

اس کے بعد نوکری پر تجارت اور صنعت وحرفت کا یوں اظہار کیا:

ہمیں نوکری کا خیال چھوڑ دینا چاہیے، نوکری کسی قوم کو معراجِ ترقی تک نہیں پہنچا سکتی، دست کاری اور پیشے و ہنر سے تعلق پیدا کرنا چاہیے (خطبۂ حجۃ الاسلام، ص 51/52)

اسی خطبۂ صدارت میں آپ نے تعلیم نسواں پر بھی کافی زور دیا بلکہ لڑکیوں کی تعلیم اور اس کی فلاح وترقی کے لیے بھی آپ بے حد کوشاں رہے۔ آپ کے خیال میں صنفِ نازک کی بقا واستحکام نیز اس کی تعلیم وتربیت میں ہی قوم کی ترقی کا راز مضمر ہے۔ آپ نے اس خطبے میں ملتِ اسلامیہ کی سیاسی بیداری پر بھی زور دیا۔ مسلمانوں کی ہمہ جہتی ترقی کو ممکن بنانے کے لیے کئی ملک گیر دورے بھی کیے۔ آپ کے ٹھوس تاثرات اور تجاویز جو آپ نے مختلف اجلاس اور کانفرنسیس میں پیش فرمائے ان کو پڑھ کر اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے سینے میں ملت اسلامیہ کی فلاح وبہبود کا کیسا درد موجزن تھا۔

آپ کی متنوع صفات شخصیت کے جملہ پہلوؤں کا احاطہ اس مضمون میں ناممکن ہے۔ مختصر یہ کہ آپ نے تاعمر ملت اسلامیہ کی ترقی واستحکام، نیز اہل سنت وجماعت کے تحفظ وبقا کے لیے اپنے آپ کو متحرک وفعال رکھا۔ حضور حجۃ الاسلام کے ذکرِ خیر میں آپ کے حسن وجمال کا تذکرہ نہ کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا چنانچہ عرض ہے کہ آپ کا حُسن ظاہری ایسا دل کش و پُرکشش تھا کہ جو دیکھتا وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ بلکہ کئی غیر مسلموں نے محض آپ کے جمال جہاں آرا کو دیکھ کر اسلام کی حقانیت وصداقت پر ایمان لائے۔ آپ کے جمالِ جہاں افروز کے کئی واقعات مشہور ہیں۔ آپ کے مرید خاص وخلیفہ مفتی اعظم وحضرت ضیاء الدین مدنی حضرت علامہ سید ظہیر احمد زیدی علیہ الرحمہ حضور حجۃ الاسلام کے حسن جہاں تاب سے متعلق اپنا چشم دید واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

24 صفر المظفر (1358ھ) کو میں نماز عشا سے فراغت پا کر مزار مبارک سے متصل مسجد کی فصیل پر کھڑا تھا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے شاہزادہ زیب سجادہ وخلیفہ مجاز زبدۃ العارفین، عالم علوم شریعت واقف طریقت حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں نعت خوانانِ سرکار علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے جلو میں برابر والی سڑک سے آستانہ مبارکہ کی سمت جاتے ہوئے گذرے اچانک میری نگاہ حضرت پر پڑی۔ اللہ اکبر! حسن وجمال کا وہ منظر دیکھا کہ ہوش وحواس سلامت نہ رہے۔ حُسنِ عقیدت کا کوئی سوال نہیں جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ اس خاندان سے میرا کوئی ربط وتعلق نہ تھا نہ پہلے سے اس خاندان کے افراد سے میری کوئی ملاقات ومعرفت تھی۔ عرس رضوی میں حاضری کا بھی پہلا موقع تھا اس سے قبل کبھی کسی اور بزرگ کے عرس میں حاضری کا بھی اتفاق نہیں ہوا تھا اس لیے جو کچھ عرض کر رہا ہوں اس میں نہ کوئی مبالغہ ہے نہ غلط بیانی بلکہ اظہار حقیقت ہے عین الیقین ہے بلکہ حق الیقین ہے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت حجۃ الاسلام ←

وارادت کی سعادت حاصل ہے۔

(۴) چوتھی نسبت مجھے قطب الارشاد، سید الاتقیاء والزھاد، مختار العباد، افضل الامجاد، شانِ جمال مصطفائی، عکس کمال مرتضائی، سیدی ومولائی، صدر نشین منصب افتاء، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا الحاج مصطفی رضا علیہ الرحمہ (2) سے ہے جن

رحمۃ اللہ علیہ نعت خوانوں کے جلو میں ہیں نعت خوانوں نے آپ کے گرد حلقہ بنا رکھا ہے اور نور کا ایک ستون ہے جو آسمان سے زمین تک آپ کے قد وقامت کا احاطہ کیے ہوئے ہے انوار قدسیہ اور حسن و جمال کا ایسا ہوش رُبا نظارہ تو کیا اس کا عشر عشیر اور اقل اقیل بھی آج تک میری نگاہ بلکہ میرے تصور سے کبھی نہیں گذرا تھا اس نظارہ ہی سے وارفتگی کا وہ عالم پیدا ہوا کہ صبر وقرار نہ رہا۔ مرزا غالب نے اپنے شعر میں غالباً اسی کیفیت کی ترجمانی کی ہے کہ ؎

جب وہ جمالِ دل فروز، صورتِ مہرِ نیم روز　　　آپ ہی ہو نظارہ سوز، پردہ میں منہ چھپائے کیوں

حضرت علامہ سید ظہیر احمد زیدی علیہ الرحمہ اس وقت مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کی سٹی ہائی اسکول میں لکچرار تھے۔ دوسرے روز حضرت حجۃ الاسلام کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر سلسلہ قادریہ میں داخل ہوئے جب کہ وہ خود سادات زیدیہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کا گھرانا خود بھی اہل طریقت وشریعت میں بڑا باثر مانا جاتا تھا۔ حضور حجۃ الاسلام کے حسن و جمال کا تذکرہ ہو اور حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد چشتی علیہ الرحمہ کا ذکر نہ کیا جائے تو بات نامکمل تسلیم کی جائے گی۔ حضرت حجۃ الاسلام کے جمال جہاں آرا نے ہی آپ کو دنیاوی تعلیم ترک کرنے پر مجبور کیا انجمن حزب الاحناف لاہور کے تاریخی سالانہ اجلاس میں جب آپ نے حضور حجۃ الاسلام کا چہرۂ زیبا دیکھا تو اتنے متاثر ہوئے کہ بے قراری اور بے تابی کا یہ عالم ہوا کہ سب کچھ ترک کرکے حضرت کے ساتھ بریلی آگئے اور دینی علوم وفنون کا ایسا سرچشمہ بن گئے کہ آج برصغیر ہندوپاک کے علما کی ایک بڑی تعداد آپ کے خوشۂ علمی سے اکتساب فیض کررہی ہے۔

حسنِ ظاہری وباطنی کے اس حسین سنگم کو جس نے بھی دیکھا وہ دیکھتا ہی رہا۔ آپ کی شخصیت میں بڑی عاجزی اور انکساری تھی۔ آپ ایسے متواضع اور خلیق تھے کہ اپنے تو اپنے بے گانے بھی ان کی بلند اخلاقی کے قائل اور معترف تھے۔ آپ نہایت متقی اور پرہیز گار تھے۔ علمی وتبلیغی کاموں سے فرصت پاتے تو ذکرِ الٰہی و درود وسلام کی کثرت کرتے۔ آپ کے جسم اقدس پر ایک پھوڑا ہوگیا تھا جس کا آپریشن ناگزیر تھا۔ ڈاکٹر نے بے ہوشی کا انجکشن لگانا چاہا تو منع فرمادیا۔ اور صاف کہہ دیا کہ میں نشے والا ٹیکہ نہیں لگواؤں گا۔ عالم ہوش میں تین گھنٹے تک آپریشن چلتا رہا۔ درود شریف کا ورد کرتے رہے اور کسی درد و کرب کا اظہار نہ کیا ڈاکٹر آپ کی ہمت اور استقامت وتقویٰ شعاری پر ششدر رہ گئے۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

(2) شہزادہ اعلیٰ حضرت، حُضور مفتی اعظم ہند، علامہ مولانا محمد مصطفی رضا خان علیہ رحمۃ المنّان)

ولادت: شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ھند علامہ مولانا محمد مصطفی رضا خان نوری علیہ رحمۃ اللہ الباری اپنے والدِ محترم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کی دعاؤں کا مظہر بن کر 22 ذوالحجہ 1310ھ 7 جولائی 1893ء بروز جمعۃ المبارک اس دنیا میں تشریف لائے۔

مُرشد کی مُبارک باد: جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وِلادت ہوئی تو اعلیٰ حضرت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمع رسالت، مجدد دین وملت ←

کے ظاہری و باطنی فیوض و برکات سے ہندو پاک کے تشنگانِ مئے طریقت و شریعت سیراب ہورہے ہیں اور ہزاروں ہزار نفوس داخلِ سلسلہ ہوکر آپ سے فیضیاب ہیں اس خادم کو ایسی پاکیزہ ومقرب بارگاہ سے اجازت وخلافت حاصل ہے۔

الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اُس وقت اپنے مُرشد خانے میں تھے۔ حضرت اَبوالحسین نُوری علیہ رحمۃ اللہ الباری نے آپ کو پیدائشِ فرزند کی مبارک باد دی اور فرمایا: آپ بریلی تشریف لے جائیں۔ کچھ دن بعد حضرت نُوری علیہ رحمۃ اللہ الباری بریلی تشریف لائے تو شہزادہ اعلیٰ حضرت کو آغوشِ نوری میں ڈال دیا گیا۔ حضرت نوری علیہ رحمۃ اللہ الباری نے فرمایا: یہ بچہ بڑا ہوکر دین وملت کی بڑی خدمت کریگا اور مخلوقِ خدا کو اس کی ذات سے بڑا فیض پہنچے گا۔ یہ بچہ ولی ہے، یہ فیض کا دریا ہے، اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دینِ حق پر قائم ہوں گے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی انگشتِ مبارک (یعنی اُنگلی) مصطفی رضا خان علیہ رحمۃ المنان کے منہ میں رکھ کر قادِری وبرکاتی برکات سے ایسا مالا مال کردیا کہ یہی شہزادے بڑے ہوکر مفتی اعظم ہند بنے۔

نام وعقیقہ اور تعلیم وتربیت: حضرت مخدوم سید شاہ ابوالحسین احمد نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابوالبرکات محی الدین جیلانی نام تجویز فرمایا۔ محمد نام پر عقیقہ ہوا اور مصطفی رضا عرفِ عام قرار پایا۔ مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بچپن کا زمانہ اپنے والد ماجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کے زیرِ سایہ علمی ماحول میں گذرا اور انہی کی سرپرستی میں تمام مروّجہ علوم وفنون میں مہارت حاصل کی۔

پہلا فتویٰ: حضور مفتی اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے بھی اپنے والد ماجد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرح پہلا فتویٰ رضاعت کے مسئلہ پر لکھا۔ اِصلاح کیلئے جب یہ فتویٰ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے پیش کیا گیا تو صحیح جواب لکھنے پر آپ بہت خوش ہوئے اور صَحَّ الْجَوَابُ بِعَوْنِ اللہِ الْعَزِیْزِ الْوَہَّاب لکھ کر دستخط ثبت فرمادیئے اور ابوالبرکات محی الدین جیلانی محمد مصطفیٰ رضا خاں لکھ کر مہر بنوا کر عطا فرمائی اور باقاعدہ فتوے کی اِجازت دے دی۔ دنیائے اِسلام میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتووں کو قدر واِحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ حق گوئی میں کوئی آپ کا ثانی نہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چند فتاوٰی کا مجموعہ فتاوٰی مصطفویہ کے نام سے پاک وہند میں شائع ہوچکا ہے۔

خدمتِ دین: حضور مفتی اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے اپنے والد ماجد کے نقشِ قدم پر چل کر تحریری وتقریری طور پر عظیم علمی ودینی خدمات سرانجام دیں۔ اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ درس وتدریس، رُشد وہدایت اور راہِ خدا عَزَّ وَجَلَّ میں سفر میں گزارا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہندوستان کے طول وعرض میں دینِ متین کی تبلیغ کیلئے تشریف لے گئے۔

نعتیہ دیوان: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد ماجد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شہرہ آفاق نعتیہ کلام حدائقِ بخشش کی طرح آپ کا نعتیہ دیوان سامانِ بخشش بھی پڑھنے، سننے اور سمجھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

وصال شریف: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہایت مقدس پاکیزہ اور بھرپور مصروف زندگی مبارک گزار کر 14 محرم الحرام 1402ھ بمطابق 12 نومبر 1981 داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کی نمازِ جنازہ اسلامیہ انٹر کالج بریلی شریف میں ہوئی جس میں لاکھوں مسلمانوں نے شرکت کی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزارِ پُرانوار خانقاہِ رضویہ محلہ سوداگران بریلی شریف میں اپنے والد ماجد امامِ اہلسنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بائیں پہلو میں زیارت گاہِ خاص وعام ہے۔

(۵) پانچویں نسبت راقم السطور کو شہ ضیا، حاضر دربار مصطفیٰ، حضرت مولانا الحاج ضیاء الدین مدنی (3) علیہ الرحمہ

(3) حضرت سیّدنا ضیاء الدین مدنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی

حضرت سیّدنا قطب مدینہ کی ولادت باسعادت ۱۲۹۴ھ، ۱۸۷۷ء میں پاکستان کے شہر ضیاء کوٹ (سیالکوٹ) میں بمقام کلاس والا ہوئی۔ یا غفور سے سنِ ولادت نکلتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرتِ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ ابتدائی تعلیم ضیاء کوٹ میں حاصل کی پھر مرکز الاولیاء (لاہور) اور دہلی میں کچھ عرصہ تحصیلِ علم کیا بالآخر پیلی بھیت (یوپی انڈیا) میں حضرتِ علامہ مولینا وصی احمد محدث سورتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تقریباً چار سال رہ کر علوم دینیہ حاصل کئے اور دورہ حدیث کے بعد سندِ فراغت حاصل کی۔ زہے قسمت امامِ اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دستِ مبارک سے سیدی قطب مدینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دستار بندی فرمائی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امامِ اہلسنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت بھی کی اور صرف ۱۸ سال کی عمر میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سندِ خلافت بھی پائی۔

کلی ہیں گلستانِ غوث الوریٰ کی یہ باغ رضا کے گُلِ خوشنما ہیں

روزانہ محفلِ میلاد

حضرتِ قطب مدینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جنون کی حد تک عشق تھا بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فنافی الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منصب پر فائز تھے۔ ذکرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی آپ کا روز و شبانہ مشغلہ تھا۔ اکثر زیارت کیلئے آنے والے سے استفسار فرماتے، آپ نعت شریف پڑھتے ہیں؟ اگر وہ ہاں کہتا تو اُس سے نعت شریف سماعت فرماتے اور خوب محظوظ ہوتے، بارہا جذباتِ تاثر سے آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہوجاتا، روزانہ رات کو آستانہ عالیہ پر محفلِ میلاد کا انعقاد ہوتا۔ جس میں مدنی، تُرکی، پاکستانی، ہندوستانی، شامی، مصری، افریقی، سوڈانی، اور دنیا بھر سے آئے ہوئے زائرین شرکت کرتے۔ امیرِ اہلسنّت دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں الحمد للہ عزوجل مجھے بھی کئی بار اُس مقدس محفل میں نعت شریف پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ہے میں نے ایک خاص بات قطب مدینہ کی محفل میں یہ دیکھی کہ خصوصاً اختتام پر (بطورِ تواضع) دُعا نہیں فرماتے تھے بلکہ کسی نہ کسی شریکِ محفل کو دُعا کا حکم فرمادیتے۔ دُعا کے بعد روزانہ لازمی لنگر شریف بھی ہوتا تھا۔

راتیں بھی مدینے کی باتیں بھی مدینے کی جینے میں یہ جینا ہے کیا بات ہے جینے کی

طمع نہیں، منع نہیں اور جمع نہیں

حضرتِ قطب مدینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک کریم النفس اور شریف الفطرت بزرگ تھے ان کی قربت میں اُنس ومحبت کے دریا بہتے تھے اور سلف صالحین کی یاد تازہ ہوجاتی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سخی اور بہت عطا فرمانے والے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے، طمع نہیں، منع نہیں اور جمع نہیں (یعنی لالچ مت کرو کہ کوئی دے اور اگر کوئی بغیر مانگے دے تو منع مت کرو اور جب لے لو تو جمع مت کرو) جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کوئی عطر پیش کرتا تو خوش ہوکر اُسے اس طرح دعا دیتے عطّرَ اللہُ ایّامکم یعنی اللہ عزوجل تمہارے ←

سے حاصل ہے جو مدینۃ الرسول و جوار روضہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم میں ۸۰ ۱۸ سال حاضر ہوئے اور تقریباً بہتر حج ادا کیے۔ سوائے زمانہ حج ادا کرنے کے مدینہ منورہ کی پاک زمین سے باہر قدم نہ رکھا۔ قریب بہتر ۷۲ سال بارگاہِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر رہے اور آپ کے فیوض و برکات اور رحمتوں سے حصہ پاتے رہے نہایت درجہ صالح العمل اور صاحبِ تقویٰ و طہارت اور پاکیزہ صورت و سیرت تھے سعودی حکومت انہیں مرعوب نہ کر سکی۔ ان کی نگاہِ کرم نے مجھے بھی اِجازت وخلافت کے لئے انتخاب فرمایا۔

اب میرے پاس ان عظیم مقدس اور مُطَہّر نسبتوں کے سوا کچھ نہیں جو کچھ ہے وہ ان کے فیوض و برکات سے ہے۔ یہ انہیں کا فیضانِ کرم ہے کہ اہلِ سنت کے علمی حلقوں میں اس ذرۂ بے مقدار کو معرفت حاصل ہے اور اہلِ علم و دانش نگاہِ احترام سے دیکھتے ہیں۔ جملہ اصحاب علم و معرفت سے دعائے مغفرت کا طالب ہوں۔ یہی نسبتیں میری دنیا و آخرت کی فلاح ونجات کا مستحکم سہارا ہیں۔

ایک واقعہ کا اظہار اپنے لئے باعثِ رحمت و سعادت تصور کرتا ہوں۔ آج مورخہ ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ یوم جمعۃ المبارک ہے، گزشتہ شب یعنی ۲۰ و ۲۱ جمادی الاولیٰ کی درمیانی رات یعنی شب جمعۃ المبارک میں ۴ بجے شب کے بعد میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں ایک ایسے مقام پر ہوں جہاں اعمال کا حساب ہو رہا ہے، بہت سے لوگ ہیں اور

اَیَّام مُعَطّر (خوشبودار) کرے۔ آپ کو شہنشاہِ اُمم، سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم اور حُضُور سیّدنا غوثُ الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے حد الفت تھی ایک بار فرمانے لگے، کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

بعد مُردن روح وتن کی اس طرح تقسیم ہو ۔۔۔ روح طیبہ میں رہے لاشہ مرا بغداد میں

وِصال

۴ ذوالحجۃ الحرام ۱۴۰۱ھ 2-10-81 بروز جمعۃ المبارک مسجدِ نبوی الشریف علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مُؤذِّن نے اَللہُ اَکبَرُ، اَللہُ اَکبَرُ کہا اور سیّدی قطب مدینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کلمہ شریف پڑھا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح قفسِ عُنصری سے پرواز کر گئی۔ بعدِ غسل شریف کفن بچھا کر سرِ اقدس کے نیچے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کے حُجرہ مقصورہ شریف کی خاک مبارک رکھی گئی۔ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دلبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم کی قبر انور کا غُسالہ شریف اور مختلف تبرُّکات ڈالے گئے۔ پھر کفن شریف باندھا گیا۔ بعد نمازِ عَصر دُرود و سلام اور قصیدہ بُردہ شریف کی گُونج میں جنازہ مبارکہ اُٹھایا گیا۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے ۔۔۔ محبوب کی گلیوں میں ذرا گھوم کے نکلے

بالآخر بے شمار سوگواروں کی موجودگی میں سیّدی قطب مدینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ان کی آرزو کے مطابق جنۃ البقیع کے اُس حصے میں جہاں اہلبیتِ اطہار علیہم الرضوان آرام فرما ہیں وہیں سیّدۃُ النِساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار پُر انوار سے صرف دو گز کے فاصلے پر سپُردِ خاک کیا گیا۔

میں بھی اپنے نمبر کا منتظر ہوں کہ مجھے میرے اعمال کا حساب لینے کے لئے طلب کیا گیا، میں حاضر ہوا لیکن حساب لینے والی ذات نظر نہیں آرہی تھی۔ تھوڑی دیر میں حساب لے کر مجھے حکم ہوا کہ جاؤ تم جنت میں میں وہاں سے رخصت ہوا تو میں نے دیکھا کہ جنت میں جانے والے کچھ اور لوگ بھی اس جگہ بیٹھے ہیں جو جنت میں جانے والوں کے لئے ہے، میں بھی ان ہی کے پاس چلا گیا، اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ اس خواب سے مجھے کافی روحانی سرور حاصل ہوا اور میں نے دعا کی کہ اے رب العالمین اگر یہ خواب شیطان کی طرف سے ہے تو مجھے اس کے مکروفریب سے اپنی حفاظت میں رکھ اور میرے ایمان و یقین کو سلامت رکھ اور ہر قسم کی گمراہی سے محفوظ رکھ اور اگر یہ خواب تیری جانب سے ایک بشارت ہے تو مجھے توفیق توبہ وانابت عطا فرما اور زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما۔ آمین ثم آمین۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

خادم العلما والفقراء

الفقیر ظہیر احمد زیدی ابن سید دائم علی زیدی غفر لہما

۲۱ جمادی الاول ۱۴۱۲ھ یوم جمعۃ المبارک ۲۹ نومبر ۱۹۹۱ء

بیت السادات دودھ پور علی گڑھ۔ انڈیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مقدمہ

بِاسْمِهٖ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى جَلَّ وَ عَلا فَلَهُ الْحَمْدُ وَالثَّنَاءُ وَالسَّلَامُ عَلٰى نَبِيِّهٖ صَاحِبِ الشَّفَاعَةِ وَالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِي الصِّدْقِ وَالصَّفَا.

سید الفقہاء، استاذ العلماء، افضل الاصفیاء، صدر الشریعۃ ابو العلی احضرت مولانا امجد علی صاحب رحمہ اللہ تعالی مصنفِ بہارِ شریعت نے بہ توفیقِ الٰہی عزم فرمایا کہ جملہ ابوابِ فقہ کو بہ شمول عقائد اسلام علمِ دین سے شغف رکھنے والوں کے لئے ان کی مادری زبان میں منتقل فرما کر مرتب فرمادیں۔ ابھی آپ نے ابواب فقہ میں سے کل سترہ ابواب کے مسائل ضروریہ عامۃ الورود کو مکمل فرمایا تھا کہ سفرِ آخرت کا دعوت نامہ مل گیا اور آپ اپنے رب سے واصل ہو گئے۔ باقی ابوابِ فقہ تشنہ تکمیل رہ گئے جن کے بارے میں آپ نے اپنے تلامذہ سے توقع فرمائی کہ ان میں سے کوئی سعادت مند ان کی تکمیل کرے۔ اللہ تبارک وتعالٰی جس کو چاہتا ہے اپنے فضل وکرم سے نوازتا ہے یہ اس بندہ ناچیز کی خوش نصیبی ہے کہ بہارِ شریعت کے انیسویں حصہ باب الوصیۃ کی تالیف وترتیب کی سعادت میرے حصہ میں آئی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ اَلْحَمْدُ لِلّٰه (رب تعالٰی قبول فرمائے)

بہارِ شریعت وہ منفرد اور عجوبہ روزگار کتاب ہے جس میں جملہ ابواب فقہ کے مسائل ضروریہ کو اردوداں مسلمانوں کے لئے ان کی مادری زبان میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ ہندوستان و پاکستان کے مسلمانوں پر حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کا یہ وہ احسان ہے جس کا شکر وہ تا صبح قیامت ادا نہیں کر سکتے۔ رب کریم مصنف علیہ الرحمہ کو اعلٰی علیین میں جگہ دے۔ (آمین)

۱۹۸۰ء میں جب میں نے بہارِ شریعت کے انیسویں حصہ کا کام شروع کیا اس وقت ذہن میں یہ بات القاء ہوئی کہ بہارِ شریعت کو اب یہ مقام حاصل ہو گیا ہے کہ ملت کے نوجوان علماء جو مدارس عربیہ سے تحصیل علم کی فراغت کر کے نکلتے ہیں وہ روزمرہ پیش آنے والے مسائل سے متعلق فتوی بہارِ شریعت کے مطالعے سے لکھتے ہیں۔ صرف تحقیقی اور دشوار طلب مسائل میں اکابرین سابق اور مستند علماء فقہ کی تصانیف کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اسی لئے مناسب ہے کہ نوخیز علماء کو فتوی نویسی کے آداب وقواعد سے متعارف کرایا جائے اور بہارِ شریعت کی طرح وہ بھی مادری زبان اردو میں ہو۔ چنانچہ انیسویں حصہ کی تالیف سے فراغت کے بعد فتوی نویسی سے متعلق قواعد وضوابط اور اس سے متعلق مفتی کے لئے

ضروری اور اہم اُمور کی معلومات کی تالیف کا کام شروع کر دیا اور قواعد فقہیہ و اُصول کلیہ میں سے بھی کچھ اُصول وضوابط بیان کیے جو دورِ جدید کے مفتیانِ کرام کی معلومات میں اضافہ کریں اور انہیں ان قواعد و اُصول کی روشنی میں فتویٰ لکھنے میں سہولت ہو۔ بارگاہِ حق تعالیٰ میں دست بدُعا ہوں کہ وہ میری اس کوشش کو قبول فرمائے اور اس کو علماء وطلباء و عوام کے لیے نافع بنائے۔ آمین

بلاشک اس سے دینی رجحان رکھنے والے عامۃ المسلمین بھی اپنے علم میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ اور اپنے دینی جذبے اور علم کی تشنگی کو تسکین دے سکتے لیکن مسائل کے احکام بیان کرنے اور فتویٰ دینے کا حق صرف ان ہی علماء کو حاصل ہے جنہوں نے علوم دینیہ عربیہ مستند صحیح العقیدہ علماء سے معیاری مدارس عربیہ میں حاصل کیے ہوں۔ قرآن پاک کا ترجمہ پڑھنے اور یاد کر لینے سے یا احادیث کا ترجمہ اردو زبان میں پڑھ لینے سے عام مسلمان احکام کی روح اور مسائل کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے۔ خلفائے راشدین کے زمانہ مسعود و مبارک میں بھی مخصوص افراد صحابہ و تابعین میں سے ایسے تھے جن سے مسائل کے احکام معلوم کرنے میں رجوع کیا جاتا تھا۔ ہر صحابی یا ہر تابعی کو یہ مقام حاصل نہ تھا۔ اس لئے احکامِ شرعیہ کو حاصل کرنے میں اور دوسروں کو بتلانے میں فقہی کتابوں کے مطالعے کے ساتھ صاحبِ فہم و اِدراک صحیح العقیدہ دینی عالم سے رجوع کرنا بہرحال ضروری ہے غیر عالم عامۃ المسلمین کے لئے قرآن کریم کا یہی حکم ہے۔ فرمایا:

﴿فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾﴾(1)

(1) ترجمہ کنز الایمان: تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔ (پ ۱۴، النحل: ۴۳)

دنیائے علم کے عجائبات میں سب سے بڑا عجوبہ فقہ الاسلام ہے

تعلیمات اسلام کی روشنی میں علماء اسلام نے دنیا کو جن علوم سے آشنا کیا ان میں سے علم حدیث، علم اسماء الرجال (1) اور علم فقہ وہ علوم ہیں (2) جن کی کوئی مثال ونظیر نہیں۔ ان علوم کی تدوین میں محققین اسلام نے جو محنتیں، کاوشیں کیں، دور دراز سفر کی جو مشقتیں برداشت کیں اور جس طرح خدمتِ دین کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا اور خالصاً لوجہ اللہ دن رات اسی میں لگے رہے یہ بھی اپنی نظیر آپ ہے۔

احکامِ فقہیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ انسانی زندگی کے ہر پہلو کو محیط ہیں۔ افعال واعمال انسانی کا کوئی فعل ایسا نہیں ہے جس کے لئے فقہ اسلام میں جواز یا عدم جواز کا حکم نہ بیان کیا گیا ہو۔ اگر کسی مسئلہ اجنبی سے متعلق صراحۃً حکم نہ ملے تو ایسے اصول وقواعد ضرور ملیں گے جن کے ذریعہ حکم معلوم کیا جاسکتا ہے۔ فقہ اسلام نے اپنے وسیع مفہوم کے ساتھ عالمی تمدن ومعاشرت پر بھی گہرے نقوش قائم کئے ہیں اور ایک بہتر صالح اور فلاحی معاشرہ قائم کیا ہے اور دنیا کی اس کی طرف راہ نمائی کی ہے۔ بہت سے غیر مسلم محققین بھی اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں اور انہوں نے اس کی جامعیت اور ہمہ گیری کا اعتراف بھی کیا ہے۔ جن غیر مسلم اہل علم اور قانون داں محققین نے فقہ اسلامی کی عظمت، جامعیت اور ہمہ گیری کا اعتراف کیا ہے ان میں سے کچھ کے نام یہ ہیں۔

(۱) فرانسیسی پروفیسر لامبیر (۲) پروفیسر لیوی اوکان یہ پیرس کے کالج میں استاد تھے (۳) ڈاکٹر انتریکوانسایا (۴) پروفیسر بیوار کا زیللی (۵) عظیم عیسائی رہنما فارس الخوری (۶) مشہور مستشرق سانتیلانا (۷) لبنان کے عیسائی عالم سلیم باز (۸) جرمن کے مشہور قانون داں جوزف کوسلر (۹) وائنا یونیورسٹی کے لاء کالج کے پرنسپل شپرل (۱۰) پروفیسر و

---

(1) علم حدیث میں اس سے مراد حدیث کا وہ خاص شعبۂ علم ہے کہ جس میں رجالِ حدیث یعنی راویوں کے حالات، پیدائش، وفات، اساتذہ و تلامذہ کی تفصیل، طلب علم کے لیے سفر، ثقہ وغیر ثقہ ہونے کے بارے میں ماہرینِ علمِ حدیث کے فیصلے درج ہوں۔

یہ علم بہت وسیع، مفید اور دلچسپ ہے۔ اس علم پر سینکڑوں مختصر اور مطول کتابیں لکھی جا چکی ہیں جن میں کئی لاکھ اشخاص کے حالاتِ زندگی محفوظ ہیں۔

(2) علم اصولِ فقہ کی اصطلاحی تعریف:

علم اصول فقہ ایک ایسا علم ہے جس میں اَدِلّہ کے ذریعے احکام ثابت کئے جاتے ہیں اَدِلّہ سے مراد قرآن، حدیث، اجماع و قیاس ہیں۔ انھیں اصول فقہ بھی کہتے ہیں۔

مبری (۱۱) امریکن ہارورڈ یونیورسٹی میں فلسفہ کے پروفیسر ہوکنگ اپنی کتاب میں ایک مقام پر لکھتے ہیں: میں اپنے آپ کو حق وصداقت پر محسوس کرتا ہوں جب یہ اندازہ لگاتا ہوں کہ اسلامی شریعت میں وہ تمام اصول ومبادیات موجود ہیں جو ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ یہ کتاب عربی میں ترجمہ ہوکر روح السیاسۃ العالیہ کے نام سے شائع ہوئی۔ (فقہ الاسلام مصنفہ حسن احمد الخطیب باب ہفتم فصل ہفتم)

❁❁❁❁❁

کیا اسلامی فقہ رومی قوانین سے متاثر یا ماخوذ ہے

بعض مستشرقین نے اسلام دشمنی کے اندھے تعصب کا شکار ہو کر یہ الزام تراشا کہ اسلامی فقہ رومی قانون سے ماخوذ ہے۔اس قسم کے خیالات کا اظہار گولڈز یہر، سانتیلانا، شیرمان اور ایموس کی تحریروں میں کیا گیا بعد میں دیگر غیر مسلم عیسائی مصنفوں نے بھی اس کو ہوا دی۔ اور اس دعویٰ کو دوراز کار، بے سرو پا دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی انہوں نے اس سے یہ تو فائدہ حاصل کیا کہ عیسائی رائے عامہ کو گمراہ کیا لیکن کاغذ کی ناؤ دیر تک باقی نہیں رہ سکتی اور دیر تک چل نہیں سکتی۔ بہت جلد اس دعویٰ کی قلعی کھل گئی اور حقیقت صادقہ صاف صاف سامنے آ گئی۔

(ا) رومی قوانین بقول پروفیسر گبن اپنے دورِ اول میں صرف بارہ تختیوں کی تدوین پر مشتمل تھے۔ پھر یہ وقتاً فوقتاً شہنشاہوں کی خواہشات کے مطابق مختلف ادوار میں تبدیل ہوتے رہے ارتقاء رومی قانون کے مورخین نہایت صراحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ رومی شہنشاہِ جستنیان کے دور میں اس پر زوال آیا اور اس شہنشاہ کی وفات ۶۵ھ کے بعد تو یہ بدترین اضمحلال کا شکار ہوا اور پھر اس کا چراغ ہی بجھ گیا۔ اس کے بعد یہ رومی قانون کلیساؤں میں محدود ہو کر رہ گیا خود اہل یورپ بھی اس سے آشنا نہ رہے تقریباً ساڑھے چار سو سال کے بعد پھر اس کی نشاۃِ ثانیہ ہوئی۔ (کتاب مبادی قانون روما) یعنی قانون روما چھٹی صدی عیسوی کے نصف آخر سے لے کر گیارھویں صدی کے ربع اول تک گوشہ گمنامی میں رہا جب کہ فقہ اسلامی کی ابتداء ساتویں صدی عیسوی کی دوسری دہائی سے ہوئی اور دسویں صدی عیسوی تک اپنے عروج کو پہنچ کر مکمل ہو گئی اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جو زمانہ رومی قانون کے اضمحلال اور گوشہ گمنامی میں رہنے کا ہے۔عین وہی زمانہ فقہ اسلامی کی ابتداء، نشوونما اور عروج وکمال تک پہنچنے کا ہے۔لہٰذا فقہائے اسلام کا رومی قانون سے واقف ہونے اور اِستفادہ کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس ایسے تاریخی شواہد موجود ہیں کہ رومی قانون کے علماء نے اس کی نشاۃ ثانیہ کے دور میں فقہ اسلامی سے استفادہ کیا اور اس کی چھاپ رومی قانون میں صاف دکھائی دیتی ہے۔ جرمن مورخ موسیم اپنی کتاب تاریخ کلیساء میں لکھتا ہے کہ پاپائے روم ہر برٹ فرانسیسی اپنی تعلیم میں اُندلس کے عربوں کی کتابوں اور ان کے مدارس کا مرہونِ منت ہے۔ وہ ۱۰۳۵ء میں علم حاصل کرنے کے لئے ہسپانیہ گیا اور وہاں قرطبہ اور اشبیلیہ میں عرب علماء کا شاگرد رہا۔تفصیلات بیان کرتے ہوئے وہ آگے لکھتا ہے: لہٰذا انہوں نے یعنی پوپ ہر برٹ اور اس کے ساتھ اندلس میں عرب علماء سے علم حاصل کرنے والے عیسائیوں نے اس وقت جو دیوانی یا فوجداری قوانین فقہ اسلامی سے اَخذ کئے یہ وہی قوانین تھے جنہیں انہوں نے جدید رومی قانون سے موسوم کیا

تھا۔ (فقہ اسلام بحوالہ تاریخ کلیساء)

(۲) ہدایہ کی شرح النہایہ کے حواشی میں ابوالولید عبداللہ نے جو بیان کیا ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور یہی ثابت ہوتا ہے کہ رومی قوانین فقہ اسلامی سے مستفاد ہیں۔ ابوالولید اس حاشیہ میں بیان کرتے ہیں کہ یورپ کے طلباء جو اندلس کے شہر غرناطہ میں تحصیل علم کے لئے آتے تھے فقہ اسلامی کو اپنی زبان میں منتقل کرنے کے لئے بہت سرگرمی کا اظہار کرتے تھے کیونکہ چوتھی و پانچویں صدی ہجری میں ان کے ملکی قوانین بہت خراب تھے اس لئے وہ چاہتے تھے کہ اسلامی قوانین ان کے ممالک میں رائج ہوں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے فقہ اسلامی کو اپنے طور پر مرتب کرلیا تھا اور اپنے ملک کے حالات کے مطابق اس میں تبدیلی کرلی تھی۔ (فقہ الاسلام ۵۲۸)

(۳) مِلَل و اَدیان کا تقابلی مطالعہ کرنے والے علماء مذاہب عالم، مورخین اور اہل دانش خوب جانتے ہیں کہ قانون روما کوئی مکمل قانون نہیں ہے۔ دورِ اوّل میں وہ صرف بارہ تختیوں پر تحریر تھا۔ گیارھویں صدی کی چوتھی دہائی کے بعد اس کی نشاۃ ثانیہ میں اسلامی اثرات سے اس میں توسیع کی گئی رفتہ رفتہ اس کی ضخامت میں اضافہ ہوا پھر بھی وہ جملہ حقوق انسانی اور اس کی قانونی ضرورتوں کا کفیل نہ ہوسکا نہ آج تک اس میں اتنی وسعت پیدا ہوسکی کہ وہ انسانی معاشرہ کی جملہ انواع و اقسام اور عدل و انصاف کے جملہ تقاضوں کو پورا کرسکے اور انفرادی و اجتماعی حقوق انسانی کا تحفظ کرسکے۔ وہ ایک محدود دائرے میں محدود ہے جس میں انسانی زندگی کی وسیع تر ضرورتیں پوری نہیں ہوسکتیں۔ اس کے مقابلے میں فقہ اسلامی ایک بحر ناپیدا کنار ہے جس میں انسانی زندگی کے جملہ امور و معاملات خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی و جماعتی حیات سے متعلق ہوں یا موت سے، صحت وتندرستی سے متعلق ہوں یا امراض واسقام اور ادویات ومعالجات سے، حکومت ومملکت سے متعلق ہوں یا رعایا اور محکوموں سے، جنگوں سے متعلق ہوں یا صلح و امن سے، مفاد عامہ سے ان کا تعلق ہو یا شخصی وذاتی مفاد سے یا طہارت جسم، طہارت نفس اور طہارتِ فکر وخیال سے، غرض ہر شے کے فقہ اسلامی میں احکام بیان کئے گئے ہیں اور کسی بھی چیز کو چھوڑا نہیں گیا ہے۔ یہ خصوصیت و امتیاز قوانین روما کو کہاں حاصل ہے۔

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ قرآن وحدیث کی اپنی ایک زبان ہے۔ اپنا مخصوص اندازِ بیان ہے۔ اپنی اصطلاح ہے جو کسی دوسرے سے نہ مستعار ہے نہ مستفاد۔ رومی قوم قانون اور قوانین کا لفظ استعمال کرتی ہے جب کہ قرآن وحدیث اس لفظ کو استعمال نہیں کرتے قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں کہیں یہ لفظ استعمال نہیں کیا گیا بلکہ اس کی بجائے وہ اپنی اصطلاح استعمال کرتا ہے اور وہ ہے احکام، امر ونہی، حرام وحلال، اثم ومعصیت اور حدود وشعائر وشرائع وغیرھا، فقہ اسلامی نے بھی قرآن واحادیث کی ان ہی اصطلاح کو استعمال کیا ہے۔ یہ سب کچھ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ فقہ اسلامی

قوانینِ روما سے قطعاً مستفاد نہیں۔ یہ مستشرقین کا خود ساختہ خیال ہے اور اس خیال کے پردے میں وہ اپنی چوری اور کمزوری کی پردہ پوشی کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) میں نے اس کتاب میں کوشش کی ہے کہ میں علماء فقہ کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کروں کہ انہیں مسائل بیان کرتے وقت اور کسی استفتاء کا جواب لکھنے میں کن کن اُمور کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے اور یہ کہ مسائل شرعیہ بیان کرنے اور فتویٰ نویسی کے لئے معیارِ علم کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ انہیں اُن اکابر فقہاء و مجتہدین کی عظیم شخصیتوں کی معرفت بھی حاصل ہونی چاہیے جن کے اقوال وتصنیفات مستند اور مُفتی بہا ہیں اور جن پر اعتماد کیا جاتا ہے اس سلسلے میں میں نے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عظمت وفضائل کو خاص طور سے بیان کیا ہے اور ان کے معتمد تلامذہ اور ان کی مستند تصنیفات سے بھی روشناس کرادیا ہے۔

(۲) قرآنِ کریم کا دعویٰ ہے کہ وہ (تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ) (1) ہے یعنی اس میں ہر شے کا بیان ہے اور یہ کہ دین ودنیا کی تمام خشک وتر چیزوں کا بیان قرآنِ مبین میں ہے۔(وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾)(2) اس سلسلہ میں، میں نے کوشش کی ہے کہ اس امر کی وضاحت کروں کہ ہمارے اکابر فقہائے کرام خصوصاً مجتہدین فقہ نے فقہ اسلام مدون ومرتب فرما کر قرآن مجید کے اس دعویٰ کو بقدرِ استطاعت ثابت کردیا ہے۔ انہوں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں طاقت بشری کے مطابق شمار واندازہ سے زیادہ اتنے مسائل واحکام بیان کردیئے ہیں کہ کوئی چیز بیان کرنے سے رہ نہیں گئی ہے۔انہوں نے مسائل شرعیہ وفقہیہ میں اتنی کثیر تعداد میں اور اتنی ضخیم اور جامع کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن کی صحیح تعداد بھی شمار میں نہیں پھر ان میں اتنے کثیر مسائل بیان فرمادیئے ہیں جن کا نہ کوئی شمار نہ حدو نہایت، اُمتِ مسلم ان کے احسان سے سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ فَجَزٰهُمُ اللهُ خَيْرَ الْجَزَا صرف یہی نہیں بلکہ انہوں نے مستقبل میں پیش آنے والے ممکنہ اور جدید مسائل کا حکمِ شرعی معلوم کرنے کے لئے قرآن کریم اور احادیث شریفہ کی روشنی میں کچھ ایسے اصول کلیہ مرتب فرمادیئے جن سے علمائے دین جدید مسائل کا علم حاصل کرسکیں۔ ان کی تعداد بھی سینکڑوں میں ہے میں نے علمائے فقہ کے لئے اُن میں سے کچھ بیان کئے ہیں تاکہ ہمارے علماء کو سہولت ہو اور یہ سب کچھ فیضان ہے میرے اساتذہ خصوصاً حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اور میرے اَکابر کا جن کے فیوض وبرکات سے میں اس قابل ہوسکا کہ یہ تصنیف پیش کرسکوں ورنہ من آنم کہ من دانم۔(3)

---

(1) ترجمہ کنزالایمان: (اس قرآن پاک میں) ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ (پ ۱۴، النحل: ۸۹)

(2) ترجمہ کنزالایمان: اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔ (پ ۷، الانعام: ۵۹)

(3) فارسی محاورہ ہے جس کا مطلب ہے کہ میں اپنے بارے میں جانتا ہوں کہ میں کیا ہوں۔

اصحاب علم وعلمائے کرام سے گزارش ہے کہ اس تصنیف میں میری کم مائیگی اور بے بضاعتی کی وجہ سے جو کوتاہیاں اور خامیاں ہوں از راہ کرم ان پر مجھے مطعون نہ کریں اور ہدف ملامت نہ بنائیں بلکہ اخلاص کے ساتھ اصلاح فرمادیں اور میرے لئے دعائے خیر واستغفار فرمائیں ربّ کریم انہیں اس کا اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ اِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَاِلَيْهِ مَآبُ
وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِيْ وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
وَعَلٰى جَمِيْعِ عُلَمَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ اٰمِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ
اَلْفَقِيْرُ الْعَبْدُ اِلَى اللّٰهِ الصَّمَدِ

العبد الضعیف ظہیر احمد زیدی القادری
ابن السید دائم علی زیدی غفرلہ ولوالدیہ
متوطن قصبہ نگینہ ضلع بجنور محلہ سیدواڑہ ساکن حال
بیت السادات دودھ پور علی گڑھ
مورخہ ۱۷ صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۸ اگست ۱۹۹۱ء یوم چہار شنبہ

❀❀❀❀❀

جنتی اعرابی

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک اعرابی نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم)! ایسے عمل کی طرف میری راہنمائی فرمایئے کہ جب میں وہ عمل کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں؟ تو رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور فرض نماز ادا کرو اور زکوٰۃ ادا کیا کرو اور رمضان کے روزے رکھا کرو۔ یہ سن کر اعرابی نے کہا اس ذات پاک کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے میں اس پر زیادتی نہ کروں گا۔ پھر جب وہ اعرابی لوٹا تو نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا: جو کسی جنتی کو دیکھنا چاہے وہ اسے دیکھ لے۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) (صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، الحدیث: ۱۳۹۷، ج۱، ص ۴۷۲)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
رَبِّ یَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْر
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ:

اسلام اور علم کی اہمیت

دنیا کے تمام مِلَل و اَدیان میں صرف اسلام ہی وہ دین ہے جس کو یہ فخر و شرف حاصل ہے کہ اس نے اپنے ہر ماننے والے کے لئے علم حاصل کرنا فرض قرار دیا ہے۔ سب سے پہلی وحی جو رسول کل وسید الکائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم پر غار حرا میں نازل ہوئی اس کا پہلا لفظ یہی ہے۔ اقراء (پڑھو) یعنی علم حاصل کرو۔ پہلی وحی یہ ہے۔

(اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴿۳﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ﴿۵﴾)(1)

ترجمہ: پڑھو اپنے ربّ کے نام سے جس نے پیدا فرمایا، آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا پڑھنا سکھایا۔ آدمی کو سکھا دیا جو نہ جانتا تھا۔

آیت کریمہ کا ایک ایک لفظ ظاہر کر رہا ہے کہ اسلام میں علم کی اہمیت کس درجہ ہے کہ ایک ہی مقام پر دو بار علم حاصل کرنے کا حکم دیا پھر اس احسان کا اظہار فرمایا کہ یہ اس کا کرم ہے اس نے انسان کو علم بھی عطا فرمایا اور لکھنا بھی سکھایا۔ علم حاصل کرنے کا حکم دینے کے بعد قرآن نے دیگر جگہ علم حاصل کرنے والوں اور اہلِ علم کی عظمت و فضیلت بیان فرمائی اور جہالت کی سخت مذمت بیان فرمائی صاف صاف الفاظ میں فرمادیا کہ عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔ فرمایا:

(هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ)(2)

---

(1) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ (اقرأ باسم ربک الذی خلق)، باب ۱، الحدیث: ۴۹۵۳، ج ۳، ص ۳۸۴.
پ ۳۰، العلق: ۱۔۵.

(2) پ ۲۳، الزمر: ۹.

کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں۔

مطلب یہ کہ ہرگز ہرگز عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔ جاہل تو کندۂ ناتراش ہے اور علماء کو کتاب الٰہی اور انبیاء کرام علیہم السلام کا وارث بنایا گیا ہے قرآن فرماتا ہے:

(ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا)(3)

ترجمہ: پھر ہم نے اپنے منتخب اور چنیدہ بندوں کو قرآن کا وارث بنایا۔

یعنی کہ اولاً کتاب ہم نے اپنے پیارے رسول اور حبیب علیہ الصلوۃ والسلام پر نازل فرمائی اور انہیں ما کان ومایکون کا علم(4) عطا فرمایا۔ پھر آپ کے بعد ہم نے اپنی کتاب کا وارث ان کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا۔ اس لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ بے شک علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء کی وراثت درہم و دینار نہیں ہوتی ان کی وراثت تو علم الٰہی اور علمِ دین ہے تو جو اِسے پالے گا وہ علم کا بڑا حصہ پالے گا۔(5)

ایک اور مقام پر قرآن پاک میں فرمایا:

(يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ)(6)

اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان لانے والوں کو اور ان ایمان والوں کو جو تم میں سے علم دیئے گئے درجوں بلند فرماتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ایمان لانے کا دارومدار بھی علم و معرفت ہی پر ہے اور پھر ایمان لانے کے بعد مزید علم حاصل کرنا درجوں بلند ہونے کا سبب ہے یہ رفعت و بلندی، یہ عظمت و فضیلت ہرگز کسی جاہل، بے علم و بے شعور کا نصیب نہیں ہوسکتی۔

ان آیاتِ کریمہ کی تشریح میں علم کی اہمیت کے اظہار کے لئے نیز ایک مسلمان کو سچا اور پختہ مسلمان ہونے کے لئے رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ(7) وَمُسْلِمَةٍ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرضِ عین ہے۔

---

(3) پ ۲۲، فاطر: ۳۲۔

(4) یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا اس کا علم۔

(5) جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ ۔۔۔ إلخ، الحدیث: ۲۶۹۱، ج ۴، ص ۳۱۲۔

(6) پ ۲۸، المجادلۃ: ۱۱۔

(7) سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء إلخ، الحدیث: ۲۲۴، ج ۱، ص ۱۴۶۔

دوسری جگہ فرمایا: اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ إِلَى اللَّحْدِ(8) علم حاصل کرو پیدائش سے لے کر قبر میں جانے تک۔

اور فرمایا: اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّيْنِ(9)
علم حاصل کرو چاہے تمہیں اس کے لئے چین تک جانا پڑے۔

ان تمام آیات اور احادیث سے بلاشک وشبہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے علم حاصل کرنے کو ہر چیز پر ترجیح دی ہے اور اسلام قطعاً یہ اجازت نہیں دیتا کہ کوئی بھی مسلمان خود کو علم سے محروم رکھے۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ کون سا علم ہے جس کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض قرار دیا گیا ہے اور جس کو حاصل کرنے کا پیدائش سے لے کر موت تک حکم دیا گیا ہے اور اگر اس کے حصول میں چین جیسے دور دراز ملک میں جانے کی مشقت اور تکلیف بھی اٹھانا پڑے تو ضرور اٹھائے مگر علم حاصل کرے۔ ظاہر ہے کہ اس کا مطلب یہ تو نہیں ہوسکتا کہ تمام علوم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔ کیونکہ اول تو علوم کی تعداد ہی شمار سے باہر ہے پھر ہر علم کی وسعت اس قدر ہے کہ اس کا احاطہ ناممکن، تو اگر تمام علوم کا حاصل کرنا فرض قرار دیا جائے تو یہ تکلیف مالایطاق ہوگی، یعنی یہ ایسا حکم ہوگا جس کا پورا کرنا انسان کی طاقت وقدرت سے باہر ہوگا اور شریعت ہرگز ہرگز کوئی ایسا حکم نہیں دیتی جو انسان کی قوت واستطاعت سے باہر ہو۔ نہ ہی اس حکم کا یہ مطلب ہے کہ علم حاصل کرو خواہ وہ کوئی سا بھی علم ہو کیونکہ بہت سے علم ایسے ہیں جن کا حاصل کرنا شریعت حرام یا ناجائز قرار دیتی ہے۔ بلکہ بعض علم ایسے ہیں جن کا حاصل کرنا کفر ہے۔ یعنی جو علوم انسان کو گمراہی کی طرف لے جائیں فسق وفجور اور معصیت الٰہی میں مبتلا کریں، ان کا حاصل کرنا سخت حرام ہے اور جو علوم انکار خدا اور کفر والحاد وغیرہ میں مبتلا کردیں، ان کا حاصل کرنا کفر ہے۔ تو حدیث پاک میں جس علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض قرار دیا ہے اس سے مراد نہ کل علوم ہیں اور نہ یہ کہ کوئی سا بھی علم حاصل کرو تو لازمی طور سے اس علم سے وہی علم مراد ہوسکتا ہے جو انسان کو حق وصداقت کی طرف لے جائے۔ شرک وکفر اور ہر قسم کی گمراہی سے بچائے اور اللہ کا فرمانبردار اور اطاعت شعار بندہ بنائے کیونکہ اسلامی تعلیمات اور بعثت ورسالت کا مقصد ہی یہ ہے کہ انسان اپنے خالق کو پہچانے، اس کی وحدانیت کا اقرار کرے، کفر وشرک اور ہر قسم کی گمراہی ومعصیت سے بچے، اپنے رب کے احکام سے واقفیت حاصل کرے تاکہ ان پر عمل کرکے اس کی رضا اور خوشنودی حاصل کرے اور انسانی معاشرت کو پاک وصاف بنائے اور ایسا علم سوائے علم شریعت وعلم دین کے کوئی دوسرا علم نہیں ہوسکتا۔ اس تشریح

---

(8) روح البیان، الجزء الخامس عشر، سورۃ الکہف، تحت الآیۃ: ۶۶، ج۵، ص ۲۷۴۔

(9) الجامع الصغیر، الحدیث: ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ص ۷۲۔

سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جو علم حاصل کرنا فرض قرار دیا گیا ہے وہ صرف علمِ دین ہے باقی علوم فرض کا درجہ نہیں رکھتے۔ اگر وہ گمراہی کی طرف نہیں جاتے تو ان کا حاصل کرنا جائز ہے، جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔علمِ دین حاصل کرنے والوں کی فضیلت میں بہت سی احادیث ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے یہ چند احادیث بیان کی جاتی ہیں۔(10)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلّم نے فرمایا:

مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَّلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيْقًا إِلَى الْجَنَّةِ

جس نے تلاش علم کی راہ اختیار کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی راہ آسان فرمادے گا۔ رواہ مشکوٰۃ(11)

حضرت ابودرداء کی روایت میں اس حدیث میں مزید تفصیل ہے اس میں مذکورہ بالا حدیث کے ساتھ یہ بھی روایت ہے کہملائکہ علم حاصل کرنے والے کی رضا اور خوشی کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں اور عالم کے لئے زمین و آسمان کی ہر چیز دعائے مغفرت کرتی ہے حتی کہ سمندر کی تہہ کی مچھلیاں بھی اس کے لئے دعائے استغفار کرتی ہیں اور عالم کی عظمت اور علومرتبت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے ماہِ تمام کو باقی تمام ستاروں پر۔(12)

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا: فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِيْ عَلٰى أَدْنَاكُمْ

عالم کو عابد پر اتنی ہی فضیلت ہے جتنی مجھے تمہارے کمتر درجے کے آدمی پر۔ رواہ مشکوٰۃ(13)

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فالہٖ وسلّم نے فرمایا:

اَلْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ اٰيَةٌ مُّحْكَمَةٌ أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ أَوْ فَرِيْضَةٌ عَادِلَةٌ وَمَا سِوٰى ذٰلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ(14)

یعنی یہ کہ علم دین تین چیزیں ہیں: (۱) قرآن پاک کی آیات محکمہ جو منسوخ نہیں ہیں (۲) صحیح و ثابت شدہ احادیث (۳) وہ احکام جو قیاس و اجتہاد سے مستنبط ہوں اور جو ان کے علاوہ علوم ہیں وہ مدزائد ہیں۔یعنی علم دین اور علم شریعت تو یہی تین علوم ہیں۔ رہے دیگر علوم تو ان کا حاصل کرنا اگر جائز بھی ہو وہ علمِ شریعت میں داخل نہیں مدزائد میں

---

(10) یعنی علم کی فضیلت میں احادیث بہت کثرت سے وارد ہوئی ہیں لیکن یہاں بطور نمونہ چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

(11) سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، الحدیث ۲۲۳، ج۱، ص ۱۴۵۔

(12) جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، الحدیث: ۲۶۹۱، ج ۴، ص ۳۱۲۔

(13) المرجع السابق، الحدیث: ۲۶۹۴، ج ۴، ص ۳۱۳۔

(14) سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب اجتناب الرأی والقیاس، الحدیث: ۵۴، ج ۱، ص ۴۱۔

وسنن ابی داوٗد، کتاب الفرائض، باب (ماجاء) فی تعلیم الفرائض، الحدیث: ۲۸۸۵، ج ۳، ص ۱۶۴۔

شامل ہیں کہ اگر کسب معاش کے لئے کوئی علم حاصل کیا جائے اور اس کا حاصل کرنا شرعاً ممنوع نہ ہو اور وہ حاصل کیا جاتا ہے، وہ ایک مد زائد ہے۔ ان تفصیلات سے ان حضرات کی یہ غلط فہمی دور ہونی چاہیے کہ حدیث: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ (15) میں طلب العلم سے مراد کوئی سا بھی علم حاصل کرنا ہے اگر ایسا ہو تو پھر قرآنِ پاک کا نزول اور رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ارشادات یعنی ذخیرہ حدیث بے مقصد ہو کر رہ جائیں گے کیونکہ نزولِ قرآن کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اس کے بندوں تک پہنچیں ارشادات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان کی تشریح و عملی تفسیر بیان کریں تا کہ امت ان کا علم حاصل کرے اور ان پر رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے عمل پیرا ہو۔

❁❁❁❁❁

(15) المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۰۴۳۹، ج ۱۰، ص ۱۹۵۔

و روح البیان، الجزء الحادی عشر، سورۃ التوبۃ، تحت الآیۃ ۱۲۲، ج ۳، ص ۵۳۶۔

فقہ کیا ہے؟

لغت میں فقہ کے معنی ہیں کسی شے کا جاننا پھر یہ لفظ علم الشریعہ کے ساتھ خاص ہو گیا۔ علماء اصول کی اصطلاح میں علم فقہ کی تعریف یہ ہے کہ فقہ وہ علم ہے جس میں احکام شرعیہ فرعیہ کا علم ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ حاصل کیا جائے اور فقہاء کے یہاں علم فقہ کی جو تعریف بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ علم فقہ نام ہے احکام شرعیہ اور مسائل شرعیہ کا علم حاصل کرکے ان کو حفظ کر لینا اور اہل حقیقت و معرفت نے علم فقہ کی تعریف ان لفظوں میں بیان فرمائی ہے کہ علم فقہ کا مطلب ہے علم احکام شریعت کو عمل میں لانا۔ بقول سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ کے فقیہ تو وہی ہے جو دنیا سے اعراض کرے اور آخرت کی طرف راغب ہو اور اپنے عیوب پر نظر رکھے۔(1)

(1) الدرالمختار وردالمحتار، المقدمۃ، ج ا، ص ۹۷، ۱۰۰۔

فقہ کی ضرورت

فقہ کی تعریف سے یہ امر واضح ہوگیا کہ فقہ کا مطلب احکام و مسائل شریعت سے واقفیت حاصل کرنا اوران پر عمل کرنا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ درحقیقت فقہ ہر مسلمان کی بنیادی ضرورت ہے۔سید الکل، ختم الرسل حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے مقاصد بعثت ہی میں اللہ عزوجل نے اس طرف اشارہ فرمایا:

(لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ) (1)

یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنین پر یہ احسان عظیم فرمایا کہ ان میں انہیں کے نفوس میں سے ایک عظمت والا رسول مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے)یعنی احکامِ الٰہیہ بیان کرتا ہے(اوران کا تزکیہ نفس فرماتا ہے اوران کو کتاب (یعنی قرآنِ پاک)اور حکمت ودانائی کی تعلیم دیتا ہے۔

مطلب یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم خاص سے مومنین پر یہ انعام واحسان فرمایا کہ اپنے احکام و مرضیات اور اپنی کتاب وحکمت کی تعلیم کے لئے اپنا ایک عظمت والا رسول بھیجا تاکہ وہ تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کے احکام بیان فرمائے اوران پر عمل کراکے تمہارے نفوس کو پاکیزہ تر بنائے۔اور احکامِ الٰہیہ کے جاننے کا نام ہی فقہ ہے اس آیتِ کریمہ میں اللہ عزوجل نے مقصدِ رسالت کی وضاحت کے ساتھ آپ کی مقدس ذات کی عظمت ورفعت کو بھی بیان فرمایا جس کا اظہار لفظ مَنَّ سے ہوتا ہے۔دوسری آیت میں تمام امت کو یہ حکم دیا کہ (وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا) (2)

جو کچھ تمہیں عظمت والے رسول دیں وہ لے لو(یعنی اس پر عمل کرو)اورجس چیز سے یہ تمہیں روکیں منع فرمائیں اس سے باز رہو(یعنی اس پر عمل نہ کرواس سے رک جاؤ)۔

اس آیت سے بھی مراد احکام الٰہی ہی ہیں اورانہیں کا دوسرا نام علم فقہ ہے۔ایک جگہ قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو خطاب کر کے فرمایا:

---

(1) پ۴،آل عمران:۱۶۴۔

(2) پ۲۸،الحشر:۷۔

(یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ) (3)

اے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم)! جو کچھ تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے تمہارے رب کی طرف سے تم اس کی تبلیغ کردو یعنی دوسروں تک پہنچادو اور اگر تم نے یہ نہ کیا اور پیغام الٰہی کو امت تک نہ پہنچایا تو تم نے کار رسالت کو (یعنی رسالت کے کام کو) انجام نہ دیا۔

خلاصہ کلام یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور سید الکائنات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کی بعثت وتشریف آوری کو احسان عظیم قرار دیا اور احکامِ الٰہی اور کتاب وحکمت کی تعلیم اور ان پر عمل کر کے تزکیہ نفس کرنا مقصدِ رسالت بیان فرمایا۔ امت کو حکم دیا کہ وہ آپ کی تعلیمات کو حاصل کرے اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان سے باز رہے پھر جوان احکام الٰہیہ پر عمل کرے آپ کی اتباع اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اس کے لئے فوز عظیم کی خوشخبری سنائی، فرمایا:

(وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا﴿۷۱﴾) (4)

اور جو اللہ جل وعلا اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت وفرمانبرداری کرے تو اس نے عظیم کامیابی حاصل کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ علم فقہ حاصل کیے بغیر نہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جاسکتی ہے نہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرمانبرداری اور اتباع کی جاسکتی ہے نہ حکمت حاصل ہوسکتی ہے اور نہ تزکیہ نفس، اس لئے علم فقہ تمام امت کے لئے ایک لازمی ضرورت ہے جو اسے حاصل کریگا وہ فائز المرام ہوگا اور جو اس سے جاہل ونابلد رہے گا اسے اپنے ایمان کو قائم رکھنا اور اس کی حفاظت کرنا بھی مشکل ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ لازمی طور پر فقہ کا علم حاصل کرے کل نہ سہی تو بقدر ضرورت ہی فقہ کا علم حاصل کرے تا کہ اپنے ایمان کا تحفظ تو کر سکے۔

---

(3) پ۶، المآئدۃ: ۶۷۔

(4) پ۲۲، الاحزاب: ۷۱۔

علم فقہ کی فضیلت:

علماء کرام فرماتے ہیں کہ کتب فقہ کا مطالعہ کرنا قیام اللیل سے (یعنی رات کی عبادت سے) بہتر ہے۔(1)

صاحب ملتقط نے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ انسان کو سب سے پہلے حلال وحرام اور احکام شرعیہ ومسائل فقہیہ کا علم حاصل کرنا چاہیے اس کے مقابلے میں اسے دیگر علوم کو ترجیح نہیں دینی چاہیے صرف ان ہی میں انہماک مناسب ہے۔(2)

تمام علوم میں علم فقہ ہی اپنے وسیع مفہوم کے ساتھ اشرف واعلیٰ ہے۔ کسی صاحبِ ذوق نے کیا خوب کہا ہے ؎

إِذَا مَا اعْتَزَّ ذُو عِلْمٍ بِعِلْمٍ   فَعِلْمُ الْفِقْهِ أَوْلٰى بِاعْتِزَازٍ

فَكَمْ طِيْبٍ يَّفُوْحُ وَلَا كَمِسْكٍ   وَكَمْ طَيْرٍ يَّطِيْرُ وَلَا كَبَازِيْ(3)

مطلب:

جب کوئی ذی علم کسی علم سے عزوشرف حاصل کرنا چاہے تو صرف علم فقہ ہی کو یہ عظمت حاصل ہے کہ اس سے عزوشرف حاصل کیا جائے کیونکہ خوشبوئیں تو ساری مہکتی ہیں لیکن مشک جیسی کوئی خوشبو نہیں اور پرندے تو سب ہی اڑتے ہیں لیکن ہر ایک کا اڑنا باز جیسا نہیں ہے۔

علم فقہ کی عظمت وفضیلت یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی تعریف فرمائی اور اس کو لفظ خیر سے تعبیر فرمایا جو کسی شے کی مدح میں ایک جامع اور وسیع المفہوم لفظ ہے فرمایا:

﴿وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾(4)

یعنی جس کو حکمت دی گئی اسے یقیناً خیر کثیر عطا کی گئی۔ ارباب تفسیر نے لفظ حکمت کی تفسیر فقہ سے فرمائی ہے اس تفسیر کی روشنی میں علم فقہ خیر کثیر ہے اور فقہائے کرام کو اللہ تعالیٰ نے خیر کثیر سے نوازا ہے حضور شافع یوم النشور، شارع

---

(1) الدرالمختار، المقدمۃ، ج۱،ص ۱۰۱۔

(2) الملتقط، کتاب الخارج، باب الفوائد والحکایات، ص ۴۵۹۔

(3) الدرالمختار، المقدمۃ، ج۱،ص ۱۰۳۔

(4) پ ۳، البقرۃ: ۲۶۹۔

علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں: مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ (5) اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں فقیہ بنا دیتا ہے۔

علامہ ابن نجیم الاشباہ والنظائر میں فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن بندوں سے ہر شے کے بارے میں سوال کیا جائے گا لیکن اس علم کے بارے میں جو موصل الی اللہ ہو اور حسن نیت اور اخلاص عمل کے ساتھ آفات نفس سے بچنے کے لئے حاصل کیا گیا اور اس کے بارے میں کوئی سوال نہ ہوگا کیونکہ وہ خیر محض ہے۔(6)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندوں کو اٹھائے گا پھر علماء کو اٹھائے گا پھر فرمائے گا: اے علماء میں نے تمہیں اپنا علم نہیں دیا مگر اس لئے کہ میں تمہیں جانتا تھا اور میں نے تمہیں اپنا علم اس لئے نہیں دیا کہ میں تمہیں عذاب دوں۔ جاؤ میں نے تم سب کو بخش دیا۔(7)

یہ وہ لوگ ہیں جن کا علم وعمل خالصتاً لوجہ اللہ ہے اور جنہوں نے (وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ) (8) کے مقتضیٰ کو سمجھا اور اس پر عمل فرمایا۔ علماء فرماتے ہیں کہ ایسے علماء صالحین سے قیامت میں ان کے علم سے متعلق سوال اس لئے بھی نہ ہوگا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دعا کرنے کا حکم دیا (رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا) (9) اے رب تو مجھے علم عظیم عطا فرما کر درجات بلند فرما۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے حبیب سے اور آپ کی اتباع میں آپ کی امت سے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کا طالب ہے اس لئے یہ اس کی شان کرم نہیں ہے کہ یہ حکم دینے کے بعد پھر علماء سے ان کے علم کے بارے میں سوال کرے۔ اس لئے فقہ کی مدح وثناء اور اس کی فضیلت میں کہا گیا ہے۔

وَخَیْرُ عُلُوْمٍ عِلْمُ فِقْہٍ لِاَنَّہٗ یَکُوْنُ اِلٰی کُلِّ الْعُلُوْمِ تَوَسُّلًا

---

(5) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ... إلخ، الحدیث: ۷۱، ج۱، ص ۴۲۔

(6) الاشباہ والنظائر، الفن الثالث: الجمع والفرق، فائدۃ: کل شیئ یسأل عنہ... إلخ، ص ۳۳۸۔

(7) المعجم الاوسط، الحدیث: ۴۲۹۴، ج۳، ص ۱۸۴۔

واحیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب الاول فی فضل العلم... إلخ، ج۱، ص ۲۲۔

(8) پ ۳۰، البینۃ: ۵۔

ترجمہ کنزالایمان:۔ اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے۔

(9) پ ۱۶، طٰہٰ: ۱۱۴۔

ترجمہ کنزالایمان:۔ اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے۔

فَإِنَّ فَقِيْهًا وَّاحِدًا مُّتَوَرِّعًا عَلٰى أَلْفِ ذِيْ زُهْدٍ تَفَضَّلَ وَاعْتَلٰى (10)

ترجمہ: تمام علوم کے مقابلہ میں علم فقہ ہی سب سے بہتر علم ہے کیونکہ یہی علم تمام عظمتوں اور بلندیوں کے لئے وسیلہ وذریعہ ہے بلاشبہ ایک صاحب ورع وتقویٰ فقیہ ہزار عابدوں، زاہدوں پر فضیلت و بلندی رکھتا ہے۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو علم ومعرفت کی عظمتوں کے حامل ہیں:

مَا الْفَضْلُ إِلَّا لِأَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّهُمْ عَلَى الْهُدٰى لِمَنِ اسْتَهْدٰى أَدِلَّاءُ

وَوَزْنُ كُلِّ امْرِئٍ مَّا كَانَ يُحْسِنُهٗ وَالْجَاهِلُوْنَ لِأَهْلِ الْعِلْمِ أَعْدَاءُ

فَفُزْ بِعِلْمٍ وَّلَا تَجْهَلْ بِهٖ أَبَدًا اَلنَّاسُ مَوْتٰى وَأَهْلُ الْعِلْمِ أَحْيَاءُ (11)

مطلب:

فضل وشرف تو صرف علمائے شریعت کے لئے ہی ہے کیونکہ یہی علماء رشد و ہدایت چاہنے والوں کی ہدایت کے راہ نما ہیں۔ ہر شخص کی قدر و قیمت اس کے حسن عمل سے ہے اور جاہل و بے علم لوگ اہلِ علم کے دشمن ہیں۔ پس تم حصول علم میں کامیابی حاصل کرو اور جہالت سے ہمیشہ بچتے رہو کیونکہ اہلِ علم حیات اَبدی پاتے ہیں اور جاہل عوام بحالت زندگی بھی مردہ ہیں۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ حکمت (یعنی تَفَقُّه فِي الدِّيْنِ) اہل شرف کے شرف کو بڑھاتی ہے غلام کا درجہ بلند کرتی ہے اور اسے شاہوں کی مجلسوں میں بٹھا دیتی ہے۔(12) اور یہ بھی ایک مشہور مقولہ ہے: لَوْلَا الْعُلَمَاءُ لَهَلَكَ الْأُمَرَاءُ (13) اگر علماء نہ ہوتے تو امراء ہلاک ہوجاتے۔ مطلب یہ کہ امراء جب اپنی انانیت، امارت اور حکومت کے زعم میں اللہ و رسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم) کی نافرمانی اور خواہش نفس کی پیروی میں کفر وضلالت کا راستہ اختیار کرتے ہیں اس وقت علماء حق ہی انہیں اس سے روکتے ہیں اور عذاب آخرت سے انہیں بچاتے ہیں۔

❁❁❁❁❁

---

(10) الدرالمختار، المقدمة، ج۱، ص۱۰۳۔

(11) الدرالمختار، المقدمة، ج۱، ص۱۰۵۔

(12) احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب الاول فی فضل العلم... الخ، ج۱، ص۲۰۔

وحلیۃ الاولیاء، الحدیث: ۸۲۳۵، ج۶، ص۱۸۵۔

(13) الدرالمختار، المقدمة، ج۱، ص۱۰۶۔

شرعی اور فقہی اعتبار سے علم کی اقسام

شرعی نقطہ نگاہ سے حصول علم کی کئی قسمیں ہیں۔ پہلی قسم تو وہ علم ہے جس کا حاصل کرنا شریعت میں ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض عین ہے جیسے عقائد اسلام کا علم کہ اگر وہ اسلام کے ضروری عقائد کو نہ جانے گا جو کہ اسلام کی بنیاد ہیں تو وہ کس طرح اسلام پر قائم رہے گا اور جیسے نماز، روزہ، زکوۃ اور حج جو اسلام کے پانچ ارکان سے ہیں ان پر عمل کرنے کے لئے ان کے فرائض وواجبات اور ضروری مسائل کا علم، یہ علم کہ شریعت میں حلال کیا ہے اور اس چیز کا علم کہ کن کن چیزوں سے دین ختم اور برباد ہوجاتا ہے تاکہ ایسی چیزوں سے بچے اور دور رہے اور فرائض و واجبات کی ادائیگی صحیح طریقہ سے انجام دے اور متشابہات میں مبتلا نہ ہو جیسا کہ تبیین میں ہے کہ بلاشک وشبہ اسلام کے بنیادی ارکان خمسہ کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے اور علم الاخلاص کا حاصل کرنا بھی کیونکہ عمل کے صحت وثواب کا دارومدار اسی پر ہے اسی طرح حلال وحرام اور ریاء وسمعہ کا علم بھی کیونکہ اگر عمل میں ریاء شامل ہوجائے تو ہر عبادت بے روح اور عابد ثواب سے محروم ہوجاتا ہے اور عجب (1) وغرور اور حسد کا علم حاصل کرنا بھی فرض عین کیونکہ یہ چیزیں بھی اعمال کو سوخت اور ضائع کردیتی ہیں اور بیع وشرا کا علم، (2) نکاح وطلاق اور دیگر معاملات کا علم ان لوگوں کو حاصل کرنا ضروری ہے جو ان معاملات سے متعلق ہوں اور محرمات الفاظ کا علم اور کفریہ کلمات کا علم بھی حاصل کرنا ضروری ہے۔ فرماتے ہیں: بخدا یہ اہم ترین چیز ہے اس زمانے میں محرمات الفاظ اور مُکَفِّر کلمات کا علم حاصل کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ اب عوام بلا خوف و بلا جھجک ایسے الفاظ اور ایسے جملے بے تکلف بول دیتے ہیں جو انہیں دائرہ اسلام سے خارج کردیتے ہیں اور وہ اپنی غفلت، لاعلمی اور بے توجہی سے ان کی خطرناکی کو نہیں سمجھتے اور اپنا ایمان ضائع کر بیٹھتے ہیں اس لئے احتیاط کا تقاضا ہے کہ وہ روزانہ ہی اپنے ایمان کی تجدید کرلیا کریں کہ کہیں لاعلمی میں کوئی کفری کلمہ یا کفری عمل کا صدور تو نہیں ہوگیا۔ (3)

❁❁❁❁❁

(1) خود پسندی۔

(2) یعنی خرید وفروخت کا علم۔

(3) ردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: فی فرض الکفایۃ وفرض العین، ج ۱، ص ۱۰۷۔۱۰۸۔

دوسری قسم

علم کی وہ ہے جس کا حاصل کرنا شریعت میں فرض کفایہ ہے یعنی جس کا حاصل کرنا اور بجالانا ضروری تو ہو مگر ہر فرد پر نہیں یعنی یہ ضروری نہیں کہ ہر آدمی کرے بلکہ اگر کچھ لوگ بھی اسے کرلیں گے تو مقصود حاصل اور فرض کی ادائیگی ہوجائے گی، باقی لوگ گنہگار اور تارک فرض نہ ہوں گے۔ تبیین میں فرض کفایہ کی یہ تشریح کی گئی ہے کہ فرض کفایہ وہ علم ہے کہ انسانی معاشرت اور امور دنیا کو قائم رکھنے میں اس سے استغناوصرف نظر نہ کیا جاسکے جیسے علم طب، علم لغت، علم قراءت، اسناد احادیث کا علم، وصایا وراثت کی تقسیم، کتابت، معانی و بدیع و بیان، معرفت، ناسخ ومنسوخ اور علم عام، خاص، نص اور ظاہر کا، یہ علوم تفسیر وحدیث کے لئے ضروری ہیں۔ ایسے ہی علم الاثار والاخبار، علم اسماء الرجال، (1) علم اسماء صحابہ ان کے فضائل اور ان کے عدالت فی الروایۃ، ان کی عمریں اور علوم صنعت وحرفت، فلاحت وکاشت وغیرہا یہ تمام علوم فرض کفایہ میں داخل ہیں۔ (2)

❁❁❁❁❁

---

(1) احادیث کے راویوں کے بارے میں جاننے کا علم۔

(2) ردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: فی فرض الکفایۃ وفرض العین، ص ۱۰۸۔

تیسری قسم

علم کی وہ ہے جس کا حاصل کرنا شرعاً مندوب و مستحسن ہے اور وہ ہے فقہ میں تبحر و مہارت پیدا کرنا اور اس پر عبور حاصل کرنا، اور علم القلب میں مہارت پیدا کرنا۔ تبحر فی الفقہ کا مطلب یہ ہے کہ فقہ میں اس کی معلومات زیادہ سے زیادہ ہوں اور اس کی گہرائیوں اور باریکیوں پر نظر رکھتا ہو اور اس سے متعلق دیگر علوم شرعیہ میں بھی اسے مہارت تامہ اور ملکہ حاصل ہو۔ علم القلب سے مراد علم الاخلاق ہے اور علم الاخلاق کا مطلب ہے کہ انواع فضائل اخلاق کون کون سی ہیں اور ان فضائل کو حاصل کرنے کے کیا طریقے ہیں اور رذائل اخلاق کی قسمیں کیا کیا ہیں اور ان سے بچنے اور محفوظ رہنے کے راستے کون کون سے ہیں۔ (1)

❁❁❁❁❁

(1) الدر المختار ورد المحتار، المقدمۃ، مطلب: فرض العین افضل من فرض الکفایۃ، ج۱، ص۱۰۸.

چوتھی قسم

علم کی وہ ہے جو حرام ہے جیسے فلسفہ کا وہ حصہ جس میں عالَم کے قدیم ہونے، خدا کا انکار کرنے، آسمانوں کے وجود کا انکار کرنے اور دیگر کفریات ومحرمات کی تعلیم دی جاتی ہو لیکن اگر کوئی شخص اپنے اسلام کی پختگی کے ساتھ ان کا رد کرنے کے لئے اور لوگوں کو اس علم کی گمراہی سے بچانے کے لئے اس کا علم حاصل کرے تو یہ جائز ہے۔ شعبدہ بازی، سحر، کہانت اور منطق کے علم کا وہ حصہ جس سے ضلالت وگمراہی پیدا ہوان سب کا حاصل کرنا حرام ہے اسی طرح علم تنجیم (یعنی علم نجوم) بھی ہے کہ اگر اس علم سے مقصود یہ ہو کہ اس کے ذریعہ سے ماہ وسال، اوقات صلوٰۃ وسمتوں اور موسموں کی اقسام کا حال معلوم کیا جائے اور زکوۃ وحج کے اوقات کو جانا جائے تو مضائقہ نہیں یہ جائز ہے اور اگر علم تنجیم سے مقصود یہ ہو کہ اس کے ذریعہ سے آنے والے حوادث کو معلوم کیا جائے اور غیبی امور بتانے کے لئے استعمال کیا جائے اور ستاروں کی گردش کے دنیا پر اثرات ظاہر کرنے کے لئے حاصل کیا جائے تو حرام ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نجوم کا اتنا علم حاصل کرو جس سے تم اپنے بحری و بری سفر میں راستوں کی شناخت کرسکو اس سے زیادہ نہیں۔ علم نجوم اگرچہ آسمانی علم ہے جو سیّدنا حضرت ادریس علیہ السلام کو دیا گیا تھا اور وہ ان کا معجزہ تھا اس میں ظن وتخمین (یعنی گمان واندازہ) یا حسابیات کو دخل نہ تھا وہ ایک روحانی قوت تھی جو منجانب اللہ عطا کی گئی تھی وہ علم باقی نہیں رہا بعد میں لوگوں نے ظن وتخمین اور حسابیات سے کام لینا شروع کردیا اور ستاروں کے اثرات کو موثر بالذات مان لیا جو اسلام کے قطعاً منافی ہے۔(1)

علم رمل (2) بھی انہیں علوم میں شامل ہے جن کا حاصل کرنا حرام ہے علامہ ابن حجر اپنے فتاویٰ میں بیان فرماتے ہیں کہ اس علم کا سیکھنا سخت حرام ہے کیونکہ اس علم سے عوام کے دماغوں میں یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ اس علم کا جاننے والا اللہ عالم الغیب کا شریک ہے۔(3)

علم سحر، علم کہانت، علم الحروف اور علم الموسیقی وغیرہ بھی علوم محرمات میں داخل ہیں اور علم طبیعی کا وہ حصہ حرام علم میں داخل ہے جو فلاسفہ کے باطل نظریات کے مطابق ہو جو اسلامی اعتقادات کو فاسد کرتے ہوں۔ جیسے عالَم کے قدیم ہونے

---

(1) الدر المختار ورد المحتار، المقدمۃ، ج۱، ص۱۰۹۔۱۱۰۔

(2) ایک علم جس میں ہندسوں اور خطوط وغیرہ کے ذریعہ سے غیب کی بات دریافت کرتے ہیں۔

(3) الفتاوی الحدیثیۃ، مطلب: ماحکم علم الرمل، ص۱۶۰۔

کا اعتقاد کہ یہ سراسر باطل اور کفر ہے۔ (4)

❁❁❁❁❁

پانچویں قسم

علم کی وہ ہے جو مکروہ ہے جیسے شعراء مولدین کے وہ عشقیہ اشعار جن میں عورتوں اور نوخیز نوجوانوں کے حسن، ناز و ادا، ان کے ہجر و وصال اور شراب و کباب کی باتیں ہوں یا لغوگوئی اور کذب بیانی ہو یا ان میں مسلمان کی ہجو کی گئی ہو جیسا کہ صاحب فتح القدیر علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا، ایسے ہی اشعار کے لئے حدیث پاک میں ہے: لان یَّمْتَلِیءَ جَوْفُ أَحَدِکُمْ قَیْحًا خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ أَنْ یَّمْتَلِیءَ شِعْرًا یعنی تمہارے پیٹ میں قے بھری ہو وہ بہتر ہے اس سے کہ شعر بھرے ہوں۔

عربی شعراء بلغا اور خطباء کے عربی ادب میں چھ طبقات بیان کیے گئے ہیں:

(۱) اَلْجَاهِلِيَّةُ الاولیٰ (۲) اَلْمُخَضْرَمُوْنَ (۳) اَلْإِسْلَامِيُّوْنَ (۴) اَلْمُوَلَّدُوْن (۵) اَلْمُحْدَثُوْنَ اور (۶) اَلْمُتَأَخِّرُوْنَ

ان میں سے پہلے تین طبقات کے بارے میں فقہائے اسلام فرماتے ہیں کہ ان تین طبقات کا کلام چونکہ عربی ادب میں سند کی حیثیت رکھتا ہے اور فصاحت و بلاغت اور جزالیت (1) میں اس کا وہ مقام ہے کہ قواعد زبان عربی انہیں کے کلام سے مرتب کیے گئے اور قواعد عربیہ پر ہی قرآن کریم اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو سمجھنے کا دارو مدار ہے اس لئے ان تینوں طبقات کے اشعار کی روایت اور ان کے ادب ولغت کی معرفت فرض کفایہ کا درجہ رکھتی ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں۔ کلام جاہلیت کے معانی و مفاہیم اور مطالب ناپسندیدہ لغو اور خلاف شریعت اگر ہوں بھی تاہم الفاظ و تراکیب میں لسانی اعتبار سے کوئی غلطی نہیں ہے اہلِ زبان کے نزدیک وہ نہایت فصیح وبلیغ اور مستند ہیں۔ (2)

❁❁❁❁❁

(1) فصاحت، روانی۔

(2) الدرالمختار وردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: فی الکلام علی إنشاد الشعر، ج۱، ص۱۱۴۔۱۱۶.

وفتح القدیر، کتاب الشھادات، باب من تقبل شھادتہ ومن لاتقبل، ج۶، ص۴۸۲.

وصحیح البخاری، کتاب الادب، باب ما یکرہ أن یکون الغالب علی الانسان... إلخ، الحدیث ۶۱۵۴، ج۴، ص۱۴۲.

چھٹی قسم

علم کی وہ ہے جس کا حاصل کرنا مباح ہے جیسے شعراء کے وہ اشعار جن میں نہ کسی مسلمان کی ہجو ہو نہ اس کی عزت و آبرو پر حملہ ہو نہ اس کا استخفاف یا تذلیل ہو اور وہ تمام علوم جن کے حصول میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو مباح علم کے زمرے میں آتے ہیں۔(1)

بہر حال ان تمام علوم کی شرعی حیثیت ہمیں علم فقہ سے معلوم ہوئی اور یہ صرف علم فقہ ہے جس کے ذریعہ سے ہم کسی بھی علم کے جائز یا ناجائز ہونے کو معلوم کر سکتے ہیں اور یہ ہمارے فقہاء کرام ہیں جنہوں نے شریعت اسلامیہ کی روشنی میں افعالِ مکلفین کے ہر ہر فعل کے جواز یا عدم جواز کو بیان فرما دیا ہے۔

ان کی فقہی خدمات نے یہ ثابت کر دیا کہ اسلام ایک ہمہ گیر اور جامع نظام زندگی ہے جو انسانی حیات کے ہر پہلو کی اصلاح کرتا ہے اور قرآن پاک کا یہ فرمان: (وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۹﴾) (2) یعنی قرآن کریم میں ہر شے کا بیان ہے ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی صداقت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ یہ ہے فقہ کی عظمت و فضیلت الاشباہ والنظائر میں ہے کہ فقہ حدیث کا ثمرہ ہے اور فقیہ کا اجر و ثواب محدث سے کم نہیں ہے۔(3) بلکہ در حقیقت فقیہ قرآن، حدیث تفسیر اور فقہ کا جامع ہوتا ہے۔

اشباہ میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انبیاء کرام کے علاوہ کوئی دوسرا انسان یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ جب اس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمائے تو اسے کیا اور کتنا ثواب دے گا اور اللہ اسے کیا کیا صفات حمیدہ عطا فرمائے گا کیونکہ ارادہ الٰہی مغیبات میں سے ہے مگر فقہائے کرام اس ارادہ کو جانتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین میں فقیہ بنا دیتا ہے۔(4)

شارح مسلم شریف امام نووی فرماتے ہیں حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ صحابہ

---

(1) الدر المختار ورد المحتار، المقدمۃ، مطلب: فی الکلام علی إنشاد الشعر، ج۱، ص۱۱۲۔

(2) ترجمہ کنزالایمان: اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔ (پ۷، الانعام: ۵۹)

(3) الاشباہ والنظائر، الفن الثالث: الجمع والفرق، ص۳۳۰۔

(4) الاشباہ والنظائر، الفن الثالث: الجمع والفرق، ص۳۳۷۔

وصحیح البخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ... إلخ، الحدیث: ۷۱، ج۱، ص۴۲۔

کرام رضی اللہ عنہ کا تمام علم ان چھ حضرات میں تھا سیدنا حضرت علی، سیدنا حضرت عمر، سیدنا حضرت ابی بن کعب، سیدنا حضرت ابودرداء، حضرت زید اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم (5)

علماء محققین فرماتے ہیں، فقہ کی کاشت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمائی، حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے اس کی آبیاری کی۔ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کھیتی کو کاٹا، حضرت حماد علیہ الرحمۃ نے اس کا دانہ جدا کیا، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو باریک پیسا، حضرت امام ابویوسف نے اس کا آٹا گوندھا اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی روٹیاں پکائیں اب تمام اُمت ان روٹیوں سے شکم سیر ہورہی ہے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عظمت اور جلالت علم ان کی تصانیف سے ظاہر ہے جیسے جامع صغیر، جامع کبیر، مبسوط، زیادات اور النوادر وغیرہ۔

ایک روایت کے مطابق فقہ میں امام محمد علیہ الرحمۃ کی تصنیفات کی تعداد نوسو ۹۹۹ ننانوے ہے آپ کے ہی تلامذہ میں سے امام شافعی علیہ الرحمہ ہیں۔ آپ نے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیوہ ماں سے عقد کرلیا تھا اور امام شافعی علیہ الرحمہ ہی کو اپنا تمام مال اور کتب خانہ دے دیا تھا۔ امام شافعی کے فقیہ ومجتہد ہونے کا سب سے بڑا اور حقیقی سبب یہی ہے خود امام شافعی فرماتے ہیں کہ جو شخص علم فقہ حاصل کرنا چاہے اسے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ و اصحاب (رحمہم اللہ تعالیٰ) کا دامن تھام لینا چاہیے کیونکہ حقائق ان پر منکشف کردیئے گئے ہیں اور معانی، مفاہیم تک رسائی ان کے لئے سہل بنادی گئی ہے پھر فرمایا واللہ میں ہرگز فقیہ نہ ہوتا اگر میں محمد بن الحسن شیبانی کا دامن نہ تھام لیتا اور ان کی کتابیں میرے پاس نہ ہوتیں۔

حضرت اسمٰعیل بن ابی رجاء فرماتے ہیں: میں نے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواب میں دیکھا میں نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی اور فرمایا اگر میں تجھے عذاب دینے کا ارادہ رکھتا تو یہ علم تجھے نہ دیتا۔ حضرت اسماعیل نے دوسرا سوال کیا کہ ابویوسف (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہاں ہیں جواب میں فرمایا ہم سے دودرجہ اوپر، پھر میں نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں سوال کیا فرمایا: وہ تو بہت ہی بلند اعلیٰ علیین میں ہیں۔

صاحب درمختار علامہ علاؤ الدین الحصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا اعلیٰ علیین میں ہونا قطعاً تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ آپ اس درجہ عابد و زاہد، متقی اور صاحب ورع تھے کہ چالیس سال تک آپ نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی اور آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اپنے رب (عزوجل) کا

---

(5) ردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول... الخ، ج۱، ص۱۲۱۔

سو بار خواب میں دیدار فرمایا، آپ نے اپنے آخری بار حج میں حَجَبَۃُ الْکَعْبَہ (محافظین کعبہ) سے کعبہ کے اندر داخل ہو کر اندرون عمارت کعبہ نماز ادا کرنے کی اجازت چاہی آپ اندر داخل ہوئے اور دوستونوں کے درمیان عالمِ شوق میں صرف داہنے پیر پر کھڑے ہو کر بایاں پیر سیدھے پیر کے اوپر رکھ لیا یہاں تک کہ اسی حالت میں قرآن پاک نصف پڑھ لیا پھر رکوع وسجدہ کیا دوسری رکعت میں بائیں پیر پر کھڑے ہو کر داہنا پیر اٹھا کر بائیں پیر پر رکھا اور نصف آخر قرآن پاک ختم فرمایا، جب سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوئے تو بے ساختہ روتے ہوئے اپنے رب (عزوجل) سے مناجات کی اور عرض کیا: اے میرے معبود! اس کمزور وضعیف بندے نے تیرا کچھ بھی حق عبادت ادا نہیں کیا لیکن تیری معرفت حاصل کرنے میں حق معرفت ادا کیا پس تو اس کے حقِ عبادت کی ادائیگی میں نقصان کو اس کے کمال معرفت کے بدلے بخش دے۔ اس وقت خانہ کعبہ کے ایک گوشہ سے یہ غیبی آواز آئی: اے ابوحنیفہ! بے شک تو نے حقِ معرفت ادا کیا اور ہماری عبادت کی اور بہترین عبادت کی یقیناً ہم نے تیری مغفرت فرمادی اور اس کی بھی جس نے تیری اتباع کی اور جس نے تیرا مسلک اختیار کیا یہاں تک کہ قیامت آجائے۔ حضرت امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے کسی نے سوال کیا کہ آپ اس بلند مقام پر کیسے پہنچے آپ (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچانے میں کبھی بخل نہیں کیا اور جو مجھے نہیں آتا تھا اس میں دوسروں سے استفادہ کرنے سے میں کبھی نہیں رکا۔ (6)

امام ابو یوسف (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی روایت یہ ہے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ نے علم کا یہ درجہ کس طرح حاصل کیا۔ آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا کہ میں نے علم حاصل کرنے میں سخت محنت کی اور بیش از بیش شکر الٰہی ادا کیا کہ جب بھی مجھے کسی چیز کی فہم ملی اور علم وحکمت حاصل ہوا تو میں نے الحمد للہ کہا تو اللہ تعالیٰ میرا علم زیادہ فرماتا رہا۔ (7)

مسافر بن کرام یا بقول امام شامی مسعر بن کدام کہتے ہیں جس نے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو اپنے اور اللہ (عزوجل) کے درمیان میں لے لیا مجھے اُمید ہے کہ پھر اسے کوئی خوف نہ رہے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے مجھ پر فخر فرمایا اور میں اپنی اُمت میں سے ایک شخص پر فخر کروں گا جس کا نام نعمان اور اس کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ ایک دوسری روایت یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام مجھ پر فخر کریں گے اور میں ابوحنیفہ پر فخر کروں گا جو اس سے محبت کریگا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا (تقدمۃ شرح مقدمہ ابی اللیث) علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ یہ موضوع حدیث ہے۔

---

(6) الدر المختار، المقدمۃ، ج۱،ص ۱۲۰۔۱۲۷۔

(7) ردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول... الخ، ج۱،ص ۱۲۷

لیکن اَلضِّیَاءُ الْمَعْنَوِی میں ابن جوزی کے اس قول کو تعصب پر محمول کیا ہے کیونکہ یہ حدیث متعدد اور مختلف طریقہ پر روایت کی گئی ہے۔(8)

علامہ ابن حجر مکی شافعی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب اَلْخَیْرَاتُ الْحِسَان فِیْ تَرْجَمَۃِ أَبِیْ حَنِیْفَۃَ النُّعْمَان میں فرمایا: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات، کرامات اور اخلاق وسیرت جو اس کتاب میں بیان کئے گئے ہیں جو شخص بھی ان کا مطالعہ کرے گا وہ جان لے گا کہ آپ کی عظیم بلند شخصیت اس امر سے بے نیاز ہے کہ آپ کے فضائل میں موضوع احادیث کا سہارا لے۔ نیز فرمایا کہ جو چیز آپ کی عظمت شان اور علو مرتبت کے لئے استدلال کا کام دیتی ہے وہ یہ حدیث ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ۱۵۰ھ میں زینت دنیا اٹھائی جائے گی۔ شمس الائمہ کردری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی ذات پر محمول ہے کیونکہ آپ کا وصال ۱۵۰ھ میں ہوا۔(9)

علامہ ابن حجر مکی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں کہ اور احادیث صحیحہ بھی آپ کی شان میں وارد ہیں جو آپ کی فضیلت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ بخاری ومسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، اور شیرازی وطبرانی قیس بن سعد بن عبادہ سے ان الفاظ میں روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر علم ثریا کے پاس معلق ہوتا تو بھی ابنائے فارس اسے حاصل کر لیتے۔(10) اور طبرانی کے لفظ بروایت قیس یہ ہیں کہ عرب اسے نہ پائیں گے ابنائے فارس ضرور حاصل کرلیں گے۔(11) روایت مسلم ابوہریرہ سے ہے: اگر ایمان ثریا کے پاس ہوتا تو بھی ابنائے فارس جاتے حتی کہ اسے حاصل کر لیتے۔(12) اور روایت شیخین میں(13) حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ

---

(8) الدرالمختار، المقدمۃ، ج۱، ص۱۲۷۔۱۲۹۔

(9) مسند أبی یعلی، مسند عبدالرحمن بن عوف، الحدیث: ۸۴۸، ج۱، ص۳۵۲۔

والخیرات الحسان فی مناقب الامام الأعظم أبی حنیفۃ النعمان، المقدمۃ الثالثۃ، ص۲۵۔

(10) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم، باب فضل فارس، الحدیث: ۲۳۰۔(۲۵۴۶)، ص۱۳۷۸۔

وکنز العمال، کتاب الفضائل، القبائل وذکرھم، الحدیث: ۳۴۱۲۶، ج۱۲، ص۴۲۔

(11) المعجم الکبیر، ما أسند قیس بن سعد، الحدیث: ۹۰۰، ج۱۸، ص۳۵۳۔

وکنز العمال، کتاب الفضائل، القبائل وذکرھم، الحدیث: ۳۴۱۲۴، ج۱۲، ص۴۲۔

(12) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم، باب فضل فارس، الحدیث: ۲۳۰، ۲۳۱۔(۲۵۴۶)، ص۱۳۷۸۔

(13) یعنی بخاری ومسلم میں۔

عنہ) سے ہے: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر دین ثریا پر معلق ہوتا تو بھی فارس کا ایک شخص اس کو حاصل کر لیتا۔(14) اور فارس سے مراد اس کے مشہور شہر نہیں ہیں بلکہ عجمی قوم مراد ہے اور وہ فارس کے لوگ ہیں کیونکہ دیلمی کی روایت ہے، خَیْرُ الْعَجَمِ فَارِسُ (15) اور امام ابوحنیفہ کے دادا فارس ہی سے تھے، اکثر علماء کی یہی تحقیق ہے(16)

علامہ حافظ سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یہ حدیث جس کی امام بخاری نے روایت کی ہے اصل ہے صحیح ہے اس پر اعتماد کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ یہ اشارہ حضرت امام ابوحنیفہ (علیہ الرحمۃ) کی طرف ہے اور حاشیہ شُبْرُ امَلِّسِیْ عَلَی الْمَوَاهِبِ میں علامہ شامی جو کہ حافظ سیوطی کے تلمیذ ہیں، فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ کا یہ جزم کہ اس حدیث سے اماما بوحنیفہ (علیہ الرحمۃ) مراد ہیں یہ وہ جزم ویقین ہے کہ جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ ابنائے فارس میں آج تک کوئی فرد بھی علم کی اس بلندی اور مقام پر نہیں پہنچا جس پر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔(17) علامہ جرجانی امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کے فضائل ومناقب میں بحوالہ سند حضرت سہل بن عبداللہ التستری (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ ؤالہ وسلّم نے فرمایا: اگر امت موسٰی اور عیسٰی میں امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) جیسے ہوتے تو ان کی اُمت یہود اور نصاری نہ بن سکتی۔(18) یعنی اُن کی امت میں اس طرح کے عقائد ضالہ باطلہ داخل نہ ہوسکتے اگر ان امتوں میں امام اعظم ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) جیسا روشن دماغ، صاحبِ فہم و اِدراک، صاحبِ عقل وبصیرت، علومِ دینیہ کا ماہر و کامل، صاحبِ صدق وصفا اور عارف بالحق ہوتا تو وہ ان کے عقائد باطلہ اور نظریات فاسدہ ضالہ کا رد کرتا اور ان امتوں کو ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے روک دیتا۔(19)

امام الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کے فضائل ومناقب اور کمالات احاطہ شمار سے زیادہ ہیں سبط ابن جوزی نے دو بڑی جلدوں میں ان مناقب کو بیان کیا ہے اور ان کا نام اَلْاِنْتِصَار لِاِمَامِ اَئِمَّةِ الْاَمْصَار

---

(14) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم، باب فضل فارس، الحدیث: ۲۳۰۔ (۲۵۴۶)، ص ۱۳۷۸.

وکشف الخفاء، حرف الواو، الحدیث: ۲۲۹ ۶، ج ۲، ص ۳۱۳.

(15) فردوس الاخبار، الحدیث ۲۷۱۴، ج ۱، ص ۳۶۶.

(16) الخیرات الحسان، فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان، المقدمۃ الثالثۃ، ص ۲۳۔ ۲۴.

(17) ردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول... إلخ، ج ۱، ص ۱۳۰.

(18) الدرالمختار، المقدمۃ، ج ۱، ص ۱۳۱.

(19) ردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول... إلخ، ج ۱، ص ۱۳۱.

رکھا۔(20) جن علماء عظام نے آپ کے فضائل ومناقب میں تصنیفات کیں اور آپ پر حاسدوں کی طرف سے کئے جانے والے (اعتراضات کے) جوابات دیئے ان میں علامہ سیوطی علیہ الرحمہ ہیں۔انہوں نے تَبْیِیْضُ الصَّحِیْفَة تصنیف کی اور علامہ ابن حجر المکی الشافعی نے جو کتاب لکھی اس کا نام خَیْرَاتُ الْحِسَان رکھا جس کا ذکر کچھ ہی پہلے کیا جاچکا ہے۔اسی موضوع پر علامہ یوسف ابن عبدالہادی کی کتاب تَنْوِیْرُ الصَّحِیْفَة ہے اس میں علامہ یوسف بن عبدالہادی نے ابن عبدالبر کا یہ قول بیان کیا: حضرت امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی شان میں کوئی برالفظ ہرگز نہ کہا جائے اور نہ کسی ایسے شخص کی تصدیق یا موافقت کی جائے جو آپ کی شان میں بدگوئی کرے بخدا میں نے آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے زیادہ افضل، متورّع اور آپ سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں پایا۔آگے چل کر مزید فرمایا کہ کوئی شخص خطیب کے کلام سے جو انہوں نے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے خلاف لکھا ہے، دھوکہ نہ کھائے کیونکہ خطیب تو بہت سے علماء کے خلاف شدید عصبیت کا شکار ہیں، نہ ان کی عصبیت سے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) محفوظ رہے، نہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نہ ان کے اصحاب، انہوں نے سب ہی پر بھرپور حملے اور تنقیدیں کی ہیں۔خطیب کی ان تحریروں اور تنقیدوں کے جوابات بھی لکھے گئے اور اَلسَّهْمُ الْمُصِیْبُ فِیْ کَبِدِ الْخَطِیْب نام کا رسالہ خطیب بغدادی کے جواب ہی میں ہے۔رہا معاملہ ابن الجوزی کا، انہوں نے حضرت امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) پر طعن وتنقید میں جو کچھ کہا وہ خطیب بغدادی کی آواز بازگشت ہے خود ابن الجوزی کے پوتے نے اپنی کتاب مِرْآةُ الزَّمَان میں اپنے دادا کے کلام پر حیرت کا اظہار کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ علامہ خطیب بغداد ی اگر طعن کرتے ہیں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ انہوں نے بہت سے علماء پر طعن کیا ہے، (گویا یہ ان کی عادت ہے) تعجب تو اپنے جد محترم ابن الجوزی پر ہے کہ انہوں نے خطیب کا اسلوب وطریقہ کیوں اختیار کیا اور اتنی بڑی بات کہی۔سبط ابن الجوزی فرماتے ہیں۔امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے تعصب رکھنے والوں میں دارقطنی اور ابو نعیم (صاحب الدلائل) بھی ہیں کیونکہ انہوں نے کتاب حلیہ میں ان علماء کا ذکر کیا جو حضرت امام اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے علم وفضل اور زہد وتقویٰ میں کمتر ہیں لیکن امام اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ذکر نہیں کیا۔(21)

علامہ تاج السبکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: جن لوگوں کی یہ خواہش ہے کہ انہیں رشد وہدایت حاصل ہوجائے انہیں چاہے کہ وہ تمام ائمہ سابقین کے ساتھ ادب واحترام کا طریقہ اپنائیں اور ان کے باہمی مکالمات کی طرف توجہ نہ دیں مگر جب کہ ان ائمہ میں سے کسی کا کلام کسی واضح اور مضبوط دلیل کا حامل ہو۔پھر بھی اگر تم ان اقوال میں کوئی بہتر تاویل

---

(20) الدر المختار، المقدمۃ، ج۱، ص۱۳۱، ۱۳۲۔

(21) ردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول...الخ، ج۱، ص۱۳۲، ۱۳۳۔

اور حسنِ ظن قائم کرسکتے ہو تو اسی پر محمول کرو بصورت دیگر اسے نظر انداز کردو (یعنی ان کی مذمت و تنقیص نہ کرو اور انہیں مطعون نہ کرو) ہرگز ہرگز تم ان مکالمات کی طرف کان نہ لگاؤ جو حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے درمیان وقوع پذیر ہوئے یا حضرت امام مالک اور حضرت ابن ابی الذئب (رحمہما اللہ تعالیٰ) کے درمیان ہوئے یا حضرت امام احمد بن صالح اور امام نسائی یا امام احمد اور حضرت حارث المحاسبی کے مابین ہوئے (رحمہم اللہ تعالیٰ)۔(22)

علامہ تاج السبکی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس کے بعد حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ پر تنقید کرنے والوں اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ پر ابن معین کے اعتراض و کلام کو ذکر کرکے فرمایا کہ ایسے ایسے ائمہ کرام اور اکابرین پر اعتراض کرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی نادان پہاڑ کے پتھروں سے اپنا سر ٹکرائے۔ ظاہر ہے کہ نقصان خود اس کے سر کا ہوگا پتھر کا کچھ نہ بگڑے گا۔

جیسا کہ حسن بن ہانی نے کہا ہے۔

یَانَاطِحَ الْجَبَلِ الْعَالِي لِيَكْلِمَهُ أَشْفِقْ عَلَى الرَّأْسِ لَا تُشْفِقْ عَلَى الْجَبَلِ (23)

ترجمہ: اے پہاڑ سے سر ٹکرانے والے تاکہ پہاڑ کو پھوڑ دے اپنا سر پھٹ جانے سے ڈر پہاڑ کی فکر نہ کر۔

ائمہ سلف نے اور علمائے متاخرین نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف میں اور آپ کے علم و فضل، فہم و فراست، عقل و درایت، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت اور احتیاط و خشیت الٰہی کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ ایک عظیم ذخیرہ ہے اسے اگر مرتب کیا جائے تو صدہا کتابیں مولف ہوجائیں۔ علامہ تاج السبکی نے اس کو بالتفصیل بیان فرمایا ہے حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے خلاف لکھا ہے یہ قطعاً غلط ہے اس کی تردید کے لیے یہ کافی ہے کہ حضرت امام غزالی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اپنی مشہور و مستند کتاب احیاء العلوم میں جہاں ائمہ اربعہ کے تراجم و حالات بیان فرمائے ہیں وہاں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ان کے الفاظ یہ ہیں: آپ نہایت درجہ عابد و زاہد اور عارف باللہ تھے، اللہ (عزوجل) سے ڈرنے والے اور اللہ (عزوجل) کی خوشنودی اور رضا چاہنے والے تھے۔(24)

---

(22) ردالمحتار، المرجع السابق، ص ۱۳۴۔

(23) المرجع السابق، ص ۱۳۴، ۱۳۵۔

(24) ردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول...الخ، ج ۱، ص ۱۳۵۔

و احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب الثانی فی العلم المحمود...الخ، القسم الثانی، ج ۱، ص ۴۴۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اگر بزرگانِ سلف باہم ایک دوسرے کے بارے میں کوئی کلام یا اعتراض کریں تو کوئی تعجب کی بات ہے، نہ قابلِ اعتراض اور قابلِ مواخذہ جیسا کہ ہمارے مقتدیٰ وذوالاحترام صحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) کے درمیان واقعات پیش آئے کیونکہ وہ سب ہی مجتہدین کے درجہ اور مقام میں تھے، اس لئے یہ فطری امر ہے کہ وہ اپنے مخالف قول پر گرفت کریں اور اسے ناپسند خیال فرمائیں خاص طور سے اس صورت میں جبکہ ان کے پاس دوسرے کے خطا پر ہونے کی دلیل بھی ہو اس سے ان کا حقیقی مقصد دین کی خیر خواہی اور دین کی مدد ہی ہوتا ہے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ لوگ اس زمانے میں بھی (چھوٹا منہ بڑی بات) سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے تلامذہ و اصحاب پر زبان طعن دراز کرنے سے باز نہیں آتے حالانکہ ان کے پاس علم ہے نہ عمل اور اپنے کھانے پینے، پہننے اوڑھنے اور معمولات زندگی میں امام اعظم علیہ الرحمۃ کی تقلید پر خواہی نہ خواہی مجبور بھی ہیں۔ ان لوگوں کی مثال اس مکھی کی سی ہے جو گھوڑے کی دم سے جنگ کرتی ہے وہ یہ نہیں دیکھتے کہ خود ان مخالفین کے اکابر اور ان کے امام مذہب نے سیدنا امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی جلالت علم، عظمت شان ان کی مدح وتوصیف اور ادب و احترام میں کیا فرمایا کس طرح ان کی صداقت وحقانیت کو تسلیم کیا ہے۔ محققین علماء کرام نے اپنی تالیفات میں آئمہ ثلثہ اور دیگر علماء کے وہ اقوال بیان کردیئے ہیں جو انہوں نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف وتوصیف میں کہے ہیں خاص طور سے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان بلند نشان میں اظہارِ عقیدت و محبت۔ بے شک نیک و کامل سے نیکی و کمال کا ہی ظہور ہوتا ہے اور ناقص و بداعمال سے نقص و بدی ہی کا ظہور ہوگا۔ معترض اور بدخواہ کے لئے یہی سزا کافی ہے کہ وہ اس کامل کے فیوض و برکات سے محروم ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر محرومی سے محفوظ رکھے۔ (25) آمین۔

٭ امام شافعی علیہ الرحمہ کا بارگاہِ امام ابوحنیفہ (علیہ الرحمہ) میں ادب و احترام کا یہ عالم تھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور آپ کی قبر پر حاضری دیتا ہوں اور جب مجھے کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت نماز نفل ادا کرتا ہوں اور ان کی قبر کے قریب آکر اس کے حل کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو میری حاجت جلد پوری ہوجاتی ہے۔ (26) اور ایک مستند روایت یہ ہے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے نماز فجر امام اعظم علیہ الرحمہ کی قبر کے نزدیک ادا کی تو اس میں قنوت نہیں کیا۔ جبکہ شوافع کے یہاں قنوت نماز فجر میں پڑھی جاتی ہے کسی نے آپ سے سوال کیا کہ حضور یہ کیا کیا، آپ نے فجر میں قنوت نہیں کیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ یہ

(25) ردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول... الخ، ج۱، ص۱۳۵۔

(26) ردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول... الخ، ج۱، ص۱۳۵۔

صاحب قبر کا ادب واحترام ہے۔(27)

حضرت سیدنا علی الخواص رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: آئمہ مجتہدین کے متبعین پر ضروری ولازم ہے کہ وہ ہر اس عالم کی تعظیم واحترام کریں جس کی مدح وتوصیف ان کے امام مذہب نے کی ہے تقلید واتباع اور اعتماد کا تقاضا تو یہی ہے۔(28)

علامہ سبط ابن الجوزی کے علاوہ بھی دیگر علمائے عظام نے حضرت امام اعظم (علیہ رحمۃ اللہ اکبر) کی ذاتِ مقدسہ کی توصیف وتکریم میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں جیسے امام طحاوی، الحافظ الذہبی اور علامہ کردری رحمہم اللہ تعالٰی اجمعین۔

حاصل کلام یہ ہے کہ سیدنا امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سید الکل، فخر الرسل، حضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم کے عظیم معجزات میں سے ایک معجزہ ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم نے آپ کے بارے میں پہلے ہی خبر دے دی تھی جیسا کہ ہم نے ان احادیث میں بیان کردیا ہے جو اس سے قبل تحریر کی ہیں۔(29) جس طرح علمائے محدثین کے نزدیک یہ حدیث:

لا تَسُبُّوا قُرَيْشًا فَإِنَّ عَالِمَهَا يَمْلَأُ الْاَرْضَ عِلْماً(30)

قریش کو برا نہ کہو کیونکہ ان میں کا ایک عالم زمین کو علم سے بھر دے گا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ پر محمول کی جاتی ہے اور ایک اور حدیث حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر محمول کی جاتی ہے۔ جس میں فرمایا گیا:

يُوشِكُ أَنْ يَضْرِبَ النَّاسُ أَكْبَادَ الْإِبِلِ يَطْلُبُوْنَ الْعِلْمَ فَلَا يَجِدُوْنَ أَحَداً أَعْلَمَ مِنْ عَالِمِ الْمَدِيْنَةِ(31)

یعنی عنقریب لوگ طلبِ علم کے لئے لمبے لمبے سفر کریں گے لیکن وہ مدینہ منورہ کے عالم کے مقابلہ میں زیادہ علم والا کہیں اور نہ پائیں گے۔

علماء فرماتے ہیں کہ پہلی حدیث کا اشارہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کی طرف اور دوسری حدیث کا اشارہ امام مالک علیہ

---

(27) ردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول...الخ، ج۱، ص۱۳۵۔

(28) المرجع السابق، ص۱۳۶۔

(29) الدرالمختار وردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول...الخ، ج۱، ص۱۳۶۔

(30) حلیۃ الاولیاء، الحدیث: ۱۳۱۵۴، ج۹، ص۷۳۔

(31) جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی عالم المدینۃ، الحدیث ۲۶۸۹، ج۴، ص۳۱۱۔

الرحمہ کی طرف ہے لیکن اس میں احتمال غیر بھی ہے مگر وہ حدیثیں جو سیدنا امام الائمہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کی گئی ہیں ان میں مراد حضرت امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہیں۔ان میں احتمال غیر نہیں ہے کیونکہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے بلاشک وشبہ بہت بلند اور افضل ہیں کیونکہ وہ صحابی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں لیکن یہ بھی مسلّمات میں سے ہے کہ ان کا مقامِ علم، اجتہاد، نشرِ دین اور تدوینِ احکامِ شرعیہ میں امام اعظم جیسا نہیں اور یہ اللہ (عزوجل) کا فضل ہے کہ وہ مفضول کو وہ مقام عطا فرمادے جو افضل کو نہ ملے۔(32)

آپ کے مناقب وفضائل کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کا مسلک و مذہب اس درجہ شائع و ذائع ہے کہ دنیا کے تمام ممالک، بلاد و اَمصار میں پھیلا ہوا ہے بعض ممالک اور علاقے ایسے ہیں جہاں آپ کے مسلک کو ماننے والے بھاری اکثریت میں ہیں اور دیگر ائمہ ثلاثہ کے متبعین کی تعداد اقل قلیل ہے نیز علمائے احناف کی کثرت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ علاقہ ماوراء النہر اور سمرقند میں ایک ایسا قبرستان تھا جس میں فقہ حنفی کے ماہر علماء جن میں سے ہر ایک کا نام محمد تھا چار سو کی تعداد میں دفن ہوئے اس قبرستان کا نام ہی تُرْبَۃُ الْمُحَمَّدِین تھا اسی لئے جب صاحب ہدایہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی کا وصال ہوا تو وہاں کے لوگوں نے انہیں تُرْبَۃُ الْمُحَمَّدِین میں دفن نہیں ہونے دیا کیونکہ آپ کا نام محمد نہیں تھا حالانکہ آپ اپنے وقت کے جلیل القدر اور ماہر و کامل عالم تھے، مجبوراً آپ کو اسی قبرستان کے قریب دوسری جگہ دفن کیا گیا۔ایک روایت یہ ہے کہ جن علماء نے امام اعظم علیہ الرحمہ کے مسلک و مذہب کو نقل کیا اور پھیلایا ان کی تعداد چار ہزار ہے پھر ان میں سے ہر ایک کے تلامذہ اور روایت کرنے والے ان کی تعداد بھی اس قدر ہے اس سے بھی فقہ حنفی کی عظمت ومقبولیت اور اس کے علماء کی کثرت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔(33)

علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ کچھ ائمہ کرام نے فرمایا کہ اسلام کے مشہور ترین ائمہ میں سے کسی سے اس درجہ دین کی خدمت نظر نہیں آتی جتنی امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اور ان کے اصحاب وتلامذہ نے کی اور جس درجہ علم کے فیوض و برکات اور دین کا نفع علماء اور عوام نے آپ سے اور آپ کے تلامذہ سے حاصل کیا کسی دوسرے سے حاصل نہیں ہوا۔ اس معاملے میں کوئی بھی حضرت امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مثیل ونظیر نہیں ہے۔بعض علماء نے فقہ حنفی کے تقریباً آٹھ سو ماہرین کے تراجم (حالاتِ زندگی) اپنی کتاب میں بیان فرمائے ہیں جن میں ان کے نام اور نسب تک محفوظ

---

(32) ردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول...الخ، ج۱، ص۱۳۶۔

(33) الدرالمختار وردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول...الخ، ج۱، ص۱۳۷۔

کردیے ہیں۔(34)اور یہ اس دعویٰ کی دلیل ہے کہ واقعۃً آپ کی ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک عظیم معجزہ ہے آپ کے مسلک و مذہب کو اللہ جل وعلا نے وہ فضیلت وعظمت اور قبولیت عطا فرمائی کہ صدیوں تک عہدہ قضا اَحناف ہی کے پاس رہا بلکہ ایسی مثالیں شاذ و نادر ملیں گی کہ عہدہ قضا کسی غیر حنفی عالم کو ملا ہو، حکومت عباسیہ کے پورے دور میں یہ عہدہ حنفی علماء کے پاس ہی رہا حالانکہ بنی عبّاس مسلکاً حنفی نہ تھے پھر ان کے بعد سلاطین سلجوقی اور خوارزمی کے زمانے میں بھی عہدہ ءقضا پر علماء احناف ہی مقرر تھے اور ان کے بعد سلاطین آل عثمان نے بھی عہدہ ء قضاء پر حنفی علماء ہی کو مقرر کیا۔ ہندوستان میں بھی اسلامی حکومت کے پورے دور میں حنفی علماء ہی اس عہدہ پر رہے اور یہ پورا زمانہ ہزار سال پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد تو حکومتِ اسلام اِنتشار کا شکار ہوگئی صرف ایک مصر کا علاقہ ایسا تھا جس میں عہدہ ء قضا شافعی المسلک علماء کے ساتھ خاص رہا وہ بھی سلطان بیبرس کے زمانے تک۔(35)

فقہ حنفی کی فضیلت میں بعض علماء کا ایک قول یہ ہے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اس مذہب کے مطابق فیصلہ فرمائیں گے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ فقہ حنفی کے پیرو ہوں گے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قرآنی احکام کا استفادہ براہِ راست حضرت خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمائیں گے، کیونکہ آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہی خلیفہ ہوں گے لیکن حنفی مسلک اس اِستفادہ کے عین مطابق ہوگا۔ اسی طرح سیدنا حضرت امام مہدی شرفہ اللہ تعالیٰ جب ظہور فرمائیں گے تو چونکہ وہ خود مجتہد مطلق ہوں گے اس لیے وہ خود مسائل کا استنباط فرمائیں گے، لیکن ان کا استنباط بھی فقہ حنفی پر مُنطبق ہوگا۔ یہ تمام اُمور اس امر کے شاہد ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جمیع علماء اسلام میں آپ کو وہ فضیلت وشرافت اور وہ امتیاز وخصوصیت عطا فرمائی تھی جو آپ کے سوا کسی دوسرے امام کو نہ ملی۔(36)

آپ(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فقہ حنفی کی تدوین کی اور اس کو ایک مستقل علم کی شکل عطا فرمائی اور قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ کے اصولوں پر اس کے احکام کو مُتفرّع کیا اور قیامت تک کے لئے امت کو بے نیاز کردیا۔ بعض علماء نے آپ کو اس فضیلت میں سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تشبیہ دی ہے کہ جس طرح وہ اول شخص ہیں جنہوں نے بمشورہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن پاک کو ایک جگہ جمع فرمادیا، اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سب سے پہلے قرآن وحدیث سے اصول مستخرج فرمائے پھر ان پر احکامِ شرعیہ متفرع کرکے فقہ کی تدوین کی اور اس علم کی بنیاد قائم کی بالیقین حضرت امام ابوحنیفہ کو خود اس پر عمل کرنے، فقہ کی تدوین کرنے اور مسائل متفرع کرنے کا

---

(34) الخیرات الحسان فی مناقب الامام الأعظم أبی حنیفۃ النعمان، الفصل الثامن، ص ۳۷۔

(35) الدرالمختار وردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول...إلخ، ج۱، ص ۱۳۷۔

(36) الدرالمختار، المقدمۃ، ج۱، ص ۱۳۸۔۱۳۹۔

اجر ملے گا اور اس کو بھی قیامت تک اجر ملتا رہے گا جس نے اس کی تدوین وتفریع میں تالیفات کیں اور مسائل کا استخراج کیا تاکہ امت بہ سہولت مسائل شرعیہ سے آگاہی حاصل کرکے اس پر عمل کرے۔(37) حدیث شریف میں ہے: جس نے نیک اور اچھا راستہ ایجاد کیا اسے اس کا اجر ہے اور جو اس پر عمل کریگا اس کا بھی اجر ہے اور یہ اجر اسے قیامت تک ملتا رہے گا بغیر اس کے کہ اس پر عمل کرنے والوں کے اجر میں کمی ہو اور جس نے برا راستہ نکالا تو اس پر اس کا گناہ ہے اور جو اس برے راستہ پر چلے اس کا گناہ ہے بغیر اس کے کہ بعد میں اس پر چلنے والوں کے گناہ میں کمی ہو۔(38) نیز حدیث پاک ہے کہ جو شخص خیر کی طرف رہنمائی کرے اس کو بھی اتنا ہی ثواب ہے جتنا اس پر عمل کرنے والے کو(39) یہ حدیثیں دراصل قواعد شرعیہ اسلامیہ کی بنیاد ہیں جن سے بڑی تعداد میں مسائل متفرع ہوتے ہیں جو نص، سنت، قیاس اور اجماع سے ثابت نہیں ہیں۔(40)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک و مذہب کی ایک عظیم خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس مسلک کو اولیاء کرام کی بہت بڑی تعداد نے اختیار فرمایا جو اپنے سخت مجاہدہ میں ثابت قدم رہے اور مشاہدہ حق سے سرفراز ہوئے جیسے حضرت ابراہیم ابن ادھم بن منصور البلخی، شقیق البلخی بن ابراہیم الزاہد تلمیذ امام ابو یوسف القاضی متوفی ۱۹۴ھ، حضرت معروف الکرخی بن فیروز استاذ سری السقطی متوفی ۲۰۰ھ (یہ وہ بزرگ ہیں جن کی قبر سے بارانِ رحمت طلب کیا جاتا تھا)، ابی یزید بسطامی آپ کا نام طیفور بن عیسیٰ ہے آپ کے دادا مجوسی سے مسلمان ہوئے متوفی ۲۱۱ھ، فضیل بن عیاض الخراسانی متوفی ۱۸۷ھ، یہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد اور حضرت امام شافعی کے استاد ہیں اور بخاری و مسلم نے ان سے روایت کی ہے۔ حضرت داؤد طائی ابن نصر بن نصیر بن سلیمان الکوفی تلمیذ امام اعظم متوفی ۱۶۰ھ، خلف بن ایوب تلمیذ حضرت امام محمد و زفر علیہما الرحمہ متوفی ۲۱۵ھ یہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنا علم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو عطا فرمایا (جتنا چاہا) آپ سے وہ علم صحابہ کو منتقل ہوا، پھر تابعین کو، ان کے بعد حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اب جو چاہے خوش ہو اور جو چاہے وہ ناخوش و ناراض۔ ابی حامد اللفاف ان کا نام احمد بن خضرویہ البلخی ہے متوفی ۲۶۰ھ، کبار مشائخ خراسان سے ہیں۔ عبد اللہ بن المبارک، آپ نہایت عابد و زاہد، فقیہ اور محدث تھے۔ ادب و نحو، لغت اور فصاحت و بلاغت میں بھی ماہر و کامل تھے۔ آئمہ اربعہ میں سے حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے اساتذہ میں سے ہیں

---

(37) الدر المختار ورد المحتار، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول ... إلخ، ج۱، ص۱۳۹۔۱۴۰۔

(38) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ... إلخ، الحدیث ۶۹۔(۱۰۱۷)، ص۵۰۸۔

(39) صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل إعانۃ الغازی ... إلخ، الحدیث ۱۳۳۔(۱۸۹۳)، ص۱۰۵۰۔

(40) رد المحتار، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول ... إلخ، ج۱، ص۱۴۰۔

اورحضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے تلامذہ میں سے ہیں ۱۸۱ھ میں وفات پائی ۔ وکیع بن الجراح بن ملیح بن عدی الکوفی (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) صائم الدھر تھے، ہر رات ایک بار ختم قرآن فرماتے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے تلامذہ میں سے ہیں اور حضرت امام شافعی کے شیوخ میں ہیں ۱۹۸ھ میں وفات پائی۔ ابوبکر الوراق ان کا نام محمد بن عمرؒ والترمذی ہے، اولیاء کرام سے ہیں، ان اکابر اولیاء کرام کے علاوہ حاتم اصم اور سید محمد الشاذلی بکری حنفی صاحب کشف وکرامت ہیں ۔(41)

غرض ساڑھے بارہ سو سال میں مسلک احناف کے جس قدر اولیائے کرام گزرے ان کا شمار کرنا مشکل ہے ان میں سے ہر ایک صاحبِ علم وفضل تھے اور صاحبِ زہد وتقویٰ بھی اور صاحبِ مجاہدہ وریاضت بھی اور صاحبِ کشف وکرامت بھی۔ (ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ) (42) اگر ان حضرات کاملین کو امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے مذہب میں ذرا بھی شک وشبہ ہوتا کہ اس کی کوئی بات بھی جادہ حق کے خلاف ہے تو اپنے کشف وکرامت کے ہوتے ہوئے ہرگز ہرگز اس مذہب کو اختیار نہ فرماتے۔ علامہ ابوالقاسم قشیری (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) حالانکہ نہایت درجہ شافعی المذہب ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد ابوعلی الدقاق (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے طریقت ومعرفت ابوالقاسم النصر آبادی سے حاصل کی، ابوالقاسم فرماتے ہیں میں نے اس کو شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا اور انہوں نے سری سقطی (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) سے اور انہوں نے حضرت معروف کرخی (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) سے اور انہوں نے داؤد طائی (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) سے اور داؤد طائی نے یہ علم وطریقت حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے حاصل کیا جو کہ اس میدان کے شہسوار ہیں کیونکہ علم حقیقت کا مبنٰی علم شریعت اور عمل بالشریعہ اور تہذیب وتصفیہ نفس ہے اور تمام بزرگانِ اسلاف نے اعتراف کیا ہے کہ امام اعظم علم شریعت وطریقت اور تہذیب وتزکیہ نفس میں کامل تھے۔ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) علم، ورع اور زہد وایثار کے اس مقام پر تھے جہاں تک کسی کی رسائی نہیں۔ عبداللہ بن مبارک (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کے مقابلہ میں کسی کو یہ حق نہیں کہ اس کی اقتداء کی جائے کیونکہ آپ نہایت متورّع، متقی، پاکیزہ تر اور عالم وفقیہ تھے آپ نے علم میں وہ انکشاف کئے جو دوسروں کی دسترس سے باہر تھے۔ امام ثوری (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے اس شخص سے جو امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کے پاس ہو کر آیا تھا فرمایا کہ بلاشبہ تو ایسے شخص کے پاس سے آیا ہے جو

---

(41) الدرالمختار وردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول۔۔۔۔ الخ، ج۱، ص۱۴۰۔۱۴۴۔

(42) ترجمہ کنزالایمان: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ پ۶، المائدۃ: ۵۴۔

تمام روئے زمین میں سب سے زیادہ عبادت گزار ہے۔(43)

غرض تمام ہی علماء اصفیاء عرفاء نے آپ کی مدح سرائی کی ہے اور آپ کے فضل کا اقرار کیا ہے پس جو لوگ حضرت امام الائمہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ پر اعتراض کرتے ہیں ان کے لیے یہ ایک لمحہ فکریہ ہے کہ اگر آپ کی ذاتِ اقدس اس قدر کامل، افضل، اعلم اور اتقی انہ ہوتی تو یہ عارفین کاملین اور ماہرین علم شریعت وطریقت کس طرح آپ کے جلالت علم، کمال تفقہ، زہد وورع اور فضیلت وشرف کا اقرار کرتے اور کیوں آپ کی قصیدہ خوانی کرتے اور آپ کی ذاتِ مقدسہ کو صد باعث افتخار سمجھتے اور آج تک آپ کی عظمت وجلالت کا اقرار پوری ملت اسلامیہ کو ہے یقیناً آپ اپنے فضل وکمال میں منفرد ہیں۔حضرت عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ نے آپ کی شان میں جو مدحیہ اشعار کہے اور ان میں جن خیالات کا اظہار کیا اس میں انہوں نے قطعاً مبالغہ نہیں کیا بلکہ فی الحقیقت وہ امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کی مدح کا حق ادانہ کر پائے۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ امام اعظم علیہ الرحمۃ نے صحابہ (رضوان اللہ تعالٰی علیہم) سے روایت کی یا نہیں، تاریخ ابن خلکان میں بروایت خطیب حضرت امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کے پوتے کا بیان ہے کہ میں اسمٰعیل بن حماد بن النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان ابناء فارس سے ہوں اور احرار میں سے ......ہم کبھی غلام نہیں رہے۔ میرے جد محترم امام ابوحنیفہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ثابت بن النعمان بن المرزبان حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت وہ (یعنی ثابت) صغیر السن تھے تو حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آپ (یعنی ثابت) کے لئے دعائے خیر وبرکت دی اور ان کی اولاد کے لیے برکت کی دعا کی، ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے ہمارے بارے میں وہ دعا قبول فرمائی۔(44)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہکو دیکھا اور کچھ اور صحابہ (رضوان اللہ تعالٰی علیہم) کا زمانہ بھی پایا لیکن ان سے روایت نہیں کی اور ان کی رویت سے مشرف ہوئے، جن صحابہ کا زمانہ آپ نے پایا ان سے عدم سماع (یعنی روایت نہ کرنے) کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ابتداءً اس علم کی طرف متوجہ نہ تھے بلکہ اپنے کسبِ معاش میں مشغول رہتے تھے۔ جب حضرت علامہ شعبی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے آپ کی ذہانت وفطانت اور ذکاوت طبع کو دیکھا تو علامہ موصوف نے آپ کو علمِ دین کے حصول کی طرف متوجہ کیا اس وقت غالباً

---

(43) الدر المختار ورد المحتار، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول...الخ، ج۱،ص ۱۲۴،۱۲۶۔

(44) وفیات الاعیان، ابوحنیفۃ (۷۶۵)، ج۴،ص ۵۷۷۔

صحابہ کی وہ جماعت باقی نہ رہی ہوگی یا ان سے ملاقات نہ ہوسکی کہ آپ ان سے احادیث کا سماع کرتے۔(45)
سیدنا امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی وفات بغداد کے جیل خانے میں ہوئی جس میں آپ کو خلیفہ منصور عباسی نے اس جرم میں قید کردیا تھا کہ آپ نے اس کے حکم کی خلاف ورزی کی اور عہدۂ قضاء قبول نہ فرمایا۔ روزانہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کو قید خانے سے باہر لایا جاتا، کوڑے لگائے جاتے، سر بازار گشت کرایا جاتا۔ ایک دن آپ کو اتنا مارا گیا کہ کمر سے خون کے فوارے چھوٹ گئے اور سخت ترین اذیت پہنچائی گئی خورد ونوش بھی بند کردیا گیا۔ آپ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائی جو قبول ہوئی اور اس کے پانچ دن بعد آپ کا وصال ہوگیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ منصور کی موجودگی میں آپ کو زہر کا پیالہ پینے کے لیے دیا گیا آپ نے انکار فرمایا کہ میں اپنے نفس کو خود قتل نہ کروں گا۔ پھر زبردستی آپ کے حلق میں انڈیل دیا گیا جب آپ کو اپنی موت کا یقین ہوگیا آپ نے نماز ادا فرمائی اور بحالتِ سجدہ آپ کا وصال ہوا۔(46) اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخوں غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را(47)

آپ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی وفات ۱۵۰ھ میں عمر مبارک ۷۰ سال تھی۔ باقی آئمہ ثلاثہ کی تاریخ ولادت ووفات بالترتیب یہ ہے۔ حضرت سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۹۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۷۹ھ میں، نواسی سال عمر مبارک ہوئی۔ حضرت سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی اور وفات ۲۰۴ھ میں، چون ۵۴ سال عمر مبارک پائی۔ سیدنا حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۶۴ھ میں ہوئی اور وفات ۲۴۱ھ میں، ستتر سال عمر مبارک ہوئی۔(48)

❀❀❀❀❀

(45) الدر المختار ورد المحتار، المقدمۃ، مطلب: فیما اختلف فیہ من روایۃ... إلخ، ج۱، ص۱۴۷۔۱۵۳۔

(46) المرجع السابق، مطلب: یجوز تقلید المفضول... إلخ، ج۱، ص۱۵۶۔۱۵۷۔

(47) ترجمہ: ایک اچھی رسم کی بنیاد ڈال کر خاک وخون میں لتھڑ گئے، اللہ عزوجل ان عاشق بزرگ ہستیوں پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

(48) رد المحتار، المقدمۃ، مطلب: فی مولد الآئمۃ... إلخ، ج۱، ص۱۵۷۔

امام صاحب اور آپ کے تلامذہ میں اختلاف کی وجہ

سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اور آپ کے اصحاب وتلامذہ کے مابین اختلاف کی حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک بار حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ایک راستہ سے گزر رہے تھے آپ نے دیکھا کہ ایک کم سن بچہ کیچڑ میں کھیل رہا ہے آپ نے ازراہ تَلَطُّف فرمایا: کہیں گر نہ جانا۔ اس بچہ نے برجستہ جواب دیا: آپ بچئے کہیں آپ پھسل کر گر نہ جائیں کیونکہ اگر آپ گریں گے تو عالَم کے گر جانے کا اندیشہ ہے۔ کم سن بچہ کے اس معنی خیز جواب سے آپ متاثر ہوئے اور آپ نے اپنے اصحاب وتلامذہ سے فرمایا: اگر تمہیں مسائل شرعیہ میں میرے قول کے خلاف کوئی قوی دلیل ملے تو اسے اختیار کرلو۔ آپ کی اس ہدایت کے بعد آپ کے تلامذہ میں سے ہر ایک آپ ہی کی روایت سے مسائل اخذ کرتا تھا۔ (1) اس طرح آپ کے اصحاب کا کوئی قول ایسا نہیں ہے جو امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کے قول سے باہر ہو۔ ولوالجیہ کتاب الجنایات میں ہے امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا: میں نے کوئی بات ایسی نہیں کہی جس میں، مَیں نے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کی مخالفت کی ہو۔ میں نے وہی بات کہی جو آپ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے فرمائی تھی۔ حضرت امام زُفر علیہ الرحمہ سے بھی یہی منقول ہے کہ میں نے کبھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت نہیں کی مگر یہ کہ قولِ امام بیان کیا پھر آپ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے اس سے رجوع فرمایا۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اصحابِ امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) آپ کے طریقہ کے خلاف نہیں گئے بلکہ انہوں نے جو کچھ کہا وہ اجتہاد اور رائے اور قیاس سے کہا اور اسی قول کا اتباع کیا جو ان کے استاد نے فرمایا۔ (2)

اَلْحَاوِیُ الْقُدْسِی کے اواخر میں ہے: جب اصحاب امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) میں سے کسی کے قول کو اخذ کیا جائے تو یقین سے جان لینا چاہیے کہ ان کا یہ قول امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) ہی سے اخذ کیا گیا ہے۔ کیونکہ آپ کے تمام اکابر تلامذہ سے یہی روایت ہے (جیسے امام ابو یوسف، امام محمد، امام زُفر اور امام حسن رحمہم اللہ تعالٰی) کہ ہم نے کسی مسئلہ میں وہی قول کیا ہے جو ہم نے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) سے روایت کیا ہے اور یہ بات انہوں نے بڑی یقین دہانی کے ساتھ بیان کی ہے لہٰذا فقہ میں کوئی مسئلہ اور مذہب، مذہب امام کے علاوہ نہیں ہے اور جس قول کی

---

(1) الدرالمختار، المقدمۃ، ج۱، ص۱۵۸۔

(2) ردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: فی مولد الائمۃ... الخ، ج۱، ص۱۵۹۔

نسبت کسی دوسرے کی طرف ہے وہ مجازاً ہے اور ظاہر میں ہے فی الحقیقت وہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا قول ہی ہے۔(3)
خصوصاً جب امام اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جب کسی مسئلہ پر تمہیں اقویٰ دلیل مل جائے اسے اختیار کرلو۔تو اگر چہ یہ
الفاظ اپنے قول سے رجوع کرنا ثابت کرتے ہیں، تاہم چونکہ آپ کے اصحاب نے قوی دلیل سے مسئلہ کے علم کو انہیں
اصول وقواعد سے ثابت کیا ہے جو آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے خود مقرر فرمادیئے ہیں اس لئے درحقیقت آپ کے
اصحاب کا وہ قول بھی امام اعظم ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا قول ہی مانا جائے گا اور وہ مرجوع عنہ نہ ہوگا۔

علامہ بیری نے اپنی کتاب شرح الاشباہ میں بیان کیا ہے کہ کوئی حدیث ایسی ملے جو مذہب امام کے خلاف ہو تو
حدیث ہی پر عمل کیا جائے اور یہی حدیث امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا مذہب ہے کیونکہ صحیح روایت سے آپ
سے مروی ہے۔اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ حدیث اگر صحیح ہے تو یہی میرا مذہب ہے۔(4)

❁❁❁❁❁

(3) الحاوی القدسی، کتاب الحیل، فصل اذا اختلف الروایات۔۔۔الخ،ص ۱۸۱۔

(4) ردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: صح عن الامام انہ قال۔۔۔الخ، ج ۱،ص ۱۵۹، ۱۶۰۔

حضرت امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) سے اختلاف روایت کی وجوہات

حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے اصحاب وتلامذہ نے ایک ہی مسئلہ میں آپ سے مختلف روایات بیان کی ہیں اور یہی ایک وجہ ان کے مابین مسائل میں اختلاف حکم کی ہے امام ابوبکر البلبغی اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے درر میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) سے اختلاف روایت کئی وجوہات سے ہوسکتا ہے: اوّل یہ کہ سامع کو سننے میں غلطی ہوگئی ہو۔ دوم یہ کہ امام نے اپنے قول سے رجوع فرمالیا ہو کسی نے یہ رجوع خود اپنے کانوں سے سن لیا اور کسی نے نہیں سنا تو اسے رجوع کا علم نہ ہوا۔ سوم یہ کہ امام نے ایک قول علی وجہ القیاس فرمایا اور دوسرا قول بروجہ استحسان فرمایا تو جس نے جو سنا روایت کردیا۔ چہارم یہ کہ کسی مسئلہ کے مختلف پہلو تھے آپ نے ایک پہلو سامنے رکھ کر ایک جواب دیا اور دوسرے پہلو کو مدنظر رکھ کر دوسرا جواب دے دیا، ان کے علاوہ بھی علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ شرح عقود رسم المفتی المنظوم میں کچھ اور صورتیں بھی اختلاف روایات کی وجوہ میں بیان فرمائی ہیں۔ (1)

❁❁❁❁❁

---

(1) مجموعۂ رسائل ابن عابدین، الرسالۃ الثانیۃ: شرح عقود رسم المفتی، ج۱، ص۲۲۔

آداب الافتاء

مفتی کے لئے ضروری ہے کہ مسائل شرعیہ اور کتب فقہیہ میں اس کا مطالعہ وسیع ہو، اُصولِ فقہ اور قواعدِ فقہیہ سے واقف ہو، اس کے ساتھ ساتھ قرآنی احکام، احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور تفسیر پر بھی اس کی نگاہ ہو، نیز استدلال اور روایت و درایت سے بھی اسے حصہ ملا ہو کیونکہ بغیر علم شریعت فتویٰ لکھنا سراسر جہالت ہے اس لئے ضروری ہے کہ مفتی کو یہ علم حاصل ہو کہ طبقاتِ مسائل کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں نیز طبقات الفقہاء کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں اس لئے سب سے پہلے ہم ان دونوں کو بیان کریں گے اس کے بعد آداب الافتاء پر روشنی ڈالیں گے۔

طبقات مسائل

علماء احناف کے نزدیک مسائل تین طبقات پر ہیں۔

(۱) مسائل الاصول: ان کو ظاہر الروایۃ بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ مسائل ہیں جو اصحاب المذہب سے مروی ہیں۔ یعنی سیدنا حضرت حسن بن زیاد رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ اور وہ حضرات جنہوں نے حضرت امام ابوحنیفہ، سیدنا حضرت امام ابویوسف، سیدنا امام محمد علیہم الرحمۃ والرضوان سے روایت کی، لیکن مشہور واغلب ظاہر الروایہ کے بارے میں یہ ہے کہ ظاہر الروایہ حضرت امام اعظم، امام ابویوسف اور امام محمد علیہم الرحمہ کے اقوال ہی کو کہتے ہیں اور ظاہر الروایہ کا اطلاق جن کتابوں پر ہے وہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ چھ کتابیں ہیں:

(۱) مبسوط (۲) جامع صغیر (۳) جامع کبیر (۴) زیادات (۵) سیر صغیر (۶) سیر کبیر۔ان کو ظاہر الروایہ اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ کتابیں حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ثقہ راویوں نے روایت کی ہیں اس لئے یہ آپ سے بہ تواتر ثابت یا مشہور ہیں۔(1)

(1) ردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: رسم المفتی، ج۱، ص ۱۶۳۔

(۲) مسائل نوادر

یہ وہ مسائل ہیں جن کے راوی تو مذکورہ بالا اصحاب ہی ہیں لیکن یہ مسائل مذکورہ بالا چھ کتابوں میں نہیں ہیں جن کو ظاہر الروایہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے بلکہ یہ مسائل یا تو امام محمد علیہ الرحمہ کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں جیسے کیسانیات، ہارونیات، جرجانیات اور رقیات۔ ان کتابوں کو غیر ظاہر الروایہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کتابیں امام محمد علیہ الرحمۃ سے ایسی روایات صحیحہ ثابتہ اور ظاہرہ سے مروی نہیں ہیں جیسی کہ پہلی چھ کتابیں ہیں یا پھر وہ مسائل ان کتابوں کے علاوہ دوسری کتابوں میں مذکور ہیں جن سے حسن بن زیاد کیا المُجَرَّد وغیرہا اور کتب الامالی جو حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے املاء کرائی تھیں۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) ردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: رسم المفتی، ج۱، ص۱۶۳۔

(۳) الواقعات

طبقات مسائل کی یہ تیسری قسم ہے۔ یہ وہ مسائل ہیں جن کو بعد کے مجتہدین نے مرتب ومولف فرمایا (1) جو کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے تلامذہ یا ان کے تلامذہ کے تلامذہ ہیں ان کی بہت بڑی تعداد ہے صاحبین (امام ابو یوسف و امام محمد) کے تلامذہ میں عصام بن یوسف، ابن رستم، محمد بن سماعۃ، ابوسلیمان جرجانی، ابوحفص البخاری وغیرہم ہیں اور ان کے بعد کا گروہ محمد بن مسلمہ، محمد بن مقاتل، نصیر بن یحییٰ، ابوالنصر القاسم بن سلام وغیرہم پر مشتمل ہے کبھی ایسا ہوا ہے کہ ان حضرات نے اپنے قوی دلائل واسباب کی بناء پر اصحاب مذہب کے خلاف کسی مسئلہ کو ثابت کیا ہے ان کے فتاویٰ میں جو کتاب سب سے پہلے منظر عام پر آئی وہ کتاب النوازل ہے جو فقیہ ابواللیث سمرقندی کی ہے ان کے بعد دیگر فقہاء نے بہت سے مجموعے مرتب فرمائے جیسے مجموع النوازل، واقعات الناطفی اور واقعات صدر الشہید وغیرہا۔ پھر بعد کے فقہاء نے ان کے مسائل کو مخلوط وغیر متمیز طور پر بیان فرمایا جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان اور الخلاصہ وغیرہما میں ہیں اور بعض فقہاء نے ان کو ترتیب وتمیز کے ساتھ بیان فرمایا جیسے رضی الدین السرخی کی کتاب المحیط انہوں نے اس کی ترتیب میں اولاً مسائل الاصول بیان فرمائے پھر نوادر پھر فتاویٰ کو ذکر کیا۔ یہ ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مسائل اصول میں الحاکم الشہید کی تصنیف کتاب الکافی نقل مذہب میں بڑی معتمد کتاب ہے اس کو قبول عام حاصل ہوا اور بڑے بڑے اکابر علماء، فقہاء نے اس کی شرحیں لکھیں جیسے امام شمس الائمہ السرخسی کی مبسوط سرخسی اس کے بارے میں علامہ طرسوی کا بیان ہے کہ مبسوط سرخسی کا مقام یہ ہے کہ اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ اس کے مطابق فتویٰ دیا جاتا ہے اور اس کے خلاف پر عمل نہیں کیا جاتا۔ کتب مذہب میں ایک اور کتاب المنتقٰی بھی ہے یہ بھی انہیں کی ہے لیکن اس کا وہ مقام نہیں، اس میں کچھ نوادر بھی ہیں المبسوط جو حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی گئی ہے اس کے متعدد نسخے ہیں ان میں سب سے بہتر وہ نسخہ ہے جو ابوسلیمان جوزجانی سے مروی ہے متاخرین علماء فقہ نے مبسوط کی بہت سی شروح لکھی ہیں۔(2)

امام محمد علیہ الرحمہ کی ہر وہ تصنیف جس میں لفظ صغیر لگا ہوا ہے اس میں وہ مسائل ہیں جن کی روایت حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان سے آپ کے شاگرد امام محمد نے بواسطہ حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن جن

---

(1) یعنی استنباط کیا۔

(2) ردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: رسم المفتی، ج۱، ص ۱۶۴۔۱۶۶۔

مسائل کی روایت امام محمد (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے بلاواسطہ اور براہ راست حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان سے کی ان کے ساتھ کبیر کا لفظ لگایا گیا۔(3) اسی طرح نوادران مسائل کے لئے استعمال کیا گیا جن کی روایت امام محمد علیہ الرحمۃ نے ان مذکورہ چھ ۶ کتابوں کے علاوہ دوسری کتابوں میں امام اعظم اورامام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالٰی سے کی ان کوالکیسانیات، الھارونیات، الجرجانیا تاور الرقیات سے موسوم کیا(4) اور نوازل ان مجموعہ مسائل کو کہا گیا ہے جن مسائل کو مشائخ مجتہدین مذہب سے دریافت کیا گیا اور انہوں نے ان مسائل میں کوئی نص نہ پائی اور اپنے اجتہاد سے ان مسائل کی تخریج کی اوران کے احکام بیان فرمائے۔(5)

صاحب البحر نے فرمایا: محمد بن الحسن کی ہر وہ تصنیف جس میں لفظ صغیر لگا ہوا ہے اس میں امام محمد اور امام ابو یوسف (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما) متفق ہیں بخلاف اس تصنیف کے جس میں لفظ کبیر لگا ہوا ہے وہ امام ابو یوسف (علیہ الرحمہ) پر پیش نہیں کی گئی۔(6)

(امام محمد علیہ الرحمۃ کی) کتاب اصل کا نام اس لئے اصل رکھا گیا کہ امام محمد علیہ الرحمہ نے اسے سب سے پہلے تصنیف فرمایا اس کے بعد الجامع الصغیر پھر الجامع الکبیر،(7) صاحب البحر نے فرمایا کہ الجامع الصغیر کو امام محمد علیہ الرحمۃ نے اصل کے بعد تصنیف فرمایا اس میں جو کچھ ہے وہ معتمد علیہ ہے۔(8)

(3) المرجع السابق، ص۱۶۷۔

(4) مجموعۃ رسائل ابن عابدین، الرسالۃ الثانیۃ: شرح عقود رسم المفتی، ج۱، ص۱۶، ۱۷۔

(5) ردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: رسم المفتی، ج۱، ص۱۶۴۔

(6) البحرالرائق، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج۱، ص۵۷۹۔

(7) النھر الفائق، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ العیدین، ج۱، ص۳۶۶۔

(8) البحرالرائق، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ العیدین، ج۲، ص۲۷۶۔

کتاب الجامع الصغیر کی وجہ تصنیف

اس کتاب کی وجہ تصنیف یہ ہے کہ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے امام محمد علیہ الرحمہ سے فرمایا کہ تم میرے لئے وہ تمام روایات ایک کتاب میں جمع کردو جو تم نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے کی ہیں۔ اس حکم کی تعمیل میں حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے وہ تمام مرویات ایک جگہ جمع فرمادیں اور ان کو حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے سامنے پیش کیا جن کو انہوں نے بے حد پسند فرمایا یہ کتاب (یعنی الجامع الصغیر) ۱۵۳۲ پندرہ سو بتیس مسائل پر مشتمل ایک مبارک کتاب ہے، بقول علامہ بزدوی: امام ابو یوسف (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) اپنے جلالت علم وعظمت کے باوجود اس کتاب کو ہمیشہ سفر وحضر میں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ علی الرازی فرماتے ہیں: جس شخص نے اس کتاب کو سمجھ لیا وہ ہمارے تمام ساتھیوں میں سب سے زیادہ صاحبِ فہم مانا جاتا ہے۔ اس دور میں کسی شخص کو اس وقت تک قاضی نہیں بنایا جاتا جب تک اسے پرکھ نہ لیا جائے کہ وہ الجامع الصغیر کو سمجھتا ہے اور پڑھتا ہے۔(1)

❀❀❀❀❀

(1) مجموعۃ رسائل ابن عابدین، الرسالۃ الثانیۃ: شرح عقود رسم المفتی، ج ۱، ص ۱۹۔

وجہ تصنیف السیر الکبیر

امام شمس الائمہ سرخسی السیر الکبیر کی شرح میں فرماتے ہیں کہ السیر الکبیر امام محمد علیہ الرحمہ کی آخری تصنیف ہے اس کی وجہ تصنیف یہ تھی کہ آپ کی کتاب السیر الصغیر اہل شام کے ایک جلیل القدر عالم حضرت عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعی کے پاس پہنچی۔ انہوں نے پوچھا یہ کس کی تصنیف ہے بتایا گیا کہ امام محمد بن الحسن عراقی کی برجستہ ان کی زبان سے نکلا اہلِ عراق کو اس موضوع میں تصنیف سے کیا لگاؤ وہ علم السیر اور مغازی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کو کیا جانیں کیونکہ غزوات زیادہ تر شام میں ہوئے۔ غزوات کا علم وہاں کے لوگوں کو زیادہ ہے اور حجاز کے لوگوں کو، نہ کہ عراق والوں کو۔ امام اوزاعی کی یہ بات جب امام محمد علیہ الرحمۃ کو پہنچی آپ کو بہت شاق گزری اور اس کا عملی جواب دینے کے لئے السیر الکبیر تصنیف فرمائی۔ آپ کی یہ کتاب جب عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعی نے مطالعہ فرمائی تو وہ حیرت زدہ رہ گئے اور فرمایا: اگر اس کتاب میں احادیث صحیحہ نہ ہوتیں تو میں کہہ دیتا کہ وہ من گھڑت علم سے کام لیتے ہیں بے شک اللہ تعالٰی نے آپ کی رائے کو صحیح جواب کے لئے متعین فرمایا ہے۔ اللہ رب العزت نے صحیح فرمایا (وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾) (1) اس کتاب کو تصنیف فرمانے کے بعد حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے اس کو ساٹھ جلدوں (دفتروں) میں لکھوایا اور اس کو خلیفہ وقت کے دربار میں بھجوایا۔ خلیفہ وقت نے اسے بے حد پسند کیا اور اس کو اپنے زمانہ حکومت کا عظیم اور قابلِ فخر کارنامہ قرار دیا۔ (2)

❁❁❁❁❁

(1) پ ۱۳، یوسف: ۷۶۔

(2) مجموعہ رسائل ابن عابدین، الرسالۃ الثانیۃ: شرح عقود رسم المفتی، ج ۱ ص ۱۹، ۲۰۔

طبقات الفقہاء

ایک مفتی کے لئے جس طرح طبقات المسائل اور معتبر و مستند کتب فقہیہ اور فتاویٰ کا علم ہونا ضروری ہے اسی طرح اس کے علم میں یہ بات بھی ہونی چاہے کہ طبقات الفقہاء کتنے ہیں اور کس فقیہ کا درجہ کیا ہے تا کہ اسے یہ معلوم ہو سکے کہ کس فقیہ کا قول معتبر اور قابلِ استناد ہے اور کون درجہ اعتبار میں نہیں اس لئے ہم طبقات الفقہاء کا بیان کرنا بھی ضروری خیال کرتے ہیں۔

علمائے ماہرین فقہ وشریعت نے فقہاء کے سات طبقات بیان فرمائے ہیں۔

۱-طَبَقَةُ الْمُجْتَهِدِيْنَ فِي الشَّرْعِ:

جی سے ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم) اور وہ لوگ جو قواعد اصول کی تاسیس میں نیز اَدِلہ اربعہ (قرآن پاک، احادیث، قیاس اور اجماع) سے احکام فرعیہ کے استنباط میں اصول و فروع میں بغیر کسی اور کی تقلید کے ان ہی ائمہ اربعہ کے مسلک پر ہی رہے۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) المرجع السابق،ص ۱۱۔

۲-طَبَقَةُ الْمُجْتَهِدِيْنَ فِي الْمَذْهَب:

جیسے امام ابو یوسف، امام محمد اور جملہ تلامذہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم، یہ حضرات اس امر کی قدرت رکھتے تھے کہ ادلہ اربعہ سے اپنے استاد حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مستخرجہ قواعد واُصول کے مطابق احکام شرعیہ کا استخراج کرسکیں۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) مجموعۃ رسائل ابن عابدین، الرسالۃ الثانیۃ: شرح عقود رسم المفتی، ج۱، ص۱۱۔

۳۔ طَبَقَةُ الْمُجْتَهِدِيْنَ فِي الْمَسَائِلِ:

یہ وہ حضرات ہیں جو ان سے مسائل کا استنباط جن کے بارے میں کوئی روایت صاحب المذہب سے نہیں ملتی اپنے آئمہ کرام کے مقرر کردہ قواعد و اُصول کے مطابق کرتے ہیں جی سے علامہ خصاف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ متوفی ۲۶۱ھ، علامہ ابوجعفر الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ، حضرت ابوالحسن الکرخی متوفی ۳۴۰ھ، حضرت شمس الائمہ الحلوانی متوفی ۴۵۶ھ، حضرت شمس الائمہ السرخسی متوفی ۵۰۰ھ، حضرت فخر الاسلام بزدوی متوفی ۴۸۲ھ، علامہ فخر الدین قاضی خان متوفی ۵۹۳ھ وغیرہم، یہ حضرات نہ اصول میں نہ فروع میں کسی میں بھی اپنے امام کی مخالفت نہیں کر سکتے۔(1)

(1) المرجع السابق، ص ۱۲۔

۴۔طَبَقَۃُ اَصْحَابِ التَّخْرِیْجِ مِنَ الْمُقَلِّدِیْنَ:

جی سے امام رازی متوفی ۳۷۰ھ وغیرہ یہ حضرات اجتہاد پر بالکل قادر نہیں لیکن چونکہ یہ جملہ قواعد واُصول کا پورا علم اور مسائل وقواعد کے ماخذ سے پوری واقفیت رکھتے تھے اس لئے ان میں یہ صلاحیت تھی کہ ای سے اُمور کی تفصیل بیان کردیں جہاں امام مذہب سے ایسا قول مروی ہو جو مجمل ہے اور اس میں دو ۲ صورتیں نکل رہی ہوں یا کوئی ایسا قول جو دو چیزوں کا محتمل ہے اور وہ صاحبِ مذہب سے یا ان کے تلامذۂ مجتہدین میں سے کسی ایک سے مروی ہے اس کی تشریح وتفصیل اُصول وقیاس اور امثال ونظائر کی روشنی میں بیان کردیں صاحب ہدایہ نے جہاں کہیں کہا ہے کذا فی تخریج الکرخی یا کذا فی تخریج الرازی، اس کا یہی مطلب ہے جو ابھی بیان کیا گیا ہے۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) المرجع السابق، ص۱۲۔

۵۔طَبَقَةُ اَصْحَابِ التَّرْجِيْحِ مِنَ الْمُقَلِّدِيْنَ:

جی سے ابوالحسن قدوری متوفی ۴۲۸ھ،صاحب الہدایہ متوفی ۵۹۳ھ وغیرہما۔ ان کا مقام یہ ہے کہ یہ حضرات بعض روایات کو بعض پر تفضیل دینے کی اہلیت رکھتے تھے جی سے وہ کسی روایت کی تفضیل میں فرماتے ہیں: ھذا اَولیٰ یا ھذا اَصح یا ھذا اَوضح یا ھذا اَوفق للقیاس وغیرھا۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) المرجع السابق.

٦- طَبَقَةُ الْمُقَلِّدِيْنَ الْقَادِرِيْنَ عَلَى التَّمْيِيْزِ:

جی سے صاحب کنز، صاحب المختار، صاحب الوقایہ، اور صاحب المجمع اور اصحاب المتون المعتبر ۃ۔ ان کا درجہ یہ ہے کہ یہ حضرات اپنی کتابوں میں ضعیف و مردود اقوال بیان نہیں کرتے اور روایات میں قوی، اقویٰ، ضعیف، ظاہر الروایۃ، ظاہر المذہب اور روایت نادرہ میں امتیاز و تمیز کرنے کے اہل ہیں۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) مجموعۃ رسائل ابن عابدین، الرسالۃ الثانیۃ: شرح عقود رسم المفتی، ج۱، ص ۱۲۔

۷۔طَبَقَةُ الْمُقَلِّدِیْنَ الَّذِیْنَ لَایَقْدِرُوْنَ عَلٰی مَاذُکِرَ:

یہ حضرات کھرے کھوٹے، کمزور وقوی اور دائیں بائیں میں امتیاز کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے بلکہ انہیں جہاں سے بھی جو کچھ مواد مل جاتا ہے اسے جمع کرتے ہیں اور اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں یہ لوگ ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کی تقلید کی جائے یا ان سے مسائل میں رجوع کیا جائے۔(1)

❀❀❀❀❀

(1) المرجع السابق.

وردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: فی طبقات الفقہاء، ج۱، ص۱۸۱۔۱۸۴.

(شرح عقود رسم المفتی المنظوم لابن عابدین ۱۱، ردالمحتار ۵۱۔۵۲ ج۱)

تنبیہ:

ا۔احکام شریعت کا علم حاصل کرنے کے لئے افتاء ایک لازمی اور ضروری امر ہے۔اللہ تعالٰی نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: (فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷﴾) (1) اگر تم نہیں جانتے ہو تو جاننے والوں یعنی اہل علم سے پوچھ لو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک طبقہ ملت کا ایسا ہوگا جسے علم دین پر عبور حاصل نہ ہوگا اور ایک طبقہ ایسا ہوگا جو صاحبِ علم وفضل ہوگا اور اسے علمِ دین میں بصیرت حاصل ہوگی چونکہ ہر مسلمان کے لئے وہی راستہ اختیار کرنا ضروری ہے جو اللہ تعالٰی اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پسندیدہ راستہ ہے اس لئے ہر شخص کو اپنا ہر عمل اسلام کے احکام کے مطابق رکھنا چاہیے اور اگر کسی کو کسی معاملہ میں شریعت کا حکم معلوم نہیں ہے تو اسے اہلِ علم کی طرف رجوع کرنا چاہے اور ان سے سوال کر کے حکم شرعی معلوم کرنا چاہے اسی اُصول کے مطابق زمانہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آج تک مسلمانوں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ اگر انہیں کسی چیز کے جواز یا عدم جواز کا علم نہیں ہے تو انہوں نے بلا تأمل اہل علم سے اس کا حکمِ شرعی معلوم کرلیا ہے ہر زمانہ میں لوگ علمائے شریعت کی طرف مسائل شرعیہ کا علم حاصل کرنے کے لئے رجوع کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا اور اب وہ یہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ مفتی کون ہے۔

صاحب فتح القدیر شارح ہدایہ فرماتے ہیں: اصولیین مضبوطی کے ساتھ یہ رائے رکھتے ہیں کہ مفتی کا درجہ صرف مجتہد کو حاصل ہوتا ہے۔ جو شخص خود مجتہد نہیں ہے لیکن اسے مجتہد کے اقوال زبانی یاد ہیں وہ مفتی نہیں ہے اس سے جب مسئلہ دریافت کیا جائے تو اسے بطورِ نقل وحکایت کسی مجتہد کا قول جواب میں بتانا چاہے۔اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہمارے زمانے میں (یعنی زمانہ مصنف فتح القدیر میں) جو علماء فتویٰ دیتے ہیں حقیقت میں وہ فتویٰ نہیں ہے بلکہ اصل میں کسی مجتہد مفتی کا قول ہے جو نقل کردیا گیا ہے تاکہ مُستفتی اس پر عمل کرے۔مجتہد سے اس کا قول نقل کرنے کے دو طریقے ہیں اول یہ کہ یا تو وہ قول اس کے پاس کسی صحیح سند سے پہنچا ہو۔دوم یہ کہ اس نے مجتہد کا وہ قول کسی ایسی مشہور کتاب سے لیا ہو جو دیگر علماء کے ہاتھوں میں رہتی ہو جیسے امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی کتابیں اور اسی سے

---

(1) پ ۱۷، الانبیاء: ۷.

ی دوسری کتب فقہیہ جو اپنی روایت واسناد کے اعتبار سے خبر متواتر یا خبر مشہور کے درجہ میں ہیں۔(2)

۲۔ آداب الافتاء کے سلسلے میں دوسری بات یہ ہے کہ علمائے احناف روایات ظاہرہ میں جن مسائل پر متفق ہیں فتویٰ یقیناً انہیں پر ہوگا لیکن اگر روایات ظاہرہ میں ہمارے علماء کا اتفاق نہیں ہے تو واضح یہ ہے کہ فتویٰ علی الاطلاق امام اعظم علیہ الرحمہ کے قول پر ہوگا لیکن اگر حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے اس مسئلہ میں کوئی روایت نہ ملے تو پھر فتویٰ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر دیا جائے گا اور اگر ان سے بھی کوئی قول نہ ملے تو پھر فتویٰ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے قول پر دیا جائے۔(3)

سراجیہ میں ہے: ایک قول یہ ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) ایک جانب اور آپ کے صاحبین دوسری جانب ہوں تو مفتی کو اختیار ہے کہ وہ جس قول کو چاہے اختیار کرے اور اگر مفتی مجتہد نہ ہو تو اول قول اصح ہے۔(4) ان تینوں کے بعد پھر امام زُفر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا اور پھر امام حسن بن زیاد کے قول پر(5) اور الحاوی القدسیمیں اس امر کی تصحیح فرمائی ہے کہ اگر ان میں سے کسی کے قول کی تائید میں قوۃ مدرکہ یعنی قوی دلیل موجود ہے تو ایسی صورت میں وہ قول اختیار کیا جائے ورنہ یہی ترتیب قائم رکھی جائے گی۔(6) اسی وجہ سے علمائے احناف کبھی کبھی حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے بعض اصحاب کے قول کو ترجیح دیتے ہیں جبکہ اس کی تائید میں دلیل قوی موجود ہو جیسے کہ سترہ ۱۷ مسائل (7) میں علماء نے امام زُفر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے قول کو ترجیح دی ہے لہٰذا وہ ہمارے لئے بھی قابل ترجیح ہیں کیونکہ وہ دلیل میں گہری نظر رکھتے ہیں۔(8)

---

(2) ردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: رسم المفتی، ج۱، ص۱۶۲.

وفتح القدیر، کتاب أدب القاضی، ج۶، ص۳۶۰.

(3) الدرالمختار، المقدمۃ، ج۱، ص۱۶۲۔۱۶۹.

(4) الفتاوی السراجیۃ، کتاب أدب المفتی والتنبیہ علی الجواب، ص۱۵۷.

تفصیلات کے لیے فتاوی رضویہ (مُخَرَّجہ)، ج۱، حصہ الف، ص۱۰۵ تا ۱۰۸ ملاحظہ فرمالیں۔

(5) الدرالمختار، المقدمۃ، ج۱، ص۱۶۹.

(6) الحاوی القدسی، کتاب الحیل، فصل إذا اختلف الروایات...إلخ، ص۱۸۱.

ومجموعۃ رسائل ابن عابدین، الرسالۃ الثانیۃ: شرح عقود رسم المفتی، ج۱، ص۲۶.

(7) یہاں ۱۷ مسائل کا ذکر ہے جبکہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ردالمحتار، ج۵، ص۳۳۸، میں ۲۰ ایسے مسائل کی صراحت ذکر کی ہے جہاں امام زفر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے قول پر فتوی ہے۔۔۔۔علمیہ

(8) مجموعۃ رسائل ابن عابدین، الرسالۃ الثانیۃ: شرح عقود رسم المفتی، ج۱، ص۲۸.

۳۔ جب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے کسی مسئلہ میں روایات مختلف ہوں یا اس مسئلہ میں آپ سے یا آپ کے اصحاب سے کوئی روایت نہ ملے تو پہلی صورت میں جو روایت حجت و دلیل کے اعتبار سے اقوی ہو اُسے اختیار کیا جائے اور دوسری صورت میں یعنی جبکہ امام اعظم اور آپ کے اصحاب سے اس مسئلہ میں کوئی روایت ہی موجود نہ ہو دیکھے کہ متاخرین کا اس میں کیا قول ہے اگر متاخرین ایک ہی قول پر متفق ہیں تو اس قول کو اختیار کرے اور اگر متاخرین میں اختلاف ہے تو جس قول پر اکثر ہیں، پھر اسے اختیار کرے جس پر کہ مشہور اکابرین نے اعتماد کیا ہو جیسے امام ابو حفص، امام ابو جعفر، ابو اللیث اور امام طحاوی وغیرہم، اگر مسئلہ ایسا ہے کہ اس پر کوئی نص نہیں ملتی، نہ قولِ مجتہد، نہ اقوال متاخرین، تو پھر مفتی خود ہی اس پر علم شریعت کی روشنی میں غور وفکر کرے اور تدبّر سے کام لے اور حتی الوسع کوشش کرے کہ اس کا حکم نکل آئے تاکہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو۔ لیکن جزاف یعنی اٹکل اور بے تکی باتوں سے کام نہ لے، اللہ (عزوجل) سے ڈرتا رہے اور گہرا غور وفکر کرے کیونکہ یہ نہایت عظیم ذمہ داری ہے اس میں جزاف کی جسارت وہی کرسکتا ہے جو جاہل اور بدبخت ہے(9)

❀❀❀❀❀

فائدہ

علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: علماء کرام نے بیان فرمایا ہے عبادات کے مسائل میں فتویٰ مطلقاً قول امام اعظم پر ہے۔ مسائل ذوی الارحام میں فتویٰ قول امام محمد پر ہے اور مسائل قضا میں فتویٰ قول امام ابو یوسف پر ہے جیسا کہ قنیہ اور بزازیہ میں مذکور ہے اور شرح بیر یمیں مزید یہ ہے کہ مسائل شہادت میں بھی فتوی قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ پر ہے اور صرف سترہ ۱۷ مسائل میں فتویٰ قول امام زفر پر ہے رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔(1)

۴۔ جب کسی مسئلہ میں قیاس ہو اور استحسان ہو تو معدودے چند مسائل کو چھوڑ کر عمل استحسان پر ہوگا۔

۵۔ جب کوئی مسئلہ ظاہر الروایۃ میں مذکور نہ ہو بلکہ کسی دوسری روایت سے ثابت ہو تو اس کا حوالہ دینا چاہے۔

۶۔ حضرت امام نسفی (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے مُستَصفٰی میں بیان فرمایا ہے جب فقہاء کسی مسئلہ میں تین اقوال بیان فرمائیں تو ان میں راجح قول اول ہے یا قول آخر، درمیانی قول راجح نہ ہوگا شرح المنیہمیں ہے کہ اگر روایت درایت کے مطابق ہے تو اس سے عدول نہ کیا جائے۔(2)

۷۔ بحر کے باب الوقف میں ہے جب مسئلہ میں دو قول ہوں اور دونوں صحیح ہوں تو ان میں سے کسی بھی ایک کو افتاؤ قضاء کے لئے اختیار کیا جاسکتا ہے(3) بشرطیکہ دونوں قول برابر حیثیت کے ہوں لیکن اگر ایک قول لفظ تصحیح سے موکد ہو(4) تو اسے اختیار کیا جائے۔(5)

۸۔ جب فتویٰ ایک قول پر ہو اور تصحیح دوسرے قول کی تو اولیٰ یہ ہے کہ وہ قول اختیار کیا جائے جو متون کے موافق ہو۔(6) (بحر) اور اگر ایک قول شروح میں ہے اور اس کے خلاف دوسرا قول فتاوئی میں تو وہ قول اختیار کیا جائے جو شروح میں ہے کیونکہ فقہائے کرام کی تصریح ہے کہ متون مقدم ہیں (شروح پر اور شروح مقدم ہیں) فتاوی پر، یہ صورت

---

(1) ردالمحتار، المرجع السابق، ص ۱۷۰، ۱۷۱۔

(2) المرجع السابق، ص ۱۷۱۔

(3) البحر الرائق، کتاب الوقف، ج ۵، ص ۳۴۷۔

(4) یعنی دونوں قول صحیح ہوں لیکن ایک قول اصح (زیادہ صحیح) ہو۔

(5) الدر المختار و ردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: إذا تعارض التصحیح، ج ۱، ص ۱۷۱۔

(6) البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوائت، ج ۲، ص ۱۵۲۔

اسی وقت اختیار کی جائے گی جب ان دونوں اقوال میں سے ہر ایک کی تصحیح کی گئی ہو یا دونوں میں سے کسی کی بھی تصحیح منقول نہ ہولیکن اگر مسئلہ متون میں ہے (اور اس کی تصحیح بالتصریح نہیں کی گئی بلکہ اس کے مقابل) کی تصحیح بالتصریح کی گئی ہے تو وہ ہی مسئلہ اختیار کیا جائے جس کی تصحیح بالتصریح کی گئی ہے کیونکہ تصحیح بالتصریح تصریح التزامی پر مقدم ہے اگرچہ متون میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ وہ مذہب صحیح ہی بیان کریں گے تاہم یہ تصحیح سے کم تر درجہ ہے اور اگر ایک مسئلہ میں دو قول ہیں اور دونوں کی تصحیح کی گئی ہے تو اگر ان میں سے ایک قولِ امام ہے اور دوسرا قول کسی اور مجتہد کا، تو مفتی کو قولِ امام ہی اختیار کرنا چاہے اس لئے کہ دونوں تصحیح متعارض ہو کر ساقط ہو جائیں گی پھر اصل کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اصل یہ ہے کہ قولِ امام مقدم ہے۔(7)

(7) ردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: اذا تعارض التصحیح، ج۱، ص ۱۷۱.

وہ الفاظ جو فقہائے کرام فتویٰ دینے میں استعمال فرماتے ہیں

(۱) وَعَلَیْهِ الْفَتْوٰی(۲)وَبِهٖ یُفْتٰی(۳)وبِهٖ نَأْخُذُ(۴)وَعَلَیْهِ الاعْتِمَادُ (۵)وَعَلَیْهِ عَمَلُ الْیَوْمِ اَیْ عَلَیْهِ عَمَلُ النَّاسِ فِیْ هٰذَا الزَّمَانِ الْحَاضِرِ(۶) عَلَیْهِ عَمَلُ الاُمَّةِ (۷)وَهُوَالصَّحِیْحُ (۸)وَهُوَالاَصَحُّ (۹)وَهُوَ الاَظْهَرُ (۱۰)وَهُوَالاَشْبَهُ بِالْمَنْصُوْصِ رِوَایَةً وَالرَّاجِحُ دِرَایَةً فَیَکُوْنُ عَلَیْهِ الْفَتْوٰی(۱۱) وَهُوَ الاَوْجَهُ(۱۲)وَهُوَالْمُخْتَارُ (۱۳)وَبِهٖ جَرَی الْعُرْفُ(۱۴)وَهُوَالْمُتَعَارِفُ (۱۵)وَبِهٖ اَخَذَ عُلَمَاءُنَا۔

مندرجہ بالا الفاظ سے بقول صاحب الفتاویٰ الخیریہ للشیخ الرملی: بعض الفاظ بعض پر فضیلت رکھتے ہیں مثلاً لفظ فتویٰ زیادہ موکدو جاندار ہے، لفظ صَحِیْح، اَصَحُّ اور اَشْبَهُ وغیرھا سے اور لفظ وَبِهٖ یُفْتٰی زیادہ موکدو باوزن ہے لفظ اَلْفَتْوٰی عَلَیْهِ سے اور لفظ اَصَحُّ، صحیح کے مقابلہ میں زیادہ قوت والا ہے اور اَلاحْوَطُ زیادہ موکد ہے اَلاحْتِیَاطُ سے۔(1)

۱۰۔ اگر ائمہ ترجیح میں سے دو اماموں کے اقوال متعارض ہوں ایک نے اپنے قول کو هُوَ الصَّحِیْحُ سے تعبیر کیا اور دوسرے نے اپنے قول کو هُوَ الاَصَحُّ سے۔ اس صورت میں هُوَ الصَّحِیْحُ والے قول کو اختیار کرنا بہتر ہے کیونکہ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ صحیح پر دونوں متفق ہیں اور اَصح میں اختلاف ہے تو متفق قول کو اختیار کرنا بہتر ہے۔(2)

۱۱۔ صاحب درمختار نے رسالہ آداب المفتی سے نقل فرمایا کہ جب کوئی قول یا روایت کسی معتبر کتاب میں أَصَحُّ، اَوْلٰی، اَوْفَقُ اور اسی قسم کے کسی لفظ سے مخصوص کی جائے تو مفتی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس قول یا روایت کو اختیار کرے یا اس کے مقابل قول کو، لیکن اگر وہ قول یا روایت صحیح یا الماخوذ بہ یا بہٖ یفتٰی سے مزین ہے تو مفتی کے لئے ضروری ہے کہ اسی قول کو اختیار کرے، مخالف قول کو اختیار کرنا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں صحت اسی قول میں محصور ہے اور پہلی صورت میں جبکہ کسی روایت یا قول کو أَصَحُّ کہا تو اس کا مطلب ہے کہ مخالف قول بھی صحیح ہے اس لئے مفتی کو اختیار ہے کہ وہ اَصح پر فتویٰ دے یا صحیح پر۔(3)

---

(1) الدرالمختار وردالمحتار، المقدمة، مطلب: اذا تعارض التصحیح، ج۱، ص۱۷۲۔

والفتاویٰ الخیریة، مسائل شتی، الجزء الثانی، ص۲۳۱۔

(2) الدرالمختار، المقدمة، ج۱، ص۱۷۴۔

(3) المرجع السابق۔

۱۲۔ علامہ علاء الدین الحصکفی مؤلف درمختار شیخ قاسم کی کتاب التَّصْحِيْحُ وَالتَّرْجِيْحُ کے حوالہ سے بیان فرماتے ہیں کہ مفتی اور قاضی میں کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ مفتی احکام شریعت بیان کرتا ہے اور قاضی احکامِ شریعت کو لازم و نافذ کرتا ہے اور یہ کہ قولِ مرجوح پر فتویٰ دینا سخت جہالت ہے اور خلاف اجماع ہے اور یہ کہ حکم ملفق (یعنی باطل سے مزین) بالاجماع باطل ہے اور یہ کہ عمل کرنے کے بعد تقلید سے رجوع کرنا بالاتفاق باطل ہے۔(4)

۱۳۔ مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ جس فقیہ کے قول کے مطابق فتویٰ دے رہا ہے اس سے کَمَاحَقُّہٗ واقف ہو کہ اس فقیہ کا روایت و درایت میں کیا درجہ اور مقام ہے اور وہ طبقاتِ فقہاء میں سے کس طبقہ سے ہے تاکہ وہ اقوالِ مختلفہ میں سے کسی قول کو علم و بصیرت کی روشنی میں ترجیح دے سکے۔(5)

۱۴۔ فتاویٰ خیریہ کے آخر میں ہے کہ مفتی اور قاضی کے لئے راجح و مرجوح اور قوی وضعیف اقوال کا علم رکھنا ضروری ہے۔ ان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مسئلہ کا جواب دینے اور قضیہ کا فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لیں۔ بلکہ حقیقت کی جستجو کریں یعنی تثبت سے کام لیں۔ اور اپنے نفس کی خواہش اور اس کی اِتباع پر کسی حلال شے کو حرام اور کسی حرام شے کو حلال نہ بنائیں کہ اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنا سب سے بڑا گناہ ہے ایسا وہی کر سکتا ہے جو عاقبت سے بے خوف ہے اور جاہل و بد بخت ہے۔(6)

۱۵۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ نا قابلِ اِعتماد کتابوں سے فتویٰ نہیں لکھنا چاہیے۔ خواہ اس لئے نا قابلِ اعتماد ہوں کہ ان کی نقل و کتابت میں اغلاط و خامیاں ہیں یا اس لئے نا قابلِ اِعتماد ہوں کہ ان کے مصنف مُعْتَمَدعَلَیْہِ نہیں یا اس لئے کہ وہ بے حد پیچیدہ اور ان کا فہم دشوار طلب ہو اور ان کی عبارات انجلک غیر واضح الدَّلالۃ ہوں کیونکہ ایسی کتابوں کے سمجھنے میں کم علم لوگوں کے غلط فہمیوں میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے اور اس سے فتویٰ دینے میں غلطیوں کا قوی امکان ہے۔ ماضی میں ایسا ہوا ہے اور فتوے غلط ہو گئے ہیں۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رسالہ شرح عقود رسم المفتی میں اس کی کچھ مثالیں بھی بیان فرمائی ہیں۔(7)

۱۶۔ جب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہا ور صاحبین علیہما الرحمہ کسی قول پر متفق ہوں تو پھر بغیر کسی شدید تر ضرورت کے اس

---

(4) المرجع السابق، ص۱۷۵۔۱۷۶۔

(5) ردالمحتار، المقدمۃ، مطلب: فی طبقات الفقہاء، ج۱، ص۱۸۱۔

(6) الفتاوی الخیریۃ، مسائل شتی، ج۲، ص۲۳۱۔

(7) مجموعۃ رسائل ابن عابدین، الرسالۃ الثانیۃ: شرح عقود رسم المفتی، ج۱، ص۱۳۔

سے عدول نہیں کیا جاسکتا لیکن اگر امام صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ایک طرف اور صاحبین علیہما الرحمہ دوسری طرف ہوں اس وقت اگر صاحبین کی رائے بھی الگ الگ ہے تو فتویٰ قولِ امام پر ہوگا لیکن اگر صاحبین ایک رائے پر ہیں اور امام اعظم علیہ الرحمہ دوسری رائے پر تو عبداللہ بن مبارک کے نزدیک اس صورت میں بھی فتویٰ قولِ امام پر ہوگا۔ دیگر علماء کا قول یہ ہے کہ اس صورت میں مفتی کو اختیار ہے کہ جس کے قول پر چاہے فتویٰ دے صاحبین کے قول پر یا امام اعظم کے قول پر۔ اس اختیار کا مطلب یہ ہے کہ وہ یعنی مفتی دلیل میں غور کرے اور جو دلیل قوی ہو اس پر فتویٰ دے۔ (سراجیہ از شرح عقود رسم المفتی) الحاویمیں بھی یہی ہے کہ اعتبار قوت دلیل کا ہے کیونکہ مفتی کی شان یہی ہے وہ قوتِ دلیل پر نظر رکھے۔(8)

۱۷۔ مجموعہ رسائل ابن عابدین ۱۳۱ پر ہے: مفتی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ صرف ان ہی امور کو سامنے رکھے جو کہ کتب ظاہر الروایہ میں منقول ہیں اور زمانہ اور اہل زمانہ کے حالات کو نگاہ میں نہ رکھے اگر وہ ایسا کریگا تو اس سے بہت سے حقوق ضائع ہوجائیں گے اور اس کا نقصان نفع کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہوگا۔(9) کیونکہ یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ ایک شخص کبھی اس لئے کوئی حکم شرعی حاصل کرنا چاہتا ہے کہ دوسروں کو نقصان پہنچائے تو اگر مفتی اس کو حالات و زمانے کو ملحوظ رکھے بغیر فتویٰ دے گا تو گویا وہ بھی ایک طرح سے اس گناہ میں شریک ہوگیا کیونکہ مفتی کے اس فتوے کی وجہ سے دوسروں کو یہ نقصان اٹھانا پڑا مثلاً ایک شخص اپنی بہن یا بیٹی کو جو اس کی ماں یا اس کی بیوی کی پرورش میں ہے چاہتا ہے کہ ان کی مدت حضانت ختم ہوتے ہی وہ اپنی اس بہن یا بیٹی کو اپنی ماں یا بیوی سے لے لے اور اس فعل سے اس کا مقصد اپنی ماں یا بیوی کو اذیت پہنچانا یا اس کے مال پر قبضہ کرنا یا اس کا نکاح کسی دوسرے سے کردینا ہو تو مفتی کو چاہیے کہ جب وہ اسی سے حالات کا اندازہ کرلے تو جواب میں اس کا لحاظ رکھے اور مستفتی کو بتلادے کہ اضرار جائز نہیں ہے اگر وہ اپنی اس بہن یا بیٹی کو اپنی ماں یا بیوی سے حاصل کریگا تو گنہ گار ہوگا۔

آداب الافتاء کے ان اصول و قواعد اور احکام سے معلوم ہوا کہ فتویٰ دینا اور حکم شریعت قرآن کریم یا احادیث پاک یا کتب فقہ سے بیان کرنا کوئی سہل کام نہیں کہ جس کو ہر عالم یا عامی و جاہل یا کم علم اور قلیل البصیرت انجام دے

---

(8) المرجع السابق، ص ۲۶۔

والفتاوی السراجیۃ، مسائل شتّی، الجزء الثانی، ص ۱۵۷۔

والحاوی القدسی، کتاب الحیل، فصل اذا اختلف الروایات۔۔۔ إلخ، ص ۱۸۱۔

تفصیلات کے لیے فتاوی رضویہ (مُخَرَّجہ)، ج ۱، حصہ الف، ص ۱۰۵ تا ۱۰۸ ملاحظہ فرمالیں۔

(9) مجموعۃ رسائل ابن عابدین، الرسالۃ الثانیۃ: شرح عقود رسم المفتی، ج ۱، ص ۴۶، ۴۷۔

سکے قرونِ اولیٰ میں افتاء کے لئے اجتہاد کی شرط تھی غیر مجتہد، مفتی نہ ہوتا تھا نہ کہلایا جاتا تھا اس دور میں جب کہ علم کا زوال اور علماء کمیاب ہیں بے علم لوگ چند احادیث کا ترجمہ یاد کرکے احکام شرعیہ بیان کرنے لگتے ہیں اور اللہ (عزوجل) کا خوف ان کے دل میں نہیں آتا۔ کچھ لوگ محض اپنی عقل کی بنیاد پر کسی امر کے جائز یا ناجائز ہونے کا حکم کردیتے ہیں۔ قرآنِ کریم کا ترجمہ پڑھ کر اس کی تفصیل اور اصول وقواعد کا علم حاصل کئے بغیر بڑی بے باکی سے حکم شرعی بیان کردیتے ہیں ای سے لوگوں کو اللہ واحد قہار (عزوجل) سے خوف کھانا چاہے اور اپنا دین وعاقبت برباد نہیں کرنا چاہیے آج کل کے نو آموز علماء بلا خوف ریا ونفاق خود اپنے قلم سے خود کو مفتی اعظم، شیخ الحدیث، فقیہ العصر اور محدث کبیر وغیرہا اعظم المرتبت الفاظ اپنے نام کے ساتھ لکھتے ہیں یا لکھواتے ہیں اور اگر ان کے نام کے ساتھ یہ ضخیم الفاظ وہ خطابات نہ لکھے جائیں تو اپنی توہین محسوس کرتے ہیں اور اس کا برا مناتے ہیں۔ یہ سب کچھ ان کی کم علمی اور ظرف کے چھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔ انہیں اللہ (عزوجل) سے ڈرنا چاہے اور اپنی اصلاح کرنی چاہے اگر وہ صاحب علم صحیح ہوتے تو اس آیت کا مصداق ہوتے (اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا) (10) اللہ (عزوجل) کے بندوں میں علماء ہی کو خوف الٰہی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھے ہمیں عملِ صالح کی توفیق دے اور ہماری عاقبت بخیر فرمائے۔ آمین

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

❁❁❁❁❁

(10) پ۲۲، فاطر:۲۸۔

القواعد الفقھیہ ۔۔۔۔۔۔ والاصول الکلیہ
فقہ اسلامی کی بنیادیں

اسلامی احکام شرعیہ کا سرچشمہ اور ماخذ:

شریعت اسلامیہ کے جملہ احکام ومسائل کا سرچشمہ، منبع اور ماخذ دو قسم کے امور ہیں ایک وہ جو تمام آئمہ اور جمہور علماء کے نزدیک متفق علیہا ہیں اور وہ چار چیزیں ہیں:

شریعت اسلامیہ کے جملہ احکام ومسائل کا سرچشمہ، منبع اور ماخذ دو قسم کے امور ہیں ایک وہ جو تمام آئمہ اور جمہور علماء کے نزدیک متفق علیہا ہیں اور وہ چار چیزیں ہیں:

(۱) کتاب اللہ العظیم (۲) سنت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام (۳) اجماع امت (۴) قیاس، ان چاروں پر تمام آئمہ کرام اور علماء فقہ کا اجماع ہے کہ یہ شریعت مطہرہ کے جملہ احکام ومسائل کی بنیادیں ہیں۔(1)

دوسری قسم وہ ہے جو ان کے علاوہ ہیں اگرچہ یہ امور بھی نورِ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے منور ہیں اور ان ہی کے فیضان سے مستفیض ہیں لیکن وہ اصول ایسے ہیں جن کو احکام شریعت ومسائل فقہیہ کی بنیاد تسلیم کرنے اور حجت شرعیہ اور قابل استدلال ماننے میں علماء فقہ باہم اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ نیز ان کے مفہوم کی تحدید وتعریف اور ان کے دائرہ عمل کی توسیع میں بھی اختلاف ہے ایسے اصولوں کو فقہ کی اصطلاح میں استدلال سے موسوم کیا جاتا ہے ان کی تعداد پانچ ہے:

(۱) استحسان (۲) مصالح مرسلہ (۳) استصحاب (۴) سابقہ شرائع (۵) صحابی کا مسلک، تفصیلات کے لیے اصول فقہ کی کتابوں کی طرف رجوع کریں۔(2) ہمارے آئمہ ذوی الاحترام ومجتہدین عظام اور ماہرین علم فقہ علیہم الرحمۃ والرضوان نے مذکورہ بالا تمام ہی بنیادی اصولوں کی روشنی میں ان کو منبع وماخذ بنا کر مسائل فقہ واحکام شریعت کا استخراج کیا ،فقہ کی کتابیں اور فتاویٰ مرتب فرمائے جن میں بے شمار احکام، مسائل اور جزئیات فقہیہ کو بیان فرمایا جن سے آنے والی

---

(1) اصول الشاشی، مقدمۃ الکتاب، ص۲۔

(2) کتب اصول میں ان کی تعداد آٹھ، چھ اور پانچ سے کم بھی بیان کی گئی ہیں تفصیل کے لیے کتب اصول، مثلاً التقریر والتحبیر شرح التحریر، ج۳، ص۳۸۲، وفواتح الرحموت، ج۲، ص۴۰۱ ملاحظہ فرمائیں۔

نسلیں مستفید ہوئیں اور ہوتی رہیں گی تاہم وہ اپنی مدۃ العمر کوششوں کے باوجود تمام جزئیات کا احاطہ نہ کرسکے بے شمار مسائل ایسے ابھر کر آئے جن سے متعلق صریح حکم ان کتابوں میں نہیں ملتا اور قیامت تک نئے نئے مسائل پیدا ہوتے ہی رہیں گے اسلام چونکہ ایک مکمل مذہب ہے اور قرآن کا یہ نہایت سچا دعویٰ ہے کہ وہ (تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ) (3) ہے اس لئے یہ علماء اسلام کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر نئے ابھرنے والے مسئلہ کا حکم قرآن کریم، احادیث نبویہ اور ان سے ماخوذ منابع و مآخذ سے بیان کریں بلاشبہ ہمارے عظیم علماء کرام نے ان نومولود مسائل کے احکام شریعہ معلوم کرنے کے لئے بھی نیک کوششیں فرمائیں اور مذکورہ بالا منابع و مآخذ کے سایہ میں فقہ کے کچھ ایسے قواعد وضوابط اور اصول کلیہ مرتب فرمادیئے جن کے ذریعہ سے ہر دور اور ہر زمانے کے مفتیان کرام (بشرطیکہ وہ فقہ میں مہارت و کمال رکھتے ہوں) ہر نومولود مسئلہ کا حکم شرعی بیان کرسکیں۔ الحمد للہ کہ ہمارے علمائے فقہ کی یہ عظیم کوشش قرآنِ کریم کے اس دعویٰ کی کہ وہ (تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ) ہے ایک مستحکم دلیل اور حجت قاطعہ ہے اللہ تعالیٰ ان کی ارواح طیبات پر اپنی رحمت و نور کی بارش برسائے، آمین!

بے شک اُمت اسلامیہ ان کے احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتی صرف اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل و کرم سے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ اس مختصر میں یہ فقیر فقہ کے ان ہی قواعد وضوابط اور اصول کلیہ میں سے کچھ کو بیان کر رہا ہے جو ہمارے فقہائے کرام نے نومولود مسائل احکامِ شریعہ سے معلوم کرنے کے لئے بیان فرمائے ہیں اُمید ہے کہ دورِ حاضر اور بعد میں آنے والے مفتیان کرام اور علماء فقہ کے لئے بیان احکام میں یہ معاون و مددگار ثابت ہوں گے یہ سب کچھ اس ناچیز نے اپنے اساتذہ اور اپنے علماءِ کرام کی کتابوں سے حاصل کئے ہیں ان میں جو صحیح ہیں وہ ان کی طرف سے ہیں اور اگر ان میں کوئی نقص یا غلطی ہے تو وہ یقیناً اس فقیر کی ہے اصحابِ علم تصحیح فرمادیں اور اس خطا کار کو معاف فرمادیں۔ اسی کے ساتھ یہ بندہ ناچیز تمام پڑھنے والوں اور استفادہ کرنے والوں سے امید رکھتا ہے اور درخواست کرتا ہے کہ وہ ضرور ہی اسے پڑھ کر رب کریم و عفو، غفور کی بارگاہ میں میرے لئے دعائے حسن عاقبت کریں گے اور میرے لئے بے حساب مغفرت کی دعا فرمائیں گے۔

ذیل میں ان قواعد فقہیہ اور اصول کلیہ کو بیان کیا جاتا ہے جن کے ذریعہ سے ہر اس نومولود مسئلہ کا حکم شرعی معلوم کیا جاسکتا ہے جس کا ذکر نہ کتبِ فقہیہ میں ہے نہ اس پر کوئی نص شرعی ہے نہ اس پر کوئی استدلال شرعی ہے؟ جن مسائل کا حکم کتب فقہ میں بیان کردیا گیا یا اس سے متعلق کوئی نص شرعی موجود ہے یا اس پر استدلال شرعی موجود ہے ایسے مسائل کا حکم وہی ہے جو ان کتابوں میں ہے ان قواعد فقہیہ اور اصول کلیہ کو وہاں استعمال نہیں کیا جائے گا۔ کسی کے لئے یہ جائز

(3) پ ۱۴، النحل: ۸۹۔

نہیں کہ وہ نصوص شرعیہ کو چھوڑ کر استدلال کو نظر انداز کر کے ان قواعد فقہیہ سے حکم بیان کرے اگر وہ ایسا کریگا تو یہ اس کی اتباع نفس اور جہالت ہوگی۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

❁❁❁❁❁

قاعدہ نمبر ا: لَا ثَوَابَ اِلاَّ بِالنِّيَّةِ

یہ قاعدہ حدیث اَلاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (1) سے ماخوذ ہے مطلب یہ کہ ثواب اُخروی کا مدار اخلاص نیت پر ہے یہ قاعدہ فقہیہ تمام اعمال وافعال پر حاوی ہے۔عبادت خواہ مقصودہ ہو یا غیر مقصودہ اگر ان کا فاعل اخلاص نیت نہیں رکھتا تو وہ ماجور و مثاب نہ ہوگا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے، اَلاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ یعنی اعمال کا حکم نیت پر موقوف ہے تمام عبادات مقصودہ کی صحت ادائے نیت پر موقوف ہے جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج میں اگر نیت نہیں کرے گا تو ان میں سے کوئی عبادت صحیح ادا نہ ہوگی اور جب عبادت صحیح ادا نہ ہوئی تو ثواب اخروی کیسے مرتب ہوگا۔نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج اپنے تمام اقسام کے ساتھ عبادات مقصودہ میں داخل ہیں لہٰذا ان میں سے کوئی بھی بغیر نیت کے صحیح ادا نہ ہوں گے وضو اگر چہ نماز کے لئے فرض اور شرط ہے مگر یہ عبادت غیر مقصودہ ہے اس لئے یہ نیت کے بغیر بھی صحیح ہوجائے گی لیکن اگر کوئی شخص بغیر نیت کئے ہوئے وضو کریگا وہ مستحق ثواب نہیں ہے اسی طرح وہ اپنے کسی عمل میں بھی بغیر نیت کے ثواب کا مستحق نہ ہوگا۔فقہ کا یہ قاعدہ بے شمار مسائل کا حل ہے اور انسان کے مذہبی معاشرتی اعمال کی فلاح و بہبود اور بہت سے علوم کے اباحت حصول کی بنیاد اسی پر ہے اور مباح میں بہت سی چیزوں کا جواز یا عدم جواز یا ثواب یا عدم ثواب اسی سے متعلق ہے۔(2)

---

(1) صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی۔۔۔ الخ، الحدیث:۱، ج۱، ص۶۔

(2) الاشباہ والنظائر، الفن الاول: القواعد الکلیۃ، النوع الاول، القاعدۃ الاولی، ص۱۷، ۱۸۔

قاعدہ نمبر ۲: اَلْاُمُوْرُ بِمَقَاصِدِهَا

یعنی اعمال اور معاملات کا دار و مدار ان کے مقاصد پر ہے یعنی کسی چیز کے جائز یا ناجائز ہونے، حلال یا حرام ہونے یا کسی عمل پر اجر یا سزا ملنے کا دارومدار اس کے مقصد اور نیت پر ہے جیسے کسی نے ناراض ہوکر اپنے مسلمان بھائی سے ترک سلام وکلام کیا اگر بلا سببِ شرعی اس نے تین دن سے زیادہ اس عمل کو جاری رکھا تو حرام ہے کیونکہ حدیث شریف میں تین دن سے زیادہ ترک سلام وکلام کی مُمانعت ہے(1) اور اگر سببِ شرعی کی وجہ سے تین دن سے زیادہ بھی ترک سلام وکلام کیا کہ وہ بدکار، یا شرابی یا تارک الصلوۃ (نماز نہیں پڑھتا) ہے تو جائز ہے۔ اسی طرح شیرے کی بیع (یعنی انگور وغیرہ کے رس کی فروخت) جائز ہے لیکن اگر بائع نے شیرہ شراب بنانے والے کو اس مقصد سے فروخت کیا کہ وہ شراب بنائے تو اس بیع پر وہ گناہ گار ہوگا اور اس کا یہ فعل حرام ہے اور ناجائز ورنہ نہیں، کوئی پڑی ہوئی چیز ملی اگر اس مقصد سے اٹھائی کہ مالک کو پہنچادے گا تو جائز ورنہ ناجائز۔ سکہ پر اسم جلالت نقش کرایا اگر بقصد علامت ہے تو جائز اگر بقصدِ تہاون واہانت ہے تو ناجائز وحرام بلکہ کفر۔ نماز کی کوئی آیت تلاوت کی جو کسی سائل کا جواب بھی ہوسکتی ہے اگر اس سے مقصد جواب دینا ہے تو یہ فعل حرام اور نماز فاسد، ورنہ نہیں۔ اصل میں یہ دونوں قاعدے تقریباً ہم معنی ہیں۔ اور بے شمار مسائل ان سے مستخرج ہیں۔(2)

(1) سنن ابی داود، کتاب الادب، فیمن یھجر اخاہ المسلم، الحدیث: ۴۹۱۳، ج ۴، ص ۳۶۴۔

(2) الاشباہ والنظائر، الفن الاول: القواعد الکلیۃ، النوع الاول، القاعدۃ الثانیۃ، ص ۲۳۔
وغمز عیون البصائر، الفن الاول فی القواعد الکلیۃ، النوع الاول، القاعدۃ الثانیۃ، ج ۱، ص ۱۰۲۔۱۰۸۔

قاعدہ نمبر ۳: اَلْیَقِیْنُ لَا یَزُوْلُ بِالشَّكِّ

یعنی یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ یہ قاعدہ اس حدیث مبارکہ سے ماخوذ ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ فِيْ بَطْنِهٖ شَيْئًا فَأَشْكَلَ عَلَيْهِ أَخَرَجَ شَيْءٌ أَمْ لَا، فَلَا يَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيْحًا (1) یعنی جب کوئی شخص اپنے پیٹ میں کچھ محسوس کرے اور یہ یقین مشکل ہوجائے کہ اس میں سے کچھ نکلا یا نہیں یعنی ریح وغیرہ خارج ہوئی یا نہیں تو اس وقت تک مسجد سے باہر نہ آئے جب تک وہ ریح خارج ہونے کو محسوس نہ کرے (یعنی جب تک ہوا کی بو محسوس نہ کرے) یا اس کی آواز نہ سن لے۔ جیسے کسی شخص کو اپنے باوضو ہونے کا یقین ہے اور وضو ٹوٹنے میں شک ہے تو وہ باوضو مانا جائے گا (2) اور جیسے کسی شخص کے زندہ ہونے کا یقین ہے اور مرنے میں شک ہو تو اسے زندہ ہی مانا جائے گا اور اس کی وراثت تقسیم نہ کی جائے گی۔ اس قاعدہ کے ماتحت اور بھی احکام شرعیہ ہیں۔

❀❀❀❀❀

(1) صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب الدلیل علی من تیقن... إلخ، الحدیث: ۹۹۔ (۳۶۲)، ص ۱۹۳۔

(2) الاشباہ والنظائر، الفن الاول: القواعد الکلیۃ، النوع الاول، القاعدۃ الثالثۃ، ص ۴۷، ۴۹۔

قاعدہ نمبر ۴: اَلاَصلُ بَرَاءَۃُ الذِّمَّۃِ

اصل یہ ہے کہ ہر شخص بری الذمہ ہے جب تک اس پر کوئی حق یا دعویٰ ثابت نہ ہو جیسے مدعی کا دعویٰ ہے کہ اس پر میرا قرض ہے اور مدعیٰ علیہ کہتا ہے کہ مجھ پر کوئی قرض نہیں اور مدعی کے پاس کوئی دلیل اور شہادت بھی ثبوت قرض کے لئے نہیں ہے تو اس صورت میں مدعیٰ علیہ کا قول تسلیم کیا جائے گا اور وہ بری الذمہ ہے کیونکہ بری الذمہ ہونا یعنی اس پر قرض نہ ہونا اصل ہے اسی لئے ثبوت اور دلیل ہمیشہ مدعی پر ہوتی ہے کیونکہ مدعی کا قول اور دعویٰ اصل کے خلاف ہوتا ہے۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) الاشباہ والنظائر، المرجع السابق، ص۵۰۔

قاعدہ نمبر ۵: مَنْ شَكَّ هَلْ فَعَلَ شَيْئًا أَمْ لَا فَالاَصْلُ أَنَّه لَمْ يَفْعَلْ

یعنی اگر کسی کو یہ شک ہو کہ اس نے یہ کام کیا یا نہیں کیا تو اصل یہ ہے کہ اس نے وہ کام نہیں کیا۔ مثلاً یہ شک ہوا کہ میں نے اس وقت کی نماز پڑھی یا ابھی نہیں پڑھی تو اگر اس نماز کا وقت باقی ہے جس میں شک کر رہا ہے تو نماز دوبارہ پڑھے اور اگر اس نے شک کیا نماز کا وقت گزر جانے کے بعد تو اعادہ نہیں۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) الاشباہ والنظائر، الفن الاول: القواعد الکلیۃ، النوع الاول، القاعدۃ الثالثۃ، ص۵۰، ۵۱۔

قاعدہ نمبر ۶: مَنْ تَيَقَّنَ الْفِعْلَ وَشَكَّ فِي الْقَلِيْلِ وَالْكَثِيْرِ حُمِلَ عَلَى الْقَلِيْلِ

جیسے کسی کو عمل کرنے کا تو یقین ہے لیکن شک یہ ہے کہ وہ کام زیادہ کیا یا کم کیا تو اس کا فعل کم پر محمول کیا جائے گا کیونکہ کم کا تو یقین ہے۔ مثلاً یہ شک ہوا کہ نماز میں کتنی رکعتیں پڑھیں اگر پہلی بار ایسا ہوا ہے تو نماز از سر نو پڑھے اور اگر بکثرت ایسا ہوتا ہے تو تحری کرے ورنہ اقل رکعت قرار دے۔ یہ اس وقت ہے جب شبہ نماز کی حالت میں ہو اگر نماز سے فراغت کے بعد یہ شبہ ہوا تو اس پر کچھ نہیں۔(1)

❀❀❀❀❀

(1) المرجع السابق

قاعدہ نمبر ۷: مَاثَبَتَ بِيَقِيْنٍ لَّايَرْتَفِعُ اِلَّا بِيَقِيْنٍ

یعنی جو چیز یقین سے ثابت ہوتی ہے وہ صرف یقین ہی سے زائل ہوسکتی ہے(1) جیسے کسی کو اپنے باوضو ہونے کا یقین ہے اور وضو ٹوٹ جانے کا شک ہے تو وہ باوضو ہی ہے محض شک سے باوضو ہونے کا یقین زائل نہیں ہوسکتا۔ کنواں پاک ہونے کا یقین ہے اور ناپاک ہونے کا شک ہے تو کنواں پاک ہی قرار دیا جائے گا۔

❁❁❁❁❁

(1) المرجع السابق، ص۵۱۔

قاعدہ نمبر ۸: اَلاصْلُ الْعَدَمُ فِی الصِّفَاتِ الْعَارِضَۃِ(۱)
قاعدہ نمبر ۹: وَالاصْلُ الْوُجُوْدُ فِی الصِّفَاتِ الاصْلِیَّۃِ

ان دونوں کی مثال یہ ہے کہ کسی نے ایک غلام خریدا اس شرط پر کہ روٹی پکانا جانتا ہے یعنی خباز ہے یا وہ کتابت جانتا ہے۔ پھر خریدار نے کہا کہ وہ خباز نہیں یا کاتب نہیں تو قول مشتری کا مانا جائے گا کیونکہ خباز اور کاتب ہونا صفات عارضہ سے ہے اور اصل اس میں عدم ہے۔ دوسرے قاعدہ کی مثال یہ ہے کہ کسی نے باندی خریدی اس شرط پر کہ وہ باکرہ (کنواری) ہے پھر مشتری نے اس میں بکارت کا انکار کیا اور بائع کہتا ہے کہ باکرہ ہے تو اس صورت میں بائع کا قول تسلیم کیا جائے گا کیونکہ بکارت صفات اصلیہ سے ہے اور اصل اس میں وجود ہے۔(2)

❀❀❀❀❀

---

(1) المرجع السابق، ص۵۳، ۵۴۔

(2) الفتح القدیر، کتاب البیوع، باب خیار الشرط، ج۵، ص۵۲۹۔

والاشباہ والنظائر، الفن الاول: القواعد الکلیۃ، النوع الاول، القاعدۃ الثالثۃ، ص۵۴۔

قاعدہ نمبر ۱۰: اَلاَصْلُ فِی الاَشْیَاءِ الاِبَاحَۃُ

یعنی ہر چیز اصل میں مباح و جائز ہے۔ یہ اصل حضرت امام شافعی اور احناف میں حضرت امام کرخی کے نزدیک ہے(1) متاخرین احناف نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان بھی اس کو سند لائے ہیں۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

(ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا) (2)

اللہ ہی نے تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے پیدا فرمایا۔

لہٰذا ہر چیز مباح اور جائز ہے جب تک اس کے عدم جواز یا تحریم پر کوئی دوسرا حکم نہ ہو صاحب ہدایہ علیہ الرحمہ کا بھی یہی مسلک ہے۔(3)

حدیث شریف میں ہے: اَلْحَلَالُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ وَالْحَرَامُ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ وَمَاسَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ(4)

حلال وہ ہے جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں حلال فرمادیا اور حرام وہ ہے جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں حرام فرمادیا اور جن چیزوں سے سکوت اختیار فرمایا وہ معاف ہیں اور مباح۔

لہٰذا ہر وہ چیز جس سے اللہ عزوجل نے سکوت اختیار فرمایا وہ جائز و مباح ہے اگر اسے کوئی شخص ناجائز یا حرام یا گناہ کہے اس پر لازم ہے کہ وہ دلیل شرعی لائے کیونکہ مسکوت عنہا (جس سے سکوت کیا گیا) کو مباح و جائز کہنے کے لئے یہ حدیث ہی کافی ہے۔ قرآنِ پاک کی ایک آیت اس مفہوم کو ثابت کرنے والی اوپر بیان ہوچکی ہے دوسری آیت جس سے یہ مفہوم اور زیادہ وضاحت سے ثابت ہوتا ہے یہ ہے!

---

(1) الاشباہ والنظائر، الفن الاول: القواعد الکلیۃ، النوع الاول، القاعدۃ الثالثۃ، ص۵۶، ۵۷۔

(2) پ۱، البقرۃ: ۲۹۔

(3) الھدایۃ، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج۱، ص۲۷۸۔

والاشباہ والنظائر، الفن الاول: القواعد الکلیۃ، النوع الاول، القاعدۃ الثالثۃ، ص۵۷۔

(4) سنن ابن ماجۃ، کتاب الاطعمۃ، باب أکل الجبن والسمن، الحدیث: ۳۳۶۷، ج۴، ص۵۶۔

(یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــٴَـلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ)(5)

اے ایمان والوتم ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کروجن کا حکم نازل نہیں کیا گیا کہ اگر ان کا حکم ظاہر کردیا جائے توتمہیں تکلیف پہنچے اسی لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے شرعی احکام میں کثرت سوال سے منع فرمایا کہ اس سے شریعت کے احکام کے سخت ہونے کا اندیشہ ہے اس آیت کا واضح مفہوم یہی ہے کہ جن چیزوں کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا وہ عفو میں داخل ہیں۔ اگر ان کی ممانعت یا فرضیت کا حکم نازل ہوگیا توتمہیں تکلیف پہنچے گی۔ لہٰذا جن چیزوں کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا وہ آیت مذکورہ (هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا) کی رو سے جائز ومباح ہیں (تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا) (6) اور یہ اللہ عزوجل کی بیان کردہ حدود ہیں تو ان سے تجاوز نہ کرو۔ لہٰذا جوان مسکوت عنہا کو ناجائز یا حرام یا بدعت سیۂ یا فرض یا واجب کہے وہ قرآن یا حدیث یا قواعد فقہیہ سے دلیل لائے ورنہ یہ اللہ عزوجل کی بیان کردہ حدود سے آگے بڑھنا ہے اور اللہ عزوجل اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام اور شریعت کاملہ پر افتراء ہوگا۔ جس کی قرآن میں شدید مذمت آئی ہے اور سخت ممانعت وتہدید کی گئی ہے لہٰذا میت کو ایصالِ ثواب کے لئے تعین وقت کے ساتھ قرآن خوانی یا سوالاکھ بار کلمہ شریف پڑھنا یا پڑھوانا فاتحہ ودرود، انعقاد محافل میلاد شریف اور صلوٰۃ وسلام اور بیعت وارادت وغیرہا کے عدم جواز و بدعت کے قائلین کو قرآن یا احادیث یا اقوال صحابہ یا اقل درجہ میں قواعد فقہیہ سے ان کے عدم جواز پر دلیل لانا چاہیے۔ بلا دلیل شرعی ان کے عدم جواز کا قول اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلّم پر افتراء ہے، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی۔

یہ امر بھی ملحوظ رکھنا اشد ضروری ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا قول وفعل اور صحابہ کرام کا قول وفعل تو حجت شرعیہ ہے مگر ان کا عدم قول اور عدم فعل، عدم جواز کے لئے حجت شرعیہ نہیں وہ اسی قاعدہ کے مطابق جائز ومباح ہے کہ اَلْاَصْلُ فِی الْاَشْیَاءِ الْاِبَاحَةُ بلکہ امر مباح بہ نیت خیر باعث اجروثواب ہے اور مستحسن کہ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ حدیث صحیح ہے بلکہ وہ تمام امور مباح جن سے دین کی ترقی یا تعلیماتِ اسلام کی اشاعت اور شریعت کا تحفظ ہوتا ہے سب مستحسن ہیں۔

❁❁❁❁❁

---

(5) پ ۷، المآئدۃ: ۱۰۱۔

(6) پ ۱، البقرۃ: ۲۹۔

قاعدہ نمبر ۱۱: اَلْاَصْلُ إِضَافَةُ الْحَادِثِ إِلٰى أَقْرَبِ أَوْقَاتِهٖ

اصل اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر واقعہ کو اس کے قریب تر وقت کی طرف منسوب کیا جائے۔ جیسے کوئی عورت یہ دعویٰ کرے کہ اس کے شوہر نے اس کو اپنے مرض الموت میں طلاق دی ہے اور دیگر ورثہ کہتے ہیں کہ حالتِ صحت میں طلاق دی ہے تو ایسی صورت میں عورت کا قول مانا جائے گا کیونکہ اس کا قول اقرب کی طرف منسوب ہے اور وہ متوفی شوہر کی وارث ہوگی۔(1)

(1) الاشباہ والنظائر، الفن الاول: القواعد الکلیۃ، النوع الاول، القاعدۃ الثالثۃ، ص۵۵.

قاعدہ نمبر ۱۲: اَلْمَشَقَّۃُ تَجْلُبُ التَّیْسِیْرَ

یعنی مشقت آسانی لاتی ہے(1) اس قاعدہ کا ماخذ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

(یُرِیْدُ اللہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ) (2)

اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے تمہارے لئے دشواری نہیں چاہتا۔

دوسری جگہ فرماتا ہے:

(وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ) (3)

اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں تنگی اور حرج نہیں رکھا۔

اس لئے شریعت نے مسائل کثیرہ میں مسلمانوں کے لئے آسانیاں فراہم کی ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰی أُمَّتِیْ لَفَرَضْتُ عَلَیْھِمُ السِّوَاکَ (4) اگر میں اپنی امت پر مسواک کرنے کی پابندی باعثِ مشقت نہ جانتا تو میں مسواک کرنے کو واجب کر دیتا۔ جب حج فرض ہونے کی آیت نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کر دیا ہے تو ایک صحابی حضرت عکاشہ بن محصن یا سراقہ بن مالک نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا ہر سال؟ یہ سوال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم پر گراں گزرا فرمایا خدا کی قسم اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال فرض ہو جائے گا۔(5) اسی طرح نمازِ تہجد صرف آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم) پر واجب تھی امت پر واجب نہیں ہے، روزہ بھی سال میں ایک ہی ماہ کا فرض کیا گیا۔ ان آیات و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ اور اس کے رسول رحمت علیہ السلام مسلمانوں کو آسانیاں عطا فرماتے ہیں اسی کی روشنی میں فقہ کا یہ قاعدہ ہے کہ مشقت آسانیاں لاتی ہے۔

---

(1) الاشباہ والنظائر، الفن الاول: القواعد الکلیۃ، النوع الاول، القاعدۃ الرابعۃ، ص ۶۴۔

(2) پ ۲، البقرۃ: ۱۸۵۔

(3) پ ۱۷، الحج: ۷۸۔

(4) المسند للامام أحمد بن حنبل، حدیث تمام بن العباس، الحدیث: ۱۸۳۵، ج ۱، ص ۴۵۹۔

(5) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرۃ فی العمر، الحدیث ۴۱۲۔(۱۳۳۷)، ص ۶۹۸۔

والتفسیر الکبیر، سورۃ المائدۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۱، ج ۴، ص ۴۴۴۔

علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب الاشباہ والنظائر میں عبادات وغیرہا میں سات قسم کے اسباب تخفیف بیان فرمائے ہیں۔صاحب نورالانوار نے اس کی دو قسمیں کی ہیں اور اٹھارہ اسباب بیان فرمائے ہیں جو بعد میں بیان کئے جائیں گے۔

(۱)سفر:

سفر کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ اتنا طویل فاصلہ طے کیا جائے جو درمیانی رفتار انسانی سے تین دن تین رات میں طے ہو اس کو سفر طویل کہتے ہیں اور اس کی تخفیفات شرعیہ یہ ہیں کہ اتنا طویل سفر کرنے والا مسافر نماز قصر ادا کریگا(6)اسے روزہ چھوڑ دینے کی اجازت ہے اور موزوں پر تین دن اور تین رات مسح کرسکتا ہے۔ دورانِ سفر اس پر قربانی واجب نہیں وغیرہ وغیرہ دوسری قسم سفر کی یہ ہے کہ اتنا طویل نہ ہو اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے شہر سے باہر نکل جائے خواہ چند میل باہر ہی سہی اس کو شریعت کی طرف سے جو تخفیف وتیسیر دی گئی ہے وہ یہ ہیں کہ وہ جمعہ چھوڑ سکتا ہے اس پر نماز باجماعت موکدہ نہیں اور وہ سواری پر نفل نماز ادا کرسکتا ہے اور پانی میسر نہ ہو تو تیمم کرسکتا ہے وغیرہا۔

(۲)مرض:

اسباب تخفیف میں سے دوسری قسم مرض ہے اس کی شرعی رخصت اور تخفیفات بھی بہت زیادہ ہیں۔ اگر بیماری بڑھ جانے یا جان کا اندیشہ ہو تو غسل اور وضو کے بجائے تیمم کرسکتا ہے۔ اگر کھڑا نہیں ہوسکتا تو بیٹھ کر نماز ادا کرے گا اور بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو لیٹ کر نماز ادا کرنے کی اجازت ہے، نماز جماعت میں شریک نہ ہونے کی اجازت ہے، اسی طرح جمعہ وعیدین میں نہیں جاسکتا تو اجازت ہے کوئی گناہ نہیں، رمضان کے روزے بھی قضا کرنے کی اجازت ہے وغیرہا۔

(۳)اکراہ:

تخفیف کا تیسرا سبب اکراہ ہے۔

نمبر(۴)نسیان۔

نمبر(۵)جہالت۔

نمبر(۶)نقص اور

نمبر(۷)عُسر اور عموم بلوئ:

---

(6) یعنی چار رکعت فرض والی نماز کی ادائیگی دو رکعت سے کرے گا۔

عسر اور عموم بلوی پر بھی شریعت کے بہت سے مسائل واحکام متفرع ہیں، عسر کا مطلب ہے تنگی اور دشواری اور عموم بلوی کا مطلب ہے ایسا ابتلاء عام جس سے بچنا دشوار اور مشکل ہو جیسے اس کپڑے سے نماز پڑھنے کی اجازت ہے جس پر چوتھائی کپڑے سے کم میں نجاست خفیفہ لگی ہو یا بقدر درہم نجاست غلیظ لگی ہو، یا جیسے معذور کے جسم سے برابر نجاست خارج ہو رہی ہے۔ جب بھی وہ کپڑا دھوئے نجاست نکل کر پھر لگ جائے اسے اس کپڑے میں نماز کی اجازت ہے، وہ نجاست جس کا زائل ہونا دشوار ہو یا زائل نہ ہو سکے وہ بھی عفو میں داخل ہے جیسے کپڑے پر نجس پختہ رنگ ہو یا نجس مہندی ہاتھوں پر لگائی اب دھونے سے اس نجاست کا اثر زائل نہیں ہوتا اس حالت میں اس کا حکم پاکی کا ہے اور نماز اس سے جائز ہے اونٹ کی مینگنی اگر دودھ میں پڑ جائے اور پھوٹنے سے قبل فوراً نکال لی جائے وہ دودھ نجس نہیں، کپڑے کو نجس بخارات لگے تو صحیح یہ ہے کہ کپڑا نجس نہیں۔ مُشک (7) حالانکہ وہ خون ہے مگر اس کے پاک ہونے کا حکم ہے، پاک مٹی ناپاک پانی میں یا ناپاک مٹی پاک پانی میں ملا کر گارا بنایا جائے تو اس کے پاک ہونے کا حکم ہے، بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے بلا وضو قرآن کو چھونا جائز ہے، میت کو غسل دینے والے پر اگر میت کے غسالہ (غسل کا پانی) کی چھینٹیں آجائیں تو نجاست کا حکم نہیں۔ راستے کی کیچڑ اگر کپڑے یا پیر پر لگے تو کپڑا یا پیر نجس نہیں، شریعت نے مکلف و مامور سے عسر دفع کرنے کے لئے یہ سہولت دی کہ شہر سے باہر نوافل سواری پر اشارے سے پڑھ سکتا ہے اور نوافل بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے بلا کسی عذر کے اور ظہر کی نماز کے لئے ابراد (وقت کو ٹھنڈا کرنا) مستحب قرار دیا اور جمعہ اور جماعت کو بارش کی وجہ سے ترک کرنے کو جائز قرار دیا۔ پتھر سے استنجا مشروع فرمایا حالانکہ پتھر مزیل نجاست (8) نہیں، وصی اور ولی کے لئے یہ جائز قرار دیا کہ وہ مال یتیم سے اتنا لے لیں جو ان کے عمل کے بقدر معاوضہ ہو، طبیب اور شاہد (گواہ) کو بوقت ضرورت مستور اعضاء یا شکل وصورت پردہ دار کی دیکھنا جائز ہے، اسی طرح دایہ کے لئے عورتوں کے اندام نہانی میں نگاہ کرنا جائز ہے۔ بوقت موت مرنے والے کو وصیت کرنا جائز رکھا تاکہ وہ تلافی مافات کر سکے اور ورثاء کو ضرر سے بچانے کے لئے ثلث مال سے زائد میں وصیت کو جائز و نافذ نہ فرمایا۔ اور شریعت نے ترکہ پر میت کی ملکیت اس وقت تک باقی رکھی جب تک میت کے قرضوں و وصیت اور تجہیز و تکفین وحوائج ضروریہ پورے نہ کر دیئے جائیں اور مجتہدین سے خطا پر گناہ نہیں رکھا ان کے لئے ظن غالب پر اکتفا جائز رکھا اور اخذ بالیقین کی تکلیف نہ دی کیونکہ کسی اجتہاد میں یقین کامل حاصل کرنا سخت دشوار ہے مذکورہ تمام مسائل دفع عسر (9) اور عموم بلوی سے تعلق رکھتے ہیں جو تفصیلات معلوم

---

(7) خوشبودار سیاہ رنگ کا مادّہ جو ایک قسم کے ہرن کی ناف سے نکلتا ہے۔

(8) یعنی نجاست زائل کرنے والا

(9) یعنی تنگی کو دور کرنے

کرنا چاہے ان کتابوں کا مطالعہ کرے۔

نقص:

اسباب تیسیر میں سے یہ بھی ایک سبب ہے جیسے صبی ومجنون کو تکلیفات شرعیہ سے مکلف نہیں کیا گیا جب تک وہ اس حالت میں رہیں ان کا معاملہ ان کے ولی کے سپرد کیا گیا اور عورتوں کو نماز باجماعت، نماز جمعہ وعیدین اور جہاد کی تکلیف نہیں دی گئی وغیرہا (10) صاحب نورالانوار علیہ الرحمہ نے اسباب تخفیف وتیسیر کو مبحث اہلیۃ کے زیر عنوان بیان فرمایا ہے۔ انہوں نے ان اسباب کو زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اولاً ان کو دو قسموں میں تقسیم فرمایا:

(۱) اسباب تخفیف عوارض سماویہ کی وجہ سے۔

(۲) اسباب تخفیف عوارض مکتسبہ کی وجہ سے۔

عوارض سماویہ کی وجہ سے جن اسباب پر شریعت نے جو آسانیاں دی ہیں وہ اسباب یہ ہیں:

۱۔ صغر: عبادات، حدود اور کفارات صغیر پر واجب نہیں لیکن فرضیت ایمان ساقط نہیں۔ ۲۸۷

۲۔ جنون: جنون ممتد (وہ جنون جو مسلسل ایک ماہ تک رہے) میں صاحب جنون پر عبادات فرض نہیں، اس کی طلاق بھی نافذ نہیں۔ ۲۸۸

۳۔ عتہ: یعنی دماغی خلل کبھی عقل کی بات کرے اور کبھی پاگلوں کی سی اس کی طلاق نافذ نہیں اس پر عبادات اور عقوبات بھی نہیں ہیں۔

۴۔ نسیان: ناسی کا روزہ میں بھول کر کھالینا، ذبح کے وقت تسمیہ پڑھنا بھول جانا اور بھول کر دوسری رکعت پر سلام پھیر دینا معافی میں ہے۔

۵۔ نوم (نیند): نائم کی (یعنی سونے والے کی) طلاق اور اس کا ارتداد نافذ نہیں اور نماز میں نائم کا کام کرنا مفسد صلوٰۃ نہیں نہ اس کا نماز میں قہقہہ ناقض وضو ہے۔

۶۔ اغماء: یہ از قسم بیہوشی ایک مرض ہے جس میں انسان کی قوتیں مضمحل ہوجاتی ہیں (یعنی کمزور ہوجاتی ہیں) اس میں عقل وتمیز اور شعور نہیں رہتا اس حالت میں اس کی طلاق نافذ نہیں نہ اس سے کلمہ کفر صادر ہوجانے سے ارتداد کا حکم دیا جائے گا اگر اغماء چوبیس گھنٹہ یا اس سے زیادہ دیر تک رہے تو اس سے نمازیں ساقط ہوجاتی ہیں یعنی جن اوقات میں وہ اغماء میں رہا ان اوقات کی نمازیں ساقط ہوں گی۔

۷۔ رق: یعنی غلامی، غلام کے تصرفات نافذ نہیں، اس پر حج فرض نہیں، شریعت نے اس کو اور بھی تخفیفات دی ہیں

(10) الاشباہ والنظائر، الفن الاول: القواعد الکلیۃ، النوع الاول، القاعدۃ الرابعۃ، ص ۶۴، ۷۰۔

جو فقہ کی کتابوں میں ہیں۔

۸۔مرض: مریض حالت مرض وضعف (کمزوری) میں بیٹھ کر یا لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھ سکتا ہے۔روزہ اور حج مؤخر کرسکتا ہے وغیرہ۔

۹۔حیض: اس حالت میں عورتوں کو نمازیں معاف ہیں اور روزہ مؤخر کریں گی وغیرہ۔(حیض کا مطلب ہے ماہواری کا خون)۔

۱۰۔نفاس: یہ وہ خون ہے جو بچہ کی ولادت کے بعد عورتوں کے جسم سے جاری ہوتا ہے۔اس عرصہ کی نمازیں ان عورتوں سے معاف ہیں اور وہ روزہ مؤخر کریں گی دورانِ حج اگر ایسی حالت ہوئی تو دونوں حالتوں میں طواف زیارت مؤخر کریں گی۔

۱۱۔موت: اگرکسی پر حج فرض ہوا لیکن ابھی حج کا وقت نہیں آیا تھا کہ موت واقع ہوگئی تو اس پر حج ادا نہ کرنے کا گناہ نہیں یا حج کا زمانہ بھی آ گیا اور اس نے سفر حج کی تیاری بھی کرلی تھی کہ موت آگئی تو بھی حج نہ کرنے کا گناہ نہیں ہاں ان دونوں صورتوں میں اگر حج بدل کی وصیت کرے تو بہتر ہے۔اسی طرح بقدر نصاب مال کا مالک ہوگیا اور وہ حوائج اصلیہ سے زائد بھی ہے لیکن سال گزرنے میں کچھ دن باقی تھے کہ انتقال ہوگیا تو اس پر زکوۃ ادا نہ کرنے کا گناہ نہیں۔(11)

اسباب تخفیف وتیسیر عوارض مکتسبہ کی وجہ سے، یہ سات ہیں:

۱۔جہل: جہل کئی قسم کا ہوتا ہے جن میں بعض جہل تیسیر وتخفیف کے لیے عذر نہیں اور بعض جہل عذر مسموع ہیں (یعنی قابل قبول ہیں) کافر کا جہل اس کے عدم ایمان کے لئے عذر مسموع نہیں ایسے ہی اصحاب الھوٰی کا جہل صفات الٰہیہ اور احکام آخرت نہ ماننے میں عذر نہیں اور امام برحق کے خلاف بغاوت کرنے میں باغی کا جہل عذرِ مسموع نہیں جب کہ وہ دلیل فاسد کا سہارا لے کر بغاوت کررہا ہو۔

وہ امور جن میں شرع نے جہل کو عذر مسموع تسلیم کیا ہے اور اس بنیاد پر تخفیف دی ہے، یہ ہیں:

(۱) جیسے وہ مسلمان جو دارالحرب میں ہے اور وہاں سے ہجرت کرنے سے معذور رہا۔وہ اپنے جہل کی وجہ سے اسلام کے احکام وعبادات پر عمل نہ کرسکے تو نہ وہ گنہگار ہے نہ اس پر قضا واجب۔(۲) ایسے ہی وہ شخص جو دارالحرب میں مسلمان ہوا اور احکام اسلام پر اپنے جہل کی وجہ سے عمل نہ کرسکے تو اس پر گناہ نہیں۔(۳) حق شفعہ رکھنے والا متعلقہ جائیداد کی بیع سے جاہل رہا تو اس کا یہ جہل عذر ہے اسے شفعہ حاصل رہے گا۔(۴) باندی اپنے آزاد ہونے یا صاحب

---

(11) نورالانوار، بیان الاھلیۃ، ج ۲، ص ۱۵۵، ۱۷۷۔

خیار ہونے سے جاہل رہی (یعنی خیارِ عتق سے) تو اس کا جہل عذر مسموع ہے اس کو خیار حاصل رہے گا۔ (۵) وہ صغیر وصغیرہ جن کا نکاح ان کے باپ یا دادا کے علاوہ کسی اور نے کیا ہو، بالغ ہوتے ہی انھیں اسے جائز یا باطل کرنے کا اختیار ہے لیکن اگر وہ بلوغ کے وقت اس نکاح سے جاہل رہے تو یہ جہل عذر مسموع ہے ان کو اختیار حاصل رہے گا وغیرہا اس قسم کے صدہا مسائل ہیں۔۳۰۱۔۳۰۰

۲۔ سکر: یعنی نشہ کی حالت، کسی حلال ومباح شے کے استعمال سے سکرونشہ کی حالت پیدا ہوئی یا جبرواکراہ کی وجہ سے (یعنی زور وزبردستی کی وجہ سے) نشہ آور چیز استعمال کی یا جان بچانے کے لئے شراب پی اور حالت سکر ہوئی تو ان صورتوں میں اس کا حکم اغماء جیسا ہے یعنی جس طرح حالتِ اغمامی والے کی طلاق وعتاق اور دیگر تصرفات نافذ نہیں ہوتے مذکورہ سکر کی حالت میں بھی اس کی طلاق وعتاق اور دیگر تصرفات نافذ نہ ہوں گے لیکن اگر کوئی حرام وممنوع شے یا شراب بغیر عذر شرعی پی جیسے شراب پی اور نشہ ہوا تو اس کے تصرفات نافذ ہوں گے اور اس کے طلاق وعتاق، (یعنی غلام یا باندی کو آزاد کرنا) بیع وشرا (خرید وفروخت) اور اقرار کے الفاظ صحیح تسلیم کئے جائیں گے مگر ارتداد اور اقرار حدود میں اس کے الفاظ پر حکم ارتداد یا حکم نفاذ حدود نہ دیا جائے گا۔۳۰۱ن

۳۔ ہزل: ہزل کا مطلب یہ ہے کہ مذاق میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جن کے حقیقی یا مجازی معنی مقصود نہ ہوں بلکہ محض لہو ولعب اور تفریح میں استعمال کئے جائیں ہازل یعنی مذاق میں بات کہنے والا الفاظ تو اپنے اختیار سے اپنی مرضی سے استعمال کرتا ہے لیکن ان کے اصل مفہوم اور ان کے حکم شرعی سے راضی نہیں ہوتا۔ امور غیر مالیہ جیسے طلاق و عتاق، یمین، (قسم) کفر اور ارتداد میں ہزل کے الفاظ نافذ ہوں گے اور بیع، اجارہ اور اقرار میں بعض صورتوں میں نافذ ہوں گے اور بعض میں نہیں۔(12)

۴۔ سَفَہ: یعنی مقتضائے شرع یا مقتضائے عقل کے خلاف مال کو تبذیر سے ضائع کرنا (یعنی فضول خرچی سے ضائع کرنا) سفیہ پر جملہ احکام شرع نافذ ہوں گے لیکن اسے مال خرچ کرنے سے روکا جائے گا اور صاحبین کے نزدیک (یعنی امام ابو یوسف وامام محمد رحمہما اللہ تعالٰی) اسے بیع، اجارہ، ہبہ اور دیگر تصرفات مالیہ جیسے صدقات وخیرات سے روکا جائے گا کیونکہ وہ اسراف وتبذیر کریگا (یعنی فضول خرچی کرے گا) پھر مسلمانوں یا بیت المال پر بوجھ بنے گا۔

۵۔ سفر: شریعت کی مقررہ مسافت طے کرنے والا مسافر چار رکعت والی نماز میں قصر کریگا، روزہ مؤخر کریگا، تین دن تین رات موزوں پر مسح کریگا اور سننِ واجب کو(13) سواری پر اشارہ سے بھی ادا کرسکتا ہے۔ قبلہ رو ہونا بھی اس

---

(12) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب البیوع، مطلب: فی حکم البیع مع الھزل، ج۷، ص۱۷۔

(13) سننِ واجب سے مراد سننِ مؤکدہ ہیں اور اس میں سنتِ مؤکدہ وغیر مؤکدہ اور نفل سب شامل ہیں سوائے سنتِ فجر کے، کہ ایک ←

کے لیے ضروری نہیں۔ ۳۰۹ن

۶۔ خطاء : خطا کا مطلب ہے کوئی کام بلا ارادہ ہوجانا یا ارادہ کے خلاف ہوجانا لہٰذا اگر مجتہد سے اپنی تمام تر مخلصانہ کوشش کے بعد استخراج مسائل وحکم شرعی میں خطا ہوجائے تو وہ آثم و ماخوذ نہیں (یعنی گنہگار و قابل مؤاخذہ نہیں) بلکہ ایک گونہ اجر وثواب کا مستحق ہے۔قتل اگر خطاء ہوا ہو تو اس پر حد یا قصاص نہیں۔اسی طرح زفاف میں (یعنی سہاگ رات میں) اگر خطاء کسی اجنبی عورت سے وطی کرلی (یعنی ہم بستری کرلی) تو اس پر حد زنا نہیں لیکن خطاء حقوق العباد میں عذر مسموع نہیں خاطی کی طلاق واقع ہوجائے گی۔

۷۔ اکراہ : مکرَہ (یعنی جس پر اکراہ کیا گیا) کے لئے حالت اکراہ میں بعض صورتوں میں عمل فرض ہوتا ہے جیسے اپنی جان بچانے کے لئے مردار کھانا اور شراب پی لینا اور بعض صورتوں میں اس پر عمل کرنا حرام جیسے زنا کرنا اور کسی بے گناہ کو قتل کرنا اور بعض صورتوں میں عمل مباح ہے جیسے روزہ توڑنا اور بعض صورتوں میں عمل کرنا رخصت ہے جیسے بہ کراہتِ قلب وبعدمِ رضا بادلِ ناخواستہ اپنی جان بچانے کی خاطر فقط زبان سے کلمہ کفر ادا کردینا۔(14)

تخفیفاتِ شرعیہ : ۷ اسباب تخفیف وتیسیر بیان کرنے کے ساتھ ساتھ شریعت مطہرہ نے وہ تخفیفات اور سہولتیں بھی معین فرمادی ہیں جو ان اسباب میں سے کسی سبب تخفیف کے موجود ہونے کی صورت میں دی گئی ہیں یہ سہولتیں بھی سات قسم کی ہیں:

(۱) بوقتِ عذر شرعی اسقاط عبادت کی تخفیف وسہولت جیسے جنون واغماء ممتد کی صورت میں فرضیت نماز کا سقوط وغیرہا (۲) تخفیف تنقیص (کم کرنا) جیسے حالت سفر میں نماز قصر کرنا (۳) تخفیف ابدال جیسے وضو اور غسل کے بدلے میں تیمم، نماز میں قیام کے بدلے قعود اور روزہ کے بدلے فدیہ وغیرہا (۴) تخفیف تقدیم جیسے حج کے موقع پر عرفات میں ظہر کی نماز سے ملا کر نماز عصر ادا کرنا اور زکوٰۃ وصدقہ فطر کو پہلے ہی ادا کرنا (۵) تخفیف تاخیر جیسے حج کے دنوں میں مزدلفہ میں نماز مغرب کو موخر کر کے وقتِ عشاء میں پڑھنا اور مریض ومسافر کے لئے روزہ موخر کرنا اور کسی ڈوبنے والے کو بچانے کے لئے نماز موخر کردینا (۶) تخفیف ترخیص جیسے نجاست خفیفہ ربع ثوب سے کم تک لگ جانے کی صورت میں یا نجاست غلیظ بقدر ایک درہم لگی ہونے کی صورت میں نماز پڑھنے کی رخصت (۷) تخفیف تغییر جیسے بوقت جہاد دشمن کے خوف

روایت میں سنتِ فجر کو واجب بھی کہا گیا ہے، تفصیل کے لیے البحر الرائق، ج ۲، ص ۱۱۳، ۱۱۴، ردالمحتار، ج ۲، ص ۵۸۸، بہار شریعت، ج ۱، حصہ دوم، ص ۲۸۳، حصہ چہارم، ص ۶۷۱، ۶۷۳ ملاحظہ فرمالیں۔۔۔علمیہ

(14) نورالانوار، بیان الاهلیة، ج ۲، ص ۱۸۳۔۲۱۱۔

سے نماز کے نظم میں تغییر۔(15)

❁❁❁❁❁

(15) الاشباہ والنظائر، الفن الاول: القواعد الکلیۃ، النوع الاول، القاعدۃ الرابعۃ، ص ۷۱، ۷۲۔

قاعدہ نمبر ۱۳: اَلْمَشَقَّةُ وَالْحَرَجُ اِنَّمَا يُعْتَبَرَانِ فِي مَوْضِعٍ لَا نَصَّ فِيهِ

یعنی مشقت اور حرج کا اعتبار اس جگہ ہے جہاں نص شرعی موجود نہ ہو اگر کسی مسئلہ میں نص موجود ہے تو پھر اس کا اعتبار نہ کیا جائیگا۔ جیسے حرم کی گھاس اُکھاڑنا کہ اس پر نص موجود ہے کہ یہ جائز نہیں لہٰذا یہاں اس قاعدہ کا اعتبار نہیں۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) الاشباہ والنظائر، الفن الاول: القواعد الکلیۃ، النوع الاول، القاعدۃ الرابعۃ، ص ۷۲.

قاعدہ نمبر ۱۴: الامرُ إذَا ضَاقَ اتَّسَعَ وإذَا اتَّسَعَ ضَاقَ

یعنی معاملہ جب تنگ و دشوار ہو جائے تو وسعت ملتی ہے اور جب وسیع ہو تو سخت کیا جاتا ہے۔ بعض فقہاء نے ان دونوں قاعدوں کو ایک جملہ میں جمع کر دیا ہے کُلُّ مَا تَجَاوَزَ عَنْ حَدِّہٖ اِنْعَکَسَ اِلٰی ضِدِّہٖ ہر وہ چیز جو اپنی حد سے آگے بڑھ جائے اپنی ضد کی طرف لوٹ جاتی ہے(1) جیسے نماز کا وقت اگر زیادہ تنگ ہو جائے اس وقت وضو کی سنن ترک کی جاسکتی ہیں اور اگر وقت میں گنجائش ہے تو وضو میں زیادہ پانی بہانا یا وضو کے فرائض وسنن اور مستحبات پر اضافہ جائز نہیں۔

❁❁❁❁❁

---

(1) الاشباہ والنظائر، الفن الاول: القواعد الکلیۃ، النوع الاول، القاعدۃ الرابعۃ، ص ۷۲.

قاعدہ نمبر ۱۵: اَلضَّرَرُ يُزَالُ

یعنی ضرر ونقصان کو دور کیا جائے۔ اس قاعدہ کی بنیاد یہ حدیث پاک ہے: لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ (1) اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مسلمان اپنے بھائی کو نہ ابتداءً ضرر پہنچائے نہ ضرر کے انتقام اور بدلہ میں انتہاءً اس قاعدہ پر بھی بہت سے مسائل فقہیہ کی بنیاد ہے۔ اس قاعدہ کے پیش نظر مشتری کو خیار عیب حاصل ہے کہ اگر اس کی خریدی ہوئی چیز میں عیب ہے تو اسے واپس کرنے کا اختیار ہے اور شریک اور پڑوسی کو اپنے سے دفع ضرر کے لئے حق شفعہ حاصل ہے۔ اس قاعدہ کی رو سے وہ وقف جائز نہیں جس کا مقصد قرض خواہوں کو محروم کرنا ہو۔ کسی ایسی بلند جگہ پر چڑھنا جہاں سے دوسروں کی عورتوں کی بے پردگی ہو یہ یا آواز بلند اعلان کئے بغیر جائز نہیں۔(2)

❁❁❁❁❁

---

(1) سنن ابن ماجۃ، کتاب الاحکام، باب من بنی فی حقہ...الخ، الحدیث: ۲۳۴۰، ج۳، ص۱۰۶۔

(2) الاشباہ والنظائر، الفن الاوّل: القواعد الکلیۃ، النوع الاوّل، القاعدۃ الخامسۃ، ص۷۲، ۷۳۔

قاعدہ نمبر ۱۶: اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ

یعنی ضرورتیں ممنوعات کو جائز کردیتی ہیں اس قاعدہ کی اصل قرآن پاک کی یہ آیت ہے: (اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ) (1)

اس قاعدہ کے ماتحت بہ حالت اضطرار مردار سے بقدر ضرورت کچھ کھالینا یا شراب کا گھونٹ پی لینا یا اکراہ کی حالت میں جان بچانے کے لئے بکراہت قلب (یعنی دلی ناپسندیدگی کے ساتھ) کلمہ کفر ادا کردینا جائز ہے۔ اسی طرح اس قاعدہ کے مطابق اگر کشتی میں اتنا سامان بھر دیا کہ اس کے ڈوبنے کا خطرہ ہے اور اس میں مسافروں کی جان کا خطرہ ہے تو اس میں سے مال نکال کر سمندر میں پھینک دینا جائز ہے اور کشتی کو بچانا جائز ہے حالانکہ عام حالات میں دوسرے کا مال ضائع کرنا حرام ہے۔ (2)

---

(1) پ ۲، البقرۃ: ۱۷۳۔

ترجمہ کنزالایمان: اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(2) الاشباہ والنظائر، الفن الاوّل: القواعد الکلیۃ، النوع الاوّل، القاعدۃ الخامسۃ، ص ۷۳۔

وغمز عیون البصائر، الفن الاول فی القواعد الکلیۃ، النوع الاوّل، القاعدۃ الخامسۃ، ج۱، ص ۲۵۱، ۲۵۲۔

قاعدہ نمبر ۱۷: مَا أُبِيحَ لِلضَّرُورَةِ يُقَدَّرُ بِقَدْرِهَا

یعنی جو چیز ضرورت کے تحت جائز ہے وہ صرف بقدر ضرورت ہی جائز ہے۔ مردار کھانا یا شراب پی لینا صرف اتنا ہی جائز ہے جس سے جان بچ جائے۔ زیادہ بالکل نہیں۔ اسی طرح طبیب کو بوقتِ ضرورت شرعی پردہ کی جگہ کا صرف وہ حصہ دیکھنا جائز ہے جس کے دیکھنے کی ضرورت ہے زیادہ نہیں اسی طرح دایہ کو، دارالحرب میں بقدر ضرورت دشمن کے مال سے کھانا حاصل کیا جائے گا اور جانوروں کا چارہ، جلانے کے لئے لکڑی اور ہتھیار وغیرہ لینا جائز ہے جب کہ مال غنیمت کی ابھی تقسیم نہ ہوئی ہو اور اگر ضرورت سے بچ رہا تو مال غنیمت میں واپس کر دیا جائے گا۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) الاشباہ والنظائر، الفن الاوّل: القواعد الکلیۃ، النوع الاوّل، القاعدۃ الخامسۃ، ص ۷۳، ۷۴۔

وکنز الدقائق، کتاب السیر والجھاد، باب الغنائم وقسمتھا، ص ۲۰۳۔

قاعدہ نمبر ۱۸ (الف): مَا جَازَ بِعُذْرٍ بَطَلَ بِزَوَالِہٖ

یعنی جو چیز کسی عذر کی وجہ سے جائز ہوئی تو اگر عذر زائل ہوجائے تو اس کا جواز بھی باطل ہوجائے گا جیسے پانی کے استعمال کرنے پر قادر نہ تھا تو تیمم کرنا جائز ہے اور پانی کے استعمال پر قادر ہوگیا تیمم باطل ہوجائے گا۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) الاشباہ والنظائر، الفن الاوّل: القواعد الکلیۃ، النوع الاوّل، القاعدۃ الخامسۃ، ص ۷۴۔

قاعدہ نمبر ۱۸ (ب): اَلضَّرَرُ لَا یُزَالُ بِالضَّرَرِ

یعنی نقصان کو نقصان پہنچا کر زائل نہ کیا جائے گا جیسے ایک شخص جو حالت اضطرار میں ہے دوسرے ایسے اشخاص کا کھانا نہیں کھا سکتا جو خود بھی حالتِ اضطرار میں ہے۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) الاشباہ والنظائر، الفن الاوّل: القواعد الکلیۃ، النوع الاوّل، القاعدۃ الخامسۃ، ص ۷۴.

قاعدہ نمبر ۱۹: یُتَحَمَّلُ الضَّرَرُ الْخَاصُ لِاَجْلِ دَفْعِ الضَّرَرِ الْعَامِ

یعنی ضرر خاص کو برداشت کرلیا جائے گا ضرر عام سے بچنے کے لئے جیسے ان کافروں پر گولہ باری یا تیراندازی کی جائے گی جو خود کو بچانے کے لئے مسلمانوں کے بچوں کو ڈھال بنالیں۔ اسی طرح اس بوسیدہ دیوار کو گرا دیا جائے گا جو راستہ کی طرف جھک گئی ہو اور جس کے گرنے سے راہگیروں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اگر چہ اس کا مالک رضامند نہ ہو۔ ایسے ہی نان فروش اگر روٹیوں کی قیمت زیادہ بڑھادیں تو بھاؤ مقرر کیا جائے گا اگر غلہ فروش قحط کے زمانے میں مہنگا بیچنے کے لیے غلہ اسٹور کریں تو ان کا غلہ جبراً فروخت کر دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر باپ اولاد کا واجب الادا نفقہ نہ دے اور انھیں فاقہ کشی پر مجبور کرے تو باپ کو ان کے نفقہ کی ادائیگی کے لئے قید کیا جائے گا۔ غیر سنجیدہ وعدیم الحیا مفتی کو اور جاہل طبیب کو فتویٰ دینے اور علاج کرنے سے روکنا جائز ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے زمین غصب کرلی اور اس پر عمارت بنالی یا پیڑ لگا دیئے تو اگر زمین کی قیمت عمارت یا پیڑوں کی قیمت سے زیادہ ہے تو عمارت گرادی جائے گی یا پیڑ اکھڑوا دیئے جائیں ورنہ زمین غصب کرنے والا زمین کی پوری قیمت کا ضامن ہوگا اس سے مالک کو زمین کی قیمت دلوائی جائے گی۔(1)

(1) الاشباہ والنظائر، الفن الاوّل: القواعد الکلیۃ، النوع الاوّل، القاعدۃ الخامسۃ، ص ۷۴، ۷۵.

قاعدہ نمبر ۲۰: مَنِ ابْتُلِيَ بِبَلِيَّتَيْنِ وَهُمَا مُتَسَاوِيَتَانِ يَأْخُذُ بِأَيِّهِمَا شَاءَ وَإِنِ اخْتَلَفَتَا يَخْتَارُ أَهْوَنَهُمَا

اگر کوئی شخص دو مصیبتوں میں گرفتار ہوجائے اور دونوں برابر کی ہوں تو جس کو چاہے اختیار کرے اور اگر دونوں برابر کی نہ ہوں تو ان میں سے جو ہلکی ہو اُسے اختیار کرے کیونکہ حرام کا ارتکاب بوجہ مجبوری جائز کیا گیا ہے لہٰذا کم سے کم ہو اس لئے بڑی مصیبت کو ترک کردے کہ اس میں بلاضرورت زیادہ حرام کرنا پڑے گا۔ جیسے کسی کے جسم میں زخم ہے اگر وہ سجدہ کرتا ہے تو زخم بہنے لگتا ہے اور زخم بہے گا تو وضو ٹوٹے گا جسم ناپاک ہوگا اور سجدہ نہیں کرتا تو زخم نہیں بہتا اس صورت میں نماز کا سجدہ ترک کرنا پڑے گا تو وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے اور رکوع و سجدہ اشارہ سے ادا کرے کیونکہ سجدہ ترک کردینا اس سے کمتر ہے اور آسان ہے کہ نماز حالتِ حدث اور نجس جسم کے ساتھ پڑھے۔ ایسے ہی اگر کوئی ضعیف و ناتواں بوڑھا ہے اگر وہ کھڑے ہوکر نماز پڑھتا ہے تو قراءت قرآن نہیں کرسکتا اور بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو قراءت کرلیتا ہے وہ بیٹھ کر نماز ادا کریگا اور قیام ترک کردے گا کیونکہ ترک قیام تو نوافل میں بھی جائز ہے مگر ترک قراءت قرآن جائز نہیں ایسے ہی کوئی جاں بلب فاقہ زدہ ہے(1) اس کے پاس کھانے کے لیے مردار ہے اور کسی دوسرے کا کھانا ہے تو اسے مال غیر حلال نہیں بقدرِ ضرورت مردار کھائے گا یہ اَھْوَن ہے۔ بعض فقہاء کا قول ہے کہ مردار نہیں کھائے گا مال غیر کھائے گا ابن سماعہ وطحاوی اور امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے(2) ابن سماعہ فرماتے ہیں: مال غیر کو غصب کرنا مردار کھانے سے اَھْوَن ہے۔(3)

❁❁❁❁❁

---

(1) یعنی بھوک کی وجہ سے اس کی جان پر بنی ہوئی ہے۔

(2) اشباہ اور دیگر کتب فقہ میں ہے کہ امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایسی صورت میں مضطر کو اختیار ہے چاہے تو مردار کھالے چاہے تو مال غیر

(3) الاشباہ والنظائر، الفن الاول: القواعد الکلیۃ، النوع الاول، القاعدۃ الخامسۃ، ص۷۶، ۷۷.

قاعدہ نمبر ۲۱: دَرْءُ الْمَفَاسِدِ أَوْلٰی مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِحِ

یعنی خرابیوں کو دور کرنا زیادہ بہتر ہے حصولِ منافع سے پس جب مفاسد اور مصالح میں تضاد واقع ہو تو مصالح کو ترک کر کے مفاسد کو دور کیا جائے گا کیونکہ شریعت مطہرہ کی توجہ محرمات وممنوعات و مفاسد کو دور کرنے میں زیادہ سخت ہے بہ نسبت مامورات و مصالح کو بروئے کار لانے کے، سید الکائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ (1)

یعنی جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو حتی المقدور اسے بجالاؤ اور جب کسی شے سے منع کروں تو اس سے دور رہو۔

صاحب الکشف نے یہ حدیث روایت کی ہے:

لَتَرْكُ ذَرَّةٍ مِمَّا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ (2)

یعنی منہیات الٰہیہ میں سے ایک ذرہ سے بھی اجتناب کرنا اور بچنا جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔

فتاوی بزازیہ نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: مَنْ لَمْ يَجِدْ سُتْرَةً تَرَكَ الْاِسْتِنْجَاءَ وَلَوْ عَلٰى شَطِّ نَهْرٍ.

جسے سترہ نہ ملے (یعنی پردہ کرنے کی چیز) وہ استنجاء کو ترک کرے خواہ وہ نہر کے کنارے پر ہو۔

عورت پر غسل واجب ہوا اور وہ مردوں سے پردہ کی جگہ نہ پائے تو غسل موخر کرے گی اور مرد پر اگر غسل واجب ہے اور اسے مردوں سے پردے کی جگہ نہ ملے تو غسل کو موخر نہ کریگا کیسے بھی ہو غسل کریگا لیکن اگر مرد کو استنجاء کے لئے پردہ کی جگہ نہ ملے تو استنجاء موخر کریگا۔ غسل اور استنجاء میں یہ فرق اس لئے ہے کہ نجاست حکمیہ نجاست ظاہری سے اقوٰی ہے۔ ایسے ہی اگرچہ وضو میں کلی کرنے اور ناک صاف کرنے میں مبالغہ کرنا مسنون ہے لیکن بحالت روزہ یہ عمل مکروہ ہے مبادا پانی اندر پہنچ جائے اور روزہ کو توڑ دے۔ کبھی مصالح مفاسد پر بدرجہا غالب ہوتے ہیں ایسی صورت میں مصالح کو اختیار کیا جائے جیسے متحارب گروہوں (یعنی آپس میں دو لڑنے والے گروہ) کے درمیان صلح کرانے کے لیے

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرۃ فی العمر، الحدیث: ۴۱۲۔ (۱۳۳۷)، ص ۶۹۸۔
وصحیح البخاری، کتاب الاعتصام۔۔۔ الخ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، الحدیث: ۷۲۸۸، ج ۴، ص ۵۰۲۔

(2) کشف الاسرار، المتشابہ، ج ۱، ص ۱۵۴۔

دروغ بیانی (یعنی جھوٹ بولنا) کرنا جائز ہے حالانکہ دروغ منہیات شرع سے ہے(3)۔(4)

۞۞۞۞۞

(3) یعنی جھوٹ ممنوعات شرعیت میں سے ہے۔

(4) الاشباہ والنظائر، الفن الاوّل: القواعد الکلیۃ، النوع الاوّل، القاعدۃ الخامسۃ، ص۷۸۔

قاعدہ نمبر ۲۲: اَلْحَاجَۃُ تَنَزَّلُ مَنْزِلَۃَ الضَّرُوْرَۃِ

یعنی حاجت ضرورت کا مقام حاصل کرلیتی ہے۔اسی قاعدہ کے ماتحت اجارہ کا جواز ہے اگرچہ اجارہ داری خلاف قیاس ہے مگر یہ ایک حاجت ہے جو ضرورت بن گیا ہے۔ایسے ہی بیع سلم کا جواز خلاف قیاس ہے کیونکہ یہ معدوم شے کی بیع ہے(یعنی ایسی چیز کی بیع ہے جو ابھی موجود نہیں)مگر غرباء کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اس کا جواز ہے۔اسی قاعدہ کے ماتحت جب حاجت شدید داعی ہوئی تو بیع الوفاء کے جواز کا فتویٰ ہوا۔(1)

❀❀❀❀❀

(1) الاشباہ والنظائر،الفن الاول:القواعد الکلیۃ،النوع الاول،القاعدۃ الخامسۃ،ص۷۸،۷۹.

قاعدہ نمبر ۲۳: اَلْعَادَۃُ مُحَکَّمَۃٌ

یعنی عادت حکم شرعی کی بنیاد ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جو چیز عرف و عادت کے لحاظ سے درست ہو شریعت اسے جائز قرار دیتی ہے۔(1) یہ قاعدہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلَّم کی اس حدیث سے ماخوذ ہے۔

مَارَآہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَناً فَھُوَ عِنْدَ اللہِ حَسَنٌ(2)

یعنی وہ چیز جس کو مسلمان (اہلِ علم و اہل تقویٰ) اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس کو حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مسند میں روایت کی ہے بعض محدثین اسے مرفوع کہتے ہیں اور بعض اس کو موقوف کہتے ہیں۔(3) عرف و عادت کی تعریف علامہ ابن عابدین علیہ الرحمہ اپنی کتاب شرح عقود رسم المفتی المنظوم میں فرماتے ہیں: قَالَ فِی الْمُسْتَصْفٰی: اَلْعَادَۃُ مَااسْتَقَرَّ فِی النُّفُوْسِ مِنْ جِھَۃِ الْعُقُوْلِ وَتَلَقَّتْہُ الطِّبَاعُ السَّلِیْمَۃُ بِالْقُبُوْلِ وَفِیْ شَرْحِ التَّحْرِیْرِ اَلْعَادَۃُ ھِیَ الْاَمْرُ الْمُتَکَرِّرُ مِنْ غَیْرِ عِلَاقَۃٍ عَقْلِیَّۃٍ(4)

اور الاشباہ والنظائر میں علامہ زین الدین ابن نجیم الحنفی المصری فرماتے ہیں: وذکر الامام الھندی فی شرح المغنی اَلْعَادَۃُ عِبَارَۃٌ عَمَّا یَسْتَقِرُّ فِی النُّفُوْسِ مِنَ الْاُمُوْرِ الْمُتَکَرِّرَۃِ الْمَقْبُوْلَۃِ عِنْدَ الطِّبَاعِ السَّلِیْمَۃِ(5)

ان سب کا مفہوم و مطلب یہ ہے کہ انسان دیدہ و دانستہ کسی کام کو بار بار کرتے ہوئے اس درجہ پر پہنچ جائے کہ بلا تکلف اس سے اس کام کا صدور ہونے لگے وہ اگر قول ہے تو وہ بلا تکلف اسی معنی میں سمجھا جانے لگے جس میں وہ حقیقت کے برخلاف استعمال کیا جارہا ہے۔ صاحب الاشباہ نے عرف و عادت کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں:

---

(1) المرجع السابق، القاعدۃ السادسۃ، ص۷۹۔

(2) المسند الامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، الحدیث: ۳۶۰۰، ج۲، ص۱۶۔

(3) کشف الخفائ، حرف المیم، الحدیث: ۲۲۱۲، ج۲، ص۱۶۸۔

والاشباہ والنظائر، الفن الاوّل: القواعد الکلیۃ، النوع الاوّل، القاعدۃ السادسۃ، ص۷۹۔

(4) مجموعۃ رسائل ابن عابدین، الرسالۃ الثانیۃ شرح عقود رسم المفتی، الجزالاول، ص۴۴۔

(5) الاشباہ والنظائر، الفن الاوّل: القواعد الکلیۃ، النوع الاوّل، القاعدۃ السادسۃ، ص۷۹۔

(۱)اَلْعُرْفِیَّۃُ الْعَامَّۃُ (۲)وَالْعُرْفِیَّۃُ الْخَاصَّۃُ (۳)وَالْعُرْفِیَّۃُ الشَّرْعِیَّۃُ (6)۔

عرف اور عادت کو فقہائے کرام نے بڑی اہمیت دی ہے فقہ کے کثیر مسائل کا حکم عرف و عادت پر مبنی ہے مبسوط میں ہے: جو چیز عادت اور عرف کے ذریعہ ثابت ہوجائے وہ ایسی ہے جیسے نص شرعی سے ثابت ہو۔ ردالمحتار جلد پنجم میں جہاں نابالغوں کے سن بلوغ سے بحث کی گئی ہے اسی موقع پر فرمایا کہ ان معاملات میں جہاں نص شرعی موجود نہ ہو عرف و عادت ہی شرعی حجت ہے۔(7)

امام شہاب الدین القرافی فرماتے ہیں: احکام عرف اور عادت کے ساتھ ساتھ نافذ ہوتے رہتے ہیں۔

عادت کس چیز سے اور کس طرح ثابت ہوتی ہے مختلف امور میں اس کے مختلف طریقے ہیں:

۱۔ کبھی عادت ایک ہی دفعہ سے ثابت وتسلیم ہوجاتی ہے جیسے وہ لڑکی جسے پہلی بار حیض آیا تو جتنے دن یہ رہے گا اتنے ہی دن اس کی عادت شمار ہوگی لیکن تربیت کئے ہوئے شکاری کتے کی عادت اس وقت تسلیم ہوگی جب وہ مسلسل تین بار شکار کرکے اسے نہ کھائے۔

۲۔ عرف و عادت کا اعتبار اس وقت ہے جب وہ عام ہو اور غالب ہو۔ جب تک عام لوگوں میں اس کا رواج عام نہ ہوجائے اس کو حکم شرعی کی بنیاد نہیں بنایا سکتا۔

۳۔ عادت اور عرف جب عام رواج ہوجائیں تو گویا وہ شرط کا درجہ حاصل کرلیتے ہیں۔

فتاویٰ ظہیریہ مبحث الاجارہ میں ہے: اَلْمَعْرُوْفُ عُرْفاً کَالْمَشْرُوْطِ شَرْعًا۔

بزازیہ میں ہے: اَلْمَشْرُوْطُ عُرْفاً کَالْمَشْرُوْطِ شَرْعًا

۴۔ الفاظ کا مفہوم حقیقت کے خلاف عرف پر اس وقت محمول کیا جائے گا جب وہ عرف ایک زمانے سے چلا آرہا ہو کسی نئے رواج و عرف پر الفاظ کو حقیقت کے خلاف محمول نہ کیا جائے گا اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ لَا عِبْرَۃَ بِالْعُرْفِ الطَّارِیْ، نیز یہ کہ عرف کا اعتبار معاملات میں ہے تعلیق میں نہیں۔ تعلیق میں وہ اپنے حقیقی معنی اور اصلی مفہوم میں لیا جائے گا جیسے کسی ظالمہ بیوی نے اپنے شوہر سے کہلوایا کہ میں اگر تیرے اوپر کسی عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق اس نے یہ کہہ دیا اور نیت یہ کی کہ اگر میں تیرے اوپر یعنی تیرے کندھوں پر یا کمر پر بٹھا کر کسی عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق، تو اس کی یعنی شوہر کی نیت کے مطابق عمل کیا جائے گا کیونکہ اس نے اپنے الفاظ سے حقیقی معنی مراد لئے ہیں اور اس کی بیوی نے ظلماً اسے یہ قسم دلائی تھی اور مظلوم کی نیت اس کی قسم میں معتبر ہے نیز اس کا یہ کلام از قسم تعلیق ہے اور

---

(6) الاشباہ والنظائر، الفن الاول: القواعد الکلیۃ، النوع الاول، القاعدۃ السادسۃ، ص۷۹۔

(7) ردالمحتار، کتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام... الخ، ج۹، ص۲۶۰۔

تعلیق میں عرف کا اعتبار نہیں اس لئے اس کا کلام عرف پر محمول نہیں کیا جائے گا اور اگر وہ کسی عورت سے نکاح کریگا تو اسے طلاق واقع نہ ہوگی۔

۵۔عرف اور شرع میں جب تضاد ہوگا تو عرف الاستعمال مقدم رکھا جائے گا خصوصاً اَیمان میں لہٰذا اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ وہ فرش یا بساط پر نہیں بیٹھے گا یا یہ قسم کھائی کہ وہ سراج (چراغ) سے روشنی حاصل نہیں کریگا پھر وہ زمین پر بیٹھا یا سورج سے روشنی حاصل کی تو وہ حانث نہیں ہوگا (یعنی اس کی قسم نہ ٹوٹے گی) اگر چہ قرآن کریم میں زمین کو فراش اور بساط فرمایا گیا ہے اور سورج کو سراج فرمایا گیا ہے مگر یہاں اس کے عرفی معنی مراد لئے جائیں گے۔اسی طرح اگر اس نے قسم کھائی کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا پھر اس نے مچھلی کھائی تو حانث نہ ہوگا کیونکہ عرف میں گوشت کا استعمال مچھلی کے گوشت میں نہیں ہوتا۔اگر چہ قرآن کریم نے مچھلی کے لئے لَحْمًا طَرِيًّا (یعنی تازہ گوشت) کا لفظ استعمال کیا ہے اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں۔(8)

٦۔عرف اور لغوی معنی میں جب تضاد ہوگا تو عرف میں اگر شرائط معتبرہ پائی گئیں تو لفظ کو عرف پر محمول کیا جائے گا لغوی معنی پر نہیں زیلعی وغیرہ نے یہ تصریح فرمائی ہے: اِنَّ الایمانَ مَبنِیَّۃٌ عَلَی الْعُرْفِ لا عَلَی الْحَقَائِقِ اللُّغوِیَّۃِ(9) اَیمان عرف پر مبنی ہوتے ہیں نہ کہ لغوی معنی پر۔اس پر مسائل متفرعہ میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ روٹی نہیں کھائے گا تو وہ صرف اس صورت میں حانث ہوگا جب وہ روٹی کھائے جو اس کے شہر میں بالعموم کھائی جاتی ہے جیسے مغربی یوپی اور پنجاب میں گیہوں کی روٹی ،اور بقول صاحب الاشباہ والنظائر ان کے زمانے میں قاہرہ (مصر کا دارالحکومت) میں گیہوں کی روٹی ،طبرستان میں چاول کی روٹی ،زبید (یمن کے ایک شہر کا نام) میں باجرہ کی روٹی کھانے سے حانث ہوجائے گا اگر ان تمام علاقوں میں مروج روٹی کے علاوہ کسی اور چیز سے بنی ہوئی روٹی کھائی تو حانث نہ ہوگا۔(10)

تنبیہ:

عرف وعادت پر شریعت کے بے شمار احکام ومسائل کا دارومدار ہے اور یہ تمام غیر منصوص علیہا مسائل میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں لیکن عرف وعادت اور ایسے ہی عموم بلوٰی کو سمجھنے کے لئے بڑے وسیع مطالعہ اور دقت نظر کی ضرورت

(8) الاشباہ والنظائر، الفن الاوّل: القواعد الکلیۃ ،النوع الاوّل، القاعدۃ السادسۃ، ص ۸۲۔

(9) تبیین الحقائق، کتاب الایمان، باب فی الدخول... الخ، ج ۳، ص ۴۳۹۔
والاشباہ والنظائر، الفن الاوّل: القواعد الکلیۃ ،النوع الاوّل، القاعدۃ السادسۃ، ص ۸۳۔

(10) الاشباہ والنظائر، الفن الاوّل: القواعد الکلیۃ ،النوع الاوّل، القاعدۃ السادسۃ، ص ۸۳۔

ہے۔ مفتیان کرام کو ان تمام اُمور سے واقفیت رکھنا ضروری ہے ورنہ وہ مسئلہ کا حکم بیان کرنے میں اکثر و بیشتر غلطیوں کا شکار ہوسکتے ہیں۔ فقہ کی کتابوں میں عرف اور اس سے مستخرجہ مسائل پر سیر حاصل اور مفصل بحثیں کی گئی ہیں۔ مفتی کے لئے ان کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔ فقہائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں عرف وعادت کے مقابلہ میں کسی شے کے مفہوم کی وضاحت وتعین میں حقیقت کو ترک کر دیا جائے گا۔(11) الاشباہ میں ہے: عادت وعرف وہی معتبر ہے جب اس کا استعمال عرف وعادت میں غالب ہوگیا ہو۔ اسی لئے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں مختلف قسم کے درہم ودینار چل رہے ہوں (یعنی مختلف قسم کے سکے چل رہے ہوں) وہاں اگر کسی نے کوئی چیز دس ۱۰ درہم یا دس دینار میں خریدی یا فروخت کی تو بائع وہ درہم یا دینا ر لینے کا مستحق ہوگا جن کا غالب چلن وہاں کا عرف وعادت ہو۔ اگر خریدار کوئی دوسرا سکہ یا دوسرے قسم کے درہم ودینار دینا چاہے تو بائع کو (بیچنے والے کو) انکار کا حق ہوگا۔(12) شرح بیری میں بہ حوالہ مبسوط بیان کیا گیا ہے جو چیز عرف سے ثابت ہو وہ ایسی ہے جیسے نص سے ثابت ہو۔(13)

فائدہ:

بہت سے وہ احکام جن پر صاحب مذہب مجتہد نے اپنے زمانے کے عرف وعادت کی بنیاد پر نص قائم کی زمانہ اور حالات کے بدل جانے سے تبدیل ہوگئے ہیں اہل زمانہ میں فساد آجانے کی وجہ سے یا عموم ضرورت کی وجہ سے جیسے تعلیم القرآن کی اجرت کا جواز اور ظاہری عدالت پر اکتفاء نہ کرنا اور غیر سلطان سے اکراہ کا تحقق کیونکہ فقہائے متقدمین کے زمانہ میں اکراہ صرف بادشاہ ہی سے متحقق ہوسکتا تھا غیر سلطان سے اکراہ نہیں ہوسکتا تھا لیکن بعض عوام الناس میں سے لوگ قتل وخونریزی پر اتنے جری ہوگئے کہ ان سے بھی اکراہ کا تحقق ہوگیا فقہائے متقدمین ضمان مباشر پر واجب کرتے تھے متسبب پر نہیں لیکن بعد میں ضمان متسبب پر عائد کیا گیا اس کی وجہ فساد اہل زمانہ اور حالات کا متغیر ہونا بیان کیا گیا ایسے ہی وصی اب مال یتیم میں مضاربت نہیں کرسکتا اور وقف اور یتیم کی زمین کا غاصب ضمان دے گا اور مکان موقوفہ ایک سال سے زیادہ اور وقف زمین کو تین سال سے زیادہ مدت کے لئے اجارہ پر نہیں دیا جائے گا اور قاضی کو اپنے ذاتی علم کی بنا پر فیصلہ دینے سے روکا جائے گا اور شوہر کو روکا جائے گا اس سے کہ وہ اپنی بیوی کو سفر میں ساتھ لے جائے (جبکہ بیوی رضامند ہو) اگرچہ شوہر نے اس کا مہر معجل ادا کر دیا ہو۔(14)

---

(11) الاشباہ والنظائر، الفن الاوّل: القواعد الکلیۃ، النوع الاوّل، القاعدۃ السادسۃ، ص۷۹.

(12) المرجع السابق، ص۸۱.

(13) مجموعۃ رسائل ابن عابدین، الرسالۃ الثانیۃ شرح عقود رسم المفتی، ج۱، ص۴۴.

(14) مجموعۃ رسائل ابن عابدین، الرسالۃ الثانیۃ شرح عقود رسم المفتی، الجزء الاول، ص۴۴.

عرف وعادت کی بنیاد پر یہ حکم ہے کہ دخول کے بعد بیوی اگر یہ کہے کہ اس نے قبل دخول اپنا مہر معجّل وصول نہیں کیا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور اگر شوہر نے کہا کہ ہر حلال چیز مجھ پر حرام ہے تو اس کی بیوی مطلّقہ ہو جائے گی بشرطیکہ یہ جملہ اور الفاظ اس علاقے میں طلاق کے لئے استعمال کئے جاتے ہوں (یعنی وہاں کا عرف یہ ہو) ایسی صورت میں اس کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر عرف وعادت میں ان الفاظ کا استعمال طلاق کے لیے نہیں ہے تو اس کی نیت کا اعتبار کرلیا جائے گا۔ اگر باپ یہ کہے کہ میں نے اپنی بیٹی کو جو سامان جہیز دیا، میں نے اپنی بیٹی کو اس کی تملیک نہیں کی (یعنی ملکیت میں نہیں دیا) تو اس کا مدار عرف پر ہے اگر اس علاقہ کا عرف تملیک ہے تو جہیز کی ہر چیز بیٹی کی ملکیت قرار دی جائے گی ورنہ جیسا عرف ہو ویسا ہی حکم ہوگا۔ غرض یہ اور اس قسم کے صدہا مسائل کے جواز یا عدم جواز کا مدار عرف وعادت، فساد زمان، عموم بلویٰ، ضرورت اور قرائن احوال پر ہے ان میں سے کوئی حکم نہ مذہب سے خارج ہے نہ خلاف، کیونکہ مجتہد اگر اس زمانہ میں حیات ہوتے تو بلاشبہ یہی حکم شرعی بیان فرماتے یہی وہ نکتہ ہے جس نے مجتہدین فی المذاہب اور متاخرین میں سے صحیح وصواب پر نگاہ رکھنے والوں کو جرأت دلائی کہ وہ صاحب المذہب سے منقول کتب ظاہر الروایہ میں منصوص مسائل سے اختلاف کریں۔ عرف وعادت اگر زمانے کے تغیر سے تبدیل ہو جائیں اور نیا عرف وعادت بن جائے تو مفتیِ زمانہ کو نئے عرف وعادت کا لحاظ کر کے اس کے مطابق حکم شرعی بیان کرنا چاہیے مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ چونکہ متقدمین فقہاء نے مفتی کے لئے اجتہاد کی شرط رکھی تھی جواب مفقود ہو چکی ہے کیونکہ فی زمانہ کوئی فقیہ شرائط اجتہاد کو پورا نہیں کرتا اس لئے مجتہد مفتی تو اب معدوم ہو چکے ہیں پھر بھی عرف و عادت کے مطابق فتویٰ دینے کے لئے کم سے کم یہ شرط رکھی گئی ہے کہ مفتی وقت مسائل کی معرفت ان کی شروط وقیود کے ساتھ رکھتا ہو نیز اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے زمانے کے عرف سے کما حقہ، واقف ہو اور اہل زمانہ کے حالات سے بھی واقفیت رکھتا ہو اور کسی ماہر استاذ سے اس نے مسائل کے استخراج کا طریقہ بھی سیکھا ہو مُنْيَةُ الْمُفْتِي اور قنیہ میں بھی اس کی تصریح موجود ہے۔(15)

فائدہ: قرینہ حال بھی حکم شرعی کی بنیاد بن سکتا ہے اس کا ثبوت قرآن پاک کی یہ آیت ہے:

(اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ﴿۷۵﴾)(16)

یعنی بے شک اس میں نشانیاں ہیں اہل فراست کے لیے یعنی جو قرائن سے علم حاصل کر لیتے ہیں۔

ومجموعۃ رسائل ابن عابدین، نشر العرف، الجزء الثانی، ص۱۲۶۔

(15) مجموعۃ رسائل ابن عابدین، الرسالۃ الثانیۃ شرح عقود رسم المفتی، الجزء الاول، ص ۴۴، ۴۶۔

(16) پ ۱۴، الحجر: ۷۵۔

دوسری آیت اس کے ثبوت کی یہ ہے:

(وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ) الآية (17)

یعنی اورعورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی اگران کا کرتا آگے سے چرا ہے تو عورت سچی ہے اور انہوں نے غلط کیا اور اگر ان کا کرتا یعنی (یوسف علیہ السلام کا) پیچھے سے چاک ہوا (یعنی پھٹا ہوا) تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے ہیں۔ یہ گواہی قطعاً قرینہ حال کی بنیاد پر تھی اور علاماتِ ظاہری سے علم حاصل کر کے گواہی دی گئی جو شرعاً قبول ہوئی اس لئے قرینہ حال اور علامات ظاہری بھی حکم شرعی کی ایک بنیاد تسلیم کئے گئے۔ (18)

❀❀❀❀❀

(17) پ ۱۲، یوسف: ۲۶۔

(18) مجموعۃ رسائل ابن عابدین، الرسالۃ نشر العرف... الخ، الجزء الثانی، ص ۱۲۸۔

قاعدہ نمبر ۲۴: اَلاِجْتِہَادُ لَا یُنْقَضُ بِالاِجْتِہَادِ

یعنی ایک اجتہاد دوسرے اجتہاد سے ساقط نہیں ہوتا یعنی ٹوٹتا نہیں ہے اس قاعدہ کی بنیاد صحابہ کرام کا عمل ہے کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند مسائل کے سلسلے میں حکم صادر فرمایا جس کی مخالفت سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی مگر سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم اس سے نہ ساقط ہوا نہ کالعدم اسی طرح فدک کے بارے میں خلیفہ اول کا حکم حضرت عباس حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے اجتہاد سے نہ ٹوٹا نہ ساقط ہوا۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کے خلاف فیصلہ دیا اس نے یہ بات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتلائی آپ نے فرمایا اگر میں فیصلہ کرتا تو تمہارے حق میں کرتا۔ اس شخص نے عرض کیا کہ اب کیا چیز مانع ہے کہ آپ فیصلہ دیں آپ نے فرمایا چونکہ اس معاملہ میں کوئی نص شرعی ہے نہیں لہٰذا رائے اور اجتہاد دونوں برابر ہیں۔ اس قاعدہ پر جو مسائل متفرع ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ سمت قبلہ کے بارے میں کسی نے اجتہاد تحری کر کے اس طرف نماز شروع کی۔ درمیان میں اس کی رائے واجتہاد بدل گیا اس نے رخ دوسری طرف کرلیا اسی طرح اس نے اگر چار رکعتیں چار سمت کی طرف رخ کر کے پڑھیں تو نماز درست ہے اس کی قضا نہیں دوسرے اجتہاد نے پہلے اجتہاد کو کالعدم وساقط نہیں کیا اس لئے ہر رکعت صحیح ادا ہوئی اور وہ نماز قضا نہیں کریگا۔ اگر قاضی نے کسی فاسق کی شہادت کو اس کے فسق و فجور کی وجہ سے رد کردیا پھر اس نے اپنے فسق سے توبہ کر کے اس شہادت کو دوبارہ دیا تو قبول نہیں کی جائے گی۔(1)

(1) الاشباہ والنظائر، الفن الاول: القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ الاولی، ص ۸۹، ۹۰، وغیرھا۔

قاعدہ نمبر ۲۵: إِذَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ غَلَبَ الْحَرَامُ

یعنی حلال اور حرام جب جمع ہوں گے تو غلبہ حرام کو ہوگا اس قاعدہ کے ماتحت اگر کتے اور بکری کے اختلاط سے بکری کے بچہ ہوا تو وہ حرام ہے اور سکھایا ہوا کتا جب بِسْمِ اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑا گیا پھر اس کے ساتھ کلب غیر معلم (یعنی غیر تربیت یافتہ کتا) شریک ہوگیا یا وہ کتا شریک ہوگیا جس کو بِسْمِ اللہ پڑھ کر نہ چھوڑا تھا تو وہ شکار حرام ہے (اگر وہ ذبح سے قبل مرگیا) شکار پر تیر چلایا، وہ پانی میں گرا، یا چھت پر گرا پھر چھت سے زمین پر گرا تو وہ شکار حرام ہے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ پانی کی وجہ سے یا زمین پر گرنے کی وجہ سے مرا ہو۔ ایسے ہی اگر پالتو بکرا ہرنی سے ملا اور ہرنی سے بچہ ہوا تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ مسلم نے شکار پر تیر چلایا اور مجوسی یا مشرک نے مسلم کے ہاتھ کو تیر چلانے میں مدد دی تو وہ شکار حرام ہے اگر درخت کا ایک حصہ حرم میں ہے اور ایک حصہ حل میں ہے تو اس درخت کو کاٹنا جائز نہیں۔ (1)

اسی قاعدہ میں یہ قاعدہ بھی شامل ہے: إِذَا تَعَارَضَ الْمَانِعُ وَالْمُقْتَضِی فَإِنَّهٗ يُقَدَّمُ الْمَانِعُ

یعنی مانع اور مقتضی میں جب تعارض ہوگا تو مانع مقدم کیا جائے گا اس صورت میں حکم عدم جواز کا ہوگا لہذا اگر وقت تنگ ہے یا پانی کی مقدار کم ہے اس صورت میں سنن وضو ادا کرتا ہے تو وقت نماز ختم ہوجائے گا یا پانی پورا نہ ہوگا تو سنن ادا کرنا جائز نہیں اس قاعدے کے بھی کچھ مستثنیات ہیں۔ (2)

❀❀❀❀❀

---

(1) الاشباہ والنظائر، الفن الاول: القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ الثامنۃ، ص ۹۳۔۹۵۔

(2) المرجع السابق، ص ۱۰۰۔

قاعدہ نمبر ۲۶: لَا إِيْثَارَ فِي الْقُرَبِ

یعنی قربات وعبادات میں ایثار نہیں ہے۔ سیدنا شیخ عزالدین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ چونکہ قربات وعبادات میں ایثار نہیں ہے اس لئے اگر کسی کے پاس صرف اتنا کپڑا ہے کہ جس سے اپنا مفروضہ ستر (یعنی جسم کا وہ حصہ جسے چھپانا فرض ہے) چھپا سکے اسے یہ کپڑا دوسرے کو ستر چھپانے کے لیے دینا جائز نہیں۔ اسی طرح اگر نماز کا وقت آ گیا اور اس کے پاس صرف اتنا پانی ہے کہ اپنا وضو کرے اور وہ پانی کسی دوسرے کو وضو کے لئے دیدے تو یہ جائز نہیں کیونکہ ایثار ان معاملات میں ہے جن کا تعلق نفوس سے ہے نہ ان معاملات میں جن کا تعلق قربات وعبادات سے ہے۔(1) شرح المہذب باب الجمعۃ میں یہ جزئیہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص صف میں جہاں بیٹھا ہے وہ اپنی جگہ سے نہ اٹھایا جائے گا کہ دوسرا آدمی اس کی جگہ بیٹھے ہاں اگر وہ بااختیار خود اٹھے تو کراہت نہیں۔(2) اگر کوئی جاں بلب بھوکا (مضطر) اپنا کھانا دوسرے مضطر کو کھلا دے تو یہ ایثار محمود ہے اور اس پر وہ ماجور ہوگا (یعنی اس پر اسے اجر ملے گا) یہ اپنا ایثار فی النفس ہے اور آیت (وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ)(3) کے تحت میں آتا ہے۔(4)

(1) الاشباہ والنظائر، الفن الاول فی القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ الثالثۃ، ص۱۰۱۔

(2) المجموع شرح المہذب، کتاب الجمعۃ، باب ھیئۃ الجمعۃ، ج۴، ص۵۴۵۔

(3) پ۲۸، الحشر:۹

(4) الاشباہ والنظائر، الفن الاول فی القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ الثالثۃ، ص۱۰۱۔

قاعدہ نمبر ۲۷: اَلتَّابِعُ تَابِعٌ

یعنی تابع متبوع کے حکم میں داخل ہے۔ جیسے حمل والے جانور کی بیع میں حمل اپنی ماں کے تابع ہے اس کی بیع الگ سے نہ ہوگی ایسے ہی راستے اور پانی زمین کے تابع ہیں ان کی بیع الگ سے نہ ہوگی۔(1)

۞۞۞۞۞

(1) المرجع السابق، القاعدة الرابعة، ص ۱۰۲

قاعدہ نمبر ۲۸: اَلتَّابِعُ یَسْقُطُ بِسُقُوْطِ الْمَتْبُوْعِ

متبوع کا حکم ساقط ہونے سے تابع کا حکم بھی ساقط ہوجاتا ہے۔ جیسے جس کی نمازیں ایام جنون میں جنون کی وجہ سے ساقط ہوگئیں وہ ان نمازوں کے ساتھ کی سنتوں کی قضا بھی نہ کریگا وہ بھی ساقط ہوجائیں گی۔ اسی طرح جس کا حج فوت ہوگیا اور اس نے عمرہ ادا کر کے احرام کھول دیا اس پر منٰی میں رمی جمار (یعنی شیطان کو کنکریاں مارنا) اور شب گزارنا بھی نہیں رہا۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں وقوف عرفہ کے تابع ہیں اور وہ ساقط ہوگیا اس کے برعکس دیوان خراج سے جن لوگوں کے وظائف مقرر ہیں جیسے مجاہدین، علماء کرام، طلبہ اور مفتیان عظام اور فقہاء یہ لوگ اگر وفات پاجائیں تو ان کے وظائف ان کی اولاد کے لئے مقرر کردیئے جائیں گے۔ اسی قاعدے کے قریب قریب یہ قاعدہ بھی ہے: یَسْقُطُ الْفَرْعُ إِذَا سَقَطَ الاصْلُ اس پر یہ مسئلہ متفرع ہے کہ جب اصیل بری ہوجائے گا تو اس کا کفیل بھی بری ہوجائے گا۔(1)

(1) الاشباہ والنظائر، الفن الاول فی القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ الرابعۃ، ص ۱۰۳۔

قاعدہ نمبر ۲۹: اَلتَّابِعُ لَا یَتَقَدَّمُ عَلَی الْمَتْبُوْعِ

یعنی تابع اپنے متبوع پر مقدم نہ ہوگا لہٰذا نماز کی تکبیر افتتاح میں مقتدی امام سے پہلے تکبیر تحریمہ نہیں کہہ سکتا۔ اسی طرح ارکان نماز کی ادائیگی میں امام پر تقدیم نہیں کرسکتا، لہٰذا مقتدی کو چاہیے کہ وہ امام کے ساتھ نماز ادا کرنے میں امام سے پہلے رکوع وسجود میں نہ جائے نہ امام سے پہلے سجدہ سے سر اٹھائے۔(1) فتاویٰ قاضی خان میں اس کی تفریعات موجود ہیں۔(2)

❁❁❁❁❁

(1) الاشباہ والنظائر، الفن الاول فی القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ الرابعۃ، ص ۱۰۳۔

(2) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الصلوۃ، باب افتتاح الصلوۃ، ج۱، ص ۴۲۔

قاعدہ نمبر ۳۰: تَصَرُّفُ الاِمَامِ عَلَی الرَّعِیَّۃِ مَنُوْطٌ بِالْمَصْلِحَۃِ

یعنی غیر منصوص اُمور میں امام کا تصرف رعایا پر مصلحت پر موقوف ہے یہ قاعدہ فقہ کی متعدد کتابوں میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اپنی کتاب الخراج میں اس کا متعدد مقامات پر ذکر فرمایا ہے لہٰذا امام، سلطان یا خلیفہ کے لیے یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ ایسے قاتل کو معاف کردے جس کا مقتول لاوارث ہو یعنی اس کا کوئی ولی ووارث نہ ہو بلکہ اسے رعایا کی مصلحت کی خاطر یا قصاص لینا چاہیے یا دیت۔ عامۃ المسلمین کے مصالح کے پیش نظر امام زیلعی نے بیت المال کے سرمایہ کو چار شعبوں میں تقسیم فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ امام کو چاہیے کہ وہ ان چار شعبوں کے اموال کو الگ الگ رکھے تاکہ ایک دوسرے کا مال مل نہ سکے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے احکام ومسائل جداگانہ ہیں جو اسی شعبہ کے ساتھ خاص ہیں۔(1)

محیط کی کتاب الزکوۃ میں بیان کیا گیا ہے کہ عامۃ المسلمین کی مصلحتوں کے تقاضہ کے مطابق یہ بات رائے امام پر ہے کہ وہ کسی کو امداد زیادہ دیدے اور کسی کو کم یا سب کو برابر برابر لیکن اس فرق یا تسویہ میں اس کی خواہش نفس یا اغراض فاسدہ کو دخل نہ ہونا چاہیے لیکن ہر ایک کو اتنا ہی حلال ہے جو اس کی ضروریات اور اس کے عیال واعوان کی ضروریات کو کفایت کرے اگر بیت المال میں اہل حقوق کی ادائیگی کے بعد بھی کچھ روپیہ بچ جائے تو اس کو عامۃ المسلمین کے کام میں لائے اگر اس نے اس عمل میں کوتاہی کی تو اس کا حساب اللہ تعالیٰ لے گا۔ امام زیلعی فرماتے ہیں امام پر واجب ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور ہر مستحق کو اس کی ضرورت کے مطابق دے نہ کم نہ زیادہ اگر وہ اس میں کوتاہی کریگا تو اللہ تعالیٰ اس سے حساب لے گا۔(2)

حضرت سعید بن منصور نے حضرت یرفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں خود کو اللہ کے مال کا (یعنی بیت المال واموال غنائم واموال عشر وخراج وزکوۃ وغیرہا کا) ایسا ہی ذمہ دار سمجھتا ہوں جیسے کوئی یتیم کا والی اس کے مال کا ذمہ دار ہوتا ہے (جب تنگدست ہوتا ہوں تو اس سے بقدر کفایت لے لیتا ہوں اور جب خوشحال ہوتا ہوں) تو اسے بیت المال کو واپس کردیتا

---

(1) تبیین الحقائق، کتاب السیر، باب العشر والخراج والجزیۃ، ج۴، ص۱۷۱۔

والاشباہ والنظائر، الفن الاول فی القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ الخامسۃ، ص۱۰۵۔

(2) تبیین الحقائق، کتاب السیر، باب العشر والخراج والجزیۃ، ج۴، ۱۷۱۔

ہوں اور جب غنی ہوتا ہوں تو اس سے بچتا ہوں۔(3) اسی قاعدہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول وعمل کے مطابق یہ مسئلہ ہے کہ اگر امام یا سلطان یا خلیفہ یا اُولی الامر اُمور عامۃ المسلمین کے پیش نظر کوئی حکم دے تو وہ اسی وقت نافذ ہوگا جب وہ شرعاً مصلحت عامہ کے مطابق ہو ورنہ نہیں۔(4)

فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوقف میں یہ جزیہ مذکور ہے کہ اگر بادشاہ نے مسلمانوں کو یہ اجازت دی کہ مقبوضہ شہر کی کسی اراضی پر دوکانیں بنوا کر مسجد پر وقف کر دیں یا مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی مسجد میں برابر کی زمین لے کر توسیع کر لیں تو اگر یہ شہر جنگ سے فتح کیا گیا تھا اور مسجد کی یہ توسیع یا دوکانوں کی تعمیر گزرنے والوں اور راستہ چلنے والوں کے لئے تکلیف دہ ثابت نہ ہوگی، اس صورت میں بادشاہ کا حکم نافذ ہوجائے گا اور اگر یہ شہر بذریعہ جنگ نہیں بلکہ بذریعہ صلح قبضہ میں آیا تھا تو وہ اراضی علیٰ حالہ اپنے مالک کی ملکیت میں باقی رہے گی اور بادشاہ کا حکم نافذ نہ ہوگا۔(5) اسی طرح قاضی کا تصرّف اموال یتامی اور ترکات اور اوقاف میں مصلحت سے مقید ہے یعنی اگر اس میں مصلحت شرعیہ ہے اور شریعت اسے جائز کرتی ہے تو قاضی کا تصرف نافذ ہوگا ورنہ نہیں۔ ذخیرہ ولوالجیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر قاضی بغیر شرط واقف کسی مسجد میں فراش (خادم مسجد یعنی مسجد میں صفائی، ستھرائی کی خدمت کرنے والا) مقرر کردے تو یہ اس کے لئے جائز نہیں اور نہ فراش کو وہ تنخواہ کھانی حلال ہے جو اسے اس وقف سے ملی ہو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بلا شرطِ واقف وقف میں سے وظائف دینا بطریق اولیٰ ناجائز ہے حالانکہ مسجد کو فراش کی ضرورت ہے پھر بھی بغیر شرط واقف اس میں فراش مقرر نہیں کیا جاسکتا پھر اس میں سے وظائف کیسے مقرر کئے جاسکتے ہیں۔(6)

❁❁❁❁❁

---

(3) سنن سعید بن منصور، تفسیر سورۃ المائدۃ، الحدیث: ۷۸۸، ج۴، ص۱۵۳۸۔

(4) الاشباہ والنظائر، الفن الاول فی القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ الخامسۃ، ص۱۰۶۔

(5) الفتاوی الخانیۃ، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل دارہ۔۔۔ إلخ، ج۲، ص۲۹۸۔

(6) الاشباہ والنظائر، الفن الاول فی القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ الخامسۃ، ص۱۰۴، ۱۰۷۔

قاعدہ نمبر ۱۳۱: اَلْحُدُوْدُ تُدْرَءُ بِالشُّبُهَاتِ

یعنی حدود شک وشبہ سے ساقط ہوجاتے ہیں۔ یہ حدیث ہے جس کو علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے (1) اورابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اِدْفَعُوا الْحُدُوْدَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (2) جہاں تک ممکن ہو حدود کو دور کرو، امام ترمذی وحاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی اِدْرَؤُا الْحُدُوْدَ عَنِ الْمُسْلِمِیْنَ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنْ وَّجَدْتُّمْ لِمُسْلِمٍ مَّخْرَجًا فَخَلُّوْا سَبِیْلَهٗ (3) مسلمانوں سے حدود کو دور کرو جہاں تک ممکن ہو اور اگر تم کسی مسلمان کے لئے اس سے نکلنے کا راستہ پاؤ تو اس کا راستہ چھوڑ دو کیونکہ امام اگر معاف کردینے میں خطا کرے یہ اس سے بہتر ہے کہ سزا دینے میں غلطی کرجائے۔

صاحب فتح القدیر فرماتے ہیں: فقہائے امصار و بلاد کا اس پر اجماع ہے کہ حدود شبہات سے ساقط ہوجاتے ہیں۔ شبہ وہ ہے جو ثابت تو نہ ہو لیکن ثابت کے مشابہ ہو، علمائے احناف نے شبہ کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) شُبْهَةٌ فِي الْفِعْل اس کو شُبْهَةُ الْاِشْتِبَاه بھی کہتے ہیں۔ (۲) شُبْهَةٌ فِي الْمَحَل (۳) شُبْهَةٌ فِي الْعَقْد

پہلی قسم شُبْهَةُ الْاِشْتِبَاه کی صورت یہ ہے کہ جیسے کسی پر اس شے کی حلت وحرمت مشتبہ ہوجائے جیسے وہ یہ بدگمانی کرے اس کی بیوی کی لونڈی سے مجامعت ووطی کرنا حلال ہے یا اپنے باپ ماں یا دادا کی باندی سے وطی کرنا اس کے لیے جائز ہے یا یہ گمان کرے کہ اسے اپنی مطلقہ ثلٰثہ سے دورانِ عدت وطی کرنا جائز ہے۔ ان صورتوں میں اگر اس نے وطی کرلی تو اس پر حد قائم نہ ہوگی لیکن اگر اس نے یہ کہا کہ مجھے اس کا علم تھا کہ یہ حرام ہیں تو اس پر حد قائم کردی جائے گی۔

دوسری قسم شُبْهَةٌ فِي الْمَحَل کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے بیٹے کی باندی، طلاق بالکنایہ سے مطلقہ، فروخت کردہ باندی جس کو ابھی خریدار کے قبضہ میں نہیں دیا ہے اور وہ باندی جو اپنی بیوی کے مہر میں دی لیکن ابھی اس کو بیوی کے قبضہ

(1) الاشباہ والنظائر، الفن الاول فی القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ السادسۃ، ص۱۰۸۔

(2) سنن ابن ماجۃ، کتاب الحدود، باب الستر علی المؤمن۔۔۔ الخ، الحدیث: ۲۵۴۵، ج۳، ص۲۱۹۔
والاشباہ والنظائر، الفن الاول فی القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ السادسۃ، ص۱۰۸۔

(3) سنن الترمذی، کتاب الحدود، باب ماجاء فی درء الحدود، الحدیث: ۱۴۲۹، ج۳، ص۱۱۵۔
والمستدرک للحاکم، کتاب الحدود، باب ان وجدتم لمسلم۔۔۔ الخ، الحدیث: ۸۲۲۴، ج۵، ص۵۴۹۔

میں نہیں دیا ہے وغیرہا ان تمام صورتوں میں اگر وہ ان کے ساتھ وطی کریگا تو اس پر حد قائم نہ ہوگی اگرچہ وہ یہ اقرار کرے کہ میں ان کے حرام ہونے کو جانتا تھا۔

تیسری قسم شُبْهَةٌ فِي الْعَقْدِ کی صورتیں یہ ہیں کہ کسی ایسی عورت سے نکاح کیا جس سے نکاح کرنا حرام تھا بعد عقد نکاح اس سے وطی کی اگر وہ یہ کہے کہ مجھے اس کے حرام ہونے کا علم تھا تو فتوئی اس پر ہے کہ اس پر حد قائم کی جائے گی ا ور اگر اسے علم نہ تھا حد

قائم نہ ہوگی۔ایسے ہی اس عورت سے وطی کرنا جس کے ساتھ نکاح صحیح ہونے میں اختلاف ہے۔اسی طرح شراب کو دوا کے طور پر پیا (بشرطیکہ معالج نے ضروری قرار دیا ہو) ان تمام صورتوں میں حد قائم نہ کی جائے گی۔چونکہ حدود شبہ سے ساقط ہوجاتی ہیں اسی لئے حدود عورتوں کی شہادت سے ثابت نہیں ہوتیں نہ کتابُ الْقَاضِي إِلَى الْقَاضِي سے اور نہ شَهَادَت عَلَى الشَّهَادَت سے نہ حالت نشہ میں حدود خالصہ کے اقرار سے کہ ان تمام صورتوں میں شبہات ہیں ان کے علاوہ شبہات کی اور صورتیں بھی ہیں۔(4)

فائدہ

حدود میں مترجم (یعنی ترجمان) کا قول قبول کرلیا جائے گا جس طرح دیگر معاملات میں مترجم کا قول قابلِ قبول ہے اور قصاص بھی شبہ سے ساقط ہوجاتا ہے جس طرح کہ حدود شبہات سے ساقط ہوجاتے ہیں اور قصاص بھی انہیں چیزوں سے ثابت ہوتا ہے جن سے حدود ثابت ہوتے ہیں برخلاف تعزیر کے کہ وہ شبہ کی موجودگی میں بھی ثابت ہوجاتی ہے،اس میں قسم بھی لی جاتی ہے جب کہ حدود وقصاص میں قسم نہیں لی جاتی،تعزیر میں انکارِ جرم کے باوجود فیصلہ دیا جاتا ہے۔(5)

❁❁❁❁❁

---

(4) الاشباہ والنظائر،الفن الاول فی القواعد الکلیۃ،النوع الثانی،القاعدۃ السادسۃ،ص۱۰۸،۱۰۹۔
والفتح القدیر،کتاب الحدود،باب الوطء الذی یوجب الحد...الخ،ج۵،ص۳۲،۳۳۔

(5) الاشباہ والنظائر،الفن الاول فی القواعد الکلیۃ،النوع الثانی،القاعدۃ السادسۃ،ص۱۰۸۔۱۱۱۔

قاعدہ نمبر ۳۲: اَلْحُرُّ لَا یَدْخُلُ تَحْتَ الْیَدِ

یعنی آزاد مرد وعورت پر کوئی قبضہ نہیں ہوسکتا لہٰذا اگر کوئی شخص کسی آزاد مرد وعورت یا بچہ کو غصب کر کے لے گیا اور پھر وہ اس کے قبضہ میں اچانک قدرتی موت مر گیا تو غاصب اس کی جان کا ضمان دینے کا ذمہ دار نہ ہوگا۔اس کے برخلاف اگر وہ ان کو غصب کر کے ہلاکت کی جگہ لے گیا جہاں خونخوار درندے یا زہریلے سانپ رہتے ہوں یا وہاں بالعموم بجلیاں گرتی ہوں یا وہاں مہلک بیماریاں پھیلی ہوں اور وہاں ہلاک ہوگئے تو اس صورت میں غاصب کے عاقلہ پر (ورثاء پر) اُن کی دیت واجب ہوگی لیکن یہ ضمان اتلاف جان ہے، ضمانِ غصب نہیں ۔اس قاعدہ سے زوجہ خارج ہے۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) الاشباہ والنظائر، الفن الاول فی القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ السابعۃ، ص ۱۱۱۔

قاعدہ نمبر ۳۳: إِذَا اجْتَمَعَ أَمْرَانِ مِنْ جِنْسٍ وَّاحِدٍ وَّلَمْ يَخْتَلِفْ مَقْصُوْدُهُمَا دَخَلَ أَحَدُهُمَا فِي الْآخَرِ.

یعنی جب دو چیزیں ایک ہی جنس کی جمع ہوجائیں اور ان کا مقصد بھی مختلف نہ ہوتو وہ ایک دوسرے میں داخل ہوجاتی ہیں جیسے حدث وجنابت جب ایک ہی شخص میں جمع ہوں یا جنابت اور حیض ایک ہی عورت میں جمع ہوں تو ان پر ایک ہی غسل فرض ہوگا اور ایک ہی غسل دونوں کے لیے کافی ہے اور جیسے اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس نے نماز فرض وسنت ادا کی تو یہی نماز تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد کے لئے بھی کافی ہے یا جیسے کسی سے ایک ہی نماز میں دو واجب یا ایک واجب کئی بار سہواً ترک ہوا تو اس کے لئے ایک ہی بار سجدۂ سہو کر لینا کافی ہے۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) الاشباہ والنظائر، الفن الاول فی القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ الثامنۃ، ص ۱۱۲۔

قاعدہ نمبر ۳۴: إِعْمَالُ الْكَلَامِ أَوْلٰى مِنْ إِهْمَالِهٖ مَتٰى أَمْكَنَ فَإِنْ لَّمْ يُمْكِنْ أُهْمِلَ

یعنی جہاں تک ممکن ہو کلام کو بامعنی بنایا جائے مہمل قرار نہ دیا جائے ہاں اگر اسے بامعنی بنانا ممکن نہ ہو تو پھر اسے مہمل قرار دیا جائے۔ اسی بنیاد پر ہمارے علمائے اصول اس امر پر متفق ہیں کہ کسی کلام کو اگر اس کی حقیقت پر محمول کرنا متعذر رہو (یعنی مشکل ہو) تو وہ مجاز پر محمول کیا جائے گا اسے مہمل قرار نہ دیا جائے گا اگر وہ حقیقت اور مجاز میں سے کسی پر بھی محمول نہ کیا جاسکے تو اسے مہمل قرار دیا جائے گا یا اگر یہ صورت ہے کہ کوئی لفظ ایسا ہو جو حقیقت اور مجاز میں مشترک ہو اور وجہ ترجیح موجود نہ ہو تب بھی وہ مہمل قرار دیا جائے گا۔

اس قاعدہ کے مطابق اگر کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ میں اس درخت سے کچھ نہیں کھاؤں گا پھر اس نے اس کا پھل کھایا یا اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے کوئی کھانے کی چیز خرید کر کھائی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ واجب ہوگا یا اس نے یہ قسم کھائی کہ میں یہ آٹا نہیں کھاؤں گا پھر اس نے اس آٹے سے پکی ہوئی روٹی کھائی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ واجب ہوگا کیونکہ ان دونوں صورتوں میں کلام کو حقیقت پر محمول کرنا متعذر رہے لہٰذا مجازی معنی لیے گئے اور اگر اس نے اپنی بیوی سے جس کا باپ معلوم و معروف ہے کہا کہ یہ میری بیٹی ہے تو وہ عورت اس پر حرام نہ ہوگی کیونکہ یہاں حقیقت و مجاز دونوں متعذر ہیں لہٰذا یہ کلام مہمل قرار دیا جائے گا۔ اگر کسی شخص نے اپنی دو بیویوں میں سے ایک سے کہا تجھے چار طلاقیں ہیں اس نے کہا مجھے تو تین ہی کافی ہیں اس پر شوہر نے کہا تین طلاقیں تیرے لئے اور باقی تیری ساتھی پر اس صورت میں پہلی پر طلاقیں ہو جائیں گی اور دوسری پر کوئی طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں کلام کو عمل میں لانا ممکن نہیں لہٰذا مہمل قرار دیا جائے گا کیونکہ شریعت نے صرف تین طلاقیں مقرر فرمائی ہیں اور زیادہ کو باطل کیا ہے لہٰذا چوتھی طلاق واقع کرنا ممکن نہیں اس لئے باقی تیری ساتھی پر اس کا یہ کلام مہمل قرار دیا جائے گا اور دوسری بیوی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی (1) اسی قاعدہ میں یہ قاعدہ شامل ہے اَلتَّاسِيْسُ خَيْرٌ مِّنَ التَّاكِيْدِ تاکید کے مقابلے میں تاسیس بہتر ہے یعنی کسی کلام کو تاکید قرار دینے کے مقابلے میں اصل بنیاد اور بناء کلام قرار دینا مختار ہے لہٰذا اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا تجھے طلاق طلاق طلاق تو اسے تین طلاقیں واقع ہوں گی اگر شوہر یہ کہے کہ میں نے

---

(1) الاشباہ والنظائر، الفن الاول فی القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ التاسعۃ، ص ۱۱۴۔

تاکید مراد لی تھی تو دیانۃً اس کی تصدیق کردی جائے گی لیکن قضاءً نہیں۔(2)

❁❁❁❁❁

(2) الاشباہ والنظائر، الفن الاول فی القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ التاسعۃ، ص۱۲۶.

قاعدہ نمبر ۳۵: اَلْخَرَاجُ بِالضَّمَان

یعنی منافع ضامن ہونے کے عوض ہیں یعنی کسی شے سے نفع حاصل کر لینے کا کوئی معاوضہ دینا نہ ہوگا لیکن نفع حاصل کرنے والا اس شے کے ہلاک ہوجانے کی صورت میں اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ الخراج بالضمان حدیث صحیح ہے جس کو امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ و ابن حبان رضی اللہ عنہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے بعض راویوں نے اس کا سبب بھی بیان فرمایا ہے واقعہ یہ تھا کہ ایک صحابی (رضی اللہ عنہ) نے ایک غلام خریدا کچھ دنوں وہ ان کے پاس رہا پھر انھیں اس غلام میں کوئی نقص اور عیب معلوم ہوا انہوں نے معاملہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا، خیارِ عیب کی وجہ سے آپ نے اس غلام کو واپس کرادیا۔ بائع نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم! اس مشتری (خریدار) نے میرے غلام سے منافع حاصل کئے ہیں۔ (مطلب یہ تھا کہ ان منافع کا معاوضہ مجھے دلایا جائے) آپ (صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم) نے فرمایا: اَلْخَرَاجُ بِالضَّمان یعنی منافع ضمان کے عوض میں ہیں۔ (1)

حضرت ابوعبید (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے فرمایا اس حدیث میں الخراج کا مطلب غلام کے منافع ہیں کہ خریدار نے غلام خریدا اور اسے اپنے کام میں استعمال کیا اور ایک مدت کے بعد اس کے عیب پر مطلع ہوا جو کہ بائع نے اسے نہیں بتلایا تھا تو وہ اسے بائع کو واپس کردے گا اور اس کی پوری قیمت واپس لے لے گا اور اس کے منافع سے فیضیاب ہوگا کیونکہ غلام اس کی ذمہ داری اور ضمان میں تھا کہ اگر وہ اس مدت میں ہلاک ہوجاتا تو یہ اس مشتری کا مال ہلاک ہوتا بائع پر کوئی ضمان و ذمہ داری نہ ہوتی۔ کتاب الفائق میں الخراج کی تشریح میں بتایا کہ کسی چیز سے جو بھی فائدہ پہنچے وہ اس کا خراج ہے۔ درخت کا خراج اس کا پھل ہے اور جانوروں کا خراج ان کا دودھ اور ان کی نسل ہے۔ علامہ فخر الاسلام فرماتے ہیں یہ حدیث پاک جوامع الکلم میں سے ہے لہٰذا اس کی روایت بالمعنی جائز نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث کثیر المعنی ہے اس لئے اس کو ایک معنی میں متعین نہیں کرسکتے اور روایت بالمعنی میں ایک معنی کے ساتھ خاص اور متعین ہوجائے گی۔ (2)

---

(1) سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الخراج بالضمان، الحدیث: ۲۲۴۳، ج۳، ص۵۷۔

(2) اصول البزدوی، باب شرط نقل المتون، ص۱۹۱۔

والاشباہ والنظائر، الفن الاول: القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ العاشرۃ، ص۱۲۷۔

قاعدہ نمبر ۳۶: اَلسُّؤَالُ مُعَادٌ فِي الْجَوَابِ

یعنی سوال کے جواب میں سوال کا اعادہ ہوتا ہے۔ علامہ بزازی اپنے فتاویٰ بزازیہ میں مسائل وکالت کے آخر میں بیان فرماتے ہیں کہ کسی نے کہا کہ زید کی بیوی مطلقہ ہے اگر وہ اس گھر میں داخل ہو یا اس پر بیت اللہ جانا ہے۔ زید نے یہ سن کر کہا ہاں تو زید ان دونوں باتوں کا حالف قرار دیا جائے گا کیونکہ یہ جواب اس مضمون کے اعادہ کو متضمن ہے جس کا سوال میں ذکر ہے ایسے ہی بیوی نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں طلاق والی ہوں (مطلقہ ہوں) شوہر نے کہا! ہاں، تو بیوی کو طلاق ہوجائے گی۔ (1) قنیہ میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا تجھ پر اتنا قرضہ ہے وہ مجھے ادا کر دوسرے نے مذاق واستہزاء میں کہا ہاں بہت خوب تو یہ اس کا اقرار ہے، یہ قرضہ اس سے لے لیا جائے گا۔ (2)

❁❁❁❁❁

(1) الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الھندیۃ، کتاب الوکالۃ، الفصل السابع فی الطلاق والعتاق، ج۵، ص۴۹۰.

(2) القنیۃ، کتاب الاقرار، باب الجواب الذی یکون اقرارا، ص۴۳۹.

والاشباہ والنظائر، الفن الاول: القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ الحادیۃ عشرۃ، ص۱۲۸، ۱۲۹.

قاعدہ نمبر ۳۷: لَا یُنْسَبُ إِلٰی سَاکِتٍ قَوْلٌ

اس قاعدہ کی توضیحی مثالیں یہ ہیں کہ اگر مالک نے دیکھا کہ کوئی اجنبی اس کا مال فروخت کر رہا ہے اور وہ دیکھ کر خاموش رہا اسے منع نہیں کیا تو اس کے سکوت سے وہ اس کا وکیل بالبیع (یعنی بیچنے کا وکیل) نہیں بنے گا۔ ایسے میں قاضی نے اپنے زیرولایت نابالغ بچے یا معتوہ بے عقل یا کم عقل کو دیکھا کہ وہ خرید وفروخت کر رہا ہے اور یہ دیکھ کر قاضی نے سکوت اختیار کیا (یعنی خاموش رہا) تو قاضی کا یہ سکوت ان کے حق میں اذن فی التجارۃ نہیں ہوگا۔ (یعنی تجارت کی اجازت نہیں سمجھا جائے گا۔) ایسے ہی اگر کسی نے دیکھا کہ کوئی شخص اس کا مال تلف اور ضائع کر رہا ہے اور وہ خاموش رہا تو اس کی یہ خاموشی مال کے تلف کرنے کی اجازت نہیں قرار دی جائے گی۔ اگر عورت نے بغیر اجازت ولی غیر کفو سے نکاح کرلیا تو ولی کا سکوت اس کی رضا نہیں تسلیم کیا جائے گا اگرچہ لمبی مدت گزر جائے عنین (نامرد) کی عورت کا سکوت اس کی رضا نہ مانا جائے گا خواہ وہ اس عنین کے ساتھ برسوں گزار دے۔(1)

علامہ ابن نجیم حنفی مصری صاحب الاشباہ والنظائر نے اس قاعدہ کے کچھ مستثنیات فرمائے ہیں جن کو جامع الفصولین سے نقل کیا ہے ان کی تعداد تیس ہے پھر مزید سات کا اضافہ فرمایا دو قنیہ سے نقل فرمائے اور پانچ اپنی طرف سے کل ۳۷ سینتیس مستثنیات فرمائے ہیں۔(2) لیکن ان میں اکثر ایک دوسرے قاعدہ کے اندر آجاتے ہیں اور وہ قاعدہ ہے۔

---

(1) الاشباہ والنظائر، الفن الاوّل: القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ الثانیۃ عشرۃ، ص۱۲۹۔
وجامع الفصولین، الفصل الرابع والثلاثون فی الاحکامات: الجزء الثانی، ص۱۴۰۔

(2) الاشباہ والنظائر، الفن الاوّل: القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ الثانیۃ عشرۃ، ص۱۲۹۔۱۳۱۔
وجامع الفصولین، الفصل الرابع والثلاثون فی الاحکامات، الجزء الثانی، ص۱۳۸۔

قاعدہ نمبر ۳۸: اَلسُّکُوتُ فِیْ مَعْرِضِ الْبَیَانِ بَیَانٌ

یعنی مقام اظہار و بیان میں سکوت اختیار کرنا اظہار و بیان ہی مانا جائے گا جیسے نکاح سے قبل ولی (1) نے باکرہ (کنواری) سے اس کے نکاح کی اجازت طلب کی اور وہ ساکت رہی تو یہ اس کا نطق (یعنی بولنا) و بیان مانا جائے گا اور اس کی اجازت شمار ہوگی ایسے ہی غیر باپ نے کسی نابالغہ باکرہ کا نکاح کر دیا اور وہ بوقتِ بلوغ خاموش رہی تو اس کی یہ خاموشی اس کی اجازت شمار ہوگی۔ کسی عورت نے قسم کھائی کہ وہ نکاح نہیں کرے گی پھر اس کے باپ نے اس کا نکاح کر دیا اور وہ خاموش رہی تو وہ حانث ہو جائے گی۔ (یعنی اس کی قسم ٹوٹ جائے گی) حق شفعہ رکھنے والے کو جائیداد غیر منقولہ کی بیع کا علم ہوا اور وہ ساکت رہا تو اس کا حق شفعہ باطل ہو جائے گا اس کا یہ سکوت اس کی رضا مانا جائے گا۔ باکرہ (کنواری) لڑکی کو خبر دی گئی کہ تمہارے ولی نے تمہارا نکاح کر دیا ہے یہ سن کر اس نے سکوت اختیار کیا تو یہ اس کی رضا ہے ماں نے اپنی بیٹی کا جہیز باپ کے مال و متاع سے دیا اور باپ نے سکوت اختیار کیا تو یہ اس کی رضا ہے اب اسے واپس لینے کا اختیار نہیں وغیرہا۔ (2)

درحقیقت ان دونوں قاعدوں کی صورتوں میں امتیاز کرنا مفتی وفقیہ کے لئے کثرت مطالعہ اور دقت نظر کا طالب ہے۔ لہٰذا مفتی کے لئے لازم ہے کہ وہ خوب غور و فکر اور کتب فقہیہ کا عمیق مطالعہ کرکے ایسے مسائل کا جواب تحریر کرے جس طرح عرف پر موقوف مسائل کا جواب بھی دقت نظر، مفتی کی ذہانت اور عرف زمانہ سے واقفیت کا طالب ہے۔

(1) یہاں ولی سے مراد ولی اقرب ہے، تفصیل کے لیے بہارشریعت، ج ۲، حصہ ۷، ملاحظہ فرمائیے۔

(2) الاشباہ والنظائر، الفن الاوّل: القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ الثانیۃ عشرۃ، ص ۱۲۹، ۱۳۱، وغیرھا۔

قاعدہ نمبر ۳۹: اَلْفَرْضُ أَفْضَلُ مِنَ النَّفَلِ إِلاَّ فِي مَسَائِلَ

یعنی فرض وواجب نفل سے افضل ہے اس کی صد ہا مثالیں ہیں جو اظہر من الشمس ہیں لیکن اس میں کچھ مستثنی مسائل بھی ہیں جیسے نادار وتنگ دست مقروض کو اس کے قرض سے بری کردینا یہ اس کو مہلت دینے سے افضل ہے جب کہ بری کردینا مستحب ہے اور مہلت دینا واجب ہے۔ ایسے ہی سلام میں پہل کرنا سنت ہے مگر یہ افضل ہے سلام کا جواب دینے سے جو کہ واجب ہے، اسی طرح وقت سے پہلے وضو کرنا مستحب ومندوب ہے مگر یہ افضل ہے اس وضو کرنے سے جو نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد نماز ادا کرنے کے لئے کیا جائے حالانکہ یہ وضو فرض ہے۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) الاشباہ والنظائر، الفن الاوّل: القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ الثالثۃ عشرۃ، ص ۱۳۱

قاعدہ نمبر ۴۰: مَاحَرُمَ أَخْذُہ حَرُمَ إِعْطَاؤُہ

یعنی جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ جیسے سود، زنا کی اجرت، کاہن اور نجومی کی فیس، رشوت اور گانے والے کی اجرت وغیرہا کہ ان میں سے ہر ایک کا لینا بھی حرام ہے اور دینا بھی حرام ہے لیکن قیدی کو قید سے چھڑانے کے لیے یا اپنی عزت وآبرو بچانے کے لئے یا کسی کو اپنی ہجو سے روکنے کے لئے رشوت دینا جب کہ اس کے بغیر کام نہ چلے، دینے والے پر گناہ نہیں۔(1) لیکن لینے والے کے لئے بہر حال حرام وگناہ ہے۔(2) کہ یہ صورتیں اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْذُوْرَاتِ کے ماتحت آتی ہیں، اسی قاعدہ کے قریب یہ قاعدہ بھی ہے، یعنی قاعدہ نمبر ۴۱۔

❁❁❁❁❁

---

(1) المرجع السابق، القاعدۃ الرابعۃ عشرۃ، ص ۱۳۲۔

(2) غمز عیون البصائر، الفن الاوّل فی القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ الرابعۃ عشرۃ، ج۱، ص ۳۹۱۔

قاعدہ نمبر ۱۴: مَا حَرُمَ فِعْلُهٗ حَرُمَ طَلَبُه،

جس چیز کا کرنا حرام ہے اس کی طلب بھی حرام ہے۔ ذمی کو جزیہ دینا حرام ہے مگر اس سے طلب کرنا جائز ہے یہ مسئلہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) الاشباہ والنظائر، الفن الاوّل: القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ الرابعۃ عشرۃ، ص ۱۳۲۔

قاعدہ نمبر ۴۲: مَنِ اسْتَعْجَلَ الشَّیْءَ قَبْلَ أَوَانِہٖ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِہٖ

یعنی جوشخص کسی شے کو وقت سے پہلے حاصل کرنے میں جلدی کرے تو سزاءً وہ اس شے سے محروم کردیا جائے گا جیسے اگر کوئی وارث اپنے مورث کو قتل کردے تاکہ جلد ہی اسے وراثت مل جائے تو قاتل وارث، مقتول مورث کی وراثت سے محروم ہوجائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شوہر اپنے مرض الموت میں اپنی بیوی کو بغیر اس کی طلب اور رضا مندی کے تین طلاقیں دیدے تاکہ وہ وراثت سے محروم ہوجائے تو وہ عورت اس کی وراثت سے محروم نہ قرار دی جائے گی یہ شوہر اپنا مقصد حاصل کرنے میں محروم ہوگا۔ (1)

❁❁❁❁❁

(1) الاشباہ والنظائر، الفن الاوّل: القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ الخامسۃ عشرۃ، ص ۱۳۲، ۱۳۳۔

قاعدہ نمبر ۴۳: اَلْوِلَایَةُ الْخَاصَّةُ أَقْوٰی مِنَ الْوِلَایَةِ الْعَامَّةِ

یعنی ولایت خاصہ ولایت عامہ سے قوی تر ہوتی ہے جیسے قاضی کو کسی یتیم لڑکی یا لڑکے کے نکاح وتزویج (یعنی شادی کرانے کا) کا حق نہیں اگر اس کا ولی ہے خواہ وہ ولی عصبات میں سے ہو یا ذوی الارحام میں سے کیونکہ ولی کو ولایت خاصہ حاصل ہے اور قاضی کو ولایت عامہ، ولی خاص کو قصاص لینے صلح کرنے اور قاتل کو بلا معاوضہ معاف کرنے کا حق ہے، امام کو معاف کرنے کا حق نہیں۔

فائدہ:

ولی خاص تین قسم کے ہیں:

(۱) مال اور نکاح میں ولی، یہ صرف باپ دادا ہی ہو سکتے ہیں یہ ان کا ذاتی وصف ہے یہ اگر خود کو ولایت سے معزول بھی کرنا چاہیں تو یہ معزول نہ ہوں گے۔

(۲) فقط نکاح میں ولی، یہ تمام عصبات ہو سکتے ہیں اور ماں اور ذوی الارحام نیز ولایت وکیل، اس کی ولایت کو مؤکل معزول کر سکتا ہے اور وکیل اور ذوی الارحام بھی خود کو ولایت سے معزول کر سکتے ہیں۔

(۳) فقط مال میں ولی، اور وہ وہ اجنبی ہے جو وصی بنایا گیا ہو۔ وصی کی ولایت کو وصی بنانے والا معزول کر سکتا ہے اور غیر ایماندار و بددیانت وصی کو قاضی بھی معزول کر سکتا ہے۔ لیکن وصی خود کو معزول نہیں کر سکتا۔(1) قاضی وصی کی موجودگی میں مال یتیم میں تصرف کا حق نہیں رکھتا۔

(1) الاشباہ والنظائر، الفن الاوّل: القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ السادسۃ عشرۃ، ص ۱۳۳، ۱۳۴۔

قاعدہ نمبر ۴۴: لَا عِبْرَۃَ بِالظَّنِّ الْبَیِّنِ خَطْؤُہ

یعنی جس گمان کا غلط ہونا ظاہر ہو گیا پھر اس کا اعتبار نہیں۔ باب قضاء الفوائت میں اسی قاعدے کے ماتحت یہ جزیہ ہے اگر کسی صاحب ترتیب کی نماز عشاء قضاء ہوئی نماز فجر کے وقت اس نے گمان کیا کہ وقت فجر تنگ ہو گیا ہے اس نے فجر کی نماز ادا کرلی پھر یہ معلوم ہوا کہ وقت میں گنجائش ہے تو اس کی فجر کی نماز باطل (یہاں لفظِ باطل سے مراد نماز کا موقوف ہونا ہے) ہو جائے گی پھر یہ دیکھے کہ وقت میں گنجائش ہے تو پہلے نماز عشاء ادا کرے کیونکہ یہ صاحب ترتیب ہے پھر فجر کی نماز پڑھے اور اگر وقت میں گنجائش نہ رہی ہو تو فقط فجر کی نماز کا اعادہ کرے۔(1) اسی قاعدہ کے ماتحت دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کسی نے پانی کو نجس گمان کیا اور اس سے وضو کرلیا پھر معلوم ہوا کہ وہ پانی پاک تھا تو اس کا وضو جائز ہے۔(2) (خلاصہ) اسی طرح اگر صاحب نصاب زکوٰۃ نے مال زکوٰۃ ادا کرتے وقت زکوٰۃ دیئے جانے والے کو غیر مصرف زکوٰۃ (یعنی جس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں) گمان کیا اور اس کو زکوٰۃ دے دی پھر معلوم ہوا کہ وہ مصرف ہے (یعنی اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے) تو جائز ہے بالاتفاق زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ اس کے برعکس اگر اس نے کسی کو مصرف زکوٰۃ گمان کیا پھر معلوم ہوا کہ وہ غنی ہے یا خود اس کا بیٹا ہے تو طرفین کے نزدیک ادا ہو گئی، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک ادا نہ ہوئی۔ اگر اس نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی اور گمان یہ کیا کہ یہ کپڑا نجس ہے پھر معلوم ہوا کہ کپڑا پاک ہے تو نماز کا اعادہ کرے۔ اگر اس نے نماز پڑھی اور خود کو محدث (بے وضو) گمان کیا پھر معلوم ہوا کہ وہ باوضو ہے تو نماز جائز نہ ہوئی۔ ایسے ہی اگر کسی نے فرض نماز پڑھی اور اس کا گمان یہ ہے کہ ابھی وقت نہیں ہوا پھر معلوم ہوا کہ وقت ہو گیا ہے تو اس کی نماز جائز نہیں (3) (کما فی فتح القدیر) آخر کے چاروں مسائل میں مکلف کے گمان کا اعتبار کیا گیا ہے نہ کہ نفس حقیقت کا اور اِن چار مسائل سے قبل کے مسائل میں اعتبار نفس الامر اور حقیقت واقعیہ کا ہے(4) اس لئے اگرچہ یہ تمام مسائل ظاہری طور پر ہم شکل سے نظر آتے ہیں لیکن ان کے حکم شرعی میں فرق ہے اور یہ وہ باریکیاں ہیں جن پر فقیہ کی نظر رہنی چاہیے۔

---

(1) تبیین الحقائق، کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوائت، ج۱، ص۴۶۰۔

(2) خلاصۃ الفتاوی، کتاب الطھارۃ، الجزء الاول، ج۱، ص۵۔

(3) فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ التی تتقدمھا، ج۱، ص۲۳۶۔

(4) الاشباہ والنظائر، الفن الاول: القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ السابعۃ عشرۃ، ص۱۳۴، ۱۳۵۔

قاعدہ نمبر ۴۵: ذِکْرُ بَعْضِ مَالَا یَتَجَزَّأُ کَذِکْرِ کُلِّہٖ

یعنی ایسی چیز جس کی تجزی نہیں ہوتی اگر اس کے بعض کا ذکر کیا جائے تو کل کا ذکر کرنا ہے جیسے کسی نے اپنی بیوی کو نصف طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی یا اس نے نصف عورت کو طلاق دی تو کل کو طلاق واقع ہوگی۔ قاتل کے ایک حصہ جسم کو معاف کیا تو کل کو معاف ہوجائے گا اسی طرح اگر بعض وارثوں نے معاف کر دیا تو کل کی جانب سے قصاص ساقط ہوجائے گا مگر اس صورت میں باقی وارثوں کا حصہ مال میں تبدیل ہوجائے گا جو قاتل کے اولیاء کو ادا کرنا ہوگا۔(1)

(1) المرجع السابق، النوع الثانی، القاعدۃ الثامنۃ عشرۃ، ص ۱۳۵۔

قاعدہ نمبر ۴۶: إِذَا اجْتَمَعَ الْمُبَاشِرُ وَالْمُتَسَبِّبُ أُضِيفَ الْحُكْمُ إِلَى الْمُبَاشِرِ

یعنی مباشر اور متسبب یعنی کسی فعل کا مرتکب اور سبب بننے والا دونوں جمع ہوں تو حکم مباشر کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ مثلاً کسی شخص نے زیادتی کرتے ہوئے ایک کنواں کھودا اور اس میں کسی دوسرے شخص نے کسی شے کو ڈال کر ضائع کردیا تو ضمان کنواں کھودنے والے پر نہیں بلکہ کنوئیں میں ڈالنے والے پر ہے کیونکہ ڈالنے والا ہی فعل کا مرتکب ہے۔ ایسے ہی ایک شخص نے چور کو کسی کے مال کی مخبری اور راہ نمائی کی اور چور نے اسے چرالیا تو سارق (چور) ضامن ہے بتلانے والے پر کچھ نہیں۔ ایسے ہی اگر کسی نے ناسمجھ بچے کو چھری دے دی یا ہتھیار دیا کہ وہ اسے تھامے رہے بچہ نے خود کو ہلاک کرلیا تو چھری یا ہتھیار دینے والے پر ضمان نہیں ہے لیکن بعض صورتیں ایسی بھی ہیں کہ جن میں ضمان مباشر پر نہیں بلکہ متسبب پر ہے جیسے ودیعت جس کے پاس رکھی گئی ہے اس نے خود چور کو اس امانت اور ودیعت کی جگہ بتلائی اور چور نے اسے چرالیا تو اس صورت میں امانت دار ضامن ہوگا۔

کسی عورت کے ولی نے کہا کہ وہ عورت آزاد ہے اس سے نکاح کرلو یا اس عورت کے وکیل نے یہی کہا کہ وہ عورت آزاد ہے اس سے نکاح کرلو پھر بچہ پیدا ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ دوسرے کی باندی (لونڈی) ہے تو مباشر، متسبب سے بچہ کی قیمت واپس لے گا۔

بچہ کو چھری دی کہ وہ اسے رکھ لے وہ چھری بچہ پر گری اور اسے زخم پہنچا تو اس کا ضمان دافع (دینے والے) یعنی متسبب پر ہوگا۔(1)

متاخرین علماء فقہ نے تغیر احوال زمانہ کے پیش نظر بہت سی صورتوں میں ضمان مباشر کی بجائے متسبب پر رکھا ہے جس کا ذکر ہم کرچکے ہیں۔

فائدہ: مفہوم مخالف مع اپنی اقسام کے امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک معتبر ہے (سوائے مفہوم لقب کے) اور احناف کے نزدیک کلام شارع میں مفہوم مخالف معتبر نہیں شرح تحریر میں ہے: فَقَدْ نَقَلَ الشَّيْخُ جَلَالُ الدِّيْنِ الْخَبَّازِيُّ فِيْ حَاشِيَةِ الْهِدَايَةِ عَنْ شَمْسِ الْأَئِمَّةِ الْكُرْدَرِيِّ أَنَّ تَخْصِيْصَ الشَّيْءِ بِالذِّكْرِ لَا يَدُلُّ عَلٰى نَفْيِ الْحُكْمِ عَمَّا عَدَاهُ فِيْ خِطَابَاتِ الشَّارِعِ فَأَمَّا فِيْ مُتَفَاهِمِ النَّاسِ وَعُرْفِهِمْ وَفِي الْمُعَامَلَاتِ

(1) الاشباہ والنظائر، الفن الاول: القواعد الکلیۃ، النوع الثانی، القاعدۃ التاسعۃ عشرۃ، ص ۱۳۵، ۱۳۶۔

وَالْعَقْلِيَاتِ يَدُلُّ انْتَهٰى وَتُدَاوِلُهُ الْمُتَأَخِّرُوْنَ.(2)

یعنی شیخ جلال الدین خبازی نے ہدایہ کے حاشیہ میں شمس الائمہ کردری سے نقل کیا کہ خطابات شارع میں کسی حکم میں کسی شے کو خصوصیت کے ساتھ بیان کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس حکم کی اس شے کے ماسوا سے نفی کردی گئی ہاں لوگوں کے عرف اور فہم، معاملات اور عقلیات میں کسی شے کے خصوصیت سے ذکر کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ماسوا سے اس حکم کی نفی ہے اس پر متاخرین کا عمل ہے۔

قواعد کلیہ اور اصول فقہیہ میں سے ہم نے یہ صرف چھیالیس قواعد مشتے نمونہ از خروارے بیان کئے ہیں ورنہ ایسے قواعد کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے مشہور مالکی فقیہ امام قرافی نے اس قسم کے ۵۴۸ قواعد جمع فرمائے ہیں۔جن کو انہوں نے اپنی کتاب أَنْوَارُ الْبُرُوْقِ فِيْ أَنْوَاءِ الْفُرُوْقِ میں بیان فرمایا ہے۔

بہت سی احادیث اور آیاتِ قرآنیہ ایسی ہیں جن سے اس قسم کے قواعد کلیہ اخذ کئے جا سکتے ہیں جیسے۔

(۱)اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّهْمَةِ(3) (۲)مَارَآهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَاللهِ حَسَنٌ(4) (۳)اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ(5) (۴) وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى(6) (۵) كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ(7) (۶)اَللهُ فِي عَوْنِ عَبْدِهٖ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ أَخِيْهِ(8) (۷) وَ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا(9) (۸) وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ(10) (۹)مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ(11) (۱۰)كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعاً فَهُوَ رِبًا(12) (۱۱) دَمُ الْمُسْلِمِ وَمَالُهٗ

---

(2) مجموعۃ رسائل ابن عابدین، شرح عقود رسم المفتی، الجزء الاول، ص ۴۱۔
والتقریر والتحبیر شرح التحریر، مفہوم المخالفۃ، ج ۱، ص ۱۵۴۔

(3) اتحاف السادۃ المتقین، کتاب عجائب القلب، بیان تفصیل مداخل...الخ، ج ۸، ص ۵۲۴۔

(4) المعجم الاوسط، الحدیث: ۳۶۰۲، ج ۲، ص ۳۸۳۔

(5) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ...الخ، باب المرء مع من أحب، الحدیث: ۱۶۵۔(۲۶۴۰)، ص ۱۴۲۰۔

(6) پ ۶، المآئدۃ: ۲۔

(7) صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب بیان أن کل مسکر خمر...الخ، الحدیث: ۷۲۔(۲۰۰۳)، ص ۱۱۰۹۔

(8) صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء...الخ، باب فضل الاجتماع...الخ، الحدیث: ۳۸۔(۲۶۹۹)، ص ۱۴۴۸۔

(9) پ ۲۵، الشوریٰ: ۴۰۔

(10) پ ۲، البقرۃ: ۲۲۸۔

(11) سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشہرۃ، الحدیث: ۴۰۳۱، ج ۴، ص ۶۲۔

(12) کنز العمال، کتاب الدین والسلم، قسم الاقوال، فصل فی لواحق کتاب الدین، الحدیث: ۱۵۵۱۲، ص ۹۹۔

وَعِرْضُهٗ حَرَامٌ (13) (۱۲) لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ (14) (۱۳) مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا (15) (۱۴) مَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا (16) (۱۵) بَشِّرُوْا وَلَاتُعَسِّرُوْا (۱۶) دَوَاعِيْ الْحَرَامِ حَرَامٌ (۱۷) خَيْرُ الْاُمُوْرِ أَوْسَطُهَا (17) (۱۸) اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ (18)

ان تمام قواعد کے ماتحت بے شمار جزئیات ہیں مفتی اور فقیہ غیر منصوص مسائل میں جن پر کوئی شرعی استدلال نہ ہو نئے پیش آنے والے مسائل میں ان اصول وقواعد کی روشنی میں حکم شرعی کی تخریج کرسکتا ہے بشرطیکہ فقہ پر اس کی نظر ہو۔ بارھویں صدی کے بعد سوائے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کسی فقیہ نے ان قواعد فقہیہ اور اصول کلیہ سے مسائل کا استنباط نہیں کیا اور یہ بات علامہ شامی کی خصوصیات میں سے ہو کر رہ گئی۔ تیرھویں اور چودھویں صدی کے ہندوستانی علماء فقہ میں واحد شخصیت علامہ احمد رضا علیہ الرحمہ کی ہے جنہوں نے مسائل کے استنباط میں بہ کثرت ان قواعد فقہیہ سے استنباط واستخراج فرمایا۔ ان کے فتاویٰ رضویہ میں بڑی تعداد میں ان اصول اور قواعد فقہیہ کا ذکر ملے گا یہ اس امر کا شاہد عادل ہے کہ علامہ شامی کی طرح امام احمد رضا علیہ الرحمہ بھی فقہ میں مہارت کاملہ رکھتے تھے جن کی نظیر گزشتہ دو صدیوں میں نظر نہیں آتی۔

هٰذَا مَا وَفَّقَنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى جَلَّ وَعَلٰى بِفَضْلِهٖ وَكَرَمِهٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَعَالٰى رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَأَهْلِ بَيْتِهٖ أَجْمَعِيْنَ. مُحِبُّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَعُلَمَاءِ مِلَّتِهٖ

الفقیر ظہیر الدین احمد زیدی غفرلہ

۲۱ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ یوم

❁❁❁❁❁

(13) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ... إلخ، باب تحریم ظلم المسلم، الحدیث ۳۲۔(۲۵۶۴) ص ۱۳۸۷۔

(14) المعجم الکبیر، ھشام بن حسان علی الحسن عن عمران، الحدیث ۳۸۱، ج ۱۸، ص ۱۷۰۔

(15) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ... إلخ، الحدیث: ۶۹ (۱۰۱۷)، ص ۵۰۸۔

والترغیب والترہیب، کتاب الجھاد، الترغیب فی الرباط... إلخ، الحدیث: ۱۹۱۰، ج ۲، ص ۱۲۹۔

(16) المرجع السابق۔

(17) شعب الایمان، باب فی الملابس والاوانی، فصل فی کراھیۃ لبس الشھرۃ... إلخ، الحدیث: ۶۲۲۸، ج ۵، ص ۱۶۹۔

وکشف الخفاء، حرف الخاء المعجمۃ، الحدیث: ۱۲۴۵، ج ۱، ص ۳۴۶۔

(18) سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء الدال علی الخیر کفاعلہ، الحدیث: ۲۶۷۹، ج ۴، ص ۳۰۵۔

فقہ حنفی کی عالم بنانے والی کتاب

فیضانِ شریعت

جلد بیس

شرح

بہارِ شریعت

مصنف

حضرت مولانا محمد امجد علی رحمۃ اللہ علیہ

اعظمی رضوی سنی حنفی، قادری، برکاتی

شارح

علامہ ابو تراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ

اردو بازار ○ لاہور

فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

جلد بیس

بار اول ...... مئی 2017
پرنٹرز ...... آر۔آر پرنٹرز
سرورق ...... النافع گرافکس
تعداد 600/-
ناشر ...... چوہدری غلام رسول۔میاں جواد رسول
میاں شہزاد رسول
قیمت ...... =/ روپے

ملنے کے پتے

فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941 0323-4836776

دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ۰ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ۰ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فہرست

❀❀❀❀❀

میراث کے مسائل کا بیان

پیش لفظ

یہ کتاب المیراث کا وہ حصہ ہے جس کے لیے فقیہ العصر علامۃ الدہر حضرت صدر الشریعہ مفتی ابو العلا محمد امجد علی صاحب رضوی اعظمی حنفی قادری قدس سرہ العزیز نے بہارِ شریعت کے سترھویں حصہ میں وصیت فرمائی ہے کہ بہارِ شریعت کا آخری حصہ تھوڑا سا باقی رہ گیا ہے۔ جو زیادہ سے زیادہ تین حصوں پر مشتمل ہوگا۔ اگر توفیقِ الٰہی سعادت کرتی اور یہ بقیہ مضامین بھی تحریر میں آجاتے تو فقہ کے جمیع ابواب پر مشتمل یہ کتاب ہوتی اور کتاب مکمل ہوجاتی اور اگر میری اولاد یا تلامذہ یا علماء اہلِ سنّت میں سے کوئی صاحب اس کا قلیل حصہ جو باقی رہ گیا ہے اس کی تکمیل فرمادیں تو میری عین خوشی ہوگی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ حضرت مُصنف علیہ الرحمۃ کی وصیت کے مطابق میں نے یہ سعادت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اور اس میں یہ اہتمام بالالتزام کیا ہے کہ مسائل کے ماٰخذ کتب کے صفحات کے نمبر اور جلد نمبر بھی لکھ دیئے ہیں، تاکہ اہلِ علم کو ماٰخذ تلاش کرنے میں آسانی ہو۔ اکثر کتب فقہ کے حوالہ جات نقل کردیئے گئے ہیں۔ جن پر آج کل فتویٰ کا مدار ہے۔ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کے طرزِ تحریر کو حتی الامکان برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ فقہی موشگافیوں اور فقہاء کے قیل وقال کو چھوڑ کر صرف مُفتٰی بِہٖ اقوال کو سادہ اور عام فہم زبان میں لکھا ہے۔ تاکہ کم تعلیم یافتہ سُنّی بھائیوں کو بھی اس کے پڑھنے اور سمجھنے میں دشواری پیش نہ آئے۔ تصحیح کتابت میں حتی المقدور دیدہ ریزی سے کام لیا گیا ہے۔ پھر بھی اگر کہیں اغلاط رہ گئی ہوں تو اس کے لیے قارئینِ کرام سے معذرت خواہ ہوں۔ آخر میں محبت مکرم حضرت علامہ عبد المصطفیٰ الازہری مدظلہ العالی شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ وممبر قومی اسمبلی وعزیز مکرم مولانا حافظ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی سَلَّمہٗ، خطیب نیومیمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی کا شکر گزار ہوں کہ اِن حضرات نے اپنے والد ماجد حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کی وصیت کی تکمیل کے لیے میرا انتخاب فرمایا۔ میں اپنی اس حقیر خدمت کو حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ استاذ نا العلام ابو العلیٰ محمد امجد علی صاحب رضوی قدس سرّہ العزیز مصنف بہارِ شریعت کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کرتا ہوں۔ اور اس کا ثواب واجر اُن کی روح پُرفتوح کو ایصال کرتا ہوں اور بارگاہِ ایزد متعال میں دست بہ دعا ہوں کہ اس کتاب کو مقبول فرمائے۔ آمین!

محمد وقار الدین قادری رضوی بریلوی غفرلہ

مفتی ونائب شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ

عالمگیر روڈ، کراچی ۵

جنوری ۱۹۸۵ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

آیات قرآنی بسلسلہ وراثت

(يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱﴾ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾)(1)

---

(1) پ۴، النساء:۱۱، ۱۲۔

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ فرائض وارث کی قسم ہیں اصحاب فرائض یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے حصے مقرر ہیں مثلاً بیٹی ایک ہو تو آدھے مال کی مالک زیادہ ہوں تو سب کے لئے دو تہائی۔ پوتی اور پر پوتی اور اس سے نیچے کی ہر پوتی اگر میت کے اولاد نہ ہو تو بیٹی کے حکم میں ہے اور اگر میت نے ایک بیٹی چھوڑی ہو تو یہ اُس کے ساتھ چھٹا پائے گی اور اگر میت نے بیٹا چھوڑا تو ساقط ہو جائے گی کچھ نہ پائے گی اور اگر میت نے دو بیٹیاں چھوڑیں تو بھی پوتی ساقط ہوگی لیکن اگر اُس کے ساتھ یا اُس کے نیچے درجہ میں کوئی لڑکا ہوگا تو وہ اُس کو عصبہ بنا دے گا۔ سگی بہن میت کے بیٹا یا پوتا نہ چھوڑنے کی صورت میں بیٹیوں کے حکم میں ہے۔ علاتی بہنیں جو باپ میں شریک ہوں اور اُن کی مائیں علیحدہ علیحدہ ہوں وہ حقیقی بہنوں کے نہ ہونے کی صورت میں ان کی مثل ہیں اور دونوں قسم کی بہنیں یعنی علاتی و حقیقی میت کی بیٹی یا پوتی کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں اور بیٹے اور پوتے اور اس کے ماتحت کے پوتے اور باپ کے ساتھ ساقط اور امام صاحب کے نزدیک دادا کے ساتھ بھی محروم ہیں۔ سوتیلے بھائی بہن جو فقط ماں میں شریک ہوں اِن میں سے ←

يَسۡتَفۡتُوۡنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفۡتِيۡكُمۡ فِى الۡكَلٰلَةِ اِنِ امۡرُؤٌا هَلَكَ لَيۡسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخۡتٌ فَلَهَا نِصۡفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنۡ لَّمۡ يَكُنۡ لَّهَا وَلَدٌ فَاِنۡ كَانَـتَا اثۡنَتَيۡنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ وَاِنۡ كَانُوۡۤا اِخۡوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَيَيۡنِ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمۡ اَنۡ تَضِلُّوۡا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ﴿۱۷۶﴾ (2)

ایک ہو تو چھٹا اور زیادہ ہوں تو تہائی اور ان میں مرد عورت برابر حصہ پائیں گے اور بیٹے پوتے اور اس کے ماتحت کے پوتے اور باپ دادا کے ہوتے ساقط ہو جائیں گے باپ چھٹا حصہ پائے گا اگر میت نے بیٹا یا پوتا یا اُس سے نیچے کے پوتے چھوڑے ہوں اور اگر میت نے بیٹی یا پوتی یا اور نیچے کی کوئی پوتی چھوڑی ہو تو باپ چھٹا اور وہ باقی بھی پائے گا جو اصحاب فرض کو دے کر بچے دادا یعنی باپ کا باپ۔ باپ کے نہ ہونے کی صورت میں مثل باپ کے ہے سوائے اس کے کہ ماں کو ثلثِ مَابَقِیْ کی طرف رد نہ کر سکے گا۔ ماں کا چھٹا حصہ ہے اگر میت نے اپنی اولاد یا اپنے بیٹے یا پوتے یا پر پوتے کی اولاد یا بہن بھائی میں سے دو چھوڑے ہوں خواہ وہ بھائی سگے ہوں یا سوتیلے اور اگر اُن میں سے کوئی نہ چھوڑا ہو تو ماں کل مال کا تہائی پائے گی اور اگر میت نے زوج یا زوجہ اور ماں باپ چھوڑے ہوں تو ماں کو زوج یا زوجہ کا حصہ دینے کے بعد جو باقی رہے اُس کا تہائی ملے گا اور جدّہ کا چھٹا حصہ ہے خواہ وہ ماں کی طرف سے ہو یعنی نانی یا باپ کی طرف سے ہو یعنی دادی ایک ہو یا زیادہ ہوں اور قریب والی دور والی کے لئے حاجب ہو جاتی ہے اور ماں ہر ایک جدہ کو محجوب کرتی ہے اور باپ کی طرف کی جدات باپ کے ہونے سے محجوب ہوتی ہیں اِس صورت میں کچھ نہ ملے گا زوج چہارم پائے گا اگر میت نے اپنی یا اپنے بیٹے پوتے پر پوتے وغیرہ کی اولاد چھوڑی ہو اور اگر اس قسم کی اولاد نہ چھوڑی ہو تو شوہر نصف پائے گا زوجہ میت کی اور اس کے بیٹے پوتے وغیرہ کی اولاد ہونے کی صورت میں آٹھواں حصہ پائے گی اور نہ ہونے کی صورت میں چوتھائی عصبات وہ وارث ہیں جن کے لئے کوئی حصہ معیّن نہیں اصحاب فرض سے جو باقی بچتا ہے وہ پاتے ہیں اِن میں سب سے اولیٰ بیٹا ہے پھر اُس کا بیٹا پھر اور نیچے کے پوتے پھر باپ پھر دادا پھر آبائی سلسلہ میں جہاں تک کوئی پایا جائے پھر حقیقی بھائی پھر سوتیلا یعنی باپ شریک بھائی پھر سگے بھائی کا بیٹا پھر باپ شریک بھائی کا بیٹا۔ پھر چچا پھر باپ کے چچا پھر دادا کے چچا پھر آزاد کرنے والا پھر اُس کے عصبات ترتیب وار اور جن عورتوں کا حصہ نصف یا دو تہائی ہے وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں اور جو ایسی نہ ہوں وہ نہیں ذوی الارحام اصحاب فرض اور عصبات کے سوا جو اقارب ہیں وہ ذوی الارحام میں داخل ہیں اور ان کی ترتیب عصبات کی مثل ہے۔

(2) پ۶، النساء:۱۷۶.

اس آیت کے تحت مفسرِ شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بیمار تھے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عیادت کے لئے تشریف لائے۔ حضرت جابر بے ہوش تھے حضرت نے وضو فرما کر آبِ وضو اُن پر ڈالا انہیں افاقہ ہوا آنکھ کھول کر دیکھا تو حضور تشریف فرما ہیں عرض کیا یارسول اللہ میں اپنے مال کا کیا انتظام کروں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، (بخاری ومسلم) ابوداؤد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ←

ترجمہ: اللہ (عزوجل) تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ اور پھر
اگر نری لڑکیاں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا اور میت کے ماں باپ میں ہر
ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا اگر میت کے اولاد ہو پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی پھر اگر
اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا بعد اس وصیت کے جو کر گیا اور دَین کے، تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا
جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا۔ یہ حصہ باندھا ہوا ہے۔ اللہ (عزوجل) کی طرف سے بے شک
اللہ (عزوجل) علم والا حکمت والا ہے۔

ترجمہ: اور تمہاری بیویاں جو چھوڑ جائیں اس میں سے تمہیں آدھا ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو پھر اگر ان کی اولاد ہو تو
ان کے ترکہ میں سے تمہیں چوتھائی ہے جو وصیت وہ کر گئیں اور دَین نکال کر، اور تمہارے ترکہ میں عورتوں کا چوتھائی ہے
اگر تمہارے اولاد نہ ہو پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں جو وصیت تم کر جاؤ اور دَین نکال
کر، اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ بٹتا ہو جس نے ماں باپ اولاد کچھ نہ چھوڑے اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی
یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا۔ پھر اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہیں۔ میت
کی وصیت اور دَین نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا، یہ اللہ (عزوجل) کا ارشاد ہے۔ اور اللہ (عزوجل) علم
والا، حلم والا ہے۔

ترجمہ: اے محبوب! تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرما دو کہ اللہ (عزوجل) تمہیں کلالہ میں فتویٰ دیتا ہے اگر کسی مرد کا
انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہے تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا۔
اگر بہن کی اولاد نہ ہو پھر اگر دو بہنیں ہوں ترکہ میں ان کا دو تہائی اور اگر بھائی بہن ہو مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ
دو عورتوں کے برابر۔ اللہ (عزوجل) تمہارے لئے صاف بیان فرماتا ہے کہ کہیں بہک نہ جاؤ اور اللہ (عزوجل) ہر چیز
جانتا ہے۔

❁❁❁❁❁

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے جابر میرے علم میں تمہاری موت اس بیماری سے نہیں ہے۔ اس
حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔

احادیث

حدیث ۱: بخاری و مسلم ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: فرض حصوں کوفرض حصے والوں کو دے دواور جو بچ جائے وہ میت کے قریب ترین مرد کو دے دو۔(1)

حدیث ۲: بخاری و مسلم حضرت اسامہ ابن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: مسلمان کافر کا وارث نہ ہوگا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوگا۔(2)

---

(1) صحیح البخاري، کتاب الفرائض، باب میراث الولد... إلخ، الحدیث: ۶۷۳۲، ج ۴، ص ۳۱۶.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی تقسیم میراث میں پہلے تو ذی فرض وارثوں کو ان کے مقرر کردہ حصے دو، یہ حضرات کل بارہ ہیں: چار مرد، آٹھ عورتیں، ان کے حصوں سے جو باقی بچے وہ عصبہ بنفسہ کو دو خواہ بالغ ہوں یا نابالغ۔عصبہ بنفسہ وہ مرد ہے جس کا رشتہ میت سے بغیر عورت کے واسطے کے ہوں جیسے بیٹا، باپ، بھائی وغیرہ۔تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ میراث اوّلًا ذی فرض کو دی جائے، ان سے بچے تو عصبات میں تقسیم ہو، اولٰی بمعنی اقرب ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ قریبی وارث کے ہوتے ہوئے دور والے وارث کو میراث نہ ملے گی لہذا باپ کے ہوتے دادا محروم ہے، بیٹے کے ہوتے پوتا محروم، بھائی کے ہوتے بھتیجہ محروم، چچا کے ہوتے چچا زاد اولاد محروم، یہ شریعت کا قاعدہ کلیہ ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے:"مِمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ"۔اس کے مال سے حصے بانٹو جو ماں باپ یا قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہے۔اقربون اسم تفضیل ہے۔معلوم ہوا کہ قریبی کے ہوتے بعید کا رشتہ دار محروم ہے، آج بعض جہلا نے یہ شوشہ چھوڑا ہے کہ بیٹے کے ہوتے پوتے کو بھی میراث دو مگر وہ یہ نہیں کہتے کہ باپ کے ہوتے دادا وارث ہو، بیٹی کے ہوتے یتیم نواسہ وارث ہو اور بھائی چچا کے ہوتے ان کی یتیم اولاد بھی وارث ہو، یہ حضرات کہتے ہیں کہ مِمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ میں ماں باپ دادا دادی سب شامل ہیں مگر تعجب ہے کہ نانا، نانی کو اس میں شامل نہیں کرتے، غرضکہ مسئلہ آج تک کسی زمانہ میں کسی مسلمان نے نہ کہا، اب چودہ سو برس کے بعد ان کو سوجھا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۷۶۳)

(2) صحیح البخاري، کتاب الفرائض، باب لا یرث المسلم الکافر... إلخ، الحدیث: ۶۷۶۴، ج ۴، ص ۳۲۵.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی کفر و اسلام کا فرق میراث سے مانع ہے لہذا مؤمن باپ کی میراث کافر بیٹا نہ پائے گا اور کافر بیٹے کی میراث سے مؤمن باپ کو کچھ نہ ملے گا مگر کفر ایک ہی ملت ہے لہذا یہودی باپ کی میراث عیسائی بیٹے کو مل جائے گی۔سعید ابن مسیب، امیر معاویہ، معاذ بن جبل ←

حدیث ۳: ترمذی و ابن ماجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاتل وارث نہیں ہوتا ہے۔(3)

حدیث ۴: ابوداود حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کے لئے چھٹا حصہ مقرر فرمایا جب ماں نہ ہو۔(4)

وغیرہم فرماتے ہیں کہ مومن وارث تو کافر کی میراث حاصل کرے گا مگر کافر وارث مومن کی میراث نہ پائے گا۔ اسلام یعلو ولا یعلی مگر جمہور صحابہ وفقہاء کا قول ہے جو ہم نے عرض کیا کہ دو طرفہ میراث نہ ملے گی، مرتد کسی کا وارث نہیں، ہمارے ہاں زمانہ ارتداد کی کمائی بیت المال کی ہے اور زمانہ اسلام کی کمائی وارثوں کی، امام شافعی کے ہاں مرتد کسی کا وارث نہیں۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴، ص ۳۳۸)

(3) جامع الترمذي، کتاب الفرائض، باب ما جاء في إبطال میراث القاتل، الحدیث: ۲۱۱۶، ج ۴، ص ۳٦.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔یعنی اگر کوئی رشتہ دار اپنے عزیز کو قتل کردے تو قاتل اس عزیز کی میراث نہ پائے گا مگر اس قتل میں کچھ شرطیں ہیں: ایک یہ کہ قاتل عاقل بالغ ہو، بچہ یا مجنون دیوانگی میں قتل کردے تو وارث ہے۔دوسرے یہ کہ قتل ظلماً ہوا پنی جان بچانے کے لیے یا قصاصاً یا حداً قتل کیا تو میراث سے محروم نہیں۔تیسرے یہ کہ قتل موجب قصاص یا کفارہ ہو، اگر ایسا قتل ہے جس میں نہ قصاص ہے نہ کفارہ تو وہ میراث سے محروم نہ کرے گا۔اس کی تفصیل ہماری کتاب "علم المیراث" میں ملاحظہ فرمایئے۔(از مرقات)

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴، ص ۳۴۲)

(4) سنن أبي داود، کتاب الفرائض، باب في الجدۃ، الحدیث: ۲۸۹۵، ج ۳، ص ۱۲۸.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔آپ بریدہ ابن حُصیب اسلمی ہیں، غزوہ بدر سے پہلے اسلام لائے مگر بدر میں شریک نہ ہوسکے بیعۃ الرضوان میں شریک تھے، مدینہ منورہ میں رہے، آخر میں بصرہ میں قیام رہا، پھر جہاد کرتے ہوئے خراسان پہنچے، وہاں ہی یزید ابن معاویہ کے زمانہ میں ۶۲ھ مقام مرو میں وفات پائی، آپ سے بہت صحابہ نے روایات لی ہیں۔(مرقات)

۲۔یعنی دادی، نانی کی میراث چھٹا حصہ ہے لیکن اگر میت کی ماں موجود ہے تو دادی بھی محروم اور نانی بھی کیونکہ ان دونوں کے لیے حاجب ہے۔حجب اور منع میں فرق یہ ہے کہ کسی عزیز کا دوسرے عزیز کو محروم کردینا حجب حرمان کہلاتا ہے اور اس کا حصہ کم کردینا حجب نقصان ہے، مگر خود وارث کی اپنی حالت کا اسے میراث سے محروم کردینا منع ہے۔جیسے کفر و غلام ہونا، قتل، ماں دونوں قسم کی دادی نانی کے لیے حاجب حرمان ہے۔خیال رہے کہ دادی کا کل حصہ سدس یعنی چھٹا ہے، لہذا اگر میت کی دادی بھی ہے نانی بھی تو ان دونوں کو چھٹا حصہ ملے گا جسے وہ آپس میں تقسیم کرلیں گی۔چنانچہ حاکم نے حضرت عبادہ ابن صامت سے روایۃً فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھٹا حصہ دادی نانی میں تقسیم فرمایا اور دادی باپ سے بھی محروم ہوجاتی ہے مگر نانی صرف ماں سے محروم ہوگی۔اس کی تفصیل ہماری کتاب "علم المیراث" اور سراجی وشریفی میں ملاحظہ فرمایئے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴، ص ۳۴۳)

حدیث ۵: ترمذی و ابن ماجہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فیصلہ فرمایا کہ وصیت سے پہلے قرض ادا کیا جائے گا اور حقیقی بہن بھائی وارث ہوں گے نہ علاتی (یعنی باپ شریک) بہن بھائی۔(5)

حدیث ۶: احمد، ترمذی، ابوداؤد و ابن ماجہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد ابن ربیع کی بیوی سعد سے اپنی دو بیٹیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں لائی اور عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ دونوں سعد کی بیٹیاں ہیں۔ ان کا باپ آپ کے ساتھ اُحد میں شہید ہوگیا اور ان کے چچا نے کُل مال لے لیا ہے ان کے لئے کچھ نہیں چھوڑا اور جب تک ان کے پاس مال نہ ہو ان کی شادی نہیں کی جاسکتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمادے گا۔ تو آیت میراث نازل ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان لڑکیوں کے چچا کے پاس یہ حکم بھیجا کہ سعد کی دونوں بیٹیوں کو دو ثلث (دو تہائی) دے دو اور لڑکیوں کی ماں کو آٹھواں حصہ دے دو اور جو باقی بچے وہ تمہارا ہے۔(6)

حدیث ۷: بخاری ہزیل ابن شرحبیل سے راوی کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا

---

(5) جامع الترمذي، كتاب الفرائض، باب ما جاء في ميراث الاخوة... إلخ، الحديث: ۲۱۰۱، ج ۴، ص ۲۹.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ خلاصہ یہ ہے کہ آیت کریمہ میں وصیۃ کا ذکر قرض سے پہلے فرمایا گیا کہ ارشاد باری میں پہلے وصیت ہے پھر قرض مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائے قرض کو وصیت پر مقدم فرمایا کہ تجہیز و تکفین کے بعد میت کا قرض ادا کرو پھر بعد ادائے قرض تہائی مال سے وصیت جاری کرو، پھر میراث تقسیم کرو، حضور انور کا یہ عمل قرآن کریم کے مخالف نہیں بلکہ اس کی تفسیر ہے جس سے بتادیا گیا کہ قرض ذکر میں پیچھے ہے مگر عمل میں پہلے، چونکہ وارثوں پر وصیت پوری کرنا شاق گزرتا ہے، قرض شوق سے ادا کردیتے ہیں اس لیے اہتماما پہلے وصیت کا ذکر فرمایا۔

۲۔ اعیان جمع عین کی ہے بمعنی ذات اور بنی ام سے مراد اخیافی اولاد نہیں بلکہ حقیقی بھائی مراد ہیں یعنی جو مال میں بھی شریک ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ جس میت سے سگے بھائی بھی ہوں اور باپ شریکے بھی تو سگے بھائی میراث پائیں گے، باپ شریکے نہ پائیں گے کہ سگوں کو قوت قرابت حاصل ہے اسی لیے آپ نے اخیافی نہ فرمایا بلکہ اعیان بنی ام فرمایا اتنی دراز عبارت۔ (مرقات ولمعات واشعہ وغیرہ) لہذا قرآن شریف میں جو لفظ اخوۃ ارشاد ہوا اس سے دھوکا نہ کھایئے اور اس سے سارے بھائی نہ سمجھ لیجئے سگے ہوں یا سوتیلے۔

۳۔ یہ جملہ گزشتہ کلام کی شرح ہے۔ لِاَبِیْہِ وَاُمِّہٖ فرما کر بتادیا کہ وہاں بنی الام سے مراد ماں میں بھی شریک تھے نہ کہ ماں میں ہی شریک، دیکھو حضرت ہارون نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اِبْنَ اُمَّ اے میرے ماں جائے حالانکہ آپ حضرت ہارون کے سگے بھائی تھے۔

۴۔ اس کا مطلب بھی وہ ہی ہے کہ سگے بھائی بہن سوتیلوں پر مقدم ہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴، ص ۴۵۱)

(6) جامع الترمذي، كتاب الفرائض، باب ما جاء في ميراث البنات، الحديث: ۲۰۹۹، ج ۴، ص ۲۸.

کہ میت کی ایک بیٹی اور ایک پوتی اور ایک بہن کو ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے گا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں وہی فیصلہ کروں گا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا تھا۔ بیٹی کا نصف ہے، پوتی کا چھٹا حصہ (تکملۃ للثلثین) اور جو باقی بچا وہ بہن کا ہے۔(7)

حدیث ۸: امام مالک و احمد و ترمذی، ابوداؤد و دارمی و ابن ماجہ حضرت قبیصہ بن ذؤیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ سعد ابن ربیع بروزن فعیل، ر کے فتح سے ب کے کسرہ سے، یہ سعد ابن ربیع انصاری ہیں، خزرجی ہیں، بدری ہیں، عقبہ اولیٰ کی بیعت میں شریک رہے، حضرت عبدالرحمن بن عوف سے آپ کا عقد مواخات کرایا گیا، جنگ اُحد میں شہید ہوئے اور حضرت خارجہ ابن زید کے ساتھ ایک قبر میں داخل کئے گئے۔(اشعہ، مرقات)

۲۔ جیسا کہ عرب میں دستور تھا کہ کسی کے فوت ہونے کے بعد اس کا بھائی ساری میراث پر قبضہ کرلیتا تھا اور اس کی یتیم بچیوں کو محروم کر دیتا تھا۔ غرضکہ مرحوم کی لڑکیاں میراث نہ پاتی تھیں یا بھائی میراث سمیٹتا تھا یا چچا، بچیاں محروم ہی رہتی تھیں۔

۳۔ کیونکہ بچیوں کی شادی میں جہیز وغیرہ دینا ہوتا ہے اور جہیز بغیر مال تیار نہیں ہوتا، غریب یتیم بچیوں سے کوئی نکاح کرنا پسند نہیں کرتا، مالدار لڑکیاں جلد ٹھکانے لگ جاتی ہیں جیسا کہ آج بھی دیکھا جارہا ہے، یہ قدرتی چیز ہے حسن اور مال پر رجحان ہے۔

۴۔ ابھی تک میراث کی آیات نہ اتری تھیں اس لیے حضور انور نے خود کچھ فیصلہ نہ فرمایا۔ خیال رہے کہ میراث کے احکام اکثر قرآن کریم میں وارد ہیں رب تعالیٰ نے خود براہ راست میراث کے احکام جاری کئے تاکہ لوگ میراث میں خوف خدا سے کام لیں۔

۵۔ یعنی یہ آیت "یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْۤ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ" جس میں بیٹے بیٹیوں کے حصے مقرر فرمادیے گئے۔

۶۔ خلاصہ یہ ہے کہ سعد کے مال کے کل چوبیس حصے کرو جن میں سے تین تو ان کی بیوی کے ہیں، سولہ ان کی لڑکیوں کے اور پانچ بقیہ تمہارے، کہ اولاد کے ہوتے بیوی کا آٹھواں حصہ ہوتا ہے، بیوی اور لڑکیاں ذی فرض ہیں اور چچا عصبہ۔ ماتن سے معلوم ہوتا ہے کہ بھائی عصبہ ہے کہ اس کا حصہ مقرر نہیں، مرقات نے فرمایا کہ اسلام میں یہ پہلی میراث تقسیم ہوئی۔ خیال رہے کہ رب تعالیٰ نے لڑکیوں کے بارے میں فرمایا:"فَاِنْ کُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ" اگر لڑکیاں دو سے زیادہ ہوں تو دو تہائی کی وارث ہیں۔ اس آیت کی بنا پر حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا کہ دو لڑکیاں بھی ایک لڑکے کی طرح آدھا مال ہی پائیں گی، دو سے زیادہ ہوتو دو تہائی مگر باقی تمام صحابہ اور علمائے اسلام کا فرمان ہے کہ دو لڑکیاں بھی دو تہائی پائیں گی یعنی میراث میں دو کی تعداد جمع ہے اور یہ حدیث اس آیت کریمہ کی شرح ہے، قرآن کریم نے اتنی بڑی عبارت فرمائی، یہ نہ فرمادیا کہ اگر لڑکیاں دو ہوں تاکہ کوئی یہ وہم نہ کرے کہ دو لڑکیوں کو تہائی اور زیادہ کو تہائی اور زیادہ کو اس سے زیادہ۔ غالبًا ابن عباس کو یہ حدیث پہنچی نہیں جب ایک بیٹی میت کے بیٹے کے ساتھ تہائی پاتی ہے تو بیٹی کے ساتھ بدرجہ اولیٰ تہائی پائے گی۔(مرقات)(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۴، ص ۶۵۲)

←

(7) صحیح البخاري، کتاب الفرائض، باب میراث ابنۃ ... إلخ، الحدیث:۶۷۳۶، ج۴، ص۳۱۷.

راوی ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے دادی کو چھٹا حصہ دیا تھا۔ (8)

حکیم الامت کے مدنی پھول

۳؎ یعنی ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے مسئلہ غلط بتایا وہ تو اجتہادی غلطی کی وجہ سے معاف کردیئے جائیں گے، مجھے اصل مسئلہ معلوم ہے اگر میں جانتے ہوئے غلط مسئلہ میں ان کی تائید کردوں تو گمراہ ہوجاؤں گا لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر تو حضرت ابوموسیٰ اشعری گمراہ ہوگئے ہوں گے کہ انہوں نے مسئلہ غلط بتایا کیونکہ وہ خطاء اجتہادی کی بنا پر مسئلہ غلط بتاگئے، خطاء اجتہادی پر پکڑ نہیں جیسا کہ قرآن کریم نے حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک غلطی اجتہادی کا ذکر تو فرمایا مگر عتاب نہ فرمایا۔

۴؎ خلاصہ جواب یہ ہے کہ از روئے قرآن کریم بیٹیوں کا حصہ دو تہائی ہے، یہاں لڑکی نے آدھا لے لیا کہ اس کی قرابت میت سے بمقابلہ پوتی کے قوی ہے، اب چھٹا حصہ بچا کیونکہ آدھا چھٹے سے مل کر دو تہائی ہوجاتا ہے وہ پوتی کو دے دیا، یہ دونوں ذی فرض تھیں، بہن عصبہ ہے اس کے لیے تہائی بچا ہے وہ اسے دے دو۔ مال کے چھ حصے کرکے تین بیٹی کو دو، ایک پوتی کو، باقی دو بچے وہ عصبۂ بہن کو دے دو۔ حضور فرماتے ہیں"اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ" بیٹیوں کے ساتھ بہنوں کو عصبہ بناؤ، یہ ہی جمہور علماء کا قول ہے مگر حضرت ابن عباس بیٹی کی موجودگی میں بہن کو محروم کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں بہن کی میراث کے لیے ولد نہ ہونے کی قید لگائی، ولد سے مراد مطلقًا اولاد ہے بیٹا ہو یا بیٹی، حالانکہ وہاں ولد سے مراد صرف بیٹا ہے اس لیے حضرت عمر سے آپ کا مشہور مناظرہ ہوا اور حضرت عمر نے یہ ہی جواب دیا۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج۴،ص ۶۵۳)

(8) سنن أبي داود، کتاب الفرائض، باب في الجدۃ، الحدیث: ۲۸۹۴، ج۳،ص ۱۶۸.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱؎ قبیصہ بروزن کریمہ ہے، اور ذویب ذال کے پیش واؤ کے کسرہ سے، آپ کو ابن عبدالبر نے تو صحابی مانا ہے اور ۱ھ میں پیدائش ثابت کی ہے، دوسرے محدثین انہیں تابعی مانتے ہیں، آپ فقہاء مدینہ سے ہیں۔ چنانچہ سعید ابن مسیب، عروہ ابن زبیر، عبدالملک ابن مروان، قبیصہ ابن ذویب یہ چار حضرات فقہاء مدینہ سے مانے جاتے تھے، ۸۶ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (اشعہ، مرقات، اکمال)

۲؎ اس نے عرض کیا کہ میرا ولد بنت یعنی نواسا فوت ہوگیا ہے، میرا حصہ میراث کا مجھے دلوایا جائے، یہاں جدۃ بمعنی نانی ہے جیسا کہ دوسری روایات سے ثابت ہے۔ (مرقات)

۳؎ یعنی جہاں تک میرا علم ہے۔ حدیث شریف میں بھی دادی نانی کا حصہ کچھ نہیں، یہاں نفی اپنے علم کے اعتبار سے ہے۔

۴؎ اس زمانہ میں کسی کو مسئلہ بتانا آسان نہ تھا، ایک مسئلہ کے لیے مہینوں حدیث تلاش کرنا پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فقہاء کرام کا بھلا کرے کہ وہ حضرات ہمارے لیے علم فقہ کو پانی بناگئے کہ کوئی مسئلہ ہو کتاب، باب، فصل نکالو اور بتادو، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے، جتنی خدمت علماء اسلام نے کی اتنی خدمت کسی دین کے عالموں نے ←

حدیث ۹: ابن ماجہ و دارمی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب بچہ زندہ پیدا ہو تو اس پر نماز بھی پڑھی جائے گی اور اس کو وارث بھی بنایا جائے گا۔(9)

اپنے دین کی نہ کی۔

۵۔ گواہ مانگنا احتیاطًا تھا تا کہ لوگ حدیث بیان کرنے پر دلیر نہ ہو جائیں، نیز اس حدیث سے حقوق العباد متعلق تھے، اس وجوہ سے یہ احتیاط برتی ورنہ صحابہ سارے عادل ہیں ہر ایک کی روایت معتبر ہے۔

۶۔ یعنی ورثاء کو حکم دے دیا کہ دادی کو چھٹا حصہ دیں، چونکہ حکم فرمانے والے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے اس پر عمل کرانے والے ابوبکر صدیق اس لیے یہ عبارت استعمال ہوئی، یوں ہی بادشاہ اسلام حضور انور کے احکام جاری کرنے والا ہے، حاکم اللہ رسول ہیں۔

۷۔ یا تو پہلے نانی آئی تھی اب دادی آئی یا اس کے برعکس، اول معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ پھر میت کے باپ کی ماں آئی اور اس نے حضرت عمر کی خدمت میں عرض کیا کہ بمقابلہ نانی کے میرا حق میراث میں زیادہ ہے کہ اگر میں مرجاتی تو میرا یہ پوتا وارث ہوتا، اگر نانی مرتی تو اس کا یہ نواسہ وارث نہ ہوتا۔ جب وہ مرحوم میرا وارث ہوتا ہے نہ کہ نانی کا تو چاہیے کہ میں ہی اس کی وارث ہوں نہ کہ نانی لہذا مجھے میراث واپس دلوائی جائے۔ (مرقات)

۸۔ یعنی اس چھٹے حصے میں تو بھی شریک ہے کہ آدھا تیرا آدھا نانی کا۔

۹۔ یہ جملہ گزشتہ مضمون کا بیان ہے، جمہور صحابہ اور قریبًا تمام فقہاء و علماء کا یہ ہی مذہب ہے کہ اگر نانی یا دادی اکیلی ہو تو پورا چھٹا حصہ اسے ملے گا اور اگر دونوں ہوں تو یہ ہی چھٹا حصہ دونوں میں آدھا آدھا مگر حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ماں کے نہ ہونے پر نانی ماں کی جگہ ہوگی کہ اگر میت کے اولاد بھائی بہن نہ ہوں تو نانی کو تہائی اور اگر ہوں تو پورا چھٹا حصہ، شاید یہ حدیث انہیں پہنچی نہیں۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۶۵۵)

(9) سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصلاۃ علی الطفل، الحدیث: ۱۵۰۸، ج ۲، ص ۲۲۲۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی اگر بچہ زندہ پیدا ہو اور اس کی زندگی اس کے رونے یا چھینکنے یا حرکت کرنے سے معلوم ہو جائے پھر مر جائے تو اس کی تجہیز و تکفین بھی ہوگی، جنازہ بھی اور وہ وارث بھی ہوگا، مورث بھی۔ اگر مرا ہوا پیدا ہو تو ان میں سے کوئی کام نہ ہوگا، اگر میت کی بیوی حاملہ ہے تو تقسیم میراث کے وقت حمل کا حصہ محفوظ رکھا جائے گا۔ اگر بچہ زندہ پیدا ہوا تو یہ حصہ اس ہی کا ہوگا اور اگر مردہ پیدا ہوا تو یہ موقوف رکھا ہوا حصہ انہیں وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے گا جن کے حصے سے کاٹ لی گئی تھی۔ میراث حمل کی تفصیل بحث "علم المیراث" میں ملاحظہ فرمایئے۔ بعض آئمہ صرف بچہ کے چیخنے پر تو اسے میراث دیتے ہیں دوسری علامات حیات پر نہیں دیتے۔ وہ اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہیں مگر امام اعظم، شافعی، اوزاعی، سفیان ثوری وغیرہم کا وہ ہی فرمان ہے جو ہم نے عرض کیا وہ فرماتے ہیں کہ یہاں چیخنے سے مراد علامت حیات ہے، چونکہ اکثر بچے چیختے ہوئے پیدا ہوتے ہیں اس لیے چیخنے کا ذکر ہوا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۶۴۴)

حدیث ۱۰: امام مالک واحمد وترمذی وابوداؤد ودارمی وابن ماجہ حضرت قبیصہ بن ذؤیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ ایک دادی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی میراث کے بارے میں سوال کیا تھا تو آپ نے صحابہ کرام سے معلومات کی تو حضرت مُغیرہ ابن شُعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے میری موجودگی میں دادی کو چھٹا حصہ دیا تھا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی فیصلہ کیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھی ایک دوسری دادی نے اپنی میراث کا سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا وہی چھٹا حصہ دادیوں کا ہے اگر دو ہوں گی تو دونوں اس میں شریک ہو جائیں گی اور ایک ہوگی تو اسے مل جائے گا۔(10)

حدیث ۱۱: دارمی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا: فرائض کو سیکھو اس لئے کہ وہ تمہارے دین میں سے ہے۔(11)

حدیث ۱۲: دارمی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: جب کسی عورت کے مرنے کے وقت اس کا شوہر اور ماں باپ ہوں تو شوہر کو نصف ملے گا اور ماں کو باقی کا تہائی۔(12)

حدیث ۱۳: دارمی نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ شوہر کے مرنے کے وقت جب اس کی بیوی اور ماں باپ ہوں تو بیوی کو چوتھائی اور ماں کو باقی کا تہائی ملے گا۔(13)

حدیث ۱۴: دارمی اسود ابن یزید سے راوی ہیں کہ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بیٹی اور ایک بہن وارث ہونے کی صورت میں یہ فیصلہ کیا کہ بیٹی کو نصف اور بہن کو نصف ملے گا۔(14)

---

(10) سنن ابي داود، كتاب الفرائض، باب في الجدة، الحديث: ۲۸۹۴، ج ۳، ص ۱۶۸.

(11) سنن الدارمي، كتاب الفرائض، باب في تعليم الفرائض، الحديث: ۲۸۵۱، ج ۲، ص ۴۴۱.

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی علم میراث، حج وطلاق کے مسائل اہم دینی مسائل ہیں انہیں سیکھو اور سکھاؤ۔ آج علم فرائض جاننے کے علماء کم رہ گئے ہیں اور اب تو مسلمانوں کو فرائض میں ترمیم بھی سوجھی ہے کوشش کر رہے ہیں کہ چچا کی موجودگی میں دادا کی میراث سے پوتہ کو دلوایا جائے اور نہ معلوم کیا کیا ہونے والا ہے۔ مگر ان شاء اللہ دین بدلنے والے خود مٹ جائیں گے دین نہ بدلا جائے گا۔ مروان ابن حکم نے خطبہ عید نماز سے پہلے پڑھا مگر وہ مٹ گیا، خطبہ نماز کے بعد ہی رہا، اللہ اپنے دین کا حافظ ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۶۳)

(12) سنن الدارمي، كتاب الفرائض، باب في زوج وابوين... إلخ، الحديث: ۲۸۶۵، ج ۲، ص ۴۴۳.

(13) المرجع السابق، الحديث: ۲۸۶۷.

(14) سنن الدارمي، كتاب الفرائض، باب في بنت واخت، الحديث: ۲۸۷۹، ج ۲، ص ۴۴۵.

حدیث ۱۵: دارمی میں حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، خنثٰی (ہیجڑا) کے بارے میں کہ جب اس میں مرد اور عورت دونوں کے اعضاء ہوں تو جس عضو سے پیشاب کریگا اس کے اعتبار سے ترکہ دیا جائے گا۔(15)

حدیث ۱۶: دارمی میں روایت ہے کہ حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ جب چند لوگ دیوار گرنے یا ڈوب جانے کی وجہ سے ایک ساتھ مرجائیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے زندہ لوگ ان کے وارث ہوں گے۔(16)

حدیث ۱۷: دارمی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ماموں اس میت کا وارث ہے جس کا اور کوئی وارث نہ ہو۔(17)

❁❁❁❁❁

(15) سنن الدارمي، کتاب الفرائض، باب في ميراث الخنثى، الحديث: ۲۹۷۰، ج ۲، ص ۴۶۱.

(16) المرجع السابق، باب ميراث الغرقى، الحديث: ۳۰۴۴، ج ۲، ص ۴۷۳.

(17) سنن الدارمي، کتاب الفرائض، باب ميراث ذوي الارحام... إلخ، الحديث: ۳۰۵۲، ج ۲، ص ۴۷۴

ان حقوق کا بیان جن کا تعلق میّت کے ترکہ سے ہے

مسئلہ ۱: جب کوئی مسلمان اس دار فانی سے (یعنی دنیا سے) کوچ کر جائے (یعنی مر جائے) تو شرعاً (اسلامی قانون کے مطابق) اس کے ترکہ سے کچھ احکام متعلق ہوتے ہیں۔ یہ احکام چار ہیں:

(1) اس کے چھوڑے ہوئے مال سے اس کی تجہیز و تکفین (کفن دفن کا بندوبست) مناسب انداز میں کی جائے۔ (1) اس کا تفصیلی بیان اس کتاب کے حصہ چہارم میں موجود ہے۔

(2) پھر جو مال بچا ہو اس سے میّت کے قرضے چکائے جائیں۔ قرض کی ادائیگی وصیت پر مقدم ہے (2) کیونکہ قرض فرض ہے جب کہ وصیت کرنا ایک نفلی کام ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا آپ نے قرض وصیت سے پہلے ادا کرایا۔ (3)

مسئلہ ۲: قرض سے مراد وہ قرض ہے جو بندوں کا ہو، اس کی ادائیگی وصیت پر مقدم ہے۔

مسئلہ ۳: اگر میت نے کچھ نمازوں کے فدیہ کی وصیت کی یا روزوں کے فدیہ کی یا کفارہ کی یا حج بدل کی تو تمام چیزیں ادائیگی قرض کے بعد ایک تہائی مال سے ادا کی جائیں گی اور اگر بالغ ورثاء اجازت دیں تو تہائی سے زیادہ مال سے بھی ادا کی جاسکتی ہیں۔ (4)

❁❁❁❁❁

---

(1) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الاول فی تعریفھا... الخ، ج۶، ص۴۴۷۔

(2) یعنی وصیت پر عمل کرنے سے پہلے قرض ادا کرنا ہوگا۔

(3) سنن ابن ماجۃ، کتاب الوصایا، باب الدّین قبل الوصیۃ، الحدیث: ۲۷۱۵، ج۳، ص۳۱۱۔
والشریفیۃ شرح السراجیۃ، ص۵۔

(4) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، ص۵،۶۔
والفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الاول فی تعریفھا... الخ، ج۶، ص۴۴۷۔

وصیّت

ادائیگی قرض کے بعد وصیت کا نمبر آتا ہے۔قرض کے بعد جو مال بچا ہو اس کے تہائی سے وصیتیں پوری کی جائیں گی۔ ہاں اگر سب ورثہ بالغ ہوں اور سب کے سب تہائی مال سے زائد سے وصیت پوری کرنے کی اجازت دے دیں تو جائز ہے۔(1)

میراث: وصیت کے بعد جو مال بچا ہو اس کی تقسیم درج ذیل ترتیب کے ساتھ عمل میں آئے گی۔

(۱) ان وارثوں میں تقسیم ہوگا جو قرآن، حدیث یا اجماع امت کی رو سے اصحاب فرائض (مقررہ حصوں والے) ہیں اگر اصحاب فرائض بالکل نہ ہوں یا ان کے بعد بھی کچھ مال بچا ہو تو درج ذیل وارثوں میں علی الترتیب تقسیم ہوگا۔
(۲) عصبات نسبیہ۔ (۳) عصبات سببیہ۔ (یعنی آزاد کردہ غلام کا آقا) (۴) عصبہ سببی کا نسبی عصبہ پھر سببی عصبہ۔
(۵) ذوی الفروض النسبیہ کو ان کے حقوق کی مقدار میں دوبارہ دیا جائے گا۔ (۶) ذوی الارحام۔ (۷) مولی الموالاۃ۔
(۸) پھر وہ شخص جس کے نسب کا مرنے والے نے کسی دوسرے پر اس طرح اقرار کیا ہو کہ اس کا نسب اس کے اقرار کی وجہ سے ثابت نہ ہوسکا یعنی جس پر نسب کا اقرار کیا ہو اس نے تصدیق نہ کی ہو بشرطیکہ اقرار کنندہ (اقرار کرنے والا) اپنے اقرار پر مرا ہو مثلاً مرنے والے نے ایک شخص کے بارے میں یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بھائی ہے اب اس اقرار کا مفہوم یہ ہوا کہ اس شخص کا نسب میرے باپ سے ثابت ہے اور باپ اس کو اپنا بیٹا تسلیم نہیں کرتا ہے۔ (۹) پھر جو بچا ہو وہ اس شخص کو دیا جائے جس کے لئے میّت نے کُل مال کی وصیت کی تھی۔ (۱۰) اور پھر بھی بچے تو بیت المال میں جمع ہو

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الاول فی تعریفھا...الخ، ج۶، ص۴۴۷۔

وصیت تہائی مال میں جاری ہوگی

علامہ بدرُالدِّین محمود بن احمد عینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی عُمدۃُ القاری میں حضرتِ سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ والی حدیث کے تحت فرماتے ہیں: جمہور فقہائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام نے اس حدیثِ پاک کو مقدارِ وصیت کے بارے میں اصل قرار دیا ہے اور اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ وصیت ثُلث (یعنی تہائی 1/3) مال سے مُتَجَاوِز (زیادہ) نہیں ہونی چاہیے، علمائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام کے نزدیک ثُلث (تہائی مال) سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہیں بلکہ مستحب یہ ہے کہ ثُلث مال سے کم وصیت کی جائے۔ (عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب رثاء النبی سعد بن خولۃ، ۶/ ۱۲۴، تحت الحدیث: ۱۲۹۵)

گا۔(2) اس زمانے میں بیت المال کا نظام نہیں ہے، اس لئے صدقہ کر دیا جائے۔
واضح رہے کہ یہ دس قسم کے وارث ہیں ان کی تفصیلات آئیں گی۔

❁❁❁❁❁

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الاول فی تعریفھا... إلخ، ج۶، ص ۷ ۴۴۔

میراث سے محروم کرنے والے اسباب

بعض اسباب ایسے ہیں جو وارث کو میراث سے شرعاً محروم کردیتے ہیں اور وہ چار ہیں:

(۱) غلام ہونا۔ یعنی اگر وارث غلام ہے خواہ کلیۃً غلام ہو یا مدبر ہو یا ام ولد ہو یا مکاتب ہو تو وہ وارث نہ ہوگا۔(1)

(۲) مورث کا (یعنی میت کا) قاتل ہونا۔ اس سے مراد ایسا قتل ہے جس کی وجہ سے قاتل پر قصاص یا کفارہ واجب ہوتا ہو۔(2) ان امور کی تفصیلات اس کتاب کے اٹھارہویں حصے میں مذکور ہیں۔

(۳) دین کا اختلاف۔ یعنی مسلمان کافر اور کافر مسلمان کا وارث نہ ہوگا۔ عام صحابہ رضی اللہ عنہم اور علی و زید رضی اللہ عنہما کا یہی فیصلہ ہے(3) نیز یہ حدیث بھی ہے لَا یَتَوَارَثُ اَھْلُ مِلَّتَیْنِ شَتّٰی (4) یعنی دو مختلف ملتوں کے افراد ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے۔

---

(1) المرجع السابق، الباب الخامس فی الموانع، ج۶، ص۴۵۴.

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

درمختار صفحہ ۲۸۳ میں: موانعہ الرق والقتل واختلاف الملتین اسلاما وکفرا ملتقطا۔ ۴؎ یعنی میراث کے مانع ہیں غلام ہونا اور مورث کو قتل کرنا اور مورث و وارث میں اسلام وکفر کا اختلاف۔ (۴؎ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الفرائض باب المرتد ۲/ ۳۴۵)

تبیین الحقائق جلد ۶ ص ۲۴۰ عالمگیری جلد ۶ ص ۴۵۴ میں ہے: اختلاف الدین ایضا یمنع الارث والمراد بہ الاختلاف بین الاسلام والکفر۔ ۱؎ (۱؎ تبیین الحقائق کتاب الفرائض المطبعۃ الکبری الامیریہ مصر ۶/ ۲۴۰)

مورث و وارث میں دینی اختلاف بھی مانع میراث ہے، اور اس سے مراد اسلام وکفر کا اختلاف ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۴، ص ۲۵۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، فصل موانع الارث، ص۱۱.

(3) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، فصل موانع الارث، ص۱۴.

(4) سنن ابی داود، کتاب الفرائض، باب ھل یرث المسلم الکافر؟، الحدیث: ۲۹۱۱، ج۳، ص۱۷۴.

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

عالمگیری میں ہے:

یجب اکفار الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا وبقولھم فی خروج امام باطن (الی من قال) ←

مسئلہ ۱: اگر کوئی مسلمان مرتد ہوگیا معاذ اللہ تو مرتد ہونے کی وجہ سے اس کے اموال اس کی ملکیت سے خارج ہو جاتے ہیں پھر اگر وہ دوبارہ اسلام لے آئے اور کفر سے توبہ کرلے تو مالک ہو جائے گا اور اگر کفر ہی پر مر گیا (یعنی مرتد ہی مر گیا) تو زمانہ اسلام کے جو اموال ہیں ان سے زمانہ اسلام کے قرضے ادا کئے جائیں گے اور باقی اموال مسلمان ورثاء لے لیں گے اور ارتداد کے (مرتد ہونے کے) زمانے میں جو کمایا ہے اس سے ارتداد کے زمانے کے قرضے ادا کئے جائیں گے اور اگر کچھ بچ جائے گا تو وہ غرباء پر صدقہ کر دیا جائے گا۔ (5)

مسئلہ ۲: گمراہ اور بدعتی لوگ جن کی تکفیر نہ کی گئی ہو وہ وارث بھی بنیں گے اور مورث بھی۔

مسئلہ ۳: قادیانی بھی مرتد ہیں، ان کا بھی یہی حکم ہے (5A)۔

وھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریۃ ۱۔

رافضیوں کو کافر قرار دینا واجب ہے ان کے اس قول کی وجہ سے کہ مردے دنیا کی طرف لوٹ آتے ہیں اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ امام باطن کا ظہور ہونا ہے (یہاں تک کہ کہا) اور یہ قوم ملت اسلام سے خارج ہے اور ان کے احکام مرتدوں جیسے ہیں۔ یونہی ظہیریہ میں ہے (ت) (۱۔ الفتاوی الھندیۃ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲ / ۲۶۴)

اسی میں ہے: اختلاف الدین ایضا یمنع الارث ۲۔

(۲۔ الفتاوی الھندیۃ کتاب الفرائض الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۶ / ۴۵۴)

دین کا اختلاف بھی میراث سے مانع ہے (ت) (فتاوی رضویہ، جلد ۲۶، ص ۲۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(5) الھدایۃ، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، ج ۱، ص ۴۰۷۔

والفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج ۲، ص ۲۵۴۔

(5A) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

کے بعد کسی کو نبوت ملنے کا جو قائل ہو وہ تو مطلق کافر مرتد ہے۔ اگرچہ کسی ولی یا صحابی کے لئے مانے۔ قال اللہ تعالٰی ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ۱۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم انا خاتم النبیین لا نبی بعدی ۲۔ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: لیکن محمد کریم اللہ تعالٰی کے رسول ہیں اور سب نبیوں سے آخر ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: میں تمام انبیاء کرام سے آخر میں آیا لہٰذا میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (ت)

(۱۔ القرآن الکریم ۳۳ / ۴۰) (۲۔ اللآلی المصنوعۃ کتاب المناقب دار الکتب العلمیہ بیروت ۱ / ۲۴۳) (الموضوعات لابن جوزی کتاب الفضائل باب ذکر انہ لا نبی بعدہ دار الفکر بیروت ۱ / ۲۸۰)

لیکن قادیانی تو ایسا مرتد ہے جس کی نسبت تمام علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ: من شک فی کفرہ فقد کفر ۳۔ جس نے سا کے کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہوگیا۔ (ت) (۳۔ درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱ / ۳۵۶) ←

مسئلہ ۴: مرتد عورت جب اپنے ارتداد پر مرجائے تو اس کے زمانہ اسلام اور زمانہ ارتداد کے تمام اموال اس کے وارثوں پر تقسیم کردیئے جائیں گے۔(6)

مسئلہ ۵: وہ لوگ جو انبیاء علیہم السلام کی صریح توہین کے مرتکب ہوں یا شیخین رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیں، وہ بھی وارث نہ ہوں گے۔

(۴) ملکوں کا اختلاف۔ یعنی یہ کہ وارث اور مورث (یعنی مرنے والا شخص کہ جس کی میراث تقسیم ہوگی) دو مختلف ملکوں کے باشندے ہوں تو اب یہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔

مسئلہ ۱: ملکوں کے اختلاف سے شرعاً مراد یہ ہے کہ دونوں ملکوں کی اپنی الگ افواج ہوں اور وہ ایک دوسرے کا خون حلال سمجھتے ہوں۔(7)

مسئلہ ۲: ملکوں کا اختلاف غیر مسلموں کے حق میں ہے یعنی یہ کہ اگر ایک عیسائی مسلمانوں کے ملک میں ہے اور اس کا رشتہ دار دوسرے ملک میں ہے جو دارالحرب ہے تو اب یہ ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے۔(8)

مسئلہ ۳: اگر مسلمان تجارت کی غرض سے یا کسی اور غرض سے دارالحرب میں چلا گیا اور وہیں مرگیا یا مسلمان کو حربیوں نے قیدی بنا کر رکھ لیا اور وہ دارالحرب میں مرگیا تو اس کے رشتہ دار جو دارالاسلام میں ہیں اس کے وارث ہوں گے۔(9)

مسئلہ ۴: پاکستان کے مسلمان اور وہ مسلمان جو ہندوستان، امریکہ، یورپ یا کہیں اور رہتے ہوں، ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔(م)

مسئلہ ۵: اگر وارث اور مورث مسلمانوں کے دو گروہوں سے تعلق رکھتے ہیں جو آپس میں تبرد آزما ہیں (جنگ لڑ رہے ہیں) اور دونوں کی الگ فوجیں ہیں تب بھی وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔(10)

اسے معاذ اللہ مسیح موعود یا مہدی یا مجدد یا ایک ادنیٰ درج کا مسلمان جاننا درکنار جو اس کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کر اس کے کافر ہونے میں ادنیٰ شک کرے وہ خود کافر مرتد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(فتاوی رضویہ، جلد ۲۱، ص ۲۸۰، ۲۸۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب السادس فی میراث اھل الکفر، ج۶، ص ۴۵۵.

(7) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، فصل موانع الارث، ص۱۶.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الخامس فی الموانع، ج۶، ص ۴۵۴.

(9) المرجع السابق.

(10) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، فصل موانع الارث، ص۱۶.

مسئلہ ۶: مستامن اگر ہمارے ملک میں مرجائے اور اس کا مال ہو تو ہم پر لازم ہے کہ اس کا مال اس کے وارثوں کو بھیجیں اور اگر ذمی مرجائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال بیت المال میں جائے گا۔(11)

مسئلہ ۷: کفار کے مختلف گروہ مثلاً نصرانی ، یہودی ، مجوسی ، بت پرست سب ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔(12)

❁❁❁❁❁

---

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الخامس فی الموانع، ج۶، ص ۴۵۴.

(12) المرجع السابق

اصحاب فرائض کا بیان

یہ حصے جن کا ذکر ہوا شرعی طور پر بارہ قسم کے افراد کے لیے مقرر ہیں ان کو اصحاب فرائض کہتے ہیں ان میں سے چار مرد اور آٹھ عورتیں ہیں۔

مرد یہ ہیں: (۱) باپ (۲) جد صحیح یعنی دادا، پردادا۔ (اوپر تک) (۳) ماں جایا بھائی۔ (۴) شوہر۔

عورتیں یہ ہیں (۱) بیوی۔ (۲) بیٹی۔ (۳) پوتی۔ (نیچے تک) (۴) حقیقی بہن۔ (۵) باپ شریک بہن۔ (۶) ماں شریک بہن۔ (۷) ماں۔ (۸) اور جدہ صحیحہ۔

مسئلہ ۱: جد صحیح اس دادا کو کہتے ہیں کہ جس کی میت کی طرف نسبت میں مونث کا واسطہ بیچ میں نہ آئے۔ جیسے باپ کا باپ اور دادا کا باپ۔(1)

مسئلہ ۲: جد فاسد اس کو کہتے ہیں جس کی میت کی طرف نسبت میں مونث کا واسطہ آئے جیسے ماں کا باپ جس کو ہم نانا کہتے ہیں یا ماں کے باپ کا باپ یا دادی کا باپ۔(2)

مسئلہ ۳: جدہ صحیحہ وہ دادی ہے جس کی نسبت میت کی طرف کی جائے تو درمیان میں جد فاسد کا واسطہ نہ آئے لہٰذا باپ کی ماں اور ماں کی ماں دونوں جدہ صحیحہ ہیں۔

مسئلہ ۴: جدہ فاسدہ وہ دادی یا نانی ہے جس کی میت کی طرف نسبت میں جد فاسد آجائے۔ جیسے نانا کی ماں اور دادی کے باپ کی ماں۔(3)

مسئلہ ۵: جد صحیح اور جدہ صحیحہ اصحاب فرائض میں سے ہیں جب کہ جد فاسد اور جدہ فاسدہ اصحاب فرائض میں سے نہیں ہیں بلکہ ذوی الارحام میں سے ہیں(4) ان کا مفصل بیان ذوی الارحام کی بحث میں آئے گا۔

❀❀❀❀❀

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶،ص۴۴۸۔۴۵۰۔

(2) المرجع السابق،ص۴۴۸۔

(3) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب معرفۃ الفروض ومستحقیھا،ص۱۸۔

(4) المرجع السابق۔

باپ کے حصوں کا بیان

مسئلہ ۱: باپ کی تین مختلف حالتیں ہیں اور ہر حالت میں اس کا الگ حصہ ہے۔

مسئلہ ۲: جب باپ کے ساتھ میت کا کوئی بیٹا یا پوتا (نیچے تک) ہو تو باپ کو کُل مال میں سے صرف چھٹا حصہ ملے گا یعنی 1/6۔(1)

مسئلہ ۳: اگر باپ کے ساتھ میت کی بیٹی یا پوتی (نیچے تک) ہے تو باپ کو چھٹا حصہ بطور صاحب فرض کے ملے گا اور اگر تقسیم کے بعد بچ جائے گا تو وہ باپ کو بطور عصبہ کے ملے گا۔(2)

مسئلہ ۴: جب باپ کے ساتھ میت کا بیٹا یا بیٹی یا پوتا یا پوتی (نیچے تک) نہ ہو تو باپ کو صرف بطور عصوبت اصحاب فرائض سے بچ جانے کے بعد ہی ملے گا اور اس صورت میں کوئی معین حصہ نہیں بلکہ جو کچھ بچا ہو گا وہ سب باپ کو ملے گا۔(3)

❁❁❁❁❁

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶، ص ۴۴۸۔

(2) المرجع السابق۔

(3) السراجی، باب معرفۃ الفروض ومستحقیھا، ص۶۔

جدصحیح کے حصوں کا بیان

مسئلہ ۱: جب باپ نہ ہوتو دادا (جدصحیح) سوائے چندصورتوں کے باپ ہی کی طرح ہے۔(1)

مسئلہ ۲: باپ کی ماں) یعنی دادی)، باپ کے ہوتے ہوئے میراث سے محروم ہوگی مگر دادا کے ہوتے ہوئے محروم نہ ہوگی۔(2)

مسئلہ ۳: اگر شوہر یا بیوی کا انتقال ہوجائے اور دونوں میں سے کوئی ایک زندہ ہو اور اس کے ساتھ میت کے ماں باپ بھی ہوں تو اس صورت میں باپ توماں کے حصہ کو گھٹا دے گا کہ شوہر یا بیوی کے حصہ کے بعد جو بچے گا وہ اس کا تہائی (تیسرا حصہ) پائے گی اور اگر باپ کی جگہ دادا ہوتو وہ ماں کا حصہ نہیں گھٹا سکتا بلکہ ماں، دادا کے ہوتے ہوئے پورے مال کا تہائی پائے گی۔ اس کو مثال سے یوں سمجھنا چاہیئے۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ شوہر کو نصف ملا، اور ماں کو شوہر کا حصہ نکالنے کے بعد جو بچا تھا اس میں سے تہائی ملا حالانکہ ماں کا حصہ کل مال کا تہائی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ہم ماں کو کل مال کا تہائی دیتے تو اس کا حصہ باپ کے برابر ہو جاتا جو درست نہیں، اس لئے باپ نے ماں کے حصہ کو گھٹا دیا جب کہ دادا ایک واسطہ ہوجانے کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکتا۔ مثال ملاحظہ ہو۔ (مصنف)

اس صورت میں ماں کو پورے مال کا تہائی ملے گا۔ یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے۔

مسئلہ ۴: حقیقی بھائی بہن ہوں یا علاتی (یعنی باپ شریک) ہوں یا اخیافی (یعنی ماں شریک) سب کے سب باپ کے ہوتے ہوئے بالاتفاق محروم ہوجاتے ہیں۔ جب کہ دادا کے ہوتے ہوئے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک محروم ہوتے ہیں فتویٰ اسی پر ہے۔(3) مثالیں ملاحظہ ہوں۔

مسئلہ ۵: باپ کے ہوتے ہوئے دادا محروم رہے گا کیونکہ رشتہ داری میں اصل باپ ہی ہے۔(4)

---

(1) السراجی، باب معرفۃ الفروض و مستحقیھا، ص ۷۔

والشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب معرفۃ الفروض و مستحقیھا، ص ۱۹۔

(2) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب معرفۃ الفروض و مستحقیھا، ص ۱۹۔

(3) السراجی، باب معرفۃ الفروض و مستحقیھا، فصل فی النساء، ص ۱۱۔

(4) السراجی، باب معرفۃ الفروض و مستحقیھا، ص ۷۔

ماں شریک بھائیوں اور بہنوں کے حصوں کا بیان

مسئلہ ۱: اگر ماں شریک بھائی یا بہن صرف ایک ہے تو اسے چھٹا حصہ ملے گا 1/6۔(1)

مسئلہ ۲: اگر ماں شریک بھائی یا بہن دو یا دو سے زائد ہوں تو وہ سب ایک تہائی 1/3 میں شریک ہو جائیں گے اور ان بھائی بہنوں کو برابر حصہ ملے گا۔(2)

مسئلہ ۳: ماں شریک بھائی یا بہن میت کے بیٹا بیٹی، پوتا، پوتی (نیچے تک) باپ یا دادا کے ہوتے ہوئے محروم ہو جائیں گے۔(3)

نوٹ: ماں شریک بہنیں بھی عام حالتوں میں ماں شریک بھائیوں کی طرح ہیں۔

(1) الفتاوی الهندیة، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶، ص۴۴۸۔

(2) السراجی، باب معرفة الفروض ومستحقیها، ص۷۔

(3) الفتاوی الهندیة، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶، ص۴۵۰۔

شوہر کے حصوں کا بیان

مسئلہ ۱: شوہر کو کل مال کا آدھا 1/2 اس صورت میں ملے گا جبکہ اس کے ساتھ میت کا کوئی بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی (نیچے تک) نہ ہو۔(1)

مسئلہ ۲: اگر شوہر کے ساتھ میت کا کوئی بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی (نیچے تک) ہو تو اس صورت میں شوہر کو چوتھائی حصہ 1/4 ملے گا۔(2)

❀❀❀❀❀

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶، ص۴۵۰۔

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶، ص۴۵۰۔

بیویوں کے حصوں کا بیان

مسئلہ ۱: اگر میت کی بیوی کے ساتھ میت کا بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی نہ ہوتو اس کوکل مال کا چوتھائی 1/4 ملے گا۔(1)
مسئلہ ۲: اگر میت کی بیوی کے ساتھ میت کا بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی ہوتو اس کو آٹھواں حصہ(2) ملے گا 1/8۔(3)

۞۞۞۞۞

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶، ص۴۵۰.

(2) یعنی کل مال میں سے آٹھواں حصہ

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶، ص۴۵۰.

حقیقی بیٹیوں کے حصوں کا بیان

مسئلہ ۱: اگر صرف ایک بیٹی ہو تو اس کو آدھا (1) 1/2 ملے گا۔(2)

مسئلہ ۲: اگر بیٹیاں دو یا دو سے زائد ہوں تو ان سب کو دو تہائی 2/3 ملے گا اور ان میں برابر برابر تقسیم ہوگا۔(3)

مسئلہ ۳: اور اگر بیٹی کے ساتھ میت کا لڑکا بھی ہو تو بیٹی اور بیٹا دونوں عَصَبہ بن جائیں گے اور مال بطورِ عَصُوبت دونوں میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ بیٹے کو بہ نسبت بیٹی کے دوگنا دیا جائے گا۔(4)

❁❁❁❁❁

(1) یعنی کل مال میں سے آدھا مال۔

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶، ص۴۴۸۔

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶، ص۴۴۸۔

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶، ص۴۴۸۔

پوتیوں کے حصوں کا بیان

مسئلہ ۱: اگر میت کے بیٹا بیٹی نہیں صرف ایک پوتی ہے تو اس کو آدھا 1/2 ملے گا۔(1)

مسئلہ ۲: اگر میت کا بیٹا بیٹی نہیں ہے دو پوتیاں ہیں یا دو سے زائد تو وہ دوتہائی میں شریک ہوں گی ۔(2)

مسئلہ ۳: اگر میت کی ایک بیٹی ہے تو پوتی ایک ہو یا ایک سے زائد وہ سب کی سب چھٹے حصے 1/6 میں شریک ہوں گی تا کہ لڑکیوں کا حصہ دوتہائی پورا ہو جائے اس سے زائد نہ ہو کیونکہ قرآن کریم میں لڑکیوں کا حصہ دوتہائی سے زائد کسی صورت میں نہیں ہے۔ اب آدھا تو حقیقی بیٹی نے قوت قرابت کی وجہ سے لے لیا تو صرف چھٹا حصہ ہی باقی رہا جو پوتیوں کو مل جائے گا۔(3)

مسئلہ ۴: پوتیاں میت کی دو حقیقی بیٹیوں کے ہوتے ہوئے محروم ہو جائیں گی بشرطیکہ میت کا کوئی پوتا، پرپوتا (نیچے تک) موجود نہ ہو۔(4)

مسئلہ ۵: اگر پوتیوں کے ساتھ میت کی دو حقیقی بیٹیاں بھی ہوں اور پوتا یا پرپوتا (نیچے تک) ہو تو پوتیاں، پوتے یا پرپوتے کے ساتھ عصبہ ہو جائیں گی۔(5)

مسئلہ ۶: پوتیوں کے ساتھ اگر میت کا بیٹا ہو تو پوتیاں محروم ہو جائیں گی۔(6)

❁❁❁❁❁

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶ ص۴۴۸۔

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶ ص۴۴۸۔

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶ ص۴۴۸۔

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶ ص۴۴۸۔

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶ ص۴۴۸۔

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶ ص۴۴۸۔

حقیقی بہنوں کے حصوں کا بیان

مسئلہ ۱: اگر بہن ایک ہے تو اسے آدھا 1 / 2 ملے گا۔(1)

مسئلہ ۲: اگر بہنیں دو یا دو سے زائد ہیں تو وہ دو تہائی 2 / 3 میں شریک ہوں گی۔(2)

مسئلہ ۳: اگر میت کی بہنوں کے ساتھ میت کا کوئی بھائی بھی ہو تو وہ اس کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جائیں گی اور تقسیم مال لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ کی بنیاد پر ہوگی یعنی مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا۔(3)

مسئلہ ۴: اگر بہنوں کے ساتھ میت کی کوئی بیٹی، پوتی یا پر پوتی (نیچے تک) ہو تو اب بہن عصبہ بن جائے گی یعنی جو کچھ باقی بچے گا وہ لے گی، کیونکہ حدیث میں فرمایا: بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ۔(4)

❀❀❀❀❀

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶، ص۴۵۰.

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶، ص۴۵۰.

(3) المرجع السابق.

(4) الدر المختار، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، ج۱۰، ص۵۵۲، ۵۵۳.

وسنن الدارمی، کتاب الفرائض، باب فی بنت واخت، الحدیث:۲۸۸۱، ج۲، ص۴۴۶.

باپ شریک بہنوں کے حصوں کا بیان

مسئلہ ۱: اگر باپ شریک بہن ایک ہو اور حقیقی بہن کوئی نہ ہو تو اُسے آدھا ملے گا۔(1)

مسئلہ ۲: اگر دو یا دو سے زائد باپ شریک بہنیں ہوں تو وہ دو تہائی 2/3 میں شریک ہوں گی۔(2)

مسئلہ ۳: اگر میت کی باپ شریک بہن یا بہنوں کے ساتھ ایک حقیقی بہن ہو تو باپ شریک بہن یا بہنوں کو صرف چھٹا تَکْمِلَةً لِلثُّلُثَيْنِ ملے گا۔(3)

مسئلہ ۴: اگر باپ شریک بہن کے ساتھ میت کی دو حقیقی بہنیں ہوں تو اس کو کچھ نہ ملے گا اس لئے کہ دو تہائی جو زائد سے زائد بہنوں کا حصہ تھا وہ پورا ہو چکا۔(4)

مسئلہ ۵: اگر باپ شریک بہن کے ساتھ میت کی دو حقیقی بہنیں ہوں اور باپ شریک بھائی بھی ہو تو حقیقی بہنوں کے حصہ کے بعد جو کچھ بچے گا وہ ان کے درمیان لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ کی بنیاد پر منقسم ہوگا۔(5)

مسئلہ ۶: اگر باپ شریک بہنوں کے ساتھ میت کی بیٹیاں یا پوتیاں (نیچے تک) ہوں تو یہ بہنیں ان کے ساتھ عصبہ ہو جائیں گی۔(6)

مسئلہ ۷: حقیقی بھائی بہن ہوں یا باپ شریک سب کے سب بیٹے یا پوتے (نیچے تک) اور باپ کے ہوتے ہوئے بالاتفاق محروم رہتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دادا کے ہوتے ہوئے بھی محروم ہو جاتے ہیں اور فتویٰ اسی پر ہے۔(7)

مسئلہ ۸: باپ شریک بھائی یا بہن، حقیقی بھائی کے ہوتے ہوئے محروم ہو جاتے ہیں۔(8)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج ٦، ص ٤٥٠.

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج ٦، ص ٤٥٠.

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج ٦، ص ٤٥٠.

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج ٦، ص ٤٥٠.

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج ٦، ص ٤٥٠.

(6) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج ٦، ص ٤٥٠.

(7) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج ٦، ص ٤٥٠.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج ٦، ص ٤٥٠.

ماں کے حصوں کا بیان

مسئلہ ۱: اگر میت کی ماں کے ساتھ میت کا کوئی بیٹا یا بیٹی یا پوتا پوتی ہو تو ماں کو چھٹا حصہ 1/6 ملے گا۔(1)

مسئلہ ۲: اگر میت کی ماں کے ساتھ میت کے دو بھائی بہن ہوں خواہ وہ حقیقی ہوں، باپ شریک ہوں یا ماں شریک ہوں تو ماں کو اس صورت میں بھی چھٹا حصہ 1/6 ملے گا۔(2)

مسئلہ ۳: اگر ماں کے ساتھ میت کے مذکورہ رشتہ دار نہ ہوں تو ماں کو کُل مال کا تہائی حصہ 1/3 ملے گا۔(3)

مسئلہ ۴: اگر ماں کے ساتھ شوہر اور بیوی میں سے بھی کوئی ایک ہو تو پہلے شوہر یا بیوی کا حصہ دیا جائے گا پھر جو بچے گا اس میں سے ایک تہائی ماں کو دیا جائے گا اور یہ صرف دو صورتوں میں ہے۔(4)

مسئلہ ۵: اگر مذکورہ صورتوں میں بجائے باپ کے دادا ہو تو ماں کو کُل مال کا تہائی ملے گا 1/3۔(5)

❀❀❀❀❀

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶، ص۴۴۹۔

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶، ص۴۴۹۔

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶، ص۴۴۹۔

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶، ص۴۴۹۔

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶، ص۴۴۹۔

دادی کے حصوں کا بیان

مسئلہ ۱: جدہ صحیحہ جس کا بیان ہو چکا ہے اس کو چھٹا حصہ ملے گا۔ دادیاں اور نانیاں ایک سے زائد ہوں اور سب درجے میں برابر ہوں تو وہ بھی چھٹے حصے میں شریک ہوں گی۔(1)

مسئلہ ۲: اگر دادی و نانی کے ساتھ میت کی ماں بھی ہو تو دادی و نانی دونوں محروم ہو جائیں گی۔(2)

مسئلہ ۳: وہ دادیاں جو باپ کی طرف سے ہوں وہ باپ کے ہوتے ہوئے بھی محروم ہو جائیں گی۔(3)

مسئلہ ۴: وہ دادیاں جو باپ کی طرف سے ہوں اور دادا سے اوپر ہوں وہ دادا کے ہوتے ہوئے ساقط ہو جائیں گی لیکن باپ کی ماں ساقط نہ ہوگی کیونکہ اس کی رشتہ داری دادا کے واسطے سے نہیں۔(4)

مسئلہ ۵: قریب والی دادی و نانی، دور والی دادی اور نانی کو محروم کر دے گی۔

❀❀❀❀❀

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج۶، ص۴۵۰.

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الرابع فی الحجب، ج۶، ص۴۵۳.

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الرابع فی الحجب، ج۶، ص۴۵۳.

(4) الدر المختار، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، ج۱۰، ص۵۶۳

عصبات کا بیان

مسئلہ ۱: عصبات سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے مقرر شدہ حصے نہیں البتہ اصحاب فرائض سے جو بچتا ہے انہیں ملتا ہے اور اگر اصحاب فرائض نہ ہوں تو تمام مال انہی میں تقسیم ہو جاتا ہے۔(1)

عصبات کی دو قسمیں ہیں: (۱) عصبہ نسبی۔ اور (۲) عصبہ سببی۔

مسئلہ ۲: عصبہ نسبی سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جن کے مقررہ حصے نہیں ہیں بلکہ اصحاب فرائض سے اگر کچھ بچتا ہے تو انہیں ملتا ہے عصبہ نسبی کی تین قسمیں ہیں: (۱) عصبہ بنفسہ۔ (۲) عصبہ بغیرہ۔ (۳) عصبہ مع غیرہ۔(2)

مسئلہ ۳: عصبہ بنفسہٖ سے مراد وہ مرد ہے کہ جب اس کی نسبت میت کی طرف کی جائے تو درمیان میں کوئی عورت نہ آئے۔ عصبہ بنفسہٖ کی چار قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جزءِ میت، یعنی بیٹے پوتے (نیچے تک)

دوسری قسم: اصل میت، یعنی میت کا باپ دادا (اوپر تک)

تیسری قسم: میت کے باپ کا جزء، یعنی بھائی پھر ان کی مذکر اولاد در اولاد (نیچے تک)

چوتھی قسم: میت کے دادا کا جزء یعنی چچا پھر انکی مذکر اولاد در اولاد (نیچے تک)

مسئلہ ۴: ان چاروں قسموں میں وراثت بالترتیب جاری ہوگی اور ترتیب وہی ہے جو ہم نے تقسیم میں اختیار کی ہے یعنی اگر پہلی قسم کے لوگ موجود ہیں تو دوسری قسم کے لوگ عصبہ نہیں بنیں گے اور دوسری قسم کے ہوتے ہوئے تیسری قسم کے عصبہ نہیں بنیں گے اور تیسری قسم کے ہوتے ہوئے چوتھی قسم کے نہیں بنیں گے۔(3)

مذکورہ صورت میں باپ کو بطور عصوبت کچھ نہیں ملا ہے 1/6 بطور فرضیت دیا گیا ہے۔

مسئلہ ۵: عصبات میں ترتیب و ترجیح کا ایک اصول تو ہم نے ذکر کر دیا کہ رشتہ داری کا قرب (یعنی قریبی تعلق) دیکھا جائے گا اس کے بعد دوسرا اصول یہ ہے کہ قوۃ قرابت کو دیکھا جائے گا یعنی دوہری (دوطرفہ) رشتہ داری

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات، ج۶، ص۴۵۱۔

(2) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب العصبات، ص۴۷۔

(3) الدرالمختار، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، ج۱۰، ص۵۵۰۔

والے کو اکہری (یک طرفہ) رشتہ داری والے پر ترجیح ہوگی اس میں مردو عورت کی بھی تفریق نہیں۔(4)

مسئلہ ۶: عصبہ بغیرہ چار عورتیں ہیں، یہ وہ عورتیں ہیں جن کا مقررہ حصہ نصف یا دو تہائی ہے یہ عورتیں اپنے بھائیوں کی موجودگی میں عصبہ بن جائیں گی اور بجائے فرض کے صرف بطور عصوبت جو ملے گا وہ لیں گی، وہ عورتیں یہ ہیں: (۱) بیٹی۔ (۲) پوتی۔ (۳) حقیقی بہن۔ (۴) باپ شریک بہن۔(5)

مسئلہ ۷: وہ عورتیں جن کا فرض حصہ نہیں ہے مگر ان کا بھائی عصبہ ہے وہ اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ نہیں ہوں گی۔ کیونکہ قرآن کریم میں صرف بیٹیوں اور بہنوں کو ہی اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ قرار دیا گیا ہے۔(6)

اس صورت میں باقی کُل مال چچا کو ملے گا اور اس کی بہن جو میت کی پھوپھی ہے محروم رہے گی۔

مسئلہ ۸: عصبہ مع غیرہ سے مراد وہ عورت ہے جو دوسری عورت کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہے جیسے حقیقی بہن یا باپ شریک بہن بیٹی کے ہوتے ہوئے عصبہ بن جاتی ہے۔

مسئلہ ۹: سببی عَصَبہ مَولَی الْعِتاقَہ ہے۔ اگر ہمیں کتاب کے نامکمل رہ جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو ہم مولیٰ العتاقہ کی بحث کو حذف کر دیتے کیونکہ اب درحقیقت اس کا کوئی وجود نہیں بہرحال اس سے مراد وہ شخص ہے جس نے کوئی غلام آزاد کیا ہو اور وہ غلام مر گیا ہو اور غلام کا کوئی رشتہ دار نہ ہو صرف اس کو آزاد کرنے والا شخص ہو اب اس کا آقا (مالک) اس کو آزاد کرنے کے سبب اس کی میراث کا (یعنی ترکہ کا) مستحق ہوگا کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے: اَلْوَلَاءُ لُحْمَۃٌ کَلُحْمَۃِ النَّسَبِ (7) وَلاء کا تعلق نسبی تعلق ہی کی طرح ہے۔(8)

مسئلہ ۱۰: اگر آزاد کرنے والا بھی زندہ نہ ہو تو مال اس کے عصبات کو اُسی ترتیب کے مطابق ملے گا جو ہم عصبات کی ترتیب میں بیان کر آئے ہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ آزاد کرنے والے کے عصبات میں اگر عورتیں ہیں تو ان کو کچھ نہ ملے گا۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے: لَیْسَ لِلنِّسَاءِ مِنَ الْوَلَاءِ (9) عورتوں کے لئے وَلاء نہیں یعنی انہیں اس سبب سے میراث نہ ملے گی کہ ان کے کسی رشتہ دار نے کسی شخص کو آزاد کیا تھا اور اگر کسی عورت نے

---

(4) الدرالمختار، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، ج۱۰، ص۵۵۱.

(5) الدرالمختار، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، ج۱۰، ص۵۵۲..

(6) ردالمحتار، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، ج۱۰، ص۵۵۲.

(7) صحیح ابن حبان، کتاب البیوع، باب البیع المنھی عنہ، الحدیث: ۴۹۲۹، ج۷، ص۲۲۰.

(8) الدرالمختار، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، ج۱۰، ص۵۵۵.

(9) سنن الدارمی، کتاب الفرائض، باب ماللنساء من الولاء، الحدیث: ۳۱۵۲، ج۲، ص۴۸۹.

خود غلام آزاد کیا تھا تو وہ اس کی میراث لے لے گی۔(10)

❁❁❁❁❁

(10) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب العصبات، ص ۴۲.

حَجب کا بیان

مسئلہ ۱: علم الفرائض کی اصطلاح میں حجب سے مراد یہ ہے کہ کسی وارث کا حصہ کسی دوسرے وارث کی موجودگی کی وجہ سے یا تو کم ہو جائے یا بالکل ہی ختم ہو جائے اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) حجب نقصان اور (۲) حجب حرمان۔(1)

مسئلہ ۲: حجب نقصان یعنی وارث کے حصہ کا کم ہو جانا پانچ قسم کے وارثوں کیلئے ہے۔(۱) شوہر کیلئے۔
شوہر کا حصہ نصف 1/2 تھا مگر میت کی اولاد کی وجہ سے چوتھائی 1/4 ہو گیا، (۲) بیوی کا بھی یہی حال ہے۔
بیوی کو اگر اولاد نہ ہو تو چوتھائی ملتا ہے مگر اولاد حصہ کم کر دیتی ہے یعنی بجائے چوتھائی کے آٹھواں ملے گا۔
(۳) ماں کا حصہ بھی اولاد یا دو بھائی بہنوں کی موجودگی میں بجائے تہائی کے چھٹا رہ جاتا ہے۔
(۴) پوتی۔ پوتی کا حصہ ایک حقیقی بیٹی کی موجودگی میں نصف سے کم ہو کر چھٹا رہ جاتا ہے۔
(۵) باپ شریک بہن۔ اس کا حصہ ایک حقیقی بہن کی موجودگی میں نصف کے بجائے چھٹا رہ جاتا ہے۔(2)

مسئلہ ۳: حجب حرمان۔ یعنی کسی وارث کا دوسرے وارث کی وجہ سے محروم ہو جانا۔(3)

مسئلہ ۴: ہر وہ شخص جس کو میت سے کسی شخص کے ذریعہ سے تعلق ہو وہ اس درمیانی شخص کی موجودگی میں وراثت سے محروم رہے گا۔ البتہ ماں شریک بہن اور بھائی اس قانون کے اطلاق سے مستثنیٰ ہیں مثلاً دادا باپ کے ہوتے ہوئے محروم رہے گا۔(4)

مسئلہ ۵: قریبی رشتہ دار دور والے رشتہ دار کو محروم کر دیتا ہے۔(5)
پوتا خواہ اس بیٹے سے ہو یا دوسرے بیٹے سے ہو محروم رہے گا کیونکہ بیٹا بہ نسبت پوتے کے زیادہ قریب ہے۔

مسئلہ ۶: جو وارث خود میراث سے محروم ہو گیا ہے وہ دوسرے وارث کا حصہ کم یا بالکل ختم کر سکتا ہے۔(6)

---

(1) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب الحجب، ص ۴۷۔
(2) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب الحجب، ص ۴۷۔
(3) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب الحجب، ص ۴۷۔
(4) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب الحجب، ص ۴۸
(5) الدرالمختار، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، ج ۱۰، ص ۵۶۰۔
(6) الدرالمختار، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، ج ۱۰، ص ۵۶۱۔

اب بھائی باپ کے ہوتے ہوئے محروم ہیں مگر اس کے باوجود انہوں نے ماں کا حصہ تہائی سے کم کر کے چھٹا کر دیا۔

اس صورت میں دادی باپ کی وجہ سے محروم ہے مگر اس نے پرنانی کو محروم کر دیا۔

❀❀❀❀❀

حصوں کے مخارج کا بیان

مسئلہ ۱: اصطلاح فرائض میں مخرج سے مراد وہ چھوٹے سے چھوٹا عدد ہے جس میں سے تمام ورثہ کو بلا کسر ان کے حصے تقسیم کئے جاسکیں۔(1)

یہاں چھ اصطلاح میں مخرج المسئلہ ہے، اگر چہ مسئلہ ۱۲ سے بھی بلا کسر درست تھا اور چوبیس سے بھی مگر چھ سب سے چھوٹا عدد ہے۔لہٰذا یہی مخرج المسئلہ ہے۔

مسئلہ ۲: ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مقررہ حصے چھ ہیں، جن کو دو قسموں پر منقسم کیا گیا ہے۔

پہلی قسم: آدھا، چوتھائی، آٹھواں۔دوسری قسم: دو تہائی، تہائی، چھٹا۔

اب اگر کسی مسئلہ میں ایک ہی فرض حصہ ہو تو اس کا مخرج اس حصہ کا ہمنام عدد ہوگا۔(2) مثلاً اگر چھٹا ہے تو مخرج مسئلہ ٦ قرار پائے گا۔آٹھواں ہے تو آٹھ قرار پائے گا۔اور آپ نے مثالوں میں دیکھ لیا کہ مخرج مسئلہ وارثوں کے اوپر کھینچے جانے والے خط پر دائیں جانب لکھا جاتا ہے۔آدھا حصہ اگر ہو تو اس کا مخرج دو ہے اور دو تہائی ہو تو اس کا مخرج تین ہے۔(3)

مسئلہ ۳: اگر کسی مسئلہ میں ایک سے زیادہ حصے جمع ہو جائیں مگر وہ ایک ہی قسم کے ہوں (اُن دو قسموں میں سے جو ہم نے بیان کی ہیں) تو سب سے چھوٹے حصے کا جو مخرج ہوگا وہی تمام حصوں کا ہوگا۔(4)

اس مثال میں ماں کا چھٹا حصہ ہے اور دو بہنوں کا دو تہائی ہے مگر چھٹا دو تہائی سے کم ہے، لہٰذا ہم نے چھٹے کے ہم نام عدد کو مخرج مسئلہ قرار دیا ہے۔

اس مثال میں دوسری قسم کے تمام حصے جمع ہو گئے ہیں، لہٰذا جو سب سے چھوٹے حصے کا مخرج تھا وہی تمام کا مخرج قرار پایا۔

مسئلہ ۴: اگر پہلی قسم کا نصف 1/2 دوسری قسم کے کسی حصہ کے ساتھ آجائے یا سب کے ساتھ آجائے تو مسئلہ چھ

---

(1) ردالمحتار، کتاب الفرائض، باب المخارج، ج۱۰، ص۵۹۱۔

(2) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب مخارج الفروض، ص۵۱۔

(3) الدرالمختار، کتاب الفرائض، باب المخارج، ج۱۰، ص۵۹۲۔

(4) الدرالمختار، کتاب الفرائض، باب المخارج، ج۱۰، ص۵۹۲۔

۲ سے ہوگا۔(5)

اس مثال میں شوہر کا حصہ نصف ہے جو دوسری قسم کے تمام حصوں کے ساتھ آ گیا ہے یعنی 1/6، 1/3، 2/3، کے ساتھ، اس لئے مسئلہ 1/6 سے ہوگا پھر مُؤ ول ہو کر ۱۰ سے ہو جائے گا۔

مسئلہ ۵: اگر چوتھائی دوسری قسم کے کسی حصے یا تمام حصوں کے ساتھ جمع ہو جائے تو مخرج مسئلہ ۱۲ بارہ ہو گا۔(6)

اس مثال میں چوتھائی 1/4 کے ساتھ 1/6، 2/3، 1/3 سب ہی جمع ہیں، اس لئے مخرج مسئلہ ۱۲ ہے۔

مسئلہ ۶: اگر آٹھواں حصہ دوسری قسم کے تمام حصوں یا بعض حصوں کے ساتھ آ جائے تو مخرج مسئلہ چوبیس ۲۴ ہو گا۔(7)

اس مثال میں آٹھواں، دوتہائی اور چھٹے کے ساتھ آیا ہے اس لئے مسئلہ چوبیس سے کیا گیا ہے۔

❁❁❁❁❁

---

(5) الدرالمختار، کتاب الفرائض، باب المخارج، ج۱۰، ص ۵۹۳۔

(6) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب مخارج الفروض، ص ۵۳۔

(7) السراجی، باب مخارج الفروض، ص۱۹۔

عَول کا بیان

مسئلہ ۱: عول سے مراد اصطلاحِ فرائض میں یہ ہے کہ مخرجِ مسئلہ جب ورثاء کے حصوں پر پورا نہ ہوتا ہو یعنی حصّے زائد ہوں اور مخرج کا عدد حصوں کے مجموعی اعداد سے کم ہو تو مخرجِ مسئلہ کے عدد میں اضافہ کر دیا جاتا ہے، اس طرح کمی تمام ورثاء پر ان کے حصوں کی نسبت سے ہو جاتی ہے۔(1)

---

(1) الدرالمختار، کتاب الفرائض، باب العول، ج۱۰، ص۵۶۹۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

سراجیہ میں ہے: اعلم ان مجموع المخارج سبعة اربعة منها لاتعول وهي الاثنان والثلثة والاربعة والثمانية ا۔

تو جان لے کہ کل مخارج سات ہیں، ان میں سے چار ہیں جن میں عول نہیں کرتا اور وہ یہ ہیں دو، تین، چار اور آٹھ۔(ت)

(اـ السراجی فی المیراث باب العول مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی ص۳۱)

شریفیہ ومنح الغفار وردالمحتار وغیرہ میں ہے:

اتعول اصلا لان الفروض المتعلقة بهذه المخارج الاربعة اما ان يفي المال بهاء ويبقى منه شيئ زائد عليها ۲۔

ان میں عول بالکل نہیں ہوتا کیونکہ ان چار مخرجوں سے جو فرضی حصے تعلق رکھتے ہیں یا تو ترکہ کا مال ان پر پورا ہو جاتا ہے یا ان حصوں سے کچھ مال زائد بچ جاتا ہے۔(ت) (۲ـ الشریفیۃ شرح السراجیۃ باب العول مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص۵۶)

یہ بھی تصریح ہے کہ دو ثلثین جمع نہیں ہوسکتے،

نیز شریفیہ وغیرہا میں ہے:

لاعول في الثلثة لان الخارج منها اما ثلث ومابقي كام واخ لاب و ام واما ثلثان ومابقي كبنتين واخ لاب وام واما ثلث وثلثان كاختين لام واختين لاب وام ۳۔

تین میں عول نہیں ہوتا کیونکہ اس سے جو حصے نکلتے ہیں وہ یا تو ایک تہائی اور باقی بچ رہنے والا ہے، جیسے میت کی ماں اور حقیقی بھائی کی صورت میں ہوتا ہے یا دو تہائی اور باقی بچ جانے والا ہے، جیسے میت کی دو بیٹیوں اور حقیقی بھائی کی صورت میں ہوتا ہے یا ایک تہائی اور دو تہائی ہیں جیسا کہ میت کی دو اخیافی بہنوں اور دو حقیقی بہنوں کی صورت میں ہوتا ہے۔(ت)

اس حصر میں اور بھی واضح کر دیا کہ اختین کو بنتین ابن الابن کے ثلثین کے ساتھ ثلثین دینا محض باطل ہے۔

شرح الکنز للامام الزیلعی میں ہے:

←

مسئلہ ۲: عول کا فیصلہ سب سے پہلے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان کے عہد میں درج ذیل مسئلہ پیش آیا، آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا تو ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے عول کا مشورہ دیا۔

اس پر کسی نے انکار نہ کیا۔(2) پھر بعد میں یہی طریقہ رائج ہوگیا، اب اس مسئلہ میں حصوں کی تعداد آٹھ ہے جب کہ مخرج چھ ہے لہٰذا دو عدد کا اضافہ کر دیا گیا ہے اور ایک نشان جو عول کا مخفف ہے لگا دیا گیا ہے۔

مسئلہ ۳: ۶ چھ کا عول طاق عدد میں بھی ہوتا ہے اور جفت میں بھی مگر یہ عول صرف دس تک ہوتا ہے۔(3)

جملة المخارج سبعة وانما تعول منها الستة والاثنا عشرة واربعة وعشرون والاربعة الاخرى لاتعول۔[۱]

کل مخارج سات ہیں ان میں سے عول فقط چھ، بارہ اور چوبیس میں ہوتا ہے دیگر چار میں عول نہیں ہوتا۔

(۱؎ تبیین الحقائق کتاب الفرائض المطبعۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر ۶ /۲۴۴)

بعینہٖ اسی طرح تکملہ طوری میں ہے۔ درمختار میں ہے:

المخارج سبعة اربعة لاتعول الاثنان والثلثة والاربعة والثمانية[۲]۔

مخارج سات ہیں جن میں سے چار میں عول نہیں ہوتا یعنی دو، تین، چار اور آٹھ۔(ت)

(۲؎ الدرالمختار کتاب الفرائض باب العول مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۳۶۱)

متن علامہ ابراہیم حلبی میں ہے: اربعة مخارج لاتعول الاثنان والثلثة[۳] الخ۔

مخارج میں سے چار میں عول نہیں ہوتا یعنی دو اور تین الخ (ت) (۳؎ ملتقی الابحر کتاب الفرائض مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۲ /۳۴۹)

خزانۃ المفتین میں پھر ہندیہ میں ہے:

اعلم ان اصول المسائل سبعة اثنان وثلثة واربعة ستة وثمانية و اثنا عشر واربعة وعشرون فاربعة منها لاتعول الاثنان والثلثة والاربعة والثمانية الخ[۴]۔

تو جان لے کہ مسئلوں کے اصول سات ہیں جو کہ یہ ہیں دو، تین، چار، چھ، آٹھ، بارہ اور چوبیس۔ ان میں سے چار یعنی دو، تین، چار اور آٹھ میں عول نہیں ہوتا الخ (ت) (۴؎ فتاوٰی خزانۃ المفتین کتاب الفرائض باب العول قلمی نسخہ غیر مطبوعہ ۲ /۲۵۳)

منظومہ علامہ ابن عبدالرزاق میں ہے:

وسبعة مخارج الاصول اربعة ليست بذات عول، اثنان والثلثة التالية واربع ضعفها الثمانية۔[۵]

اصول کے مخارج سات ہیں جن میں سے چار عول والے نہیں ہیں یعنی دو اور اس کے ساتھ تین اور چار اور اس کا دوگنا آٹھ۔(ت)

(فتاوی رضویہ، جلد ۲۶، ص ۲۲۷، ۲۲۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) الدرالمختار، کتاب الفرائض، باب العول، ج ۱۰، ص ۵۶۹۔

(3) الدرالمختار، کتاب الفرائض، باب العول، ج ۱۰، ص ۵۷۰۔

مسئلہ ۴: بارہ کا عول سترہ تک ہوتا ہے مگر یہ عول جفت عدد میں نہیں ہوگا صرف طاق میں ہوگا۔ (4)
مسئلہ ۵: چوبیس ۲۴ کا عول صرف ستائیس ہے۔ (5)

❀❀❀❀❀

(4) الدرالمختار، کتاب الفرائض، باب العول، ج۱۰،ص۵۷۰.

(5) الدرالمختار، کتاب الفرائض، باب العول، ج۱۰،ص۵۷۰.

اعداد کے درمیان نسبتوں کا بیان

تخریج مسائل کے وقت ورثاء کی تعداد، انکے حصوں کی تعداد، مخرج مسئلہ کا عدد، سب ہی کو مدنظر رکھنا ہوتا ہے پھر ان اعداد کی باہمی نسبتیں بھی تخریج مسائل کے سلسلے میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں ہم ان نسبتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

تماثل: اگر دو عدد آپس میں برابر ہیں تو ان میں تماثل کی نسبت ہے جیسے ۴=۴۔

تداخل: دو مختلف عددوں میں سے چھوٹا عدد اگر بڑے کو کاٹ دے یعنی بڑا چھوٹے پر پورا پورا تقسیم ہو جائے تو ان دونوں میں نسبت تداخل ہے جیسے ۱۶ اور ۴۔

توافق: دو مختلف عددوں میں سے اگر چھوٹا بڑے کو نہ کاٹے بلکہ ایک تیسرا عدد دونوں کو کاٹے تو ان دونوں میں نسبت توافق ہوگی جیسے ۸، اور ۲۰ کہ انہیں ۴ کاٹتا ہے ان دونوں میں توافق بالربع ہے اور ۵ بیس کا عدد وفق ہے جب کہ دو آٹھ کا عدد وفق ہے۔

تباین: اگر دو مختلف عدد اس قسم کے ہوں کہ نہ تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو کاٹیں اور نہ ہی کوئی تیسرا ان کو کاٹے تو ان میں نسبت تباین ہے۔ جیسے ۹ اور ۱۰۔(1)

❀❀❀❀❀

(1) السراجی، فصل فی معرفۃ التماثل والتداخل...إلخ، ص۲۰،۲۱۔

نسبتوں کی پہچان

دو عددوں میں مماثلت اور مساوات تو ظاہر ہی ہوتی ہے البتہ تداخل اور توافق اور تباین کی پہچان کا قاعدہ معلوم ہونا ضروری ہے اور وہ یہ ہے۔

دو عددوں میں اگر چھوٹا عدد بڑے عدد کو پورا پورا تقسیم کر دے تو یہ تداخل ہے اور اگر پورا پورا تقسیم نہ کرے تو چھوٹے عدد کو بڑے عدد سے تقسیم کریں اور اس کا جو باقی بچے اُس سے چھوٹے عدد کو تقسیم کریں پھر اس کا جو باقی بچے اس سے پہلے کے باقی کو تقسیم کریں اسی طرح ایک کو دوسرے سے تقسیم کرتے رہیں یہاں تک کہ باقی کچھ نہ بچے تو اگر آخری تقسیم کرنے والا عدد ایک ہے تو ان دو عددوں میں تباین ہے اور اگر ایک سے زیادہ دو تین چار وغیرہ کوئی عدد ہے تو ان میں توافق ہے اور اُس عدد کے نام کی مناسبت سے اس توافُق کا نام بھی ہوتا ہے مثلاً آخری تقسیم کرنے والا عدد دو تھا تو توافق بالنصف اور تین تھا تو توافق بالثلث اور چار تھا تو توافق بالربع ہے۔ اس کی مثالیں یہ ہیں۔

پہلی مثال میں آخری تقسیم کرنے والا عدد ایک ہے لہٰذا ۱۳ اور ۴۵ میں تباین ہے۔ دوسری مثال میں آخری تقسیم کرنے والا عدد دو ہے لہٰذا ۱۰ اور ۱۶ میں توافق بالنصف ہے۔ اور تیسری مثال میں آخری تقسیم کرنے والا عدد تین ہے۔ لہٰذا ۹ اور ۱۵ میں توافق بالثلث ہے۔

توافق کی صورت میں ان دونوں عددوں کو تقسیم کرنے والے عدد سے ان دونوں کو تقسیم کر کے جو عدد حاصل ہوگا وہ اس کا وفق کہلاتا ہے مثلاً ۱۶ اور ۱۰ کو ۲ سے تقسیم کیا تو ۱۶ کا وفق ۸ ہے اور ۱۰ کا وفق ۵ ہے اور ۹ اور ۱۵ کو ۳ سے تقسیم کیا تو ۹ کا وفق ۳ ہے اور ۱۵ کا وفق ۵ ہے۔(1)

❀❀❀❀❀

(1) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، فصل فی معرفۃ التماثل والتداخل...الخ، ص۵۷، ۵۸۔

تصحیح

اگر وارثوں کی تعداد اور اصل مسئلہ سے ملنے والے حصوں میں کسر واقع ہو جائے تو اس کسر کے دور کرنے کو تصحیح کہتے ہیں۔(1) اور کبھی حصوں کے کم از کم عدد سے حاصل کرنے کو بھی تصحیح کہتے ہیں۔(2) یعنی اصل مسئلہ پر بھی تصحیح کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں مجموعی طور پر سات اصول کارفرما ہیں۔ تین تو حصوں اور اعداد رؤس (یعنی جو لوگ حصہ پانے والے ہیں انکی تعداد) کے درمیان ہیں اور چار خود اعداد رؤس کے درمیان ہیں۔

مسئلہ ۱: اگر ہر فریق کے حصے اس پر بلا کسر کے منقسم ہو رہے ہیں تو تصحیح کی کوئی ضرورت نہیں۔(3)

اب یہاں وارثوں کے تین فریق ہیں اور ہر فریق کو پورا پورا حصہ بغیر کسر کے مل گیا دو بیٹیاں جو ایک فریق ہیں ان کا مجموعی حصہ ۴ ہے جس میں سے دو ۲ دو ۲ ہر ایک کو مل گئے۔

مسئلہ ۲: اگر ایک فریق پر کسر واقع ہو اور ان کے عدد سہام (حصوں کی تعداد) اور عدد رؤس میں نسبت توافق ہو تو اس فریق کے عدد رؤس کا عدد وفق نکال کر اسے اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے اور اگر مسئلہ عائلہ ہے تو اس کے عول میں ضرب دیں گے اب جو حاصل ہو گا وہ تصحیح مسئلہ ہے۔ پھر اسی عدد وفق کو ہر فریق کے حصے میں ضرب دی جائے گی اس طرح اس فریق کا حصہ بلا کسر نکل آئے گا۔ اب رہا فریق کے ہر ہر فرد کا حصہ تو اس کی تخریج کا طریقہ ہم بعد میں بیان کریں گے۔(4)

صورت مذکورہ میں کسر صرف ایک فریق پر تھی یعنی بیٹیوں پر، انکے عدد رؤس ۱۰ اور عدد سہام ۴ میں توافق بالنصف ہے، یعنی دونوں کو کاٹنے والا عدد ۲ ہے۔ لہٰذا اس کا عدد وفق ۵ نکلا۔ اب اس کو ہم نے اصل مسئلہ (جو ۶ سے ہے) میں ضرب دیا تو تیس ۳۰ حاصل ضرب نکلا۔ یہ تیس ۳۰ تصحیح مسئلہ ہے جس کو تصے ظاہر کیا گیا ہے جو تصحیح کا مخفف ہے پھر اسی مضروب ۵ کو ہر فریق کے حصے سے ضرب دی گئی جس سے ہر فریق کا حصہ بلا کسر معلوم ہو گیا۔

اس صورت میں حصے مخرج مسئلہ سے بڑھ گئے تھے، لہٰذا مسئلہ عائلہ ہو گیا پھر سہام اور رؤس میں نسبت دیکھی گئی تو

---

(1) ضوء السراج حاشیۃ الشریفیۃ، باب التصحیح، ص۶۱۔

(2) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب التصحیح، ص۶۱۔

(3) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب التصحیح، ص۶۱۔

(4) المرجع السابق، ص۶۲۔

صرف ایک ہی فریق پر کسر تھی، وہ بیٹیاں ہیں، ان کے اور ان کے حصوں کے درمیان نسبت توافق بالنصف ہے لہٰذا ہم نے عدد رؤس کے عدد وفق کو عول مسئلہ میں ضرب دی اور اس طرح حاصل ضرب مخرج مسئلہ بن گیا۔ پھر اُسی مضروب کو ہر فریق کے حصہ سے ضرب دے دی گئی۔(5)

مسئلہ ۳: اگر کسر ایک ہی فریق پر ہو مگر ان کے عدد سہام اور عدد رؤس میں نسبت تباین ہو تو تصحیح کا طریقہ یہ ہے کہ جس فریق پر کسر ہے اس کے کُل عدد رؤس کو اصل مسئلہ میں یا عول مسئلہ میں (اگر مسئلہ عائلہ ہے) ضرب دیں اور اسی طرح ہر فریق کے حصہ میں۔

مسئلہ ۴: مذکورہ تین اصول اس وقت جاری ہوں گے جب کسر ایک فریق پر ہو لیکن ایک سے زائد فریقوں پر کسر ہونے کی صورت میں مندرجہ ذیل چار اصولوں سے کام لیا جائے گا۔(6)

مسئلہ ۵: اگر کسر ایک سے زائد فریقوں پر ہو تو رؤس اور رؤس کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی اگر اعداد رؤس آپس میں متماثل ہوں تو کسی ایک عدد کو اصل مسئلہ میں یا اس کے عول میں (اگر مسئلہ عائلہ ہو) ضرب دیں گے پھر اسی مضروب کو ہر فریق کے حصے میں ضرب دیں گے۔(7)

توضیح اس کی یہ ہے کہ اصل مسئلہ ۱۲ سے ہوا جس میں سے ۶ بیٹیوں کو دو تہائی یعنی ۴ ملے اب چونکہ چار، چھ پر پوری طرح تقسیم نہیں ہوتا اور ۴۔۶ میں توافق ہے، لہٰذا ۶ کا وفق عدد ۳ ہو گیا اور تین دادیوں کو ایک اور تینوں چچوں کو ایک ملا جو ان پر پورا تقسیم نہیں ہوتا اب ہمارے پاس یہ عدد رؤس ہیں۔ ۳۔ ۳۔ ۳، ان میں تماثل ہے لہٰذا کسی ایک عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے اور پھر مضروب کو ہر فریق کے حصہ سے ضرب دی جائے گی۔

مسئلہ ۶: اگر کسر ایک سے زائد فریقوں پر ہے مگر ان کے اعداد رؤس میں آپس میں نسبت تداخل ہے تو جو بڑا عدد ہے اسے اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے یا اگر عائلہ ہے تو اسکے عول میں دیں گے۔(8)

---

(5) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب التصحیح، ص ۶۲.

(6) المرجع السابق، ص ۶۳.

(7) المرجع السابق، ص ۶۳، ۶۴.

(8) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب التصحیح، ص ۶۴.

مثال۔ مسئلہ ۱۲ ت ۱۴۴

بیویاں۔ ۴۔ دادیاں۔ ۳۔ چچا۔ ۱۲۔

۳	۲	۷
۳۶	۲۴	۸۴

مسئلہ ۷: اگر کسر وارثوں کے ایک سے زائد فریقوں پر ہو اور ان کے اعداد روس میں توافق ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک عدد روس کے وفق کو دوسرے فریق کے کل عدد روس میں ضرب دیں گے۔ پھر حاصل ضرب کی نسبت تیسرے فریق کے عدد روس سے دیکھیں گے۔ اگر ان میں توافق ہو تو ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دیں گے اور اگر حاصل ضرب اور تیسرے فریق کے عدد روس میں تباین کی نسبت ہو تو پورے ایک عدد کو دوسرے میں ضرب دے لیں گے۔ پھر حاصل ضرب کو چوتھے فریق کے عدد روس کے ساتھ اسی طرح دیکھیں گے۔ اگر توافق ہوگا تو ایک کے وفق کو دوسرے کل عدد میں ضرب دیں گے اور اگر تباین ہو تو ایک عدد کو دوسرے سے ضرب کر دیں گے۔ اسی طرح جتنے فریق میں کسر ہوگی، کریں گے۔ آخر میں جو حاصل ضرب ہوگا اس کو اصل مسئلہ میں یا عول والے مسئلے میں عول سے ضرب دے دیں گے اور اسی عدد کو ہر فریق کے حصے میں بھی ضرب دے دیں گے۔(9)

جیسا کہ آپ واضح طور پر دیکھ رہے ہیں اس مسئلہ میں ہر فریق پر کسر ہے(10) لہٰذا ہم پہلے تو اعداد سہام (حصوں کی تعداد) اور اعداد روس (ہر فریق کی تعداد) کی نسبت دیکھیں گے تو ۳۔ ۴ میں تباین ہے لہٰذا یہ اعداد یونہی رہیں گے۔ ۱۶، ۱۸ میں توافق بالنصف ہے لہٰذا ۱۸ کا عدد وفق نکالیں گے جو ۹ ہے اب گویا یہ عدد ۹ ہی ہے اور روس کے درمیان نسبت دیکھتے ہوئے ۱۸ کا لحاظ نہ ہوگا۔ بلکہ ۹ کا ہی ہوگا۔ ۴، ۱۵ اور ۱، ۶ میں بھی نسبت تباین ہے۔ لہٰذا یہ اعداد بھی اپنی جگہ ہی رہیں گے اب روس کی نسبت دیکھی گئی تو ۴۔ ۶ میں نسبت توافق ہے تو ان میں سے کسی ایک کا عدد وفق نکال کر دوسرے میں ضرب دے سکتے ہیں یہاں ۶ کا عدد وفق نکالا تو تین ۳ نکلا اب ۴ کو تین میں ضرب دی تو ۱۲ حاصل ہوئے اب ۱۲ اور ۹ میں بھی نسبت توافق بالثلث کی ہے تو ۹ کا عدد وفق نکالا جو ۳ ہے اور ۱۲ کو ۳ میں ضرب دی ۳۶ حاصل آیا۔ اب ۳۶ اور ۱۵ میں بھی توافق بالثلث ہے لہٰذا ۱۵ کے عدد وفق ۵ کو ۳۶ میں ضرب دی تو ۱۸۰ حاصل ہوئے

توضیح: اصل مسئلہ ۱۲ ہے جس سے سدس یعنی دو حصے تین دادیوں کے ہیں لیکن دو، تین میں تباین ہے لہٰذا جدات کی تعداد تین ہی رہے گی چوتھائی بیویوں کا یعنی تین حصے لیکن تین اور چار میں بھی تباین ہے اس لیے زوجات کی تعداد بھی یہی رہے گی باقی مال اعمام (چچوں) کو بطور عصبہ ملے گا اور وہ سات حصے ہیں لیکن اعمام کی تعداد ۱۲ ہے جبکہ ۱۲ اور ۷ میں بھی تباین ہے اس لیے اعمام کی تعداد ۱۲ ہی رہے گی پھر ہم نے عدد روس کی آپس میں نسبت دیکھی تو زوجات اور جدات کی تعداد یعنی ۴ اور ۳ ان میں اور ۱۲ میں تداخل ہے لہٰذا ہم نے بڑے عدد روس ۱۲ کو اصل مسئلہ ۱۲ میں ضرب دی تو ایک سو چوالیس حصے ہو گئے اب ہر فریق کے حصے کو مضروب یعنی ۱۲ سے ضرب دیں گے پس بیویوں کے ۳۶، دادیوں کے ۲۴ اور چچوں کے ۸۴ حصے ہوں گے جو کہ ہر فریق کے عدد روس پر پورے پورے تقسیم ہو جائیں گے۔۔۔ علمیہ

(9) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب التصحیح، ص ۶۵

(10) یہ مثال مسئلہ ۶ کے تحت مذکور تھی جبکہ یہ مسئلہ ۷ کی مثال ہے لہٰذا ہم نے اسے مسئلہ ۷ کے تحت ذکر کر دیا۔۔۔ علمیہ

اب اس کو اصل مسئلہ ۲۴ میں ضرب دی تو ۴۳۲۰ چار ہزار تین سو بیس حاصل آیا جو مخرج مسئلہ ہے پھر اسی مضروب ۱۸۰ کو ہر فریق کے حصہ میں ضرب دی گئی تو وہ حاصل آیا جو ہم نے ہر ایک فریق کے نیچے لکھ دیا ہے۔

مسئلہ ۸: اگر کسر ایک سے زائد فریقوں پر ہو اور اعداد میں تباین ہو تو کسی ایک کو دوسرے عدد روس میں ضرب دی جائے گی پھر اس کی نسبت دوسرے عدد روس سے دیکھی جائے گی اگر تباین کی نسبت ہو تو اس کو دوسرے عدد روس سے ضرب دیں گے اور بالآخر جو حاصل ہوگا اس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے۔(11)

توضیح = اب ۳۔۲ میں تباین ہے لہٰذا یہ اسی طرح رہیں گے اور ۴۔۶ میں توافق بالنصف ہے تو ۶ کا عدد وفق ۳ نکال لیا گیا۔ اس طرح ۱۶۔۱۰ میں توافق بالنصف ہے تو ۱۰ کا عدد وفق نکال لیا جو ۵ ہے اور ۱۔۷ میں تباین ہے لہٰذا وہ اپنی جگہ رہا۔ اب ہمارے پاس یہ اعداد روس ہیں۔ ۲۔۳۔۵۔۷ یہ سب آپس میں متباین ہیں۔ لہٰذا ۲ کو ۳ میں ضرب دی تو حاصل ۶ ہوا۔ اس کو ۵ میں ضرب دی تو ۳۰ حاصل ہوا۔ اس کو ۷ میں ضرب دی تو حاصل ۲۱۰ دو سو دس آیا۔ اب اس کو ۲۴ اصل مسئلہ میں ضرب دی تو حاصل پانچ ہزار چالیس آیا، ۵۰۴۰۔ اور یہ مخرج مسئلہ ہے، پھر اسی مضروب ۲۱۰ کو ہر فریق کے حصے میں ضرب دی تو وہ حاصل آیا جو ہر فریق کے نیچے لکھا ہے۔

مسئلہ ۹: استقراء سے (غور وفکر سے، تجربے سے) یہ بات ثابت ہے کہ چار فریقوں سے زائد پر کسر نہیں آسکتی۔(12)

❁❁❁❁❁

(11) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب التصحیح، ص ۶۶۔

(12) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب التصحیح، ص ۶۷۔

ہر وارث کا حصہ معلوم کرنے کا اُصول

ہر فریق یا وارثوں کے ہر گروپ کا مجموعی حصہ معلوم کرنے کا طریقہ تو ہم بیان کر چکے ہیں اب اگر ہر گروپ کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنا ہو تو اس کے کئی طریقے ہیں چند ہم ذکر کرتے ہیں۔

(۱) ہر فریق کے حصہ کو (جو اس فریق کو اصل مسئلہ سے ملا ہے) ان کے عدد رؤس پر تقسیم کر دیں پھر جو خارج قسمت ہے اُسے اس عدد میں ضرب دیں جس کو تصحیح کے لئے اصل مسئلہ میں ضرب دیا تھا، اب جو حاصل ہو گا وہ اس فریق کے ہر فرد کا حصہ ہو گا۔(1)

توضیح = اب اس مسئلہ میں بیویوں کو ۳ ملے جبکہ عدد رؤس ۲ ہے لہٰذا ہم نے ۳ کو دو پر تقسیم کیا تو خارج قسمت ۱/۲ ۱ نکلا پھر اس کو المضروب ۲۱۰ میں ضرب دیا تو حاصل ۳۱۵ آیا جو ہر بیوی کا حصہ ہے اس کو قاعدہ کے مطابق فریق کے حصہ کے نیچے لک ۳۱۵ لکھ دیا گیا۔ لِکُ دراصل لکل واحد (ہر ایک کا) کا مخفف ہے۔ اس طرح بیٹیوں کا مجموعی حصہ ۱۶ ہے اور عدد رؤس ۱۰ ہے، لہٰذا ۱۶ کو ۱۰ پر تقسیم کیا گیا 1-3/5 پھر اس کو مضروب ۲۱۰ میں ضرب دیا گیا تو ۳۳۶ حاصل ہوا اور یہی ہر بیٹی کا حصہ ہے یہی عمل تمام فریقوں کے ساتھ کیا جائے گا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ المضروب کو فریق کے اعداد رؤس پر تقسیم کر دیا جائے پھر خارج قسمت کو اسی فریق کے حصہ میں (جو اصل مسئلہ سے ان کو ملا ہے) ضرب دے دیا جائے تو حاصل ہر فرد کا حصہ ہو گا۔ اب مذکورہ مثال ہی کو لے لیں اس میں بیویوں کا حصہ ۳ ہے اور ان کی تعداد ۲ ہے، جب مضروب (جس کو اصل مسئلہ میں ضرب دی تھی) ۲۱۰ کو ۲ پر تقسیم کیا تو ایک سو ۱۰۵ پانچ حاصل ہوا۔ اب اسکو بیویوں کے مجموعی حصے ۳ سے ضرب دی تو ۳۱۵ حاصل ہوا جو ہر بیوی کا انفرادی حصہ ہے یہی عمل دوسرے فریقوں کے ساتھ کیا جائے گا۔(2)

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ہر فریق کے حصہ کو (جو اصل مسئلہ سے اس کو ملا ہے) ان کے عدد رؤس سے نسبت دیں پھر اس نسبت کے لحاظ سے مضروب سے اس فریق کے ہر فرد کو دے دیں، مثلاً اسی مسئلہ میں جب بیویوں کے حصہ ۳ کو عدد رؤس ۲ سے نسبت دی 1-1/2 کی نسبت نکلی، اب اسی نسبت کے اعتبار سے مضروب سے ہر بیوی کو دیا تو ۳۱۵ آیا۔ یہی عمل ہر ایک فریق کے ساتھ کیا جائے گا، اس کے علاوہ اور طریقے بھی ہیں جو حساب داں حضرات (علم حساب کے

---

(1) المرجع السابق، فصل فی معرفۃ نصیب کل فریق، ص۶۸.

(2) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب التصحیح فصل فی معرفۃ نصیب کل فریق، ص۶۸.

ماہرین) کے لئے مشکل نہیں۔ (3)

❁❁❁❁❁

(3) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب التصحیح، فصل فی معرفۃ نصیب کل فریق، ص۶۹.

وارثوں اور دوسرے حقداروں میں ترکہ کی تقسیم کا طریقہ

جو کچھ مال میت نے چھوڑا ہو اس کی تقسیم اسی ترتیب پر ہوگی جس کا ذکر شروع کتاب میں ہوا۔ اب وارثوں اور دوسرے حقداروں میں ترکہ تقسیم کرنے کا طریقہ ذکر کیا جاتا ہے۔

(ا) اگر ترکہ اور تصحیح میں مماثلت ہو تو ضرب وغیرہ کی ضرورت نہیں اور مسئلہ درست ہے۔(1)

توضیح = اب ترکہ یعنی وہ مال جو میت نے چھوڑا ہے اس کا عدد ۶ ہے جو ۶ سے مماثلت رکھتا ہے اس لئے پورا پورا تقسیم ہوگیا۔

مسئلہ ۱: اگر میت کے پاس کچھ نقد روپیہ ہو اور کچھ دوسرا مال تو سب کی مناسب قیمت لگائی جائے پھر تقسیم کیا جائے۔

مسئلہ ۲: اگر ترکے اور تصحیح میں تباین ہو تو وارث کے سہام کو (حصوں کو) جو اُسے تصحیح سے ملے ہیں کل ترکے میں ضرب دیں اور حاصل ضرب کو تصحیح سے تقسیم کریں جو جواب ہوگا وہ اس وارث کا حصہ ہے۔(2)

توضیح = اس صورت میں تصحیح کا عدد چھ ہے اور ترکہ سات روپیہ ہے چھ اور سات میں تباین ہے اس لئے ایک لڑکی کے حصے یعنی دو کو سات میں ضرب دیا تو حاصل ضرب چودہ ہوا۔ اس کو چھ سے تقسیم کیا تو 2-1/3 روپیہ بیٹی کا حصہ ہوا اور باپ کا ترکہ ایک ہے اس کو ۷ سے ضرب دیا تو ۷ ہوئے اس کو ۶ سے تقسیم کیا تو 1-1/6 روپیہ باپ کا حصہ ہوا۔

مسئلہ ۳: اگر ترکے اور تصحیح میں توافق ہو تو وارث کے سہام کو ترکے کے وفق میں ضرب دیں اور حاصل ضرب کو تصحیح کے وفق سے تقسیم کریں جو جواب ہوگا وہ اس وارث کا حصہ ہے۔(3)

توضیح:۔ تصحیح کا عدد چھ ہے اور ترکہ پندرہ روپیہ۔ چھ اور پندرہ میں توافق بالثلث ہے۔ چھ کا وفق دو ہوا اور پندرہ کا وفق پانچ۔ لہٰذا باپ کے حصے یعنی دو کو پندرہ کے وفق پانچ میں ضرب دیا حاصل ضرب دس ہوا۔ دس کو چھ کے وفق دو سے تقسیم کیا تو پانچ جواب آیا۔ یہ باپ کا حصہ ہے بیٹی کے حصے تین کو پندرہ کے وفق پانچ میں ضرب دیا تو پندرہ ہوا۔ اسے چھ کے وفق دو سے تقسیم کیا تو 7-1/2 بیٹی کا حصہ ہوا۔ ماں کے حصے ایک کو پانچ پر ضرب دیا تو جواب پانچ ہوا۔ اُس کو

---

(1) المرجع السابق،ص۷۰۔

(2) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب التصحیح فصل فی قسمۃ الترکات...الخ،ص۷۰۔

(3) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب التصحیح فصل فی قسمۃ الترکات...الخ،ص۷۰۔

دو سے تقسیم کیا تو جواب 2-2 /1 ہوا، یہ ماں کا حصہ ہے۔

قاعدہ: اگر ترکے اور تصحیح مسئلہ میں تداخل ہو تو چھوٹے عدد سے بڑے عدد کو تقسیم کرنے کے بعد جو جواب آئے گا اس کو اس عدد کا وفق مان کر وہی عمل کیا جائے گا جو توافق کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ یعنی اگر ترکے کا عدد تصحیح سے زیادہ ہے تو تصحیح سے ترکے کو تقسیم کرنے کے بعد جو عدد حاصل ہوگا اس کو ہر وارث کے سہام میں ضرب دے دینے سے اس وارث کا حصہ معلوم ہو جائے گا اور اگر تصحیح کا عدد ترکے سے زیادہ ہے تو ترکے سے تصحیح کو تقسیم کر کے جو عدد حاصل ہوگا وہ تصحیح کا وفق ہوگا اس سے ہر وارث کے سہام کو تقسیم کرنے سے اُس وارث کا حصہ معلوم ہو جائے گا۔ (4)

توضیح: تصحیح مسئلہ چھ اور ترکہ اٹھارہ روپیہ میں تداخل ہے تو چھ سے اٹھارہ کو تقسیم کیا تو تین جواب آیا۔ تین کو بیٹی کے حصے یعنی تین سہام کو اٹھارہ کے وفق تین میں ضرب دیا تو نو روپیہ بیٹی کا حصہ ہو گیا۔ اسی طرح دوسرے وارثوں کا نکال دیا جائے گا۔

توضیح:۔ تصحیح کے عدد چوبیس اور ترکہ کے عدد بارہ میں تداخل ہے تو بارہ سے چوبیس کو تقسیم کیا جواب دو آیا۔ یہ چوبیس کا وفق ہے بیٹی کا حصہ جو بارہ سہام تھا اسے دو سے تقسیم کیا تو لڑکی کا حصہ چھ روپے ہو گیا اور باپ کے پانچ سہام کو دو سے تقسیم کیا تو 2-1 /2 روپیہ باپ کا حصہ ہوا۔ ماں کے چہار سہام کو دو سے تقسیم کیا تو دو روپیہ ماں کا حصہ ہوا۔ بیوی کے تین سہام کو دو سے تقسیم کیا ڈیڑھ روپیہ بیوی کا حصہ ہو گیا۔

مسئلہ ۴: اگر ہر فریق کا حصہ معلوم کرنا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر فریق کو جو کچھ اصل مسئلہ سے ملا ہے تو توافق کی صورت میں اسے ترکہ کے وفق میں ضرب دیں اور حاصل ضرب کو تصحیح مسئلہ کے وفق پر تقسیم کریں اب جو خارج ہوگا وہ اس فریق کا حصہ ہے۔ (5)

توضیح: بہنوں کو اصل مسئلہ سے مجموعی طور پر ۴ ملے تھے ان چار کو ترکہ کے وفق ۱۰ میں ضرب دی تو حاصل ۴۰ آیا۔ اب اس ۴۰ کو وفق مسئلہ پر تقسیم کیا تو خارج قسمت 13-1 /3 آیا۔ یہی چار بہنوں کے ترکہ سے مجموعی حصہ ہے، یہی حال باقی فریقوں کا ہے۔

مسئلہ ۵: اگر تصحیح اور ترکہ میں تباین کی نسبت ہو تو ہر فریق کے حصہ کو کُل ترکہ میں ضرب دیں گے اور حاصل کو کل تصحیح پر تقسیم کر دیں گے اب خارج قسمت اس فریق کا مجموعی حصہ ہوگا۔ (6)

---

(4) المرجع السابق، ص ۱۷۔

(5) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب التصحیح، فصل فی قسمۃ الترکات۔۔۔الخ، ص ۱۷۔

(6) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب التصحیح، فصل فی قسمۃ الترکات۔۔۔الخ، ص ۱۷۔

مسئلہ ٦: اگر فریق کے ہر ہر فرد کا حصہ معلوم کرنا ہو تو اس کا طریقہ بھی وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔(7)+صرف فرق اتنا ہے کہ بجائے فریق کے حصے کو ضرب دینے کے ہر ہر فرد کے حصے کو ضرب دی جائے گی۔

توضیح: اب مثال مذکور میں شوہر کا حصہ تو واضح ہے، ایک بہن کا حصہ اگر معلوم کرنا ہو تو ایک بہن کے حصہ کو وفق ترکہ میں ضرب دیں گے یعنی ایک کو دس میں دیں گے تو حاصل دس آیا اب دس کو تین پر تقسیم کیا تو حاصل 3-1/3 آیا۔

❀❀❀❀❀

(7) یعنی مسئلہ ۴: کے تحت جو مذکور ہوا۔

قرض خواہوں میں مال کی تقسیم

مسئلہ ۱: اگر میت کا مال اتنا ہے کہ ہر قرض خواہ کو اس کا پورا پورا حق مل سکتا ہے جب تو ظاہر ہے کسی تکلف کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر صورت یہ ہو کہ قرض خواہ (یعنی میت جن کا مقروض تھا) زائد ہیں اور ترکہ کم ہے اب کسی ایک کو پورا ادا کرنا اور باقی کو کم دینا انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ اس لئے ایک ایسا طریقہ وضع کیا گیا ہے کہ ہر قرض خواہ کو انصاف سے مل جائے، اور وہ یہ کہ ہر قرض خواہ کا دَین بمنزلہ سہم کے تصور کیا جائے اور تمام قرض خواہوں کے قرض کا مجموعہ بمنزلہ تصحیح یعنی مخرج مسئلہ کے تصور کیا جائے اور پھر وہی عمل کیا جائے جو تقسیم ترکہ میں ہوتا ہے۔

مثلاً۔ ایک شخص مر گیا اور ترکہ ۹ روپے چھوڑے جب کہ اس پر ایک شخص کے ۱۰ روپے تھے۔ دوسرے کے ۵ تو مجموعہ ۱۵ روپے ہوا۔ اس کو بمنزلہ مخرج مسئلہ کے کیا، اور ۹۔ ۱۵ میں توافق بالثلث ہے اب ہم نے دس والے کو (جو ایک شخص کا قرض تھا) ۳ میں (جو وفق ترکہ ہے) ضرب دی تو حاصل تیس آیا اب اس حاصل کو وفق تصحیح (۵) پر تقسیم کیا تو خارج دس والے کا حصہ قرار پایا اور وہ ۶ ہے۔ (1)

اس پر قیاس کرتے ہوئے تباین کی صورت کا حل کچھ مشکل نہ ہوگا۔

❁❁❁❁❁

(1) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب التصحیح، فصل فی قسمۃ الترکات... الخ، ص ۷۲، ۷۳۔

تخارُج کا بیان

اس سے مراد یہ ہے کہ وارثوں میں کوئی یا قرض خواہوں میں سے کوئی تقسیم ترکہ سے پہلے میت کے مال میں سے کسی معین چیز کو لینا چاہے اور اس کے عوض اپنے حق سے دستبردار ہو جائے خواہ وہ حق اس چیز سے زائد ہو یا کم اور اس پر تمام ورثہ یا قرض خواہ متفق ہو جائیں تو اس کا نام فقہ کی اصطلاح میں تخارج یا تصالح ہے۔ اس صورت میں طریق تقسیم یہ ہے کہ اس شخص کے حصہ کو تصحیح سے خارج کر کے باقی مال تقسیم کر دیا جائے۔ (1)

مثلاً۔ ایک عورت نے ورثہ میں شوہر، ماں اور چچا چھوڑے، اب شوہر نے کہا میں اپنا حصہ مہر کے بدلہ چھوڑتا ہوں، اس پر باقی ورثہ راضی ہو گئے تو مال اس طرح تقسیم ہوگا۔

توضیح: اب اصل مسئلہ شوہر کے ہوتے ہوئے ۶ تھا جس میں سے ۳ شوہر کو ملنا تھے اور تہائی۔ ۲۔ ماں کو ملنا تھے، جبکہ ا چچا کا تھا، اس لئے شوہر کا حصہ مہر کے عوض ساقط ہو گیا اور باقی وارثوں کے حصے حسب سابق رہے۔ خلاصہ یہ کہ وارثوں کو وہی حصے ملیں گے جو تخارج سے قبل خارج ہونے والے وارث کی موجودگی میں ملتے تھے۔ (2)

(1) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، فصل فی التخارج، ص ۷۳، ۷۴۔

(2) الدرالمختار، کتاب الفرائض، باب المخارج، ج ۱۰ ص ۶۰۲۔

ردّ کا بیان

مسئلہ ۱: ردّ عول کی ضد ہے کیونکہ عول میں حصے مخرج سے زائد ہو جاتے ہیں اور مخرج مسئلہ میں اضافہ کرنا پڑتا ہے جب کہ ردّ میں حصے گھٹ جاتے ہیں اور مخرج مسئلہ میں کمی کرنا پڑتی ہے، اب اگر یہ صورت واقع ہو کہ مخرج سے اصحاب فرائض کو انکے مقررہ حصوں کے دینے کے بعد بھی کچھ بچ جائے اور کوئی عصبہ بھی موجود نہ ہو تو باقی ماندہ کو اصحاب فرائض پر اُن کے حصوں کی نسبت سے دوبارہ تقسیم کیا جائے گا۔(1)

مسئلہ ۲: شوہر اور بیوی پر ردّ نہیں کیا جائے گا، جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔(2) (شریفیہ ص ۸۶ و محیط سرخسی بحوالہ عالمگیری ج ٦ ص ۴٦۹، درمختار ج ۵ ص ۵۴۷، تبیین الحقائق ج ٦ ص ۲۴۷)

اس زمانے میں بیت المال کا نظام نہیں ہے اس لئے زوجین (یعنی میاں بیوی) پر ردّ کر دیا جائے گا جب کہ اور کوئی وارث نہ ہو۔(3)

مسئلہ ۳: ردّ کے مسائل چار اقسام پر مشتمل ہیں۔ پہلی قسم یہ ہے کہ مسئلہ میں ان وارثوں میں سے جن پر ردّ ہوتا ہے صرف ایک قسم ہو اور جن پر ردّ نہیں ہوتا ہے یعنی (زوجین) میں سے کوئی نہ ہو اس صورت میں مسئلہ انکے عدد رؤس سے کیا جائے گا کیونکہ مال سب کا سب انہی کو دینا ہے اور چونکہ رؤس و مخرج میں تماثل ہے اس لئے مزید کسی عمل کی ضرورت نہیں۔(4)

مسئلہ ۴: اگر مسئلہ میں ایک سے زائد اجناس (اقسام) ان وارثوں کی ہیں جن پر رد ہوتا ہے اور جن پر رد نہیں ہوتا ہے وہ نہیں ہیں تو مسئلہ ان کے سہام سے کیا جائے گا۔(5)

توضیح = اس مسئلہ میں دادی کا حصہ چھٹا ہے اور ماں شریک بہن کا بھی یہی ہے، مسئلہ اگر ٦ سے کیا جاتا ہے تو ہر

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الرابع عشر فی الرد وھو ضد العول، ج٦، ص۴٦۹.
والشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب الرد، ص ۷۴، ۷۵.

(2) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب الرد، ص ۷۴، ۷۵.

(3) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الفرائض، باب العول، ج ۱۰، ص ۵۷۰.

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب الرابع عشر فی الرد وھو ضد العول، ج٦، ص ۴٦۹.

(5) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الفرائض، باب العول، ج ۱۰، ص ۵۷۲.

ایک کوایک ایک ملتا اور ۴ بچتے، اس لئے مسئلہ انکے سہام یعنی ۲ سے کر دیا گیا۔

توضیح = چونکہ ماں شریک بہنیں دو ہیں، اس لئے انکا مقررہ حصہ ثلث 1/3 ہے، جبکہ ماں کا حصہ چھٹا ہے۔اب اگر مسئلہ ٦ سے کیا جائے تو بہنوں کو چھ میں سے ۲ ملتے ہیں اور ماں کو ایک ۔لہٰذا ان کے مجموعی سہام (کل حصے) ۳ ہوئے پس بجائے اس کے کہ ٦ سے مسئلہ کریں ۳ ہی سے کر دیا۔اس طرح فرض حصہ دینے کے بعد جو کچھ بچا وہ بھی انہی کی طرف ردّ ہو گیا۔

توضیح: اصل مسئلہ ٦ سے تھا جن میں سے نصف (یعنی ۳) بیٹی کا ہے اور چھٹا یعنی ایک پوتی کا ہے تو کل حصے ۴ ہوئے انہی سے مسئلہ کر دیا گیا۔

توضیح: چونکہ بیٹیاں ۲ ہیں ان کو چھ کا دو تہائی یعنی ۴ ملنا ہے جب کہ ماں کو ایک ملے گا اس طرح مجموعی سہام ۵ بنتے ہیں اور انہی سے مسئلہ کر دیا گیا۔

مسئلہ ۵: اگر مَنْ یُرَدُّ عَلَیہ (یعنی جس پر ردھوتا ہے) کی ایک جنس ہو اور من لا یُردعلیہ بھی ہوں تو من لا یُرد علیہ (یعنی جس پر ردنہیں ھوتا ہے) کا حصہ پہلے اس کے اقل مخارج سے دیا جائے گا اور اس مخرج سے جو بچے گا اس کو من یردّ علیہ کے رؤس پر تقسیم کر دیا جائے گا اب اگر یہ باقی انکے رؤس پر پورا پورا تقسیم ہو جائے تب تو ضرب وغیرہ کی ضرورت نہیں جیسا کہ آگے آئے گا۔(6)

توضیح = جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، اس مسئلہ میں شوہر من لا یُردعلیہ میں سے ہے جب کہ بیٹیاں من یُردعلیہ میں سے ہیں۔اب شوہر کے لئے دو مخرج تھے ایک نصف اور دوسرا ربع، ربع اقل مخارج ہے۔پس ہم نے ۴ سے مسئلہ کیا اور شوہر کا حصہ دے دیا۔اب ۳ بچے تو ان کے من یردعلیہ یعنی بیٹیوں کے عدد رؤس ۳ پر تقسیم کر دیا گیا جو پورا تقسیم ہو گیا، لہٰذا مزید کسی عمل کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ ٦: اگر من لا یردعلیہ کو انکے اقل مخارج سے دینے کے بعد باقی ماندہ من یردعلیہ کے رؤس پر پورا تقسیم نہ ہو بلکہ اس میں اور ان کے اعداد رؤس میں نسبت توافق ہو تو انکے عدد رؤس کے وفق کو من لا یردعلیہ کے مخرج مسئلہ میں ضرب دی جائے گی اور حاصل کو مخرج مسئلہ قرار دیا جائے گا۔(7)

توضیح = یہاں من لا یردعلیہ میں سے شوہر ہے جس کا اقل مخرج ۴ ہے لہٰذا مسئلہ ۴ سے ہی کیا گیا اور شوہر کو ایک

---

(6) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الفرائض، باب العول، ج۱۰،ص ۵۷۲۔

والشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب الرد، ص۷۸۔

(7) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الفرائض، باب العول، ج۱۰،ص ۵۷۳۔

دے دیا اب ۳، چھ پر پوری طرح تقسیم نہیں ہوتا، لہٰذا ہم نے ۳ اور ۶ میں نسبت دیکھی تو وہ تداخل کی ہے جو حکم توافق میں ہے، اب بیٹیوں کے رؤس کا عدد وفق ۲ ہے، ۲ کو شوہر کے مخرج مسئلہ ۴ سے ضرب دی تو حاصل ۸ آیا، پھر اسی دو کو شوہر کے حصہ میں ضرب دی تو حاصل ۲ آیا اور بیٹیوں کے حصہ میں ضرب دی تو حاصل ۶ آیا اور ہر لڑکی کو ایک ایک ملا۔

مسئلہ ۷: اگر من لا یرد علیہ کے دینے کے بعد باقی ماندہ (بچا ہوا) میں اور من یرد علیہ کے رؤس میں نسبت تباین ہو تو کل عدد رؤس کو من لا یرد علیہ کے مخرج مسئلہ میں ضرب دی جائے گی اور حاصل ضرب مخرج مسئلہ ہوگا۔ (8)

توضیح = شوہر کا حصہ ادا کرنے کے بعد ۳ اور ۵ میں تباین ہے، لہٰذا ۵ کو ۴ میں ضرب دیا تو حاصل بیس آیا جو مخرج مسئلہ بنایا گیا ہے پھر اس ۵ کو ہر فریق کے حصہ سے ضرب دے دی۔ ع

مسئلہ ۸: مسائل ردّ میں چوتھی قسم یہ ہے کہ من لا یرد علیہ کے ساتھ من یرد علیہ کی دو جنسیں ہوں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ من لا یرد علیہ سے باقی ماندہ کو مسئلہ من یرد علیہ پر تقسیم کیا جائے اگر پورا تقسیم ہو جائے تو ضرب کی ضرورت نہیں اور اس کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ بیوی کو چوتھائی ملتا ہو اور باقی من یرد علیہ پر اَثلاثاً (یعنی تین حصوں میں) تقسیم ہو رہا ہو (9)۔

توضیح = یہاں بیوی کو چوتھائی دیا گیا ہے اور مسئلہ ۴ سے کیا گیا ہے اور من یرد علیہ کا مسئلہ الگ کیا گیا ہے وہ اس طرح کہ اگر صرف دادیاں اور ماں شریک بہنیں ہوتیں تو مسئلہ بالرد ۳ ہوتا جن میں سے ۲ بہنوں کو اور ایک دادی کو ملتا۔ اب من یرد علیہ کا مسئلہ ۳ سے ہے اور من لا یرد علیہ کا حصہ دے کر ۳ بچتے ہیں لہٰذا اب ضرب کی ضرورت نہیں لیکن دادیوں پر ایک پورا تقسیم نہیں ہوتا جبکہ بہنوں پر ۲ پورے تقسیم نہیں ہوتے، دادیوں کے سہام اور اعداد رؤس میں تباین ہے لہٰذا ان کو اپنے حال پر رکھا گیا جب کہ بہنوں کے سہام اور اعداد رؤس میں توافق ہے لہٰذا بہنوں کا عدد وفق نکالا گیا جو ۳ ہے اب ہمارے پاس یہ اعداد رؤس ہیں: ۱، ۴، ۳ جو سب متباین ہیں۔ لہٰذا ہم نے بہنوں کے اعداد رؤس کے وفق کو دادیوں کے کل اعداد روس میں ضرب دیا تو حاصل ۱۲ آیا۔ پھر اس حاصل کو من لا یرد علیہ کے مسئلہ ۴ سے ضرب دی تو حاصل اڑتالیس ۴۸ آیا پھر اسی بارہ ۱۲ سے ہر فریق کے حصہ کو ضرب دی تو جو حاصل آیا وہ ہر ایک فریق کا حصہ ہے جیسا کہ آپ مثال میں دیکھ رہے ہیں۔

---

(8) الدر المختار ورد المحتار، کتاب الفرائض، باب العول، ج ۱۰، ص ۵۷۲.

والشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب الرد، ص ۷۸.

(9) السراجی، باب الرد، ص ۲۸.

مسئلہ ۹: اگر من لا یردعلیہ کا حصہ دینے کے بعد باقی ماندہ من یردعلیہ کے مخرج مسئلہ پر پورا تقسیم نہ ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ من یردعلیہ کے کل مسئلہ کو من لا یردعلیہ کے مسئلہ میں ضرب دیں اب جو حاصل ہوگا وہ دونوں فریقوں کا مخرج مسئلہ ہوگا۔ (10)

توضیح = اصولی طور پر یہ مسئلہ ۲۴ سے ہونا تھا کیونکہ آٹھواں دو تہائی اور چھٹے کے ساتھ آرہا ہے لیکن حصے بچتے تھے اس لئے مسئلہ رد کا ہوگیا تو پہلے بیویوں کو ان کے اقل مخارج ۸ سے حصہ دیا پھر من یردعلیہ کا مسئلہ الگ حل کر کے دیکھا تو وہ ۵ ہو رہا ہے جس میں سے ۴ بیٹیوں کے حصہ میں آرہے ہیں اور ایک دادی کے، اب بیویوں کا حصہ نکالنے کے بعد ۷ بچے جو ۵ پر پورے تقسیم نہیں ہوتے، اب من لا یُردعلیہ کے باقی ماندہ ۷ اور مسئلہ من یردعلیہ ۵ میں تباین ہونے کی وجہ سے مسئلہ من یردعلیہ ۵ کو کل مسئلہ من لا یردعلیہ میں ضرب دی تو حاصل چالیس ۴۰ آیا جو فریقین کا مخرج مسئلہ ہے۔ اب ان میں سے ہر فریق کا حصہ معلوم کرنا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ من لا یردعلیہ کے سہام کو (حصوں کو) مسئلہ من لا یردعلیہ میں ضرب دیں جیسے یہاں ایک کو ۵ سے ضرب دی تو حاصل ۵ آیا یہ من لا یردعلیہ کا حصہ ہے اور من یردعلیہ میں سے ہر فریق کے حصہ کو مسئلہ من لا یردعلیہ کے باقی ماندہ سے ضرب دی جائے گی تو بیٹیوں کو ۴ ملے تھے انہیں جب ۷ میں ضرب دی گئی تو حاصل ۲۸ آیا جو بیٹیوں کا مجموعی حصہ ہے، اور دادیوں کے حصے کو جب سات میں ضرب دی تو ۷ آیا یہ دادیوں کا مجموعی حصہ ہے اب اگر ہر فریق یا بعض کے حصے انکے رؤس پر (یعنی ان کی تعداد پر) پوری طرح تقسیم نہ ہوتے ہوں تو وہی عمل دہرایا جائے گا جو تصحیح کے باب میں ہم بیان کرآئے ہیں، مثلاً اسی مسئلہ میں بیویوں کی تعداد ۴ اور انکے حصے ۵ ہیں جن میں تباین ہے اس لئے ان اعداد کو یونہی رکھا گیا۔ بیٹیاں ۹ ہیں اور ان کے حصے ۲۸ ان میں بھی تباین کی نسبت ہے لہٰذا یہ بھی اپنی جگہ رہے اور یہی حال دادیوں کا ہے اب صرف رؤس کے درمیان نسبت تلاش کی تو دادیاں ۶ اور بیویاں ۴ ہیں۔ ان میں توافق بالنصف ہے لہٰذا ہم نے ۴ کے نصف ۲ کو ۶ میں ضرب دی تو حاصل ۱۲ آیا۔ اور یہ عدد بیٹیوں کی تعداد ۹ سے توافق بالثلث کی نسبت رکھتا ہے لہٰذا ۱۲ کے ثلث ۴ کو ۹ میں ضرب دی تو حاصل ۳۶ آیا اس کو ۴۰ میں ضرب دی تو حاصل ایک ہزار چار سو چالیس آیا۔ پھر اسی مضروب سے ہر فریق کے حصوں کو ضرب دی بیویوں کے حصے ۵ کو ۳۶ سے ضرب دی تو حاصل ایک سو اسی ۱۸۰ آیا، جب اس کو ۴ پر تقسیم کیا تو ہر ایک کو ۴۵ ملا۔ بیٹیوں کے حصہ ۲۸ کو جب ۳۶ سے ضرب دی تو حاصل ایک ہزار آٹھ آیا۔ اس کو ۹ پر تقسیم کیا ہر لڑکی کو ۱۱۲ ملا پھر دادیوں کے حصے ۷ کو ۳۶ سے ضرب دی تو حاصل دو سو باون آیا اور اس کو ۶ پر تقسیم کیا تو ہر ایک کا حصہ بیالیس نکلا۔ (11)

---

(10) السراجی، باب الرد، ص۲۸۔

(11) التبیین الحقائق، کتاب الفرائض، ج۷، ص۵۰۵۔

مُناسخہ کا بیان

یہ لفظ نسخ سے نکلا ہے جس کے معنی بدلنے کے ہیں اور فرائض کی اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ میت کے ترکہ کی تقسیم سے قبل ہی اگر کسی وارث کا انتقال ہو جائے تو اس کا حصہ اس کے وارثوں کی طرف منتقل کر دیا جائے۔(1)

مسئلہ ۱: اگر دوسری میت کے وَرَثہ بعینہ وہی ہیں جو پہلی میت کے تھے اور تقسیم میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا ہے تو ایک ہی مرتبہ تقسیم کافی ہوگی کیونکہ تکرار بے کار ہے۔(2)

اب ان بیٹیوں میں سے اگر کوئی مر جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو سوائے حقیقی بھائی اور بہنوں کے تو اب ظاہر ہے کہ ان کے درمیان ترکہ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کی بنیاد پر تقسیم کیا جائے گا اور اس طرح ان کے حصوں میں تقسیم کے اعتبار سے کچھ فرق نہ ہوگا لہٰذا بجائے اس کے کہ ہم دوبارہ علیحدہ مسئلہ کی تصحیح کریں ہم نے شروع سے مال اس طرح تقسیم کیا کہ مرنے والی بیٹی کو بالکل ساقط کر دیا۔ جیسے مثال سابق کو اس طرح حل کریں گے۔

یعنی اب بیٹیاں بجائے ۳ کے دو ہی ہیں اور مرنے والی بیٹی کا ترکہ از خود اس کے بھائیوں اور بہنوں پر منقسم ہوگا۔

مسئلہ ۲: اگر دوسری میت کے ورثہ پہلی میت کے ورثہ سے مختلف ہیں تو اس کی تصحیح کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے پہلی میت کا ترکہ بیان کردہ اصولوں کے مطابق تقسیم کیا جائے پھر دوسری میت کا ترکہ بھی اصول مذکورہ کی روشنی میں تقسیم کریں، اب مناسخہ کا عمل شروع ہوگا اور وہ یہ ہے کہ دوسری میت کے مسئلہ کی تصحیح اور اس کے مافی الید (یعنی جو حصہ اس کو پہلی میت سے ملا ہے) میں تین حالتوں میں سے کوئی حالت ہوگی! یا ان دونوں میں نسبت تماثل ہوگی یا توافق ہوگی یا تباین ہوگی۔ اگر نسبت تماثل ہے تب تو ضرب کی ضرورت نہیں بلکہ پہلی تصحیح بمنزلہ اصل مسئلہ کے ہو جائے گی اور دوسری تصحیح کے ورثہ گویا پہلی تصحیح کے ورثہ بن جائیں گے۔ اس طرح دونوں میتوں کے وارثوں کا مخرج مسئلہ ایک ہی رہے گا اور اگر نسبت توافق ہو تو تصحیح ثانی کے عدد وفق کو پہلی تصحیح کے کُل میں ضرب دی جائے گی اور اگر نسبت تباین ہو تو تصحیح ثانی کو تصحیح اول میں ضرب دی جائے گی۔ اب جو حاصل آئے گا وہ دونوں مسئلوں کا مخرج ہوگا پھر ان دونوں آخری صورتوں میں پہلی تصحیح کے ورثہ کے حصوں کو دوسری تصحیح کے کُل یا وفق میں ضرب دی جائے گی، جبکہ دوسری تصحیح کے ورثہ کو مافی الید

---

(1) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب المناسخۃ، ص۹۰۔

(2) المرجع السابق۔

کے کُل یا وفق میں ضرب دی جائے گی۔(3)

مسئلہ ۳: اگر مافی الید اور تصحیح ثانی میں نسبت تداخل ہو تو چھوٹے عدد کو کسی سے ضرب نہیں دی جائے گی بڑے عدد کے وفق سے ضرب دی جائے گی۔

مسئلہ ۴: اگر دوسرے کے بعد تیسرا چوتھا (آگے تک) مرتا رہے تو یہی اصول جاری ہوں گے صرف یہ خیال رہے کہ پہلی اور دوسری تصحیح کا مبلغ، پہلے مسئلہ کی تصحیح کے قائم مقام ہوگا اور تیسرا بمنزلہ دوسری تصحیح کے ہوگا۔(4) وعلٰی ھٰذا القیاس۔

توضیح = اصطلاح میں ایک میت کے ورثہ کو ایک بطن کہتے ہیں۔ اب یہ مسئلہ چار بطون پر مشتمل ہے۔ بطن اوّل میں مسئلہ ردّ کا ہے۔ 1/4 حصہ شوہر کو، 1/2 بیٹی کو اور 1/6 ماں کو۔ حسب قاعدہ شوہر کو اقلِ مخارج یعنی ۴ سے حصہ دیا گیا پھر ماں اور بیٹی کا مسئلہ الگ کیا تو ۶ سے ہوا، اس میں سے نصف یعنی ۳ بیٹی کو اور چھٹا یعنی ۔ا۔ ماں کو دیا۔ اب انکے حصوں کو بمنزلہ رؤوس کے قرار دیا گیا اور ان کی نسبت شوہر کا حصہ الگ کرنے کے بعد باقی مسئلہ سے کی تو تباین کی نسبت نکلی کیونکہ ۳ اور ۴ میں تباین ہے پھر چار کو چار سے ضرب دی تو حاصل ۱۶ آیا اب جن پر رد کیا جاتا ہے انکے سہام کو ان لوگوں کے سہام میں ضرب دیا جن پر رد نہیں کیا جاتا ہے تو حاصل چار آیا اور جن پر رد کیا جاتا ہے انکے سہام کو جن لوگوں پر رد نہیں کیا جاتا انکے باقی میں ضرب دی یعنی ۔۳۔ تو بیٹی کو ۹ ملے اور ماں کو ۶ ملے پھر شوہر کا انتقال ہو گیا اور اس نے اپنی دوسری بیوی اور باپ اور ماں چھوڑے۔ مسئلہ چار سے کیا چوتھائی بیوی کو دیا اور باقی ماندہ کا ایک تہائی ماں کو دیا اور باقی ۲ بطور عصوبت (یعنی عصبہ ہونے کی وجہ سے) باپ کو دیئے، اب چونکہ مخرج مسئلہ ثانی ۴ اور مافی الید ۴ میں مماثلت ہے اسلئے ضرب کی کوئی ضرورت نہیں اور دونوں مسئلوں کا مخرج وہی سولہ رہا جو پہلے تھا۔ پھر کریمہ کا انتقال ہوا اس نے ایک بیٹی دو بیٹے اور نانی چھوڑی، مسئلہ ۶ سے ہوا ایک بیٹی کو ایک دادی کو ملا اور دو دو ہر بیٹے کے حصہ میں آئے۔ اب مافی الید ۹ اور مسئلہ ۶ میں توافق بالثلث ہے تو چھ کے وفق یعنی ۲ کو پہلے مسئلے سے ضرب دی تو حاصل بتیس آیا پھر اسی دو کو بطن نمبر ۲ کے ورثہ کے حصوں میں ضرب دی اور مافی الید کے وفق یعنی ۳ سے بطن نمبر ۳ کے ورثہ کے حصوں کو ضرب دی۔ اب عظیمہ کا انتقال ہوا اس نے شوہر اور ۲ بھائی چھوڑے مسئلہ ۲ سے ہوا جن میں ایک شوہر کو ملا اور چونکہ ایک دو بھائیوں پر پورا منقسم نہیں ہوتا تھا اس لئے عدد رؤوس کو اصل مسئلہ میں ضرب دی تو حاصل ۴ آیا پھر اسی مضروب کو ہر ایک کے حصے میں ضرب دے دی اب مافی الید ۹ اور مسئلہ ۴ میں نسبت تباین ہے لہٰذا ۴ کو ۳۲ سے ضرب دی تو

(3) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، باب المناسخۃ، ص۹۱۔۹۴۔

(4) السراجی، باب المناسخۃ، ص۴۳۔

حاصل ایک سو اٹھائیس آیا۔ پھر اس چار کو اوپر والے بطون کے ورثہ کے حصوں سے ضرب دی اور ۹ کو اسی میت کے ورثہ سے ضرب دی۔

فائدہ: یہ خیال رہے کہ ضرب صرف انہی ورثہ کے حصوں میں دی جائے گی جو زندہ ہوں اور جو مُردہ ہو چکے ہیں ان کو ایک مربع خانہ میں محصور کر دیا جائے گا تا کہ ضرب دیتے وقت غلطی کا امکان نہ رہے۔ مناسخہ میں ورثہ کے نام ضرور لکھے جائیں خواہ فرضی کیوں نہ ہوں، اس لئے کہ جب ان میں سے بعض ورثہ کا انتقال ہوگا تو ان کے باہمی رشتہ کے تعین میں آسانی ہوگی۔ نیز اختتام عمل پر لفظ الاحیاء المُبَلَّغ لکھ کر جو زندہ وارث ہوں ان کے مجموعی حصص (کل حصے) لکھے جائیں گے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی شخص کئی بطون سے (یعنی کئی میتوں سے) مختلف حصے پاتا ہے۔ مثلاً خالد نے بطن اول سے ۲ بطن ثانی سے ۴ بطن ثالث سے ۶ حصے پائے تو اب الاحیاء کے نیچے اس کا نام لکھ کر ۱۲ لکھیں گے اس طرح عمل مناسخہ تکمیل کو پہنچے گا۔

ذوی الارحام کا بیان

مسئلہ ۱: اگرچہ ذوی الارحام کے معنی مطلق رشتہ داروں کے ہیں لیکن اصحاب فرائض کی اصطلاح میں اس سے مراد صرف وہ رشتہ دار ہیں جو نہ تو اصحاب فرائض میں سے ہیں اور نہ ہی عصبات میں سے ہیں۔(1)

مسئلہ ۲: ذوی الارحام کی چار اقسام ہیں (۱) پہلی قسم میں وہ لوگ ہیں جو میت کی اولاد میں ہوں۔ یہ بیٹیوں یا پوتیوں کی اولاد ہے۔ (۲) دوسری قسم، یہ وہ لوگ ہیں جن کی اولاد خود میت ہے یہ جد فاسد یا جدہ فاسدہ ہے خواہ ان کی تعداد کتنی ہی کیوں نہ ہو۔ (۳) تیسری قسم، یہ وہ لوگ ہیں جو میت کے ماں باپ کی اولاد میں ہوں جیسے حقیقی بھائیوں کی بیٹیاں یا علاتی (یعنی باپ شریک) بھائیوں کی بیٹیاں اور اخیافی (یعنی ماں شریک) بھائیوں کے بیٹے بیٹیاں اور ہر قسم کی بہنوں کی اولاد۔ (۴) چوتھی قسم، یہ وہ لوگ ہیں جو میت کے دادا دادی، نانا نانی کی اولاد میں ہوں۔ جیسے باپ کا ماں شریک بھائی اور اس کی اولاد، پھوپھیاں اور ان کی اولاد، ماموں اور ان کی اولاد، خالائیں اور ان کی اولاد اور ماں باپ دونوں یا باپ کی طرف سے چچاؤں کی بیٹیاں یا ان کی اولاد۔(2)

مسئلہ ۳: ان میں ترتیب یہی ہے کہ پہلی قسم کے ہوتے ہوئے دوسری قسم کے ذوی الارحام وارث نہ ہوں گے اور دوسری قسم کے ہوتے ہوئے تیسری قسم کے وارث نہ ہوں گے۔ تیسری قسم کے ہوتے ہوئے چوتھی قسم کے وارث نہ ہوں گے۔(3)

مسئلہ ۴: ذوی الارحام اسی وقت وارث ہوں گے جب کہ اصحاب فرائض میں سے وہ لوگ موجود نہ ہوں جن پر مال دوبارہ رد کیا جا سکتا ہو اور عصبہ بھی نہ ہو۔(4)

مسئلہ ۵: اس پر اجماع ہے کہ زوجین کی وجہ سے ذوی الارحام مجوب نہ ہوں گے یعنی زوجین کا حصہ لینے کے بعد ذوی الارحام پر تقسیم کیا جائے گا۔(5)

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، ج۶، ص۴۵۸.

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، ج۶، ص۴۵۸.

(3) المرجع السابق، ص۴۵۹.

(4) المرجع السابق.

(5) المرجع السابق.

مسئلہ ٦: پہلی قسم کے ذوی الارحام میں میراث کا زیادہ مستحق وہ ہے جو میت سے اقرب ہو جیسے نواسی، پر پوتی سے زیادہ مستحق ہے۔(6)

مسئلہ ٧: اگر قرب درجہ میں سب برابر ہیں تو ان میں سے جو وارث کی اولاد ہے وہ زیادہ مستحق ہے خواہ وہ عصبہ کی اولاد ہو یا صاحب فرض کی ہو، جیسے پر پوتی نواسی کے بیٹے سے زیادہ مستحق ہے اور پوتی کا بیٹا نواسی کے بیٹے سے زیادہ مستحق ہے۔(7)

مسئلہ ٨: اگر قرب میں (یعنی رشتہ داری کے تعلق میں) سب برابر ہوں اور ان میں وارث کی اولاد کوئی نہ ہو یا سب وارث کی اولاد ہوں تو مال سب میں برابر تقسیم کیا جائے گا جب کہ تمام ذوی الارحام مرد ہوں یا تمام عورتیں ہوں اور اگر کچھ مرد ہوں اور کچھ عورتیں ہوں تو لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کے مطابق تقسیم ہوگا۔ اس حکم پر ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے جب کہ ان ذوی الارحام کے آبا و امہات (یعنی اصول) ذکورۃ و انوثت کی صفت میں متفق ہوں۔(8)

مسئلہ ٩: اگر اصول کی صفات ذکورت و انوثت کے اعتبار سے (یعنی مرد و عورت ہونے کے اعتبار سے) مختلف ہوں تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ابدان فروع کا اعتبار ہوگا اور مال انکے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔ بشرطیکہ وہ سب مرد ہوں یا سب عورتیں ہوں اور اگر ملے جلے ہوں تو لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کے مطابق تقسیم ہوگا۔(9)

توضیح: اب چونکہ یہاں صفت اُصول متفق ہے یعنی دونوں بیٹی کی اولاد ہیں تو مال کی تقسیم باعتبار ابدان ہوگی۔ یعنی نواسہ مرد ہونے کی وجہ سے بمنزلہ دو عورتوں کے ہے گویا کُل ٣ وارث ہوئے تو مال کے تین حصہ کر لئے گئے۔ دو حصے نواسے کو اور ایک حصہ نواسی کو دے دیا گیا۔(10)

توضیح = اب چونکہ اصول دونوں کے متفق ہیں یعنی مونث ہیں تو اب مال وارثوں کے ابدان کے اعتبار سے تقسیم ہو گا یعنی مرد کو دوگنا اور عورت کو اکہرا (یعنی ایک حصہ) ملے گا۔(11)

---

(6) المرجع السابق.

(7) المرجع السابق.

(8) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، ج٦،ص٤٥٩.

(9) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، ج٦،ص٤٥٩.

(10) المرجع السابق.

(11) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، ج٦،ص٤٥٩.

توضیح = اس صورت میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے مال ان کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کردیا جائے گا۔(12)

توضیح = اس صورت میں بھی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک وارثوں کے ابدان کا اعتبار کر کے نواسی کے بیٹے کو نواسے کی دونوں بیٹیوں کے برابر قرار دے کر، دو نواسی کے بیٹے کو اور ایک ایک نواسے کی دونوں بیٹیوں کو دیا جائے گا۔(13)

فائدہ: ذوی الارحام کے بارے میں امام اسبیجابی نے مبسوط میں فرمایا کہ ابو یوسف (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کا قول اصح ہے کیونکہ وہ سہل تر ہے۔ صاحب محیط کا بیان ہے کہ بخارا کے مشائخ (یعنی بخارا کے علمائے کرام) نے ان مسائل میں ابو یوسف کے قول پر ہی فتویٰ دیا ہے۔(14) اس لئے اس کتاب میں ابو یوسف کا قول ہی اختیار کیا گیا ہے۔

❁❁❁❁❁

(12) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، ج٦، ص٤٥٩۔

(13) المرجع السابق، ص٤٦٠۔

(14) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، ج٦، ص٤٦٠۔

ذوی الارحام کی دوسری قسم

مسئلہ ۱: ذوی الارحام کی دوسری قسم وہ لوگ ہیں جن کی اولاد میں میت خود ہے، جیسے فاسد دادا اور دادی ان میں میراث کا مستحق وہی ہوگا جو میت سے زیادہ قریب ہوگا خواہ وہ باپ کی جانب کا ہو یا ماں کی جانب کا اور قریب والے کے ہوتے ہوئے دور والا محروم رہے گا خواہ یہ قریب والا مؤنث ہو اور بعید والا مذکر ہو۔(1)

چونکہ ان تینوں میں نانا میت کے زیادہ قریب ہے اس لئے کل مال نانا ہی کو ملے گا اور باقی دونوں محروم ہوں گے۔

مسئلہ ۲: اگر یہ لوگ رشتہ داری کے قرب کے اعتبار سے برابر ہوں تو انکی چھ صورتیں ہیں۔

(۱) ان میں سے بعض کی نسبت میت کی جانب وارث کے واسطے سے ہو اور بعض کی نسبت وارث کے واسطے سے نہ ہو۔ جیسے اب ام الام یعنی نانی کا باپ، اب اب الام یعنی نانا کا باپ۔

توضیح: ان میں نانی کے باپ کی رشتہ داری میت سے نانی کے واسطے سے ہے اور نانی ذوی الفروض میں ہے اور نانا کے باپ کی رشتہ داری نانا کے واسطے سے ہے وہ خود ذوی الفروض میں سے نہیں ہے بلکہ ذوی الارحام میں ہے لیکن نانی کا باپ اور نانا کا باپ درجہ میں برابر ہیں اس لئے مذہب صحیح پر دونوں وارث ہوں گے اور وارث کے ذریعہ سے رشتہ داری سبب ترجیح نہ ہوگی۔(2)

(۲) ان سب کی نسبت میت کی طرف وارث کے واسطے سے ہو جیسے اب ام اب یعنی دادی کا باپ اور جیسے اب ام ام یعنی نانی کا باپ۔

توضیح: دادی کے باپ کی رشتہ داری دادی کے ذریعہ سے ہے اور دادی ذوی الفروض میں ہے اسی طرح نانی کے باپ کی رشتہ داری نانی کے ذریعہ سے ہے وہ بھی ذوی الفروض میں سے ہے تو دونوں وارث ہوں گے۔

(۳) ان میں سے کسی کی نسبت میت کی طرف وارث کے واسطے سے نہ ہو۔ جیسے اب اب ام یعنی نانا کا باپ وام اب ام یعنی نانا کی ماں۔

توضیح: نانا کے باپ کی رشتہ داری نانا کے واسطے سے ہے اور نانا ذوی الارحام میں ہے۔ یہی رشتہ نانا کی ماں کا بھی ہے لہذا دونوں کی رشتہ داری وارث کے واسطے سے نہیں ہے تو دونوں وارث ہو جائیں گے۔

---

(1) السراجی، باب ذوی الارحام، فصل فی الصنف الثانی، ص ۴۱۔

(2) الفتاوی الھندیہ، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، ج ۶، ص ۴۶۰۔

(۴) ان سب کی میت سے رشتہ داری میت کے باپ کی طرف سے ہو۔ جیسے اب اب ام الاب یعنی دادی کا دادا اور ام اب ام الاب یعنی دادی کی دادی۔

(۵) ان سب کی میت سے رشتہ داری میت کی ماں کی جانب سے ہو جیسے اب اب الام نانا کا باپ اور جیسے ام اب ام نانا کی ماں۔

(۶) ان میں سے بعض کی رشتہ داری میت کے باپ کی جانب سے اور بعض کی رشتہ داری ماں کی جانب سے ہو، جیسے اب ام الاب یعنی دادی کا باپ اور اب ام الام نانی کا باپ۔

مسئلہ ۳: جب درجہ میں مساوی ذوی الارحام کی میت سے قرابت میں اتحاد ہو مثلاً سب میت کے باپ کی جانب کے رشتہ دار ہوں جیسا چوتھی صورت میں ہے یا سب کی قرابت میت کی ماں کی جانب سے ہو جیسے پانچویں صورت میں ہے، اور جس کے ذریعہ سے قرابت ہے وہ مذکر و مؤنث ہونے میں بھی یکساں ہے تو یہ ذوی الارحام بھی اگر خود سب مذکر ہوں یا سب مؤنث ہوں تو سب کو برابر حصہ ملے گا۔ اور اگر بعض مذکر ہیں اور بعض مؤنث تو لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ حصہ ہوگا اور اگر جن کے ذریعہ سے نسبت تھی ان کے مذکر و مؤنث ہونے میں اختلاف ہو تو سب سے پہلی جگہ جہاں اختلاف ہوا تھا وہاں مذکروں کو (یعنی مردوں کو) دو حصے اور مؤنثوں کو (یعنی عورتوں کو) ایک حصہ دیا جائے گا۔(3) پھر مذکروں کے حصے کو انکے وارثوں میں اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ سب مذکر ہوں یا سب مؤنث تو ان کے ابدان پر برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا اور اگر کچھ مذکر ہیں اور کچھ مؤنث تو لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ، بالکل اسی طرح مؤنثوں کے حصے ان کے وارثوں میں تقسیم کیے جائیں گے۔

چوتھی صورت کی یہ تین مثالیں ہیں:

توضیح مثال ۱: اس میں دادی کے دادا اور دادی کے نانا دونوں کی رشتہ داری باپ کی جانب سے ہے اور درجہ میں بھی دونوں برابر ہیں اور دونوں مذکر ہیں لیکن دادی کے دادا کی قرابت دادی کے باپ کی وجہ سے ہے اور وہ مذکر ہے اور دادی کے نانا کی قرابت دادی کی ماں کی وجہ سے ہے اور وہ مؤنث ہے لہٰذا مال کے تین حصے کر کے دادی کے دادا کو دو حصے اور دادی کے نانا کو ایک حصہ ملے گا۔

توضیح مثال ۲: اس میں دادی کی نانی اور دادی کی دادی دونوں کی رشتہ داری باپ کی جانب سے ہے اور درجہ میں دونوں برابر ہیں اور دونوں مؤنث ہیں لیکن دادی کی دادی کی نسبت میت کی جانب دادی کے باپ کے ذریعہ سے ہے اور وہ مذکر ہے اور دادی کی نانی کی نسبت دادی کی ماں کے ذریعہ سے ہے اور وہ مؤنث ہے لہٰذا مال کے تین حصے کر کے

دو حصے دادی کی دادی کو اور ایک حصہ دادی کی نانی کو ملے گا۔

توضیح مثال ۳: دادی کا دادا اور دادی کی دادی دونوں کی رشتہ داری تو باپ کی جانب سے ہے اور درجہ میں بھی برابر ہیں اور جس کے ذریعہ سے قرابت ہے وہ بھی دونوں جگہ مذکر ہے مگر یہ مذکر و مؤنث ہونے میں مختلف ہیں لہٰذا مال کے تین حصہ کر کے دو حصہ دادی کے دادا کو اور ایک حصہ دادی کی دادی کو دیا جائے گا۔

پانچویں صورت کی یہ تین مثالیں ہیں:

توضیح مثال ۱: نانا کے دادا اور نانی کا دادا دونوں کی رشتہ داری ماں کی طرف سے ہے اور درجہ میں دونوں برابر ہیں اور دونوں مذکر ہیں۔ لیکن ذریعہ قرابت میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف ماں کے اوپر نانی اور نانا میں ہوا۔ لہٰذا وہیں مال اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ نانا کو دو حصے اور نانی کو ایک حصہ ملے گا پھر نانا کا حصہ اس کے دادا کو اور نانی کا حصہ اس کے دادا کو دیا جائے گا۔

توضیح مثال ۲: نانا کی دادی اور نانا کی نانی دونوں کی رشتہ داری ماں کی جانب سے ہے اور دونوں درجہ میں برابر ہیں اور دونوں مؤنث ہیں لیکن ذریعہ قرابت میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف نانا کے اوپر سے شروع ہوا نانا کی دادی کی قرابت نانا کے باپ کی وجہ سے ہے اور نانا کی نانی کی قرابت نانا کی ماں کی وجہ سے ہے، لہٰذا نانا کی ماں اور باپ میں پہلے مال اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ نانا کے باپ کو دو حصے اور نانا کی ماں کو ایک حصہ دیا جائے گا پھر نانا کے باپ کا حصہ اس کی ماں کو اور نانا کی ماں کا حصہ اس کی ماں کو دے دیا جائے گا۔

توضیح مثال ۳: نانا کا باپ اور نانی کی ماں دونوں کی رشتہ داری ماں کی جانب سے ہے اور دونوں درجہ میں برابر ہیں مگر مؤنث و مذکر میں مختلف ہیں لہٰذا کوئی اور وارث نہ ہونے کی صورت میں مال کے تین حصہ کر کے نانا کے باپ کو دو حصے اور ایک حصہ نانی کی ماں کو ملے گا۔

❁❁❁❁❁

ذوی الارحام کی تیسری قسم

میت کے بھائی بہنوں کی وہ اولادیں ہیں جو عصبات و ذوی الفروض میں نہیں ہیں مثلاً ہر قسم کے بھائیوں یعنی عینی، علاتی (یعنی باپ شریک)، اخیافی (یعنی ماں شریک) بھائیوں کی بیٹیاں اور ہر قسم کی بہنوں کے بیٹے بیٹیاں اور اخیافی (یعنی ماں شریک) بھائیوں کے بیٹے۔

مسئلہ ۱: ان ذوی الارحام میں اگر درجہ میں تفاوت ہو تو جو زیادہ قریب ہوگا اگرچہ مؤنث ہو وہ وارث ہوگا بعید والا وارث نہیں ہوگا (1)

توضیح: چونکہ بھانجی اور بھتیجی کا لڑکا دونوں ذوی الارحام کی تیسری قسم میں ہیں بھانجی قریب ہے اس لئے جب ذوی الارحام کی قسم اول اور ثانی نہ ہو تو قسم ثالث میں بھانجی وارث ہو جائے گی بھتیجی کا بیٹا وارث نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۲: اور اگر درجہ میں سب برابر ہوں تو تین صورتیں ہوں گی یا تو سب وارث کی اولاد ہوں گے یا کوئی وارث کی اولاد نہ ہوگا یا بعض وارث کی اولاد ہوں گے اور بعض وارث کی اولاد نہ ہوں گے۔ تو اگر بعض وارث کی اولاد ہوں اور بعض وارث کی اولاد نہ ہوں تو وارث کی اولاد مقدم ہوگی غیر وارث کی اولاد پر۔ (2)

توضیح: بھتیجے کی بیٹی اور بھانجی کا بیٹا درجہ میں دونوں برابر ہیں مگر بھتیجہ خود عصبہ ہے اور بھانجی ذوی الارحام میں ہے اس لئے بھتیجے کی بیٹی وارث کی اولاد ہونے کی وجہ سے وارث ہوگی اور بھانجی کا بیٹا وارث نہیں ہوگا خواہ یہ بہن بھائی جن کی اولادیں یہ ہیں حقیقی ہوں یا علاتی (یعنی باپ شریک) ہوں یا ایک علاتی (یعنی باپ شریک) اور ایک عینی ہو تینوں صورتوں کا یہی حکم ہے۔ (3)

مسئلہ ۳: اگر تیسری قسم کے ذوی الارحام سب وارث کی اولاد ہیں تو اس کی بھی تین صورتیں ہیں: (۱) سب عصبہ کی اولاد ہوں۔ (۲) سب ذوی الفروض کی اولاد ہوں۔ (۳) بعض عصبہ کی اولاد ہوں اور بعض ذوی الفروض کی۔

مثال ۱: بنت ابن اخ حقیقی۔ (سگے بھائی کی پوتی) بنت ابن اخ حقیقی۔ بنت ابن اخ علاتی۔ (باپ شریک بھائی کی پوتی) بنت ابن اخ علاتی۔

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، ج۶، ص۴۶۱۔

(2) ردالمحتار، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الارحام، ج۱۰، ص۵۷۹۔

(3) المرجع السابق۔

مثال ۲: بنت اخت عینی۔(سگی بھانجی) بنت اخت عینی۔ بنت اخت علاتی۔(باپ شریک بہن کی بیٹی، (سوتیلی بھانجی)۔) بنت اخت علاتی (یعنی باپ شریک)۔

مثال ۳: بنت اخ عینی۔(سگی بھتیجی) بنت اخِ اخیافی۔(ماں شریک بھائی کی بیٹی، (سوتیلی بھتیجی)) بنت اخ علاتی (باپ شریک بھائی کی بیٹی، (سوتیلی بھتیجی)۔) اور بنت اخ اخیافی (یعنی ماں شریک)۔

مسئلہ ۴: ذوی الارحام کی تیسری قسم میں جب کوئی عصبہ اور ذوی الفروض کی اولاد نہ ہو جیسے بنت بنت اخ (بھائی کی نواسی) اور جیسے ابن بنتِ اخ (بھائی کا نواسہ) مسئلہ ۲ اور ۳ کی تمام صورتوں میں جب ذوی الارحام درجہ میں مساوات کے ساتھ قوت اور ضعف میں بھی برابر ہوں اور مذکر و مؤنث ہونے میں بھی یکساں ہوں تو سب کو برابر حصہ ملے گا اور اگر مذکر و مؤنث ہونے میں مختلف ہوں تو لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ملے گا اور اگر قوت وضعف میں مختلف ہوں گے تو امام ابو یوسف کے قول پر جس کو ذوی الارحام کے بارے میں ہم نے لیا ہے جو رشتہ میں قوی ہوگا وہ اولیٰ ہوگا اس سے جو رشتہ میں ضعیف ہے، یعنی حقیقی بھائی کی اولادیں علاتی (یعنی باپ شریک) بھائی کی اولادوں کے مقابلہ میں اولیٰ ہوں گی اور علاتی (یعنی باپ شریک) بھائی کی اولادیں اخیافی (یعنی ماں شریک) بھائی کی اولاد سے اولیٰ ہوں گی۔(4)

مسئلہ ۵: اگر ذوی الارحام کی تیسری قسم میں اخیافی (یعنی ماں شریک) بھائی بہنوں کی اولادیں ہوں اور ان سے مقدم کوئی مستحق وارث نہ ہو تو مذکر و مؤنث کو برابر برابر حصہ ملے گا اس میں مذکر کو مؤنث پر کوئی فضیلت نہیں ہوگی۔(5)

❁❁❁❁❁

(4) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، ج۶، ص۴۶۱۔
وردالمحتار، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الارحام، ج۱۰، ص۵۷۹۔

(5) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، ج۶، ص۴۶۱۔

ذَوِی الاَرحام کی چوتھی قسم کا بیان

مسئلہ ۱: چوتھی قسم کے ذوی الارحام میں وہ رشتہ دار ہیں جو میت کے دادا دادی، نانا نانی کی اولاد میں ہوں جیسے ماموں، خالہ، پھوپھی اور باپ کے ماں شریک بہن بھائی، اسی طرح ان کی اولادیں اور چچا کی مؤنث اولادیں۔(1)

مسئلہ ۲: اگر چوتھی قسم میں کا صرف ایک ہی ذورحم ہو اور پہلی تینوں قسموں میں سے کوئی نہ ہو تو کُل مال اسی کو مل جائے گا۔(2)

مسئلہ ۳: ان کی اولادوں میں جو میت سے زیادہ قریب ہوگا وہ وارث ہوگا بعید والا وارث نہیں ہوگا۔ یہ قریب خواہ باپ کی جانب کا ہو یا ماں کی جانب کا اور خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔(3)

مندرجہ بالا مثالوں میں جو قریب تھا وہ وارث ہوا اور بعید والا وارث نہ ہوا۔

مسئلہ ۴: ان ذوی الارحام میں درجہ میں مساوی چند موجود ہوں خواہ سب باپ کی جانب کے ہوں یا سب ماں کی جانب کے ہوں یا کچھ باپ کی جانب کے یا کچھ ماں کی جانب کے تو ان میں سے جو وارث کی اولاد ہوگا وہ ذوی الارحام کی اولاد کے مقابلہ میں راجح ہوگا۔ یعنی وارث کی اولاد کو ترکہ ملے گا اور ذی رحم کی اولاد کو نہیں ملے گا۔(4)

توضیح مثال ۱: چچا کی بیٹی اور پھوپھی کی بیٹی دونوں رشتہ میں مساوی ہیں اور دونوں کی قرابت بھی باپ کی طرف سے ہے لیکن چچا کی بیٹی عصبہ کی اولاد ہے اور پھوپھی کی بیٹی ذوی الارحام کی اولاد ہے اس لئے کُل مال چچا کی بیٹی کو ملے گا اور پھوپھی کی بیٹی محروم ہوگی۔

توضیح مثال ۲: ماموں کی بیٹی اور خالہ کا بیٹا دونوں رشتہ میں برابر ہیں اور دونوں ماں کی جانب سے ہیں اور ان میں وارث کی اولاد کوئی نہیں ہے اس لئے دونوں وارث ہوں گے تین حصے کر کے دو حصے خالہ کے بیٹے کو اور ایک حصہ ماموں کی بیٹی کو ملے گا۔

توضیح مثال ۳: چچا کی بیٹی اور ماموں کا بیٹا دونوں رشتہ میں تو برابر ہیں مگر چچا کی بیٹی کی رشتہ داری باپ کی جانب

---

(1) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، ج۶، ص۴۶۱.

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، ج۶، ص۴۶۱.

(3) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، ج۶، ص۴۶۱.

(4) المبسوط، باب میراث ذوی الارحام، فصل فی میراث اولاد العمات... الخ، ج۱۵، الجزء الثلاثون، ص۲۶.

ہے اور ماموں کے بیٹے کی رشتہ داری ماں کی جانب سے ہے لیکن چچا کی بیٹی عصبہ کی اولاد ہے اور ماموں کا بیٹا ذی رحم کی اولاد ہے اس لئے چچا کی بیٹی کو کُل مال مل جائے گا اور ماموں کا بیٹا محروم ہوگا۔

مسئلہ ۵: اگر درجہ میں مساوی صرف ایک جانب کے ذوی الارحام نہ ہوں اور ان میں وارث کی اولاد کوئی نہ ہوتو ان میں قوتِ قرابت بھی وجہ ترجیح ہوگی یعنی حقیقی رشتہ داری علاتی (یعنی باپ شریک) پر راجح ہوگی اور علاتی (یعنی باپ شریک) اخیافی (یعنی ماں شریک) پر اور اگر دونوں طرف کے ذوی الارحام ہوں گے تو ایک جانب کی قوتِ قرابت دوسری جانب پر اثر انداز نہیں ہوتی بلکہ دو تہائی حصہ باپ کی طرف والوں کو اور ایک تہائی ماں کی طرفِ والوں کو ملے گا اور ایک حیثیت کے مساوی ذوی الارحام میں ہر جگہ اس اصول پر بھی عمل کیا جائے گا لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ۔ (5)

توضیح مثال ۱: چونکہ تینوں پھوپھیوں کے بیٹے قرابت میں (یعنی رشتہ داری کے تعلق میں) برابر ہیں مگر حقیقی پھوپھی کے بیٹے کی قرابت ماں اور باپ دونوں جانب سے ہے اس لئے وہ علاتی (یعنی باپ شریک) اور اخیافی (یعنی ماں شریک) پھوپھیوں کے بیٹوں پر راجح ہوگا اور کل مال اس کو مل جائے گا اور وہ دونوں محروم ہو جائیں گے۔

توضیح مثال ۲: دونوں پھوپھیوں کے بیٹے درجہ میں برابر ہیں مگر علاتی (یعنی باپ شریک) پھوپھی کے بیٹے کی قرابت باپ میں شرکت کی وجہ سے ہے اور اخیافی (یعنی ماں شریک) پھوپھی کے بیٹے کی قرابت باپ کی ماں کی وجہ سے ہے باپ کی قرابت ماں کی قرابت سے قوی ہے۔ لہٰذا علاتی (یعنی باپ شریک) پھوپھی کا بیٹا وارث ہوگا اخیافی (یعنی ماں شریک) پھوپھی کا بیٹا وارث نہیں ہوگا۔

توضیح مثال ۳: تینوں ماموں کے بیٹے درجہ میں برابر ہیں اور سب کی قرابت ماں کی وجہ سے ہے لیکن حقیقی ماموں کے بیٹے کی رشتہ داری نانا نانی دونوں کی وجہ سے ہے اور علاتی (یعنی باپ شریک) ماموں کے بیٹے کی قرابت صرف نانا سے ہے اور اخیافی (یعنی ماں شریک) ماموں کے بیٹے کی قرابت صرف نانی کی وجہ سے ہے، لہٰذا حقیقی ماموں کا بیٹا وارث ہوگا اور دوسرے دونوں ماموں کے بیٹے محروم ہوں گے۔

توضیح مثال ۴: علاتی (یعنی باپ شریک) اخیافی (یعنی ماں شریک) دونوں خالاؤں کی بیٹیاں درجہ میں مساوی ہیں اور دونوں کی رشتہ داری ماں کی جانب سے ہے لیکن علاتی (یعنی باپ شریک) خالہ کی بیٹی کی رشتہ داری ماں کے باپ یعنی نانا کی وجہ سے ہے اور اخیافی (یعنی ماں شریک) خالہ کی بیٹی کی رشتہ داری ماں کی ماں یعنی نانی کی وجہ سے ہے۔ باپ کی رشتہ داری ماں کی رشتہ داری سے قوی ہے لہٰذا کُل مال علاتی (یعنی باپ شریک) خالہ کی بیٹی کو مل جائے گا اور اخیافی (یعنی ماں شریک) خالہ کی بیٹی محروم ہوگی۔

---

(5) المبسوط، باب میراث ذوی الارحام، فصل فی میراث اولاد العمات...الخ، ج۱۵، الجزء الثلاثون، ص۲۶۔

توضیح مثال ۵: علاتی (یعنی باپ شریک) پھوپھی کا بیٹا اور حقیقی ماموں کا بیٹا درجہ میں دونوں برابر ہیں لیکن جہت قرابت علیحدہ علیحدہ ہے پھوپھی کے بیٹے کی قرابت باپ کی جانب سے ہے اور صرف دادا کی وجہ سے ہے اور ماموں کے بیٹے کی قرابت ماں کی جانب سے ہے اور اس کی قرابت نانا نانی دونوں کی جانب سے ہے تو جہتِ قرابت مختلف ہونے کی وجہ سے ماموں کے بیٹے کی قوتِ قرابت سے پھوپھی کا بیٹا ضعفِ قرابت کے باوجود محروم نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۶: جہت قرابت مختلف ہونے کے بعد جیسا اوپر بیان کیا گیا قوتِ قرابت وجہ ترجیح نہیں ہوتی ہے بلکہ باپ کی طرف والے ذوی الارحام کو دو حصے اور ماں کی طرف والے ذوی الارحام کو ایک حصہ ملتا ہے پھر باپ کی طرف والے رشتہ دار ایک فریق بن جائیں گے اور ماں کی طرف کے رشتہ دار ایک فریق۔ ان میں آپس میں قوتِ قرابت سے ترجیح ہوگی اور ہر فریق میں اگر صرف مذکر یا صرف مؤنث ذوی الارحام ہوں تو ان کو برابر برابر حصہ ملے گا اور اگر مختلف ہوں تو لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ پر بھی عمل ہوگا۔

توضیح مثال ۳: پھوپھی کے بیٹے اور بیٹی کی رشتہ داری باپ کی جانب سے ہے اور ماموں کے بیٹے اور خالہ کی بیٹی کی رشتہ داری ماں کی جانب سے ہے اس لئے تین سے مسئلہ کر کے دو حصے پھوپھی کی اولاد کو اور ایک حصہ ماموں اور خالہ کی اولاد کو دیا گیا پھر پھوپھی کی اولاد علیحدہ ایک فریق ہو کر اپنا حصہ اس طرح تقسیم کریں گے کہ مذکر کو دو حصے اور مؤنث کو ایک حصہ ملے گا اسی طرح ماموں کا بیٹا اور خالہ کی بیٹی ایک فریق بن کر اپنا حصہ اس طرح تقسیم کر لیں گے کہ ماموں کے بیٹے کو دو حصے اور خالہ کی بیٹی کو ایک حصہ ملے گا اس لئے تین سے تصحیح کر کے نو سے مسئلہ ہو گیا ان میں کے دو تہائی یعنی چھ باپ کے فریق والوں کے ہیں وہ اس طرح تقسیم ہو گئے کہ چار پھوپھی کے بیٹے نے اور دو پھوپھی کی بیٹی نے لے لئے اور ماں کی طرف والے ماموں کے بیٹے اور خالہ کی بیٹی نے نو کا ایک تہائی یعنی تین اس طرح تقسیم کر لیا کہ دو ماموں کے بیٹے نے اور ایک خالہ کی بیٹی نے لے لیا۔

توضیح مثال ۱: پھوپھی اور ماموں خالہ کی اولادیں درجہ میں برابر ہیں اور جہتِ قرابت میں مختلف اس لئے تین سے مسئلہ کر کے دو باپ کی قرابت والی پھوپھی کی بیٹیوں کو اور ایک ماں کی قرابت والے ماموں اور خالہ کے بیٹوں کو دیا گیا۔ پھر تین سے تصحیح کر کے مسئلہ کو صحیح کر دیا گیا یہاں ماں کی قرابت ماموں اور خالہ قوتِ قرابت رکھتے تھے مگر ان کی قوتِ قرابت نے باپ کی طرف علاتی (یعنی باپ شریک) پھوپھی کی اولاد کو محروم نہ کیا۔

توضیح مثال ۲: باپ اور ماں دونوں جانب کے ذوی الارحام ہیں اور درجہ میں سب برابر ہیں اور حقیقی پھوپھی کا بیٹا قوی قرابت رکھتا ہے لیکن جہت مختلف ہونے کی وجہ سے وہ ماں کی طرف والے ذوی الارحام علاتی (یعنی باپ شریک) ماموں کے بیٹے اور اخیافی (یعنی ماں شریک) خالہ کی بیٹی کو محروم نہیں کریگا لہٰذا تین حصے کر کے دو حصے باپ کی طرف

والے ذوی الارحام کو اور ایک حصہ ماں کی طرف والے ذوی الارحام کو دیا گیا پھر ہر فریق میں قوت قرابت نے اثر کیا تو حقیقی پھوپھی کے بیٹے نے اپنے فریق کا کل حصہ یعنی دو سہام لے لیا اور علاتی (یعنی باپ شریک) پھوپھی کا بیٹا محروم ہو گیا اسی طرح ماں کی طرف والے ذوی الارحام میں علاتی (یعنی باپ شریک) ماموں کے بیٹے نے قوت قرابت کی وجہ سے اپنے فریق کا پورا حصہ ایک سہام لے لیا اور اخیافی (یعنی ماں شریک) خالہ کی بیٹی کو محروم کر دیا۔

❀❀❀❀❀

مخنثین کی میراث کا بیان

اگر چہ اس کا موقع شاذونادر ہی آتا ہے تاہم اگر آجائے تو حکم شرع معلوم ہونا ضروری ہے اس لئے ہم کتاب کی تکمیل کے لئے اس باب کو شامل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

مسئلہ ۱: مخنث وہ شخص ہے جس میں مرد اور عورت دونوں کے اعضاء ہوں یا دونوں میں سے کوئی عضو نہ ہو۔ اگر دونوں عضو ہوں تو یہ دیکھا جائے گا کہ وہ پیشاب کون سے عضو سے کرتا ہے اگر مردانہ عضو سے پیشاب کرتا ہے تو مرد کا حکم ہے اور اگر زنانہ عضو سے پیشاب کرتا ہے تو عورت کا حکم ہے اور اگر دونوں سے پیشاب کرتا ہے تو یہ دیکھا جائے گا پہلے پیشاب کون سے عضو سے کرتا ہے، جس سے پہلے پیشاب کریگا اس کا حکم ہوگا اور اگر دونوں عضو سے ایک ساتھ پیشاب کرتا ہے تو اس کو خنثیٰ مشکل کہتے ہیں یعنی اس کے مرد و عورت ہونے کا کچھ پتہ نہیں چلتا، اسی کے احکام یہاں بیان کئے جاتے ہیں اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ بچہ ہے اور اگر بلوغ کی عمر کو پہونچ گیا اور اس کو داڑھی نکل آئی یا مردوں کی طرح احتلام ہو یا جماع کرنے کے لائق (1) ہوجائے تو اسے مرد مانا جائے گا اور اگر اس کے پستان ظاہر ہوئے یا ماہواری آئی تو عورت مانا جائے گا اور اگر دونوں قسم کی علامتیں نہ پائی گئیں یا دونوں قسم کی علامتیں پائی گئیں جب بھی خنثیٰ مشکل کہلائے گا۔(2)

مسئلہ ۲: خنثیٰ مشکل کا حکم یہ ہے کہ اس کو مذکر و مؤنث مان کر جس صورت میں کم ملتا ہے وہ دیا جائے گا اور اگر ایک صورت میں اسے حصہ ملتا ہے اور ایک صورت میں نہیں ملتا تو نہ ملنے والی صورت اختیار کی جائے گی۔(3)

تشریح: اگر خنثیٰ کو لڑکا مانتے ہیں تو اسے ۵ حصوں میں سے دو حصے ملتے ہیں اور اگر اسے لڑکی مانتے ہیں تو چار حصوں میں سے ایک حصہ ملتا ہے اور ظاہر ہے کہ 2/15/4 سے زیادہ ہے، لہٰذا اس کو مؤنث والا حصہ یعنی 1/4 دیا جائے گا۔

تشریح: اگر خنثیٰ کو باپ کی طرف سے بھائی قرار دیا جائے تو وہ عصبہ بنے گا اور اس کے لئے کچھ نہ بچے گا اس لئے کہ نصف شوہر کا اور نصف حقیقی بہن کا فرض حصہ ہے اور عصبہ کو اس وقت ملتا ہے جب ذوی الفروض سے کچھ بچے، اور

---

(1) یعنی عورت سے مباشرت کرنے کے قابل ہوجائے۔

(2) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الخنثی، الفصل الاول فی تفسیرہ۔۔۔ إلخ، ج۶، ص۴۳۷۔

(3) الدرالمختار وردالمحتار، کتاب الخنثی، ج۱۰، ص۴۸۲۔

جب خنثیٰ کو باپ کی طرف سے بہن فرض کیا گیا تو وہ ذوی الفروض میں سے ہے اور ۶ سے مسئلہ بنانے کے بعد نصف یعنی ۳ شوہر کو ملے اور نصف حقیقی بہن کو اور خنثیٰ کو چھٹا حصہ یعنی ایک، بہنوں کا دو تہائی حصہ پورا کرنے کے لئے اور مسئلہ عول ہو کر ۷ سے ہو گیا لہٰذا خنثیٰ کو مذکر مان کر محروم رکھا جائے گا۔(4)

❁❁❁❁❁

(4) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، کتاب الفرائض، فصل فی الخنثیٰ، ص۱۲۶۔

حمل کی وراثت کا بیان

اگر تقسیم وراثت کے وقت بیوی کے پیٹ میں بچہ ہے تو اس کا حصہ محفوظ رکھا جائے گا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

مسئلہ ۱: بچہ ماں کے پیٹ میں زیادہ سے زیادہ دو سال رہ سکتا ہے اور کم از کم مدت حمل چھ ماہ ہے۔(1)

مسئلہ ۲: اگر حمل میت کا ہے اور دو سال کے دوران بچہ پیدا ہوا اور عورت نے ابھی تک عدت ختم ہونے کا اقرار نہ کیا ہو تو یہ بچہ وارث بھی ہوگا اور اس کے مال کے اور لوگ بھی وارث ہوں گے اور اگر دو سال پورے ہونے کے بعد بچہ پیدا ہوا تو یہ بھی وارث نہیں ہوگا اور اس کا بھی وارث کوئی نہیں ہوگا۔(2)

مسئلہ ۳: حمل سے پیدا ہونے والا بچہ اس وقت وارث ہوگا جب کہ وہ زندہ پیدا ہو یا اس کا اکثر حصہ زندہ باہر ہوا ہو اور زندگی کو اس طرح جانا جائے گا کہ وہ روئے یا چھینکے یا کوئی آواز نکالے یا اس کے اعضا حرکت کریں۔(3)

مسئلہ ۴: اگر بچہ اس طرح پیدا ہوا کہ اس کا سر پہلے نکلا تو سینہ پر دارومدار ہے اگر سینہ زندہ رہ کر نکل آیا تو وارث ہوگا اور اگر سینہ نکلنے سے پہلے مر گیا تو وارث نہیں ہوگا اور اگر پیر پہلے نکلے ہیں تو ناف کا اعتبار ہوگا اگر ناف ظاہر ہوئے تک زندہ تھا تو وارث ہوگا ورنہ نہیں۔(4)

مسئلہ ۵: بہتر تو یہ ہے کہ ترکہ تقسیم کرنے میں بچہ کی پیدائش کا انتظار کر لیا جائے تاکہ حساب میں کوئی تبدیلی نہ کرنا پڑے اور اگر ورثا انتظار کرنے کو تیار نہ ہوں تو حمل کے احکام پر عمل کیا جائے۔

مسئلہ ۶: حمل کی دو صورتیں ہیں: (۱) میت کا حمل ہے (۲) میت کے علاوہ کسی دوسرے رشتہ دار کا حمل ہو جو میت کا وارث بن سکتا ہو۔ اگر میت کا حمل ہے تو اس کو لڑکا فرض کرنے اور لڑکی فرض کرنے کی صورتوں میں سے جس صورت میں زیادہ حصہ ملتا ہے وہ حصہ محفوظ رکھا جائے گا۔

---

(1) السراجی، فصل فی الحمل، ص۵۱۔

(2) السراجی، فصل فی الحمل، ص۵۲۔

(3) المرجع السابق، ص۵۳

(4) السراجی، فصل فی الحمل، ص۵۳۔

در والمحتار، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الارحام، فصل فی الغرقی ۔۔۔ الخ، ج۱۰، ص۵۸۷۔

حمل کا حصہ نکالنے کا قاعدہ

مسئلہ ۷: ایک مرتبہ حمل کو مذکر مان کر مسئلہ نکالا جائے اور ایک مرتبہ حمل کو مؤنث مان کر مسئلہ نکالا جائے پھر دونوں مسئلوں کی تصحیح میں اگر توافق ہو تو ہر ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دیا جائے اور اگر دونوں تصحیح میں تباین ہو تو ہر تصحیح کو دوسری تصحیح میں ضرب دے دیا جائے اور دونوں صورتوں میں حاصل ضرب دونوں مسئلوں کی تصحیح قرار پائے گی اور دونوں مسئلوں میں سے ہر وارث کو جو سہام ملے ہیں ان میں بھی یہ عمل کیا جائے کہ دونوں مسئلوں کی تصحیح میں توافق ہونے کی صورت میں ایک مسئلہ کے وفق تصحیح کو دوسرے مسئلہ میں سے ہر وارث کے سہام میں ضرب دی جائے اور دونوں تصحیحوں میں تباین کی صورت میں ہر تصحیح کو دوسری تصحیح میں سے ہر وارث کے سہام میں ضرب دیجائے اب دونوں مسئلوں میں ہر وارث کے حصوں کو دیکھا جائے جو کم ہو وہ ہر وارث کو اس وقت دے دیا جائے اور جتنا زیادہ ہے وہ محفوظ رکھا جائے گا بچہ پیدا ہونے کے بعد جو مال محفوظ رکھا گیا تھا اس میں سے جس وارث کے حصہ میں سے کاٹ کر اسے کم دیا گیا تھا اس کا حصہ پورا کر دیا جائے گا اور اگر وہ اپنا حصہ پورا لے چکا تھا تو اس کے حصہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہو گی اور حمل سے پیدا ہونے والا بچہ اپنا حصہ لے لے گا۔

توضیح: حمل کو مذکر ماننے کی صورت میں مسئلہ ۲۴ سے تھا اور مؤنث ماننے کی صورت میں مسئلہ ۲۷ سے تھا اور ۲۴ اور ۲۷ میں توافق بالثلث ہے یعنی ۳ دونوں کو تقسیم کر دیتا ہے اس لئے ۲۴ کے وفق ۸ کو ۲۷ میں ضرب دیا تو ۲۱۶ ہوا اور ۲۷ کے وفق ۹ کو ۲۴ میں ضرب دیا جب بھی ۲۱۶ ہوئے لہٰذا اب دونوں مسئلوں کی تصحیح ۲۱۶ ہے اور حمل کو مذکر ماننے کی صورت میں عدد تصحیح ۲۴ تھا اس کا وفق ۸ ہے لہٰذا ۸ کو دوسرے مسئلہ کی تصحیح ۲۷ میں سے ہر وارث کو جو سہام ملے تھے اس میں ضرب دیا گیا اور حمل کو مؤنث ماننے کی صورت میں تصحیح کا عدد ۲۷ تھا اس کا وفق ۹ ہے اس لئے ۹ کو دوسرے مسئلے میں سے ہر وارث کے سہام میں ضرب دیا گیا اب دونوں مسئلوں میں ہر وارث کے حصوں کو دیکھا باپ کو پہلے مسئلہ میں ۳۶ اور دوسرے مسئلے میں ۳۲ سہام ملے اس لئے اس کو ۳۲ دے دیئے جائیں گے اور چار سہام محفوظ رکھے جائیں گے۔ اسی طرح ماں کو بھی پہلے مسئلہ میں ۳۶ اور دوسرے میں ۳۲ سہام ملے اس کو بھی ۳۲ دیئے جائیں گے چار سہام محفوظ رکھے جائیں گے۔ بیوی کو پہلے مسئلہ میں ۲۷ اور دوسرے مسئلہ میں ۲۴ سہام ملے ۲۴ اس کو دے دیئے جائیں گے اور ۳ محفوظ رکھے جائیں گے۔ لڑکی کو پہلے مسئلہ میں ۳۹ اور دوسرے مسئلہ میں ۶۴ سہام ملے اس لئے ۳۹ دیئے جائیں گے اور ۲۵ سہام محفوظ رکھے جائیں گے۔ پھر اگر حمل سے لڑکا پیدا ہوا تو ۷۸ سہام جو پہلے مسئلہ میں اسے

ملے تھے اس کو دے دیئے جائیں گے اور باپ کے جو ۴ سہام محفوظ تھے وہ اسکو اور ماں کے جو ۴ سہام محفوظ تھے وہ اس کو اور بیوی کے تین سہام محفوظ تھے وہ اس کو دے دیئے جائیں گے۔ اس طرح ۲۱۶ سہام پورے ہو جائیں گے۔ اور اگر حمل سے لڑکی پیدا ہوئی تو ماں باپ اور بیوی اپنا پورا حصہ لے چکے ہیں ان کو محفوظ سہام سے کچھ نہیں ملے گا لیکن بیٹی کے جو ۲۵ سہام محفوظ تھے وہ اس کو دے دیئے جائیں گے اور ۶۴ سہام پیدا ہونے والی لڑکی کو دے دیئے جائیں گے۔ اس طرح پھر مجموعہ ۲۱۶ سہام پورا ہو جائے گا اور اگر حمل سے مردہ بچہ پیدا ہوا تو لڑکی نصف مال کی مستحق تھی اور اسے ۳۹ سہام دیئے گئے تھے لہٰذا اس کو ۶۹ سہام اور دے دیئے جائیں گے اس طرح اس کا کُل حصہ ۲۱۶ کا نصف ۱۰۸ سہام ہو جائے گا اور ماں اور باپ کے ۴، ۴ سہام جو کاٹے گئے تھے وہ ان کو دے دیئے جائیں گے اور ۳ سہام بیوی کے کاٹے گئے تھے وہ اس کو دیدیئے جائیں گے اور ۹ سہام محفوظ مال میں سے بچیں گے وہ باپ کو عصبہ ہونے کی وجہ سے دے دیئے جائیں گے۔(1)

توضیح: حمل کو مذکر ماننے کی صورت میں مسئلہ ۷ سے ہوا تھا اور مؤنث ماننے کی صورت میں ۶ سے اور ۶ اور ۷ میں تباین ہے اس لئے ۷ کو دوسرے مسئلہ کی تصحیح ۶ میں ضرب دیا تو ۴۲ ہوئے اور دوسرے مسئلہ کی تصحیح ۶ کو ۷ میں ضرب دیا جب بھی ۴۲ ہوئے اسی طرح پہلے مسئلہ کی تصحیح ۷ کو دوسرے مسئلہ میں سے وارثوں کے ہر حصہ میں ضرب دیا اور دوسرے مسئلہ کی تصحیح ۶ کو پہلے مسئلہ کی تصحیح میں سے ہر وارث کے حصہ میں ضرب دیا تو لڑکوں کو حمل مذکر ماننے کی صورت میں ۱۲، ۱۲ سہام اور لڑکی کو ۶ سہام ملے اور حمل کو مؤنث ماننے کی صورت میں لڑکوں کو ۱۴، ۱۴ سہام اور لڑکی کو ۷ سہام ملے لہٰذا کم والے حصے یعنی لڑکوں کو ۱۲، ۱۲ اور لڑکی کو ۶ سہام دیئے جائیں گے اور باقی ۱۲ سہام محفوظ رکھے جائیں گے اگر حمل سے لڑکا پیدا ہوا تو اس کو ۱۲ سہام دے دیئے جائیں گے وہی اس کا پورا حصہ تھا اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو اس کے حصہ کے ۷ سہام اس کو دے دیئے جائیں گے اور ۲، ۲ سہام ہر لڑکے کو اور ایک سہم لڑکی کو دے کر ان کے حصے پورے کر دیئے جائیں گے۔ اس لئے کہ وہ اب زیادہ کے مستحق ہیں زوجہ خلع سے طلاق بائن حاصل کرنے کی وجہ سے محروم رہے گی۔

مسئلہ ۵: اگر میت کے علاوہ کسی دوسرے کا حمل ہو تو مورث کی موت کے چھ ماہ یا اس سے کم میں بچہ پیدا ہونے سے وارث ہوگا اور چھ ماہ کے بعد پیدا ہونے سے وارث نہیں ہوگا لیکن اگر چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا اور عورت نے عدت ختم ہونے کا اقرار نہ کیا ہو اور دوسرے ورثا یہ اقرار کریں کہ یہ حمل میت کی موت کے وقت موجود تھا تو چھ ماہ کے بعد پیدا

---

(1) السراجی، فصل فی الحمل، ص ۵۲۔

والدر المختار ورد المحتار، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الارحام، فصل فی الغرقی ا... الخ، ج ۱۰، ص ۵۸۷۔

ہونے سے بھی وارث ہو جائے گا۔(2)

مسئلہ ٦: مذکورہ بالا صورت میں بھی وہی حکم ہے کہ حمل کو مذکر و مؤنث مان کر علیحدہ علیحدہ دو مسئلے بنائیں جائیں گے اور ورثا کو دونوں مسئلوں میں سے جو کم حصہ ملتا ہوگا وہ دے دیا جائے گا اور باقی محفوظ رکھ کر بچہ پیدا ہونے کے بعد جو صورت ہوگی اس پر عمل کیا جائے گا۔(3)

توضیح: حمل مذکر ماننے کی صورت میں شوہر کو ۱۲ سہام اور حمل کو مؤنث ماننے کی صورت میں ۹ سہام ملیں گے لہٰذا اسے ۹ سہام دے دیئے جائیں گے اور ۳ سہام محفوظ رکھے جائیں گے ماں کو حمل مذکر ماننے کی صورت میں ۸ سہام اور مؤنث ماننے کی صورت میں ٦ سہام ملیں گے لہٰذا اسے ٦ سہام دیئے جائیں گے۔ اس طرح دونوں کو ۱۵ سہام دینے کے بعد ۹ سہام محفوظ رہیں گے۔ اگر حمل سے لڑکی پیدا ہوئی تو یہ ۹ سہام اس کا حصہ ہے اس کو دے دیئے جائیں گے اور شوہر اور ماں اپنا پورا حصہ لے چکے تھے اس لئے کوئی تبدیلی نہیں ہوگی اور حمل سے لڑکا پیدا ہوا تو یہ بچہ ۴ سہام کا مستحق (یعنی حق دار) ہے لہٰذا ۴ سہام اس کو دے دیئے جائیں گے اور تین سہام شوہر کو اور ۲ سہام ماں کو دیدیئے جائیں گے کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں اور انہیں کے حصہ سے یہ سہام محفوظ کئے گئے تھے۔ اس مسئلہ میں حمل کو لڑکا فرض کرنے کی صورت میں چونکہ وہ بھائی ہے اس لئے عصبہ ہوگا اور ماں اور شوہر ذوی الفروض میں سے ہیں ان دونوں کا فرض حصہ نکالنے کے بعد جو باقی بچا وہ اس کو دے دیا گیا اور حمل کو مؤنث ماننے کی صورت میں وہ حقیقی بہن ہوگی اور ذوی الفروض میں ہونے کی وجہ سے نصف مال کی مستحق ہوگی۔ لہٰذا ماں اور شوہر کے ساتھ مل کر اس کے حصہ کی وجہ سے عول کیا گیا اور اسے اس کا فرض حصہ دیا گیا وہ عصبیت (یعنی بطور عصبہ حصہ لینے) کے حصہ سے زیادہ ہے۔

مسئلہ ۷: حمل کی ان تمام صورتوں میں حمل میں ایک بچہ مان کر تخریج مسائل کی گئی ہے (یعنی ترکہ کی تقسیم کی گئی ہے) اس لئے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے لیکن یہ احتمال (گمان) ہے کہ حمل سے ایک سے زیادہ بچے پیدا ہوں اس لئے تمام وارثوں کی طرف سے ضامن لیا جائے گا تاکہ اگر زیادہ بچے پیدا ہوں تو ان وارثوں سے مال واپس دلانے کا وہ ضامن ذمہ دار ہو۔(4)

مسئلہ ۸: ان تمام مسائل میں حصہ محفوظ رکھنے کا حکم ان وارثوں کے حق میں ہے جن کا حصہ زیادہ سے کمی کی طرف

---

(2) السراجی، فصل فی الحمل، ص ۵۳۔

والشریفیۃ شرح السراجیۃ، کتاب الفرائض، فصل فی الحمل، ص ۱۳۲۔

(3) ردالمحتار، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الارحام، فصل فی الغرقی ا...الخ، ج ۱۰، ص ۵۸۸۔

(4) السراجی، فصل فی الحمل، ص ۵۲۔

وردالمحتار، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الارحام، فصل فی الغرقی ا...الخ، ج ۱۰، ص ۵۸۸۔

تبدیل ہو جاتا ہے اور جن کا حصہ تبدیل نہیں ہوتا ہے ان کے حق میں محفوظ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں، مثلاً دادی، نانی اور حاملہ زوجہ اور جن وارثوں کی یہ حالت ہو کہ حمل کے مذکر ومؤنث ہونے کی صورتوں میں سے ایک صورت میں محروم ہوتے ہیں اور ایک صورت میں وارث ہوتے ہیں تو انہیں کچھ نہیں دیا جائے گا اور ان کا حصہ محفوظ بھی نہیں رکھا جائے گا مثلاً بھائی اور چچا جب حاملہ زوجہ کے ساتھ ہوں تو اگر حمل سے لڑکا پیدا ہوا تو یہ لوگ محروم رہیں گے اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو یہ عصبہ ہو کر وارث ہو جائیں گے لہٰذا ان کے لئے کوئی حصہ محفوظ نہیں رکھا جائے گا۔(5)

❁❁❁❁❁

(5) ردالمحتار، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الارحام، فصل فی الغرقی ا...الخ، ج۱۰، ص۵۸۸۔

گمشدہ شخص کی وراثت کا بیان

مسئلہ ۱: اگر کوئی شخص گم ہو جائے اور اس کی زندگی یا موت کا کچھ علم نہ ہو تو وہ شخص اپنے مال کے اعتبار سے زندہ متصور ہوگا یعنی اس کے مال میں وراثت جاری نہ ہوگی مگر دوسرے کے مال کے اعتبار سے مردہ شمار ہوگا یعنی کسی سے اس کو وراثت نہ ملے گی۔(1)

مسئلہ ۲: گمشدہ شخص کے مال کو محفوظ رکھا جائے گا یہاں تک کہ اس کی موت کا حکم دے دیا جائے اور اس کی مقدار صاحب فتح القدیر کی رائے میں یہ ہے کہ مفقود کی عمر کے ستر برس گزر جائیں تو قاضی اس کی موت کا حکم دے گا اور اس کی جو املاک ہیں وہ ان لوگوں پر تقسیم ہوں گی جو اس موت کے حکم کے وقت موجود ہیں۔(2)

مسئلہ ۳: مفقود کا اپنا مال تو پورا محفوظ رکھا جائے گا تاوقتیکہ اس کی موت کا حکم دیا جائے اگر اس حکم سے پہلے وہ واپس آ گیا تو اپنے مال پر قبضہ کر لے گا اور اگر واپس نہ آیا تو جس وقت موت کا حکم کیا جائے گا اس وقت جو وارث موجود ہوں گے ان پر تقسیم کر دیا جائے گا جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔(3)

مسئلہ ۴: مفقود کے کسی مورث کا انتقال ہوا جس کے وارثوں میں مفقود کے علاوہ دوسرے بھی ہیں تو جن ورثا کا حصہ مفقود کی زندگی اور موت سے تبدیل نہیں ہوتا ہے ان کو پورا حصہ دے دیا جائے گا اور جو وارث مفقود کو زندہ ماننے سے محروم ہوتے ہیں اور مردہ ہونے سے وارث ہوتے ہیں ان کا حصہ ابھی محفوظ رکھا جائے گا تاوقتیکہ مفقود واپس آجائے یا اس کی موت کا حکم کر دیا جائے اور جن وارثوں کا حصہ مفقود کو زندہ ماننے کی صورت میں کم ہوتا ہے اور مردہ ماننے کی صورت میں زیادہ ہوتا ہے تو ان کو کم حصہ دے دیا جائے گا اور باقی کو محفوظ رکھا جائے گا تاوقتیکہ مفقود کا حال معلوم ہو۔

مثال: زید کا انتقال ہوا اور اس کی دو بیٹیاں اور ایک مفقود بیٹا اور ایک پوتا اور دو پوتیاں ہیں اس میں اگر گمشدہ بیٹے کو زندہ مانا جائے تو پوتا پوتی محروم ہوتے ہیں اور دونوں بیٹیوں کو نصف مال اور مفقود کو نصف مال ملتا اور اگر گمشدہ کو مُردہ

---

(1) السراجی، فصل فی المفقود، ص۵۶۔

(2) السراجی، فصل فی المفقود، ص۵۶۔

و فتح القدیر، کتاب المفقود، ج۵، ص۳۷۴۔

(3) ردالمحتار، کتاب المفقود، مطلب: فی الافتاء بمذھب مالک... الخ، ج۶، ص۴۵۶۔

مانا جائے تو پوتا پوتی وارث ہوں گے اور دونوں بیٹیوں کو دوتہائی حصہ ملے گا لہٰذا فی الحال ۱۲ سے مسئلہ کر کے تین تین سہام یعنی نصف مال دونوں بیٹیوں کو دے دیا جائے گا اور باقی چھ سہام (یعنی چھ حصے) محفوظ رکھے جائیں گے اگر مفقود آ گیا تو لے لے گا ورنہ اس کی موت کے حکم کے بعد ان چھ سہام میں سے دو سہام ایک ایک دونوں لڑکیوں کو اور دے کر ان کا دوتہائی حصہ پورا کر دیا جائے گا اور باقی چار سہام میں سے دو پوتے کو اور ایک ایک دونوں پوتیوں کو دے دیا جائے گا کیونکہ بیٹا نہ ہونے کی صورت میں اسی طرح زید کا مال تقسیم ہوتا۔ (4)

❁❁❁❁❁

(4) ردالمحتار، کتاب المفقود، مطلب: فی الافتاء بمذہب مالک... إلخ، ج۶، ص۴۵۶.

مرتد کی وراثت کا بیان

مسئلہ ۱: جب مرتد مرجائے یا قتل کر دیا جائے یا دارالحرب بھاگ جائے اور قاضی اس کے دارالحرب چلے جانے کا فیصلہ دے دے تو جو کچھ اس نے اسلام کی حالت میں کمایا تھا وہ اس کے مسلمان وارثوں میں تقسیم ہوگا اور جو کچھ ارتداد کے زمانہ (یعنی مرتد ہونے کے زمانہ میں) میں کمایا تھا وہ بیت المال میں چلا جائے گا۔(1)

مسئلہ ۲: دارالحرب چلے جانے کے بعد جو اس نے کمایا ہے وہ بالاتفاق فیئ ہے اسے بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔

مسئلہ ۳: مذکورہ احکام مرتد مرد کے تھے لیکن مرتدہ (عورت) کی تمام کمائی خواہ کسی زمانے کی ہو مسلمان وارثوں میں تقسیم کردی جائے گی۔(2)

مسئلہ ۴: مرتد مرد اور عورت نہ تو مسلمان کے وارث ہوں گے اور نہ ہی مرتد کے۔(3)

❁❁❁❁❁

---

(1) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، کتاب الفرائض، فصل فی المرتد، ص ۱۴۰۔

والفتاوی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحکام المرتدین، ج ۲، ص ۲۵۴۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فتاوی عالمگیری میں مبسوط سے ہے:

المرتد اذا قتل او مات او لحق بدار الحرب فما اکتسبہ فی حال اسلامہ ھو میراث لورثۃ المسلمین اما ما اکتسبہ فی حالۃ الردۃ یکون فیئا یوضع فی بیت المال اھ۔ واللہ تعالی اعلم۔

(اے فتاوی ہندیہ کتاب الفرائض نورانی کتب خانہ پشاور ۶ / ۴۵۵)

مرتد جب قتل ہوجائے یا مرجائے یا دارالحرب سے ملحق ہوجائے تو جو کچھ اس نے حالت اسلام میں کمایا تھا وہ اس کے مسلمان وارثوں کو بطور میراث ملے گا اور جو کچھ بحالت ارتداد کمایا وہ مال غنیمت ہے جو بیت المال میں رکھا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(فتاوی رضویہ، جلد ۱۶، ص ۴۵۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، کتاب الفرائض، فصل فی المرتد، ص ۱۴۰۔

(3) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، کتاب الفرائض، فصل فی المرتد، ص ۱۴۱۔

قیدی کی وراثت کا بیان

مسئلہ ۱: وہ مسلمان جسے کافر قید کر کے لے گئے اس کا حکم عام مسلمانوں جیسا ہے وہ دوسروں کا وارث ہوگا اور اس کے انتقال کے بعد اس کے وارث اس کے مال سے ترکہ پائیں گے جب تک وہ اپنے مذہب پر باقی رہے گا اور اگر اس نے کافروں کی قید میں جانے کے بعد مذہب اسلام کو چھوڑ دیا تو اس پر وہی احکام ہوں گے جو مرتد کے ہیں اور اگر اس قیدی کی موت وزندگی کا کچھ علم نہ ہوتو اس کا حکم مفقود یعنی گمشدہ کا حکم ہوگا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔(1)

❁❁❁❁❁

(1) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، کتاب الفرائض، فصل فی الاسیر، ص ۱۴۲۔

حادثات میں ہلاک ہونے والوں کا بیان

مسئلہ ۱: اگر کسی حادثہ میں چند رشتہ دار ہلاک ہو جائیں اور یہ معلوم نہ ہو سکے کہ ان میں پہلے کون ہلاک ہوا مثلاً جہاز ڈوب گیا یا ہوائی جہاز گر گیا، ٹرین، بس وغیرہ کے حادثات یا آگ لگ گئی یا عمارت گر گئی اب ان کا حکم یہ ہے کہ یہ آپس میں تو کسی کے وارث نہ ہوں گے البتہ ان کا مال انکے زندہ وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ (1)

ختم شد

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ وقاسم رزقہ سیّدنا ومولینا
محمّد وعلی الہ وصحبہ اجمعین۔ برحمتك یاارحم الراحمین۔

مؤلفہ: مولانا مفتی وقار الدّین ومفتی سیّد شجاعت علی صاحبان

❁❁❁❁❁

(1) الشریفیۃ شرح السراجیۃ، فصل فی الغرقی اوالحرقی اوالھدمی، ص ۱۴۲۔

ماخذ ومراجع

نمبر شمار — نام کتاب — مؤلف/مصنف — مطبوعات

1۔۔۔۔قرآن مجید۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کلام الٰہی

2۔۔۔۔کنز الایمان۔۔۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔ضیاء القرآن پبلی کیشنز

کتب التفسیر

1۔۔۔جامع البیان فی تأویل القرآن۔۔۔۔۔۔امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ

2۔۔معالم التنزیل (تفسیر البغوی)۔۔۔امام ابومحمد الحسین بن مسعود فراء بغوی متوفی ۵۱۶ھ۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۴ھ

3۔۔۔مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)۔۔امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی متوفی ۶۰۶ھ۔۔دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ

4۔۔۔الجامع لاحکام القرآن (تفسیر القرطبی)۔۔۔ابوعبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی متوفی ۶۷۱ھ۔۔دار الفکر العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ

5۔۔۔مدارک التنزیل وحقائق التأویل۔۔۔امام عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ۔۔۔۔۔۔دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۱ھ

6۔۔۔تفسیر الخازن۔۔۔۔۔۔۔۔۔علاء الدین علی بن محمد بغدادی متوفی ۷۴۱ھ۔۔۔۔۔۔۔۔اکوڑہ خٹک نوشہرہ

7۔۔تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر)۔عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

8۔۔أنوار التنزیل وأسرار التأویل۔۔۔ناصر الدین عبد اللہ ابوعمر بن محمد شیرازی بیضاوی متوفی ۷۹۱ھ۔۔دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ

9۔۔۔تفسیر الجلالین۔۔۔۔۔امام جلال الدین محلی متوفی ۸۶۴ھ وامام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔۔۔باب المدینہ کراچی

10۔۔۔الدر المنثور۔۔۔۔۔۔۔۔امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔دار الفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ

11۔۔۔الاتقان فی علوم القرآن۔۔۔۔۔۔۔امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔۔۔۔۔۔۔دار الفکر، بیروت ۱۴۲۳ھ

12۔۔۔حاشیۃ شیخ زادہ علی البیضاوی۔۔محیی الدین محمد بن مصلح الدین مصطفی قوجوی حنفی متوفی ۹۵۱ھ۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

13۔۔۔تفسیر روح البیان۔۔۔۔۔مولی الروم شیخ اسماعیل حقی بروسی متوفی ۱۱۳۷ھ۔۔۔۔۔۔۔کوئٹہ ۱۴۱۹ھ

14۔۔۔تفسیر أبی السعود۔۔۔۔۔۔۔علامہ ابوالسعود محمد بن مصطفی عمادی متوفی ۹۸۲ھ۔۔۔۔۔۔۔۔دار الفکر، بیروت

15۔۔۔التفسیرات الاحمدیۃ فی بیان الآیات الشرعیۃ۔۔شیخ احمد بن ابی سعید المعروف بملا جیون جونپوری متوفی ۱۱۳۰ھ۔۔پشاور

16۔۔۔الفتوحات الالٰہیۃ (حاشیۃ الجمل علی الجلالین)۔۔۔علامہ شیخ سلیمان جمل متوفی ۱۲۰۴ھ۔۔۔۔باب المدینہ کراچی

17۔۔۔حاشیۃ الصاوی علی الجلالین۔۔۔۔۔۔۔احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی متوفی ۱۲۴۱ھ۔۔۔باب المدینہ کراچی ۱۴۲۱ھ

18۔۔۔روح المعانی۔۔۔۔۔۔ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ۔۔۔دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ

19۔۔۔غرائب القرآن ورغائب الفرقان۔۔۔علامہ نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری، متوفی ۷۲۸ھ۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت

20۔۔۔۔۔۔تفسیر مظہری (مترجم)۔۔۔۔۔۔۔۔مؤلف علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۸۱۰ھ۔۔۔مترجم: ادارہ ضیاء المصنفین ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۱۴۲۳ھ

21۔۔۔۔تفسیر نعیمی۔۔۔۔۔۔۔۔۔حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ۔۔۔۔۔۔ضیاء القرآن پبلی کیشنز

کتب الحدیث

1۔۔۔۔الموطا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ۔۔۔۔۔۔۔۔دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ

2۔۔۔۔المسند۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت

3۔۔۔۔المصنف۔۔۔۔۔۔امام ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع صنعانی متوفی ۲۱۱ھ۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ

4۔۔۔۔المصنف فی الاحادیث والآثار۔۔۔حافظ عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی عبسی متوفی ۲۳۵ھ۔۔۔دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ

5۔۔۔۔المسند۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔امام احمد بن محمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ

6۔۔۔۔سنن الدارمی۔۔۔۔۔۔۔۔امام عبد اللہ بن عبد الرحمن، متوفی ۲۵۵ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دار الکتب العربی بیروت

7۔۔۔۔نصب الرایۃ۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف متوفی ۷۶۲ھ۔۔۔۔۔پشاور

8۔۔۔۔صحیح البخاری۔۔۔۔۔۔۔امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

9۔۔۔۔صحیح مسلم۔۔۔۔۔۔۔۔امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔۔۔۔۔۔دار المغنی، عرب شریف ۱۴۱۹ھ

10۔۔۔سنن ابن ماجہ۔۔۔۔۔۔امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔۔۔۔۔۔دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ

11۔۔۔سنن ابی داود۔۔۔۔۔امام ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ۔۔۔۔دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ

12۔۔۔مراسیل ابی داود۔۔۔۔۔امام ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔دہلی الہند

13۔۔۔سنن الدار قطنی۔۔۔۔۔امام علی بن عمر دار قطنی، متوفی ۳۸۵ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مدینۃ الاولیاء، ملتان

14۔۔۔سنن الترمذی۔۔۔۔۔۔امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔۔۔۔۔۔۔۔دار المعرفہ، بیروت ۱۴۱۴ھ

15۔۔۔نوادر الاصول۔۔۔۔۔۔امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔۔۔۔۔۔دار صادر، بیروت

16۔۔۔۔السنۃ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔امام ابو بکر احمد بن عمرو متوفی ۲۸۷ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دار ابن حزم ۱۴۲۴ھ

17۔۔۔البحر الزخار المعروف بمسند البزار۔۔امام ابو بکر احمد عمرو بن عبد الخالق بزار متوفی ۲۹۲ھ مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ ۱۴۲۴ھ

18۔۔۔سنن النسائی۔۔۔۔۔۔امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ

19۔۔۔عمل الیوم واللیلۃ۔۔۔۔۔۔امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت

20۔۔۔مسند أبی یعلی۔۔۔۔۔۔شیخ الاسلام ابویعلی احمد بن علی بن مثنی موصلی متوفی ۳۰۷ھ۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ

21۔۔۔صحیح ابن خزیمۃ۔۔۔۔۔۔امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔المکتب الاسلامی، بیروت

22۔۔۔شرح معانی الآثار۔۔۔۔امام احمد بن محمد طحاوی، متوفی ۳۲۱ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت

23۔۔۔المسند الشاشی۔۔۔۔۔۔ہیثم بن کلیب شاشی متوفی ۳۳۵ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بیروت

24۔۔۔الاحسان بترتیب۔۔۔صحیح ابن حبان علامہ امیر علاء الدین علی بن بلبان فارسی، متوفی ۷۳۹ھ۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ

25۔۔۔المعجم الکبیر۔۔۔امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ۔۔۔۔۔۔دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ

26۔۔۔المعجم الاوسط۔۔۔امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ۔۔۔۔۔۔دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۲ھ

27۔۔۔المعجم الصغیر۔۔۔امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت

28۔۔۔الکامل فی ضعفاء الرجال۔۔۔امام ابواحمد عبداللہ بن عدی جرجانی، متوفی ۳۶۵ھ۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت

29۔۔۔المستدرک علی الصحیحین۔۔۔امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ۔۔دار المعرفہ، بیروت ۱۴۱۸ھ

30۔۔۔حلیۃ الاولیاء۔۔۔حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی شافعی متوفی ۴۳۰ھ۔۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

31۔۔۔شعب الایمان۔۔۔امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ

32۔۔۔البعث والنشور۔۔۔امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ۔۔۔۔موسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت

33۔۔۔السنن الکبری۔۔۔امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ

34۔۔۔إثبات عذاب القبر۔۔۔امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ۔۔۔۔۔۔۔بیروت

35۔۔۔السنن الصغری۔۔۔۔۔امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دار المعرفہ، بیروت

36۔۔۔معرفۃ السنن والآثار۔۔۔امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ۔۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت

37۔۔۔تاریخ بغداد۔۔۔حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت

38۔۔۔الفردوس بمأثور الخطاب۔۔۔حافظ ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی، متوفی ۵۰۹ھ۔۔دار الکتب العلمیۃ، بیروت

39۔۔۔شرح السنۃ۔۔۔امام ابومحمد حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ

40۔۔۔الترغیب والترہیب۔۔۔امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری متوفی ۶۵۶ھ۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ

41۔۔۔شرح النووی علی المسلم۔۔۔امام محی الدین ابوزکریا یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ۔۔۔باب المدینہ کراچی

42۔۔۔مشکاۃ المصابیح۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ

43۔۔۔سنن الدارمی۔۔۔۔۔حافظ عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ۔۔۔۔۔باب المدینہ کراچی ۱۴۰۷ھ

44۔۔۔مجمع الزوائد۔۔۔۔۔۔۔۔حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ۔۔۔۔۔دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ

45۔۔۔فتح الباری۔۔۔۔۔۔۔۔۔امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ

46۔۔۔عمدۃ القاری۔۔۔۔۔۔۔۔امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ۔۔۔۔دار الحدیث، ملتان ۱۴۱۸ھ

47۔۔۔الجامع الصغیر۔۔۔۔۔۔۔۔امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ

48۔۔۔ارشاد الساری۔۔۔۔۔۔۔شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۲۳۔۔۔۔۔۔۔دار الفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ

49۔۔۔کنز العمال۔۔۔۔۔علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

50۔۔۔التیسیر۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ عبدالرؤف مناوی، متوفی ۱۰۰۳ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دار الحدیث، مصر

51۔۔۔مرقاۃ المفاتیح۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ ملا علی بن سلطان قاری، متوفی ۱۰۱۴ھ۔۔۔۔۔دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ

52۔۔۔فیض القدیر۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ محمد عبدالرءوف مناوی متوفی ۱۰۳۱ھ۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ

53۔۔۔اشعۃ اللمعات۔۔۔۔۔۔۔شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ۔۔۔۔۔۔کوئٹہ ۱۳۳۲ھ

54۔۔۔کشف الخفاء۔۔۔۔۔۔۔۔شیخ اسماعیل بن محمد عجلونی متوفی ۱۱۶۲ھ۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ

55۔۔۔حاشیۃ سنن النسائی۔۔۔۔۔علامہ وصی احمد محدث سورتی متوفی ۱۳۳۴ھ۔۔۔۔۔۔۔باب المدینہ کراچی

56۔۔۔مرآۃ المناجیح۔۔۔۔۔۔۔۔حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ۔۔۔۔۔۔ضیاء القرآن پبلی کیشنز

57۔۔۔نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری۔۔۔علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی متوفی ۱۴۲۰ھ۔۔۔برکاتی پبلشرز کھارادر کراچی

کتب العقائد

1۔۔۔الفقہ الاکبر۔۔۔۔۔۔۔۔امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔باب المدینہ کراچی

2۔۔۔تمہید ابی شکور۔۔۔۔۔۔۔ابو شکور سالمی حنفی معاصر سید علی ہجویری علیہما الرحمہ

3۔۔۔العقائد النسفیۃ۔۔۔۔۔۔نجم الدین عمر بن محمد نسفی متوفی ۵۳۷ھ۔۔۔۔۔۔۔باب المدینہ کراچی

4۔۔۔شرح المواقف۔۔۔۔۔۔قاضی عضد الدین عبدالرحمن ایجی متوفی ۷۵۶ھ۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

5۔۔۔شفاء السقام۔۔۔۔۔امام تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی متوفی ۷۵۶ھ۔۔۔نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور ۱۴۲۵ھ

6۔۔۔شرح المقاصد۔۔۔۔۔۔علامہ مسعود بن عمر سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ

7۔۔۔شرح العقائد النسفیۃ۔۔۔۔۔علامہ مسعود بن عمر سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ۔۔۔۔۔باب المدینہ کراچی

8۔۔۔المسایرۃ۔۔۔۔۔۔۔۔کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن ہمام متوفی ۹۰۶ھ۔۔۔مطبعۃ السعادۃ بمصر
9۔۔۔المسامرۃ شرح المسایرۃ۔۔۔کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی شریف متوفی ۹۰۶ھ۔۔۔مطبعۃ السعادۃ بمصر
10۔۔۔حاشیۃ عصام الدین علی شرح العقائد۔۔۔عصام الدین ابراہیم بن محمد متوفی ۹۴۳ھ۔۔۔۔۔۔کانسی روڈ، کوئٹہ
11۔۔۔الیواقیت والجواہر۔۔۔۔۔۔۔عبدالوہاب بن احمد بن علی بن احمد شعرانی متوفی ۹۷۳ھ۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
12۔۔۔الصواعق المحرقۃ۔۔۔۔۔۔۔۔حافظ احمد بن حجر مکی ہیتمی متوفی ۹۷۴ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مدینۃ الاولیاء، ملتان
13۔۔۔منح الروض الازہر۔۔۔۔۔۔۔۔شیخ علی بن سلطان المعروف بملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ۔۔۔باب المدینہ کراچی
14۔۔۔شرح الفقہ الاکبر۔۔۔۔۔۔۔۔شیخ علی بن سلطان المعروف بملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ۔۔۔باب المدینہ کراچی
15۔۔۔تکمیل الایمان۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ۔۔۔باب المدینہ کراچی ۱۴۲۱ھ
16۔۔۔حاشیۃ ولی الدین علی حاشیۃ۔۔۔مولانا عصام الدین علی شرح العقائد علامہ ولی الدین متوفی ۱۱۱۹ھ۔۔۔کوئٹہ
17۔۔۔تحفہ اثنا عشریہ۔۔۔۔۔۔۔۔شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ۔۔۔۔۔باب المدینہ کراچی
18۔۔۔النبراس۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ محمد عبدالعزیز فرہاری متوفی ۱۲۳۹ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مدینۃ الاولیاء ملتان
19۔۔۔شفاعتِ مصطفیٰ ترجمہ تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی مصنف: امام حکمت وکلام علامہ محمد فضل حق خیر آبادی متوفی ۱۲۷۸ھ
مترجم: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری متوفی ۱۴۲۸ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔المتاز پبلی کیشنز لاہور ۱۴۲۱ھ
20۔۔۔المعتقد المنتقد۔۔۔۔۔۔علامہ فضل الرسول بدایونی متوفی ۱۲۸۹ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔برکاتی پبلشرز، کراچی ۱۴۲۰ھ
21۔۔۔المعتمد المستند۔۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔برکاتی پبلشرز، کراچی ۱۴۲۰ھ
22۔۔۔مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین۔۔۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ
23۔۔۔تجلی الیقین۔۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور
24۔۔۔الامن والعلی لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور
25۔۔۔انوار المنان فی توحید القرآن۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔برکاتی پبلشرز، کراچی ۱۴۲۰ھ
26۔۔۔خالص الاعتقاد۔۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور
27۔۔۔انباء الحی۔۔۔۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور
28۔۔۔ازاحۃ العیب بسیف الغیب۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور
29۔۔۔ثلج الصدر لایمان القدر۔۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور

30۔۔منبہ المنیۃ بوصول الحبیب الی العرش والرؤیۃ۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور

31۔۔۔الزلال الانقی۔۔۔۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور

32۔۔۔صلاۃ الصفاء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور

33۔۔۔الدولۃ المکیۃ۔۔۔۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔مؤسسۃ رضا بمدینہ، لاہور ۱۴۲۲ھ

34۔۔۔سبحان السبوح۔۔۔۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور

35۔۔۔حیاۃ الموات۔۔۔۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور

36۔۔۔اعتقاد الاحباب۔۔۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور

37۔۔۔اسماع الاربعین۔۔۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور

38۔۔۔منیۃ اللبیب۔۔۔۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور

39۔۔۔قہر الدیان علی مرتد بقادیان۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور

40۔۔الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور

41۔۔۔السوء والعقاب علی المسیح الکذاب۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور

42۔۔۔الکوکبۃ الشہابیۃ۔۔۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور

43۔۔۔سل السیوف الھندیۃ۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور

44۔۔۔انباء المصطفی بحال سر و اخفی۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور

45۔۔۔المبین ختم النبیین۔۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور

46۔۔۔جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور

47۔۔۔تمہید ایمان۔۔۔۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مکتبۃ المدینہ، کراچی

48۔۔۔حسام الحرمین۔۔۔۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مکتبۃ المدینہ، کراچی

49۔۔۔جاء الحق۔۔۔۔۔۔۔۔۔حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ضیاء القرآن پبلی کیشنز

کتب الفقہ

1۔۔۔تحفۃ الفقہاء۔۔۔۔۔۔۔۔۔علاء الدین سمرقندی متوفی ۵۳۹ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔۔۔خلاصۃ الفتاوی۔۔۔۔۔۔۔علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری، متوفی ۵۴۲ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔کوئٹہ

3۔۔۔بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع۔۔۔ملک العلماء امام علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ۔۔۔دار احیاء

التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ

4۔۔۔الفتاوی الخانیۃ۔۔۔۔۔۔۔۔قاضی حسن بن منصور بن محمود اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پشاور

5۔۔۔التجنیس والمزید۔۔۔۔۔۔۔برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔باب المدینہ، کراچی

6۔۔۔الہدایۃ۔۔۔۔۔۔۔۔برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ۔۔۔۔۔۔۔۔دار احیاء التراث العربی، بیروت

7۔۔۔فتح القدیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کوئٹہ

8۔۔۔منیۃ المصلی۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ سدید الدین محمد بن محمد کاشغری، متوفی ۷۰۵ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ضیاء القرآن، لاہور

9۔۔۔المدخل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ محمد بن محمد، المشہور ابن الحاج، متوفی ۷۳۷ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۵ھ

10۔۔۔شرح الوقایۃ۔۔۔۔۔۔علامہ صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود، متوفی ۷۴۷ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔باب المدینہ کراچی

11۔۔۔الفتاوی التاتارخانیۃ۔۔۔علامہ عالم بن علاء انصاری دہلوی متوفی ۷۸۶ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔باب المدینہ کراچی ۱۴۱۶ھ

12۔۔۔الجوہرۃ النیرۃ۔۔۔۔۔۔علامہ ابوبکر بن علی حداد، متوفی ۸۰۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔باب المدینہ کراچی

13۔۔۔الجامع الوجیز (الفتاوی البزازیہ)۔۔۔حافظ الدین محمد بن محمد بن المعروف بابن بزاز متوفی ۸۲۷ھ۔۔۔کوئٹہ ۱۴۰۳ھ

14۔۔۔فتاوی قاری الہدایۃ۔۔۔علامہ سراج الدین عمر بن علی حنفی، متوفی ۸۲۹ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دار الفرقان، بیروت

15۔۔۔البنایۃ فی شرح الہدایۃ۔۔۔امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مدینۃ الاولیاء ملتان

16۔۔۔الحلیۃ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ ابن امیر الحاج، متوفی ۸۷۹ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مخطوطہ

17۔۔۔درر الحکام شرح غرر الاحکام۔۔۔علامہ قاضی شہیر ملا خسرو حنفی، متوفی ۸۸۵ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔باب المدینہ کراچی

18۔۔۔الحاوی للفتاوی۔۔۔۔۔۔۔۔امام جلال الدین عبد الرحمن سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ

19۔۔۔فتاوی امام سراج الدین بلقینی۔۔۔۔۔۔۔امام سراج الدین بلقینی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔باب المدینہ کراچی ۱۴۱۶ھ

20۔۔۔غنیۃ المتملی۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ محمد ابراہیم بن حلبی، متوفی ۹۵۶ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سہیل اکیڈمی، لاہور

21۔۔۔البحر الرائق۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ،۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کوئٹہ ۱۴۲۰ھ

22۔۔۔فتاوی زینیۃ۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔باب المدینہ کراچی

23۔۔۔المیزان الکبری۔۔۔۔۔۔عبد الوہاب بن احمد بن علی احمد شعرانی متوفی ۹۷۳ھ۔۔۔۔۔مصطفی البابی، مصر

24۔۔۔الفتاوی الحدیثیۃ۔۔۔۔۔شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی متوفی ۹۷۴ھ۔۔۔دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۹ھ

25۔۔۔تنویر الابصار۔۔۔۔۔۔۔علامہ شمس الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد تمرتاشی، متوفی ۱۰۰۴ھ۔۔۔دار المعرفۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ

26۔۔۔النہر الفائق۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم، متوفی ۱۰۰۵ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کوئٹہ

27۔۔۔لباب المناسک۔۔۔۔۔۔۔۔شیخ رحمۃ اللہ سندی، متوفی ۱۰۱۴ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔باب المدینہ کراچی، ۱۴۲۵ھ
28۔۔۔المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط۔۔۔ملاعلی بن سلطان قاری، متوفی ۱۰۱۴ھ۔۔۔۔۔۔باب المدینہ کراچی، ۱۴۲۵ھ
29۔۔۔حاشیۃ الشلبیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ احمد بن محمد شلبی، متوفی ۱۰۲۱ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیۃ، بیروت
30۔۔۔نور الایضاح ومراقی الفلاح۔۔۔علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی، متوفی ۱۰۶۹ھ۔۔۔۔۔۔مدینۃ الاولیاء، ملتان
31۔۔۔نور الایضاح مع حاشیۃ ضوء المصباح۔۔۔علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی ۱۰۶۹ھ۔۔۔مکتبہ برکات المدینہ کراچی
32۔۔۔مجمع الانہر۔۔۔عبد الرحمن بن محمد بن سلیمان کلیبولی متوفی ۱۰۷۸ھ۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ
33۔۔۔الدر المختار۔۔۔۔۔محمد بن علی المعروف بعلاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ۔۔۔۔۔۔۔۔دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
34۔۔۔حاشیۃ الطحطاوي علی مراقي الفلاح۔۔۔علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی متوفی ۱۲۴۱ھ۔۔باب المدینہ، کراچی
35۔۔۔حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار۔۔۔علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی متوفی ۱۲۴۱ھ۔۔۔۔۔کوئٹہ
36۔۔۔رد المحتار۔۔۔۔۔۔۔محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
37۔۔۔الفتاوی الھندیۃ۔۔۔۔۔۔علامہ ہمام مولانا شیخ نظام متوفی ۱۱۶۱ھ وجماعۃ من علماء الہند۔۔دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ
38۔۔۔الفتاوی الرضویۃ۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور
39۔۔۔جد الممتار۔۔۔۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔مکتبۃ المدینہ، کراچی
40۔۔۔إعلام الاعلام۔۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور
41۔۔۔احکام شریعت۔۔۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔مکتبۃ المدینہ، کراچی
42۔۔۔رکن دین۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ مولانا محمد رکن الدین متوفی ۱۳۳۵ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مکتبۃ المدینہ، کراچی
43۔۔۔بہار شریعت۔۔۔۔۔۔۔مفتی محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔مکتبہ رضویہ، کراچی
44۔۔۔فتاوی امجدیہ۔۔۔۔۔۔علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ۔۔۔۔۔۔۔مکتبہ رضویہ، کراچی ۱۴۱۹ھ
45۔۔۔ہمارا اسلام۔۔۔۔۔۔۔۔مولانا مفتی محمد خلیل خان برکاتی متوفی ۱۴۰۵ھ۔۔۔۔۔۔۔۔فرید بک اسٹال لاہور
46۔۔۔وقار الفتاوی۔۔۔۔۔۔۔مولانا مفتی محمد وقار الدین متوفی ۱۴۱۳ھ۔۔۔۔۔۔۔۔بزم وقار الدین کراچی ۲۰۰۱م
47۔۔۔فتاوی فقیہ ملت۔۔۔۔۔۔مولانا مفتی جلال الدین امجدی متوفی ۱۴۲۲ھ۔۔۔۔۔۔۔۔شبیر برادرز لاہور ۲۰۰۵م
48۔۔۔فتاوی فیض الرسول۔۔۔۔۔۔مولانا مفتی جلال الدین امجدی متوفی ۱۴۲۲ھ۔۔۔۔۔۔شبیر برادرز لاہور ۱۴۱۱ھ
49۔۔۔نماز کے احکام۔۔۔۔۔۔۔علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی۔۔۔۔۔۔۔مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی
50۔۔۔رفیق الحرمین۔۔۔۔۔۔۔علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی۔۔۔۔۔۔۔مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

کتب اُصول الفقہ

1۔۔۔التوضیح والتلویح۔۔۔۔۔۔۔۔عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔باب المدینہ کراچی

2۔۔۔النامی شرح الحسامی۔۔۔۔۔۔۔مولوی ابو محمد عبد الحق الحقانی بن محمد امیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مدینۃ الاولیاء ملتان

3۔۔۔الاشباہ والنظائر۔۔۔۔۔۔۔۔الشیخ زین الدین بن ابراہیم الشہیر بابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ

4۔۔۔نور الانوار۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ احمد ابن ابی سعید حنفی المعروف بملا جیون متوفی ۱۱۳۰ھ۔۔۔۔۔مدینۃ الاولیاء ملتان

5۔۔۔فواتح الرحموت۔۔۔۔۔۔علامہ عبد العلی محمد بن نظام الدین لکھنوی متوفی ۱۲۲۵ھ۔۔۔۔۔۔۔۔باب المدینہ کراچی

کتب التصوف

1۔۔۔کتاب الزہد۔۔۔۔۔۔۔۔۔امام عبد اللہ بن مبارک مروزی متوفی ۱۸۱ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت

2۔۔۔الرسالۃ القشیریۃ۔۔۔۔۔۔۔امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری متوفی ۴۶۵ھ۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ

3۔۔۔إحیاء علوم الدین۔۔۔۔۔۔۔امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دار صادر، بیروت ۲۰۰۰ء

4۔۔۔عوارف المعارف۔۔۔۔۔۔ابو حفص عمر بن محمد سہروردی شافعی متوفی ۶۳۲ھ۔۔۔دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۶ھ

5۔۔۔الفتوحات المکیۃ۔۔۔۔۔۔۔شیخ ابو عبد اللہ محمد محی الدین ابن عربی متوفی ۶۳۸ھ۔۔۔۔۔۔۔دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ

6۔۔۔بہجۃ الاسرار۔۔۔۔۔۔۔۔ابو الحسن نور الدین علی بن یوسف شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ

7۔۔۔الطبقات الکبری۔۔۔۔۔۔عبد الوہاب بن احمد بن علی احمد شعرانی متوفی ۹۷۳ھ۔۔۔۔۔دار الفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ

8۔۔۔سبع سنابل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میر عبد الواحد بلگرامی متوفی ۱۰۱۷ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مکتبہ قادریہ لاہور ۱۴۰۲ھ

9۔۔۔مکتوبات امام ربانی۔۔۔۔۔۔مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی متوفی ۱۰۳۴ھ۔۔۔۔۔۔۔مکتبۃ القدوس کوئٹہ

10۔۔۔الحدیقۃ الندیۃ۔۔۔۔۔۔۔۔عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی حنفی متوفی ۱۱۴۱ھ۔۔۔۔۔۔۔پشاور

11۔۔۔البریقۃ المحمودیۃ علی الطریقۃ المحمدیۃ۔۔۔ابو سعید محمد بن مصطفی نقشبندی حنفی متوفی ۱۱۷۶ھ۔۔۔۔بیروت

12۔۔۔جامع کرامات الاولیاء۔۔۔۔۔۔امام یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ۔۔۔۔مرکز اہلسنت برکات رضا ہند ۱۴۲۲ھ

کتب السیرۃ

1۔۔۔دلائل النبوۃ۔۔۔۔۔۔۔امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ۔۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ

2۔۔۔الشفا بتعریف حقوق المصطفی۔۔۔القاضی ابو الفضل عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ۔۔۔۔۔۔۔مرکز اہلسنت برکات رضا ہند ۱۴۲۳ھ

3۔۔۔أم القری فی مدح خیر الوری (قصیدہ ہمزیہ)۔۔۔امام شرف الدین محمد بن سعید بوصیری متوفی ۶۹۵ھ۔۔۔حزب القادریہ، لاہور

4۔۔۔البدایۃ والنہایۃ۔۔۔۔۔۔۔عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ۔۔۔۔دار الفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ

5۔۔۔أسد الغابۃ۔۔۔۔۔۔۔۔۔امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
6۔۔۔الخصائص الکبری۔۔۔۔۔۔۔امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔۔۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت
7۔۔۔المواہب اللدنیۃ۔۔۔۔۔۔۔شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ۔۔۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ
8۔۔۔معارج النبوۃ المعین۔۔۔الحاج محمد الفراہی المعروف بملا مسکین متوفی ۹۵۴ھ
9۔۔۔أفضل القری شرح أم القری۔۔۔۔۔۔شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی متوفی ۹۷۴ھ
10۔۔۔الجوہر المنظم۔۔۔۔۔۔۔۔۔شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی متوفی ۹۷۴ھ۔۔۔۔مکتبہ قادریہ، لاہور
11۔۔۔شرح الشفا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ملا علی قاری ہروی حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
12۔۔۔مدارج النبوۃ۔۔۔۔۔۔۔۔۔شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔نوریہ رضویہ لاہور ۱۹۹۷ء
13۔۔۔نسیم الریاض۔۔۔۔۔۔۔۔۔شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
14۔۔۔فیوض الحرمین۔۔۔۔۔۔۔۔۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ۔۔۔۔۔۔۔۔محمد سعید اینڈ سنز، کراچی
15۔۔۔حجۃ اللہ علی العالمین۔۔۔۔۔۔۔امام یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ۔۔۔۔۔۔مرکز اہل سنت برکات رضا، ہند
16۔۔۔جواہر البحار۔۔۔امام یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔مرکز اہل سنت برکات رضا ہند ۱۴۲۳ھ

کتب الاعلام

1۔۔۔صفۃ الصفوۃ۔۔۔۔۔۔۔۔۔امام جمال الدین ابی الفرج ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۳ھ
2۔۔۔معجم المؤلفین۔۔۔۔۔۔۔۔عمر رضا کحالہ متوفی ۱۴۰۸ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مؤسسۃ الرسالہ ۱۴۱۴ھ
3۔۔۔أخبار الأخیار۔۔۔۔۔۔۔۔شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔خیر پور پاکستان
4۔۔۔إزالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء۔۔۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ۔۔۔۔۔۔۔۔باب المدینہ کراچی
5۔۔۔الفوائد البھیۃ۔۔۔۔۔۔۔۔۔مولانا عبد الحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ۔۔۔۔۔۔۔۔ادارۃ القرآن، کراچی ۱۴۱۹ھ
6۔۔۔ہدیۃ العارفین۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسماعیل کمال پاشا متوفی ۱۳۳۹ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ
7۔۔۔الاعلام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خیر الدین زرکلی متوفی ۱۳۹۶ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔دار العلم للملایین، بیروت ۲۰۰۵ء
8۔۔۔سیر أعلام النبلاء۔۔۔۔۔۔۔شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ۔۔۔۔۔۔۔۔دار الفکر، بیروت ۱۴۱۷ھ

کتب اللغات

1۔۔۔التعریفات للجرجانی۔۔۔۔۔۔۔سید شریف علی بن محمد بن علی الجرجانی ۸۱۶ھ۔۔۔۔۔۔دار المنار للطباعۃ والنشر
2۔۔۔القاموس المحیط۔۔۔۔۔مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ۔۔۔دار احیاء التراث العربی،

بیروت ۱۴۱۷ھ

3۔۔۔معجم لغۃ الفقہاء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد رؤس، حامد صادق۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی

4۔۔۔فیروز اللغات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الحاج فیروز الدین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فیروز سنز ۲۰۰۵م

5۔۔۔اُردو لغت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اداره ترقی اُردو بورڈ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ترقی اُردو لغت بورڈ کراچی ۲۰۰۶ء

6۔۔۔فرہنگ آصفیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔احمد دہلوی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۰۲ء

کتب الشیعۃ

1۔۔۔ناسخ التواریخ۔۔۔۔۔۔۔۔۔مرزا محمد تقی سپر لسان الملک متوفی ۱۲۹۷ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تہران

2۔۔۔اُصول کافی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی رازی متوفی ۳۲۸ھ۔۔۔۔۔۔دار الکتب الاسلامیہ، تہران

3۔۔۔الروضۃ من الکافی (فروع کافی)۔۔۔محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۸ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔دار الکتب الاسلامیہ، تہران

4۔۔۔احتجاج طبری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ابو منصور احمد بن علی طبرسی متوفی ۵۴۸ھ۔۔۔۔۔۔نجف اشرف، طبع قدیم ۱۲۸۶ھ

5۔۔۔مناقب آل أبی طالب۔۔۔۔۔۔۔محمد بن علی بن شہر آشوب متوفی ۵۸۸ھ۔۔۔۔۔۔۔۔نجف (عراق)

6۔۔۔شرح نہج البلاغۃ ابن أبی حدید۔۔۔ابو الحامد عبد الحمید متوفی ۶۵۶ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔بیروت ۱۳۷۵ھ

7۔۔۔جلاء العیون۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔طبع قدیم، تہران ۱۳۹۸ھ

8۔۔۔حق الیقین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کتب فروشے اسلامیہ، تہران

9۔۔۔حیات القلوب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کتب فروشے اسلامیہ، تہران

10۔۔۔رجال الکشی۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد بن عمر کشی (القرن الرابع)۔۔۔۔۔۔۔۔موسسہ الاعلمی، کربلا

11۔۔۔تھذیب المتین فی تاریخ أمیر المؤمنین۔۔۔مظہر حسین سہارن پوری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دہلی

12۔۔۔نفس الرحمان فی فضائل سلمان۔۔۔مرزا حسین بن محمد تقی طبرسی۔۔۔۔۔۔۔۔ایران

13۔۔۔أنوار نعمانیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نعمت اللہ جزائری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تہران

14۔۔۔حملہ حیدری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مرزا محمد رفیع مشہدی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تہران

15۔۔۔عمدۃ المطالب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جمال الدین احمد بن حسن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قم (ایران)

16۔۔۔طراز المذہب مظفری۔۔۔۔۔۔۔مرزا عباسی

17۔۔۔منتھی الآمال۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عباس قمی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تہران

18۔۔۔مجالس المؤمنین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نور اللہ شوستری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تبریز، تہران

19۔۔۔تفسیر مجمع البیان۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ابو علی فضل بن حسن طبری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تہران

20۔۔۔منتخب التواریخ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد ہاشم بن محمد علی خراسانی۔۔۔۔۔۔۔۔تہران ۱۳۴۱ھ

21۔۔۔التفسیر الصافی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد بن مرتضی المعروف فیض کاشانی۔۔۔۔۔۔۔تہران

22۔۔۔مسند امام علی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حسن قبانچی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔موسسۃ الاعلمی، بیروت ۱۴۲۱ھ

کتب القادیانی

1۔۔۔ازالہ اوہام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مرزا غلام احمد قادیانی متوفی ۱۹۰۱ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ریاض الہند، امرتسر

2۔۔۔انجام آتھم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مرزا غلام احمد قادیانی متوفی ۱۹۰۱ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مطبع ضیاء الاسلام، قادیان

3۔۔۔دافع البلاء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مرزا غلام احمد قادیانیالمتوفی ۱۹۰۱ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مطبع ضیاء الاسلام، قادیان

4۔۔۔توضیح المرام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مرزا غلام احمد قادیانی متوفی ۱۹۰۱ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ریاض الہند، امرتسر

5۔۔۔اربعین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مرزا غلام احمد قادیانی متوفی ۱۹۰۱ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مطبع ضیاء الاسلام، قادیان

6۔۔۔معیار اہل الاصطفاء۔۔۔۔۔۔۔۔مرزا غلام احمد قادیانی متوفی ۱۹۰۱ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مطبع ضیاء الاسلام، قادیان

7۔۔۔کشتیٔ نوح۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مرزا غلام احمد قادیانی متوفی ۱۹۰۱ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مطبع ضیاء الاسلام، قادیان

8۔۔۔اعجاز احمدی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مرزا غلام احمد قادیانی متوفی ۱۹۰۱ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مطبع ضیاء الاسلام، قادیان

9۔۔۔ضمیمہ انجام آتھم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مرزا غلام احمد قادیانی متوفی ۱۹۰۱ء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مطبع ضیاء الاسلام، قادیان

10۔۔۔براہین احمدیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مرزا غلام احمد قادیانی متوفی ۱۹۰۱ء۔۔۔۔۔۔۔۔سفیر ہند پریس، امرتسر، پنجاب

11۔۔۔روحانی خزائن (مجموعہ کتب و رسائل قادیانی)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔زیر طبع، U.S.A

کتب الوہابیۃ

1۔۔۔حاشیۃ شرح الصدور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد بن عبد الوہاب نجدی متوفی ۱۲۰۶ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مطبوعہ سعودیہ

2۔۔۔رسالہ یک روزہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فاروقی کتب خانہ، ملتان

3۔۔۔ایضاح الحق۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قدیمی کتب خانہ کراچی

4۔۔۔تقویۃ الایمان۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میر محمد کتب خانہ کراچی

5۔۔۔صراط مستقیم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مرتب اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مکتبہ سلفیہ، لاہور

6۔۔تحذیر الناس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد قاسم نانوتوی متوفی ۱۲۹۷ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دار الاشاعت، کراچی

7۔۔فتاوی رشیدیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد علی کارخانہ اسلامی کتب ۲۰۰۱ء

8۔۔براہین قاطعہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔خلیل احمد انبیٹھوی سہارن پوری متوفی ۱۳۴۶ھ۔۔۔۔۔۔۔دار الاشاعت کراچی 1987ء

9۔۔حفظ الایمان۔۔۔۔۔۔۔۔۔اشرفعلی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔قدیمی کتب خانہ کراچی

10۔۔الدرر السنیۃ فی الاجوبۃ النجدیۃ۔۔عبد الرحمن بن محمد بن قاسم عاص متوفی ۱۳۹۲ھ۔۔مکتبۃ الکوثر، ریاض ۱۴۱۳ھ

الکتب المتفرقۃ

1۔۔طوالع الانوار۔۔۔۔۔۔۔۔۔قاضی ناصر الدین عبد اللہ بن ابی عمر و بیضاوی متوفی ۶۹۱ھ

2۔۔حیاۃ الحیوان الکبری۔۔۔۔۔۔کمال الدین محمد بن موسی دمیری متوفی ۸۰۸ھ۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ

3۔۔تاریخ الخلفاء۔۔۔۔۔۔۔۔۔امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔۔۔۔۔۔۔۔ضیاء القرآن پبلی کیشنز

۔۔ البدور السافرۃ فی أمور الآخرۃ ۔۔ابو الفضل جلال الدین عبد الرحمن سیوطی متوفی ۹۱۱ھ ۔۔موسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ

5۔۔الحبائک فی أخبار الملائک۔۔۔۔۔۔امام جلال الدین بن ابی بکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

6۔۔سبل الھدی والرشاد۔۔۔۔۔محمد بن یوسف صالحی شامی متوفی ۹۴۲ھ۔۔۔۔۔۔۔۔دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ

7۔۔أحسن الوعاء۔۔۔۔۔۔رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان بن علی رضا متوفی ۱۲۹۷ھ۔۔مکتبۃ المدینہ، کراچی

8۔۔الملفوظ (ملفوظات اعلی حضرت)۔۔اعلی حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔مشتاق بک کارنر، لاہور

9۔۔مقال عرفا باعزاز شرع وعلماء۔۔اعلی حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور

10۔۔حدائق بخشش۔۔۔۔۔۔اعلی حضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔مکتبۃ المدینہ، ۱۴۱۵ھ

11۔۔ذیل المدعا لاحسن الوعاء۔۔اعلی حضرت، احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ۔۔۔۔۔۔۔۔مکتبۃ المدینہ، کراچی

12۔۔تحفہ جعفریہ۔۔۔۔۔۔۔محمد علی نقشبندی علیہ رحمۃ القوی۔۔۔۔۔۔۔۔مکتبہ نوریہ حسینیہ، لاہور

13۔۔عقائد جعفریہ۔۔۔۔۔۔۔محمد علی نقشبندی علیہ رحمۃ القوی

14۔۔تسہیل النحو۔۔۔۔۔۔حافظ محمد خان نوری ابدالوی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

15۔۔علم التجوید۔۔۔۔۔۔قاری غلام رسول۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مکتبہ قاسمیہ رضویہ کراچی

16۔۔تحفہ حسینیہ۔۔۔۔۔۔علامہ محمد اشرف سیالوی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ضیاء القرآن پبلیکیشنز ۲۰۰۱ء

فیضانِ شریعت
1-2
3-4
5-6
7-8-9
10-11-12
13-14-15
16
17-18
19-20